سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
دیوتا
اکتیسواں حصہ

ایک درازدست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحرانگیز آدمی کے شب و روز۔ اس نے جہاں چاہا قبضہ کرلیا اور جب چاہا کسی کو مات دی۔ خیال خوانی میں ایک نیا جہانِ معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانیٔ طبع کی فسوں کاری اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے۔

سسپنس کا ایک مقبول ترین سلسلہ

ہرارے نے کہا۔ "اگر آپ کو پورا یقین ہے تو پھر ڈی شی تارا مجھ سے باتیں کررہی تھی اور اصلی اس کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ شاید ڈی کے ذریعے میرے اندر آنا چاہتی ہو بعد میں کسی وجہ سے ارادہ بدل دیا ہو۔"

سپرماسٹر نے کہا۔ "شی تارا کی یہ حرکتیں کچھ سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ پہلے میں نے فون کیا تو مجھے ایک بوڑھی کی آواز سنائی دی تھی۔"

ہرارے نے کہا۔ "میں نے جس شی تارا کی آواز سنی، وہ ذرا بھرائی ہوئی سی آواز تھی۔ جیسے اسے نزلہ ہوا ہو یا گلے میں ہلکی سی خراش پڑگئی ہو۔"

ڈی کو سوتے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیمار ہے۔ ہم اس کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ یہ دھوکا دینے والی بات بھی ہوسکتی ہے۔ وہ دوسری بار بیمار بن کر بول رہی ہو اور یہ آزمانا چاہتی ہو کہ میرے پیچھے کوئی چھپا ہوا خیال خوانی کرنے والا اسے بیمار سمجھ کر اس کے دماغ میں جائے گا تو وہ سانس روک لے گی اور آئندہ محتاط رہے گی کہ مائیک ہرارے کے پیچھے بھی دشمن خیال خوانی کرنے والے رہا کرتے ہیں۔"

اسی بحث میں آدھا گھنٹا گزر گیا۔ شی تارا نے وعدے کے مطابق پھر فون پر اسے مخاطب کیا۔ وہ پھر چونک گیا۔ کیونکہ اس بار نزلے کی وجہ سے آواز بھرائی ہوئی نہیں تھی۔ آواز اسی شی تارا کی تھی، جو جنرل سے گفتگو کرتی رہی تھی۔

وہ بولا۔ "ہیلو مس شی تارا! میں آپ ہی کے فون کا انتظار کررہا تھا۔ آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"

"میں تمام راستے آپ کے بارے میں سوچتی رہی کہ آپ جیسا شخص میرا دوست اور مشیر بن جائے تو میں قدم قدم پر کامیابیاں حاصل کرسکتی ہوں۔"

"آپ تمام راستے میرے متعلق سوچتی رہیں۔ اس کا مطلب ہے پہلے آپ کسی دوسرے گھر سے بول رہی تھیں۔ اب آدھے گھنٹے میں کسی دوسری جگہ پہنچ کر بول رہی ہیں۔"

شی تارا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ بولی۔ "اوہ گاڈ! آپ نے بڑی توجہ سے سن کر میری بات پکڑی ہے۔ واقعی آپ شاطر ہیں بہرحال یہ سچ ہے میں نے آدھے گھنٹے میں جگہ تبدیل کی ہے۔"

"کیا آپ کو مجھ سے کوئی خطرہ ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنی ڈی کے گھر ایک ضروری کام سے گئی تھی۔ اب اپنی ایک عارضی رہائش گاہ میں آئی ہوں۔ صبح دوسرے شہر چلی جاؤں گی۔ آپ یہ بتائیں، پارس کو کہاں تلاش کیا جاسکتا ہے؟"

"کیا وہ آپ کو اپنے دماغ میں آنے دیتا ہے۔"

"اپنے موڈ اور مرضی کے مطابق کبھی آنے دیتا ہے۔ ورنہ سانس روک لیا کرتا ہے۔"

"تم نے پرائز لر اور اس کی ٹیم کے خلاف اس کی مدد کی تھی

کیا اب بھی اس کی ناراضگی دور نہیں ہوئی۔"

"اب سے پانچ دن پہلے اس نے کہا تھا' وہ ناراض نہیں ہے لیکن کشمیر اور سیاچن کے علاقوں میں جب تک رہے گا' مجھ پر بھروسا نہیں کرے گا۔ اس کا خیال ہے کہ میں پھر بھارتی فوجیوں کو اس کے پیچھے لگا سکتی ہوں۔ اتنا کہنے کے بعد اس نے سانس روک لی۔ ان پانچ دنوں میں کئی بار میں نے رابطہ کرنا چاہا لیکن وہ بڑا ضدی اور ہرجائی ہے۔"

"وہ ہرجائی سہی۔ مگر تم تو اسے دل وجان سے چاہتی ہو۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو تمہیں کیسے معلوم ہوگا کہ وہ کہاں ہے؟ تم اس کی مدد کیسے کروگی؟"

"پہلے تو کوئی ذریعہ نہیں تھا لیکن آج کل پاشا میرا تابعدار بنا ہوا ہے۔ وہ اپنی غیر معمولی سماعت سے کبھی کبھی اس کی آواز سن کر بتا دیتا ہے کہ وہ خیریت سے ہے۔"

ہرارے نے انجان بن کر پوچھا۔ "یہ غیر معمولی سماعت سے کیا مراد ہے اور یہ پاشا کون ہے؟"

وہ پاشا کے متعلق مختصر طور پر بتانے لگی۔ ہرارے نے کہا۔ "تم نے اتنے زبردست آدمی کو اپنا تابعدار بنا کر رکھا ہے۔ تعجب ہے کہ پھر بھی پارس تک نہیں پہنچ پاتی ہو۔"

"شاید میں جلد ہی اس کے قریب پہنچ جاؤں۔ کل اتنا معلوم ہوا تھا کہ وہ چند دشمنوں سے لڑ رہا تھا اور پاشا کو ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے اور کسی کے گڑگڑانے کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔ "پارس! مجھے معاف کردو۔ میں پھر کبھی دھوکا نہیں دوں گا' مجھے ہیلی کاپٹر میں رہنے دو" لیکن اس کے بعد ہی اس بولنے والے کی چیخیں سنائی دیں۔ پھر خاموشی چھاگئی۔ شاید وہ آخری دشمن کو بھی نیچے گرا کر ہیلی کاپٹر کہیں لے گیا ہے۔"

"تمہارے پاس ایک غیر معمولی سماعت رکھنے والا شخص ہے۔ اگر وہ اپنی توجہ پارس پر مرکوز رکھے تو پھر اس کی آوازیں سن سکے گا۔"

"کل رات سے اب تک بیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ پاشا نے اب تک اس کی آواز نہیں سنی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاشا چوبیس گھنٹے ایک ہی آواز پر اپنی توجہ مرکوز نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ چھ سے آٹھ گھنٹے تک وہ سوتا ہے۔ کھانے پینے' نہانے دھونے اور کہیں آنے جانے کے دوران پارس کی طرف توجہ نہیں دے سکتا اور اب تو یہاں رات کے تین بجنے والے ہیں۔ صرف پاشا ہی نہیں' پارس بھی کہیں سو رہا ہوگا۔ میں بھی اپنی نیند پوری کرنے کے بعد صبح اسے پارس کی طرف توجہ دینے کو کہوں گی۔"

"بہتر ہے۔ تمہیں اب سونا چاہیے۔ یہ بتاؤ پھر کب فون کروگی؟ یا اپنا کوئی موبائل نمبر دوگی؟"

"میں کل دن کے آٹھ بجے رابطہ کروں گی۔ اچھا شبھ راتری ...نی گڈ نائٹ۔"

مائیک ہرارے نے فون آف کرکے سپر ماسٹر سے کہا۔ "آپ نے مجھے پاشا کے متعلق بتایا تھا' یہ اچھا ہوا کہ شی تارا نے اسے تابعدار بنالیا ہے۔ ہوسکتا ہے' کل تک پاشا کے ذریعے پارس کا سراغ مل جائے۔ اب ڈی کروسو کو اپنی ٹیم اور عکس منتقل کرنے والے آلات کے ساتھ روانہ ہوجانا چاہیے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ایک اہم بات یہ معلوم ہوگئی کہ شی تارا دہلی میں ہے۔ شاید وہ جھوٹ بول رہی ہو کہ صبح دہلی سے کسی دوسرے شہر چلی جائے گی۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "وہاں پاشا بھی ہوگا۔ اگر میں یہاں سے دہلی جاتا تو پاشا جیسے کام کے آدمی کو شی تارا سے چھین کر اپنا تابعدار بنالیتا لیکن بھارتی حکومت ہم غیر ملکیوں کو دہلی سے کشمیر نہیں جانے دیتی۔ وہاں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کو دنیا والوں سے چھپاتی ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہم پاشا کو کسی اور وقت ٹریپ کریں گے۔ مسٹر ہرارے نے شی تارا کو شیشے میں اتار لیا ہے۔ اس کے ذریعے پہلے پارس تک پہنچا جائے۔ ڈی کروسو! تم یہاں سے اسلام آباد جاؤ۔ تمہارے وہاں پہنچنے تک شاید پارس کا سراغ مل جائے کہ وہ کہاں ہے؟"

اجلاس برخاست ہوگیا۔ ڈی کروسو اپنی ایک ٹیم ترتیب دے چکا تھا۔ امریکی ماہرین نے عکس منتقل کرنے والے مخصوص ویڈیو کیمرے اور اس سلسلے کے دوسرے تمام آلات تیار کرلیے تھے۔ سپر ماسٹر نے پاکستان اور بھارت کے فوجی افسران سے رابطہ کرکے انہیں اپنے ملک آنے کی دعوت دی تھی۔ یوں رابطہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مائیک ہرارے اور ڈی کروسو ان افسران کی آواز سن کر ان کے دماغوں میں پہنچیں اور معلوم کریں کہ سیاچن کے محاذ پر جو فوجی افسران ہیں' انہیں اپنے مقاصد کے لیے کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے اور یہ اہم معلومات حاصل کرنی تھیں کہ ان بلند و بالا برفانی مقامات تک فوجی جوانوں کے لیے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کی چیزیں کب بھیجی جاتی ہیں اور یہ تمام چیزیں کون کون سے افسران یا فوجی جوان لے جایا کرتے ہیں۔ وہ رسد پہنچانے والے ایسے فوجیوں کے دماغوں میں جگہ بناتے جارہے تھے۔

مائیک ہرارے فوجی ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں رہتا تھا۔ اجلاس کے بعد وہ اپنے بنگلے میں آکر سوچنے لگا کہ ایک شی تارا نے دو مختلف آوازوں میں گفتگو کی تھی اور دو مختلف آوازوں کے فرق کو وہی سمجھ پایا تھا۔

پھر اس نے سوچا' شی تارا اپنی ڈمی سے ملنے گئی تھی۔ اس سے کوئی ضروری کام ہوگا لیکن نزلے سے بھرائی ہوئی آواز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ڈمی کچھ بیمار ہے اور اصلی شی تارا اس کی عیادت کے لیے گئی ہوگی۔

اس کے اندر تجسس پیدا ہو رہا تھا کہ بیمار شی تارا ہو یا اس کی ڈمی' ان میں سے کسی کے اندر پہنچا جاسکتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ وہ دونوں اتنی نادان نہیں ہوں گی کہ بیماری میں اپنی آواز کسی کو سنائیں۔ یقیناً بیماری معمولی ہوگی اور وہ ایسی حالت میں بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتی ہوگی۔

وہ بڑی دیر تک ہر پہلو سے غور کرتا رہا۔ شی تارا اپنی تمام ڈمیز کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھتی ہوگی اور تمام ڈمیز کے دماغوں میں یہ نقش کیا ہوگا کہ وہ صرف اصلی شی تارا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کریں گی۔ ہرارے نے سوچا اگر میں ایک بیمار شی تارا کی بھرائی ہوئی آواز کو پیش نظر رکھوں اور دوسری شی تارا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کے لیے جاؤں تو اس بیمار کے اندر جگہ ضرور ملے گی۔

آخر اس نے یہی کوشش کی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ پوجا کے اندر پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس وقت رات گزرنے والی تھی' چار بج گئے تھے لیکن پوجا گہری نیند میں تھی۔ وہ یکبارگی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اس کے دماغ نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ ہرارے ابھی تک اصل شی تارا کے لہجے کو اختیار کرکے اس کے اندر تھا اور وہ اچانک بیدار ہونے کے بعد بھی سانس نہیں روک رہی تھی۔

وہ چند لمحوں تک گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر بولی۔ "اوہ دیدی! تم نے پرائی سوچ کی لہروں کے ذریعے آکر پھر چونکا دیا۔ تم جانے سے پہلے اسی طرح دماغ میں آکر میری دماغی توانائی کو آزما چکی ہو۔ کیا آپ کو شبہ ہے کہ میرا نزلہ اور کھانسی بڑھ گئی ہے؟ دماغی توانائی میں کمی آگئی ہے اور کوئی دشمن میرے اندر آسکتا ہے؟"

ہرارے نے شی تارا کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "مجھے ہر پہلو سے محتاط رہنا پڑتا ہے۔ بائی دی وے میں مطمئن ہوں۔ اب تمہیں نہیں آزماؤں گی۔ آرام سے سوجاؤ۔"

وہ بستر پر لیٹ گئی۔ ہرارے اتنی دیر تک اس کے اندر رہ کر اس کے چور خیالات سے معلوم کرچکا تھا کہ شی تارا نے اپنی دائی ماں کی آواز اور لہجے کو اختیار کرکے پوجا پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ یہ احتیاط اس لیے کی گئی تھی کہ ہرارے کی طرح دوسرے دشمن بھی شی تارا کی سوچ کی لہروں کو اپنا آکر آئیں اور ناکام ہوکر واپس جائیں۔

بہرحال مائیک ہرارے نے ایک راز معلوم کرلیا۔ اس نے اس بوڑھی آواز اور لہجے کو یاد کیا جس نے پہلی بار فون پر بات کی تھی۔ اس شاطر کی یادداشت قابل رشک تھی۔ پوجا کے چور خیالات بتا چکے تھے کہ وہی بوڑھی شی تارا کی دائی ماں ہے۔ اس بار وہ دائی ماں کی سوچ کی لہروں کو اختیار کرکے پوجا کے اندر گیا تو وہ پرسکون رہی۔ ہرارے کو اپنے اندر محسوس نہ کرسکی۔

اس میں شبہ نہیں کہ سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کو ایک طویل مدت کے بعد مائیک ہرارے جیسا غضب کا شاطر ملا تھا۔ آج تک کوئی دشمن شی تارا کے قریب نہیں پہنچ پایا تھا لیکن ہرارے اب پوجا کے ذریعے اس کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا اور اس کے تمام راز معلوم کر رہا تھا۔

پوجا سو رہی تھی۔ اس کا خوابیدہ دماغ بتا رہا تھا کہ شی تارا ایک طویل عرصے سے صرف ایک دائی ماں کے ساتھ رہتی آئی ہے۔ اس کا بھائی سرنا پہلے ایک فولادی جسم رکھنے والا ناقابل شکست انسان تھا۔ بعد میں فرہاد علی تیمور نے اسے قید کرکے دن رات چرس پلا پلا کر اندر سے اتنا کھوکھلا کردیا کہ وہ ناقابل شکست انسان ایک حقیر کیڑا بن کر رہ گیا ہے۔ شی تارا کو اندیشہ تھا کہ بھائی سرنا کے ذریعے فرہاد اسے بھی حقیر بنا دے گا۔ اس لیے اس نے بھائی کو خود سے دور ہمالیہ کی ترائی میں بھیج دیا تھا تاکہ وہاں رہ کر بھائی سرنا اپنی کھوئی ہوئی قوت بحال کرسکے۔

اس بھائی کے بعد شی تارا اب پوجا پر بھروسا کرتی تھی۔ اسے ایک بڑی بہن کی بھرپور محبت دیتی تھی۔ دشمنوں سے اسے بچائے رکھنے کے لیے اس نے دائی ماں کی آواز اور لہجے میں اس پر عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر کبھی نہ پہنچ سکے۔

واقعی یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک بوڑھی عورت کے لہجے میں عمل کرکے پوجا کی حفاظت کی جارہی ہوگی۔ بس یہ مائیک ہرارے کی ذہانت تھی اور تقدیر بھی ساتھ دے رہی تھی۔ اس لیے وہ پوجا کے اندر پہنچ گیا تھا۔

پوجا کے خوابیدہ خیالات بتا رہے تھے کہ شی تارا اسے اپنے قریب ہی رکھتی ہے۔ جس شہر میں جاتی ہے' وہاں اسے ساتھ لے جاتی ہے لیکن احتیاطاً اسے کچھ فاصلے پر دوسری رہائش گاہ میں رکھتی ہے۔

ان دنوں وہ دہلی میں تھیں۔ شی تارا کو انتظار تھا کہ کل تک پاشا غیر معمولی سماعت کے ذریعے پارس کا سراغ لگائے گا اور بتائے گا کہ وہ فلاں شہر یا فلاں علاقے میں ہے تو وہ پوجا اور دائی ماں کو دہلی میں چھوڑ کر پارس کے پیچھے جائے گی۔

مائیک ہرارے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر سوچنے لگا۔ اسے دہلی میں شی تارا کا پتا ٹھکانا معلوم ہوگیا تھا۔ وہ اس شہر میں اپنے آلۂ کار پیدا کرکے یا پوجا کے ذریعے شی تارا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا تھا لیکن شطرنج کی بساط پر جلد بازی میں چالیں نہیں چلی جاتیں۔ وہ پوجا جیسے مُہرے کو خوب سوچ سمجھ کر چلنا چاہتا تھا۔ اسے صبر و تحمل کے ساتھ یقین تھا کہ وہ جب بھی پوجا کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرے گا تو شی تارا بڑی آسانی سے اس کے زیر اثر آجائے گی۔

فی الحال اس نے پوجا کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کیا۔ ایسے وقت دائی ماں کی آواز اور لہجے کو ہی برقرار رکھا۔ اس کے دماغ سے صرف یہ بات مٹا دی کہ شی تارا اس سے رخصت ہونے کے

بعد تقریباً چار بجے پھر اپنی ذاتی سوچ کی لہروں میں اسے آزمانے آئی تھی اور اس کی دماغی توانائی سے مطمئن ہو کر چلی گئی تھی۔

دوسری صبح شی تارا ساڑھے سات بجے بیدار ہوئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد پوجا کی خیریت معلوم کرنے کے لیے دائی ماں کا لہجہ اپنا کر اس کے اندر آئی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اس کی خوابیدہ سوچ کہہ رہی تھی کہ طبیعت بالکل ٹھیک ہے اور وہ سکون سے سو رہی ہے۔

پھر وہ پاشا کے اندر آئی۔ اسے نیند سے جگانا چاہتی تھی۔ پتا چلا' وہ صبح پانچ بجے سے جاگ رہا ہے اور وقفے وقفے سے پارس کی آواز سنتا رہا ہے۔ شی تارا نے پوچھا۔ "کیا یہ پتا چلا کہ وہ ابھی کہاں ہے؟"

وہ ناگواری سے بولا۔ "کیا خاک پتا چلے گا۔ وہ کسی جوان عورت کے ساتھ گلچھرے اڑا رہا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ کون ہے وہ عورت؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔ وہ اجنبی زبان میں بول رہی تھی اور پارس کہہ رہا تھا' تم حسین ہو۔ بھرپور جوان ہو۔ مگر نیپالی زبان بولتی ہو۔ نہ میں تمہاری زبان سمجھتا ہوں' نہ تم میری زبان سمجھتی ہو۔ ویسے رات کالی کرنے کے لیے زبان سے کچھ بولنا ضروری نہیں ہے۔ تم اپنی بولی بولتی رہو۔ میں اپنی بولتا رہوں گا۔"

پاشا نے اتنا کہہ کر ایک سرد آہ بھری پھر کہا۔ "آہ! تب سے میری نیند اڑ گئی ہے۔ ایسی ایسی آوازیں سنائی دے رہی ہیں' جنہیں سن کر بوڑھے بھی جوان ہو جاتے ہیں۔"

شی تارا نے آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے اپنے بدمعاش کو دیکھنے لگی۔ اسے غصہ آ رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی' اس عالمی چیمپئن نے واقعی میری بھلائی کے لیے مشورہ دیا ہے۔ اگر ایک بار میں پارس کے دماغ پر قبضہ جما لوں تو پھر وہ کبھی کسی عورت سے دوستی نہیں کر سکے گا۔

وہ پاشا سے بولی۔ "تم نے صبح پانچ بجے اس کی آوازیں سنی تھیں۔ اب دن کے آٹھ بج چکے ہیں' جاؤ پھر آوازیں سنو۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "مجھ پر ایسا ظلم نہ کرو۔ وہ آوازیں سنتا ہوں تو کیا بتاؤں مجھے کیا ہوتا ہے۔ نہ لیٹ سکتا ہوں' نہ بیٹھ سکتا ہوں۔ پورے تین گھنٹے سے ٹہل رہا ہوں۔ آنکھوں سے نیند اُڑ گئی ہے۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ جو حکم دے رہی ہوں' اس پر عمل کرو۔ پارس کی باتیں سنتے رہو گے تو یہ ضرور معلوم ہو گا کہ وہ ابھی کہاں ہے۔"

"میڈم! اس نیپالی عورت کی موجودگی بتا رہی ہے کہ پارس نیپال میں ہے۔"

"نیپال کی عورتیں ہندوستان کے کتنے ہی علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہمالیہ' ہندوکش' کیلاش اور قراقرم کی وادیوں میں جو بستیاں ہیں' وہاں بھی یہ عورتیں محنت مزدوری کے لیے جاتی ہیں۔ کم آن جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔"

پاشا اس کا تابعدار تھا۔ اس لیے پارس کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ اگر اس وقت وہ بولتا رہتا تو ضرور اس کی آوازیں سنائی دیتیں۔ شی تارا بھی پاشا کے اندر رہ کر سمجھ رہی تھی کہ دوسری طرف بالکل خاموشی ہے۔ وہ بولی۔ "کوئی بات نہیں۔ دس یا پندرہ منٹ کے بعد پھر سننے کی کوشش کرو۔"

"میڈم! دوپہر سے پہلے اس کی آواز سنائی نہیں دے گی۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ دوپہر سے پہلے نہیں بولے گا؟"

"آپ نادان نہیں ہیں۔ سمجھ سکتی ہیں' وہ دونوں تھک کر سو رہے ہیں۔"

وہ جھینپ کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے پارس پر غصہ آ رہا تھا۔ پتا نہیں وہ کب نیند سے بیدار ہونے والا تھا اور کب اس کا سراغ ملنے والا تھا؟

اس نے ناشتے سے فارغ ہو کر چائے پی پھر فون کے ذریعے مائیک ہرارے کو مخاطب کیا اور کہا۔ "ابھی تک پارس کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ پاشا کے ذریعے پتا چلا ہے کہ وہ پچھلی رات جاگتا رہا تھا۔ اب سو رہا ہے۔"

ہرارے نے کہا۔ "پچھلی رات جاگنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اہم معاملات میں مصروف رہا ہو گا۔ کیا مصروفیات کے دوران پارس کی باتوں سے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے اور وہ اہم معاملات کیا ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "کوئی اہم معاملہ نہیں تھا۔ وہ پکا بدمعاش ہے۔ کسی نیپالی عورت کے ساتھ تھا۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ تمہارے غصے کو بھی سمجھ رہا ہوں۔ ذرا صبر کرو' تم اس ہرجائی پر بہت جلد قابو پا لو گی۔ پھر وہ تمہارے حکم کے بغیر تمہاری چار دیواری سے باہر قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

"مسٹر ہرارے! میں کل سے تم پر بہت بھروسا کرنے لگی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری شاطرانہ چالوں کے ذریعے میں پارس کو ہمیشہ کے لیے اپنا تابعدار بنا لوں گی۔"

"بے شک اسے نیند پوری کر لینے دو۔ پھر وہ نیپالی عورت سے یا آس پاس کے لوگوں سے باتیں کرے گا تو اس جگہ کی نشاندہی ہو جائے گی۔ تم مجھ سے برابر رابطہ رکھو۔ میں تمہارے فون کا انتظار کروں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ آئندہ اسے شی تارا کے فون کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں تھی' وہ پوجا کے اندر رہ کر بہت سی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

وہ پوجا کے پاس آیا تو وہ بیدار ہو چکی تھی اور شی تارا دائی ماں کے لہجے میں اس کے اندر بول رہی تھی۔ "تم اپنے ہونے والے جیجا جی (بہنوئی) کی بڑی تعریفیں کرتی ہو۔ پتا ہے؟ وہ کیسا پکا بدمعاش ہے؟"

وہ پوجا کو اس کے متعلق بتانے لگی۔ بتانے کے دوران جھنجلاتی بھی جا رہی تھی۔ پوجا نے کہا۔ "دیدی! یہ تمہاری بری عادت ہے کہ غصہ برداشت نہیں کرتی ہو۔ ذرا صبر کرو' وہ آج رات تک ضرور قابو میں آئے گا۔ میں اس کی تعریفیں اس لیے کرتی ہوں کہ ایک برائی کو چھوڑ کر اس میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ جب وہ آپ کے قابو میں آئے گا تو وہ ایک برائی بھی ختم ہو جائے گی۔"

"پوجا! میں بہت تنہائی اور الجھن سی محسوس کر رہی ہوں۔ اگر طبیعت ٹھیک ہو تو کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی آؤ۔ ایک سے دو بھلے ہوتے ہیں۔ میرا دل بہل جائے گا۔ ہم دوپہر کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر آتی ہوں۔"

پوجا بستر سے اٹھ کر الماری کے پاس آئی۔ اسے کھول کر ایک لباس نکالا پھر غسل خانے میں چلی گئی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ تمام ضروریات سے فارغ ہو کر وہاں سے نکلی۔ اپنی رہائش گاہ کے سامنے ہی ایک ٹیکسی مل گئی۔ وہ دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی تو ایسے وقت پوری طرح اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ اس نے ڈرائیور سے اس علاقے میں چلنے کو کہا' جہاں شی تارا کا قیام تھا لیکن راستے میں ایک بہت بڑے میڈیکل اسٹور کے سامنے ٹیکسی رکوائی پھر ٹیکسی سے اتر کر اس نے اسٹور سے اعصاب کو کمزور کرنے والی ایک دوا خریدی۔ ایسی دوائیں میڈیکل اسٹور والے خفیہ طور پر زیادہ قیمت لے کر دیتے ہیں۔ اگر وہ نہ دیتا تو ہرارے اس کے دماغ میں گھس کر وہ دوا پوجا کے پاس پہنچا دیتا۔

ویسے بہ آسانی دوا مل گئی۔ وہ پھر ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گئی۔ مائیک ہرارے بہت محتاط رہ کر پوجا سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرا رہا تھا۔ دوا خرید کر ٹیکسی میں واپس آ کر بیٹھنے تک اسے دماغی طور پر غائب رکھے ہوئے تھے۔ وہ نہ جان سکی کہ اس نے دوا کو اپنے بلاؤز کے گریبان میں چھپا لیا ہے۔

وہ ٹیکسی ایک کوٹھی کے احاطے کے اندر آ کر رکی۔ شی تارا نے باہر آ کر ڈرائیور کو پچاس روپے دیے پھر پوجا کے ساتھ کوٹھی کے اندر آتے ہوئے بولی۔ "میں بور ہو رہی تھی۔ ماں جی بازار گئی ہیں۔ تم نے بھی بڑی دیر لگا دی۔"

وہ دونوں ایک خواب گاہ میں آ کر بیٹھ گئیں۔ پوجا نے پوچھا۔ "پاشا کہاں ہے؟"

"کوٹھی کے پچھلے حصے میں جو کمرا ہے' وہاں سو رہا ہو گا۔ وہ کمبخت بھی پکا عیاش ہے۔ ہم دونوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔ مگر میرا معمول اور تابعدار ہے اس لیے میرے سامنے چوہا بنا رہتا ہے۔"

پوجا نے ہرارے کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں نے ابھی تک ناشتا نہیں کیا ہے۔ حالانکہ گیارہ بجنے والے ہیں۔"

"کچن اور فریج سے کچھ کھانے کو لے آؤ اور چولہے پر چائے کا پانی چڑھا دو۔ میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔"

"چائے پینے میں تو ساتھ دو گی؟"

"اچھی بات ہے' پی لوں گی۔ چلو میں ہی چائے بناتی ہوں۔ یہاں اکیلی بیٹھے بیٹھے پہلے ہی بور ہو رہی ہوں۔"

وہ دونوں کچن میں آئیں۔ مائیک ہرارے ذرا الجھ گیا۔ اس کی معمولہ پوجا اپنی دیدی کی موجودگی میں چائے کے اندر دوا نہیں ملا سکتی تھی۔ وہ سلائس پر جیلی لگا کر کھانے لگی۔ شی تارا چائے تیار کرنے لگی۔ ادھر ہرارے تیزی سے سوچ رہا تھا۔ شی تارا اس کی ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آتے آتے پھسلنے والی تھی۔

آخر چائے تیار ہو گئی۔ شی تارا دو پیالیوں میں چینی ڈال کر اس میں چائے انڈیلنے لگی۔ یہ چائے پوجا کو پیش کرنی تھی مگر اس کا الٹ ہو رہا تھا۔ ویسے وہ شاطرانہ چالیں چلنے والا کچھ کم نہیں تھا۔ بازی کو الٹی سے سیدھی کرنا جانتا تھا۔

چائے پکنے کے دوران ہرارے نے پوجا کے ذریعے اس کوٹھی کا فون نمبر معلوم کر لیا تھا۔ اس نے اپنا موبائل اٹھا کر فوراً ہی وہ نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے میں ذرا دیر ہوئی مگر زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ جس وقت شی تارا چائے سے بھری ہوئی ایک پیالی پوجا کو پیش کرنے والی تھی' اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

وہ پیالی رکھ کر بولی۔ "میں دیکھتی ہوں' شاید ماں جی کہیں سے فون کر رہی ہیں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کچن سے باہر گئی۔ اس کے جاتے ہی پوجا نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر دوا نکالی' تھوڑی سی ایک پیالی میں انڈیلی پھر شیشی بند کر کے اسے گریبان کے اندر واپس رکھ کے اس پیالی کی چائے کو چمچے سے ہلانے لگی۔

شی تارا جلد ہی واپس آ کر بولی۔ "پتا نہیں کس کا فون تھا۔ ریسیور اٹھا کر ہیلو کہتے ہی بند ہو گیا۔"

پوجا نے اس کی طرف وہ پیالی بڑھا دی۔ بائیں ہاتھ سے اپنے لیے دوسری پیالی اٹھا لی۔ شی تارا نے پیالی لے کر کہا۔ "چلو بیڈ روم میں چل کر بیٹھیں گے اور باتیں کریں گے۔"

مائیک ہرارے بے چین ہو گیا۔ وہ چائے شی تارا کے حلق میں اترنے والی تھی مگر خواہ مخواہ دیر ہو رہی تھی۔ وہ دونوں بیڈ روم میں آ کر ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ شی تارا نے درمیانی میز پر پیالی رکھ دی۔ پوجا نے اپنی پیالی سے ایک چائے کی چسکی لی پھر کہا۔ "دیدی! کیا سوچ رہی ہو' چائے پیو۔"

وہ اپنی پیالی اٹھا کر بولی۔ "میں اسی ہرجائی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ ہزار بار فیصلہ کرتی ہوں کہ اسے یاد نہیں کروں گی مگر جانے کیسے بے اختیار وہ یاد آنے لگتا ہے۔"

"چھوڑو بھی دیدی! چائے پیو۔"

اس نے شامت لانے والی پیالی کو ہونٹوں سے لگایا لیکن ایک چسکی لینے سے پہلے جیسے زلزلہ سا آگیا۔ پاشا دور سے چیختا ہوا آرہا تھا۔ "میڈم! میڈم تم کہاں ہو۔ جلدی آؤ۔ میں پارس کی آواز سن رہا ہوں۔ تم کہاں ہو میڈم!"

شی تارا فوراً ہی پیالی کو میز پر رکھ کر اٹھ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ روم سے نکلی۔ پاشا اسے آوازیں دیتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا تھا۔ پوجا بھی اپنی دیدی کے پیچھے چلی آرہی تھی۔

شی تارا نے پاشا سے کہا۔ "آرام سے بیٹھو اور اس کی آواز سنو۔ میں تمہارے اندر رہوں گی۔"

ادھر مائیک ہرارے کے اندر کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ شی تارا مُٹھی میں آتے آتے رہ جاتی تھی۔ ویسے ہرارے کو پارس کا بھی سراغ لگانا تھا۔ وہ شی تارا کو تھوڑی دیر بعد چائے پلا سکتا تھا۔ اس لیے وہ بھی پاشا کے دماغ میں آگیا۔

پاشا ایک صوفے پر بیٹھا خلا میں تک رہا تھا اور آواز سن رہا تھا۔ اس کے ذریعے شی تارا اور مائیک ہرارے بھی سن رہے تھے۔ پارس کسی سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے ایک گدھے کی ضرورت ہے۔"

دوسرے شخص کی آواز آئی۔ "صاحب! ان پہاڑی علاقوں میں گدھے نہیں خچر ملتے ہیں۔ آپ خچر پر بھاری سامان لاد کر پہاڑوں پر چڑھ سکتے ہیں۔"

پارس کی آواز آئی۔ "آہ! تم نے خچر کا ذکر کرکے مجھے میرے خچر کی یاد دلادی۔ میں اسے سری نگر میں چھوڑ آیا ہوں۔ تمہارے پاس جو خچر ہے' اس کا تم نے کوئی نام رکھا ہوگا؟"

"جی صاحب جی! میں اسے پیار سے خیرو کہہ کر بلاتا ہوں۔"

"میں بھی اپنے خچر کو بہت چاہتا ہوں اور اسے پیار سے پاشا کہتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی پاشا آپے سے باہر ہوگیا۔ غصے سے دھاڑ کر بولا۔ "ابے خچر تو ہوگا۔ تیرا پورا خاندان ہوگا۔ میں آج ہی ایک خچر خرید کر اس کا نام پارس رکھوں گا۔"

شی تارا نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ۔ کیا پارس تمہاری آواز سن رہا ہے؟ کیوں خواہ مخواہ گرج رہے ہو۔ چلو میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ اس کی باتوں سے معلوم کرو کہ وہ کس پہاڑی علاقے میں ہے۔ اتنا تو معلوم ہوگیا کہ وہ کافی سامان کے ساتھ کسی پہاڑی پر چڑھنے والا ہے۔"

پاشا پھر آواز کی طرف توجہ دینے لگا۔ پارس پوچھ رہا تھا۔ "تم اپنے خچر کا کرایہ کیا لوگے؟ یا یہ بتادو کہ اس پہاڑی کی بلندی تک پہنچانے کا معاوضہ کیا ہے؟"

پوجا نے شی تارا کے بازو کو جھنجھوڑ کر کہا۔ "دیدی! آپ پاشا کے دماغ کے اندر جاکر سن رہی ہیں۔ ان آوازوں کے لیے غیر معمولی سماعت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

پاشا نے غرّا کر پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ آوازیں تم میری صلاحیتوں کے بغیر سن سکتی ہو؟"

"میں سن رہی ہوں۔ ذرا خاموش رہو اور سنو۔ پارس اور اس خچر والے کی آوازیں ہماری کوٹھی کے اندر سے آرہی ہیں۔"

"کوٹھی کے اندر سے؟" شی تارا نے پوچھا۔ پھر خاموش ہوگئی۔ اب انہیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی دو چار لوگوں کے لڑنے اور پھر چیخنے کی آوازیں یوں آرہی تھیں جیسے وہ مار کھا کر ہیلی کاپٹر سے باہر نیچے گر رہے ہوں۔ پھر کسی کے گڑگڑانے کی آواز سنائی دی۔ وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا "پارس! مجھے معاف کردو۔ میں پھر کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔ مجھے ہیلی کاپٹر میں رہنے دو۔" لیکن اس کے بعد ہی اس بولنے والے کی چیخیں سنائی دیں پھر خاموشی چھاگئی۔ صرف ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے کی آوازیں آتی رہیں۔

پاشا نے صوفے سے اٹھ کر کہا۔ "میڈم! یہ وہی آوازیں ہیں' جنہیں میں پرسوں سن چکا ہوں اور آپ کو بتا چکا ہوں۔ یہ پارس دوسری بار ہیلی کاپٹر میں دشمنوں سے لڑائی کررہا ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ یہ آوازیں ہماری اسی کوٹھی سے آرہی ہیں۔"

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم سے نکل کر آواز کی سمت کا تعین کرتے ہوئے ایک کمرے میں آئے۔ پھر ایک کیبنٹ کی طرف دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ وہاں ایک بڑا سا کیسٹ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ اس کے اسپیکر سے ایک عورت کے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ پاشا نے کہا۔ "میڈم! یہ اسی نیپالی عورت کی آواز ہے جسے میں نے صبح پانچ بجے سنا تھا۔"

شی تارا نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ یہ نیپالی تو کیا کوئی ڈھنگ کی زبان ہی نہیں ہے۔ پتا نہیں یہ کیا الم غلم بک رہی ہے۔"

اسی وقت اسپیکر سے پارس کی آواز آئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم حسین ہو' بھرپور جوان ہو مگر نیپالی زبان بولتی ہو۔ نہ میں تمہاری زبان سمجھتا ہوں نہ تم میری زبان سمجھتی ہو۔ ویسے رات کالی کرنے کے لیے زبان سے کچھ بولنا ضروری نہیں ہے۔ تم اپنی بولی بولتی رہو۔ میں اپنی بولتا رہوں گا۔"

شی تارا نے پاشا کو گھور کر دیکھا۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔ وہ اس کیسٹ کے ذریعے مجھے الّو بنا رہا تھا۔"

"وہ کیا بنائے گا۔ تم پہلے ہی بنے بنائے ہو۔ وہ تمہاری رگ رگ سے واقف ہے۔ اس نے کسی فلمی کیسٹ سے ہیلی کاپٹر کی آوازیں ریکارڈ کیں۔ جس میں کچھ لوگوں کی مارپیٹ کی آوازیں بھی ہیں۔ پھر اس نے دوسری آواز بنا کر وہ مکالمے ریکارڈ کرائے کہ پارس مجھے معاف کردو۔ میں پھر کبھی دھوکا نہیں دوں گا......"

پھر شی تارا نے کہا۔ "وہ مختلف آوازوں کا ایک ماہر نقّال ہے۔ اب میری سمجھ میں آیا۔ وہ کسی عورت کی آواز میں بے تکی زبان بول رہا تھا اور تمہیں سمجھا رہا تھا کہ وہ نیپالی بول رہی ہے......"

پاشا جھینپ رہا تھا اور اپنا سر کھجا رہا تھا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی

گھنٹی سنائی دی۔ شی تارا نے ڈرائنگ روم میں آکر ریسیور اٹھایا۔ پھر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے دائی ماں کی آواز سنائی دی۔ "بیٹی! میں تمہاری ماں جی بول رہی ہوں۔ ابھی جو کچھ بول رہی ہوں اس پر حیرانی ظاہر نہ کرنا۔ پوجا کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن چھپا ہے۔ میں نے پوجا کو ایک میڈیکل اسٹور سے اعصابی کمزوری کی دوا خریدتے دیکھا ہے۔ پھر میں اس کوٹھی میں چھپ کر آئی۔ جب تم کسی کا فون اٹینڈ کرنے گئیں تو پوجا نے وہ دوا چائے کی ایک پیالی میں ملادی۔ باقی دوا ایک شیشی میں اس کے گریبان کے اندر چھپی ہوئی ہے۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "ماں جی! ابھی آپ کہاں ہیں؟"

"میں کوٹھی کے قریب ایک پی سی او سے بول رہی ہوں۔ میں نے تمہاری پیالی کی چائے بدل دی ہے۔ اب اس میں جو چائے ہے' وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی لیکن تم اسے پیتے ہی اعصابی کمزوری ظاہر کرو اور دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ اس طرح دشمن اپنی کامیابی سمجھ کر تمہارے اندر آئے گا تو اس کی اصلیت معلوم ہوجائے گی۔"

شی تارا یہ باتیں سن کر حیران ہو رہی تھی لیکن دائی ماں نے تاکید کی تھی کہ حیرانی ظاہر نہ کرے۔ اس کی وجہ سمجھ میں آگئی کہ دشمن ہوشیار ہوجائے گا۔ وہ پوجا کے ذریعے اسے دیکھ رہا ہوگا۔ وہ بولی۔ "ماں جی آپ کو یہاں آنے میں دیر ہوگئی' کوئی بات نہیں۔ آپ اس بیچاری بیمار عورت کو اس کے گھر پہنچا کر آئیں۔"

شی تارا نے ریسیور رکھ کر پوجا کو دیکھا پھر کہا۔ "ماں جی چھوٹی سی بات کو لمبی کردیتی ہیں۔ ادھر ہماری چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

پوجا نے ہرارے کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں تم سے ابھی چائے کے لیے ہی کہنے والی تھی۔"

وہ دونوں بیڈ روم میں آئیں پھر اسی طرح آمنے سامنے دو صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ وہاں دونوں کی پیالیاں رکھی ہوئی تھیں۔ شی تارا نے اپنی پیالی اٹھا کر ایک چُسکی لی۔ پوجا نے پوچھا۔ "کیا پھر سے گرم کرکے لاؤں؟"

"نہیں' تم تو جانتی ہو میں چائے ٹھنڈی کرکے پیتی ہوں۔"

وہ پینے لگی۔ آدھی پیالی پی کر اپنا سر پکڑ کر بولی۔ "پتا نہیں کیوں' میرا دل گھبرا رہا ہے۔ سر بھاری ہو رہا ہے۔"

"چائے ختم کرو۔ سر ہلکا ہوجائے گا۔"

شی تارا نے ایک ایک گھونٹ پی کر پیالی خالی کردی۔ اس کے بعد صوفے کے ہتھے کو تھام کر اٹھی۔ ایک قدم آگے بڑھی۔ پھر لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑی۔ اسی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن سانس نہیں روکی۔ بے پناہ کمزوری ظاہر کرتی ہوئی کراہنے لگی۔

پھر مائیک ہرارے کی فاتحانہ آواز سنائی دی۔ "ہیلو شی تارا! میری شاطرانہ چالیں کبھی ناکام نہیں ہوتیں۔ تمہیں فرش پر گرتے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے' آخر گرے زمیں پر اونچی اڑان والے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی۔ "تت...... تم تم عا...... عالمی چیمپئن ہرارے ہو؟"

"ہاں' میری شاطرانہ ذہانت پہلے ہی کم نہ تھی۔ سپر ماسٹر اور فوجی جنرل نے مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا یہ علم دے کر شراب کو دو آتشہ کردیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کہا جاتا ہے کہ آج تک شی تارا کے دماغ میں کوئی نہیں پہنچ سکا۔ دیکھ لو کہ میں تمہارا آقا بن کر پہنچ گیا ہوں۔"

شی تارا نے سر گھما کر پوجا کو دیکھا۔ وہ صوفے پر بیٹھی ایک طرف سر ڈھلکائے کمزوری سے کراہ رہی تھی۔

شی تارا نے کہا۔ "عالمی چیمپئن' جسے تم آلۂ کار بنا کر یہاں لائے ہو' ذرا اس کی خبر لو۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ ہرارے کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر شدید حیرانی سے سوچنے لگا۔ "یہ کیا ہوگیا؟ میں نے چالیں چلنے میں کوئی بھول نہیں کی۔ پھر ناکامی کیسے ہوئی؟ اوہ گاڈ! شی تارا میرے ہاتھ سے کیسے نکل گئی؟"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پوجا کے اندر آکر دیکھا۔ وہ کمزوری سے نڈھال ہو رہی تھی۔

شی تارا نے کہا۔ "مائیک ہرارے! اگر تم موجود ہو تو سن لو۔ پوجا کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا ورنہ میری جوابی کارروائی بہت مہنگی پڑے گی۔"

وہ پوجا کی زبان سے بولا۔ "میں آج تک ناکام نہیں ہوا۔ میری حیرانی دور کرو۔ تمہیں میری سازش کا علم کیسے ہوا؟"

"تمہاری خوش فہمی نے تمہیں ناکام بنایا۔ عالمی چیمپئن یہ بھول گیا کہ پیتے پیتے کبھی کبھی یہ جام بدل جاتے ہیں۔"

وہ مجبور تھا۔ پوجا اتنی کمزور ہوگئی تھی کہ اس کے ذریعے شی تارا کو زخمی کرکے ہاری ہوئی بازی جیت نہیں سکتا تھا۔ اسی وقت دائی ماں بازار سے سبزیاں لے کر آئی۔ پھر پوجا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ ایسے کیوں بیٹھی ہے؟ کیوں اس طرح کراہ رہی ہے؟"

شی تارا نے کہا۔ "ماں جی! تم نے پیالیاں بدل کر کمال کردیا۔ ورنہ پوجا کی جگہ میں کراہ رہی ہوتی اور وہ دشمن میرے دماغ پر قبضہ جما چکا ہوتا۔"

دائی ماں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے میز پر رکھی ہوئی پیالیوں کو دیکھا پھر پوچھا۔ "میں نے کب پیالیاں بدلی ہیں۔ میں تو ابھی بازار سے آرہی ہوں۔"

"کیا کہہ رہی ہو ماں جی؟ کیا تم تھوڑی دیر پہلے چھپ کر یہاں میرے بیڈ روم میں نہیں آئی تھیں؟"

"نہیں بیٹی! میں تو ابھی آرہی ہوں۔"

"کیا ابھی تم نے فون پر مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ کوئی دشمن پوجا کے اندر چھپا ہوا ہے اور وہ مجھے اس کے ذریعے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا ہے؟"

"بیٹی! میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا تم کیا کہہ رہی ہو۔ مجھے بھلا کیسے معلوم ہوگا کہ پوجا کے اندر کوئی دشمن چھپا ہوا ہے۔ میں بازار گئی۔ وہاں ذرا دیر ہوگئی پھر سیدھی یہاں آئی۔ میں نے تو تمہیں کوئی فون نہیں کیا تھا۔"

شی تارا ماں جی کو ایسے تکنے لگی کہ پلکیں جھپکانا بھول گئی ہو اس پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کس نے مجھے مائیک ہرارے کی معمولہ اور تابعدار بننے سے بچایا ہے؟

فون کی گھنٹی ڈرائنگ روم میں بج رہی تھی۔ مگر شی تارا گم صم تھی۔ دائی ماں ادھر گئی پھر تھوڑی دیر بعد آکر بولی۔ "ہائے بیٹی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تمہاری دائی ماں ہوں۔ میں نے تمہیں گود میں کھلایا ہے۔ مگر فون پر ایک اور دائی ماں بول رہی ہے۔"

"کیا؟" شی تارا حیرت سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی پھر ایک طرف رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر بولی۔ "ہیلو۔ تم کون ہو؟"

دوسر طرف سے پارس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو تارا! سری نگر کے کالی سنگم میں پرائز لرا اور اس کے مسلح افراد سے جان بچا کر نکل جانے میں تم نے میری مدد کی تھی۔ میں کسی کا قرض اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ اس لیے آج تمہیں ایک دشمن کے دماغی شکنجے میں پھنسنے سے پہلے نکال کر جارہا ہوں۔ خدا حافظ۔"

فون بند ہوگیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے چیخنے لگی "ہیلو ہیلو۔ فون بند نہ کرو۔ پارس' ایک بار مجھ سے مل لو۔ تم مجھے ایک دوسری ہی وفادار شی تارا پاؤ گے....."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ وفاداری کا لفظ ادا کرتے ہوئے یاد آیا کہ وہ کل رات سے مائیک ہرارے پر بھروسا کرکے پارس کو اپنا معمول اور غلام بنانے کا فیصلہ کرچکی تھی۔ اسی پارس نے اسے ہرارے کی عمر بھر کی کنیز بننے سے بچایا تھا۔

اس نے بے شک کالی سنگم میں پارس کی مدد کی تھی مگر بے پیندے کا لوٹا تھی۔ دشمنوں کے بہکانے پر ادھر سے لڑھک کر ادھر چلی جاتی تھی۔ ایسے میں وفاداری کا دعویٰ کیسے کرسکتی تھی۔

وہ یکبارگی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ دائی ماں نے آکر پوچھا۔ "کیا ہوا بیٹی؟"

وہ روتے روتے ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی۔ "وہ میرا یار تھا۔ میرا دلدار تھا۔ ابھی مجھ بے وفا کے منہ پر تھوک کر گیا ہے۔"

وہ ہنستے ہنستے پھر رونے لگی۔ روتے روتے کہنے لگی۔ "وہ میرا ہے۔ وہ تھوک بھی سکتا ہے۔ چوم بھی سکتا ہے۔ میں کم ظرف رہوں گی۔ وہ اعلیٰ ظرف رہے گا۔ میں زمین رہوں گی' وہ مجھ پر آسمان کی طرح چھایا رہے گا۔ کون ہے' جو میرے آسمان کے سائے میں مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی جرأت کرے گا۔ کوئی نہیں' کوئی نہیں....."

وہ ہنستی جارہی تھی اور روتی جارہی تھی پھر روتی روتی ہنستی جارہی تھی۔

○☆○

جمیلہ رازی کی انتقامی کارروائی اس طرح جاری تھی کہ اس ملک کے عوام سے چھپائی نہ جاسکی۔ اس بات کا چرچا گھروں میں' بازاروں میں' ہوٹلوں اور کلبوں میں ہونے لگا تھا کہ جمیلہ نامی ایک لڑکی نے عیّاش دولت مندوں کا خانہ خراب کیا ہوا ہے۔ اس بات کو سرکاری طور پر چھپانے کی کوششیں کی گئی تھیں۔ کیونکہ ایسے معزز رئیسوں کی توہین منظور نہیں تھی' جو شاہ کے حامی اور ملک کے اہم کرتا دھرتا بھی تھے۔

اللہ عزت دیتا ہے۔ وہ عزت سنبھالی نہ جائے اور گمراہی اختیار کی جائے تو ذلت دینے کے بھی بہانے پیدا کردیتا ہے۔ رئیس الکبیر نے اپنی قبر میں بڑی گھبراہٹ اور بے چینی سے راتیں گزاریں۔ چونکہ وہاں نیند نہیں آتی تھی اس لیے اللہ کو یاد کرتا تھا۔ توبہ کرتا تھا۔ دعا مانگتا تھا کہ کسی طرح جلد سے جلد شرط کے مطابق چالیس راتیں اس قبر میں گزر جائیں۔ لیکن ہر رات قیامت کے انتظار کی طرح طویل لگتی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ اسی انتظار میں قیامت کا دن آجائے گا لیکن یہ چالیس راتیں نہیں گزریں گی۔

اس نے سنا تھا کہ حشر کے دن ایک قبر سے کئی کئی مردے جی اٹھیں گے۔ وہ بھی اعمال کا حساب دینے کے لیے اپنی قبر سے زندہ اٹھے گا۔ جبکہ زندہ ہی وہاں پڑا ہوا ہے۔ ان حالات میں صرف خدا اور اپنے اعمال یاد آتے ہیں اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صرف توبہ کرنے سے معافی نہیں ملے گی۔ سزا سے بچنے کے لیے ابھی قیامت دور ہے۔ اتنا وقت ہے کہ جتنی بدی کی' اس سے زیادہ نیکیاں کمائی جائیں۔

رئیس الکبیر قبر کے اندھیرے میں جب ایسا سوچتا تھا تو گھبراہٹ کچھ کم ہونے لگتی تھی۔ قبر کی تاریکی میں روشنی کی کرن محسوس ہوتی تھی۔ صبح اس کے ملازم قبر کے اوپر سے چٹانی سل ایک طرف ہٹادیتے تھے۔ وہ باہر نکل کر محل تک پیدل جاتا تھا اور ہر چوراہے پر کھڑا ہو کر کہتا تھا۔ "لوگو! مجھے دیکھو اور درسِ عبرت حاصل کرو۔ تم لوگوں نے مجھے ایک کروڑ بیس لاکھ کی مہنگی کار میں ان سڑکوں سے گزرتے دیکھا ہوگا۔ میرے پاس بے انتہا دولت' بے شمار اسلحہ اور سیکڑوں سیکورٹی گارڈز ہیں۔ کوئی مجھے میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ جو میری شان میں گستاخی کرتا تھا تو میں خونخوار کتوں کو اس گستاخ کا گوشت کھلا دیتا تھا۔

"آج بھی میرے پاس سب کچھ ہے لیکن میں اپنی دولت' طاقت اور وسیع ذرائع رکھنے کے باوجود ایک لڑکی سے مات کھا رہا ہوں۔ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس کی آبرو سے کھیلنا چاہتا تھا۔ اس لڑکی جمیلہ نے مجھے مجبور اور بے بس بنا کر جیتے جی قبر میں پہنچا دیا ہے۔ میں نے اپنی حرم سرا میں بے شمار حسیناؤں

کو برباد کیا ہے۔ ہر رات میرے ملائم لچک دار بستر پر ایک حسینہ ہوا کرتی تھی۔ اب ہر رات قبر کے اندر مٹی کا بستر ہوتا ہے۔ میں کسی حسین عورت کو تو کیا اپنی ماں کو بھی لوری سننے کے لیے نہیں بلا سکتا۔ یہی عبرت کا مقام ہے کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں پیدا کرنے والی ماں بھی ساتھ نہیں جاتی۔ وہاں صرف ایک ہی کی گنجائش ہوتی ہے۔ ایسی جگہ تنہائی' تاریکی' عذاب قبر اور یومِ حساب کا خوف طاری رہتا ہے۔

"خدا جب سزا دیتا ہے تو موسیٰ کلیم اللہ کو فرعون کے محل میں پہنچا کر اس کی فرعونیت سمیت اسے نابود کردیتا ہے۔ اسی رب جلیل نے میرے محل میں جمیلہ رازی کو بھیج کر مجھے جیتے جی قبر میں پہنچا دیا ہے۔ اس معبودِ حقیقی نے مجھے عزت دی تھی' وہی آج مجھے ذلت دے رہا ہے اور کوئی دنیاوی طاقت مجھے اس ذلت سے بچا نہیں سکے گی۔

"بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔ کہ تم سب میرے حالات سے عبرت حاصل کرو۔ اگر ابھی کسی سے جھوٹ بولنے والے ہو تو فوراً زبان کو دانتوں تلے لے آؤ۔ اگر کسی گاہک کو کم تول کردے رہے ہو تو دیانتداری سے ترازو کے دونوں پلڑے برابر کرلو۔ تم میری حالتِ زار سے سبق حاصل کرکے راستی پر آؤ گے تو وہ غفور الرّحیم میری بھی توبہ قبول کرے گا۔"

وہ اسی طرح بولتا ہوا محل میں آکر سوجاتا تھا۔ اس نے محل سے تمام مسلح گارڈز ہٹادیے تھے۔ شاہ کے محل کے سامنے کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر پوچھتا تھا "ان مسلح فوجیوں کو محل کے اندر اور باہر کیوں رکھا ہے۔ کیا یہ اپنے ہتھیاروں کے ذریعے مرنے سے اور قبر میں جانے سے بچالیں گے؟ دنیا کا کوئی بادشاہ ہتھیاروں اور فوج کے ذریعے اپنی موت کو نہیں بھگا سکتا۔"

وہ نیند پوری کرنے کے بعد ظہر اور عصر کی نماز کے وقت مختلف مساجد میں جاتا تھا اور نماز ادا کرنے کے بعد کہتا تھا۔ "اے اللہ کے نیک بندو! مسجد سے نکل کر جہاں جاؤ' وہاں خدا کی بے آواز لاٹھی کا ذکر کرو۔ مجھ پر ایسی لاٹھی پڑ رہی ہے کہ سپر پاور کے ایٹم بم بھی مجھے اس کی مار سے نہیں بچا سکتے۔ اس لیے دولت اور طاقت پر غرور نہ کرو۔ گناہوں سے توبہ کرو اور ہر عورت کو اپنی بہن اور بیٹی سمجھو۔"

پھر وہ مغرب کی نماز کسی اور مسجد میں پڑھ کر کہتا تھا۔ "اب میں اپنے ویران محل میں جاکر رات کا کھانا کھاؤں گا۔ اس کے بعد قبرستان تک پیدل جاکر اپنی قبر میں لیٹ جاؤں گا۔ دعا کرو' قبر مجھے راس آئے۔ اگرچہ یہ زندگی میں اچھی نہیں لگتی۔ اب مجھے کچھ گوارا لگنے لگی ہے۔ وہاں کی تاریکی سمجھاتی ہے کہ ہم سب کو وہاں جانا ہے اور قیامت تک وہیں رہنا ہے۔"

جب وہ اچھی باتیں کرنے لگا۔ لوگوں کو نیک ہدایات دینے لگا تو خود نیکی کرنے لگا۔ اپنے محل کا خزانہ حاجت مندوں میں تقسیم کرنے لگا۔ مہنگی کاریں اور دوسری جائداد فروخت کرکے اس کی رقم اسکولوں اور اسپتالوں میں عطیے کے طور پر دینے لگا ایسا کرتے رہنے کے دوران اسے قبر میں بھی راتوں کو نیند آنے لگی۔ دل اور دماغ سے گناہوں کا بوجھ اتر رہا تھا۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کرنے لگا تھا۔

چالیس راتیں گزارنے سے پہلے ہی اس نے محل کو بھی فروخت کردیا اور اس کی تمام رقم بھی نیک کاموں میں صرف کردی۔ اب وہ صبح' دوپہر اور رات کے کھانے کے وقت عیّاش دولت مندوں کے دروازوں پر جاتا تھا اور کہتا تھا۔ "مجھے ایک وقت کی روٹی کھلادو۔ میں محنت مزدوری کرکے بھی روٹیاں کھا سکتا ہوں لیکن مانگتا اس لیے ہوں کہ جب تم مجھے روٹیاں دے کر رات کو بستر پر جاؤ اور گناہ کے لیے کسی حسینہ کو طلب کرو تو تمہیں میں یاد آجاؤں پھر تمہارا عمل تمہیں سمجھائے کہ جلد ہی تم بھی میری طرح روٹیوں کے لیے دردر پھرو گے۔"

وہاں کے جتنے امیر کبیر عیّاش تھے' وہ رئیس الکبیر کو دور سے آتا دیکھ کر پریشان ہوجاتے تھے۔ انہیں یوں لگتا تھا جیسے مردہ قبر سے اٹھ کر آرہا ہے اور واپسی میں انہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔

کوئی جیتے جی نہ موت کو یاد کرنا چاہتا تھا' نہ رئیس الکبیر کی صورت دیکھنا چاہتا تھا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اس کے پیچھے جمیلہ رازی بھی آئے گی اور جب آئے گی تو انہیں بھی ایسے ہی انجام سے دوچار کرے گی۔

وہ لوگ رئیس الکبیر کو بھکاری کی طرح دھتکار کر بھگا نہیں سکتے تھے۔ یہ بھی اندیشہ تھا کہ جمیلہ کو ان کے رویے کا علم ہوگا تو مانگنے والا رئیس چلا جائے گا لیکن جمیلہ ان کے عیش کدے میں گھس آئے گی۔

ان سب نے شاہ کے پاس آکر التجا کی۔ "ہمیں کسی طرح تحفظ دو۔ ہمیں یقین ہونا چاہیے کہ آپ اور آپ کی فوج' آپ کا قانون اور آپ کی عدالت کے ذریعے جمیلہ رازی فوراً گرفتار ہوگی اور سزائے موت پائے گی۔"

شاہ نے کہا۔ "گرفتار اسے کیا جاتا ہے' جو قابو میں آئے۔ وہ دور سے بھی نظر نہیں آتی کہ اسے گولی ماردی جائے۔ میں نے اسے ایک بار اپنے محل میں دیکھا ہے۔ پتا نہیں' وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تھی یا اس نے اپنی کوئی ڈمی یہاں بھیج دی تھی۔ اگر میں ڈمی کو مارنے کا حکم دیتا تو اصلی جمیلہ میرا بھی وہی حشر کرتی' جو رئیس الکبیر کا کررہی ہے۔"

"اگر آپ اور آپ کی فوج مجبور ہے تو آپ بیرونی امداد حاصل کریں۔"

"میں خاموش نہیں بیٹھا ہوں۔ میں نے سپر ماسٹر سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ رئیس الکبیر کے ہاں ان کی دو جاسوس لیڈیز نے پورے محل کا انتظام سنبھال رکھا تھا۔ لیڈی مین ہٹلر اور لیڈی آئرن

راڈ پہلوان عورتیں تھیں۔ پھر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا رئیس الکبیر اور وہاں کے اہم افراد کے دماغوں میں آتا جاتا رہتا تھا اور وہیں چھپ کر جمیلہ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

ایک رئیس نے کہا۔ "سپر ماسٹر بڑی بڑی باتیں کر رہا ہے۔ اسے یہاں آکر دیکھنا چاہیے کہ اس کے حفاظتی انتظامات کے باوجود بے انتہا دولت مند رئیس الکبیر دردر کا بھکاری بن چکا ہے۔"

"سپر ماسٹر اس حقیقت کو تسلیم کر رہا ہے کہ جمیلہ نے دونوں پہلوان عورتوں کو مار ڈالا اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناکام واپس جانے پر مجبور کر دیا ہے مگر اب وہ جمیلہ کو گرفتار کرنے کے لیے یہاں ایک نہیں، تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھیج رہا ہے۔ وہ تینوں "تھری ڈی" کہلاتے ہیں۔"

دوسرے رئیس نے کہا۔ "جب تین خیال خوانی کرنے والے ہیں تو اب جمیلہ ضرور قابو میں آئے گی۔ وہ تھری ڈی یہاں کب پہنچ رہے ہیں؟"

"میں چاہوں تو وہ کل صبح تک یہاں ہوں گے لیکن سپر ماسٹر ہماری مشکل آسان کرنے کا بہت زیادہ معاوضہ طلب کر رہا ہے۔"

"آخر کتنا معاوضہ چاہتا ہے؟ ہم تمام رئیس مل کر وہ معاوضہ ادا کریں گے۔"

"وہ دولت نہیں چاہتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ ایک خفیہ انڈر گراؤنڈ پائپ کے ذریعے اسرائیل میں جو تیل چوری پہنچایا جاتا تھا وہ سلسلہ جاری ہونا چاہیے۔"

سب خاموش رہے۔ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ سپر ماسٹر چوروں کی حمایت کر رہا تھا۔ انہیں جمیلہ رازی جیسی بلا سے بچانے اور ان کی عیاشیاں جاری رکھنے کے لیے ان کے تیل میں سے ایک حصہ یہودیوں کو دینا چاہتا تھا۔ جو لوگ اسلام دشمن تھے، ان کے لیے گویا غنڈا ٹیکس کا مطالبہ کر رہا تھا۔

دنیا کی بیشتر حکومتیں غنڈوں کے ذریعے ہی قائم رکھی جاتی ہیں۔ جہاں پولیس اور فوج ناکام ہونے لگتی ہے، وہاں غنڈوں اور دہشت گردوں کے ذریعے عوام کو ہراساں کرکے ان پر ان کی مرضی کے خلاف مسلط رہا جاتا ہے۔ ان امیر کبیر افراد کے سامنے دو ہی راستے تھے ایک تو یہ کہ جمیلہ کی ہدایات پر عمل کریں۔ عیاشی اور گمراہی سے باز رہیں۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ یہودیوں کو تیل کی دولت چرانے دیں۔ تھوڑا سا غنڈا ٹیکس ادا کرنے کے بعد اگر وہ اس دنیا میں جوانی کے مزے لوٹ سکتے ہیں تو ضرور لوٹنا چاہیے۔ یہ تیل کی دولت اور یہ زندگی دوبارہ نہیں ملے گی۔

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

بعض اوقات یہ حضرتِ انسان بڑی مشکل میں پڑ جاتا ہے کہ اپنی خوشی کے لیے ناجائز کو جائز اور حرام کو حلال کس طرح کرے؟ وہ سب سر جھکائے سوچ رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "بات صرف یہ نہیں ہے کہ یہودی ہمارے دشمن ہیں اور ہماری زمین سے تیل چرا رہے ہیں اور بات یہ بھی نہیں ہے کہ ہم عیش و عشرت چاہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک عورت ہماری مردانگی کا مذاق اڑا رہی ہے۔ ہمیں کمتر اور خود کو برتر ثابت کر رہی ہے۔"

دوسرے نے تائید کی۔ "بے شک، یہ صرف ہماری نہیں تمام مردوں کی توہین ہے۔ ہمیں جمیلہ کو ہر حال میں نابود کرنا ہوگا۔"

"اسے نابود کرنے کے لیے سپر ماسٹر کی ناجائز شرط کو تسلیم کرنا ہوگا۔"

"اگر ناجائز کو کسی دلیل یا منطق سے جائز بنا دیا جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"کیا آپ کے ذہن میں ایسی کوئی تدبیر ہے؟"

"ہاں، یہ غور کرنے کی بات ہے کہ وہ تیل چوری کر رہے ہیں مگر جمیلہ کی بلا ہمارے سر سے ٹال کر بہت بڑی خدمت بھی انجام دینے والے ہیں۔ اگر ہم سپر ماسٹر سے یا اسرائیل سے یہ خفیہ معاہدہ کر لیں کہ ہم ان کی خدمات کے صلے میں تیل کی ایک پائپ لائن دے رہے ہیں اور تیل کی سپلائی محدود رہا کرے گی تو پھر وہ چوری کا اس معاہدے کے بعد چوری نہیں رہے گی۔"

ایک نے تائید کی۔ "بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔ اس طرح ہمارا ضمیر مطمئن رہے گا کہ ہم نے سپر ماسٹر کی ناجائز شرط تسلیم نہیں کی ہے۔ اس کے برعکس ایک معقول معاہدے پر عمل کر رہے ہیں اور چوری کرنے والوں کو بھی ناجائز فعل سے باز رکھ رہے ہیں۔"

شاہ نے کہا۔ "اگر آپ حضرات معاہدہ کرنے کے معاملے میں متفق ہیں تو میں ابھی ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے گفتگو کروں گا۔ پھر معاہدہ تحریری طور پر تیار ہوگا اور آپ حضرات اس پر دستخط کریں گے۔ اگر یہ کام آج رات تک ہو جائے گا تو کل شام تک وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جمیلہ کو بتایا کہ وہ امیر کبیر لوگ اپنی راتیں رنگین بنانے کے لیے کیسی منافقانہ چال چل رہے ہیں اور جوانی کے مزے لوٹنے کے لیے کس طرح ایک لڑکی کی برتری ختم کرنے کے بہانے گناہوں کے راستے ہموار کر رہے ہیں۔

میری تمام باتیں سن کر وہ بولی۔ "پاپا! جن کتوں کی دم قدرتی طور پر ٹیڑھی ہوتی ہے پھر وہ مرتے دم تک ٹیڑھی ہی رہتی ہے۔ ایسے کتوں کا علاج وہی ہے، جو رئیس الکبیر کے ساتھ ہو رہا ہے۔"

"بیٹی! ابھی تم نے کہا ہے کہ قدرتی طور پر دم ٹیڑھی ہوتی ہے۔ جو چیز قدرتی طور پر جیسی ہوتی ہے، ویسی ہی اپنی فنا تک رہتی ہے۔ تم قدرت کا منشا نہیں بدل سکتیں۔"

"کیوں نہیں پاپا! ہم رئیس الکبیر کو گمراہی سے نکال کر صراطِ مستقیم پر لے آئے ہیں۔"

"ہم تو کیا، بڑے بڑے ہادی اور پیغمبر کسی کو بھی راہِ راست پر نہیں لا سکتے۔ یہ سب کچھ اللہ کی رضا سے ہوتا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اسے نیک راہ پر چلنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ اس کاتبِ تقدیر نے لوحِ مقدر پر لکھ دیا ہے کہ کس کی تقدیر میں نیکی کی طرف مائل ہونا ہے اور کس کے مقدر میں گمراہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان گمراہ لوگوں میں سے بھی ان کو راہِ راست پر لاتا ہے، جو راستی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔"

وہ سر جھکائے سن رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "مجھے اپنی ٹیلی پیتھی پر اور تمہیں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں پر ناز ہونا چاہیے لیکن ان پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ غرور بھڑکاتا ہے کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ جبکہ جو چاہے، وہ کرنے کی قدرت صرف خدا کے پاس ہے۔ ہمیں محض یہ ناز کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ رئیس الکبیر کو راہِ راست پر لانے کے لیے ہماری صلاحیتوں کو ذریعہ بنا رہا ہے۔"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم باقی عیاش لوگوں کو گناہوں سے باز نہیں رکھ سکیں گے۔"

"تم کتنوں کی انگلیاں کاٹو گی۔ کتنوں کو زندہ قبر میں پہنچاؤ گی۔ جب ہم نیک ارادوں سے کسی کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں تو دوسروں کو اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ جب قدرتی آفات مثلاً طوفان، سیلاب اور زلزلہ آتا ہے تو لوگوں کو قہرِ خداوندی سے ڈرنا چاہیے مگر کتنے لوگ ڈرتے ہیں اور سبق حاصل کرتے ہیں؟ انسان بڑا ڈھیٹ ہے۔ اپنی بداعمالیوں کی سزائیں پاتا رہتا ہے پھر بھی کہتا ہے 'میں نے کبھی کسی کے ساتھ برائی نہیں کی، پتا نہیں مجھے کن ناکردہ خطاؤں کی سزائیں مل رہی ہیں۔'"

"بے شک اسی لیے ہماری دنیا جنت نہیں بن پاتی۔ آدمی سے زیادہ جہنم بنی رہتی ہے۔ آپ ان عیاش امیر کبیر لوگوں کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ جب مجرم نگاہوں کے سامنے ہیں تو کیا ہم ان کے خلاف کچھ نہیں کریں گے؟"

"شاید کچھ کریں گے، شاید کچھ نہ کر سکیں۔ لیکن لازماً وہی کریں گے جو خدا کو منظور ہوگا اور جب اسے منظور نہیں ہوتا تو ہم جیسے شر کے خلاف لڑنے والوں کو وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتا ہے۔ ہم پرسوں صبح کی فلائٹ سے ایران جائیں گے۔ پھر وہاں سے دوسری فلائٹ کے ذریعے تاجکستان چلے جائیں گے۔"

"آپ نے اچانک یہ پروگرام بنایا ہے؟"

"نہیں۔ میں اور میری فیملی کے افراد بابا صاحب کے ادارے کے بزرگ محترم علی اسد اللہ تبریزی صاحب کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے ہدایت دی ہے کہ میں تمہیں تاجکستان لے جاؤں۔ اس نو آزاد ملک میں خیر و شر کی جنگ جاری ہے۔ روسی وہاں سے جا چکے ہیں لیکن کمیونسٹ پارٹی اور دوسری چھپی ہوئی سپر طاقتیں یہ کوششیں کر رہی ہیں کہ وہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو سکے۔ ہم وہاں مسلمان مجاہدین کے لیے کچھ کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "میں ہمیشہ ایکشن میں رہنا چاہتی ہوں۔ تاجکستان میں تو دن رات ایمان افروز مصروفیات رہیں گی۔"

"تمہیں آئندہ نگر نگر گھومنا ہے۔ طرح طرح کے مصائب سے گزرنا ہے اور تجربات کی آگ میں جل کر کندن بننا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ضرور جاؤں گا مگر ہمیشہ ساتھ نہیں رہوں گا۔"

وہ اداس ہو کر بولی۔ "کیا آپ مجھے کہیں تنہا چھوڑ دیں گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "بیٹیاں ہمیشہ باپ کے ساتھ نہیں رہتیں۔ ایک دن اس سے رخصت ہو جاتی ہیں۔ انہیں پھر دوسرے جیون ساتھی مل جاتے ہیں۔"

"نہ میں شادی کروں گی اور نہ ہی آپ کا ساتھ چھوڑوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "باپ سے محبت کرنے والی ہر بیٹی یہی کہتی ہے۔ تم وقت سے پہلے ایسا نہ کہو۔ ہمیں پرسوں صبح کی فلائٹ سے جانا ہے۔ کل رات تک اتنا وقت ہے کہ تم حرام کو حلال بنانے والے رئیسوں کو تھوڑی بہت سزائیں دے سکتی ہو۔"

"یہ آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ مجھے ان رئیسوں کے نام اور پتے بتائیں، جو ناجائز کو جائز بنانے والے معاہدے پر دستخط کرنے والے ہیں۔"

میں نے ان کے نام اور پتے بتا کر کہا۔ "تم پلاننگ کرو اور اس پر عمل کرو۔ میں صرف ضروری تعاون کروں گا۔"

اس نے کہا۔ "یہ رئیس لوگ بڑے دل پھینک ہوتے ہیں۔ ایک سے ایک حسین لڑکی کو پرسنل سیکریٹری بنا کر رکھتے ہیں۔ ان کے چند دلال ہوتے ہیں، جو نئی لڑکیوں کو ملازمت اور بھاری تنخواہ کا لالچ دے کر ان رئیسوں کے پاس بھیجتے ہیں۔"

میں نے ایک رئیس جابر السلطان کے خیالات پڑھ کر اس کے دلال کا نام پتا اور فون نمبر معلوم کیا۔ پھر جابر کو اس سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے رابطہ کرکے پوچھا۔ "کہو، کوئی نئی چیز ہے؟ میری موجودہ سیکریٹری پرانی ہو گئی ہے۔"

ادھر سے سپلائر نے کہا "میں حضور کا خادم ہوں۔ کوئی نئی چیز حضور کے لیے ضرور چھپا کر رکھتا ہوں۔ کیا ابھی بھیج دوں یا رات کو؟"

"دن کی روشنی میں مال کو پرکھنا چاہیے۔ اسے ابھی بھیج دو۔"

"بس حضور، سمجھ لیجیے کہ وہ پہنچنے ہی والی ہے۔"

جابر السلطان نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اپنے خاص ملازم کو بلا کر کہا۔ "ایک لڑکی آنے والی ہے۔ باہر گیٹ پر رہو۔ وہ آئے تو اسے میری خواب گاہ میں لے آؤ۔"

ملازم باہر چلا گیا۔ جابر السلطان نے قدِ آدم آئینے کے سامنے آکر اپنے مردانہ حسن کو دیکھا۔ پھر اپنے مضبوط جسم کو دیکھ کر سینے پر ہاتھ مار کر مسکرایا۔ مہنگے پرفیوم کی شیشی اٹھا کر اس کی خوشبو اپنے لباس پر اسپرے کی پھر مسکرا کر اپنی مونچھوں کو تاؤ دینے لگا۔

مردانگی کا مفہوم یوں بھی ہو سکتا ہے کہ بھاری پڑنا۔ جو بھاری پڑ جائے وہی مرد ہوتا ہے۔ سراپا جسم دیکھ کر کسی کو مرد نہیں کہا

جاسکتا۔ کیونکہ وہ مردانہ جسم رکھنے والا خُسرا بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا مرد کہلانے کے لیے لازم ہے کہ وہ عورت پر بھاری پڑے۔

وہ بھاری پڑنے والی آگئی۔ ملازم اسے خواب گاہ میں پہنچا کر چلا گیا۔ جابر السلطان نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "چہرے سے نقاب تو ہٹاؤ۔ اپنا حسن وجمال دکھاؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک بڑے سے کیسٹ ریکارڈر کے پاس آئی۔ پھر اسے آن کیا۔ خواب گاہ میں مغربی آرکسٹرا کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ بولی۔ "مجھے موسیقی اچھی لگتی ہے اور میں اسے گونجتی ہوئی آواز میں سنتی ہوں۔"

اس نے آواز بڑھانے والے بٹن کو پوری اونچائی تک اٹھایا تو کمرے میں اتنی تیز آواز گونجنے لگی کہ کان کے پردے جیسے پھٹنے لگے۔ جابر نے ناگواری سے کہا۔ "یہ کیا حماقت ہے۔ اسے بند کرو۔"

پھر اسے احساس ہوا کہ موسیقی کی گونج میں خود اسے اپنی بات سنائی نہیں دے رہی ہے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا ریکارڈر کے پاس آیا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ریکارڈر کو بند کرنا چاہا لیکن نہ کرسکا۔ اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے منہ پر لوہے کا ڈنڈا پڑا ہو۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ منہ میں گرما گرم لہو بھر گیا تھا۔ اس نے لہو تھوکا تو اس کے ساتھ چار دانت قالین پر آگرے۔

وہ ایک ہاتھ کافی تھا۔ سر چکرانے کے باعث وہ قالین پر گھٹنے ٹیک کر جھک گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی شخص خصوصاً ایک لڑکی ایسی غیر معمولی جسمانی قوت کی حامل ہوگی کہ ایک ہی ہاتھ میں چار دانت گرادے اور ایک مرد کے غبارے سے ساری مردانگی کی ہوا نکال دے۔

وہ ریکارڈر کو بند کرنے کے بعد بولی۔ "میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے چیخنے چلانے کی آواز باہر جائے۔ اب مجھے اطمینان ہوگیا ہے کہ تمہارے منہ سے آواز نہیں نکلے گی۔"

جابر السلطان سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ نقاب والی کون ہے لیکن پوچھنے سے پہلے پھر منہ میں لہو بھر گیا تھا۔ اس نے ایک ٹھوکر ماری تو منہ سے لہو کی دھار نکلتی ہوئی سر کے ساتھ گھومتی ہوئی قالین اور دیوار پر پھیل گئی۔ وہ ایک ہی ٹھوکر میں اِدھر سے اُدھر گھوم کر اوندھے منہ قالین پر گرا۔ پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ اس پر نیم بیہوشی طاری ہو رہی تھی۔

وہاں ایک جگہ شیشے کی صراحی میں پانی رکھا ہوا تھا۔ اس نے صراحی کو اٹھا کر اسے لات ماری۔ وہ اوندھا پڑا ہوا تھا۔ لات کھا کر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس نے تمام پانی اس کے چہرے پر انڈیل دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کا پورا چہرہ اور سر دکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔

اس نے جھک کر پوچھا "جابر السلطان! تم کس ہاتھ سے لکھتے ہو؟"

منہ اتنی بری طرح دکھ رہا تھا کہ وہ بول نہیں پا رہا تھا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر دوسرے ہاتھ کی ایک انگلی کے اشارے سے بتایا کہ وہ دائیں ہاتھ سے لکھتا ہے۔

وہ بولی۔ "تم اسی ہاتھ کی انگلیوں سے اس معاہدے پر دستخط کروگے، جس کی رو سے مجھے قتل کرنے کے سلسلے میں تیل کی ایک پائپ لائن یہودیوں کو دی جائے گی۔ پھر میری موت کے بعد تم لوگوں کو عیاشی کی چھوٹ مل جائے گی۔"

وہ انکار میں سر ہلانے لگا۔ پھر بڑی مشکل سے بولا۔ "نن...... نہیں میں دستخط نہیں کروں گا۔"

"تم درست کہتے ہو، جب اس ہاتھ میں انگوٹھا نہیں رہے گا تو قلم پکڑ سکوگے نہ دستخط کرسکوگے۔"

مارے دہشت کے جابر کے دیدے پھیل گئے۔ وہ یاد کر رہا تھا کہ وہ رئیس الکبیر کے بھی دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کاٹ کر لے گئی تھی اور اسے شاہ کی پوری فوج بھی روک نہ سکی تھی۔ جبکہ وہ ابھی اپنی خواب گاہ میں اکیلا تھا۔ فوج نہ سہی، ملازم بھی نہیں آسکتے تھے کیونکہ اس نے ایک لڑکی کی جوانی سے کھیلنے کے لیے خود اپنے ہاتھوں سے دروازے کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ اپنی مدد کے لیے بلانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ چیخنا شروع کردے۔

اس نے چیخنے کے لیے سوچا اس سے پہلے ہی وہ ریکارڈر پھر پوری آواز میں موسیقی بکھیرنے لگا۔ موسیقی کے ساتھ گانے والا شخص کبھی کبھی چیخنے لگتا تھا۔ اس کی چیخیں بھی گانے کا ایک حصہ بن گئیں۔ گونجتی شور مچاتی ہوئی موسیقی بند خواب گاہ کے باہر پہنچ رہی تھی۔ گانے والا بھی چیخ رہا تھا۔ اس چیخ میں جابر السلطان کی چیخیں بھی گڈمڈ ہوگئی تھیں۔ سیکیورٹی گارڈز اور ملازمین سمجھ رہے تھے کہ ان کا آقا ایک نئی حسینہ کو دیکھ کر مستی میں آگیا ہے اور حسینہ کے ساتھ دھماچوکڑی کر رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد موسیقی کی آواز دھیمی ہوئی پھر بند ہوگئی۔ میں اس کے خاص ملازم کے دماغ پر قبضہ جما کر خواب گاہ کے دروازے پر اسے لایا۔ جمیلہ باہر آگئی۔ ملازم نے دروازے کو باہر سے لاک کر دیا تاکہ کوئی خوابگاہ میں نہ جائے۔ پھر وہ جمیلہ کے ساتھ احاطے کے گیٹ سے باہر آیا۔ وہاں اس نے ایک ٹیکسی کو روکا۔ جمیلہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر چلی گئی۔ جب وہ ٹیکسی نظروں سے اوجھل ہوگئی تو میں نے ملازم کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

جمیلہ نے میرے پاس آکر موبائل فون کے ذریعے شاہ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں جمیلہ رازی بول رہی ہوں۔"

شاہ نے آواز کے ذریعے خوش اخلاقی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "آہا جمیلہ! تم ہو۔ تم واقعی باکمال ہو۔ پورے ملک میں میرے نام سے زیادہ تمہارا نام لیا جا رہا ہے۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آپ سپر ماسٹر سے مل چکے ہیں۔ ہاٹ لائن پر سارے

معاملات طے کرلیے گئے ہیں۔ کیا آپ مجھے نادان بچی سمجھ کر بہلا رہے ہیں؟"

"نہیں۔ تم غلط سمجھ رہی ہو۔ تمہیں کسی نے میرے خلاف ورغلایا ہے۔"

"اگر میں غلط سمجھ رہی ہوں تو اس معاہدے پر کسی رئیس اعظم کے دستخط نہیں ہوسکیں گے کیونکہ ان کے ہاتھ میں قلم پکڑنے والا انگوٹھا نہیں ہوگا۔ یقین نہ ہو تو جابر السلطان سے رابطہ کرو۔ اب اس کے پاس انگوٹھا نہیں رہا ہے۔ اگر وہ معاہدہ پھاڑ کر نہ پھینکا گیا تو آپ کے کسی وفادار عیاش رئیس کے ہاتھ میں انگوٹھا نہیں رہے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ میں شاہ کے سیکریٹری کے دماغ میں تھا۔ اس نے شاہ کے حکم کے مطابق جابر کے فون نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے خاص ملازم نے کہا۔ "جناب! غضب ہوگیا۔ ہمارے مالک بری طرح زخمی اور بیہوش ہوگئے تھے۔ ایک نقاب پوش لڑکی آئی تھی۔ وہ ہمارے آقا کا انگوٹھا کاٹ کر چلی گئی ہے۔ فیملی ڈاکٹر نے مالک کی مرہم پٹی کی ہے۔"

سیکریٹری نے شاہ کو یہ باتیں بتائیں۔ شاہ نے حکم دیا "معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے جتنے رئیس یہاں آنے والے تھے انھیں اس واردات کی اطلاع دو اور کہو کہ وہ سب حضرات جابر السلطان کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر میرے محل میں آئیں۔"

سیکریٹری نے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے جس رئیس کو بھی جابر السلطان کے بارے میں بتایا، وہ رئیس فوراً ہی وہاں آگیا اور جابر کا انگوٹھا غائب دیکھ کر لرز گیا۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد شاہ کے محل میں وہ تمام امیر کبیر لوگ جمع ہوئے۔ سب سے پہلے شاہ نے کہا۔ "میں جمیلہ سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتا۔ وہ ہم سب کو گمراہی سے روک رہی ہے۔ چونکہ ہم اپنی توہین سمجھ رہے ہیں بلکہ اسے ایک کمزور لڑکی سمجھ رہے ہیں اس لیے گمراہی سے باز نہیں آرہے ہیں۔ میں تو باز آچکا ہوں۔ یہ جو معاہدہ ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔ اس پر میں دستخط نہیں کروں گا۔"

ایک رئیس نے کہا۔ "واقعی ہماری تمام حفاظتی تدابیر ناکام ہوگئی ہیں۔ وہ سپر ماسٹر کے "تھری ڈی" کی بھی ایسی کی تیسی کردے گی۔ میں بھی دستخط نہیں کروں گا۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم نے خفیہ اجلاس میں یہودیوں کے لیے تیل کی سپلائی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہمارے ایسے خفیہ اجلاس کی باتیں بھی جمیلہ کو معلوم ہوگئیں۔ اب اس میں شبہ نہیں رہا کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا پھر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی پشت پر ہیں۔ ہم میں سے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ صاف صاف کہتا ہوں، میں اپنا انگوٹھا کٹنے نہیں دوں گا۔"

ایک ایک کرکے سب نے انکار کیا۔ شاہ نے معاہدے کا وہ کاغذ اٹھا کر سب کے سامنے پھاڑ دیا۔ پھر ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے رابطہ کیا اور کہا۔ "معاہدے پر دستخط کرنے سے پہلے جمیلہ رازی ایک رئیس کا انگوٹھا کاٹ کرلے گئی ہے۔ اس سے پہلے بھی جمیلہ کو گرفتار کرنے کی تمام تدابیر ناکام ہوگئی ہیں۔ اس کے سامنے ہمارے تمام فرعونی ذرائع ہیچ ہیں۔ ہم نے معاہدہ پھاڑ دیا ہے۔ آپ اپنے تھری ڈی کو یہاں نہ بھیجیں۔ کیونکہ واپسی پر ان تینوں کے ہاتھوں میں بھی انگوٹھے نہیں رہیں گے۔ خدا حافظ۔"

شاہ نے رابطہ ختم کردیا۔ میں نے مسکرا کر جمیلہ سے کہا۔ "معاہدے کو پھاڑ دیا گیا ہے اور سپر ماسٹر کو بھی یہاں کے معاملات میں مداخلت سے منع کردیا گیا ہے۔"

وہ بولی۔ "آپ نے کہا تھا کہ ہم تمام عیاشوں کو راہِ راست پر نہیں لاسکیں گے۔ اب دیکھیں کہ انہوں نے معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کرکے اسے پھاڑ دیا ہے۔ وہ گناہوں سے توبہ کر رہے ہیں۔"

"انہوں نے واضح طور پر گناہوں سے توبہ نہیں کی ہے۔ بلکہ حالات سے مجبور ہوکر تمہارے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ ان کے دلوں میں تمہارا خوف ہے۔ خدا کا خوف نہیں ہے۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوجائے کہ تم دنیا سے اٹھ گئی ہو یا اس ملک سے باہر کہیں دوسری جگہ منتقل ہوگئی ہو تو وہ پھر عیاشی کی زندگی شروع کردیں گے۔ تم ایک وقت میں ایک ہی جگہ رہ سکتی ہو۔ جبکہ خدا ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ جو لوگ اس ہر جگہ رہنے والے معبود سے نہیں ڈرتے، وہ تم سے یا کسی دنیاوی طاقت سے کیا ڈریں گے؟"

"پاپا! انسان تو اسی سے ڈرتا ہے، جس سے سزا پاتا ہے۔ اگر میری اور آپ کی طرح اللہ تعالیٰ خود انہیں سزا دے تو پھر وہ اس سے بھی ڈرنے لگیں گے۔"

"وہ جو عالم الغیب ہے وہ غیب سے ہم جیسوں کو ذریعہ بنا کر سزائیں دیتا ہے۔ اگر انسان کی سمجھ میں اتنی سی بات نہ آئے تو پھر وہ کبھی سمجھ نہیں سکے گا۔ ہمیشہ حالات کے لات جوتے کھاتا رہے گا۔"

دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن ہم ایک فلائٹ سے تہران پہنچے۔ وہاں میرے بیٹے علی تیمور اور سونیا ثانی سے ملاقات ہوئی۔ وہ ترکمانستان کی مہم میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کرکے آئے تھے۔ وہاں ہم حکومت کے خاص مہمان تھے۔ ایرانی اکابرین نے ہماری میزبانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ علی اور ثانی دوسرے دن ایک مشن پر قاہرہ جانے والے تھے۔ جمیلہ رازی ان سے مل کر بہت خوش ہو رہی تھی۔ ایک اہم ایرانی عہدے دار نے مجھ سے کہا۔ "آپ دنیا جہان کی معلومات رکھتے ہیں۔ تاجکستان کے متعلق بھی بہت کچھ جانتے ہوں گے۔"

میں نے کہا۔ "وہاں کے موجودہ سیاسی حالات سے اچھی طرح واقف نہیں ہوں۔ میں اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی چاہتا

ہوں۔"

انہوں نے کہا۔ "جب بھی کوئی چھوٹا یا بڑا ملک آزاد ہوتا ہے تو بڑے ممالک وہاں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ خصوصاً تاجکستان جیسا ملک جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور یہ یقین ہوجائے کہ وہاں اسلامی حکومت قائم ہوسکتی ہے تو مغربی بڑے ممالک وہاں طرح طرح کی سیاسی اور اقتصادی بدنظمی اور تخریب کاری کا سلسلہ شروع کردیتے ہیں۔"

"ہاں میں نے سنا ہے کہ وہاں خانہ جنگی مسلسل رہتی ہے۔ آپ یہ بتائیں وہاں کتنی پارٹیاں ایک دوسرے کے خلاف ہیں؟"

"ایک اسلامی بنیاد پرست پارٹی ہے۔ اسے مخفف میں آئی آر پی کہتے ہیں۔ اس پارٹی کے چیئرمین محمد شریف ہمت زادہ ہیں۔ دوسری کمیونسٹ پارٹی ہے جو روس کے جانے کے باوجود شمالی علاقوں میں اپنے قدم جمائے ہوئے ہے۔ اس کے بعد کئی ڈیموکریٹک پارٹیاں ہیں۔ انہیں مخفف میں ڈی پی کہتے ہیں۔ ایک ڈی پی مسلمانوں کے خلاف ہے۔ دوسری ڈی پی میں صحافی اور دانشور ہیں' یہ لوگ اسلامی پارٹی یعنی آئی آر پی کا ساتھ دیتے ہیں۔"

جمیلہ رازی نے پوچھا۔ "ایران کی حکومت یقیناً آئی آر پی کا ساتھ دے رہی ہوگی اور ہم بھی ان کا ساتھ دینے جارہے ہیں۔"

"وہاں ہم فرقوں سے بالاتر ہو کر صرف اسلام کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں۔ وہاں ہر حال میں مسلمانوں کا غلبہ اور اسلامی حکومت چاہتے ہیں اس لیے ہر طرح آئی آر پی کو امداد پہنچا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہمیں جناب علی اسد اللہ تبریزی سے ہدایات مل چکی ہیں۔ یہ معلوم کرکے بڑا افسوس ہوا ہے کہ پاکستان کے بعض علاقوں میں جو افیون' چرس اور ہیروئن تیار ہوتی ہے' وہ افغانستان کے راستے اسمگل ہو کر تاجکستان جاتی ہے۔ ایسا بڑے ممالک کی سازشوں سے ہورہا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تاجک مسلمان ایسے نشے کے عادی ہوجائیں اور ان کے اندر اسلامی جہاد کا جذبہ کمزور پڑ جائے۔ میں جمیلہ کے ساتھ ایسے دشمنوں کی گردنیں دبوچنے جارہا ہوں۔"

ہم بڑی دیر تک تاجکستان کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ دور بیٹھ کر گفتگو کرنا اور بات ہے۔ انسان ہو یا کوئی ملک' اس کے اندر گھسنے سے صحیح اور اندرونی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ہم دوسری صبح تہران سے ایک خصوصی طیارے میں پرواز کرکے تاجکستان کے دارالسلطنت دوشنبے پہنچ گئے۔ اس ملک میں ایندھن کی اتنی کمی ہے کہ باقاعدہ ہوائی جہاز کی سروس نہیں ہے۔ مختلف ممالک کے طیارے فاضل ایندھن کے ساتھ پرواز کرکے وہاں آتے اور جاتے ہیں۔

ائرپورٹ پر مسافر عورتوں' مردوں' بچوں اور بوڑھوں کا ہجوم رہتا ہے۔ وہاں کی خانہ جنگی نے زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ بیشتر خاندان بھوک مرنے سے پہلے اپنی زمین جائداد اونے پونے بیچ کر وہاں سے نقل مکانی کررہے ہیں۔ ملکی ائر سروس کے طیاروں میں صرف اتنا ہی ایندھن ہوتا ہے کہ وہ دو گھنٹے سے زیادہ پرواز نہیں کرپاتے۔ اس لیے وہ صرف ازبکستان اور ترکمانستان تک پرواز کرتے ہیں۔ افغانستان بھی آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہے لیکن وہاں بھی خانہ جنگی ہے۔ اس لیے تاجک مسلمان مہاجرین ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ کچھ عرصہ قبل پاکستانی ائرلائن نے تاجکستان کے لیے پرواز شروع کی ہے۔ اس لیے اب پاکستان کے بڑے شہروں میں ازبک اور تاجک مسلمان کثرت سے دیکھے جارہے ہیں۔

ہمارے لیے ہوٹل کے دو کمرے مخصوص تھے۔ اس ہوٹل کی ایک کار ہمیں لینے ائرپورٹ آئی تھی۔ ہم نے اس میں بیٹھ کر دوشنبے کی شاہراہوں سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ ٹریفک برائے نام تھا۔ فٹ پاتھ پر چلنے والے سہمے سہمے سے دکھائی دے رہے تھے۔ دکانوں کے شٹر اور دروازے ادھ کھلے تھے کہ اچانک کہیں سے فائرنگ ہو تو باقی آدھی دکان فوراً بند کرنے میں آسانی رہے۔

وہ علاقہ بہت خوبصورت ہے۔ پہاڑوں پر جہاں برف نظر نہیں آتی' وہاں ہریالی دکھائی دیتی تھی۔ شہر میں رنگا رنگ پھولوں کے کئی باغ تھے لیکن گولیوں کی بوچھاڑ اور بارود کے دھماکوں نے قدرتی حسن کو کسی قدر میلا کردیا تھا۔ مرد قد آور اور صحت مند تھے۔ عورتیں بھی سرخ و سفید گلاب کی طرح کھلی ہوئی تھیں۔ وہاں کی مصفا آب و ہوا انسان کو تر و تازہ رکھتی تھی۔ مگر برے حالات وہاں کی تازگی کو گہنا دیتے تھے۔

ہم ہوٹل پہنچے۔ وہاں کے احاطے میں' برآمدے اور بالکونی میں مقامی باشندے کافی تعداد میں تھے۔ وہ فرش پر چٹائیاں بچھا کر چھوٹی چھوٹی دکانیں لگائے ہوئے تھے۔ ہوٹل میں آنے والے غیر ملکیوں کو اپنے ملک کا سامان فروخت کرتے تھے۔ گھڑیاں' ریڈیو' ریکارڈر' ٹارچ چارجر' جوسر' قیمتی پتھر اور ریشمی کپڑے سستے داموں پیش کرتے تھے۔ وہاں ایماندار بھی تھے اور بے ایمان بھی۔ کچھ نوسرباز تاش کے پتے لیے بیٹھے تھے اور پانچ کے دس اور دس کے پچاس روبل یا ڈالر جیتنے کا لالچ دے کر مسافروں اور سیاحوں کو لوٹ لیتے تھے۔ حسین اور خوش ادا عورتیں بھی تھیں۔ وہ جس انداز میں خود کو پیش کرتی تھیں' اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پیشہ ور طوائف نہیں ہیں۔

ایک حسین عورت میرے پاس آئی۔ اس نے کہا۔ "ایک رات کے دس ڈالر اور اگر اپنے ساتھ اپنے ملک لے جاؤ تو ایک ڈالر بھی نہیں چاہیے۔ وہاں کنیز بنا کر رکھ لو اور تین وقت کی روٹیاں اور تن ڈھانپنے کو کپڑا دیتے رہو۔"

اس عورت کی پیشکش سے ظاہر ہوگیا کہ عوام کتنے غریب ہیں۔ وہاں مسلسل جاری رہنے والی خانہ جنگی نے ان سے شرافت اور عزت سے جینے کے حقوق چھین لیے ہیں۔

وہاں فارسی اور روسی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جمیلہ صرف عربی' انگریزی اور فارسی سمجھتی اور بولتی تھی۔ ہوٹل کا ایک کمرا اس کے نام سے مخصوص تھا۔ دوسرا کمرا ایف علی کے نام سے تھا۔ میں نے اپنے نام کو واضح نہیں کیا تھا۔ وہاں کا ملازم ہمارا سامان اٹھا کر جمیلہ کے ساتھ تیسری منزل پر چلا گیا تھا۔ میں نے اس حسین عورت سے پوچھا۔ "کیا دس ڈالر میں تمہارا گزارہ ہوجاتا ہے؟"

وہ بولی۔ "گزارہ نہیں ہوتا۔ اسی لیے تو یہ ملک چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔ میرے بوڑھے ماں باپ ہیں اور ایک بڑی بہن ہے۔ وہ بھی میری طرح راتیں کالی کرتی ہے۔ وہ بوڑھے والدین کو سنبھال لے گی۔ مگر میں اس پیشے سے بہت گھبراتی ہوں۔ رات بھر شرم سے مرتی ہوں۔ صبح خود کو سمجھاتی ہوں کہ جینے کے لیے کسی طرح اجنبی لوگوں کی صحبت کا عادی بننا ہی پڑے گا اور کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا ہے۔"

میں نے اسے ایک ہزار ڈالر کا نوٹ دے کر کہا۔ "اسے رکھو اور اس رقم میں جتنی راتیں عزت سے اپنے گھر میں گزار سکتی ہو' گزارو۔ میں دعا کروں گا کہ اس ملک میں اسلامی جمہوریت قائم ہو اور ہر عورت عزت و آبرو سے زندگی گزارے۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے ہزار کے نوٹ کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ اصلی نوٹ ہے۔ جاؤ اسے کیش کرا کے آزمالو اور کبھی کبھی مجھ سے ملتی رہا کرو۔"

وہ دوڑتی ہوئی ہوٹل کے اس کاؤنٹر پر گئی' جہاں کرنسی تبدیل ہوتی تھی۔ اسے فوراً ہی ڈالر کے عوض روبل مل گئے۔ وہ حیرت اور مسرت سے دوڑتی ہوئی آئی تو میں نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ وہ میرے پاس آتے ہی مجھ سے لپٹ کر رونے لگی۔

ہم کسی کو تمام عمر مصیبتوں سے بچا نہیں سکتے اور نہ ہی کسی کو زندگی بھر کی خوشیاں دے سکتے ہیں۔ غم ہو یا خوشی' یہ آنی جانی چیزیں ہیں۔ ایسے میں ہم کسی کو دو چار دن کی خوشیاں دیتے ہیں تو اپنے اندر ایک روحانی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ میں بھی یہی محسوس کرتے ہوئے عہد کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے جس حد تک توفیق دے گا' میں اس حد تک اس ملک کی بدحالی اور سیاسی بحران کو ختم کرکے یہاں سے جاؤں گا۔ میں نے اس کے آنسو پونچھ کر کہا۔ "گھر جا کر آرام کرو۔ کل ملاقات ہوگی۔"

وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے جھک کر میرے پاؤں چھونا چاہتی تھی' میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر ایسا کرنے سے روک لیا اور کہا۔ "گھر جاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔ میری بیٹی تیسری منزل کے کمرے میں میرا انتظار کررہی ہے' اب مجھے جانے دو اور تم بھی جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر ہوٹل کے باہر جانے لگی۔ میں اس کے خیالات کسی حد تک پہلے پڑھ کر معلوم کرچکا تھا کہ وہ واقعی اپنی موجودہ زندگی سے متنفر ہے اور کسی طرح اس ملک سے باہر جانا چاہتی ہے۔

اس بار میں پھر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کسی منشیات کا دھندا کرنے والے کو جانتی ہے یا نہیں؟

وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی تھی مگر یہ اسے معلوم تھا کہ اس ہوٹل کے ملازمین بہت کچھ جانتے ہیں اور کوئی گاہک اگر عورت' شراب' چرس' ہیروئن یا اسلحہ حاصل کرنا چاہے تو اسے مطلوبہ چیزیں فراہم کردیتے ہیں۔

ہوٹل کے باہر جاتے ہی ایک مسلح شخص نے اس حسینہ کا راستہ روک لیا پھر کہا۔ "شبینہ! تو ایک غیر ملکی کے سینے سے لگ کر آرہی ہے۔ میں نے تجھے کرنسی والے کاؤنٹر کی طرف بھی جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ معاملہ کیا ہے؟"

شبینہ نے کہا۔ "وہ کوئی گاہک نہیں ایک فرشتہ ہے۔ اس نے مجھے اتنی رقم دی ہے کہ میں تین ماہ تک گھر میں بیٹھ کر اپنے والدین کے ساتھ گزارہ کرسکتی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "ہماری نظر اس پر ہے۔ وہ ایک حسین لڑکی کے ساتھ ایک پرائیویٹ ایرانی طیارے میں آیا ہے۔ یقیناً ایرانی جاسوس ہے اور یہاں آئی آر پی کے مسلمان مجاہدوں کو اسلحہ اور مالی امداد پہنچانے آیا ہے۔"

"میں سیاست کو نہیں جانتی۔ مجھے جانے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تمہاری طرح وہ بھی نہیں جانتا ہے کہ پچھلی رات کے اسٹریٹ وار میں ہم نے ڈیموکریٹک پارٹی کو یہاں سے بھگا دیا ہے اور اب شہر کے اس علاقے میں ہماری کمیونسٹ پارٹی کا قبضہ ہے۔ وہ تمہارا فرشتہ ایرانی ایجنٹ یہاں آکر پھنس گیا ہے۔"

شبینہ نے کہا۔ "پھر تو یہ میرا فرض ہے کہ میں اپنے محسن کے پاس جاؤں اور پیش آنے والی مصیبتوں سے اسے آگاہ کروں۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "ضرور جاؤ۔ اسے خطرات سے آگاہ کرکے احسان کا بدلہ چکاؤ۔ مگر واپسی کا راستہ تو بند ہوچکا ہے۔ وہ اس علاقے سے تو کیا' اس ہوٹل سے بھی باہر نہیں جاسکے گا۔"

وہ میرے پاس آنے کے لیے پلٹ گئی لیکن پیچھے دو مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا۔ "اب یہ ہمارا علاقہ ہے۔ تو ہمارے علاقے میں رہ کر ہمارے خلاف جاسوسی کرے گی اور اسے ہمارے ارادے بتائے گی؟ کیا زندگی سے بیزار ہوگئی ہے؟"

دوسرے نے کہا۔ "زندہ رہنا چاہتی ہے تو ہوٹل میں نہ جا۔ گھر چلی جا۔"

آگے پیچھے راستہ رکا ہوا تھا۔ اگر میرے پاس آنا چاہتی تو وہ اسے گولی مار دیتے۔ اس نے وہیں سے چیخ کر مجھے خطرے سے آگاہ کرنا چاہا مگر میں نے اسے چیخنے نہیں دیا۔ اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے عقل سے کام لینا چاہیے۔ یہاں سے دور جاکر ہوٹل کے فون نمبر پر اپنے محسن سے رابطہ کرکے اسے کسی طرح مصیبت سے بچانا چاہیے۔"

ان خیالات کے ساتھ میں نے اسے سر جھکا کر ہوٹل سے دور چلے جانے پر مجبور کردیا۔ پھر تیسری منزل کے اس کمرے میں آیا' جہاں جمیلہ تھی۔ میں نے اسے وہاں کے موجودہ حالات بتانے کے بعد کہا۔ "ہم یہاں ائرپورٹ پہنچے تھے تو ہمارا ایرانی میزبان استقبال کے لیے نہیں آیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ ہوٹل پہنچ کر فون کے ذریعے اس سے رابطہ کروں گا۔ تم اس کا فون نمبر ملاؤ۔"

جمیلہ نے اپنے پرس میں سے میزبان کی تصویر نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "ہم اس تصویر کے ذریعے اسے پہچاننے والے تھے۔ فون کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ دماغی رابطہ کریں۔"

میں نے اس سے تصویر لے کر دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو کر جمیلہ کو دیکھا وہ بولی۔ "کیا ہوا؟"

میں نے افسردگی سے کہا۔ "افسوس کا مقام ہے۔ بیچارہ میزبان اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر ان مسلح افراد کی آوازوں اور لہجوں کو یاد کیا۔ پھر ایک کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک جگہ بیٹھا کافی پی رہا تھا اور سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ یہاں کے مقامی باشندے فارسی بولتے ہیں لیکن ایرانی باشندے اپنی جدید فارسی اور اپنے رہن سہن سے پہچان لیے جاتے ہیں۔ اس ہوٹل کے قریب ہی ایک مکان میں دو ایرانی تھے۔ پچھلی رات کمیونسٹ پارٹی نے اس علاقے پر قبضہ کیا اور ان دو ایرانیوں کو قتل کردیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ اس ملک میں مسلمانوں کی مدد کررہے تھے۔

میں چاہتا تو اسے کافی کا کپ خالی کرنے کا موقع بھی نہ دیتا۔ اسے جہنم میں پہنچا دیتا لیکن میں نے صبر کیا۔ ان سب کو تو جہنم میں جانا ہی تھا بہتر یہ تھا کہ پہلے اِن کے ارادے معلوم کرلیے جاتے۔ میں نے اس کے دوسرے مسلح ساتھی کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ انہوں نے کامریڈ کمانڈر کو اطلاع دے دی ہے کہ ایک پرائیویٹ ایرانی طیارے سے ایک شخص ایک جوان لڑکی کے ساتھ آیا ہے۔ ہوٹل کے رجسٹر میں اس شخص کا نام ایف علی اور لڑکی کا نام جمیلہ رازی ہے۔ وہ ہوٹل کے کمرا نمبر تین سو تین اور تین سو چار میں ہیں۔

کامریڈ کمانڈر کی طرف سے جواب ملا تھا کہ وہ ابھی دوشنبے کے شمال کی طرف شہر وارزوب میں مصروف ہے۔ آج رات کو دوشنبے پہنچے گا تو ایف علی اور جمیلہ پُرتشدد کرکے پوچھے گا کہ وہ یہاں آئی آر پی مجاہدین کی امداد کے لیے کتنی مالی امداد اور کتنا اسلحہ لے کر آئے ہیں؟ اور اسلحہ سمیت دوسری امداد یہاں کب اور کہاں پہنچنے والی ہے؟

ہم جس ہوٹل میں تھے۔ اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ تقریباً پندرہ مسلح افراد کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ہم پر نظر رکھیں اور ہمیں ہوٹل سے باہر نہ جانے دیں۔ میں ایک مسلح شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ہوٹل کے کاؤنٹر پر لے گیا۔ وہاں اس نے میری مرضی کے مطابق کامریڈ کمانڈر کا موبائل فون نمبر ڈائل کیا پھر رابطہ ہونے پر پوچھا۔ "یہ فون پر کون بول رہا ہے؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو۔ اصولاً فون کرنے والے کو پہلے اپنا نام بتانا چاہیے۔"

میرے معمول نے کہا۔ "بھئی' یہ تم کون سی بولی بول رہے ہو؟ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے کتا بھونک رہا ہو۔"

دوسری طرف سے بے تحاشا گالیاں دی گئیں۔ میں نے اپنے معمول سے ریسیور رکھوا کر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر سوچنے لگا۔ میں ادھر لاؤنج میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کافی پی رہا تھا۔ پھر ادھر کاؤنٹر کے پاس کیسے چلا آیا؟

میں نے اسے الجھنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کامریڈ کمانڈر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑے سے مکان کے ایک کمرے میں آتش دان کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے دو افراد بیٹھے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ ریسیور کان سے لگائے گالیاں دے رہا تھا پھر اس نے فون بند کرکے کہا۔ "پتا نہیں کون پاگل کا بچہ تھا۔ مجھے مجھے......"

وہ غصے میں آگے نہ بول سکا۔ اپنا موبائل فون صوفے پر پھینک کر اپنی جگہ پہلو بدلنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے سامنے ایک صوفے پر جو شخص بیٹھا ہے' اس کا نام نوروز خان ہے اور وہ علاقہ غیر سے آیا ہے۔ دوسرا شخص ایک امریکی ایجنٹ نوبل ہارٹ تھا۔ اس نے کہا۔ "کامریڈ! غصہ کرنے اور گالیاں دینے سے وہ فون پر تم سے بولنے والا نہیں مرے گا۔ اگر وہ سامنے ہوتا تو تم اسے گولی مار دیتے۔ غصہ تھوک دو۔"

نوروز خان نے کہا۔ "اپنے موبائل فون کا نمبر سب کو نہیں دینا چاہیے۔ کیا تم اسے آواز سے نہیں پہچان سکے؟"

کمانڈر غصے کو ضبط کرتے ہوئے سوچنے لگا تو اسے یاد آیا وہ آواز اس کے ایک خاص ماتحت کی تھی' جو دوشنبے میں ایف علی اور جمیلہ رازی کی نگرانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کررہا تھا۔ اس نے فوراً ہی صوفے پر سے موبائل فون اٹھا کر ہوٹل کے کاؤنٹر کا نمبر ڈائل کیا اور رابطہ ہونے پر بولا۔ "میں کامریڈ کمانڈر بول رہا ہوں۔ وہاں میرا ماتحت روڈولف وسکی ہے اسے فوراً فون پر بلاؤ۔ کم آن ہری اپ۔"

چند لمحوں کے بعد ایک ماتحت کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "میں جیروف وسکی بول رہا ہوں۔ روڈولف وسکی باتھ روم میں گیا ہوا ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہے کمانڈر؟"

کمانڈر نے پوچھا۔ "کیا ابھی دس منٹ پہلے روڈولف نے میرے موبائل نمبر پر رابطہ کیا تھا؟"

"ابھی دس منٹ پہلے ہوٹل کے کاؤنٹر سے کسی کو فون

کررہا تھا۔ ہم نہیں جانتے کہ اس نے آپ کا نمبر ڈائل کیا تھا یا نہیں؟ ذرا ایک منٹ کمانڈر' یہ روڈولف باتھ روم سے آگیا ہے۔ آپ اس سے پوچھ لیں۔"

چند سیکنڈ بعد روڈولف نے کہا۔ "یس کمانڈر! میں حاضر ہوں۔ فرمائیے؟"

اس نے غرّا کر پوچھا۔ "کیا ابھی تم نے مجھے فون کیا تھا؟"

"نو کمانڈر! میں نے فون نہیں کیا تھا۔"

"جیروف کہہ رہا تھا کہ ابھی تم نے کاؤنٹر پر آکر فون کیا تھا؟"

"یہ درست ہے کہ میں اچانک اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا تھا لیکن میں نے کسی کو فون نہیں کیا تھا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تمہارا دوسرا ساتھی گواہ ہے کہ تم نے مجھے یا کسی اور کو فون کیا تھا۔ اور تم ہو کہ سرے سے انکار ہی کررہے ہو؟"

"وہ کمانڈر! بات یہ ہے کہ میں بہت پریشان ہوں۔ آپ یقین نہیں کریں گے کہ میں خود کو کس حد تک ایب نارمل محسوس کررہا ہوں۔ ابھی میں غلطی سے لیڈیز باتھ روم میں چلا گیا تھا۔"

"کیا تم دن کے وقت پی رہے ہو اور بہک رہے ہو؟"

"نہیں کامریڈ کمانڈر! آپ میرے ساتھیوں سے پوچھ لیں۔ میں کافی پی رہا تھا۔"

"ہوں۔ میرا خیال ہے' تم آرام کرو۔ ہوٹل کے اندر اور باہر جتنے مسلح کامریڈ ہیں' وہ جیروف وسکی کی کمانڈ میں رہیں گے۔ میں رات آٹھ بجے تک وہاں پہنچوں گا۔"

کامریڈ کمانڈر نے فون بند کرکے نوروز خان اور نوبل ہارٹ سے کہا۔ "میرا ماتحت کچھ اپ سیٹ ہوگیا ہے اور خود کو ایب نارمل محسوس کررہا ہے۔ اس نے فون پر مجھ سے بدتمیزی کی لیکن میں نے اسے شرمندہ نہیں کیا۔ وہ میرا بہت ہی وفادار اور جان نثار ماتحت ہے۔ میں اسے سات خون معاف کرسکتا ہوں۔"

نوبل ہارٹ نے کہا۔ "چلو ٹھیک ہے۔ اب ہمیں اپنے کام کی بات کرنا چاہیے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "تم امریکیوں نے افغانستان میں روس کے خلاف محاذ بنا کر ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ہمارا ملک اب دوسرا سپر پاور نہیں رہا۔ اس قدر نقصان اٹھانے کے بعد ہم تم پر بھروسا نہیں کریں گے۔"

نوبل ہارٹ نے کہا۔ "سیاست میں کبھی جانی دشمنی اور کبھی پکّی دوستی ہوسکتی ہے۔ جب ہم نے تمہارے روسی فوجیوں کو پاکستان کی مدد سے شکست دی تو ہمارے ذہن میں سب سے زیادہ اہمیت روس کو زیر کرنے اور اس سے سپر پاور ہونے کا اعزاز چھین لینے کی خواہش تھی۔ ہماری یہ خواہش پوری ہوگئی لیکن ہم نے اس پہلو پر زیادہ توجہ نہیں دی کہ سینٹرل ایشیا میں تاجکستان' ازبکستان اور ترکمانستان وغیرہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور روس کے زیرِ

ہوتے ہیں مسلمان ان ممالک میں اسلامی حکومتیں قائم کرنے کے لیے جہاد شروع کردیں گے۔ ویسے یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ اگر ہم پاکستان کے کاندھوں پر بندوق رکھ کر تم کیونسٹوں کو پسپا ہونے پر مجبور کرسکتے ہیں تو اب تمہارے کاندھوں پر بندوق رکھ کر یہاں کے ممالک میں اسلامی جمہوریتیں قائم ہونے کے راستے روک سکتے ہیں۔"

کمانڈر نے کہا۔ "مجھے نوروز خان نے بتایا ہے کہ تم یہاں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو کمزور بنانے کا نسخہ لائے ہو۔ میں یہ جانتا ہوں کہ امریکا اور اسرائیل مسلمانوں سے الرجک ہیں اور انہیں ابھرنے سے پہلے کچل دینا چاہتے ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے میں تم پر بھروسا کرسکتا ہوں کہ تم ہم کیونسٹوں کے لیے تاجکستان کے شمالی علاقوں میں مضبوطی سے قدم جمانے کے سلسلے میں کوئی کامیاب سیاسی نسخہ لائے ہو۔"

"جی ہاں' یہ نسخہ ہم کئی ممالک میں آزما چکے ہیں۔ تمہارے جنوب میں پاکستان ہے' وہاں ہیروئن کو مونگ پھلی کی طرح کچھ یوں سستا کیا گیا ہے کہ وہاں کے کئی لاکھ افراد نشے کے عادی ہوچکے ہیں۔ ایک تو پاکستان کی تعلیمی شرح بہت کم ہے۔ اس پر نشہ غالب رہے تو ایسی قوم کے عام لوگ بندوق اٹھاتے وقت تھرتھرانے لگتے ہیں یا پھر یہ سمجھ نہیں پاتے کہ ان کے مسلمان حکمرانوں کے پیچھے بڑے مغربی ممالک کس طرح حکومت کررہے ہیں۔"

نوروز خان نے کہا۔ "یہ ہمارا نوبل صاحب بہت دور کی کوڑی لاتا ہے۔ کہتا ہے کہ ایک آدمی کو مارو تو ہتھیار سے مارو۔ مگر پوری قوم کو حکمتِ عملی سے زندہ رکھ کر کچلتے رہو۔ کسی بھی قوم کو جوتوں تلے رکھنے کے لیے دو حربے کافی ہیں۔ پہلا تو یہ کہ لوگوں کو ان پڑھ اور جاہل رکھو۔ دوسرا یہ کہ انہیں نشے کا عادی بنا دو۔"

کمانڈر نے کہا۔ "ایسی حکمتِ عملی ہم بھی سمجھتے ہیں لیکن اس پر عمل کیسے کیا جائے گا؟"

نوبل ہارٹ نے کہا۔ "جس شہر یا قصبے میں مسلمانوں سے تمہاری جنگ ہوتی ہے' وہاں دونوں طرف سے صرف گولیاں نہیں چلتیں۔ بم کے دھماکے بھی ہوتے ہیں۔ تمہاری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ تمہارے جانباز مسلمانوں کے علاقوں کے اسکولوں' کالجوں اور لائبریریوں کی عمارتوں کو بم کے دھماکوں سے تباہ کریں تاکہ اس قوم کی تعلیم کا سلسلہ کھٹائی میں پڑتا رہے۔"

نوروز خان نے کہا۔ "یہاں سگریٹ کے چند برانڈ بہت زیادہ فروخت ہوتے ہیں۔ ہم ایسے برانڈ کے سگریٹوں کے تمباکو میں ہیروئن کی آمیزش کریں گے۔ ایسے سگریٹوں کے کارٹن تاجکستان کے جنوب میں مسلمانوں کے علاقوں میں بھیجے جائیں گے۔ آئی آر پی کے جتنے مسلمان مجاہد سگریٹ کے عادی ہیں' وہ جلد ہی ہیروئن کے بھی عادی ہوجائیں گے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "آئیڈیا بہت خوب ہے۔ سنا ہے ہیروئن کا نشہ آدمی کو خود اپنا دشمن بنا دیتا ہے۔ اگر ہم ایسے سگریٹ کے کارٹن مسلمانوں کے علاقوں میں پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو اس ملک کے مسلمان مجاہدین ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مریں گے۔ ہمیں گولیاں چلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

نوبل ہائر نے کہا۔ "ہمارے امریکی سرمایہ داروں نے ایسے مشہور و مقبول سگریٹوں کی ایجنسیاں منہ مانگی رقم دے کر حاصل کرلی ہیں۔ تم اطمینان رکھو۔ مسلمانوں کے علاقوں میں سگریٹ سپلائی کرنے والی ایجنسیاں ہماری ہوں گی۔ آئندہ وہاں ہیروئن سے بھرے ہوئے سگریٹ کے کارٹن جایا کریں گے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "اس میں شبہ نہیں کہ تم امریکی ہماری مشکل آسان کر رہے ہو۔ آئندہ ہم آسانی سے آئی آر پی کے مجاہدین کو پسپا کرسکیں گے۔ بلکہ پہلے کی طرح انہیں اپنا محکوم بنا سکیں گے لیکن اس میں امریکا کا کیا فائدہ ہے؟"

"ایران سینٹرل ایشیا کے ممالک میں اسلام دوستی کے ذریعے اثر انداز ہو رہا ہے اور امریکا نہیں چاہتا کہ وہ تاجکستان میں مسلمانوں کا سب سے بڑا دوست ملک بن جائے۔ پھر یہ کہ تاجکستان کی مشرقی سرحد سے چین کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ اب روس میں اتنا دم خم نہیں رہا کہ وہ آئندہ سپرپاور بننے والے چین کی پیش قدمی کو یہاں روک سکے۔ اسے روکنے کے لیے یہاں ہمارا فوجی اڈا بنے گا۔"

"یعنی تم ہمیں یہاں مسلمانوں پر غالب آنے دو گے۔ اس کے بعد تم ہم پر مسلط رہنے کے لیے یہاں اپنا فوجی اڈا بناؤ گے۔ ہمیں آسمان پر چڑھاتے چڑھاتے کھجور میں اٹکا کر چھوڑ دو گے۔"

نوبل ہائر نے کہا۔ "سیدھی سی بات ہے۔ تاجکستان کا شمالی حصہ تم کیمونسٹوں کے پاس رہے گا۔ باقی جنوب مشرقی علاقوں میں ہماری عملداری ہوگی۔ ہماری یہ پیشکش تمہیں منظور نہیں ہوگی تو پھر ہم یہاں کے مسلمان مجاہدین کو اقتصادی اور فوجی امداد دیں گے۔ سوچ لو' ایک تو ایران ان کے ساتھ ہے۔ ہم نے بھی ان کا ساتھ دیا تو تمہاری پارٹی کے قدم شمالی علاقوں سے بھی اکھڑ جائیں گے۔ روس کی پسپائی کی مثال تمہارے سامنے ہے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "میں انکار نہیں کر رہا ہوں۔ اس ملک میں ہم دونوں کا مفاد ایک دوسرے سے وابستہ رہے گا۔ مجھے تمہارا طریقۂ کار بہت پسند آرہا ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے مسکرا کر ہاتھ بڑھایا۔ نوبل ہائر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرنے لگا۔ میں کمانڈر کے خیالات پڑھنے لگا۔ دوشنبے شہر کے جنوب اور مشرق میں جو بستیاں آباد ہیں' وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں قاضی اکبر تردزون ایک روحانی راہنما اور معروف وکیل بھی ہیں۔ انہوں نے قاضی کے مجاہدین کے نام سے ایک ملیشیا قائم کی ہے۔ جس میں آٹھ ہزار مجاہدین ہیں۔

کامریڈ کمانڈر شہر سے باہر [illegible] کران آٹھ ہزار مجاہدین سے مقابلہ نہیں کرسکتا تھا لیکن سوچ رہا تھا کہ دوشنبے کے اس مقبوضہ علاقے سے کیمونسٹوں کو بھگانے کے لیے کسی وقت بھی قاضی کے مجاہدین حملہ کرسکتے ہیں۔ اس لیے کمانڈر کو شام تک دوشنبے پہنچ کر وہاں اپنی پوزیشن مضبوط کرنا چاہیے۔

پھر میں نے معلوم کیا کہ اس نے شہر میں کہاں کہاں مورچے بنائے ہیں اور ہر مورچے پر کتنے مسلح افراد اور کس طرح کے ہتھیار اور گولہ بارود ہیں۔ انہوں نے شہر سے باہر مجاہدین کی نقل و حرکت دیکھنے کے لیے چار اونچی عمارتوں کی چھتوں پر بھی مورچے بنائے تھے اور دوربین کے ذریعے دور تک دیکھتے رہتے تھے۔

اونچی چھتوں پر بنائے جانے والے مورچے خطرناک تھے۔ مجاہدین چھپ کر مقبوضہ علاقے تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اس سے پہلے ہی بے شمار مجاہدین مارے جاتے۔ وہ جن عمارتوں کی چھتوں پر تھے اس عمارت کے ٹیلی فونز کے ذریعے اپنے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ کرتے تھے۔ کمانڈر نے ان تمام فون نمبرز کو ایک چھوٹی ڈائری میں نوٹ کر رکھا تھا۔

میں نے اسے ڈائری پڑھنے پر مائل کیا اور ان چاروں عمارتوں کے تمام فون نمبر جمیلہ سے نوٹ کرائے۔ پھر کمانڈر کو چھوڑ کر اس کے خاص ماتحت رودولف وسکی کے اندر پہنچا۔ کمانڈر نے اسے آرام کرنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ ہوٹل میں منیجر کے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ جمیلہ نے کہا۔ "پاپا! آپ تو یہاں آتے ہی مصروف ہوگئے ہیں۔ میں بور ہو رہی ہوں۔ مجھ سے بھی تو کام لیں۔"

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اسے وہاں کے تمام حالات بتائے پھر کہا۔ "تم نے جتنے فون نمبر نوٹ کیے ہیں۔ وہ کاغذ لے کر منیجر کے کمرے میں جاؤ۔ وہاں کمانڈر کا خاص ماتحت بستر پر لیٹا ہوا ہے۔ اس سے کہو' وہ ان نمبروں پر باری باری اپنے لوگوں سے رابطہ کرے۔ میں اس کے ذریعے ان تمام چھت والے مسلح کامریڈوں کے اندر پہنچوں گا۔"

وہ جینز اور جیکٹ پہنے ہوئے تھی۔ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ پھر میری ہدایات پر عمل کرنے کے لیے کمرے سے چلی گئی۔ لفٹ کے ذریعے نیچے کاؤنٹر پر پہنچی۔ وہاں اس نے دریافت کیا۔ "منیجر کا کمرا کہاں ہے؟"

کاؤنٹر مین نے اس کی راہنمائی کی۔ وہ کچن کی طرف جانے والے ایک کاریڈور سے گزر کر اس کمرے کے دروازے پر پہنچی۔ پھر اس نے دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ "کون ہے؟ کیا دروازے پر ٹیگ لگا ہوا نہیں ہے کہ مداخلت نہ کی جائے۔"

وہ بولی۔ "ہاں مگر مجھ جیسی حسین لڑکی کے لیے یہ ٹیگ نہیں ہوسکتا۔ دروازہ کھول کر میرے حسن کا جلوہ دیکھو۔"

دروازہ کھل گیا۔ رودولف نے اسے دیکھ کر کہا۔ "اچھا تو تم جمیلہ رازی ہو۔ تم باپ بیٹی پر پہرا لگایا گیا ہے۔"

وہ اندر آکر دروازہ بند کرتی ہوئی بولی۔ "جانتی ہوں ہمیں ہوٹل کے باہر جانے نہیں دیا جائے گا۔ اسی لیے میں ہوٹل کے اندر اس کمرے میں آئی ہوں۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ یہاں تمہارا ایک اور ساتھی بھی ہے۔"

دوسرے ساتھی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "کوئی بات نہیں میری جان! ہم دونوں ہی تمہیں خوش کریں گے۔"

"لیکن مجھے ایک ہی کی ضرورت ہے۔" یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ دوسرے ساتھی کے منہ پر مارا۔ یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ وہ حسینہ کا ہاتھ نہیں لوہے کا راڈ ہوگا۔ اس کے کچھ دانت لہو کے ساتھ باہر آئے۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ رودولف نے فوراً ہی پلٹ کر بستر سے گن اٹھائی۔ اسے اٹھانے اور پلٹ کر فائر کرنے میں جتنا وقت لگ سکتا تھا اس سے پہلے ہی جمیلہ کی ایک ٹھوکر گن پر پڑی۔ اس نے گھوم کر دوسری ٹھوکر اس کے منہ پر ماری۔ رودولف کا سر چکرا گیا۔ جمیلہ نے اس کی گن اٹھا کر کہا۔ "میں ابھی تمہاری ہڈیاں نہیں توڑنا چاہتی۔ یہ پرچی پکڑو۔ اس پر کئی فون نمبرز ہیں' تم ریسیور اٹھاؤ اور پہلا نمبر ڈائل کرو۔"

وہ گن پوائنٹ پر تھا۔ انکار نہیں کرسکتا تھا پھر اپنے دوسرے ساتھی کا حشر دیکھ رہا تھا۔ اس کے کچھ دانت لہو میں ڈوبے ہوئے قالین پر پڑے تھے اور وہ صرف ایک ہی ہاتھ میں بیہوش ہوگیا تھا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر پرچی پر لکھا ہوا پہلا فون نمبر ڈائل کیا۔ میں اس کے اندر تھا۔ رابطہ قائم ہونے پر وہ بولا۔ "میں رودولف بول رہا ہوں۔ ہمارے گن مین چھت پر ہیں۔ ان میں سے کسی کو بلاؤ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو کامریڈ! میں جوزف بول رہا ہوں۔ کوئی نئی اطلاع ہے؟"

میں نے رودولف کے ہاتھ سے ریسیور رکھوا دیا۔ پھر جمیلہ سے کہا۔ "میں ایک چھت والے مورچے پر جا رہا ہوں۔ میری واپسی تک اپنے شکار کو خاموش بٹھائے رکھو۔"

میں ایک عمارت کی چھت پر مورچا بنانے والے کامریڈ جوزف کے دماغ میں آگیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک ایسی عمارت ہے جس میں مختلف دفاتر ہیں۔ چھت پر مورچا بنانے والوں کو دیکھ کر تمام دفاتر بند کردیے گئے تھے۔ عمارت خالی ہوگئی تھی۔ اس چھت پر جوزف کے علاوہ نو مسلح افراد تھے۔ ان میں سے دو افراد آنکھوں سے دوربین لگائے شہر سے باہر ایک بستی کی سمت دیکھ رہے تھے۔

میں نے جوزف کے ذریعے تین مسلح افراد کی آوازیں سنیں پھر جوزف کی زبان سے ایک دوربین والے سے پوچھا۔ "کیا بستی میں کوئی مسلح مسلمان نظر آرہا ہے؟"

وہ آنکھوں سے دوربین ہٹا کر بولا۔ "ہم صبح سے دیکھ رہے ہیں ان مسلمانوں کی عورتیں اور بچے نظر آرہے ہیں لیکن مرد ایک بھی نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے' وہ لوگ دوربین کے بغیر ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ہماری نظروں سے چھپے ہوئے ہیں۔"

دوسرے دوربین والے نے کہا۔ "میرا خیال ہے' وہ رات کو حملہ کریں گے۔ اس لیے ابھی گھروں میں سو رہے ہیں۔"

"آخر وہ صبح سے کتنا سوئیں گے؟ اب شام ہونے والی ہے۔ ٹھہرو میں منڈیر پر چڑھ کر ذرا اور دور تک دیکھتا ہوں۔"

وہ دوربین لیے منڈیر پر چڑھا۔ پھر سات منزلہ عمارت کی چھت سے دوسری طرف چھلانگ لگادی۔ اس کے تمام ساتھیوں نے حیرانی سے کہا۔ "ارے اس نے چھلانگ کیوں لگادی!"

انہوں نے منڈیر کے دوسری طرف دیکھا۔ بہت نیچے ایک شاہراہ پر کودنے والے کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اسی وقت دوسرا دوربین والا منڈیر پر چڑھ گیا تھا اور اپنے ساتھیوں کو کلاشنکوف کے نشانے پر رکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ "مجھے گولی مارو۔ میں بھی اپنے کامریڈ کے پاس نیچے جانا چاہتا ہوں۔"

ایک کامریڈ نے پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم بھی پاگل ہوگئے ہو؟"

اس ٹیلی پیتھی زدہ پاگل نے فائرنگ کی۔ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ تین مسلح کامریڈ گولیاں کھا کر گرے۔ چوتھے نے اپنا نمبر آنے سے پہلے ہی اس دوربین والے کو گولی ماردی۔ وہ چیختا ہوا منڈیر کی بلندی سے دوسری طرف نیچے اپنے ساتھی کی لاش پر جاکر گرا۔ نیچے دو اور اوپر تین لاشیں ہوگئیں۔ میں نے مزید تین مسلح افراد کی آوازیں سنی ہوئی تھیں۔ ان تینوں نے بے اختیار ایک دوسرے پر فائرنگ کی۔ فائرنگ کے نتیجے میں چار مرے۔ صرف جوزف رہ گیا۔ اس نے اپنی گن کی نال کو پیشانی پر رکھ کر کہا۔ "جب کوئی ساتھی نہ رہا تو میں رہ کر کیا کروں؟"

اس نے خودکشی کرلی۔ میں نے جمیلہ کے پاس آکر کہا۔ "اب اس سے دوسرے فون نمبر پر رابطہ کراؤ۔"

وہ رودولف وسکی سے بولی۔ "کم آن۔ اب پرچی کا دوسرا فون نمبر ڈائل کرو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ میں اس کے ذریعے دوسری بلند عمارت کی چھت والوں کے دماغوں میں پہنچا۔ وہاں بھی ان مسلح افراد کو ایک دوسرے پر گولی چلانے کے لیے مجبور کیا۔ تیسری اور چوتھی عمارت کی چھتوں سے زیادہ مسلح افراد کو بلندی سے کود کر مرنے پر مجبور کیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں بلند عمارتوں کے چاروں مورچے ویران ہوگئے یا مورچے بنانے والوں کا قبرستان بن گئے۔

میں نے جمیلہ سے کہا۔ "کام ہوچکا ہے۔ تم رودولف اور اس کے ساتھی کو ختم کرکے چلی آؤ۔"

شام کے سائے گہرے ہو چلے تھے۔ رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی۔ اس سے پہلے شہر کی تمام دکانیں بند ہوگئی تھیں۔ شاہراہیں

اور گلیاں سنسان ہوگئی تھیں۔ تمام گھروں کی کھڑکیاں اور دروازے بند ہوگئے تھے۔ شہر ویران ہو تو سڑکوں اور گلیوں میں محض آوارہ کتے رہ جاتے ہیں لیکن ایک کتا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید کتے بھی وہاں کی خانہ جنگی کے معمول کو سمجھ گئے تھے۔ اس لیے کہیں جاکر چھپ گئے تھے۔

میں کامریڈ کمانڈر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک ویگن کار میں بیٹھا تھا۔ آگے پیچھے والی سیٹوں پر اس کے مسلح باڈی گارڈز تھے۔ اس نے شہر میں داخل ہوتے وقت ڈرائیور سے کہا۔ "ہمارے ایک ایک مورچے سے ہو کر چلو۔ ہمارے جنگ باز کامریڈز کو کھانے یا مزید ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی تو فوراً ضرورت پوری کی جائے گی۔"

وہ پہلے مورچے میں آئے۔ کمانڈر نے گاڑی سے اتر کر اپنے مسلح جانبازوں سے مصافحہ کیا۔ ان سے پوچھا۔ "کیا پوری طرح الرٹ ہو؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

اس مورچے کے انچارج نے جواب دیا۔ "ہم پوری طرح مستعد ہیں۔ کھانا اور ہتھیار سپلائی کرنے والی ٹیم یہاں آتی رہتی ہے۔ فی الحال کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

کمانڈر مطمئن ہو کر آگے جانے کے لیے اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ میں نے اس مورچے کے انچارج کے ذریعے چار مسلح افراد کے دماغوں میں جگہ بنائی پھر کمانڈر کے پاس آگیا۔ اس نے شہر کے کنارے کنارے اپنے مسلح جانبازوں کو تیار رکھا تھا۔ کیونکہ قاضی کے مجاہد رات کی تاریکی میں ایسے ہی مقامات سے شہر میں داخل ہوسکتے تھے۔

کمانڈر نے دوسرے مورچے پر بھی تمام کامریڈس سے ملاقات کی اور مجھے ان کے اندر پہنچنے کا موقع دیا۔ ابھی وہ مزید چار مورچوں کی طرف جانے والا تھا۔ راستے میں وہ بلند عمارتیں بھی آئیں جن کی چھت پر اس کے جاں نثار تھے اور اس کی لاعلمی میں جاں نثار کرچکے تھے۔

میں نے شہر کے کنارے پہلے مورچے میں پہنچ کر دھماکے کیے۔ کچھ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ ان کے پاس ہینڈ گرینیڈ تھے۔ میں نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے سے ایک ایک گرینیڈ کی چابی ان کے دانتوں سے کھینچ کر نکلوائی۔ پھر ان گرینیڈ کو ان کے ہی ساتھیوں کے درمیان پھینکا گیا۔ یکبارگی دھماکے ہونے لگے۔ ساتھیوں کے ساتھ بارودی ہتھیار بھی تباہ ہو کر دھماکے پیدا کررہے تھے۔

دوسرے مورچے کو بھی اس طرح تباہ کرنے کے بعد میں کمانڈر کے پاس آیا۔ اس کی گاڑی اپنے ان جان بازوں کی لاشوں کے پاس آکر رک گئی تھی، جنہوں نے عمارت کی چھت پر مورچا بنایا تھا۔ مگر چھت کی بلندی سے نیچے سڑک پر آگرے تھے۔ اس کا ایک باڈی گارڈ اس چھت پر گیا تھا۔ پھر واپس آکر کہہ رہا تھا۔ "وہاں ہمارا ایک بھی کامریڈ زندہ نہیں ہے۔ چھت پر ان کی لاشیں پڑی ہیں۔"

رات کی تاریکی اور گہرے سناٹے میں زبردست بارودی دھماکوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ کمانڈر پریشان تھا کہ چھت کا وہ مورچا کیسے ختم ہوگیا۔ پھر دھماکوں سے یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ قاضی اکبر کے آدمیوں نے حملہ کیا ہے اور جنگ شروع ہوچکی ہے۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "فوراً تیسرے مورچے کی طرف چلو۔ جہاں پوزیشن کمزور ہوگی، وہاں ہم بھی جنگ میں شریک ہوجائیں گے۔"

وہ تیسرے، چوتھے اور پانچویں مورچے کی طرف گئے اور مجھے اپنے جنگ بازوں کے اندر پہنچاتے رہے۔ جب کمانڈر وہاں سے اگلے مورچے کی طرف چلا جاتا تھا تب میں پچھلے مورچے میں تباہی لاتا تھا۔ قاضی کے مجاہدین نے فیصلہ کیا تھا کہ آدھی رات کے بعد مختلف سمتوں سے حملے کریں گے لیکن اب وہ اپنے ہتھیار سنبھالے مسجدوں اور گھروں سے نکل آئے تھے۔ بارودی دھماکوں اور آگ کے شعلوں کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ قاضی اکبر نے ایک ٹرانسیٹر کے ذریعے آئی آر پی کے چیئرمین محمد شریف ہمت زادہ سے رابطہ کیا اور پوچھا۔ "کیا آپ کے جاں بازوں نے دوشنبے کے مقبوضہ علاقے میں حملہ کیا ہے؟"

جواب ملا۔ "قاضی صاحب! ہم دوشنبے سے بہت دور کرگان ٹیوب کے شہر میں ہیں۔ ہم نہیں جانتے وہاں کیا ہو رہا ہے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، وہاں کئی ڈیموکریٹک پارٹیاں (ڈی پی) ہیں۔ ایک ڈی پی مسلمانوں کے خلاف ہے لیکن دوسری ڈی پی کے لیڈر نذرالدین زبیر دولا آئی آر پی اور قاضی اکبر کا ساتھ دیتے ہیں۔ یہ پارٹی دوشنبے کے مشرقی حصے میں ہے۔ ایک مجاہد نے کہا۔ "قاضی صاحب! معلوم ہوتا ہے، نذرالدین کے مجاہدین نے کمیونسٹوں پر حملہ کیا ہے۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آتا۔ کمیونسٹ مقبوضہ علاقے میں جس بری طرح دھماکے ہو رہے ہیں اور شعلے آسمان سے باتیں کررہے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں نہایت ہی تباہ کن ہتھیار اور بم استعمال ہو رہے ہیں اور ڈی پی کے لیڈر نذرالدین کے پاس ایمان، حوصلہ اور مجاہدین ہیں لیکن ایسے خطرناک ہتھیار نہیں ہیں۔ پھر بھی میں بات کرتا ہوں۔"

اس بار ڈی پی کے لیڈر نذرالدین سے رابطہ کیا گیا۔ پوچھا گیا۔ "کیا آپ نے کمیونسٹوں پر حملہ کیا ہے؟"

جواب ملا۔ "نہیں جناب قاضی صاحب! آپ جانتے ہیں کہ حملے سے پہلے ہم آپ سے مشورہ لیتے ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا، آپ نے حملہ کیا ہے۔ ابھی آپ سے رابطہ کرنے والا تھا۔ یہ دھماکے آپ کی بستی کے سامنے شہر دوشنبے میں داخل ہونے والے مختلف راستوں میں ہو رہے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ آخر ان بدبخت کمیونسٹوں پر اتنے زبردست حملے کرنے والی کوئی گمنام فوج کہاں سے آگئی ہے؟"

نذرالدین نے کہا۔ "اگر دشمن تباہ ہو رہے ہیں تو پھر انہیں تباہ کرنے والے ہمارے دوست ہوں گے۔ ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ ہم حالات کا صحیح جائزہ لیے بغیر اس مقبوضہ علاقے میں قدم نہیں رکھیں گے۔"

ادھر دوشنبے کا وہ علاقہ اب مقبوضہ نہیں رہا تھا۔ کامریڈ کمانڈر کو خود صورتِ حال کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اس نے چھت پر مورچے بنانے والوں سے رابطہ کیا تھا۔ اپنے آدمی وہاں بھیجے تھے، تب معلوم ہوا تھا کہ چاروں چھتیں ویران ہیں اور وہاں مسلح کامریڈس کی لاشیں پڑی ہیں۔

اس نے حیرانی سے کہا۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دشمنوں نے ہمارے علاقے میں آکر ان چھتوں پر جاکر ہمارے آدمیوں کا کام تمام کیا ہے لیکن یہ کیسی جنگ ہوئی کہ ہمیں ایک بھی دشمن کی لاش نہیں ملی اور ہمارے تمام آدمی مارے گئے؟"

اس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ وہ اس ہوٹل کے احاطے میں آیا، جہاں ہمارا قیام تھا۔ احاطے میں وہ گاڑیاں اور رضاکار کھڑے ہوئے تھے، جو تمام مورچوں میں جاکر کھانا اور ہتھیار سپلائی کرتے تھے۔ کمانڈر نے پوچھا۔ "تم لوگ یہاں کیا کررہے ہو؟ تمہیں تمام مورچوں میں آتے جاتے رہنا چاہیے۔"

ایک کامریڈ نے کہا۔ "ہمارا کوئی مورچا اور کوئی کامریڈ سلامت نہیں رہا۔ سب مارے جاچکے ہیں۔ ہم آپ کا انتظار کررہے تھے۔ آپ حکم دیں۔ یہ علاقہ چھوڑ دینا چاہیے یا اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کو لے کر مقابلہ کرنا چاہیے؟"

دوسرے کامریڈ نے کہا۔ "ہم مقابلہ کس سے کریں گے؟ کیا ابھی تک کوئی حملہ کرنے والا دشمن نظر آیا ہے؟ کیا اتنی تباہی کے دوران ہمارے کمانڈر نے کسی دشمن کو دیکھا ہے؟"

کمانڈر حیران و پریشان بالکل گم صُم کھڑا ہوا تھا۔ عقل یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ دشمنوں نے اتنی زبردست کامیابی حاصل کرلی ہے تو وہ اسے اور اس کے بچے کھچے ساتھیوں کو آکر کیوں نہیں گھیر رہے ہیں؟ ان پر حملہ کیوں نہیں کررہے ہیں؟ کیا وہ آس پاس کہیں چھپے ہوئے ان کی تاک میں ہیں۔

اس نے کہا۔ "ہمیں کھلی فضا میں نہیں رہنا چاہیے۔ دشمن اچانک کہیں سے فائر کرسکتے ہیں۔ ہوٹل میں چلو۔"

وہ سب ہوٹل کے اندر آئے۔ منیجر نے کمانڈر کو دیکھ کر خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔ "میں آپ لوگوں کا خادم ہوں۔ میں نے یہاں تمام کامریڈس کی میزبانی کی ہے۔ آپ کے دو کامریڈس نے آرام کرنے کے لیے میرا کمرا مانگا تو میں نے اس کمرے کی بھی چابی دے دی لیکن اب وہ دونوں اس کمرے میں مردہ پڑے ہیں۔"

کمانڈر نے یہ سنتے ہی منیجر کا گریبان پکڑ لیا۔ پھر اسے کھینچتے ہوئے اس کے کمرے میں لے آیا۔ وہاں اس نے اپنے خاص ماتحت رودولف وسکی اور ایک کامریڈ کو مردہ دیکھا۔ ایک مردے کے چند دانت لہو میں بھیگے ہوئے قالین پر پڑے ہوئے تھے۔ دونوں کی موت کسی ہتھیار سے نہیں ہوئی تھی۔ قاتل جو بھی تھا، غیر معمولی جسمانی قوت کا حامل تھا۔ اس نے صرف ایک کے دانت نہیں توڑے تھے بلکہ دونوں کی گردنیں توڑ دی تھیں۔

کمانڈر نے منیجر سے کہا۔ "تمہارے ہوٹل میں، تمہارے کمرے میں اتنی بڑی واردات ہوگئی اور تم نے ہم میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی؟"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ یہاں موجود نہیں تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا تو کاؤنٹرمین نے بتایا کہ کمرا نمبر تین سو تین کی جمیلہ رازی میرے کمرے میں گئی تھی۔"

کمانڈر نے چونک کر کہا۔ "میں تو ایران سے آنے والے ان باپ بیٹی کو بھول ہی گیا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کے پیچھے کوئی خفیہ فوج رات کی تاریکی میں آئی ہو اور ہمیں یوں تباہ کررہی ہو؟"

ایک کامریڈ نے کہا۔ "ہم تیسری منزل پر جاکر ان باپ بیٹی کی پٹائی کریں گے تو وہ ساری حقیقت اگل دیں گے۔"

کمانڈر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ کوئی بیس عدد کامریڈس اس کے پیچھے چلتے ہوئے لفٹ کی طرف جانے لگے لیکن کاؤنٹر کے پاس پہنچتے ہی رک گئے۔ کاؤنٹر سے ذرا فاصلے پر جمیلہ رازی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "میں یہاں ہوں۔ ابھی اوپر نہ جاؤ۔ اوپر میں بھیج دوں گی۔"

کمانڈر نے غرّا کر پوچھا۔ "تمہارا باپ کہاں ہے؟"

"میرا باپ آئے گا تو تم سب کو اپنا اپنا باپ یاد آجائے گا۔ لہٰذا مجھ سے ہی بات کرو۔"

"کیا تم منیجر کے کمرے میں گئی تھیں؟"

"ہاں گئی تھی اور ان دونوں کی گردنیں ان ہاتھوں سے توڑ دی تھیں۔"

کمانڈر نے اسے حقارت سے دیکھ کر کہا۔ "بچے بھی تمہاری اس بات کا یقین نہیں کریں گے۔ سوچا تھا پہلے تم باپ بیٹی سے اصلیت اگلواؤں گا لیکن رودولف وسکی میرا وفادار جاں نثار ماتحت تھا۔ تم اس کی گردن توڑنے کا دعویٰ کررہی ہو۔ اس لیے پہلے تمہارے یہ دونوں ہاتھ توڑے جائیں گے۔"

اس نے اپنے ایک باڈی بلڈر کامریڈ سے کہا۔ "جاؤ اس کے دونوں ہاتھ توڑ کر اسے اپاہج بنادو۔ پھر میں اس سے ضروری سوالات کروں گا۔ تب تک اس کا باپ بھی اس کی زندگی کی بھیک مانگنے آجائے گا۔"

میں ہوٹل کے کمرا نمبر تین سو تین میں بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ باڈی بلڈر آگے بڑھا۔ جمیلہ صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ دو قدم آگے چل کر اس کے روبرو آگئی۔ وہ

ایک لڑکی کو مقابل دیکھ کر مسکرایا پھر بولا۔ "لاؤ میری جان! اپنا ہاتھ مجھے دے دو۔"

جمیلہ نے ایک ہاتھ پنجہ لڑانے کے انداز میں بڑھایا۔ پہلوان کامریڈ نے اس کی انگلیوں کو اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا کر کہا۔ "دوسرا ہاتھ بھی پیش کردو۔"

اس نے دوسرا ہاتھ بھی پیش کردیا۔ ان ہاتھوں کی انگلیاں بھی ایک دوسرے سے الجھ گئیں۔ تب پہلوان کامریڈ کو احساس ہوا کہ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آہنی شکنجوں میں آگئی ہیں۔ اب اپنی مردانگی اور عزت پر بات آگئی تھی۔ اس نے پوری قوت سے اس کی انگلیوں کو موڑنا چاہا مگر گھبراہٹ طاری ہونے لگی۔ اس کی اپنی انگلیوں کی ہڈیاں دکھتی ہوئی اور اپنے جوڑ سے اُکھڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

اس نے دھکا دے کر اپنے ہاتھوں کو چھڑانا چاہا لیکن وہ اپنی جگہ ستون کی طرح اٹل کھڑی تھی۔ وہ اسے ایک ذرا نہ ہلا سکا۔ پھر اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ دونوں ہاتھوں کی چار چار انگلیوں کی ہڈیاں اپنے جوڑ سے اُکھڑ گئی تھیں۔ جمیلہ نے اسے چھوڑ دیا۔ کمانڈر اور دوسرے تمام کامریڈ بڑی بے یقینی سے اپنے پہلوان کو کراہتے دیکھ رہے تھے۔

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے دونوں ہاتھ اپاہج کی طرح لٹکائے دور جانا چاہتا تھا۔ جمیلہ نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ پھر اس کی گردن دبوچ لی۔ اس گردن پر دونوں ہاتھوں کی قینچی بنا کر بولی۔ "کمانڈر! یہ تماشا بھی دیکھ لو کہ میں نے تمہارے دو آدمیوں کی گردنیں کس طرح توڑی تھیں۔"

کمانڈر نے اپنی گن سے اس کا نشانہ لے کر کہا۔ "اسے چھوڑ دو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

کمانڈر کے ساتھ دوسرے کامریڈس نے بھی اپنی گنیں سیدھی کرلیں۔ وہ بولی۔ "مجھے گولی مار دوگے تو بہت سے سوالوں کے جواب نہیں ملیں گے کہ ہم باپ بیٹی کون ہیں؟ اور کس کی خفیہ آرمی تمہیں تباہ کررہی ہے؟"

کمانڈر کے گن کی نال نیچے جھک گئی۔ اس نے حکم دیا۔ "ابھی کوئی گولی نہ چلائے۔ ہم ایک بزدل باڈی بلڈر کی خاطر اہم معلومات سے محروم نہیں رہیں گے۔"

وہ باڈی بلڈر ایک لڑکی کی گرفت سے تڑپ تڑپ کر نکلنے کی کوشش کررہا تھا اور ناکام ہو رہا تھا۔ پھر ہڈیوں کی کڑکڑاہٹ سنائی دی۔ دو ہاتھوں کی قینچی میں اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ دیدے پھیل گئے تھے۔ جمیلہ نے اسے گرفت سے آزاد کیا تو اس کا بے جان جسم ڈھلک کر فرش پر آگیا۔

سب اپنی آنکھوں سے ایک لڑکی کی غیر معمولی جسمانی قوت کو دیکھ رہے تھے۔ پھر بھی یہ خواب جیسا لگ رہا تھا۔ اس کی آواز نے سب کو چونکا دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "دیکھ لیا کمانڈر! تمہارے ان دو آدمیوں کی بھی گردنیں میں نے اسی طرح توڑی تھیں۔ تم چاہو تو مجھے گردن توڑ بخار کہہ سکتے ہو۔"

وہ بولا۔ "میں زندگی میں پہلی بار ایک لڑکی کے روپ میں عجوبہ دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے اندر جادوئی قوتیں ہیں۔ اس کے باوجود تم ہماری گولیوں سے چھلنی ہو جاؤگی۔ میں چاہتا ہوں تم زندہ رہو مگر ہمارے لیے' ہماری دوست بن کر۔"

میں اس کے اندر تھا۔ میں نے جمیلہ سے کہا۔ "اب یہ معلوم کرنا چاہے گا کہ ہم کون ہیں اور اس علاقے میں ہماری خفیہ آرمی کہاں چھپی ہوئی ہے؟"

"ہاں' یہ کمبخت دوستی بھی کرنا چاہتا ہے۔"

"شیطانوں سے کبھی دوستی نہیں ہوتی۔ تم ان کے کسی سوال کا جواب نہیں دوگی۔"

"پاپا! یہ کمانڈر کے علاوہ تعداد میں بیس کامریڈ ہیں۔ آپ تنہا خیال خوانی کے ذریعے کتنوں کو گولیاں چلانے سے روک سکیں گے؟"

"میں کسی کو خیال خوانی کے ذریعے نہیں روکوں گا۔ بند کمرے میں آرام سے بستر پر لیٹا صرف تماشا دیکھ رہا ہوں۔"

"میں سمجھ گئی۔ آپ میری ذہانت اور حاضر دماغی کا امتحان لے رہے ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس مرحلے پر میرا اور تمہارا کام ختم ہوچکا ہے۔ تمہیں صرف ان کے سوالوں کے جواب دینے سے انکار کرنا ہے۔ اس کے بعد حالات کا رخ پھیرنے کے لیے تمہارا ایک اجنبی ساتھی یہاں آرہا ہے۔"

"میرا ساتھی اور وہ بھی اجنبی؟ پاپا! آپ پہیلیاں بجھوا رہے ہیں۔"

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ کمانڈر نے کہا۔ "تم بڑی دیر سے خاموش ہو۔ شاید ہم سے دوستی کے متعلق غور کررہی ہو۔ بے شک تمہیں اس معاملے پر غور کرنا چاہیے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو کمانڈر! میرے پاپا کی نصیحت ہے کہ شیطانوں سے دوستی نہیں کی جاتی۔"

یہ بات سنتے ہی بیس کامریڈس کی گنیں سیدھی ہوگئیں۔ سب نے اسے نشانے پر رکھ لیا۔ کمانڈر نے کہا۔ "چلو ہم شیطان ہی سہی۔ اب یہ بتاؤ کہ شیطانوں کی بستی میں کیا کرنے آئی ہو؟"

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی۔"

"تو پھر ہم تمہیں گولی مار کر تمہارے باپ سے سوالات کریں گے۔ ابھی جوان ہو' حسین ہو' اپنی زندگی سے پیار کرو۔ میں تمہیں آخری مہلت دینے کے لیے دس تک گن رہا ہوں۔ میرے دس کہتے ہی یہ تمام کامریڈ تمہیں گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔ تم سوچو' میں گن رہا ہوں۔ ایک.... دو.... تین.... چار.... پانچ.... چھ...."

وہ پتھر کے مجسمے کی طرح خاموش اور بے حس و حرکت کھڑی ہوئی تھی۔ جب سے پیدا ہوئی تھی' اسے باپ کا پیار نہیں ملا تھا۔ پھر مجھ سے باپ کی محبت اور شفقت ملنے لگی تو وہ محبت سے نہال ہوگئی۔ ایک ایسی سعادت مند بیٹی بن گئی کہ باپ نے کہا۔ دشمنوں کے نرغے میں رہو لیکن کسی سوال کا جواب نہ دو تو وہ بیس عدد رائفلوں کے درمیان گولیوں سے چھلنی ہونے کے لیے گونگی بن گئی۔ کیونکہ تابعدار بیٹی تھی۔

کمانڈر گن رہا تھا۔ "سات.... آٹھ .... آخری موقع ہے۔ نادان لڑکی! اپنی زندگی کی قدر کر۔"

وہ ناقدری تھی' گونگی تھی۔ سعادت مند اور تابعدار تھی۔ کمانڈر نے کہا۔ "نو...."

ایک آخری عدد رہ گیا۔ اسی وقت ہوٹل میں داخل ہونے کا بڑا سا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا۔ اس دروازے کے شیشے چکنا چور ہو کر فرش پر بکھر گئے۔ خانہ جنگی کی وجہ سے سڑکوں' گھروں اور ہوٹلوں کے باہر روشنیاں بجھی رہتی تھیں۔ یعنی باہر تاریکی اور اندر روشنی رہا کرتی تھی۔ اس لیے پہلے صاف طور سے نظر نہیں آیا کہ اندر سے بند دروازے کو کس نے لات مار کر توڑا اور کھولا ہے؟

کھلے ہوئے دروازے پر ایک شخص سائے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پتلون اور چمڑے کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ سر پر فلیٹ ہیٹ تھا۔ وہ اندر آیا۔ اس نے روشنی میں فلیٹ ہیٹ کو اتار کر ایک طرف پھینکا تو چہرہ صاف نظر آیا۔ وہ انسان تھا مگر چہرہ ایسا تھا جیسے ڈارون کی تھیوری کے مطابق ایک بندر ترقی کرتے کرتے انسان بن گیا ہو۔

پھر وہ ذرا ترچھا ہوا تو ایک دُم نظر آئی۔ وہ دُم پتلون کے پچھلے سوراخ سے باہر نکل کر اوپر کو مڑی ہوئی تھی۔ ان سب دیکھنے والوں پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ انہوں نے زندگی میں پہلی بار ایسا بندر آدمی دیکھا تھا جسے بندر بھی کہا جاسکتا تھا اور آدمی بھی۔

کمانڈر نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

اس نے گردن تک بند' جیکٹ کی زِپ کو اوپر سے نیچے کیا۔ جیکٹ کا اگلا حصہ کھل گیا۔ پتا چلا اس نے ایک بڑا سا ہار پہنا ہوا ہے۔ اس ہار سے دھماکا خیز دستی بم منسلک تھا۔ اس نے جیکٹ کی جیب سے ایک ریموٹ کنٹرول نکالا۔ پھر ایک بھاری بھرکم گونجتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

"میں سب سے پہلے اس رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں' جس نے مجھے جاندار بنایا۔

"پھر میں بابا صاحب کے ادارے کے ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کا ممنون ہوں' انہوں نے میری بھرپور اسٹڈی کی۔ میری زبان اور گلے کا آپریشن کیا اور میری زبان کو قوتِ گویائی دی۔ ان کی بدولت میں آج تھوڑا بہت ٹوٹا پھوٹا بولنے کے قابل ہوگیا ہوں۔

"آج یہاں آکر تم سب سے یہ بولتا ہوں کہ صرف یہ ایک لڑکی کیوں مرے گی؟ میرے ان بموں کے پھٹنے سے ہم سب اس لڑکی کے ساتھ فنا ہوسکتے ہیں تو پھر یہ اکیلی کیوں مرے؟"

وہ چپ ہوگیا۔ سب کو چپ لگ گئی۔ وہ سب اپنے کمانڈر کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

جمیلہ ابھی تک حیرانی سے ہیرو کو تک رہی تھی اور سوچ کے ذریعے مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ "پاپا! کیا آپ نے اسی اجنبی ساتھی کا ذکر کیا تھا؟"

میں نے کہا۔ "یہ بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہے۔ میری فیملی کا ایک ممبر ہے۔ تم اپنا سمجھوگی تو یہ اپنا ساتھی ہوگا۔ اجنبی سمجھوگی تو پھر اجنبی ساتھی ہی رہے گا۔"

وہ مسکرائی۔ "میرے پاپا کی فیملی کا فرد بھلا میرا اپنا کیوں نہیں ہوگا؟" وہ مسکراتی ہوئی ہیرو کے پاس آئی۔ پھر اس کے ایک بازو کو تھام کر بولی۔ "زندگی بہت پیاری ہوتی ہے۔ کون کسی کے لیے جان دیتا ہے؟ لوگ زندگی کے ساتھی بنتے ہیں۔ یہ میری موت کا ساتھی بن کر آیا ہے۔ میرے ساتھ مرنا اور تم سب کو حرام موت مارنا چاہتا ہے۔"

وہ سب دیدے پھیلائے ان جان لیوا بموں کے ہار کو دیکھ رہے تھے۔ جمیلہ نے کہا۔ "کمانڈر! تم شاید آخری گنتی بھول گئے ہو۔ میں یاد دلاتی ہوں۔ اُدھر تم "دس" کہو' اِدھر میرا ساتھی ریموٹ کنٹرول کا ایک بٹن دبا کر بس کردے گا۔ تماشا ہوگا مگر ہم تم تماشا دیکھنے کے لیے نہیں رہیں گے۔"

کمانڈر نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "نہیں تم دیکھ رہی ہو۔ تمام کامریڈس نے اپنی رائفلیں جھکالی ہیں۔ ہم...... ہم سب کو زندہ رہنا چاہیے۔"

ہیرو نے کہا۔ "زندہ رہنے کی ایک ہی شرط ہے۔ اپنا ایک ایک ہتھیار میرے قدموں میں پھینک دو۔"

جمیلہ نے کہا۔ "تم نے سیکڑوں کامریڈس' بے شمار اسلحہ اور راکٹ لانچر وغیرہ کے ذریعے اس علاقے پر قبضہ کیا تھا۔ ان سیکڑوں میں سے تمہارے یہ بیس کامریڈ رہ گئے ہیں۔ باہر سے کوئی یہاں نہیں آئے گا۔ کیونکہ سب فنا ہو چکے ہیں۔ ہتھیار نہیں پھینکوگے تو تم سب ہمارے ساتھ مارے جاؤگے۔ کیونکہ ہمیں تو مرنا ہی ہے۔"

کمانڈر نے شکست خوردہ سی آواز میں کہا۔ "اپنے ہتھیار اس کے قدموں کی طرف پھینک دو۔"

ان سب نے حکم کی تعمیل کی۔ ہتھیار پھینکنے لگے۔ ہیرو اور جمیلہ کے قدموں میں ہتھیاروں کا انبار لگنے لگا۔ پھر وہ سب اپنے کمانڈر کے پیچھے جاکر کھڑے ہوگئے۔ جمیلہ نے آگے بڑھ کر ایک ایک کی تلاشی لی۔ کسی کے لباس میں پستول' کسی کی جیب میں چاقو اور کسی کے پاس ہینڈ گرینیڈ چھپا ہوا تھا۔ جمیلہ نے وہ تمام چیزیں لے کر ہتھیاروں کے ڈھیر میں ڈال دیں۔

پھر ہیرو نے آگے بڑھ کر کمانڈر کے ہاتھ میں اپنا ریموٹ

کنٹرول رکھا۔ اسے بموں کا ہار پہنادیا۔ پھر ہتھیاروں کے پاس آکر بولا۔ "اب تمہارے ہتھیار ہمارے اور ہمارے ہتھیار تمہارے ہوگئے لیکن ہمارے وہ بم نقلی ہیں' پلاسٹک کے کھلونے ہیں۔ کم آن' ہار میں سے کوئی سا بھی بم نکال کر چیک کرلو۔"

کمانڈر نے ہار کو گلے سے اتار کر دیکھا۔ پھر ہار کے ہک میں سے ایک بم کو نکالا۔ وہ عام بم کی طرح کسی قدر وزنی تھا۔ اوپر سے پیچ دار ڈھکن تھا۔ اس نے ڈھکن کو گھما کر کھولا۔ اندر دیکھا تو وہاں بارود کی جگہ چھوٹے کنکر بھرے ہوئے تھے۔ اس نے تین چار بموں کو اسی طرح کھول کر دیکھا۔ وہ سب اسی طرح نقلی تھے۔

جمیلہ رازی قہقہے لگا کر بولی۔ "میں تو بھول ہی گئی تھی کہ پاپا کی فیملی میں کوئی فرد اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا۔ سب نہتے رہتے ہیں۔ میرا یہ ساتھی بھی یہاں ہتھیار کے بغیر آیا اور اس نے تم سب سے ہتھیار رکھوالیے۔"

وہ قہقہے لگا رہی تھی۔ کمانڈر نے جھنجلا کر ہار اور ریموٹ کنٹرول فرش پر پٹخ دیا۔ ہیرو نے کہا۔ "جیسا کہ میری ساتھی کہہ چکی ہے' ہمیں ہتھیاروں کے بغیر جنگ جیتنے کی ٹریننگ دی گئی ہے۔ ہمیں پیدا کرنے والے خالق حقیقی کی قسم ہے' ہم ان ہتھیاروں کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ یہ تمہارے ہیں مگر تم بھی ہاتھ نہیں لگاسکو گے۔ اگر انہیں یہاں سے اٹھاسکو تو اٹھاؤ اور ہم پر گولیاں برساؤ۔"

وہ بیس عدد تھے اور مقابلے میں صرف دو تھے۔ انہیں زیر کرنا اور ان سے ہتھیار چھین لینا ناممکن نہیں تھا۔ ان سب نے ان پر ایک ساتھ چھلانگ لگائی لیکن وہ دُم تھی یا آہنی سلاخ ان کے منہ پر اور جسم پر پڑتی گئی۔ اس دُم نے کسی کی گردن لپیٹی اور اسے اٹھا کر اس کے ساتھیوں پر پھینک دیا۔ کسی کے منہ پر جمیلہ کی ٹھوکر لگی۔ کسی کی گردن پر کراٹے کے ہاتھ پڑے۔ وہ چیخ رہے تھے۔ کراہ رہے تھے۔ جو ایک بار ہتھیار حاصل کرنے گیا وہ غیر معمولی قوت رکھنے والوں کے ہاتھ کھا کر دور جاگرا۔ پھر اس میں دوبارہ اٹھنے کی سکت نہیں رہی۔

ان میں سے ہر ایک کی یہ کوشش تھی کہ اس ڈھیر میں سے ایک ہتھیار اٹھا کر جمیلہ اور بندر آدمی پر گولیاں برسادیں لیکن ہتھیاروں کو اٹھانا تو دور کی بات ہے۔ ان میں سے کوئی کسی ہتھیار کو چھو بھی نہ سکا۔

صرف دس منٹ میں فیصلہ ہوگیا۔ بیس کامریڈ دور دور تک فرش پر بیٹھے یا لیٹے کراہ رہے تھے۔ کسی کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا' کسی کی کھوپڑی تڑخ گئی تھی۔ کوئی دونوں پیروں سے اپاہج ہوگیا تھا۔ کسی کے دانت اور کسی کے جبڑے ٹوٹ گئے تھے۔ ان سب کے درمیان صرف کامریڈ کمانڈر صحیح سلامت کھڑا تھا۔

جمیلہ رازی نے اس سے کہا۔ "تم کمیونسٹ لوگ خدا کو نہیں مانتے۔ مگر کیا یہ قدرت کی مہربانی نہیں ہے کہ ہوٹل کے باہر تمہارے تمام کامریڈ مارے گئے ہیں۔ باقی یہاں اپاہج پڑے ہیں اور صرف تم صحیح سلامت رہ گئے ہو؟ کیا ابھی قدرت تم پر مہربان نہیں ہے؟"

ہیرو نے پوچھا۔ "کیا اس معجزے کو سمجھ سکتے ہو کہ کسی مخالف فوج سے جنگ نہیں ہوئی لیکن تمہارے تمام جنگی سپاہی مارے گئے۔ تم پر ذرا بھی آنچ نہیں آئی۔ کیا تم یہاں سے صحیح سلامت جانا چاہتے ہو؟"

کمانڈر نے کہا۔ "مجھے اپنے سامنے اپنی موت نظر آرہی ہے۔ میں یقین نہیں کرسکتا کہ مجھے زندہ چھوڑ دیا جائے گا؟"

"ہماری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ تمہارے زندہ رہنے کی شرط یہ ہے کہ یہاں سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر قاضی اکبر کے پاس جاؤ۔ ان سے کہو' تم یہ علاقہ چھوڑ کر جارہے ہو۔ یہی بات ڈی پی کے لیڈر نذرالدین سے کہو۔ پھر انہیں یا ان کے نمائندوں کو شہر میں اپنی تباہی کا معائنہ کرنے کے لیے ساتھ لے آؤ۔"

وہ سہم کر بولا۔ "میں مجاہدین کے علاقوں میں جاؤں گا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"مجاہدین کم ظرف نہیں ہیں۔ وہ تنہا اور نہتے دشمن پر حملہ نہیں کرتے۔ تم جاؤ۔ ہم خدا سے تمہاری زندگی کی دعا کرتے ہیں۔ آئی آر پی اور ڈی پی کے لیڈروں یا نمائندوں کو بلا کرلے آؤ۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں چلتا ہوا باہر جاکر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اوجھل ہونے کے بعد وہ دھوکا دے سکتا تھا۔ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر تاجکستان کے شمال میں لینن آباد کے کمیونسٹ ہیڈ کوارٹر میں جاسکتا تھا لیکن نہیں جاسکا تھا۔ میں اس کے اندر موجود تھا۔

ہوٹل کے اندر زخمی اور اپاہج پڑے ہوئے تھے۔ جمیلہ ہیرو کے ساتھ ہتھیاروں کے ڈھیر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بولا۔ "ایسا لگتا ہے جیسے ابھی ہم آئے اور آتے ہی مقبوضہ علاقے کو فتح کرلیا اور دشمنوں کو بھگادیا۔ اب یہاں آئی آر پی اور ڈی پی کے مجاہدین کا قبضہ رہے گا۔"

"ہاں بظاہر جنگ ختم ہوچکی ہے لیکن یہ مقامی چھوٹی بڑی سیاسی پارٹیوں کی جنگ ہے۔ اس کے پیچھے امریکا اور دوسرے مغربی ممالک ہیں۔ اس لیے اس جنگ کا اختتام عارضی ہے۔"

"تو پھر جنگ جاری رہے گی تو ہمارا قیام یہاں عارضی نہیں رہے گا۔"

وہ بولی۔ "ہاں' عارضی نہیں رہے گا۔"

"اور ہماری دوستی بھی عارضی نہیں رہے گی؟"

جمیلہ رازی نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر کہا۔ "دوستی مستقل اور مستحکم رہے گی۔"

ہیرو نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ جمیلہ نے ہاتھ ملایا۔

دو ہاتھ ملے' دو فولاد ملے۔ دو نیگیٹو اور پازیٹو فولادی روبوٹ مصافحہ کررہے تھے۔ اللہ خیر کرے۔

دوشنبے کے مضافات میں تمام مسلمان حیران تھے کہ شہر کے مقبوضہ علاقے میں کمیونسٹوں سے کون جنگ لڑ رہا ہے اور جس طرح لرزہ خیز دھماکے دور تک سنائی دے رہے تھے اور آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے اس سے یہی ظاہر ہورہا تھا کہ کوئی بہت بڑی فوج جدید ہتھیاروں سے لیس ہوکر کمیونسٹوں کے خلاف آئی ہے اور انہیں دوشنبے سے بھاگنے پر مجبور کررہی ہے۔

رات کے نو بجے تک فائرنگ اور دھماکے رک گئے۔ ایک طویل خاموشی چھاگئی۔ رات کی تاریکی میں جگہ جگہ صرف شعلے بھڑکتے ہوئے دکھائی دیے۔ یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ شاید فائر بندی کے سلسلے میں سمجھوتا ہوا ہے یا پھر کسی ایک پارٹی نے شکست کھا کر ہتھیار ڈال دیے ہیں۔

مضافاتی بستیوں سے مسلمان مرد' عورتیں' بچے' بوڑھے اور مسلح مجاہدین گھروں اور مسجدوں سے نکل کر دوشنبے شہر کی سمت دیکھ رہے تھے۔ قاضی اکبر تردزون یہاں کے راہنما اور معروف وکیل تھے۔ ان کے ایک جاسوس نے شہر سے ٹرانسیٹر کے ذریعے اطلاع دی تھی کہ کمیونسٹ مسلح جنگ بازوں نے شہر میں جہاں جہاں مورچے بنائے تھے' وہ سب تباہ ہوچکے ہیں۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ تباہی کیسے عمل میں آئی ہے۔ کیونکہ اس جاسوس نے ابھی تک کمیونسٹوں پر حملہ کرنے اور انہیں تباہ کرنے والی فوج کو دیکھا نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں سے چھپ کر حملے کیے جارہے ہیں۔

رات کے دس بجے قاضی اکبر کی ایک مضافاتی بستی کے لوگوں نے دیکھا' شہر کی سمت سے ایک گاڑی چلی آرہی تھی۔ تاریکی میں دور سے صرف اس کی ہیڈ لائٹس دکھائی دے رہی تھیں۔ کچھ قریب آنے پر اس گاڑی سے لگا ہوا ایک سفید جھنڈا نظر آیا۔ سفید پرچم امن و سلامتی کی علامت ہوتا ہے۔ وہ آنے والا امن و سلامتی کے لیے بستی میں آرہا تھا۔

جب وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا بستی کی روشنی میں پہنچا تو قاضی اکبر اور مجاہدین نے اسے پہچان لیا۔ وہ کمیونسٹ پارٹی کا کامریڈ کمانڈر تھا۔ بالکل تنہا آیا تھا۔ یہ سب کے لیے حیرانی کی بات تھی کہ دشمنوں کا ایک لیڈر کسی ہتھیار کے بغیر تنہا آیا تھا۔ اس نے گاڑی سے باہر آکر اکبر تردزون سے کچھ فاصلے پر رک کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "میری فوج کے سپاہی مارے گئے ہیں' جو بچ گئے ہیں' وہ بری طرح زخمی ہیں یا ہمیشہ کے لیے اپاہج ہوچکے ہیں۔ صرف میں ہی ایک زندہ سلامت رہ گیا ہوں۔"

قاضی اکبر نے پوچھا۔ "تمہاری کس سے جنگ ہوئی تھی؟"

کامریڈ کمانڈر نے کہا۔ "میں نہیں جانتا کہ وہ کیسے گوریلا فائٹر تھے' جو نظر نہیں آئے اور نہ ہی ان میں سے کوئی مقابلے میں مارا گیا۔ ہم پر حملہ کرنے والے کسی ایک سپاہی کی بھی لاش نہیں ملی۔ اس کے برعکس میرے سب ہی لوگ مارے گئے ہیں۔"

"تمہاری اس بات پر کون یقین کرے گا کہ اتنی زبردست جنگ ہوتی رہی اور تمہارے مقابل آنے والوں میں سے ایک بندہ بھی مارا نہیں گیا۔"

"آپ شہر میں جاکر ہماری تباہی کا منظر دیکھیں گے تو آپ کو یقین آجائے گا۔ کیا آپ وہاں تک جانے کی زحمت کریں گے۔"

"کیا ہمیں پھانسنے کے لیے وہاں جال بچھا کر آئے ہو؟"

"میں جانتا تھا کہ آپ مجھ پر بھروسا نہیں کریں گے۔ کوئی بات نہیں' آپ اپنے ایک دو نمائندوں کو بھیج سکتے ہیں۔"

"ہاں' میں اپنے دو نمائندے بھیج سکتا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ۔ تمہارے سب ہی لوگ مرگئے یا زخمی ہوگئے تم کیسے زندہ سلامت ہو؟"

"انہوں نے مجھے اس لیے زندہ چھوڑ دیا ہے کہ میں آپ حضرات کو اور ڈی پی کے لیڈر نذرالدین وغیرہ کو شہر میں بلا کرلاؤں اور آپ سب کو اپنی تباہی کا عبرت ناک تماشا دکھاؤں۔"

"تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے؟"

"میں ان کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا ہوں۔ وہ باپ بیٹی ایران کے ایک پرائیویٹ طیارے میں آئے تھے۔ باپ کا نام ایف علی اور بیٹی کا نام جمیلہ رازی ہے؟"

"تم نے ان سے ملاقات کی ہوگی۔ ان سے گفتگو ہوئی ہوگی۔ ان کی آمد کا مقصد معلوم کیا ہوگا؟"

"وہ ایران سے آئے ہیں۔ مقصد صاف ظاہر ہے کہ وہ آپ مسلمانوں کے حمایتی ہیں۔ ایران کے خاص طیارے میں آنے والے خاص اہمیت کے حامل ہوں گے۔"

"تم یہاں تنہا آئے ہو۔ ان باپ بیٹی میں سے کسی کو ساتھ لے آتے تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا؟"

"باپ سے ابھی تک میرا سامنا نہیں ہوا ہے۔ ہاں اگر بیٹی کے متعلق یہ کہوں گا کہ وہ غیر معمولی جسمانی قوت کی حامل ہے تو شاید آپ یقین نہ کریں۔ اس نے میرے دو کامریڈ اور ایک پہلوان کی گردنیں توڑدی ہیں۔ جس کے منہ پر اس کا ایک ہاتھ پڑتا ہے اس کے دانت اور جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں۔"

وہ سب لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر بے یقینی سے تبصرے کرنے لگے۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی لڑکی اس قدر شہ زور ہوسکتی ہے۔ کامریڈ کمانڈر انہیں بندر آدمی یعنی ہیرو کے متعلق بھی بہت کچھ کہہ سکتا تھا لیکن اس نے کچھ نہیں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ کوئی اس کے بارے میں یہ سن کر یقین نہیں کرے گا کہ اس آدمی کی ایک دم بھی ہے۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ کمانڈر اپنی تمام فوج کی تباہی پر نیم پاگل سا ہوگیا ہے اور اول فول بک رہا ہے۔

قاضی اکبر نے اپنے دو آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ کمانڈر کے ساتھ جائیں۔ ان باپ بیٹی سے ملاقات کریں اور شہر کے حالات کا جائزہ لے کر آئیں۔ کمانڈر نے قاضی اکبر سے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ آپ ڈی پی کے لیڈر نذرالدین زبیر دولا سے بھی رابطہ کریں اور

انہیں بھی اپنے دو نمائندوں کو ہوٹل میں بھیجنے کے لیے کہہ دیں تاکہ ان کی طرف سے بھی ہماری شکست کی تصدیق ہوجائے اور آپ کے مجاہدین شہر میں ہماری جگہ لے لیں۔"

میں کامریڈ کمانڈر کے اندر موجود تھا۔ جب قاضی اکبر ٹرانسیٹر کے ذریعے ڈی پی کے لیڈر سے رابطہ کرنے لگا تو کمانڈر نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "ایک اور اہم بات سن لیں اور اس پر عمل کریں۔ کل سے سگریٹ کے جتنے بھی کارٹن مجاہدین کے علاقوں میں آئیں گے ان کا ایک سگریٹ بھی کوئی مجاہد یا عام مسلمان استعمال نہ کرے کیونکہ ان سب کے تمباکو میں ہیروئن کی آمیزش ہے۔ اسے استعمال کرنے والے نشے کے عادی اور جسمانی طور پر لاغر ہوجائیں گے۔"

"اس ملک کے جنوبی، مشرقی اور مغربی حصوں میں سگریٹوں کے ہول سیلر اور دکاندار مسلمان ہیں۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ تمام مسلمان اپنے مجاہدین کو نشے کا عادی بنائیں گے؟؟"

"غیر ملکی سگریٹ باہر سے آتے ہیں۔ باہر یہ آمیزش کی گئی ہے۔ یہاں کے کسی ہول سیلر اور دکاندار کو اس سازش کا علم نہیں ہے۔ آپ اپنے تمام علاقوں میں یہ خبر پہنچا دیں اور کل سے جتنے کارٹن آئیں، انہیں کھول کر ان سگریٹوں کا تمباکو چیک کریں، ان میں سفید پاؤڈر ملا ہوا نظر آئے گا۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "تم جانی دشمن ہو مگر کسی فرشتے کی زبان سے بول رہے ہو۔ اپنے تمام جنگجو کامریڈس کی ہلاکت کے بعد شاید تمہارے اندر انسانیت جاگ رہی ہے۔ آئندہ ہم تمام سگریٹوں کا تمباکو چیک کریں گے۔"

کمانڈر دو مجاہدین کو ساتھ لے کر گاڑی میں چلا گیا۔ قاضی اکبر نے ٹرانسیٹر کے ذریعے ڈی پی کے لیڈر نذرالدین زبیر دولا سے رابطہ کرکے اسے کمانڈر کی آمد کے متعلق بتایا اور کہا کہ وہ بھی اپنے دو چار مجاہدین کو دو شنبے کے کمیونسٹ علاقے میں بھیج کر وہاں کے حالات معلوم کرے اور مشرق سے لے کر مغرب اور جنوب تک جہاں جہاں مسلمانوں کی آبادی اور مجاہدین کے اڈے ہیں، وہاں یہ تاکید کردی جائے کہ اوّل تو وہ سگریٹ نوشی ترک کریں یا پھر تمباکو چیک کیے بغیر سگریٹ استعمال نہ کریں۔

یہ ہدایات تمام علاقوں کے مسلمانوں اور مجاہدوں تک پہنچائی جانے لگیں۔ کمانڈر دو مجاہدین کے ساتھ ہوٹل میں واپس آیا۔ وہاں ڈی پی کے مجاہدین بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے جمیلہ رازی سے ملاقات کی اور ہیرو کو دیکھ کر حیران ہوتے رہے۔ ہیرو نے ان سے کہا۔ "بے شک میں ایک عجوبہ ہوں۔ مگر خدا کی قدرت، طب اور سائنس کا کمال ہوں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دیتا ہے، جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ اس ربِ کریم نے ہمیں اور تمہیں عزت، فتح و نصرت دی ہے اور کمانڈر کو ذلت نصیب ہورہی ہے۔"

ڈی پی کے ایک مجاہد نے کہا۔ "واقعی ہم ان علاقوں سے گزرتے آرہے ہیں، جہاں کمانڈر نے ہمارے خلاف مورچے بنائے تھے۔ وہ تمام مورچے تباہ ہوچکے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہمیں راستے میں کوئی دشمن نہیں ملا۔ کیا آپ ہماری حیرانی دور کریں گے کہ اتنے زبردست مورچے بنانے والے دشمنوں کو شکست کیسے ہوئی؟؟"

جمیلہ نے کہا۔ "آپ کی حیرانی دور ہوجائے گی۔ پہلے آپ لوگ واپس جاکر اپنے راہنماؤں اور مجاہدین کو یہاں لے آئیں۔ مجاہدین یہاں اپنے مورچے بنائیں گے اور ہم آپ کے لیڈروں سے گفتگو کریں گے۔"

وہ چاروں وہاں سے چلے گئے۔ ہیرو نے کمانڈر سے کہا۔ "ہم چاہتے تو تمہارے ان بیس عدد کامریڈس کی مرہم پٹی کرواسکتے تھے۔ لیکن انہیں تکلیف کا احساس دلانے کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔ اب تم منیجر کے ساتھ جاکر ڈاکٹروں اور کمپاؤنڈروں کو لے آؤ اور ان کی تیمارداری کرو۔"

وہ تمام بیس عدد کامریڈس ہوٹل کے بڑے ہال میں کاؤنٹر کے سامنے بیٹھے اور لیٹے ہوئے تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ زخمی تھے اور کچھ بالکل ہی ہاتھ پاؤں سے اپاہج ہوگئے تھے۔ ہیرو کے سامنے انہوں نے جو ہتھیار ڈالے تھے وہ اب کارتوس وغیرہ سے خالی کردیے گئے۔ جمیلہ اور ہیرو نے تمام کارتوس اور ہینڈ گرینیڈ وغیرہ کئی تھیلوں میں بھر کر ایک بڑی میز پر رکھ دیے تھے پھر اس میز کے اطراف بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھے۔

وہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی زندگی کی داستان سنا رہے تھے۔ ہیرو کی داستان حیرت انگیز تھی۔ جمیلہ بڑی حیرانی اور دلچسپی سے سنتی رہی۔ جمیلہ کی داستان مصائب اور مایوسیوں سے بھری تھی اسے بچپن سے باپ اور بھائیوں کی محبت نہیں ملی تھی۔ باپ نے اس کی ماں کو بیٹی پیدا کرنے کے جرم میں مار ڈالا تھا۔ ہیرو بڑی ہمدردی اور محبت سے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے جمیلہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تمہاری پیدائشی بدقسمتی ختم ہوچکی ہے۔ تمہیں فرہاد صاحب جیسے باپ کی بھرپور محبت مل رہی ہے۔ تمہاری والدہ، باپ اور بھائی نہ رہے مگر آج تم فرہاد علی تیمور کے خاندان کی ایک عزت دار بیٹی ہو۔ اب تمہیں محبتیں ہی ملا کریں گی۔ کوئی تمہیں میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گا۔ پھر یہ کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ خداوند کریم نے ہم دونوں کو غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ میں چاہوں گا کہ تمہارے ساتھ رہوں۔ کیا تم میرا ساتھ چاہو گی؟"

جمیلہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں پھر جمیلہ نے نظریں جھکا لیں لیکن اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑایا۔

باہر بہت سی گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے دروازے پر آکر دیکھا۔ مجاہدین اور ان کے لیڈر آئے تھے۔ کمانڈر نے جمیلہ اور ہیرو کا تعارف ان سے کرایا۔ آنے والے افراد ہیرو کو

حیرانی اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے اور اس سے مل کر خوشی کا اظہار کررہے تھے۔ ان سب نے اندر آکر دیکھا۔ بیس عدد زخمی کامریڈس فرش پر پڑے تھے۔ ان کی مرہم پٹیاں ہوچکی تھیں۔ جمیلہ رازی نے قاضی اکبر اور نذرالدین جیسے راہنماؤں سے کہا۔ "ہم مسلمان ہیں۔ نہتے اور زخمی دشمنوں کو نہیں مارتے۔ میں آپ لوگوں سے گزارش کروں گی کہ کمانڈر اور ان زخمیوں کو یہاں سے جانے کی اجازت دے دیں۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "بیٹی! ابھی ہم ان کی شکست کو اچھی طرح سمجھ نہیں پائے ہیں۔ مگر اتنا سمجھ رہے ہیں کہ تم لوگوں نے یہ میدان مارا ہے۔ فاتح تم لوگ ہو۔ اگر جنگی قیدیوں کو رہائی دینا چاہتے ہو تو ضرور انہیں جانے دو۔ یہ تمہاری اعلیٰ ظرفی ہوگی۔"

ہوٹل کے باہر کمیونسٹوں کی کئی گاڑیاں تھیں۔ مجاہدین نے ان زخمیوں اور اپاہجوں کو گاڑیوں میں پہنچایا پھر کمانڈر کو ان کے ساتھ جانے دیا۔ ان کے جانے کے بعد ڈی پی کے راہنما نذرالدین زبیر دولا نے جمیلہ سے کہا۔ "ہم نے سنا ہے کہ تم اپنے والد کے ساتھ آئی ہو۔ وہ کہاں ہیں؟"

وہ بولی۔ "تیسری منزل پر ہمارے دو کمرے ہیں۔ میرے پاپا وہاں ایک کمرے میں سو رہے ہیں۔"

ہیرو نے پوچھا۔ "کیا آپ لوگوں کو یہ اطلاع نہیں ملی تھی کہ ایران سے کچھ لوگ آپ کے جہاد میں شریک ہونے آرہے ہیں؟؟"

قاضی اکبر نے کہا۔ "اس شہر میں دو ایرانی نمائندے ہم سے مسلسل رابطے رکھتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اطلاع دی تھی۔ ہم آپ کا اور حکومت ایران کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمیں آپ لوگوں سے امداد ملتی رہتی ہے لیکن ہم کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دشمنوں کو شکست دینے کے لیے ایرانی گوریلا فائٹر یہاں آجائیں گے۔"

جمیلہ نے مسکرا کر کہا۔ "یہ حکومت ایران کی پالیسی ہے کہ اسلامی ممالک کی ہر پہلو سے مدد کرو۔ لیکن یہ اصول نہیں ہے کہ اپنی فوج کسی بھی اسلامی ملک میں کسی معاہدے کے بغیر بھیجی جائے۔ یہاں کوئی ایرانی گوریلا فوج نہیں آئی ہے۔ صرف ہم باپ بیٹی اور یہ مسٹر ہیرو یہاں آئے ہیں۔"

"تو پھر کس کی فوج نے کمیونسٹوں سے جنگ کی اور انہیں دارالحکومت دوشنبے چھوڑ کر جانے پر مجبور کیا؟"

ہیرو نے کہا۔ "آپ نے ابھی دیکھا ہے کہ میرے اور جمیلہ رازی کے مقابلے میں یہاں بیس دشمن زخمی پڑے تھے۔ شاید کمانڈر نے بھی آپ کو بتایا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں دی ہیں۔ ہم نے کسی ہتھیار کے بغیر ان سب کو اپاہج اور زخمی بنا دیا۔"

جمیلہ نے کہا۔ "اسی طرح ہم نے ہوٹل کے باہر بھی جہاں دشمنوں کے مورچے تھے، کسی ہتھیار کے بغیر ان کے ہتھیاروں سمیت انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"آخر یہ کیسا طریقۂ جنگ ہے۔ ہم پہلی بار سن رہے ہیں کہ صرف تین بندوں نے پوری فوج کو پسپا کردیا ہے۔"

ہیرو نے کہا۔ "ہم اپنے طریقۂ جنگ کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکیں گے۔ کیونکہ یہ زبانی باتیں نہیں عملی باتیں ہیں۔ پھر دشمن حملہ کریں گے تو ہم عملی طور پر اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرکے آپ کو مطمئن کرسکیں گے۔"

جمیلہ نے کہا۔ "شہر کے لوگ سہمے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں کتنے غریب اور محتاج لوگ اپنے گھروں میں بھوکے پیاسے بیٹھے ہوں گے۔ آپ چند مجاہدین کو ہدایت دیں کہ وہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے شاہراہوں اور گلیوں میں اعلان کریں کہ اب اس شہر میں ایک بھی گولی نہیں چلے گی۔ آئی آر پی اور ڈی پی کے مجاہدین شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کی ذمے داری لے رہے ہیں۔ دکانداروں سے گزارش کریں کہ وہ چھوٹے بڑے ہوٹل، بیکری اور اناج کی دکانیں کھولیں اور شہر میں روشنی رکھیں۔ اب کسی کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "ایسا ہوجائے تو بھوکے غریب دعائیں دیں گے اور لوگ سکون سے سو سکیں گے۔ لیکن ہمارے دشمن صرف کمیونسٹ نہیں، ایک دوسری ڈی پی اپوزیشن والے بھی ہیں۔ وہ اچانک کہیں سے فائرنگ کرتے ہوئے ان علاقوں میں آسکتے ہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ آج کمیونسٹوں کی پراسرار شکست نے ڈی پی اپوزیشن والوں کو پریشان کردیا ہے۔ ان کا بھی خیال ہے کہ یہاں شاید ایرانی گوریلا فائٹر چھپے ہوئے ہیں اور یہاں کے مسلمان مجاہدین کی طاقت میں کئی گنا زیادہ اضافہ کرچکے ہیں۔ وہ لوگ اپنے علاقے سے باہر آکر یہاں حملہ کرنے کی جرات نہیں کرسکیں گے۔"

انہوں نے قائل ہوکر مجاہدین کو ہدایات دیں کہ وہ گلی گلی جاکر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے شہریوں کا خوف دور کریں۔ آج رات سے صبح تک جو لوگ دکان کھولنا چاہیں، ان تمام دکانداروں کی حفاظت کی جائے۔ جن کے گھروں میں اناج نہیں ہے، ان کے ہاں روٹیاں پہنچائی جائیں۔

چند مجاہدین ہدایات پر عمل کرنے کے لیے چلے گئے۔ قاضی اکبر نے کہا۔ "آپ لوگوں نے چند گھنٹوں میں میدان مار لیا۔ ہمیں تو ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے جہاد کی ضرورت ہی نہیں رہی۔"

"آپ ایسا نہ کہیں۔ جہاد کے بغیر فتح اور عظمت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ آپ کا ملک ہے۔ آپ اپنے مجاہدین کے ساتھ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے جہاد کرتے رہیں گے۔ ہم تو یہاں ان دشمنوں کے خلاف اقدامات کے لیے آئے ہیں جو چور راستوں سے یا خفیہ ڈپلومیسی کے ذریعہ یہاں آرہے ہیں۔"

نذرالدین زبیر دولا نے پوچھا۔ "کیا آپ خفیہ ڈپلومیسی کی وضاحت کریں گی؟"

"جی ہاں۔ سپر پاور امریکا منشیات کے اسمگلروں سے کام لے رہا ہے اور سگریٹ کے ذریعے یہاں کے مسلمانوں کو نشے کا عادی بنانا چاہتا ہے۔"

قاضی اکبر نے کہا۔ "بے شک کمانڈر بھی ہم سے یہی کہہ رہا تھا۔ واقعی یہ مغربی ممالک والے چور راستوں سے ہمارے ملک میں آرہے ہیں اور بڑی خاموشی سے ہماری جڑیں کھودنا چاہتے ہیں۔"

جمیلہ نے کہا۔ "ان کا دوسرا حربہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام اسکولوں' کالجوں اور لائبریریوں کو تباہ کردیں تاکہ تعلیم کا سلسلہ رک جائے اور عام مسلمانوں کو عالمی سیاست کے مکرو فریب سے بے خبر رکھا جائے۔"

"واقعی یہ ایسے حربے ہیں' جن کے ذریعے مسلمانوں کو پسماندگی کی انتہا کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ آپ لوگ واقعی بہت ہی باخبر ہیں اور ہماری جڑیں کاٹنے والوں کو پہچان رہے ہیں اور ہمیں ان کی مکاریوں سے بچا رہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "تم صرف طاقتور ہی نہیں ذہین اور باخبر رہنے والی لڑکی ہو۔ تمہارے والد ابھی سو رہے ہیں۔ صبح ان سے مل کر ہمیں بہت خوشی ہوگی۔"

میں کام کرنے کے لیے آیا تھا۔ سونا اور آرام کرنا یوں بھی اپنے نصیب میں کم ہے۔ اس لیے میں جاگ رہا تھا۔ اور ایک امریکی ایجنٹ نوبل ہارٹ کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ میں پچھلے باب میں نوبل ہارٹ کا ذکر کرچکا ہوں۔ وہ منشیات کے ایک اسمگلر نوروز خان کے ساتھ کامریڈ کمانڈر سے ملنے آیا تھا اور کمانڈر کو یہی حربے بتا رہا تھا کہ کس طرح مسلمانوں کے علاقوں میں سگریٹوں کے ذریعے ہیروئن کا نشہ پہنچایا جاسکتا ہے اور انہیں تعلیم سے محروم رکھ کر اور سیاسی چالوں سے بے خبر رکھ کر محکوم بنایا جاسکتا ہے۔

پھر اس نے کمانڈر کو یہ دھمکی دی تھی کہ اگر وہ امریکا سے یوں تعاون نہیں کرے گا تو پھر امریکا مسلمانوں کی پشت پناہی کرے گا۔ ان کی طاقت بڑھائے گا اور وہ کمیونسٹوں کو شمالی علاقوں سے بھگا کر انہیں روس جاکر پناہ لینے پر مجبور کردیں گے۔ کمانڈر یہ نہیں چاہتا تھا اس لیے وہ نوبل ہارٹ سے تعاون پر آمادہ ہوگیا تھا۔

لیکن امریکن پالیسی یہ ہے کہ کسی ایک پارٹی کے ہوکر نہ رہو۔ اگر پاکستان سے ہمدردی رکھو تو بھارت سے بھی دوستی نباہتے رہو۔ روس کو افغانستان سے بھگانے کے لیے پاکستان سے دوستی کی قسم کھاؤ تو چین کو اس کی سرحدوں تک محدود رکھنے کے لیے بھارت سے بھی دوستی کی قسمیں پوری کرتے رہو۔

اسی طرح نوبل ہارٹ نے کمیونسٹوں سے دوستی کی تو پھر اس سے رخصت ہوکر ڈی پی اپوزیشن پارٹی کے لیڈر سے ملنے آگیا۔ لیڈر نے کہا۔ "ہمیں سب خبر ہے۔ تم کامریڈ کمانڈر سے ملنے گئے تھے۔"

نوبل ہارٹ نے کہا۔ "میں ڈنکے کی چوٹ پر گیا تھا۔ چھپ کر ملنے جاتا تو تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا۔ ہم ہتھیاروں کے سوداگر ہیں۔ ہر ضرورت مند کے پاس جاتے ہیں۔ اور ہمیں پتا ہے کہ تم بھی ضرورت مند ہو اور تمہاری پارٹی مالی وسائل نہیں رکھتی ہے۔ میں ورلڈ بینک سے تمہاری پارٹی کو قرضہ بھی دلا سکتا ہوں۔"

وہ بولا۔ "واقعی تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ کس ملک کی کس سیاسی پارٹی کی کون سی دکھتی رگ ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ ہماری پارٹی کی پشت پر امریکا ہوگا تو تاجکستان میں ہماری حکومت قائم ہوجائے گی۔"

"تو پھر سمجھو' امریکا تمہارے پاس چل کر آگیا ہے اور یہاں تمہاری حکومت قائم ہوگئی ہے۔"

"کیا اس سلسلے میں کوئی معاہدہ کروگے؟"

"ہاں۔ معاہدہ یہ ہوگا کہ تاجکستان کے مشرق اور جنوب میں ہمارا فوجی اڈا قائم ہوگا۔ اس میں بھی تمہارا فائدہ ہے۔ مشرقی سرحد پر ہماری فوجیں رہیں گی تو چین اس ملک میں داخل نہیں ہوسکے گا۔"

"جنوب مشرق میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ امریکا سے سفارتی تعلقات برداشت کرلیں گے لیکن امریکی فوجی اڈا قائم نہیں ہونے دیں گے۔"

"ہم مسلمانوں کو کمزور اور محتاج بنا کر رکھنا جانتے ہیں۔ تم اپنی بات کرو۔"

"میں اپنی پارٹی کے لیے امریکی امداد حاصل کرنے کے لیے تمہیں یہاں فوجی اڈا بنانے کے معاہدہ پر دستخط کروں گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ لیڈر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کے ایک جاسوس نے کہا۔ "سر! ایک خوش خبری ہے۔ دوشنبے کے مقبوضہ علاقے سے کمیونسٹ پارٹی کا جنازہ نکل رہا ہے۔"

"کیا واقعی؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں آئی آر پی اور ڈی پی کے مجاہدین وہاں کامیاب ہورہے ہیں؟"

"سر! پہلے تو میں بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ مجاہدین نے حملہ کیا ہے۔ لیکن ڈی پی کے مجاہدین دوشنبے کے مشرقی علاقے میں ہیں اور پیش قدمی نہیں کررہے ہیں۔ اسی طرح آئی آر پی کے مجاہدین اور ان کے راہنما قاضی اکبر دوشنبے کی مضافاتی بستی میں ہیں۔ آپ نے بھی حملہ نہیں کیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ رات کی تاریکی پھیلتے ہی کمیونسٹ کس سے لڑتے رہے اور مرتے رہے۔"

"اب وہاں کے کیا حالات ہیں؟ جتنی جلدی ہوسکے معلومات حاصل کرو۔ آخر حملہ آور کون ہیں؟"

"سر! اس ہوٹل میں ایک باپ بیٹی آئے ہیں۔ میں نے باپ کو ابھی تک نہیں دیکھا ہے۔ وہ اپنے کمرے میں ہے۔ بیٹی حیرت انگیز جسمانی قوت رکھتی ہے۔ اس نے تین افراد کی گردنیں توڑ دی ہیں۔

یہاں کامریڈ کمانڈر اپنے بیس کامریڈس کے ساتھ آیا۔ وہ اس لڑکی کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک عجیب و غریب انسان وہاں پہنچ گیا۔ آپ شاید یقین نہیں کریں گے۔ وہ بندر بھی ہے اور آدمی بھی......"

"یہ کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا تم نے پی رکھی ہے؟"

"نو سر! میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر رپورٹ دے رہا ہوں۔"

وہ ہیرو اور جمیلہ کے بارے میں بتانے لگا کہ دونوں نے کسی ہتھیار کے بغیر بیس کامریڈس کو زخمی اور اپاہج بنادیا ہے اور کمانڈر کو اس شرط پر زندہ چھوڑا ہے کہ وہ قاضی اکبر اور نذرالدین دولا کو ان کے مجاہدین کے ساتھ بلا کر ہوٹل میں لے آئے۔

نوبل ہارٹ نے کہا۔ "فون پر بڑی لمبی گفتگو ہورہی ہے۔ خیریت تو ہے؟"

لیڈر نے جاسوس سے کہا۔ "کمانڈر ان مجاہدین اور ان کے لیڈروں کو ہوٹل میں لے آئے تو مجھے پھر فون پر اطلاع دینا۔ یہ معلوم کرو کہ وہ بندر آدمی اور وہ باپ بیٹی کون ہیں؟"

پھر وہ ریسیور رکھ کر نوبل ہارٹ کو اپنے جاسوس کی مکمل رپورٹ سنانے لگا۔ نوبل ہارٹ نے پوچھا۔ "تمہارے جاسوس نے اتنی تفصیلی معلومات کس طرح حاصل کی ہیں؟"

لیڈر نے کہا۔ "یہ ہمارا راز ہے کہ ہمارا کون جاسوس کہاں ہے؟ اور کس طرح معلومات حاصل کررہا ہے۔"

اس نے نوبل ہارٹ کو جاسوس کے بارے میں نہیں بتایا لیکن میں نے اس کی کھوپڑی میں رہ کر معلوم کیا۔ ہم جس ہوٹل میں تھے' وہ جاسوس اسی ہوٹل میں کچن کا انچارج تھا اور وہاں اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتا رہا تھا۔ نوبل ہارٹ نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمہاری پارٹی اور تمہارے جاسوسوں کے راز نہیں معلوم کروں گا۔ لیکن یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ کمیونسٹ پارٹی کی جنگ کس سے ہوئی تھی اور کمانڈر نے کس سے شکست کھائی ہے؟"

"وہ لڑکی اور بندر آدمی بہت پُراسرار ہیں۔ انہوں نے فاتحانہ انداز میں کمانڈر کو مضافاتی بستی میں بھیجا ہے۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ انہوں نے بیس ہتھیار والوں کو کسی ہتھیار کے بغیر زخمی اور اپاہج بنادیا۔ ان کے پیچھے ایسے ہی زبردست گوریلا فائٹر ہوں گے' جنہوں نے کمانڈر کے تمام مورچوں کو تباہ کیا ہوگا۔"

تھوڑی دیر بعد پھر جاسوس نے فون پر کہا۔ "سر! ان باپ بیٹی کے لیے کمرا نمبر تین سو تین اور تین سو چار مخصوص ہیں۔ باپ کا نام ایف علی اور بیٹی کا نام جمیلہ رازی ہے۔ ابھی وہ قاضی اکبر اور نذرالدین سے کہہ رہے تھے کہ جس طرح انہوں نے بیس مسلح کامریڈس کو زخمی کیا ہے۔ اسی طرح کمانڈر کی پوری فوج کو تباہ کیا ہے۔"

لیڈر نے پوچھا۔ "کیا یہ دعوے عقل تسلیم کرسکتی ہے کہ ان دونوں نے نہتے رہ کر پوری فوج کو تباہ کیا ہے؟"

"سر! ان کے مجاہدین کی بھی یہی رپورٹ ہے کہ دوشنبے کے کمیونسٹ علاقے میں کوئی دوسری فوج نہیں آئی تھی۔ کسی شہری' کسی مجاہد اور کسی جاسوس نے کسی حملہ آور فوج کو نہیں دیکھا ہے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ لیڈر نے نوبل ہارٹ کو یہ ساری باتیں بتائیں۔ نوبل ہارٹ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ وہ بولا۔ "یہ بندر آدمی کچھ عرصہ پہلے تل ابیب میں تھا۔ پھر ہمیں اطلاع ملی کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں چلا گیا ہے۔"

"یہ بابا صاحب کا ادارہ کہاں ہے؟"

"پیرس کے مضافات میں ہے۔ کیا تم نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا؟"

"میں پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"کیا تم نے فرہاد علی تیمور کا نام نہیں سنا ہے؟ اس کی فیملی وہیں رہتی ہے۔"

"ہاں' فرہاد کا نام سنا ہے۔ اس کی ٹیلی پیتھی کا بڑا چرچا ہے۔ سنا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے کمالات......"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ کیونکہ نوبل ہارٹ یکبارگی اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "ابھی تم نے باپ بیٹی کے نام بتائے تھے اور کہا تھا' باپ کا نام ایف علی ہے؟"

"ہاں۔" لیڈر بھی اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا۔ "کیا ایف علی کا مطلب فرہاد علی تیمور ہے؟"

"بے شک' اب یہ حیران کن تماشا سمجھ میں آرہا ہے۔ دوشنبے میں کوئی فوج کمیونسٹوں کے مقابلے میں نہیں آئی تھی۔ فرہاد علی تیمور نے ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھائے ہیں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے کامریڈ کمانڈر کے تمام مورچوں اور تمام فوجیوں کو ہلاک کیا ہے۔ اوہ مائی گاڈ! یہ فرہاد یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

وہ تیزی سے قدم بڑھا کر فون کے پاس آیا پھر سپر ماسٹر سے رابطہ کرنے لگا۔ ایسے وقت وہ سوچ رہا تھا کہ یہ اچھا ہوا کہ وہ کامریڈ کمانڈر کے ساتھ اس ہوٹل میں نہیں گیا۔ ورنہ فرہاد اس کے دماغ میں گھس آتا۔

اسے خوش فہمی تھی کہ وہ میری خیال خوانی سے محفوظ ہے۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "میں تاجکستان سے نوبل ہارٹ بول رہا ہوں۔ ایک بری خبر ہے۔ یہاں فرہاد علی تیمور پہنچا ہوا ہے۔"

وہ کمیونسٹ فوج کی پُراسرار شکست کے متعلق بتانے لگا۔ پھر اس نے بندر آدمی کا حوالہ دیا تو سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہاں' اس کا نام ہیرو ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ لیکن فرہاد کی کوئی جوان بیٹی نہیں ہے۔ شاید اس نے کسی کو بیٹی بنایا ہو۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں اس کا نام جمیلہ رازی ہے۔"

"کیا!" سپر ماسٹر حیرت سے چیخ پڑا۔ "جمیلہ رازی عمان میں تھی' یہ دوشنبے کیسے پہنچ گئی۔ فرہاد سے اس کا تعلق کیسے ہوا؟"

سپر ماسٹر کو اپنے اس سوال کا جواب بھی سمجھ میں آنے لگا۔ عمان میں جمیلہ نے بڑے حیرت انگیز کمالات دکھائے تھے۔ وہاں وہ ایسے چیلنج کرتی تھی اور ہر چیلنج پر ایسی کامیابی سے عمل کرتی تھی کہ ہمیشہ یہی شبہ ہوتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا اس کی پشت پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔

اب یہ واضح ہو رہا تھا کہ میں ہی عمان میں جمیلہ کو بیٹی بنا کر اس کے کام آتا رہا اور اب اس کے ساتھ تاجکستان آگیا ہوں۔ ہیرو کی موجودگی بھی ثابت کر رہی تھی کہ میں اس ملک میں ہوں۔

سپر ماسٹر نے نوبل ہائر سے پوچھا۔ "کیا فرہاد یا اس کے کسی ساتھی سے تمہارا سامنا ہوا ہے یا فون وغیرہ پر گفتگو ہوئی ہے؟ اچھی طرح سوچ کر بتاؤ۔"

"سوچنا کیا ہے۔ میں نے ابھی تک فرہاد' جمیلہ اور ہیرو کی شکل تک نہیں دیکھی ہے اور نہ ہی فون وغیرہ کے ذریعے کسی کو اپنی آواز سنائی ہے۔"

"کیا فرہاد کامریڈ کمانڈر کے ذریعے تمہارے اندر پہنچ سکتا ہے؟"

"تو سرا! کمانڈر سے میری ملاقات دوپہر کو ہوئی تھی۔ اور یہ خفیہ ملاقات تھی۔ پھر کمانڈر شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد دوشنبے آیا تھا اس کے بعد اس کی فوج پر تباہی آئی تھی۔ یعنی دوپہر کے بعد کمانڈر سے نہ میری ملاقات ہوئی نہ اس سے کسی طرح کا رابطہ ہوا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ فرہاد میرے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ فی الحال اپنی سرگرمیاں بند رکھو۔ اپنی رہائش گاہ سے باہر نہ نکلو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

ان کے درمیان فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ نوبل ہائر اس کی ہدایت کے مطابق ڈی پی اپوزیشن کے لیڈر سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ کی طرف چلا گیا۔ اب میں نہیں جانتا تھا کہ سپر ماسٹر وہاں کیا پلاننگ کر رہا ہے۔ لیکن بعد میں جو واقعات پیش آتے ہیں اور ان کا کوئی آدمی میری ٹیلی پیتھی کی کمشی میں آتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ میرے خلاف کیسے منصوبے بنائے گئے تھے۔

ایسے ہی دشمنوں کے منصوبے جو مجھے بعد میں معلوم ہوتے ہیں' میں انہیں پہلے ہی داستان کی ترتیب کے مطابق پیش کر دیتا ہوں تاکہ بعد میں قارئین کو الجھن محسوس نہ ہو اور میری یہ روداد سیدھی ترتیب سے جاری رہے۔

بہرحال سپر ماسٹر ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ تاجکستان میں میری موجودگی نے مسائل پیدا کر دیئے تھے۔ اب تو لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا تھا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی میرے مقابلے میں وہاں اس حد تک ٹھہر سکتے تھے کہ براہِ راست میرے سامنے نہ آتے۔ مگر در پردہ رہ کر میری راہوں میں رکاوٹیں پیدا کرتے رہتے۔

فی الوقت اس کے پاس پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ پہلا شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے۔ دوسرا ایک قد آور زبردست باڈی بلڈر اور فائٹر ڈی کروسو اور باقی "تھری ڈی" یعنی ڈی ہاروے' ڈی کرین اور ڈی مورا۔ ان میں سے ڈی کروسو سیاچن کی طرف پارس کے مقابلے میں جا چکا تھا۔ شاطر مائیک ہرارے واشنگٹن کے فوجی ہیڈ کوارٹر میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے پارس اور شی تارا کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔

سپر ماسٹر نے اعلیٰ فوجی افسران سے ملاقات کی۔ انہیں تاجکستان میں میری موجودگی کے متعلق بتایا۔ انہوں نے ایک ہنگامی اجلاس میں ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے اور "تھری ڈی" کو بلایا۔ انہیں بھی میرے متعلق بتایا۔ پھر "تھری ڈی" کے ایک ڈی ہاروے سے کہا۔ "عمان میں ہماری جاسوسہ لیڈی مین کلر اور لیڈی آئرن راڈ نے بے شک جمیلہ رازی کی غیر معمولی جسمانی قوت سے مات کھائی تھی اور ہلاک ہوئی تھیں لیکن تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو وہاں فرہاد نے ناکام بنایا تھا۔ اس نے جمیلہ کو بیٹی بنایا ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹی عمان سے اب دوشنبے پہنچ گئے ہیں۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "فرہاد نے چند گھنٹوں میں کمیونسٹ فوج کے تقریباً ڈیڑھ سو مسلح افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان میں بیس عدد زخمی اور اپاہج ہو گئے۔ کامریڈ کمانڈر کو تنہا صحیح سلامت واپس جانے کے لیے زندہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب دوشنبے کے بیشتر علاقوں پر آئی آر پی اور ڈی پی کے مجاہدین کا قبضہ ہے۔"

شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سب سے زیادہ ذہین اور شاطر سمجھا جاتا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ وہ بے شک دشمنوں کے خلاف الجھی ہوئی چالیں چل کر اور انہیں مات دے کر ثابت کر دیتا تھا کہ واقعی عملی میدان میں بھی دشمنوں کو مات کھانے والے معمولی مُہرے بنا کر رکھ دیتا ہے۔

سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران بھی بہت سے اہم مسائل پیش آنے پر اس سے مشورے لیتے تھے۔ لیکن اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے نہیں آتا' تب تک خود کو قد آور سمجھتا ہے۔ اس نے پچھلے دن پارس کا سراغ لگانے کے دوران شی تارا کو ٹریپ کرنا چاہا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والا تھا۔ شی تارا اس کی معمولہ اور تابعدار بننے ہی والی تھی کہ پارس نے اسے بچا لیا اور زندگی میں پہلی بار مائیک ہرارے نے ناکام ہو کر تسلیم کیا کہ اونٹ سے اونچے پہاڑ ہوا کرتے ہیں۔

مائیک ہرارے چپ چاپ شی تارا کو اپنی مُٹھی میں رکھنے کی کوشش میں تھا۔ اس بات کا ذکر اس نے سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران سے نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس کی ناکامی کسی کے سامنے

نہیں آئی اور سب کے سامنے اس کی ذہانت اور چالبازی کا بھرم رہ گیا تھا اور اپنوں کے درمیان یہ اعزاز قائم تھا کہ وہ چیمپئن شاطر ہے اور اس نے آج تک کسی سے مات نہیں کھائی ہے۔ ویسے اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ پارس کی شاطرانہ چال کا جواب جلد ہی دے گا۔

اس وقت بری فوج کے افسر نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم نے فرہاد اور اس کی فیملی کے ممبران کی پوری ہسٹری پڑھی ہے اور ان کی ویڈیو فلمیں دیکھی ہیں۔ وہ اور اس کے دونوں بیٹے بھی زبردست شاطر ہیں۔ یہ غنیمت ہے کہ سونیا ابھی میدان عمل میں نہیں ہے۔ اپنے بچے پالنے میں مصروف ہے۔ لیکن اس کی کمی سونیا ثانی پوری کر رہی ہے۔ پھر ان کی ٹیم میں غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوتیں رکھنے والوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ دوشنبے میں جمیلہ رازی اور ہیرو' فرہاد کے ساتھ ہیں۔ اب تم بتاؤ ہمیں ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔"

دوسرے فوجی افسر نے کہا "فوجی نقطۂ نظر سے تاجکستان کی مشرقی سرحد ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ وہاں ہم اپنے فوجی اڈے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یا ہمارے اشاروں پر ناچنے والی سیاسی پارٹی کو فوجی اور مالی امداد دے کر ہم وہاں مسلط رہنا چاہتے ہیں۔"

ہرارے نے کہا۔ "ہم کھیلتے وقت شطرنج کی بساط پر اپنے اور مخالف کے مُہروں کی پوزیشن پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ میری نظر اپنے مُہرے نوبل ہائر پر ہے۔ وہ لاکھ کہتا ہے کہ فرہاد سے اس کا سامنا نہیں ہوا اور نہ ہی فرہاد نے کسی ذریعے سے اس کی آواز سنی ہے مگر میں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ نہ ہی حساس ذہن رکھتا ہے کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکے۔ لہٰذا سیدھی سی بات ہے کہ جہاں فرہاد ہے' وہاں ہمارے صرف ان افراد کو ہونا چاہیے جو یوگا میں مہارت رکھتے ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ نوبل ہائر کے دماغ میں فرہاد پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو' ہم نوبل ہائر کو وہاں سے ہٹا دیں گے۔ آئندہ یوگا میں مہارت رکھنے والے وہاں جائیں گے۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "فرہاد مجھ سے عمر میں بہت بڑا اور بہت زیادہ تجربہ کار ہے۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی پہلے تمام سیاسی پارٹیوں کے راہنماؤں کے اندر پہنچ کر ان کے اندرونی بھید معلوم کیے ہوں گے۔ ہمارا ایجنٹ نوبل ہائر تمام راہنماؤں سے مل چکا ہے اور ان سے یہ طے کر چکا ہے کہ امریکا کس پارٹی کے ذریعے مسلمانوں کو نشے کا عادی بنانا چاہتا ہے۔ کس کے ذریعے مسلمانوں کو تعلیم سے محروم رکھنا اور عالمی سیاست سے بے خبر رکھنا چاہتا ہے اور کس پارٹی کو مالی اور فوجی امداد فراہم کر رہا ہے؟ میں ان تمام مُہروں کے پیش نظر یقین سے کہتا ہوں کہ فرہاد ہماری یہ تمام سیاسی خفیہ چالیں معلوم کر چکا ہے۔"

"اگر وہ بہت کچھ معلوم کر چکا ہے تو ہمارے حق میں بہت برا ہو چکا ہے۔ اب وہ ہماری ہر چال کا توڑ کرتا رہے گا۔ تم اس توڑ کا توڑ کیسے کرو گے؟"

وہ بولا۔ "آپ پہلے "تھری ڈی" سے یہ سوال کریں۔ ان کے ذہنوں میں بھی کوئی تدبیر ہوگی۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ نوبل ہائر کو یہاں واپس بلایا جائے۔ پھر یہاں سے کسی یوگا کے ایسے ماہر کو بھیجا جائے جس کے دماغ میں صرف ہم جاتے رہیں اور اس کے ذریعے فرہاد کی چالوں کا توڑ کرتے رہیں۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "یہاں سے ایک نہیں تین یوگا کے ماہرین بھیجے جائیں اور ہم "تھری ڈی" ان میں سے ایک ایک کو اپنا آلۂ کار بنا کر فرہاد کے اطراف گھیرا تنگ کریں۔ کسی طرح اسے زخمی کر کے اپنا غلام بنائیں۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "جب تک ہم فرہاد کا طلسم نہیں توڑیں گے اسے اپنے قابو میں نہیں کریں گے یا اس کی کوئی کمزوری معلوم کر کے اسے تاجکستان سے بھاگ جانے پر مجبور نہیں کریں گے' اس وقت تک وہ ہمارے راستے کا پتھر بنا رہے گا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "ہوں۔ بات تو یہی سمجھ میں آتی ہے کہ پہلے فرہاد کو وہاں مجبور اور بے بس کیا جائے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیوں مسٹر ہرارے! تم کیا کہتے ہو؟ ویسے ازل سے یہی اصول ہے کہ شہ زور بننے کے لیے اگلے کو کمزور بنایا جائے۔ کسی طرح اسے قابو میں کیا جائے۔"

شاطر ہرارے نے کہا۔ "برسوں سے دوست اور دشمن یہ دیکھتے آ رہے ہیں کہ اس شیر پر جتنا بھی مضبوط جال پھینکا جائے' وہ اسے توڑ کر نکل جاتا ہے۔ پھر جال پھینکنے والوں کی شامت آ جاتی ہے۔"

"مگر تم شاطر ہو۔ تمہاری چال بھی مضبوط ہوگی اور جال بھی۔"

"اس خوش فہمی میں مجھ سے پہلے کئی شاطر مارے گئے۔ میری عقل کہتی ہے کہ نوبل ہائر کو وہیں رہنے دو اور فرہاد کو ہماری جتنی چالیں معلوم ہو چکی ہیں' اسے ان کا توڑ کرتے رہنے دو۔"

سب اسے تعجب سے اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"یہ کہہ رہا ہوں کہ فرہاد کو خوش فہمی میں رکھو۔ اسے یہ سمجھتے رہنے دو کہ ہمارا صرف ایک نوبل ہائر وہاں ہے اور ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ فرہاد نے ہمارے اس ایجنٹ کے دماغ میں جگہ نہیں بنائی ہے اور وہ ہماری چالوں کا توڑ کر رہا ہے تو ہم اس کے آگے بے بس ہیں۔ دشمن کو پکڑنے اور مارنے سے بہتر ہے کہ اسے احمقوں کی جنت میں رکھا جائے۔"

"مسٹر ہرارے! تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں لیکن وہ ہماری چالوں کو ناکام بناتا رہے گا تو ہمیں کیا حاصل ہوگا؟"

وہ بولا۔ "اب ہماری حکمتِ عملی دوسری ہوگی۔ وہاں آئی آر پی اور ڈی پی مسلمانوں کی دو بڑی پارٹیاں ہیں۔ ان دونوں میں معمولی سے اختلافات ہیں لیکن یہ دونوں وقتی طور پر اختلافات بھلا کر کمیونسٹوں اور ڈی پی اپوزیشن کے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ ہم ان مجاہدین کی دونوں پارٹیوں کا اتحاد توڑ سکتے ہیں اور اتحاد توڑنے کا مطلب ہے کہ مسلمان آپس میں لڑتے اور مرتے رہیں گے۔"

"واہ کیا بات ہے مسٹر ہرارے! تمہارا جواب نہیں ہے۔ ہم نشے کے ذریعے انہیں کمزور بنانا چاہتے تھے۔ تم ان مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر کمزور بنانے کا راستہ دکھا رہے ہو۔"

وہ بولا۔ "وہاں منشیات کی اسمگلنگ جاری رہے گی۔ فرہاد اور اس کے ساتھی اسمگلنگ کی روک تھام میں مصروف رہا کریں گے۔ وہاں کی لائبریریوں میں صدیوں پرانی اسلامی کتب کا ذخیرہ ہے۔ انہیں مخالف پارٹیاں تباہ کرنے کی کوشش کریں گی۔ فرہاد ان لائبریریوں کی سلامتی کی کوشش کرتا رہے گا۔ وہ جب بھی نوبل ہائر کے دماغ میں جائے گا اسے یہی معلوم ہوگا کہ اتنے بڑے ملک میں وہی ایک امریکی ایجنٹ ہے اور ہم کبھی نوبل ہائر کو یہ نہیں بتائیں گے کہ وہاں ہمارے خیال خوانی کرنے والے دوسرے ایجنٹوں کے اندر موجود رہ کر دوسری چالیں چل رہے ہیں۔"

"تمہاری پلاننگ بہت عمدہ ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ مسلمانوں میں ایک دوسرے سے کیسے نفرت پیدا کی جائے گی؟"

وہ بولا۔ "مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں۔ وہاں سُنّی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ لیکن شیعہ بھی ہیں' وہابی اور اسماعیلی بھی ہیں۔ شمال میں پامیر پہاڑیوں کا جو سلسلہ ہے' وہاں کے علاقوں میں جن مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ سر آغا خان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ کاروباری اور غیر سیاسی لوگ ہیں۔ اسماعیلی مسلمان جس ملک میں بھی رہتے ہیں' وہاں تجارت کرتے ہیں۔ کبھی کسی ملک میں اقتدار حاصل کرنے کے لیے سیاست میں ملوّث نہیں ہوتے اور نہ ہی ہتھیار اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "ہمارے تھری ڈی یہاں بیٹھے بیٹھے سُنّی' شیعہ اور وہابیوں کے علما کے دماغوں میں جگہ بنائیں گے۔ وہ تمام علما تھری ڈی کے معمول اور تابعدار رہ کر اپنے اپنے فقے اور مسلک کے مطابق اپنے لوگوں کو سمجھائیں گے کہ وہ مسلمان برتر ہیں اور دوسرے مسلمان کمتر ہیں اور اتحاد کے نام پر کامیابیاں حاصل کرکے جو فرقہ اکثریت میں رہ کر اپنی حکومت بنائے گا' وہ اپنے فقے کے مطابق اسلامی قوانین نافذ کرے گا۔ اور ایسے قوانین دوسرے فرقے کے مسلمان گوارا نہیں کریں گے۔ مختصر یہ کہ ایسے بہت سے معاملات ہیں جن میں الجھا کر ان مسلمانوں کے اتحاد کو توڑا جاسکتا ہے۔ جب یہ ایک دوسرے سے متنفر ہو کر افغانستان کے مسلمانوں کی طرح الگ الگ پارٹیاں بنالیں گے اور الگ الگ علاقوں تک محدود ہو جائیں گے تو ان کی مجموعی اسلامی قوت کو کچلنا آسان ہو جائے گا۔"

ایک فوجی اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم ہمارے ملک کا سرمایہ ہو۔ ہمارا دماغ ہو۔ جو منصوبہ تم پیش کر رہے ہو' اس کا توڑ فرہاد بھی نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ جب مسلمان آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں تو خدا بھی ان پر عذاب نازل کرتا ہے۔ فرہاد ہماری دشمنی سے مسلمانوں کو شاید بچا سکے لیکن خدا کے عذاب سے انہیں کیسے بچائے گا۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "میں نے اپنی دانست میں بہت زبردست منصوبہ بنایا ہے لیکن خوش فہمی سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارے "تھری ڈی" اگرچہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں لیکن وہاں فرہاد کے مقابلے پر ہوں گے۔ وہ فرہاد جو ایک طویل مدت سے خیال خوانی کے انوکھے تجربات رکھتا ہے اور اب تک اتنے آگ اور خون کے دریاؤں سے گزرتا آیا ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے سامنے نو آموز ہیں۔"

پھر اس نے "تھری ڈی" کی جانب رخ کرتے ہوئے کہا۔ "تم تینوں کو یہ حقیقت یاد رکھنا چاہیے کہ فرہاد ایک ایسا سمندر ہے جس کا دوسرا کنارہ نہیں ہے۔ تم تینوں اس سمندر میں چھلانگ لگانے والے ہو۔ اس سمندر کی گہرائی میں اس سے مقابلہ کرکے واپس اپنے ہی کنارے پر آنا ہوگا۔ اگر نہ آسکے اور اگر اس نے اپنی حکمتِ عملی سے معلوم کرلیا کہ تم تینوں کون ہو تو وہ تاجکستان میں بیٹھے بیٹھے تینوں ڈی کو تین تابوتوں میں سلا دے گا۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم تو مشن شروع کرنے سے پہلے ہمیں دہشت زدہ کر رہے ہو۔ لیکن ہم خوفزدہ ہونے والے نادان بچے نہیں ہیں۔"

ہرارے نے کہا۔ "نادان نہیں ہو' اسی لیے تمہیں ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔ لیکن فرہاد کے سامنے خود کو بہت زیادہ دانا بھی نہ سمجھنا۔ تمہارے فائدے کی بات سمجھاتا ہوں۔ اس کے خلاف قدم اٹھانے سے پہلے دس بار سوچنا۔ ہر پہلو پر غور کرنا۔ ذرا سی بھی الجھن یا شبہ ہو تو فوراً ہم سے مشورہ کرنا۔ ایسا کرو گے تو طبعی عمر تک زندہ رہو گے۔"

سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے افسران نے بھی انہیں تاکید کی کہ کوئی بھی پیچیدہ مسئلہ ہو تو وہ "تھری ڈی" اپنے بڑوں سے ضرور مشورہ لیا کریں پھر سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں تاجکستان میں نوبل ہائر سے رابطہ کر رہا ہوں' تم تینوں میرے دماغوں میں آؤ اور اس کی آواز سنو۔"

اس نے رابطہ کیا۔ نوبل ہائر نے کہا۔ "سر! آپ کی ہدایت کے مطابق میں اپنی رہائش گاہ کی چار دیواری میں ہوں۔ نہ کسی سے ملاقات کرنے جا رہا ہوں نہ فون پر کسی سے رابطہ کر رہا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم ہدایات کے مطابق عمل کرتے ہو۔ اگر ایسے ہی محتاط رہو گے تو فرہاد تمہارے اندر کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ میں ابھی فوج کے اعلیٰ افسران کو فرہاد کے متعلق بتا رہا تھا۔ ان کا بھی یہی خیال ہے کہ تم بہت محتاط رہنے کے عادی ہو۔ ابھی ہمارے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی کمی ہے۔ جو ہیں' وہ دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہیں۔ چونکہ وہاں فرہاد ہے۔ اس لیے ہم جلد ہی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تمہارے پاس بھیجیں گے۔"

"شکریہ سر! اگر آپ کا کوئی خیال خوانی کرنے والا یہاں آکر میرے دماغ کو لاک کردے گا تو پھر فرہاد کی ٹیلی پیتھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

"تم اطمینان رکھو۔ تمہارے دماغ کو یہیں سے لاک کردیا جائے گا۔"

سپر ماسٹر نے رابطہ ختم کرکے مائیک ہرارے سے پوچھا۔ "اگر نوبل ہائر کے دماغ کو لاک کرایا جائے تو کیا فرہاد کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی؟"

وہ بولا۔ "اگر نوبل ہائر کے مطابق فرہاد ابھی تک پہنچ نہیں پایا ہے تو پھر وہ بے چارہ بھی آئندہ اس کی خیال خوانی سے محفوظ رہے گا۔ کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "میں ابھی اپنے بنگلے میں جاؤں گا۔ نوبل ہائر کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے وہاں کے اہم راہنماؤں کی آوازیں سنوں گا اس کے بعد اس کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کروں گا۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "ہم "تھری ڈی" وہاں کے مسلمان راہنماؤں کے ذریعے ان کے علما کے اندر جائیں گے اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنائیں گے۔"

وہ خفیہ اجلاس برخاست ہوگیا۔ تمام افسران اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی آرمی ہیڈ کوارٹر کے اندر اپنے اپنے بنگلے میں چلے گئے۔ مائیک ہرارے نے بھی اپنے بنگلے میں آکر ایک سپاہی کو کافی لانے کے لیے کہا پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر پارس کے متعلق سوچنے لگا۔ ابھی خفیہ اجلاس میں شریک ہونے سے پہلے بھی وہ پارس کے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔ کیونکہ اس وقت شی تارا کے دماغ کو اپنے قابو میں کرتے کرتے پارس کی مداخلت سے ناکام ہو کر اپنے بنگلے میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔ شطرنج کی بازی میں کبھی شکست نہ کھانے والا دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ پارس بھی زبردست شاطر ہے۔

ناکامی کا سبب یہ تھا کہ وہ شی تارا سے فون کے ذریعے دوستی کرنے کے بعد اس کے تابعدار پاشا کی غیر معمولی سماعت پر بھروسا کر رہا تھا۔ مائیک ہرارے کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو پاشا پر بھروسا کرتا۔ کیونکہ سب ہی اس کی غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوت کے بارے میں جانتے تھے۔ وہ جو سنتا تھا' جو تاریکی میں دیکھ کر بتاتا تھا اس پر یقین کرلیتے تھے۔ مائیک ہرارے اور شی تارا نے پاشا کے ذریعے پہلے یہ معلوم کیا کہ پارس کس ہیلی کاپٹر میں دشمنوں سے جنگ کر رہا ہے اور آخری دشمن کو ختم کرنے کے بعد ہیلی کاپٹر میں کہیں جا رہا ہے۔

یوں خیال قائم کیا گیا کہ وہ کشمیر سے نکل کر ہیلی کاپٹر کے ذریعے سیاچن گلیشئر کی طرف جائے گا۔ چونکہ وہاں تیز برفانی ہواؤں کے سبب ہیلی کاپٹر کی پرواز ممکن نہیں ہوتی اس لیے وہ درہ قراقرم' خنجراب یا پھر بھارتی علاقہ لدّاخ کی طرف جائے گا۔

پھر انہوں نے پاشا کے ذریعے اس رات پارس کی آواز سنی۔ اس کے ساتھ کسی عورت کی بھی آواز آرہی تھی اور پارس کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عورت نیپالی زبان بول رہی ہے۔

مائیک ہرارے کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ پارس کتنا بڑا فراڈ ہے۔ جو کچھ وہ پاشا کے ذریعے سن رہے ہیں' وہ دراصل پارس انہیں ایک کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے سنا رہا ہے اور انہیں ایک نیپالی عورت کی موجودگی سے سمجھا رہا ہے کہ وہ ابھی بھارتی علاقے میں کہیں ہے اور بھارتی علاقے سے یہی سمجھا گیا کہ وہ کشمیر سے لدّاخ کے درمیان کسی بستی میں ہے۔

اگر مائیک ہرارے کو ذرا بھی شبہ ہوتا کہ پارس دہلی میں شی تارا کے کہیں آس پاس ہے تو وہ کبھی پوجا کو اپنی معمولہ بنا کر شی تارا کو اعصابی کمزوری کی دوا پلانے اور اس کے دماغ میں گھسنے کی پلاننگ نہ کرتا۔

وہ میدان صاف دیکھ کر بہت بڑی بازی جیتنے والا تھا۔ اب وہی بڑی بازی ہار کر شی تارا اور پارس پر یہ ظاہر کرچکا تھا کہ شطرنج کا عالمی چیمپئن ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور اس کا تعلق سپر ماسٹر سے ہے۔

بڑی گڑبڑ ہوگئی تھی۔ اب یہ بگڑا ہوا کام کس طرح بنایا جاسکتا تھا۔ اگر وہ بھارتی فوج کو بتا دیتا کہ شی تارا کا موجودہ فون نمبر کیا ہے اور وہ دہلی کے کس محلے کی ایک کوٹھی میں ابھی موجود ہے تو فوجی اسے ضرور گرفتار کرتے۔ کیونکہ فوجی افسران شی تارا کو دیش بھگت (محبِّ وطن) تسلیم نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ پارس کی دیوانی ہے اور کشمیر میں فوجیوں کو منع کرتی ہے کہ وہ پارس کو گولی نہ ماریں۔ زیادہ سے زیادہ زخمی کریں۔ اس کے بعد وہ پارس پر قابو پالے گی اور وہ فوجی اس کی ٹیلی پیتھی کی وجہ سے مجبور ہو جاتے تھے۔

مائیک ہرارے کے لیے یہ عجیب و غریب عشق تھا کہ دونوں ایک دوسرے سے دشمنی بھی رکھتے تھے اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کے کام بھی آسکتے تھے۔ پارس اسے دشمن سمجھ کر اس سے دور دور تھا۔ وہ پاشا کے ذریعے اس کی آواز سن کر اسے تلاش کر رہی تھی۔ مائیک ہرارے کی باتوں میں آکر اسے اپنا غلام بنانا چاہتی تھی۔ اور اسی پارس نے اس بلائے جان محبوبہ کو ہرارے کی

عمر بھر کی غلامی سے بچالیا تھا۔

اس وقت پوجا اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو کر ایک بستر پر پڑی تھی۔ ہرارے اس کے چور خیالات پڑھ کر شی تارا کی موجودہ مصروفیات کو سمجھ سکتا تھا۔ اس نے معلوم کیا۔ دائی ماں نے ایک ڈاکٹر کو بلا کر پوجا کا معائنہ کرایا تھا۔ ڈاکٹر اسے اعصابی کمزوری دور ہونے کی دوا دے کر اور ایک انجکشن لگا کر چلا گیا تھا اور کہہ گیا تھا کہ ابھی پوجا کو نیند آجائے گی۔

شی تارا نے پوجا کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیر کر کہا۔ "تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ مائیک ہرارے نے مجھے پھانسنے کے لیے تمہیں آلۂ کار بنایا تھا۔ میں خیریت سے ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اپنے بیڈ روم میں رہوں گی۔ کوئی ضرورت ہو تو مجھے یا ماں جی کو آواز دینا۔ تمہاری توانائی جلد ہی بحال ہوجائے گی۔"

پوجا نے آنکھیں بند کرلیں۔ اب مائیک ہرارے اس کے خوابیدہ دماغ سے یہ تصدیق کرچکا تھا کہ شی تارا اپنے بیڈ روم میں ہے۔ اس نے پوجا کے چور خیالات سے ایک فوجی افسر کے فون نمبر معلوم کیے۔ پھر اپنے فون کا ریسیور اٹھا کر اس سے رابطہ کیا اور کہا۔ "آپ مجھے نہیں جانتے۔ ویسے جاننا بھی ضروری نہیں ہے۔ میں ایک ایسی اہم اطلاع دے رہا ہوں جسے سن کر آپ خوش ہوں گے اور سچے دیس بھگت کی طرح فوراً اس پر عمل کریں گے۔"

اس نے شی تارا کی موجودہ رہائش گاہ کا پتا بتا کر کہا۔ "اگرچہ شی تارا بھارتی ہے۔ ایک ہندو ہے۔ لیکن فرہاد کی فیملی سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس نے کشمیر میں پارس کو گرفتار نہیں ہونے دیا۔ اگر آپ نے اسے گرفتار نہیں کیا تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کے تمام فوجی راز اسلامی ممالک تک پہنچادے گی۔"

افسر نے کہا۔ "اگر آپ درست اطلاع دے رہے ہیں تو ہم آپ کا احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔ بائی دی وے آپ ہیں کون؟"

"آپ پہلے شی تارا کو گرفتار کریں پھر میں اپنا تعارف کراؤں گا اور یہ تاکید کروں گا کہ آپ اور آپ کے فوجی جوان اسے گرفتار کرنے تک بالکل گونگے بنے رہیں۔ ورنہ وہ آپ کے دماغوں میں زلزلے پیدا کرنے لگے گی اور ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

مائیک ہرارے ریسیور رکھ کر اس فوجی افسر کے اندر پہنچ گیا اور اس کی کارروائی دیکھنے لگا۔ وہ اپنے ماتحت کو بلا کر کہہ رہا تھا۔ "پچیس مسلح جوانوں کو تیار کرو۔ ہم ابھی ایک کوٹھی کا محاصرہ کریں گے۔"

ماتحت کے جانے کے بعد اس نے بڑی فوج کے جنرل سے رابطہ کیا۔ اسے شی تارا کے بارے میں بتایا اور کہا۔ "اگر اطلاع درست ہوئی تو شی تارا ایک گھنٹے کے اندر گرفتار ہوجائے گی۔ اگر وہ کسی طرح بچ نکلنا چاہے گی تو اسے گھیرنے اور گرفتار کرنے کے لیے شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی ضروری ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ناکا بندی کا حکم صادر کریں۔ دہلی شہر کی پولیس اور انتظامیہ کو الرٹ کردیں تاکہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی شہر سے باہر نہ جاسکے۔"

جنرل نے کہا۔ "شی تارا پچھلے دنوں ہمارے لیے مصیبت بنی رہی۔ ہمارے بڑے بڑے افسران کے دماغوں میں جا کر اپنی مرضی کے مطابق ان سے عمل کراتی رہی۔ کئی افسران کی انسلٹ کرتی رہی۔ بھگوان کرے وہ گرفت میں آجائے۔ پھر ہم اس کی ٹیلی پیتھی سمیت اسے چتا میں جلا دیں گے۔"

جنرل سے رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ افسر اپنے ماتحت اور پچیس مسلح فوجی جوانوں کے ساتھ شی تارا کی رہائش گاہ کی سمت جانے لگا۔ تینوں افواج کے اعلیٰ افسران اس ٹیلی پیتھی جاننے والی سے اس قدر خار کھائے ہوئے تھے کہ اسے جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے جبکہ مائیک ہرارے نے سوچ رکھا تھا کہ شی تارا کو مرنے نہیں دے گا۔ صرف زخمی کرے گا اور اس کے دماغ پر آئندہ حکومت کرتا رہے گا۔

انہوں نے اس کوٹھی کا محاصرہ کرلیا۔ احاطے کا بڑا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ کوئی ملازم وہاں نہیں تھا۔ افسر نے دروازے پر آکر دستک دی۔ کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ پھر زور سے دروازے کو پیٹنا چاہا تو وہ کھل گیا۔ کیونکہ اندر سے بند نہیں تھا۔ وہ چھ مسلح فوجیوں کے ساتھ اندر آیا۔ ڈرائنگ روم سے گزر کر ایک کمرے میں دیکھا' وہاں پوجا بستر پر گہری نیند میں تھی۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ پوجا ڈمی شی تارا بن کر رہتی تھی۔ اس وقت بھی وہ شی تارا کا چہرہ اپنائے ہوئے تھی۔ ایک ماتحت نے افسر سے کہا۔ "سر! میں نے اس لڑکی کو سری نگر کے لیک ویو ہوٹل میں دیکھا تھا۔ وہاں بیہودہ گل کی ٹیم سے تعلق رکھنے والی ارینا قتل کی گئی تھی۔ اس کا ایک ساتھی پاشا زخمی ہوا تھا اور ایک شخص جو ایک ہپی کے بھیس میں تھا' اس کا بھی قتل ہوا تھا۔ یہ لڑکی واردات کی جگہ موجود تھی۔ پھر اچانک وہاں سے کہیں چلی گئی تھی۔"

افسر نے کہا "ہم نے کبھی شی تارا کو نہیں دیکھا ہے شاید یہی شی تارا ہے۔"

ڈرائنگ روم میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ماتحت نے وہاں آکر ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ مائیک ہرارے نے کہا۔ "اپنے افسر سے کہو' وہ جس لڑکی کو نیند کی حالت میں دیکھ رہا ہے' وہ شی تارا کی ڈمی ہے۔ اس کا نام پوجا ہے۔ اصل شی تارا اور اس کی بوڑھی دائی ماں دوسرے بیڈ روم میں ہیں۔"

ماتحت نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اور تمہیں یہ کیسے معلوم ہو رہا ہے کہ ہم شی تارا کو نہیں اس کی ڈمی کو دیکھ رہے ہیں۔"

"سوال کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ میں تمہارے افسر کا مخبر ہوں۔ اور یاد رکھو اسی کوٹھی کے کسی پچھلے کمرے میں وہ پاشا بھی ہوگا' جو ہوٹل لیک ویو کے ڈائننگ ہال میں زخمی ہوا تھا۔"

ماتحت ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا افسر کے پاس آیا۔ افسر پوجا کو جھنجوڑ کر جگا رہا تھا۔ وہ کمزوری سے کراہتی ہوئی ذرا آنکھیں کھول رہی تھی اور پھر سونے لگتی تھی۔ ماتحت نے کہا۔ "سر! فون پر آپ کا ایک مخبر کہہ رہا ہے کہ یہ شی تارا کی ڈمی ہے۔ اس کا نام پوجا ہے۔ اصل شی تارا ایک بوڑھی دائی ماں کے ساتھ کسی دوسرے بیڈ روم میں ہے۔"

وہ تمام مسلح فوجی اس کوٹھی کے تمام کمروں کے دروازے کھول کر دیکھنے لگے۔ تمام کمرے خالی تھے۔ ماتحت نے کہا۔ "فون پر بتایا گیا ہے کہ پاشا بھی کوٹھی کے کسی پچھلے کمرے میں ہے۔ لیکن یہاں تو صرف وہی پوجا ہے۔"

مائیک ہرارے افسر کے اندر موجود تھا اور شی تارا کے نظر نہ آنے پر مایوس ہو رہا تھا۔ وہ پوجا سے یہ کہہ کر گئی تھی کہ دوسرے بیڈ روم میں رہے گی۔ جیسا کہ وہ پوجا کو چھوٹی بہن کی طرح چاہتی تھی۔ اس کے پیش نظر یہ سوچا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ چھوٹی بہن کو بیماری کی حالت میں چھوڑ کر چلی جائے گی۔

فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ اس بار افسر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

شی تارا کی آواز آئی۔ "وہی ہوں جسے تم تلاش کر رہے ہو۔ ابھی تمہارے اندر سپر ماسٹر کا ایک خیال خوانی کرنے والا مائیک ہرارے چھپا ہوا ہے' وہ تمہیں میرے پیچھے دوڑا رہا ہے۔ مت دوڑو' تھک جاؤ گے۔ گر جاؤ گے اور اگر میرے علم سے اپاہج ہوگئے تو فوج میں رہنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ بولا۔ "ہم زخم کھانے اور دیس پر جان دینے کے لیے یہ وردی پہنتے ہیں۔ تمہاری طرح ہم دیس کے دشمن نہیں ہیں۔"

"تم لوگ مجھے دشمن بنا رہے ہو۔ میں نے تم لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑا۔ پھر مجھے گرفتار کرنے کیوں آئے ہو؟"

"تم نے پچھلے دنوں ہمارے کئی اعلیٰ افسران کو گالیاں دی تھیں اور بعض کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔"

"وہ افسران اپنے فرائض سے کوتاہی کر رہے تھے۔ اور ڈیوٹی کے وقت شراب پیا کرتے تھے۔ یہ سمجھتے تھے کہ سیاسی حکمران انہیں روکنے ٹوکنے کی جرأت نہیں کرسکتے اور ان سے اوپر صرف بھگوان ہے اور بھگوان انہیں سزا دینے دھرتی پر نہیں آئے گا۔ اس لیے میں انہیں سزا دے کر انہیں فرائض کو سمجھنے اور ادا کرنے پر مجبور کرتی ہوں۔"

"تمہیں ہمارے دیس سے اور ہم فوجیوں سے نہیں' صرف پارس سے دلچسپی ہے۔ جب بھی وہ گرفت میں آتے آتے نکل جاتا تھا' تم اس بات کا غصہ ہم پر اتارتی تھیں۔ جب اس کی موت کی جھوٹی خبر پھیلی تو تم نے ہمارے کئی افسران کے دماغوں میں زلزلے پیدا کرکے انہیں دماغی مریض بنا دیا۔"

"سری نگر کوئی بہت بڑا شہر نہیں ہے۔ اس ایک شہر میں پوری فوج پارس کا سراغ نہ لگا سکی۔ تم لوگوں کو اپنی یہ کوتاہی اور غیر ذمے داری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"ہم سب نے متفقہ طور پر یہ سمجھ لیا ہے کہ تم فرہاد کے بیٹے پارس کی داشتہ ہو۔ اس کے ساتھ راتیں گزارنا نصیب نہیں ہو رہی ہیں' اس لیے ہم پر غصہ اتارتی رہتی ہو۔"

وہ غصے سے بھڑک گئی۔ محبت سے قربان ہونے اور پارس کی تمنا کرنے والی کے لیے یہ ایک گالی تھی کہ وہ داشتہ ہے۔ اس نے اچانک افسر کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ یکبارگی چیخ مار کر اچھلتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ ریسیور ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اب فون کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ اس کے اندر بولی۔ "کتے! تو محبت کو کیا سمجھے گا۔ عورت کی شرم و حیا کو کیا سمجھے گا۔ شرم والیاں کسی ایک کی ہوتی ہیں اور سر سے پیر تک اپنے بدن کو' اپنی ذات کو' اپنے دل کی ایک ایک دھڑکن کو اور اپنے دماغ کی ایک ایک سوچ کو صرف اپنے ایک چاہنے والے کی امانت سمجھتی ہیں۔ وہ اپنی امانت مانگتا ہے تو وہ دیتی ہیں۔ نہیں مانگتا ہے تو اسی کے لیے خود کو سنبھال کر رکھتی ہیں۔"

وہ طیش میں آکر بول رہی تھی۔ مسلح فوجی اپنے افسر کو فرش پر تڑپتے دیکھ کر اسے سنبھال رہے تھے۔ اس کا ماتحت کہہ رہا تھا۔ "شی تارا! تم کتنے افسران اور فوجی جوانوں کو دماغی مریض بناؤ گی۔ تمہارا برا انجام قریب ہے۔ ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ تم اس دہلی شہر میں ہو۔ ہم تمہیں اس شہر سے باہر نکل بھاگنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

وہ دماغی طور پر ہوٹل تاج محل کے ایک کمرے میں حاضر ہوگئی۔ اگر چاہتی تو ماتحت کو بھی سزا دے سکتی تھی لیکن یہ بات اہم تھی کہ دہلی میں اس کا سراغ مل گیا ہے۔ اب شہر کی ناکا بندی ہوگی اور اسے یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں ملے گا۔ لہٰذا فوراً ہی شہر چھوڑنے کے لیے کوئی محفوظ راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

اس نے دائی ماں سے کہا۔ "مائیک ہرارے اپنی ناکامی برداشت نہیں کر رہا ہے۔ اس نے بھارتی سینا کو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ شہر کی ناکا بندی ہو رہی ہوگی۔ ہر جوان اور بوڑھی کو چیک کیا جائے گا۔"

دائی ماں نے کہا۔ "تیری ایک پہچان یہ ہے کہ میں بوڑھی تیرے ساتھ ہوں اور پاشا جیسا پہاڑ تیرا باڈی گارڈ ہے۔ پولیس اور فوج والے سب سے پہلے تاج محل جیسے مہنگے ہوٹل میں تجھے ڈھونڈنے آئیں گے۔"

وہ ایک چھوٹے سے بیگ میں ضروری سامان رکھتے ہوئے بولی۔ "میں جا رہی ہوں۔ تم بھی یہاں سے نکل کر کسی کے گھر میں اپنا ٹھکانا بناؤ۔ پاشا سے کہو۔ ریلوے اسٹیشن کے مسافر خانے میں

رہے۔ میں رابطہ کرتی رہوں گی۔"

پاشا اسی ہوٹل کے دوسرے کمرے میں تھا۔ وہ اسے اور دائی ماں کو چھوڑ کر باہر آئی۔ تیزی سے سوچتی رہی کہ شہر سے باہر نکلنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرے۔

وہ ہوٹل سے باہر آکر ایک فٹ پاتھ پر کھڑی ہوگئی۔ اگر محض پوری فوج کے درمیان سے گزرنا ہوتا تو وہ ان سب کی آنکھوں میں ٹیلی پیتھی کی دُھول جھونک کر بخیریت کسی دوسرے شہر میں پہنچ جاتی۔ لیکن اسے مائیک ہرارے کی طرف سے خطرہ تھا۔ وہ بھارتی فوجی افسران سے تعاون کررہا ہوگا۔ جس عورت پر بھی شی تارا ہونے کا شبہ ہوتا ہوگا' وہ اسی عورت کے چور خیالات پڑھتا ہوگا۔ اگر شی تارا بھی کسی فوجی افسر کی نظروں میں آجاتی اور اس افسر کے ساتھ مائیک ہرارے ہوتا اور وہ ہرارے کی آمد پر سانس روک لیتی تو اسے دماغ کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا جاتا یا پھر اسے زخمی کیا جاتا اور یوں ہرارے اس کے اندر آکر تصدیق کردیتا کہ یہی شی تارا ہے۔

فی الوقت یہ اطمینان تھا کہ کوئی اسے چہرے سے نہیں پہچانتا ہے۔ پوجا اس کی ڈمی کی شکل میں تھی۔ ایسی چھ ڈمیز دنیا کے بڑے ملکوں کے بڑے شہروں میں تھیں۔ دوست اور دشمن ان تمام ڈمیز کو دیکھ کر شی تارا کی صورت سے آشنا ہوسکتے تھے اور فٹ پاتھ پر کھڑی ہوئی شی تارا ان میں سے کسی کی ہم شکل نہیں تھی۔

عقل کہہ رہی تھی کہ اب اس شہر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ ورنہ کسی نہ کسی چیک پوسٹ پر پکڑی جائے گی۔ معاملہ پولیس کا نہیں' فوج کا تھا۔ لہٰذا پولیس بھی بڑی مستعدی سے اسے تلاش کررہی تھی۔ دانشمندی یہی تھی کہ جب تک دشمن اسے تلاش کرنے میں ناکام نہ ہوں اور ناکا بندی ختم نہ ہو' وہ اسی شہر میں کسی ایسی جگہ پناہ لے' جہاں پولیس اور فوج نہ پہنچ سکے۔

بھلا ایسی کون سی جگہ ہوسکتی ہے کہ جہاں وہ پہنچے' وہاں پولیس یا فوج نہ پہنچ سکے۔ یوں پریشانی میں چھپنے کے لیے تدبیر سوچی جائے تو دماغ کام نہیں کرتا۔ یہ بات یقینی سی لگتی ہے کہ جس جگہ ایک انسان پہنچ سکتا ہے' تو وہاں دس بھی پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی یقینی لگتی ہے کہ جہاں خوشبو ہوتی ہے' وہاں بدبو نہیں آتی۔ جہاں پانی ہوتا ہے' وہاں آگ نہیں لگتی۔ ایسی کوئی دلیل شی تارا کے ذہن میں نہیں تھی۔

ایسے ہی وقت ایک شخص گلے میں مفلر ڈالے۔ سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے اس کے قریب آیا۔ وہ اپنی بڑی بڑی مونچھوں سے اور حلیے سے بدمعاش لگتا تھا۔ اس نے چٹکی بجا کر سگریٹ کی راکھ جھاڑتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اکیلی ہو؟ ماں قسم میں بھی اکیلا ہوں۔ شاید ہم دونوں کے لیے ہی کہا گیا ہے کہ خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے اُکیلے دو۔"

شی تارا کو اس کی بات پر غصہ آیا۔ وہ ایک چٹکی بجا کر اسے فٹ پاتھ سے سڑک پر کسی گاڑی کے نیچے پھینک سکتی تھی مگر غصے کے باوجود عقل آئی کہ مسکرا کر بولنا چاہیے۔ شاید ایسے وقت غنڈے بدمعاش ہی کام آجائیں۔

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں اکیلی تم اکیلے۔ مگر ہم جائیں کہاں؟"

وہ خوش ہوکر بولا۔ "ہمارے دیس کی زمین پر طرح طرح کی جنتیں آباد ہیں۔ ہم ایسی ہی ایک جنت میں چلیں گے۔"

اس نے دو انگلیاں منہ میں ڈال کر زور سے سیٹی بجائی۔ کچھ فاصلے پر ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اسٹارٹ ہوئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی قریب آکر رک گئی۔ اس میں سے ایک دبلا پتلا بدمعاش نکل کر بولا۔ "استاد! تمہارا جواب نہیں ہے۔ شکار کو پہلے ہی بھانپ کر ٹیکسی والے کو روک رکھا تھا۔"

اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ شی تارا وہاں بیٹھ گئی۔ دونوں بدمعاش اس کے آس پاس آکر بیٹھ گئے۔ ایک نے ڈرائیور سے کہا۔ "چلو آگے بڑھو۔ ہم راستہ بتائیں گے۔"

سکھ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "باؤ جی! ہم ڈرائیور ہیں۔ سواریوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ جس انداز میں چھوکری کو لے جارہے ہو' اس سے منزل کا پتا چل گیا ہے۔"

شی تارا زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی' یہ لوگ اسے بازارِ حسن میں لے جائیں گے۔ وہ ایک عورت کے لیے بڑی شرمناک جگہ ہے۔ لیکن اس کے لیے محفوظ پناہ گاہ بن سکتی ہے۔ پولیس اور فوج والے کبھی نہیں سوچیں گے کہ شی تارا پیشہ کرنے والیوں کی جگہ پائی جاسکتی ہے۔

وہ مطمئن تھی کہ کوئی مرد وہاں اسے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ اس کی زندگی میں تو بس ایک ہی مرد آیا ہے پھر کوئی دوسرا کبھی نہیں آئے گا۔ ایسا سوچتے وقت اسے پارس یاد آرہا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے اسے مائیک ہرارے کے مکرو فریب سے بچایا تھا اور جس طرح بچایا تھا اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بھی اسی دہلی شہر میں ہے۔

کیا وہ اب بھی یہاں ہوگا؟ اس نے کہا تھا کہ سری نگر میں کلا سنگم کی عمارت میں دشمنوں سے بچ نکلنے میں شی تارا نے اس کی مدد کی تھی۔ وہ کسی کا قرض اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ اس لیے جواباً اسے ایک دشمن کی معمولہ اور تابعدار بننے سے بچا کر جارہا ہے۔

کیا وہ جاچکا ہے؟ یہ شہر چھوڑ چکا ہے؟ کیا اس نے یہ نہیں سوچا ہوگا کہ مائیک ہرارے ناکام ہوکر پھر کوئی چال چل سکتا ہے اور ایسے وقت پھر اسے اپنے محبوب کے تعاون کی ضرورت پیش آئے گی۔

ایسے وقت پارس کا کچھ ذکر ہوجائے کہ وہ سری نگر سے دہلی کیوں چلا آیا؟ جبکہ اسے امریکی عزائم کا پتا چل گیا تھا کہ وہ سیاچن گلیشیر میں بھارتی اور پاکستانی فوجوں کی نقل و حرکت اور فوجی کمزوریاں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

پارس نے طے کیا تھا کہ وہ کشمیر سے اب پاکستان کی سمت درہ قراقرم کے علاقے میں جائے گا۔ ایسے ہی وقت آمنہ فرہاد (رسونتی) نے اس سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "چوبیس گھنٹے کے بعد عادل اور رانا' عکس منتقل کرنے والے آلات کے ساتھ شاہراہِ ریشم کے قریب خنجراب پہنچیں گے۔ سپر ماسٹر کے آلۂ کار بھی ایسے ہی عکس منتقل کرنے والے آلات کے ساتھ وہاں جارہے ہیں اور ان آلات کے ذریعے دونوں ملکوں کے فوجی راز معلوم کرنے والے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "ماما! میں بھی اسی طرف جانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔"

"میں جانتی ہوں بیٹے! مگر چوبیس گھنٹے کے بعد جاؤ۔ تم نے لیک ویو میں پوجا کو دیکھا ہے۔ وہ واپس شی تارا کے پاس جارہی ہے۔ اس کا تعاقب کرو اور شی تارا پر نظر رکھو۔ میری ہونے والی بہو بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والی ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گی۔ اسے صرف مصیبت سے نہیں' دہلی شہر سے بھی باہر پہنچا کر خنجراب چلے جاؤ۔"

پارس نے ماں کی ہدایت پر عمل کیا۔ پوجا کا تعاقب کرتا ہوا دہلی آیا۔ وہاں شی تارا نے پوجا کی رہائش کا الگ انتظام کیا تھا۔ اسے ائرپورٹ سے ساتھ لے کر اس کی رہائش گاہ میں آئی اور وہاں دیر تک رہی کیونکہ پوجا کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب مائیک ہرارے نے بیمار پوجا کے دماغ میں جگہ بنالی تھی۔ ان واقعات کی تفصیلات پچھلے باب میں بیان کی جاچکی ہیں۔

شی تارا آدھی رات گزر جانے کے بعد دائی ماں کے ساتھ پوجا کے مکان سے نکلی۔ پھر اپنی کوٹھی کی طرف گئی۔ پارس نے اس کا تعاقب کرکے اس کی کوٹھی کو بھی دیکھ لیا۔ پھر رات گزارنے کے لیے ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں آگیا۔ وہاں ایک کمرا حاصل کرکے آرام سے سوگیا۔ ارادہ تھا کم از کم چار گھنٹے تک سونے کے بعد پوجا اور شی تارا کی خبر لے گا۔ لیکن چار گھنٹے سے پہلے ہی آنکھ کھل گئی۔ باربرا اس کے اندر کوڈ ورڈز ادا کرکے بول رہی تھی۔ "کام کے وقت گہری نیند سوتے ہو شرم نہیں آتی۔"

"تمہارے ساتھ سوتا تو ضرور شرم آتی۔ دونوں ساتھ شرماتے تو اچھا لگتا۔"

"شٹ اپ تمہیں ایسی باتوں کے سوا آتا بھی کیا ہے؟ بیچاری آفرین جیسی نہ جانے کتنی لڑکیاں تمہارے عشق میں جان گنوا بیٹھی ہیں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "مجھے آفرین کی موت کا صدمہ ہے۔ میں اسے کبھی بھلا نہیں پاؤں گا۔ لیکن صدمہ کرنے سے وہ واپس نہیں آئے گی۔ پھر میری زندہ دلی والی جو فطرت ہے' وہ فطرت قائم رہے گی۔ تم اپنی بات کرو کیسے آنا ہوا؟"

وہ بولی۔ "ماما نے ہدایت کی تھی کہ میں پوجا کے پاس جاؤں اور تمہیں اس کے بارے میں معلومات فراہم کروں۔"

پھر باربرا نے بتایا کہ وہ بیمار پوجا کے دماغ میں خاموشی سے گئی تھی۔ وہاں ایک شخص اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا چکا ہے اور اس کے ذریعے شی تارا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے بھی اپنی معمولہ اور کنیز بنانے والا ہے۔ اس وقت پوجا نے ایک میڈیکل اسٹور سے ایک مُضردوا خریدی ہے اور اب شی تارا کی کوٹھی کی طرف جارہی ہے۔

باربرا یہ معلومات فراہم کرنے کے بعد چلی گئی۔ اس کے بعد پارس نے جس طرح ڈرامائی انداز میں شی تارا کو مائیک ہرارے کی کنیز بنانے سے بچایا' اس کا تفصیلی ذکر بھی پچھلے باب میں ہوچکا ہے۔

ماں کی ایک ہدایت پر عمل کرنے کے بعد دوسری ہدایت بھی یاد رہی کہ شی تارا کو دہلی شہر سے باہر پہنچانا ہے۔ گویا ابھی مصیبت کے سائے اس پر منڈلا رہے تھے۔ اگرچہ وہ ہرارے کی سازش سے بچنے کے ایک گھنٹے بعد ہی اپنی کوٹھی چھوڑ چکی تھی۔ دائی ماں اور پاشا کے ساتھ ہوٹل تاج محل میں چلی گئی تھی۔

پارس دور ہی دور سے اس کی نگرانی کررہا تھا۔ اس کے پاس اپنی گاڑی نہیں تھی۔ اس لیے تعاقب میں دشواری ہو رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا پتا نہیں' وہ اور کہاں کہاں بھٹکے گی۔ اس کا پیچھا کرنے کے لیے ایک گاڑی لازمی تھی۔

وہ درمیانے درجے کے ہوٹل میں واپس آیا۔ وہاں ایک سکھ ڈرائیور اپنی ٹیکسی میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ پارس کے ذہن میں ایک تدبیر آگئی۔ اس نے میک اپ کا کچھ سامان خریدا۔ ہوٹل کے کمرے میں آکر چہرے پر داڑھی مونچھوں کا اضافہ کیا۔ سر پر پگڑی باندھی اور پوری طرح ایک سکھ بن کر ہوٹل سے باہر آگیا۔

اس ہوٹل کے سامنے کتنے ہی رکشا اور ٹیکسی والے آکر رکتے تھے۔ کھانا کھاتے یا صرف چائے پی کر چلے جاتے تھے۔ اس وقت وہاں ہندو ڈرائیوروں کے علاوہ دو سکھ ڈرائیور بھی تھے۔ ایک ڈرائیور نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا۔ "بھایا! سری کال۔ کتھے جانا اے؟"

پارس نے قریب آکر دھیمی آواز میں کہا۔ "سری کال۔ مجھے کہیں جانا نہیں ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ تم میرے سکھ بھائی ہو اس لیے اپنا ایک راز تم سے کہنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور کہو۔ میرا نام کرپن سنگھ ہے۔ بھائی کہتے ہو تو دل کی بات کہہ دو۔"

پارس نے رازداری سے کہا۔ "میں امرتسر سے آیا ہوں۔ بھارت سرکار کے پاس باغی سکھوں کی جو فہرست ہے اس میں میرا بھی نام ہے۔ میری گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا تھا۔ میں چھپ چھپا کر دہلی آگیا ہوں۔"

وہ پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "بھایا! فکر نہ کر۔ ہم تجھے پناہ دیں گے۔ مگر انٹیلی جنس والوں نے امرتسر میں تیری تصویر وغیرہ بھی حاصل کی ہوگی۔ وہ تصویر کے ذریعے تجھے پہچان لیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "جاسوس تو کیا مجھے میرے ماں باپ بھی نہیں پہچان سکیں گے۔ یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ میں نے پانچ برس تک بمبئی کی فلم انڈسٹری میں میک اپ مین کی حیثیت سے ملازمت کی ہے۔ مجھے میک اپ کا ایسا تجربہ ہے کہ آدمی کا حلیہ بدل کر رکھ دیتا ہوں۔"

"واہ بھایا! پھر تو تم کمال کے بھایا ہو۔ کیا کام دھندا تلاش کر رہے ہو؟"

"ہاں یہی میری پریشانی ہے۔ امرتسر میں ٹیکسی چلاتا رہا ہوں۔ لیکن یہاں کوئی مہاجن کسی ضمانت کے بغیر مجھے اپنی ٹیکسی نہیں دے گا۔"

"اوے پروا نہ کرو۔ ابھی میرے ساتھ چلو۔ ٹیکسی بھی ملے گی اور تمہارا لائسنس بھی بنا دیا جائے گا۔ چلو آجاؤ۔"

اس نے پارس کو اگلی سیٹ پر اپنے پاس بٹھایا پھر ٹیکسی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "بھایا! تیرا نام کیا ہے؟"

"اصل نام بھگت سنگھ ہے لیکن میں یہاں سب کو اپنا نام ہرنام سنگھ بتاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہرنام سنگھ ہی بن کر رہو۔ کوئی فکر نہ کرو۔ کوئی گڑبڑ ہوگی تو ہم سنبھال لیں گے۔ یہاں تمہارے رہنے اور کھانے پینے کا بھی انتظام ہو جائے گا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے لوک ناٹک بھون کے علاقے میں آپہنچے۔ وہاں خان مارکیٹ میں کاروں اور ٹیکسیوں کی مرمت کا ایک کارخانہ تھا۔ اس کا مالک ایک بوڑھا سکھ تھا۔ گربچن سنگھ نے اس سے میرا تعارف کرایا۔ پھر ایک چھوٹے سے کیبن میں لے جاکر یہ اصلیت بتائی کہ میں خالصہ تحریک کا ایک جاں نثار ہوں۔ میک اپ کا ماہر ہوں۔ چہرہ بدل کر روپوشی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ اب یہاں ٹیکسی چلا کر اپنا گزارہ کرنا چاہتا ہوں۔

بزرگ سکھ نے خوش ہوکر میرے شانے کو تھپتھپایا پھر کہا۔ "یہاں کوئی پوچھے تو کہہ دینا میرے بھتیجے ہو۔ کل تک تمہارا ڈرائیونگ لائسنس بن جائے گا۔ آج آرام کرو۔"

وہ بولا۔ "میں آج ہی سے کام کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ایک ٹیکسی دے دیں۔ لائسنس کے بغیر کوئی پولیس والا روکے گا تو میں رشوت دے کر پیچھا چھڑا لوں گا۔"

پارس کی اس بات پر سب نے قہقہہ لگایا۔ پھر اسے ایک ٹیکسی چلانے کو مل گئی۔ بزرگ سکھ نے کہا۔ "رات کو نائٹ شو ختم ہونے تک گاڑی چلاؤ۔ پھر واپس آجاؤ۔ جب تک کوئی ٹھکانا نہ بنے یہاں گیراج میں رہو۔"

یوں پارس کو ٹیکسی مل گئی۔ جب وہ ٹیکسی چلاتا ہوا تاج محل ہوٹل کے قریب پہنچا تو رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ پھر ٹیلی فون بوتھ میں آیا۔ وہ دن کے گیارہ بجے یہ معلوم کرکے گیا تھا کہ شی تارا نے کس نام سے ہوٹل کے دو کمرے حاصل کیے ہیں۔ اس نے بوتھ میں آکر ہوٹل کے کاؤنٹر مین سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ "کمرا نمبر دو سو اٹھارہ میں کملا دیوی موجود ہیں یا جاچکی ہیں؟ اگر وہ ہوں گی تو میں ابھی ان سے ملاقات کے لیے آؤں گا۔"

کاؤنٹر مین نے کی بورڈ کی طرف دیکھا پھر کہا۔ "کملا دیوی موجود ہیں۔ آپ آسکتے ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آگیا۔ یہ معلوم ہوگیا کہ شی تارا ابھی ہوٹل میں موجود ہے۔ وہ ٹیکسی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ اب شی تارا ہوٹل سے نکل کر کہیں بھی جاتی تو وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر آسانی سے اس کا تعاقب کر سکتا تھا۔ ایک گاڑی کی جو کمی تھی، وہ پوری ہوگئی تھی اور اس نے اچھا خاصا بھیس بھی بدل لیا تھا۔

فٹ پاتھ پر دو غنڈے کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں ایک ہٹا کٹا تھا اور دوسرا دبلا پتلا سا تھا۔ ان کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ شکار کی تلاش میں ہیں۔ ایسے ہی وقت شی تارا ہوٹل سے باہر آئی۔ اس کے پاس ایک سفری بیگ دیکھ کر پارس نے اندازہ کیا کہ وہ ہوٹل چھوڑ رہی ہے۔ ایک بدمعاش سگریٹ کے کش لگاتا ہوا اس کے پاس جاکر کچھ کہہ رہا تھا۔ دوسرے دبلے پتلے بدمعاش نے ٹیکسی کے پاس آکر پوچھا۔ "سردار جی! سواری لے چلو گے۔"

وہ بولا۔ "آہو۔ سواری کتھے ہے؟"

"وہ میرا یار اُدھر گیا ہے۔ ابھی آتا ہے پھر چلیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد اس کے یار نے دو انگلیوں کو منہ میں ڈال کر سیٹی بجائی۔ دوسرے بدمعاش نے دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو۔ سواری ادھر آگے کھڑی ہے۔"

پارس نے ٹیکسی آگے بڑھا کر شی تارا کے قریب روک دی۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا۔ پھر وہ دونوں بدمعاشوں کے درمیان آکر بیٹھ گئی۔ ایک نے پارس سے کہا۔ "چلو آگے بڑھو۔ ہم راستہ بتائیں گے۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "باؤ جی! ہم ڈرائیور ہیں سواریوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ جس انداز میں چھوکری کو لے جارہے ہو، اس سے منزل کا پتا چل گیا ہے۔"

پارس نے عقب نما آئینے کا زاویہ ایسا رکھا تھا کہ شی تارا نظر آرہی تھی۔ اس کی زیرِ لب مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ شکار کرنے والوں کو شکار کرنے والی ہے۔

ایک بدمعاش نے کہا۔ "تم اکیلی ہو۔ اس ہوٹل میں کیا کرنے آئی تھیں؟"

وہ بولی۔ "میں دنیا میں اکیلی نہیں ہوں۔ اس شہر میں اکیلی ہوں۔ ہوٹل میں رہنا چاہتی تھی لیکن ایک دشمن میرے پیچھے ہے۔ میں نے اس سے چھپنے کے لیے تمہارا سہارا لیا ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ ہم ایسی جگہ تمہیں لے جائیں گے کہ دشمن تو کیا پولیس والے بھی نہیں پہنچ پائیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "سچ پوچھو تو میں یہی چاہتی ہوں۔"

پارس اس کی باتوں کے پیچھے چھپی ہوئی اصل باتوں کو سمجھ رہا تھا۔ شی تارا کے دماغ پر قبضہ جمانے میں ناکام رہنے والا دشمن ضرور اسے دوبارہ گھیرنے کے لیے تنگ کر رہا ہوگا۔ وہ ہوٹل میں بھی نہ رہ سکی۔ دائی ماں اور پاشا کو چھوڑ کر چلی آئی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ دشمن گھیرا تنگ کر رہا ہے۔ وہ ایسی جگہ چھپنا چاہتی ہے، جہاں پولیس والے اس کی موجودگی کا یقین نہ کریں اور وہ جگہ بازارِ حسن ہی ہو سکتی تھی۔

پھر پارس کو ماما کی ہدایت یاد آئی کہ شی تارا کو بخیریت دہلی سے باہر لے جانا ہے۔ اس کا مطلب اب سمجھ میں آرہا تھا کہ اسے گرفتار کرنے کے لیے شہر کی ناکا بندی کی جاچکی ہے۔ ایسے میں وہ پولیس اور فوج کو دھوکا دے کر نکل سکتی تھی لیکن جنہیں دھوکا دینا چاہتی اگر ان کے اندر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہوتا تو وہ پکڑی جاتی۔ اس لیے ماں کا حکم تھا کہ ہونے والی بہو پر کوئی آنچ نہ آئے۔ بیٹا اسے صحیح سلامت شہر سے باہر پہنچا دے۔

ٹیکسی بازارِ حسن میں پہنچ گئی۔ ہٹے کٹے بدمعاش نے ایک کوٹھے کے سامنے رُکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رک گئی۔ بدمعاش نے شی تارا سے پوچھا۔ "کیا تم جانتی ہو کہ یہ کون سا بازار ہے؟"

وہ کھڑکی سے باہر دیکھ کر بولی۔ "ہاں، ایک نظر ڈالنے سے ہی پتا چل جاتا ہے کہ یہاں عورت کی عزت کا سودا ہوتا ہے۔"

"تعجب ہے۔ یہاں ہر آنے والی نئی لڑکی پہلے روتی اور گڑگڑاتی ہے۔ مگر تم مطمئن ہو۔"

وہ بولی۔ "کیا میرے رونے گڑگڑانے سے تمہارا دل پگھل جائے گا اور تم مجھے بہن بنا کر یہاں سے لے جاؤ گے؟"

وہ ناگواری سے بولا۔ "بکواس مت کرو۔ چلو اترو گاڑی سے تم کسی دشمن سے منہ چھپانا چاہتی تھیں۔ آج کے بعد ہر ایک سے منہ چھپاتی رہو گی۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔"

وہ اپنا بیگ لے کر ٹیکسی سے اتری۔ پارس نے کہا۔ "باؤ جی! کرایہ تو دیتے جاؤ۔"

بدمعاش نے کہا۔ "صبر کرو سردار جی! وہ سامنے والے کوٹھے میں جارہے ہیں۔ مال بنا کر آئیں گے تو تمہیں ڈبل کرایہ دیں گے۔ ابھی یہاں ٹھہرو۔"

وہ دونوں شی تارا کو اپنے درمیان یوں لے جانے لگے، جیسے حراست میں لے جارہے ہوں۔ جبکہ وہ خود اپنی مرضی سے جارہی تھی۔

کوٹھے کا اندرونی ہال بڑا خوبصورت تھا۔ مُجرے کے شوقین دولت مندوں کے لیے فرشی نشست کا انتظام تھا۔ دیواروں پر نیم عریاں تصویریں آویزاں تھیں۔ چھت سے قیمتی فانوس لٹک رہے تھے۔ ایک بوڑھی نائیکہ نے دور ہی سے شی تارا کو تعریفی نظروں سے دیکھا پھر بدمعاش سے کہا۔ "دھرمو! تو جوہری ہے۔ آج تو ایسا ہیرا لایا ہے کہ اس پر آنکھ نہیں ٹھہر رہی ہے۔"

دھرمو نے کہا۔ "تو پھر دام بھی ایسا لگا دے کہ ہماری محنت سپھل ہو جائے۔"

"دام اچھے دوں گی۔ مگر میں زندگی میں یہ پہلی لڑکی دیکھ رہی ہوں، جو مصیبت نہیں بن رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے راضی خوشی آئی ہے۔"

"کوئی دشمن اس کی جان کے پیچھے پڑا ہے۔ یہ سمجھتی ہے کہ یہاں محفوظ رہے گی۔"

"پھر تو یہ سمجھ دار ہے۔ میں یہاں آنے والیوں کو بیٹیاں بنا کر رکھتی ہوں۔ بیٹی! تیرا نام کیا ہے؟"

شی تارا نے کہا۔ "جب ماں بن رہی ہو تو نام بھی اپنی پسند سے رکھ لو۔ میں اپنی پچھلی زندگی بھول چکی ہوں۔"

نائیکہ نے مسکرا کر کہا۔ "بولتی خوب ہے۔ استاد جی! اندر جاؤ اور چمن بائی سے تین ہزار لا کر دھرمو کو دے دو۔"

دھرمو نے کہا۔ "بائی جی! کیا غضب کرتی ہو۔ ایسا ہیرا تین ہزار میں بھلا کہیں ملتا ہے؟"

"میں کبھی دو ہزار سے زیادہ کسی دلال کو نہیں دیتی۔ تجھے تین دے رہی ہوں۔"

"نہیں بائی جی! میں پورے پانچ ہزار لوں گا۔"

شی تارا نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔ "کُتّے دلال! کیا میں ایسی گئی گزری ہوں کہ صرف پانچ ہزار لے گا۔ ارے بھکاری کی اولاد! دس ہزار تو میں تجھے دے سکتی ہوں۔"

اس نے یہ کہہ کر سفری بیگ کھولا۔ پھر اس میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں تو سب کی آنکھیں حیرانی سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ ایک گڈی دھرمو کے منہ پر مارتی ہوئی بولی۔ "اسے گن لے۔ میرے پاس ہر گڈی دس ہزار کی ہے۔"

وہ سب جیسے دریائے حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پھر نائیکہ نے پوچھا۔ "اے بیٹی! تو بکنے آئی ہے یا ہم سب کو خریدنے؟ اتنی دولت ساتھ لے کر گھوم رہی ہے۔ آخر تو ہے کون؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہی ہو جبکہ ابھی کہہ چکی ہو کہ میں تمہاری بیٹی ہوں۔ دیکھو ماں جی! اس بیگ میں اور ڈھائی لاکھ روپے ہیں۔ اسے تم رکھ لو۔ اور ان کتوں کو یہاں سے جانے کے لیے کہو۔"

نائیکہ نے کہا۔ "اے دھرمو! تو نے سنا نہیں۔ چل بھاگ جا یہاں سے اور خبردار! باہر جاکر کسی سے میری بیٹی کی دولت مندی کا ذکر نہ کرنا۔ ورنہ شنکر دادا سے کہوں گی تو وہ تجھ سے یہ دس ہزار چھین لے گا۔"

دھرمو نے اپنے دونوں کانوں کو پکڑ کر کہا۔ "ماں قسم کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔ بس سمجھ لو کہ یہاں سے سب کچھ بھول کر جا رہا ہوں۔"

وہ دونوں بدمعاش تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ پھر سیڑھیاں اتر کر نیچے جانے لگے۔ نیچے سڑک کے کنارے پارس ٹیکسی کے پاس کھڑا سوچ رہا تھا کہ شی تارا غلط جگہ آگئی ہے۔ وہ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے کی اجازت کسی کو نہیں دے گی۔ کوئی زبردستی کرے گا تو اپنی عزت بچانے کی خاطر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے گی۔ اس طرح یہ بات پھیلے گی کہ اس بازار میں ایک ایسی حسینہ آئی جسے صرف دور سے دیکھا جاسکتا ہے نزدیک جانے والوں کو ٹیلی پیتھی کا کرنٹ لگتا ہے۔

پھر یہ داستان فوجیوں تک پہنچے گی تو وہ کوٹھے کو گھیر لیں گے۔ اسے یہاں سے بھاگ نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔ پارس سر اٹھائے اوپر کوٹھے کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ پتا نہیں وہ وہاں کیا کر رہی ہے؟ مجھے کسی طرح معلوم کرنا چاہیے اور کسی بہانے اسے اس بازار سے لے جانا چاہیے۔

اسی وقت وہ دونوں دلال کوٹھے سے نیچے آئے۔ دھرمو نے نو ہزار جیب میں رکھ لیے تھے اور ایک ہزار کا نوٹ اپنے ساتھی کو دے کر کہہ رہا تھا۔ "اس کا کھلا لے آ۔ اس ٹیکسی والے کو دینا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ تو بہت بڑا نوٹ ہے۔ کیا اس لڑکی نے دیا ہے؟"

دھرمو نے آنکھیں دکھا کر کہا۔ "لڑکی نے دیا ہے یا نائیکہ نے' تمہیں کیا لینا ہے۔ اپنا کرایہ لو اور جاؤ۔"

پارس نے کہا۔ "غصہ کیوں کرتے ہو۔ میں تو اس لیے پوچھ رہا تھا کہ مجھے پچھلی سیٹ کے پاس بڑے نوٹوں کی ایک گڈی ملی ہے۔"

"کیا؟" وہ دونوں چونک گئے۔ تیزی سے چلتے ہوئے اس کے دونوں طرف آئے۔ ایک نے اس کا بازو پکڑ کر پوچھا۔ "کہاں ہیں وہ روپے؟؟"

دھرمو نے اس کا دوسرا بازو پکڑ کر پوچھا۔ "کیا وہ دس ہزار روپے کی گڈی ہے؟؟"

اس نے دونوں سے خود کو چھڑا کر پوچھا۔ "تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو کہ وہ دس ہزار روپے کی گڈی ہے؟؟"

"اس لیے کہ اس لڑکی کے پاس ہر گڈی دس ہزار کی ہے۔ اس کے پاس ڈھائی لاکھ......"

دھرمو نے اپنے ساتھی کو ڈانٹ کر کہا۔ "ابے چپ! یہ کیا بکواس کرنے لگا ہے۔ اگر اب کچھ بولا تو منہ توڑ دوں گا۔"

پارس نے کہا۔ "کوئی بات چھپانے کی ہے تو اسے نہ بولو۔ کیونکہ میں بھی نہیں بولوں گا وہ گڈی چھپا کر رکھوں گا۔"

دھرمو نے گھونسا دکھا کر کہا۔ "اوئے سردار جی! ہم یہاں کے بدمعاش ہیں۔ ایک سیٹی بجاؤں گا تو یہاں بدمعاشوں کی پلٹن آجائے گی۔"

پارس نے کہا۔ "پھر میں نے جو گڈی پائی ہے اس میں سے صرف تم دونوں ہی نہیں وہ پوری پلٹن بھی حصہ مانگے گی۔"

"آں؟" دھرمو کا گھونسا ڈھیلا پڑ گیا۔ وہ نرمی سے بولا۔ "یار! کیوں گڑبڑ کرتے ہو۔ یہاں اگر شنکر دادا کو معلوم ہو جائے گا تو وہ ہمارے ہاتھوں میں پانچ پانچ سو روپے رکھ کر باقی سارا مال لے جائے گا۔ چلو کہیں دوسری جگہ چلتے ہیں۔"

"دوسری جگہ بھی میں وہ نوٹوں کی گڈی نہیں نکالوں گا۔ کیونکہ تم دوستی نہیں کرنا چاہتے۔ دوستی اور محبت سے ہی تمہیں دولت ملے گی۔"

"یہ کیا کہتے ہو سردار جی! ہم تمہیں دوست ہی نہیں بھائی بھی سمجھتے ہیں۔ تم سے محبت بھی کرتے ہیں۔"

"تو پھر کوئی بات نہ چھپاؤ۔ مجھے دوست یا بھائی سمجھ کر بتاؤ' وہ لڑکی کون ہے؟ اور کوٹھے میں کیا کر رہی ہے؟؟"

"وہ کوئی پاگل یا پھر کوئی بہت ہی چالاک لڑکی ہے۔ اس کے پاس لاکھوں روپے ہیں۔ وہ روپے اس نے نائیکہ کو دے دیے اور ہمیں بھی دس ہزار دیے۔"

"اس نے اپنے بارے میں کچھ تو بتایا ہوگا کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور اتنی دولت کس کی تجوری سے لائی ہے؟؟"

"شاید وہ نائیکہ کو کچھ بتا رہی ہوگی۔ نائیکہ نے تو ہمیں وہاں ٹھہرنے نہیں دیا۔ فوراً ہی بھگا دیا۔ اور ہمیں دھمکی دی ہے کہ ہم اس لڑکی کی دولت مندی کا ذکر کسی سے نہ کریں۔ ورنہ شنکر دادا سے کہہ کر ہمارے دس ہزار چھین لے گی۔ دیکھو تم نے پوچھا۔ میں نے بھائی بن کر سب کچھ بتا دیا۔ اب نکالو وہ گڈی۔ اس میں سے دو حصے ہمارے اور ایک حصہ تمہارا کیونکہ تم ایک ہو اور ہم دو ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "یہ کوٹھے والیاں بڑی مالدار ہوتی ہیں۔ کیا اس نائیکہ کے کوٹھے میں فون ہے؟ اگر ہے تو نمبر بتاؤ۔"

دھرمو نے فون نمبر بتا کر پوچھا۔ "کیوں وقت برباد کرتے ہو' وہ گڈی نکالو۔"

"کون سی گڈی؟ مجھے ٹیکسی کے اندر سے ایک روپے کا نوٹ بھی نہیں ملا۔"

دونوں نے پارس کا گریبان پکڑ لیا پھر دھرمو نے کہا۔ "سارا مال اکیلے کھانا چاہتے ہو۔ یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

پارس نے کہا۔ "اگر میں شنکر دادا کو آواز دے کر کہوں گا کہ تمہارے پاس دس ہزار ہیں تو وہ تم سے غنڈا ٹیکس وصول کرنے کی خوشی میں مجھ جیسے مخبر کو انعام دے گا۔"

دونوں نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔ پارس نے کہا۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم دونوں بہت سمجھ دار ہو۔ اپنے باپ کا نام ہی عقل آجاتی ہے۔"

دھرمو کے ساتھی نے ایک طرف دیکھا پھر پریشان ہو کر کہا۔ "استاد! وہ شنکر دادا آ رہا ہے۔"

دونوں گھبرا کر دیکھنے لگے۔ ایک قد آور صحت مند بدمعاش ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے چار حواری تھے۔ وہ قریب آکر بولا۔ "کیوں بے دھرمو! سنا ہے آج ایک بہت ہی سندر چھوکری پھنسا کر لایا ہے؟"

وہ خوشامدانہ انداز میں بولا۔ "دادا! تم سے بھلا کوئی بات چھپ سکتی ہے۔ ایک بہت ہی زبردست پٹاخہ چھوکری ابھی چمن بائی کے کوٹھے میں پہنچا کر آ رہا ہوں۔"

"تجھے کتنا مال دیا ہے؟"

وہ ہزار کا نوٹ دکھا کر بولا۔ "دادا! تم تو جانتے ہو وہ بڑی مطلبی نائیکہ ہے۔ ہمیں ایک ہزار میں ٹرخا دیا ہے۔"

شنکر دادا نے کہا۔ "ہوں۔ اگر چھوکری میرے کو پسند آئے گی تو ہزار تیرے۔ ورنہ میرا کمیشن تین سو بچا کے رکھنا۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے حواریوں سے بولا۔ "تم لوگ وصولی کرنے جاؤ۔ میں ذرا چھوکری دیکھ کر آتا ہوں۔"

چاروں حواری دوسرے کوٹھوں کی طرف چلے گئے۔ شنکر دادا چمن بائی کے کوٹھے پر جانے لگا۔ دھرمو اب پارس سے اکڑ نہیں دکھا سکتا تھا۔ اس لیے چپ چاپ اپنے ساتھی کے ساتھ وہاں سے کھسک گیا۔ پارس یہی چاہتا تھا کہ جہاں شی تارا گئی ہے، وہاں ابھی کوئی ہنگامہ ہو جائے تاکہ وہ اس بازار میں چھپ کر نہ رہ سکے اور یہاں سے جانے پر مجبور ہو جائے۔

شنکر دادا سیڑھیاں چڑھتا ہوا کوٹھے کے ہال میں آیا۔ وہاں بائی جی اور اس کی باجی چمن بائی بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر کچھ پریشان ہو گئیں۔ چمن بائی نے جبراً مسکرا کر کہا۔ "ارے دادا! تم تو دھندا شروع ہونے سے پہلے ہی اپنا مال وصول کرنے آ جاتے ہو۔ کیا ہم پر بھروسا نہیں ہے؟"

"بھروسا ہے۔ مگر میں نقدی نہیں، وہ مال دیکھنے آیا ہوں۔ جس کی سندرتا کا چرچا باہر ہو رہا ہے۔ دھرمو بھی بڑی تعریفیں کر رہا تھا۔"

بائی جی نے کہا۔ "یہ سچ ہے۔ لیکن ابھی جو آئی ہے۔ اسے ہم نے سگی بیٹی بنا لیا ہے۔ اس سے دھندا نہیں کرائیں گے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ "اس بازار کی ہر نائیکہ اپنے پیٹ کی اولاد سے دھندا کراتی ہے۔ کیا وہ ابھی آنے والی اتنی سگی ہو گئی کہ یہاں اپنی ایک سگی بیٹی سے دھندا کرا رہی ہو اور اس ہیرے کو مجھ سے چھپا رہی ہو؟ کیا ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالوں؟"

ایسا کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ اس علاقے میں خود کو سب سے طاقتور منوانے کے لیے ورزش کرتا اور اپنی جان بناتا رہتا تھا۔ جسم صحت مند تھا۔ اس لیے دماغ حساس تھا۔ پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں تو اس نے بے اختیار سانس روک لیا پھر کہا۔ "یہ ابھی میرے سر میں کیا ہو رہا تھا؟ میں نشہ نہیں کرتا ہوں۔ مگر دماغ گھومنا چاہتا تھا۔ سانس روکنے سے میں پھر ٹھیک ہو گیا۔"

شی تارا چھپ کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کی سوچ کی لہر اس کے دماغ سے واپس آ گئی تھیں۔ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ناکام ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک ڈیڑھ انچ کی لانبی ڈبیا نکالی۔ اسے کھولا اس کے اندر ایک ننھی سی سرنج تھی جس میں اعصابی کمزوری کی دوا تھی۔ اس نے ڈبیا کو چھپا کر سرنج کو ایک مٹھی میں دبا لیا۔

ذرا دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا۔ چمن بائی نے دادا کے ساتھ کمرے کے اندر آکر کہا۔ "بٹی! میں نے پہلے ہی بتایا تھا کہ ہم پولیس والوں کو رشوت دے کر تجھے ان سے بچا لیں گے مگر شنکر دادا حسن کا پجاری ہے۔ یہ ہماری بات نہیں مان رہا ہے۔"

شنکر دادا نے شی تارا کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "قسم پیدا کرنے والے کی۔ یہ تو لاکھوں اور کروڑوں میں ایک ہے۔ چمن بائی تم جاؤ۔ آج تو اپنی رات اس کمرے میں گزرے گی۔"

وہ چلی گئی۔ شنکر دادا نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر پلٹ کر دیکھا۔ جسے زبردستی حاصل کرنا چاہتا تھا وہ مسکرا رہی تھی اور اپنے شانے سے آنچل ڈھلکا رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر قریب آیا۔ شی تارا نے اور قریب ہو کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ اس کے ساتھ ہی سرنج کی سوئی کو اس کی گردن میں پیوست کر دیا۔ وہ اسے آغوش میں جکڑنے جا رہا تھا۔ اچانک ہی کراہ کر الگ ہو گیا۔

سرنج کی تھوڑی سی دوا انجکٹ ہوئی تھی۔ اور وہ تھوڑی ہی بہت تھی۔ شی تارا بھی الگ ہو کر سرنج کو ڈبیا میں رکھنے لگی۔ اس دادا پہلوان کی طرف دیکھنا ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

وہ پیچھے جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ کمزوری کے باعث کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ ساڑی کا آنچل درست کر کے اسے دیکھ کر بولی۔ "کیا ہوا پہلوان! میرے گلے نہیں پڑو گے؟ مردانگی نہیں دکھاؤ گے؟"

وہ تھوک نگل کر بولا۔ "تم...... تم نے کچھ کیا ہے۔ میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ رہے ہیں۔ میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ مگر نہیں ہو سکتا۔"

"میں چاہوں تو کھڑے بھی ہو سکتے ہو اور یہاں سے جا بھی سکتے ہو۔ یہ دیکھو۔"

اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کھڑا کیا۔ پھر ادھر سے اُدھر چلا کر دوبارہ کرسی پر بٹھا دیا پھر کہا۔ "اب احساس ہو رہا ہے کہ میں نے یہاں آکر غلطی کی ہے۔ یہ بھول گئی تھی کہ کوئی مجھے جبراً حاصل کرنا چاہے گا تو مجھے اپنی اصلیت دکھانی پڑے گی۔ تمہیں یہاں ہلاک کر کے لاش نہیں چھپا سکتی۔ یہاں سے باہر تمہیں جانے دوں گی تب بھی میرے پُراسرار ہونے کی بات عام ہو گی۔"

وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ "بھگوان کے لیے مجھے جانے دو۔ میں تمہارا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔ مجھے جلد سے جلد کسی ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔"

"ہاں، جانے دوں گی۔ اس کے بعد مجھے بھی جانا ہی ہو گا۔ لیکن تم ایسے نہیں جاؤ گے۔ نہ جانے تم اس بازار میں کتنی معصوم لڑکیوں کے کپڑے اتار چکے ہو۔ اس لیے آج اپنے کپڑے اتار کر جاؤ۔"

وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ مگر شی تارا نے اس کی طرف سے منہ پھیر کر اسے بے لباس ہونے پر مجبور کیا۔ پھر وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ بڑے ہال میں مجرا سننے کے لیے تماش بین آنے لگے تھے۔ انہوں نے علاقے کے دادا کو مادر زاد ننگا دیکھا۔ بائی جی، چمن بائی اور مجرا کرنے والیاں منہ چھپا کر بھاگنے لگیں۔ دادا پہلوان قہقہہ لگا کر کہہ رہا تھا۔ "دیکھو...... دیکھو، مجھ سے عبرت حاصل کرو۔ ہم یہاں عورتوں کو بے لباس کرنے آتے ہیں۔ آج سے مرد بے لباس ہوں گے۔ تم تماش بینوں میں سے جو کپڑا نہ اتارنا چاہے وہ فوراً بھاگ جائے ورنہ میں اسے ننگا کر دوں گا۔"

یہ سنتے ہی سب بھاگنے لگے۔ وہ سب سیڑھیوں پر گرتے پڑتے نیچے پہنچے۔ پارس ٹیکسی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ سمجھ گیا کہ ہنگامہ شروع ہو چکا ہے۔ ایک رئیس اعظم دوڑتا ہوا پارس کے پاس آیا پھر بولا۔ "سردار جی! مجھے فوراً یہاں سے لے چلو۔ شنکر دادا پاگل ہو گیا ہے۔"

اس رئیس کے ہاتھ میں ایک موبائل فون تھا۔ پارس نے اس سے فون لے کر اس کی ناک پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ ذرا دور جا کر چکرا کے گر پڑا۔ اس راستے میں افراتفری شروع ہو گئی تھی۔ سب جاننا چاہتے تھے کہ اتنے تماش بین کیوں اوپر سے بھاگ کر نیچے آ رہے ہیں؟ ذرا سی دیر میں جواب سامنے آ گیا۔ اس علاقے کا دادا پہلوان ننگ دھڑنگ اوپر سے سیڑھیاں اترتا آ رہا تھا۔ پھر سڑک پر آکر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "آج سے اس علاقے کی تمام عورتیں میری ماں اور بہنیں ہیں۔ اگر کوئی عیّاش یہاں آئے گا تو میں کسی عورت کے بے لباس ہونے سے پہلے اس عیّاش کو اپنی طرح ننگا کر دوں گا۔"

وہ کہتا جا رہا تھا اور سڑک پر اچھل اچھل کر اپنے حواریوں کو مارتا اور ان کی گرفت سے بچتا جا رہا تھا۔

کوٹھے کے اندر بائی جی اور چمن بائی نے شی تارا کے پاس آکر پوچھا۔ "بٹی! یہ کیا تماشا ہو رہا ہے؟"

وہ دونوں کو طمانچے مارتی ہوئی بولی۔ "میں نے لاکھوں روپے دیے ہیں تو مجھے بٹی کہہ رہی ہو۔ لاؤ میرا بیگ اور اپنی تجوری کھول کر جتنی نقد رقم ہے، وہ بھی بیگ میں رکھ دو۔ ورنہ تم سب کو بھی اس دادا کی طرح ننگا کر کے نیچے سڑک پر بھیج دوں گی۔"

وہ خوفزدہ ہو کر اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگیں۔ ایسا نہ کرتیں تب بھی ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر ایسا کرنا پڑتا۔ ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ شی تارا نے ریسیور اٹھایا پھر پارس کی آواز سن کر چونک پڑی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "خود کو پھنسانے کے لیے بڑے کمالات دکھا رہی ہو۔ کیا تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہے؟"

وہ خوشی سے چیخ کر بولی۔ "پارس! تم کہاں ہو؟ جلدی بتاؤ میں آ رہی ہوں۔"

"مجھ سے ملنے کے لیے تمہیں دہلی سے باہر نکلنا پڑے گا۔"

"اوہ گاڈ! یہی تو پرابلم ہے۔ فوج نے ناکا بندی کی ہے اور ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے......"

وہ بات کاٹ کر بولا۔ "میں سب جانتا ہوں۔ وقت ضائع نہ کرو۔ وہاں سے نکلو اور کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر پلاننگ کرو۔ اپنی ذہانت کو آزماؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں سے نکل رہی ہوں۔ میرے پاس موبائل فون ہے۔ تم اپنا فون نمبر بتاؤ۔"

"میرے پاس موبائل فون نہیں ہے۔ میں کسی دوسری جگہ پہنچ کر پھر رابطہ کروں گا۔"

"اچھا میرا نمبر نوٹ کرو۔"

"جب میں یہ جان سکتا ہوں کہ تم بازارِ حسن میں ہو تو کیا تمہارا فون نمبر نہیں جان سکتا۔ گڈ بائی۔"

وہ رابطہ ختم کر کے مسکرایا پھر اس موبائل فون کو اس نے اسٹیئرنگ سیٹ کے نیچے چھپا دیا۔

وہ اپنا سفری بیگ اٹھائے، سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئی۔ وہاں شنکر دادا نے بے لباس ہو کر آنے والے عیاشوں کو چیلنج کیا تھا کہ انہیں بھی بے لباس کر دے گا۔ اس لیے عزت دار تماش بین بھاگ گئے تھے۔ گاہک نہیں تھے۔ لہٰذا تمام رکشا اور ٹیکسیاں بھی نہیں تھیں۔ صرف ایک ٹیکسی نظر آ رہی تھی۔

پارس ٹیکسی کا بونٹ اٹھائے یوں مصروف تھا جیسے گاڑی کی کوئی خرابی دور کر رہا ہو۔ وہ قریب آکر بولی۔ "کیا گاڑی خراب ہے؟"

وہ بونٹ گرا کر بولا۔ "تمہارے قدم اچھے ہیں۔ تمہارے آتے ہی گاڑی ٹھیک ہو گئی۔ بیٹھ جاؤ۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم وہی ہو اور یہ ٹیکسی بھی وہی ہے جس میں میں آئی تھی۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "یہ گاڑی میری محبوبہ کی طرح نخرے کرتی ہے۔ کبھی میری دشمن بن جاتی ہے۔ ایسی خراب ہوتی ہے کہ آنے والی سواریاں واپس کر دیتا ہوں۔ کبھی دوست بن کر ایسے فرّاٹے بھرتی ہے کہ ایک دن میں ہزار روپے کما لیتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "سردار جی! تم بہت بولتے ہو اور میں خاموشی پسند

کرتی ہوں۔ جب تک میں تمہاری گاڑی میں رہوں۔ تم بالکل خاموش رہو۔"

"ٹھیک ہے۔ خاموشی سے پہلے بتا دو کہ جانا کہاں ہے۔ ویسے ہم ٹیکسی ڈرائیور ہیں۔ سواریوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ جس انداز میں تم اس بازار میں گئیں اور پھر واپس آئیں' اس سے پتا چلتا ہے تمہاری کوئی منزل نہیں ہے۔"

"زیادہ بولنے والے بے وقوف ہوتے ہیں۔ مگر تم سمجھداری کی باتیں کررہے ہو۔ واقعی میری ابھی کوئی منزل نہیں ہے۔ اسی لیے کہتی ہوں' خاموش رہو اور مجھے کسی منزل کا تعین کرنے دو۔"

وہ خاموش رہا پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ اس کے دماغ کے اندر آئی ہے۔ وہ زیرِ لب مسکرانے لگا۔ اس پر جناب علی اسد اللہ تبریزی بڑے مہربان تھے۔ بہت عرصہ پہلے اس کے دماغ کے چور خیالات والے خانے کو مقفل کیا تھا۔ ان کی روحانی ٹیلی پیتھی کے نتیجے میں ایسا ہوتا تھا کہ وہ جس بھیس میں رہتا تھا' خیال خوانی کرنے والوں کو اس کے دماغ سے اسی بھیس کے مطابق معلومات حاصل ہوتی تھیں۔

اس وقت بھی ثی تارا اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کررہی تھی کہ اس کا اصل نام بھگت سنگھ تھا۔ مگر خالصہ تحریک کے باغیوں میں اس کا نام آگیا تھا۔ بھارت سرکار اسے گرفتار کرنے والی تھی' وہ بھاگ کر دہلی آگیا تھا۔ میک اپ کے ذریعے ذرا چہرہ بدل کر ہرنام سنگھ کہلانے لگا تھا۔

پھر ہرنام سنگھ کی سوچ نے بتایا کہ وہ زبان کا سچا اور کسی بھی معاملے میں قابلِ اعتماد ہے۔ اور وہ اس پر بھروسا کرسکتی ہے۔ اس نے انجان بن کر پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولا۔ "ڈرائیور کا نام کتنا ہی پیارا ہو' مسافر گھر پہنچ کر اسے بھول جاتا ہے۔ اس لیے مجھے ڈرائیور ہی کہو۔"

"تم بہت فضول باتیں کرتے ہو ہرنام سنگھ!"

وہ فوراً ہی گاڑی کو سڑک کے کنارے روک کر حیرانی سے بولا۔ "تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں یہ بھی جانتی ہوں کہ یہ تمہارا اصلی نام نہیں ہے اور تمہارا چہرہ بھی اصلی نہیں ہے۔ تم بھارتی جاسوسوں سے چھپنے کے لیے بھگت سنگھ سے ہرنام سنگھ بن گئے ہو۔"

پارس نے پریشان ہوکر اسے دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "دیوی جی! تم کون ہو؟ میرے بارے میں کیسے جانتی ہو؟ کیا تم بھارتی جاسوسہ ہو؟"

وہ بولی۔ "نہیں بھارت سرکار تمہاری طرح میری بھی دشمن ہے۔ یہاں کی فوج نے مجھے گرفتار کرنے کے لیے شہر کی ناکا بندی کی ہے اور میرا شہر سے باہر جانا بہت ضروری ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں اور یہاں کے قانون کے محافظوں سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ دیوی جی! جب ناکا بندی ہوچکی ہے تو اب شہر سے باہر نہ جاؤ۔ خطرہ ٹل جا[نے] دو۔ میں تمہیں گیراج میں لے جاکر چھپاؤں گا۔"

"نہیں۔ میں آج رات ہی کسی طرح جاؤں گی۔ شہر سے با[ہر] میرا محبوب میرا انتظار کررہا ہے۔"

"اچھا یہ عشق و محبت کا معاملہ ہے۔ پھر تو مجھے اپنی محبو[بہ کی] قسم ہے تم جیسا کہو گی ویسا کروں گا۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ کس طرح [ناکا] بندی کرنے والوں کو دھوکا دے کر شہر سے باہر جاؤں۔ جب [سے] معلوم ہوا کہ وہ میرا منتظر ہے۔ میں نے شہر میں کہیں چھپنے کا خیال دل سے نکال دیا ہے۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تمہار[ی] باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے پریمی کو بہت چاہتی ہو۔ جبکہ بہ[ت] زیادہ نہیں چاہنا چاہیے۔ اس سے لڑنا اور دشمنی بھی کر[نا] چاہیے۔"

"یہ تم کیسی الٹی بات کہہ رہے ہو۔ کیا محبت کرنے والے [بھی] دشمنی کرتے ہیں؟"

"میری ریشماں کرتی ہے۔ ایک بار اس نے چاقو سے مجھ [پر] حملہ کیا تھا پھر بعد میں معافی مانگی۔ پھر اسے شبہ ہوا کہ میں اس [کی] محبت میں کمی کررہا ہوں تو اس نے میری پٹائی کرنے کے لیے [دو] بدمعاشوں کو میرے پیچھے لگا دیا تھا۔ میں بہت بہادر ہوں۔ میں [نے] ان بدمعاشوں کی پٹائی کردی۔ ریشماں میری دلیری پر جان [دیتی] ہے۔"

وہ بول رہا تھا اور ثی تارا سر جھکائے شرمندگی سے سوچ [رہی] تھی۔ وہ بھی اپنے پارس کے پیچھے پولیس اور فوج والوں کو لگا[تی] ہے۔ اس سے دشمنی کرتی ہے اور ہر دشمنی کے بعد اس سے شد[ید] محبت کرنے لگتی ہے۔

وہ بولی۔ "ہرنام سنگھ! تم درست کہتے ہو۔ میں بھی اپنے [پریمی] سے لڑتی ہوں۔ دشمنی کی حد تک لڑتی ہوں۔ پھر جان سے گزر جا[نے] کی حد تک اس سے محبت بھی کرتی ہوں۔"

پھر وہ چونک کر بولی۔ "یہ تم کن گلیوں سے مجھے لے جار[ہے] ہو؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"میں امرتسر سے دو ماہ پہلے آیا ہوں۔ میں یہاں کی گلیاں [اور] محلّوں کے نام اچھی طرح نہیں جانتا ہوں۔ ابھی گلیوں سے اس [لیے] گزر رہا ہوں کہ سڑکوں پر فوج یا پولیس والے گشت کررہے [ہوں] گے۔"

"ہاں' یہ تم دانشمندی سے کام لے رہے ہو مگر ہم کب [تک] بھٹکتے رہیں گے۔ رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ مجھے کسی ط[رح] اس اندھیرے میں ہی شہر سے باہر لے چلو۔"

"میں تدبیر سوچ رہا ہوں۔ مگر دماغ میں یہی بات آتی ہے کہ [اگر] مجھے یا تمہیں کوئی جادو آتا تو......"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ ثی تارا نے پوچھا۔ "چپ کیوں ہوگئے؟ جادو آنے سے کیا ہوجاتا؟"

وہ بولا۔ "مجھے بازارِ حسن کا وہ منظر یاد آرہا ہے۔ علاقے کا ایک خطرناک بدمعاش کپڑے پہن کر کوٹھے میں گیا تھا۔ واپسی میں ایسے ننگا آیا جیسے کسی نے اس پر جادو کیا ہو اور اسے پاگل بنا دیا ہو۔"

ٹیکسی ایک محلّے میں آئی' وہاں ایک مکان میں رنگ برنگے قمقمے روشن تھے۔ شادی کی شہنائی بج رہی تھی۔ مکان کے احاطے کے باہر دو بسیں اور چند کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ پارس نے وہاں ٹیکسی روک دی۔ ثی تارا سوچ رہی تھی کہ ہرنام سنگھ کو ٹیلی پیتھی کے جادو کے متعلق بتانا چاہیے یا نہیں؟

پھر وہ بولی۔ "تم نے گاڑی یہاں کیوں روک دی؟"

وہ بولا۔ "شادی کا گھر دیکھ کر سوچ رہا ہوں اگر میری گرفتاری کا وارنٹ نہ نکلتا تو اب تک ریشماں سے میری شادی ہوجاتی۔"

"ابھی تم جادو کے متعلق کہہ رہے تھے۔ مجھے ایک جادو آتا ہے۔ اگر تم کسی طرح مجھے شہر سے باہر پہنچا دو تو میں جادو سے ریشماں کو تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔"

"دیوی جی! کیوں مجھے بچوں کی طرح بہلاتی ہو۔ اگر تمہیں جادو آتا تو کیا تم اپنے پریمی کے پاس پہنچ نہ جاتیں؟"

"میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ اسی علم کے ذریعے میں نے اس خطرناک غنڈے کو سزا دی تھی۔ اسی علم کے ذریعے میں نے اپنی عزت آبرو کو سلامت رکھا ہے لیکن یہ علم مجھے اپنے محبوب تک پہنچانے کے کام نہیں آرہا ہے۔"

پارس نے جان بوجھ کر اس شادی والے مکان کے سامنے ٹیکسی روکی تھی۔ جب اس نے ظاہر کردیا کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو وہ بولا۔ "تم نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی؟ بس سمجھ لو کہ تم اپنے پیا سے ملنے جارہی ہو۔"

"لیکن کیسے؟"

پارس نے کہا۔ "ان دو بسوں کو دیکھو۔ ان پر لکھا ہے۔ "دہلی سے آگرہ" اس کا مطلب یہ ہے کہ برات آگرہ سے آئی ہے۔ دُلہن کو بیاہنے دولہا یہاں دہلی آیا ہے اور ابھی دُلہن کو آگرہ لے جانے والا ہے۔ پوری برات آگرہ جائے گی۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں برات والی عورتوں میں شریک ہوکر اس بس میں بیٹھ کر آگرہ جاؤں۔ مگر چیک پوسٹ پر ان بسوں کی بھی چیکنگ ہوگی۔"

"ضرور چیکنگ ہوگی۔ پولیس یا فوج والے شاید عورتوں سے بھی باتیں کریں گے۔ لیکن دُلہن سے کوئی نہیں بولے گا۔ کیونکہ وہ گھونگھٹ میں ہوگی۔ یہ لوگ راجپوت معلوم ہوتے ہیں۔ کسی بھی فوجی کو دُلہن کا گھونگھٹ الٹنے نہیں دیں گے اور نہ ہی اس سے بات کرنے کی اجازت دیں گے۔"

ثی تارا خوشی سے اچھل پڑی پھر بولی۔ "میں سمجھ گئی۔ اگر میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے دُلہن کو ٹریپ کرکے دوسری جگہ پہنچا دوں اور خود دُلہن بن جاؤں تو دولہا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر براتیوں کے درمیان سفر کرکے شہر سے باہر کسی روک ٹوک کے بغیر پہنچ جاؤں گی۔"

"دُلہن کو کسی دوسری جگہ نہ پہنچاؤ۔ بیچاری بھٹکے گی یا غلط ہاتھوں میں پڑ جائے گی۔ اسے میری ٹیکسی میں پہنچا دو۔ میں یہ ٹیکسی مکان کے پیچھے والی گلی میں لاؤں گا۔ جب وہ دلہن آکر بیٹھ جائے گی تو میں اسے یہاں سے دور اس کے سسرال آگرہ پہنچا دوں گا۔"

وہ خوشی سے پارس کے کاندھے پر ہاتھ مار کر بولی۔ "ہرنام سنگھ! رات کے بارہ بجنے والے ہیں۔ سنا ہے بارہ بجے سکھوں کا دماغ خراب ہوجاتا ہے اور وہ احمقانہ حرکتیں کرتے ہیں۔ مگر تم نے دانشمندی کی انتہا کردی ہے۔"

"میری تعریف کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ ورنہ برات رخصت ہوجائے گی۔"

وہ ٹیکسی کا دروازہ کھول کر بولی۔ "میرے بیگ میں تقریباً چار لاکھ روپے ہیں۔ میں اس نائکہ سے بھی کچھ چھین کرلائی ہوں۔ یہ ساری رقم تمہیں انعام کے طور پر دے کر جارہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے اسے مکان کے احاطے میں داخل ہوکر وہاں کی عورتوں میں شامل ہوتے دیکھا پھر ٹیکسی اسٹارٹ کرکے اسے ڈرائیو کرتا ہوا ایک لمبا چکر کاٹ کر اسی شادی والے مکان کی پچھلی گلی میں آکر رک گیا۔

اب اسے انتظار تھا کہ کوئی لڑکی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سحرزدہ ہوکر آئے گی اور اس کی ٹیکسی میں بیٹھے گی۔ اسی وقت باربرا نے اس کے دماغ میں آکر گوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "جناب تبریزی صاحب کے حکم سے آئی ہوں۔ ورنہ تمہارے جیسے بکواس آدمی سے دور ہی رہنا چاہیے تھا۔"

"عورت جس شخص سے دور رہتی ہے' قریب نہیں آتی۔ اس سے ڈرتی ہے تو اس پر مرتی بھی ہے۔"

"اے بکواس مت کرو۔ میں اکیلی نہیں آئی ہوں؟"

اسے سونیا ثانی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مکّار! چکّر باز! کیا ہورہا ہے؟"

وہ بولا۔ "آہ! تم آئی ہو۔ میں جانتا تھا۔ ایک دن علی تمہیں ٹھکرائے گا تو میرے ہی پاس مرنے آؤ گی۔"

وہ بولی۔ "میرے علی کی ٹھوکر سے نئی زندگی ملتی ہے۔ رہ گئی تمہاری بات تو تمہیں اپنے متعلق بڑی خوش فہمی ہے۔ میں اور تم پر مروں؟ ارے تم پر تو کوئی گدھی خانم ہی مرے گی۔"

وہ چہک کر بولا۔ "ارے ثانی! تم نے یہ نام کب سے اپنا لیا؟ آج اطلاع دے رہی ہو۔"

پھر سلطانہ کی آواز سنائی دی۔ وہ باربرا اور ثانی سے کہہ رہی

تھی۔ "اے لڑکیو! میرے بیٹے کے منہ نہ لگو۔ منہ کی کھاؤ گی۔ بیٹے پارس! تمہارے انکل سلمان بھی موجود ہیں۔"

سلمان نے کہا۔ "جناب تبریزی صاحب نے فرمایا ہے کہ ایک ہندو راجپوت دُلہن اپنے میکے سے دولہا کے ساتھ سسرال نہیں پہنچے گی تو اس بے چاری کی زندگی برباد ہو جائے گی۔"

"پھر کیا کرنا چاہیے انکل؟"

"تمہاری ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ تم اسی طرح شی تارا کو شہر سے باہر پہنچا سکتے ہو۔ ہم صرف ہندو دُلہن کی عزت اور نیک نامی بحال رکھنے آئے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا۔ "ہندو دُلہن کا گھونگٹ سسرال پہنچنے کے بعد دولہا کے ہاتھوں سے اٹھتا ہے۔ راستے میں دولہا اور اس کے رشتے دار بھی اسے نہیں دیکھتے۔ ہم ایسی رسم کا فائدہ اٹھائیں گے۔ میں اصل دُلہن کو غائب دماغ رکھوں گی اور سسرال پہنچاؤں گی۔ وہ حاضر دماغ اس وقت ہوگی' جب اس کا دولہا اس کا گھونگٹ اٹھا رہا ہوگا۔"

پارس نے کہا۔ "آپ سب کی آمد نے یہ مشکل آسان کر دی ہے کہ میں دُلہن بننے والی ایک ہندو بہن کو کسی طرح چیک پوسٹ سے گزاروں گا۔ اس ٹیکسی میں چار لاکھ روپے بھی ہیں اور سپر ماسٹر کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی فوجی افسر کے ذریعے اس دُلہن بہن کے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم کر سکتا ہے۔ اب یقین ہے کہ وہ ناکام رہے گا۔"

وہ ٹیکسی سے اتر کر مکان کے پچھلے احاطے سے آگے والے حصے کی طرف آیا۔ وہاں اس نے ایک شخص سے پوچھا۔ "برات کب تک روانہ ہوگی؟"

اس نے جواب دیا۔ "دُلہن کو تیار کیا جا رہا ہے۔ ایک گھنٹے تک روانگی ہوگی۔"

ثانی' باربرا' سلطانہ اور سلمان اس شخص کے دماغ میں پہنچے پھر اس کے ذریعے ایک عورت کے اندر آئے۔ اس عورت کو دُلہن کے پاس لے گئے۔ اس کے بعد دُلہن کے قریب رہنے والی سہیلیوں کے اندر پہنچ گئے تاکہ شی تارا اس دُلہن کی جگہ لے تو اس کے قریب رہنے والیوں کو غائب دماغ رکھ سکیں۔

دوسری طرف مائیک ہرارے نے بھی یہی سوچا کہ وہ تنہا خیال خوانی کے ذریعے شی تارا کو ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "میں نے شی تارا کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ دہلی میں ہے۔ میں بھارتی فوج کے چند اہم افسران کے دماغوں میں بھی پہنچ گیا ہوں۔ انہیں مائل کیا ہے کہ وہ شہر کی ناکا بندی کر کے شی تارا کو گرفتار کریں۔ کیونکہ وہ لوگ بھی شی تارا کو پارس کی داشتہ اور دیس کی دشمن سمجھتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم واقعی زبردست کام کر رہے ہو۔ شی تارا ہمارے زیر اثر آئے گی تو ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی ٹیم اور زیادہ مضبوط ہوگی۔"

"مجھے اس مقصد کے لیے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں ابھی تھری ڈی کو بلاتا ہوں۔ تم ان تینوں کو کام سمجھا دو۔"

ایسے ہی وقت ڈی کروسو نے رابطہ کیا اور کہا۔ "مسٹر ہرارے! میں اپنی ٹیم کے ساتھ خنجراب پہنچ گیا ہوں۔ تم نے کہا تھا پارس ان ہی اطراف میں کہیں ہوگا۔ کیا اس کا کوئی سراغ ملا؟"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "تمہارے لیے خوش خبری ہے کہ پارس دہلی میں ہے۔ تم اس سے ٹکرائے بغیر سیاچن کی سمت جا کر عکس منتقل کرنے والے آلات کے ذریعے دونوں ملکوں کی افواج کے راز ویڈیو کیسٹ میں ریکارڈ کر سکتے ہو۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔ راستہ صاف ہے میں ابھی آگے جا کر قراقرم کے درے سے گزروں گا۔"

"ذرا ٹھہر جاؤ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا کو پھانس رہا ہوں۔"

اس وقت تھری ڈی بھی سپر ماسٹر کے کمرے میں آ گئے۔ مائیک ہرارے انہیں شی تارا اور پارس کے متعلق تفصیل سے تمام حالات بتانے لگا۔ پھر اس نے تھری ڈی سے کہا۔ "تم تینوں بے شک تاجکستان میں مصروف رہو۔ لیکن وقتاً فوقتاً بھارتی فوج کے افسروں کے دماغوں میں بھی جاتے رہو۔ وہ لوگ شہر سے باہر جانے والوں کو چیک کر رہے ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان مسافروں میں چھپی ہوئی شی تارا کو پکڑ پاؤ گے۔"

اس نے ڈی کروسو اور تھری ڈی کو اپنے اندر بلا کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر دہلی کے تمام فوجی افسران کے اندر باری باری انہیں پہنچانے لگا۔

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پانچ تھے۔ دہلی سے باہر جانے والے راستوں پر جتنے فوجی افسران تھے' ان کے دماغوں میں برابر آتے جاتے رہے۔ جس پر شبہ ہوتا رہا اس کے چور خیالات پڑھتے رہے۔ اتنی محنت کرنے کے بعد کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔ رات کے نو بجے دائی ماں گرفتار ہوئی۔ پھر ساڑھے دس بجے پاشا بھی نظروں میں آ گیا۔ اسے بھی حراست میں لے لیا گیا۔ دونوں کے دماغوں کو کمزور بنا کر ان کے چور خیالات پڑھے گئے۔ پتا چلا کہ وہ ہوٹل تاج میں تھے۔ شی تارا نے شام کا اندھیرا پھیلتے ہی ہوٹل چھوڑ دیا تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں گئی ہے؟

دائی ماں کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ شی تارا کے لیے پریشان نہیں ہے۔ کیونکہ شہر میں پارس موجود ہے۔ وہ ضرور شی تارا کی حفاظت کرتا رہے گا۔

مائیک ہرارے نے کہا۔ "اگرچہ دیر ہو رہی ہے مگر وقت ضائع نہیں ہو رہا ہے۔ شی تارا کے لیے دائی ماں اور پاشا بہت اہم ہیں۔ وہ انہیں قید سے رہائی دلانے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہے گی۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "اتنا تو یقین ہے کہ شی تارا اور پارس شہر میں کہیں چھپتے پھر رہے ہیں۔ جیسے ہی کسی فوجی افسر سے ان کا سامنا ہوگا' ہم ان کے چور خیالات سے ان کی اصلیت کو سمجھ لیں گے۔"

تھری ڈی کے ڈی کرین نے آ کر بتایا۔ "وہاں کے بازارِ حسن میں کچھ ایسی گڑبڑ کی اطلاع ملی ہے' جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی عمل میں آ سکتی ہے۔"

وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان افسران کے دماغوں میں پہنچے' جو بازارِ حسن میں انکوائری کر رہے تھے۔ اس کوٹھے کی نائکہ بائی جی اور چمن بائی وغیرہ نے بتایا کہ وہاں ایک پُراسرار لڑکی آئی تھی۔ اس کے پاس لاکھوں روپے تھے۔ اس نے علاقے کے خطرناک غنڈے کو اپنے کمرے سے ننگا کر کے باہر بازار میں پہنچا دیا۔ پھر جاتے وقت کوٹھے کی کمائی تقریباً ڈھائی لاکھ روپے بھی جبراً لے گئی۔

شنکر دادا ایک اسپتال میں تھا۔ اس کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ شی تارا نے وہاں ٹیلی پیتھی کا کھیل کھیلا ہے۔ اور اب کسی دوسری جگہ چھپنے گئی ہے۔ کوٹھے سے لے کر اسپتال تک جتنے افراد نے بیان دیا اس سے یہی ثابت ہوا کہ وہ تنہا تھی۔ اس کے ساتھ کوئی مرد یعنی پارس نہیں تھا۔

مائیک ہرارے نے کہا۔ "پوجا اور دائی ماں کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ پارس شی تارا سے دور رہتا ہے۔ دونوں لڑتے بھی ہیں اور ایک دوسرے پر جان بھی دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پارس دور رہ کر اس کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔ اگر وہ گرفتار ہوگی تو وہ اسے رہائی دلانے کے لیے ہماری نظروں میں آ سکتا ہے۔"

یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کسی رکشا یا ٹیکسی میں سفر کر رہی ہے یا کسی پرائیویٹ گاڑی والے کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر کے اس کے ساتھ ہے یا پھر اس نے کسی مکان کے ایک آدھ فرد کو اپنا معمول بنا کر وہاں پناہ لے رکھی ہے۔

ہرارے نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا۔ "ہم دائی ماں' پاشا اور پوجا کو حراست میں لے کر شی تارا کو ذہنی پریشانیوں میں مبتلا کر چکے ہیں۔ وہ انہیں رہا کرانے کے لیے شہر چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ اب اگر ایک ایک علاقے کو گھیرے میں لے کر وہاں عارضی کرفیو نافذ کر کے ہر گھر کی تلاشی لی جائے تو ہم تمام خیال خوانی کرنے والے چھپی ہوئی شی تارا کو پکڑ لیں گے۔ پارس بھی گرفت میں آ سکتا ہے۔"

افسر نے کہا۔ "یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ دائی ماں وغیرہ کے لیے ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہی ہے۔ پہلے تو وہ پارس کے معاملے میں غصہ دکھاتی تھی اور ہمارے کئی افسروں کو دماغی اذیتیں دیا کرتی تھی۔"

"اب وہ ایسا نہیں کرے گی۔ اسے معلوم ہے کہ سپر ماسٹر کے کئی خیال خوانی کرنے والے آپ کے ساتھ ہیں۔ اگر وہ آپ میں سے کسی کو دماغی تکلیف پہنچائے گی تو اس کے جواب میں دائی ماں اور پوجا کے دماغوں میں بھی زلزلے پیدا کیے جائیں گے۔ وہ اپنی پرورش کرنے والی دائی ماں کو سگی ماں سے زیادہ چاہتی ہے۔ اسے تکلیف پہنچنے نہیں دے گی۔ اس لیے ابھی خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔"

بھارتی فوج کے افسران مطمئن تھے کہ انہیں امریکا سے کئی خیال خوانی کرنے والوں کا تعاون حاصل ہو رہا ہے اور ان کی موجودگی کے باعث وہ شی تارا کی انتقامی کارروائی سے محفوظ ہیں۔ پھر مائیک ہرارے سے یہ طے پایا تھا کہ شی تارا کو گرفتار کرنے کے بعد اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کیا جائے گا۔ پھر بھارتی فوج کے افسران اپنے کسی بھارتی عامل کے ذریعے اس پر تنویمی عمل کرائیں گے اور اسے بھارتی فوج کی تابعدار بنائیں گے۔ اس طرح بھارتی فوج کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی سے بہت سے فائدے پہنچتے رہیں گے۔

مائیک ہرارے نے انہیں سبز باغ دکھائے تھے۔ انہیں یقین دلانے کے لیے پاشا کے سلسلے میں یہ کیا جا رہا تھا کہ ایک بھارتی ہپناٹائز کرنے والے ہندو جوگی کو اس پر تنویمی عمل کے لیے بلایا گیا تھا اور جوگی کو سمجھایا گیا تھا کہ پاشا کے دماغ میں یہ نقش کیا جائے کہ وہ اپنی غیر معمولی سماعت و بصارت اور بے پناہ جسمانی قوت کو بھارت کے مفادات کے لیے کام میں لایا کرے گا اور بھارت کی بّری' بحری اور فضائی افواج کے اعلیٰ افسران کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔ پرائی سوچ کی اور خصوصاً شی تارا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو بھگا دیا کرے گا۔

وہ ہپناٹائز کرنے والا جوگی دو بڑے افسران کی موجودگی میں پاشا پر عمل شروع کرنے والا تھا۔ ادھر ہرارے نے تھری ڈی کے ڈی مورا کو سمجھا دیا تھا کہ وہ پاشا کے دماغ میں چھپا رہے۔ بظاہر وہ جوگی عمل کرتا رہے گا اور کامیاب ہوتا رہے گا۔ لیکن باطن میں جوگی کے عمل کے بعد ڈی مورا تنویمی عمل کرے گا اور پاشا کے ذہن میں یہ باتیں نقش کرے گا کہ وہ بظاہر بھارتی فوج کا وفادار رہے گا لیکن درپردہ ڈی مورا کا معمول اور تابعدار رہا کرے گا اور ڈی مورا کی سوچ کی لہروں کو کبھی اپنے اندر محسوس نہیں کرے گا۔

شی تارا کے متعلق بھی یہی منصوبہ تھا کہ وہ گرفتار ہوگی تو اسے دماغی طور پر کمزور بنانے کے بعد ہپناٹائز کرنے والا ہندو جوگی اس پر بھی تنویمی عمل کر کے اسے بھارتی فوج کا وفادار بنائے گا لیکن درپردہ مائیک ہرارے اس حسینہ پر عمل کر کے اسے اپنی کنیز بنا کر رکھے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ دن کے گیارہ بجے سے شی تارا کو کوچہ کوچہ اور گھر گھر تلاش کر رہے تھے۔ اب آدھی رات ہو چکی تھی

لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔

سراغ کیسے ملتا؟ وہ دُلہن بن چکی تھی گز بھر کے گھونگٹ میں چھپی ہوئی تھی اور ایک عارضی پتی دیو کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی آگرہ جانے کے لیے دہلی کی سڑکوں سے گزر رہی تھی۔ اس کے آگے پیچھے دوسری کاریں اور بسیں وغیرہ تھیں۔ چونکہ ذرا لمبا سفر تھا اس لیے تمام گاڑیاں تیزی سے جا رہی تھیں۔

ایک چیک پوسٹ پر اس برات کی تیز رفتاری سست پڑ گئی۔ انہیں روکا گیا۔ پولیس اور فوج کے افسران اور سپاہی بسوں کے اندر آکر برات کی عورتوں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ افسران کاروں کے اندر جھانکنے لگے۔ دولہا اور اس کے باپ وغیرہ سے باتیں کرنے لگے۔ وہاں خیال خوانی کرنے والے ڈی کرین اور ڈی ہاروے موجود تھے۔ دولہا اور اس کے بزرگوں کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو رہے تھے کہ وہ سب راجپوت ہیں۔ دُلہن کو اور دوسری براتی عورتوں کو دیکھ سمجھ کر آگرہ لے جا رہے ہیں اور شادی کے دوران کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں ہوئی ہے، جس سے کسی طرح ٹیلی پیتھی کا شبہ ہوتا۔ اس لیے انہیں آگے جانے کی اجازت دے دی گئی۔

اس سے پہلے کا واقعہ یہ ہے کہ وہ دُلہن جو اپنے دولہا اور برات کے ساتھ جانے والی تھی، وہ سحر زدہ ہو کر مکان کے پچھلے حصے سے چوری چھپے نکل کر پارس کی ٹیکسی میں آکر بیٹھ گئی تھی پھر پارس اسے لے کر آگرہ کی سمت چل پڑا تھا۔ اس دوران اس نے نوٹوں کی گڈیوں کو اور شی تارا کے بیگ سے نکلے ہوئے کچھ سامان کو اگلی پچھلی سیٹوں کے نیچے چھپا دیا تھا۔ سحر زدہ دُلہن اپنے ساتھ ایک بیگ لے کر آئی تھی اور سلطانہ اس کی زبان سے بول رہی تھی۔ "بیٹے! تم ایک سکھ کے بھیس میں ہو۔ پنجابی زبان بھی بول لیتے ہو مگر میں اس دلہن کے ذریعے یہ زبان نہیں بول سکوں گی اور دلہن کے بھی خیالات بتا رہے ہیں کہ یہ پنجابی نہیں بول سکتی ہے۔"

پارس نے اپنی پگڑی اور مونچھ داڑھی نوچ کر گاڑی کی کھڑکی سے باہر پھینکتے ہوئے کہا۔

"لیجیے آنٹی! آپ کی مشکل آسان کردی۔ اب میں سکھ نہیں راجپوت ہوں۔ اور اپنی بہن کو اس کے سسرال چھوڑنے جا رہا ہوں۔"

چیک پوسٹ پر فوجیوں نے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ اس نے رکاوٹ کے قریب گاڑی روک دی۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "یہ عورت کون ہے؟ اتنی رات کو کہاں جا رہے ہو؟"

"یہ میری بہن ہے۔ سسرال والوں سے لڑ جھگڑ کر آگئی تھی۔ میں اسے واپس سسرال پہنچانے جا رہا ہوں۔"

"رات کے ڈیڑھ بجے جا رہے ہو۔ کیا صبح نہیں جا سکتے تھے؟"

"جناب! میرے بہنوئی نے فون کیا تھا۔ اگر یہ صبح سے پہلے واپس نہیں آئے گی تو وہ اسے طلاق دے دے گا۔"

پارس نے محسوس کیا کہ کوئی اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ادھر دوسرے افسر نے دوسری کھڑکی پر جھک کر لڑکی سے پوچھا۔ "کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ رونے لگی۔ پھر بولی۔ "میرا نام رادھیکا ہے۔ میرے سسرال والے بہت بد مزاج ہیں۔ میں واپس نہیں جانا چاہتی تھی مگر میرے پتی مجھے بہت چاہتے ہیں۔ میں صرف پتی کی خاطر جا رہی ہوں۔"

دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا رادھیکا کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ سلطانہ پہلے ہی اس کے اندر بیٹھی چور خیالات کے طور پر یہ سوچ پیش کر رہی تھی کہ رادھیکا واقعی اپنے شوہر کو دل و جان سے چاہتی ہے۔ اسے اندیشہ ہے کہ وہ صبح سے پہلے سسرال نہیں پہنچے گی تو اس کے شوہر کی دوسری شادی کرا دی جائے گی۔

ادھر پارس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ ایک غریب ٹیکسی ڈرائیور ہے۔ بہن کو میکے میں بٹھا کر تین وقت کی روٹیاں نہیں کھلا سکے گا۔ پھر یہ کہ وہ ماموں بننے والا ہے۔ بہن کے ساتھ بھانجے بھانجی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکے گا۔ اس لیے صبح سے پہلے آگرہ پہنچنا اور بہن کو اس کے پتی کے پاس پہنچانا ضروری ہے۔"

ڈی کرین نے اس کے خیالات پڑھ کر فوجی افسر کے دماغ میں کہا۔ "تمہارے انڈیا میں کتنی غریبی ہے۔ تم لوگ ایٹم بم اور میزائل بناتے ہو اور تمہارے ملک میں ایک بھائی اپنی بہن کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے۔ یہ معمولی ڈرائیور ہے۔ اسے جانے دو۔"

جانے کی اجازت مل گئی۔ سامنے سے رکاوٹ ہٹا دی گئی۔ ٹیکسی اسٹارٹ کر کے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا چلا گیا۔ سلمان وغیرہ نے معلوم کر لیا تھا کہ برات آگرہ کے کس محلّے اور کس مکان سے آئی تھی۔ پارس برات سے بہت پہلے ہی وہاں پہنچ گیا۔ ٹیکسی سے اتر کر تھوڑی دور پیدل چل کر اس مکان کے احاطے کے اندر آیا پھر دروازے پر دستک دی۔ ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھول کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟"

پارس نے پوچھا۔ "کیا یہ سندر لال جی کا مکان ہے۔ وہ جودھ پور میں ملازمت کرتے ہیں؟"

"نہیں بیٹا! تمہیں غلط پتا دیا گیا ہے۔ آس پاس بھی کوئی سندر لال نہیں رہتا ہے۔"

بڑھیا نے دروازہ بند کر دیا۔ بلکہ سلمان نے اس سے بند کرا دیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ مکان بھی دُلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ کیونکہ وہاں ابھی دہلی سے دُلہن آنے والی تھی۔ سب لوگ برات کے ساتھ گئے تھے۔ گھر میں ایک بوڑھا دادا اور ایک بیمار بھائی تھا۔ باقی تین عورتیں تھیں۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ رات زیادہ ہونے کے باعث کوئی سو رہا ہے، کوئی اونگھ رہا ہے، صرف وہ بوڑھی عورت جاگ رہی تھی۔

سلمان، ثانی اور باربرا نے بوڑھی عورت کو بھی سلا دیا۔ سلطانہ، رادھیکا پر قبضہ جمائے اسے مکان کے اندر سہاگ کے کمرے میں لے آئی۔ سہاگ کی سیج پر پھولوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ سلطانہ نے فی الحال دُلہن کو پلنگ کے نیچے پہنچا کر سلا دیا۔

برات کوئی ایک گھنٹے بعد آئی۔ محلّے میں پہنچتے ہی بینڈ باجے بجنے لگے۔ آتش بازی شروع ہوگئی تاکہ تمام محلّے والوں کو معلوم ہو کہ اس محلّے میں ایک دُلہن لائی گئی ہے۔ شی تارا دلہن کے گھونگٹ میں چھپی ہوئی تھی۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ سہاگ کمرے میں اسے پہنچا کر دروازہ بند کیا جائے گا تو دولہا کے دروازہ کھول کر آنے سے پہلے ہی وہ دوسرا دروازہ کھول کر بھاگ جائے گی۔ کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہوگا تو دولہا کو خیال خوانی کی لوری سنا کر سلا دے گی پھر موقع دیکھ کر وہاں سے نکل جائے گی۔

اس نے اپنا بیگ اور لاکھوں روپے ہرنام سنگھ ٹیکسی ڈرائیور کو دے دیئے تھے۔ صرف موبائل فون اپنے لباس میں چھپا کر رکھا تھا۔ کیونکہ پارس نے بعد میں اس سے کسی وقت رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

اب ثانی، باربرا، سلطانہ اور سلمان وہاں کی جوان لڑکیوں کے دماغوں میں تھے۔ وہ لڑکیاں گیت گاتی ہوئی کچھ رسمیں ادا کرتی ہوئی گھونگٹ میں چھپی دُلہن کو لے جا رہی تھیں۔ پھر وہ اسے سہاگ کے کمرے میں لائیں اور اسے پھولوں کی سیج پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ہنستی کھلکھلاتی ہوئی چلی گئیں۔ اس کمرے کو باہر سے بند کر دیا۔ اب اسے دولہا آکر کھولنے والا تھا۔

سلطانہ نے پارس کے پاس آکر کہا۔ "شی تارا کمرے میں اکیلی ہے۔ اس سے رابطہ کرو۔"

اس نے موبائل فون نکال کر رابطہ کیا۔ رابطہ ہوتے ہی شی تارا کی سرگوشی میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کون پارس؟ یہ تم ہو پارس؟"

"ہاں۔ میں ہوں۔ تم جس سیج پر بیٹھی ہو۔ اس کے نیچے اصلی دلہن سو رہی ہے۔ اسے فوراً اپنا دُلہن والا لباس پہنا کر سیج پر لٹاؤ۔ اس سے پہلے دروازے کی چٹخنی اندر سے لگا لو تاکہ اچانک وہاں کوئی نہ آسکے۔ اس کمرے میں دوسرا دروازہ بھی ہے۔"

"پارس! تم کہاں ہو؟ تم نے یہ سب کچھ کیسے کیا؟"

"ایسے سوالات میں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اسے پلنگ کے نیچے سے نکالو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ شی تارا نے سیج سے اتر کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ رادھیکا کے اندر سلطانہ تھی۔ وہ ظاہر کر رہی تھی کہ جیسے رادھیکا نیم غنودگی یا نیم نشے کی حالت میں ہے۔ اس نے رادھیکا کو کروٹیں بدلا کر پلنگ سے باہر پہنچا دیا۔ اسے دُلہن بنانے میں شی تارا کی یوں مدد کی کہ اسے ٹیلی پیتھی کا شبہ نہ ہو۔ وہ سوچ رہی تھی کہ پارس نے دُلہن کو نشے کی کوئی دوا کھلائی ہے۔ کشمیر میں پارس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا عزیز اس کی مدد کے لیے نہیں آتا تھا۔ لہٰذا دہلی اور آگرہ میں بھی پارس اپنے طور پر محنت کر کے اسے دہلی شہر سے باہر فوجیوں کے زبردست پہرے سے نکال لایا ہے۔

رادھیکا کو دُلہن کا لباس پہنا کر سیج پر لٹانے میں زیادہ وقت پیش نہیں آئی اور نہ ہی زیادہ وقت لگا۔ سلطانہ کا درپردہ تعاون جاری رہا تھا۔ شی تارا اس نے دلہن کا اتارا ہوا عام سا لباس پہنا۔ دروازے کی چٹخنی نیچے گرائی تاکہ دولہا کا راستہ نہ رُکے پھر وہ دوسرے دروازے کو کھول کر مکان کے دوسرے حصے میں آئی۔ وہاں کچھ عورتیں آجا رہی تھیں۔ کچھ اپنے سونے کے لیے جگہ بنا رہی تھیں۔ شی تارا کو بھی دور کی کوئی رشتے دار سمجھا گیا۔ ایک بوڑھی عورت نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "تم کون ہو۔ دُلہن کے کمرے میں کیا کر رہی تھیں؟"

وہ بولی۔ "میں دلہن کے ساتھ میکے سے آئی ہوں۔ رادھیکا کو پیاس لگ رہی تھی۔ اسے پانی پلا کر آرہی ہوں۔"

وہ بوڑھی مطمئن ہوئی۔ کچھ خیال خوانی کرنے والیوں نے اسے مطمئن کیا اور شی تارا اس مکان کے پچھلے حصے سے باہر چلی گئی۔ سلطانہ نے رادھیکا کے دماغ سے غفلت دور کی۔ وہ اٹھ کر سیج پر بیٹھ گئی۔ حیرانی سے سجے ہوئے کمرے کو دیکھنے لگی اور سوچنے لگی کہ وہ یہاں کیسے پہنچ گئی ہے؟

سامنے دیوار پر اس کے دولہا کی ایک بڑی سی تصویر مسکرا رہی تھی۔ اس نے شادی سے پہلے اپنے ہونے والے پتی کی ایسی ہی ایک تصویر میکے میں دیکھی تھی۔ دُلہن کی طرح سجا ہوا کمرا بتا رہا تھا کہ وہ اپنے پیا کے گھر پہنچ گئی ہے۔ مگر کیسے؟

وہ اپنے دولہا کے ساتھ کار میں نہیں بیٹھی تھی۔ دہلی سے آگرہ تک سفر نہیں کیا تھا۔ پھر اپنی سسرال اپنے دولہا کے کمرے میں کیسے آکر بیٹھ گئی تھی؟

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ سلطانہ کسی حد تک اسے سنبھال رہی تھی پھر کمرے کا دروازہ کھلا تو اس نے جلدی سے لمبا سا گھونگٹ نکال لیا۔ دولہا آیا تھا۔ دونوں دروازوں کو اندر سے بند کر رہا تھا۔ پھر وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ محبت کے مکالمے ادا کرنے لگا۔ اسے سونے کی ایک انگوٹھی پہنائی پھر گھونگٹ اٹھا کر اس کا حسین مکھڑا دیکھا۔ وہ شرما رہی تھی۔ ایسے وقت دُلہن بولا نہیں کرتی۔ اس رات صرف دولہا بولتا ہے اور دلہن سنتی ہے۔ پھر باقی زندگی دُلہن بولتی رہتی ہے اور دولہا سنتا رہتا ہے۔

صبح تک ذرا بے تکلفی ہوئی تو رادھیکا نے پوچھا۔ "کہیں میں سپنا تو نہیں دیکھ رہی ہوں؟"

وہ بولا۔ "یہ سپنا نہیں ہے۔ آج ہماری زندگی کی صبح ہوئی ہے۔"

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں دُلہن بن کر آپ کے ساتھ نہیں

تھا۔ کسی کو پتا نہیں تھا کہ وہ ایک اجنبی یہودی منڈولا کے معمول اور تابعدار ہیں اور لاعلمی میں اس کی مرضی کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں۔

ایسی کامیابیاں مقدر سے یا مکارانہ ذہانت سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایکسرے مین مارٹن کی خفیہ یہودی تنظیم کے کسی ایک فرد کے بارے میں اسرائیلی حکام بھی کچھ نہیں جانتے تھے۔ فوج کے اعلیٰ افسران کو صرف برین آدم کے متعلق اتنا معلوم تھا کہ وہ خفیہ تنظیم سے رابطہ رکھتا ہے مگر اندر کے گہرے راز وہ بھی نہیں جانتا۔ ایسے میں داؤد منڈولا صرف اس خفیہ تنظیم کا ہی نہیں، مملکتِ اسرائیل کا بھی بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔

یہ حقیقت وہ خوب جانتا تھا کہ بادشاہ ایک نہ ایک دن اقتدار کی کرسی سے اتارا جاتا ہے اور اگر وہ نہ اترنا چاہے تو اسے قتل کردیا جاتا ہے۔ انسانی تاریخ میں بے شمار بادشاہوں کا یہی انجام ہوتا رہا ہے۔ اس لیے منڈولا نے کرسی کے اوپر نہیں، کرسی کے نیچے اقتدار کی جڑوں میں چھپ کر رہنا پسند کیا تھا۔

پھر وہ اپنے ماتحتوں ٹالبوٹ اور مونارو کے ساتھ قاہرہ آگیا تھا۔ وہاں آنے کی دو وجوہ تھیں۔ ایک تو وہ اسرائیل کے قریب رہ کر اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے قاہرہ کا حسن اور وہاں کی رنگین راتیں اچھی لگتی تھیں۔ وہ بہت عرصہ پہلے سرکاری کام سے قاہرہ آیا تھا اور یہ تمنا کی تھی کہ کبھی خود مختار اور دولت مند بنے گا تو اسی شہر میں آکر زندگی گزارے گا۔

یہ تمنا پوری ہوگئی تھی۔ اس نے قاہرہ آکر دریائے نیل کے ساحل پر ایک شاندار بنگلا خرید لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے طے کیا کہ اپنے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے مونارو اور ٹالبوٹ کو اسرائیل بھیج دے گا اور خود یہاں رہے گا۔ بھیجنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے مونارو پر تنویمی عمل کرکے اسے داؤد منڈولا بنادے گا پھر ٹالبوٹ پر عمل کرکے اس کے ذہن میں یہ نقش کرے گا کہ اس کا ساتھی مونارو پیرس میں طبعی موت مرچکا ہے اور وہ ٹالبوٹ اپنے آقا داؤد منڈولا (مونارو) کے ساتھ یہودی قوم کی خدمت کرنے کے لیے اسرائیل جارہا ہے۔

داؤد منڈولا نے جیسی پلاننگ کی اور اسرائیل کے ایک فوجی اعلیٰ افسر سے جو باتیں کیں یہ تمام تفصیلات پچھلی قسط میں بیان کی جاچکی ہیں۔ اس اعلیٰ افسر نے خوش ہوکر برین آدم سے رابطہ کیا پھر اسے بتایا کہ ان کے ملک میں دو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہورہا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام داؤد منڈولا ہے۔ اس نے ایک عیسائی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹالبوٹ کو ٹریپ کرکے یہودی بنا دیا ہے۔ پھر ٹالبوٹ کے ساتھ امریکا سے فرار ہوکر قاہرہ آگیا ہے۔

برین آدم نے پوچھا۔ "مسٹر منڈولا کو سیدھا ہمارے پاس آنا چاہیے تھا۔ وہ قاہرہ میں کیا کررہا ہے؟"

"ہم سے پہلے متعارف ہونے اور اپنی پچھلی ہسٹری پیش کرنے کے لیے وہ پڑوسی ملک میں آیا ہے۔ میں نے اسے خوش آمدید کہا ہے۔ کل شام کو ہمارا ایک خاص طیارہ قاہرہ جائے گا اور ان دونوں کو لے آئے گا۔"

"یہ خوش آئند بات ہے کہ ہمارے ہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہورہا ہے۔ مگر ہم ان پر اندھا اعتماد نہیں کریں گے۔"

"مسٹر منڈولا نے بھی یہی کہا ہے کہ جب وہ ٹالبوٹ کے ساتھ یہاں آئے تو پہلے ان کا برین واش کرکے ان کی اصلیت معلوم کی جائے۔ جب یہ تصدیق ہوجائے کہ منڈولا کٹر یہودی اور محبِ وطن اسرائیلی ہے اور اس نے ٹالبوٹ کو بھی یہودی اور اپنا وفادار بنالیا ہے تب اس پر بھروسا کیا جائے۔"

"پھر تو آدمی سچا اور کھرا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تنویمی عمل کے ذریعے ان کا برین واش کریں گے۔"

اس خفیہ یہودی تنظیم میں صرف ایک برین آدم ہی یہ راز جانتا تھا کہ ان کا خفیہ اور گمنام باس ایکسرے مین مارٹن ہے۔ اس نے رازداری سے مارٹن رسل کے پاس آکر اسے منڈولا اور ٹالبوٹ کے بارے میں بتایا۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا۔ "میری دعا ہے کہ وہ دونوں سچے اور وفادار ثابت ہوں پھر ہماری خیال خوانی کرنے والی ٹیم اور مضبوط ہوجائے گی۔"

برین آدم نے اس سے اچھی طرح صلاح و مشورے کرنے کے بعد تمام آدم برادرز کو یہ خوشخبری سنائی پھر الپا سے کہا۔ "تم اور ٹیری آدم اپنے اپنے آلۂ کار کے اندر رہو گے۔ وہ دونوں آلۂ کار الپا اور ٹیری آدم بن کر کل شام کو ائرپورٹ جائیں گے اور ہمارے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا استقبال کریں گے۔ پھر انہیں ائرپورٹ سے ہمارے خفیہ آپریشن روم میں لے آئیں گے۔ وہاں پہلے ان کے دماغوں کو کمزور بنایا جائے گا۔"

الپا نے کہا۔ "بگ برادر! آپ نے کہا ہے کہ وہ دونوں مہمان ٹیلی پیتھی جاننے والے راضی خوشی اپنا برین واش کرائیں گے ہمیں اپنے دماغوں میں آنے دیں گے۔ پھر ان کے دماغوں کو کمزور بنانا کیوں ضروری ہے؟"

"ان کے دماغ کمزور رہیں گے تو وہ کوئی ڈھکی چھپی مکاری نہیں کرسکیں گے۔ ان کے چور خیالات پڑھنے سے پہلے یہ اچھی طرح یقین کرلینا کہ ان کے پیچھے کوئی اور خیال خوانی کرنے والا دشمن تو چھپا ہوا نہیں ہے؟"

ان تمام آدم برادرز نے اس سلسلے میں ہر پہلو سے غور کیا، اپنے ہاں دو خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کرنے کے لیے ٹھوس لائحہ عمل تیار کیا۔ ایسے وقت ان کا خفیہ سربراہ ایکسرے مین مارٹن

خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان موجود تھا اور ایسے وقت پوری یہودی تنظیم کا خفیہ سربراہ داؤد منڈولا بھی موجودہ نام نہاد سربراہ ایکسرے مین مارٹن کے اندر بیٹھا ان کے محتاط لائحہ عمل کو سمجھ رہا تھا۔

دوسری شام کو ایک خصوصی طیارہ قاہرہ گیا اور ان دونوں کو تل ابیب لے آیا۔ ان دونوں میں سے ایک ڈمی منڈولا (مونارو) اور دوسرا ٹالبوٹ تھا، وہ اپنی پچھلی زندگی بھول چکے تھے۔ مونارو اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے خود کو داؤد منڈولا سمجھ رہا تھا اور ٹالبوٹ عیسائی مذہب بھول کر یہودی بن چکا تھا۔ مونارو کو اپنا باس منڈولا تسلیم کررہا تھا اور مونارو کے متعلق یہ خیال قائم ہوچکا تھا کہ وہ بے چارہ طبعی موت مرچکا ہے۔

ائرپورٹ پر ایک حسینہ نے مونارو اور ٹالبوٹ سے مصافحہ کرتے ہوئے خوش آمدید کہا پھر اپنا تعارف کرایا۔ "میرا نام الپا ہے اور یہ میرے ساتھ مسٹر ٹیری آدم ہیں۔"

مونارو نے بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میرا نام داؤد منڈولا ہے اور یہ میرے ساتھی مسٹر ٹالبوٹ ہیں۔ میں جب تک امریکن آرمی میں ایک مکینک کی حیثیت سے رہا میری یہی آرزو رہی کہ کسی قابل بن کر اپنی قوم کی خدمت کروں اور اپنے وطن اسرائیل میں زندگی گزاروں۔ آج یہ آرزو پوری ہورہی ہے۔"

وہ سب باتیں کرتے، ہنستے بولتے ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آکر ایک ائرکنڈیشنڈ کار میں بیٹھ گئے۔ وہ کار انہیں تل ابیب سے باہر ایک ایسی عمارت میں لے آئی، جو لیبارٹری بھی تھی۔ آدم برادرز کے ملاقات کرنے کا خفیہ اڈا بھی تھا اور وہاں ایک آپریشن تھیٹر بھی تھا۔ آدم برادرز دنیا والوں کو دکھانے کے لیے اس لیبارٹری میں ملازمت کرتے تھے۔ اس لیے کوئی یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ وہ دفاتر دراصل ایک خفیہ اڈا ہے۔

وہاں پہنچ کر مونارو اور ٹالبوٹ کو اعصابی کمزوری کے انجکشن لگائے گئے...... اس تنظیم میں الپا، ٹیری آدم اور ایکسرے مین مارٹن ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ وہ بیک وقت مونارو اور ٹالبوٹ کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھ سکتے تھے۔ لیکن قاہرہ میں بیٹھے ہوئے داؤد منڈولا نے ایکسرے مین مارٹن کی سوچ میں کہا۔ "ہمیں باری باری منڈولا (مونارو) اور ٹالبوٹ کے اندر جاکر ان کے خیالات پڑھنے چاہئیں۔ بیک وقت دونوں کو پڑھنے سے الپا اور ٹیری آدم ایک دوسرے سے مشورے کرکے اور خوب سوچ سمجھ کر دونوں مہمانوں کو اپنی تنظیم کا تابعدار نہیں بناسکیں گے۔"

ایکسرے مین مارٹن قائل ہوگیا کیونکہ لاعلمی میں منڈولا کا تابعدار تھا۔ اس نے الپا کے اندر آکر سوچ کے ذریعے کہا۔ "ایسی جلدی بھی کیا ہے کہ دونوں کے چور خیالات بیک وقت پڑھے جائیں۔ ہمیں سہولت سے آپس میں مشورے کرکے انہیں اپنا وفادار بنانا چاہیے۔"

الپا قائل ہوگئی۔ کیونکہ لاعلمی میں ایکسرے مین مارٹن کی تابعدار تھی۔ اسی طرح ٹیری آدم کو قائل کیا گیا۔ پھر انہوں نے مونارو (ڈمی منڈولا) کو بستر پر لٹایا اور اپنے اپنے طور پر اس کے دماغ کے تہ خانے میں گھس کر خیالات پڑھنے اور معلومات حاصل کرنے لگے اور اس حقیقت سے بے خبر رہے کہ اصل داؤد منڈولا ان سے سیکڑوں میل دور بیٹھا انہیں جو خیالات پڑھا رہا ہے اور جو معلومات فراہم کررہا ہے اس سے وہ تینوں یعنی ایکسرے مین، الپا اور ٹیری آدم قائل ہورہے ہیں۔

اس سے مطمئن ہوکر انہوں نے ٹالبوٹ کو دوسرے بیڈ پر لٹایا۔ اس کے بھی دماغ کے تہ خانے میں گھس کر معلومات حاصل کرتے رہے اور منڈولا انہیں قائل کرتا رہا۔ انہوں نے قائل ہوکر مونارو اور ٹالبوٹ کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا اور نئے خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہونے پر ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔

اب مونارو اور ٹالبوٹ کے ساتھ وی آئی پی سلوک ہونے والا تھا۔ ان دونوں کو منڈولہ آدم اور ٹالبوٹ آدم بنا کر آدم برادرز میں شامل کیا جانے والا تھا۔ داؤد منڈولا مسکراتا ہوا اپنی قاہرہ والی رہائش گاہ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں ایک انگڑائی لے کر صوفے سے اٹھ گیا۔ وہ قیمتی سامان سے آراستہ کیے ہوئے ایک بیڈ روم میں تھا۔ وہاں سے چلتا ہوا بالکونی میں آیا۔ سامنے تھوڑے فاصلے پر دریائے نیل کا حسن جگمگا رہا تھا۔ نیل کے دونوں ساحلوں پر جو محل نما کوٹھیاں اور فلک بوس عمارتیں تھیں، ان کی روشنیاں نیل کے پانی میں اتر کر جھلملاتی اور جگمگاتی دکھائی دے رہی تھیں۔

ہزاروں سال سے بہنے والا یہ دریا اپنے اندر چھپی ہوئی تاریخی اور رومانوی داستانیں سناتا ہے۔ داؤد منڈولا سب سے پہلے مذہبی تاریخ کا ایک باب یاد کرتے ہوئے اپنی پیشانی تک ہاتھ اٹھاکر دریا کو سیلیوٹ یا سلام کرنے لگا۔ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ کا پنگھوڑا اسی نیل کی لہروں پر بہتا ہوا فرعون کے محل تک پہنچا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک بالکونی میں کھڑا اسی طرح سیلیوٹ کرنے کی پوزیشن میں رہا۔ پھر اسے رومانوی داستان یاد آئی۔ سلام کرنے والا ہاتھ سینے پر دل کی جگہ آگیا۔ کیونکہ تاریخ کی سب سے حسین عورت قلوپطرہ کے بجرے اسی نیل کی لہروں پر تیرتے تھے۔ رباب اور دف کی موسیقی لہرلہرا کر اس کے حسن کا قصیدہ پڑھتی ہوئی ساحلوں تک آتی تھی۔ اس کے حسن میں اتنی کشش تھی کہ رومن شہنشاہ اپنے ملک سے کشاں کشاں یہاں چلا آیا تھا۔

وہ اپنے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچنے لگا۔ "رات ہوگئی۔ قاہرہ کا حسن جاگ رہا ہے اور میں تنہا اس مہنگی خواب گاہ میں ہوں۔ مجھے اپنی آرزوؤں کی تکمیل کے لیے باہر جاکر

مہنگی سے مہنگی مسرتیں خرید کر لانا چاہیے۔ اتنے بڑے شہر میں پتا نہیں کتنی قلوپطرائیں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

اس نے خواب گاہ میں آکر الماری کھولی۔ ایک بہت ہی قیمتی کپڑے کا عربی لباس نکالا پھر غسل کرنے باتھ روم میں چلا گیا۔ وہاں وہ ایک مسلمان بنا ہوا تھا۔ اس کے پاسپورٹ اور دیگر شناختی کاغذات کے مطابق وہ ملک شام کا ایک ارب پتی سوداگر ہادی منیر تھا اور قاہرہ میں مستقل رہائش کے لیے آیا ہوا تھا۔

اس نے عربی لباس پہن کر انٹر کام کے ذریعے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا حکم دیا۔ عورتیں ہیرے جواہرات سے جڑے ہوئے زیورات پہن کر اپنی دولت مندی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ منڈولا جیسے بے انتہا دولت مند مرد بھی زیورات نہیں پہن سکتے اس لیے اس نے اپنی کلائی میں جو گھڑی پہنی ہوئی تھی۔ وہ پاکستانی کرنسی کے مطابق ڈھائی لاکھ روپے کی تھی۔ لباس کے گریبان میں ہیرے کے بٹن لگے ہوئے تھے جو بیگ لے کر وہ کمرے سے نکلا اس میں اتنے ڈالر تھے جو روپے کے حساب سے کروڑوں تھے۔ بنگلے سے باہر آکر وہ جس کار میں بیٹھا' اس کی قیمت ایک کروڑ دس لاکھ روپے تھی۔

یہی تو عیش و عشرت سے گزارنے کے دن تھے۔ مقدر نے مہربان ہو کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔ وہ لاکھوں کروڑوں روپے جوئے میں ہار جاتا یا انہیں دریائے نیل میں پھینک دیتا تو چند منٹوں کے بعد خیال خوانی کے ذریعے اس سے دگنی رقم کسی مالدار کی تجوری سے یا کسی بینک سے منگوا لیتا۔ وہ دنیا کے ہر ملک کی کرنسی کو جوتوں کے طور پر پہن سکتا تھا۔

بے انتہا دولت حاصل کرنے کے ذرائع پا لینے کے بعد آدمی اپنی پچھلی اوقات بھول جاتا ہے۔ شانِ امارت دکھائے بغیر دل کی تسلی نہیں ہوتی۔ وہ جس قدر رقم لے کر نکلا تھا اتنی خرچ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ کچھ خریدنا نہیں تھا۔ ضرورت کی ہر چیز رقم کے بغیر خیال خوانی کے ذریعے حاصل ہو جاتی تھی۔ اس لیے رقم سے بھرا ہوا وہ بیگ نمائش کے لیے اور یونہی لٹانے کے لیے تھا۔

اس کی مہنگی کار ہوٹل نائیل ہلٹن کے پورچ میں آکر رک گئی۔ ہوٹل کے باوردی ملازم نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ اس نے باہر آکر ملازم کو ایک ہزار ڈالر کا نوٹ دیا پھر بولا۔ "بخشش ہے۔"

ملازم کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ آج تک کسی رئیسِ اعظم نے اتنا بڑا نوٹ بخشش میں نہیں دیا تھا۔ منڈولا نے ڈرائیور سے کہا۔ "گاڑی پارک کر کے وہ بیگ ہوٹل کے اندر لے آؤ۔"

وہ حکم دے کر اندر چلا گیا۔ ڈرائیور اس کار کو پارکنگ ایریا میں لے آیا۔ وہ نیا ملازم تھا۔ اپنے آقا کے بارے میں صرف اتنا جانتا تھا کہ وہ بہت مالدار ہے۔ اس نے آقا کا بیگ اٹھایا تو وہ مقفل نہیں تھا۔ صرف زِپ لگی ہوئی تھی۔ اس نے زپ کو ذرا سرکا کر دیکھا تو شدید حیرانی سے دیدے پھیل گئے۔ وہاں بیگ کے منہ تک بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس نے جلدی سے زپ کو سرکا کر منہ بند کر دیا۔ لیکن لالچ کا منہ کھل گیا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ دماغ چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ وہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ ساری عمر آقا کی غلامی کرتا رہے گا۔ تب بھی اس بیگ کی چند گڈیوں کے برابر دولت حاصل نہیں کر سکے گا۔ دولت خود اس کے پاس آگئی ہے اگر اس نے اسے حاصل نہیں کیا تو تقدیر بار بار مہربان نہیں ہو گی۔

اس نے بیگ کو اٹھا لیا۔ کار کو اسی طرح کھلا چھوڑ دیا۔ اسے لاک کرنے میں وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا پارکنگ ایریا سے نکل کر ہوٹل کے احاطے کے باہر جانے لگا لیکن احاطے کے بڑے آہنی گیٹ کے پاس پہنچ کر رک گیا پھر پلٹ گیا اور ہوٹل کے دروازے کی طرف جانے لگا۔ گھبرا کر سوچنے لگا۔ "نہیں میں ہوٹل کے اندر نہیں جاؤں گا۔ مگر میں جا رہا ہوں۔ نہیں مجھے رک جانا چاہیے۔ دوڑتے ہوئے ہوٹل سے دور چلے جانا چاہیے۔"

وہ سوچ رہا تھا مگر رک نہیں پا رہا تھا۔ بے اختیار چلتا ہوا ہوٹل کے اندر آگیا تھا۔ استقبالیہ کے حصے سے گزر کر ڈائننگ ہال میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے قدم تب رکے' جب وہ آقا کی میز کے پاس پہنچا۔ منڈولا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے' کچھ پریشان نظر آرہے ہو؟"

"جی۔ جی ہاں۔ یہ...... یہ بیگ مقفل نہیں ہے۔ اس کی زپ ذرا سی کھلی ہوئی تھی۔ نوٹ بھرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ میں جلدی سے اٹھا کر لے آیا۔ کسی دوسرے کی نظر پڑ جاتی تو وہ اسے لے کر بھاگ جاتا۔"

"شاباش۔ تم نہیں بھاگے۔ ایماندار ہو۔ اسے یہاں رکھو اور کار کو لاک کر کے آؤ۔"

اس نے گھبرا کر آقا کو دیکھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے کار کو یونہی کھلا چھوڑ دیا ہے۔ مگر میری یہ غلطی آقا کو کیسے معلوم ہوئی؟

منڈولا نے کہا۔ "آدمی دولت دیکھ کر حیرت زدہ منہ بند کرنا بھول جاتا ہے' تم تو صرف کار لاک کرنا بھول گئے۔ کوئی بات نہیں آئندہ دھیان سے کام کرو۔ جاؤ' اسے بند کرو۔ پھر یہاں آؤ۔ بیگ اتنا بھاری ہے کہ تم ہی اسے اٹھا کر میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو گے۔"

وہ سر جھکا کر باہر چلا گیا۔ منڈولا کا ارادہ تھا کہ پہلے رات کا کھانا کھائے گا۔ کوئی حسینہ دل کو بھا جائے گی تو اسے کھانے پر مدعو کرے گا۔ پھر اسے لے کر ہوٹل کے اس حصے میں جائے گا' جہاں بہت بڑا قمار خانہ قائم کیا گیا ہے۔ وہاں بیگ کھول کر بڑے نوٹوں کی گڈیاں جوئے کی میز پر رکھے گا تو حسینہ حیرت اور مسرت سے اس کے گلے لگ جائے گی۔

قاہرہ میں نائیل ہلٹن' شیرٹن اور شیفرڈ جیسے بڑے اور بڑے

ہوٹلوں میں جو قمار خانے ہیں' وہاں مقامی باشندوں کو جوا کھیلنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ صرف غیر ملکی اپنا پاسپورٹ وغیرہ دکھا کر کھیل سکتے ہیں۔ اور یہ جوا غیر ملکی کرنسیوں کو میز پر رکھ کر کھیلا جاتا ہے۔ وہاں کے کسی بڑے قمار خانے میں مقامی کرنسی قبول نہیں کی جاتی ہے۔

ویٹر نے مینو لا کر پیش کیا۔ وہ بولا۔ "ذرا ٹھہر جاؤ۔ مجھے کسی کا انتظار ہے۔"

ویٹر چلا گیا۔ منڈولا دور تک ڈائننگ ہال میں نظریں دوڑا رہا تھا۔ کئی میزوں پر جو حسینائیں تھیں' وہ اپنے مرد ساتھیوں کے ساتھ ہنس بول رہی تھیں۔ تنہا عورتیں ہال میں آتی تھیں اور یونہی میزوں کے درمیان گھوم پھر کر چلی جاتی تھیں۔ کوئی تنہا مرد ان میں سے کسی کو پسند کر کے اپنی میز پر مدعو کر لیتا تھا۔ مصر کی مقامی عورتیں سانولی یا اجلے بادامی رنگت کی حامل ہوتی ہیں۔ انگریز عورتوں کی طرح سفید کاغذ کے مانند نہیں ہوتیں۔ لیکن ان کے چہرے کے نقوش اور بدن کی تراش خراش بڑی ہی دیدہ زیب اور دلکش ہوتی ہے۔ اپنی طرف دل کھینچ لیتی ہیں۔

منڈولا کو کچھ حسینائیں پسند آئیں لیکن وہ خوب سے خوب تر چاہتا تھا۔ چاہنے اور تلاش کرنے سے کیا نہیں ملتا؟ سب کچھ ملتا ہے اگر نوٹوں سے بھرا ہوا بیگ ہو۔ ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ نظر آئی۔ وہ جتنی حسین تھی' اس کا ساتھی بھی اتنا ہی خوبرو اور قد آور تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے مسکرا کر باتیں کرتے ہوئے ڈائننگ ہال میں داخل ہو رہے تھے۔

منڈولا مایوس ہو گیا۔ وہ حسینہ دل میں اتر رہی تھی۔ اسے دھڑکتے ہوئے دل سے لگائے رکھنے کے لیے ایک ہلچل سی پیدا ہو رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے ساتھی کو یہاں سے دور بھگا کر اسے اپنی میز پر مدعو کر سکتا تھا۔ لیکن قد آور ساتھی کی صحت مندی اور کسرتی جسم بتا رہا تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہو گا یا حساس دماغ رکھتا ہو گا۔ اس کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو کند کر دے گا۔

وہ سونیا ثانی اور علی تیمور تھے۔ جب میں تاجکستان جانے کے لیے جمیلہ رازی کے ساتھ تہران پہنچا تھا تو وہاں ثانی اور علی سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ دونوں جناب تبریزی صاحب کی ہدایت کے مطابق قاہرہ جا رہے ہیں۔ انہیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ کس مشن پر قاہرہ جانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہم سب جناب تبریزی صاحب کی ہدایات پر بے چوں و چرا عمل کرتے تھے۔ لہٰذا وہ دونوں بھی قاہرہ پہنچ گئے تھے۔

ان کی ریزرو کی ہوئی میز داؤد منڈولا کے سامنے ہی تھی۔ یہ بڑا ظلم تھا کہ ثانی اپنے حسن جمال کے ساتھ ذرا فاصلے پر عین نگاہوں کے سامنے آکر بیٹھ گئی تھی۔ انگور کے خوشے کی طرح تھی۔ وہ خیالوں میں لومڑی کی طرح لپک رہا تھا۔ انگور کے ایک دانے تک بھی نہیں پہنچ پا رہا تھا اور لومڑی کی طرح انگور کھٹے ہیں' نہیں کہہ سکتا تھا۔ دور ہی سے اس کی مٹھاس اور چکناہٹ کو دیکھ کر پھسل رہا تھا۔

اس کا ڈرائیور کار لاک کر کے اس کی میز کے پاس آکر سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک غلام کی طرح سر جھکا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے کہا "سامنے والی میز پر ایک حسین دوشیزہ نارنجی رنگ کے بلاؤز اور سیاہ رنگ کے اسکرٹ میں اپنے ساتھی کے ساتھ بیٹھی ہے۔ ان دونوں کے پاس جاؤ۔ ان کے سامنے میری تعریف بیان کرو اور کہو کہ میں انہیں مدعو کر رہا ہوں۔"

ڈرائیور حکم کی تعمیل کے لیے پلٹ کر گیا۔ پھر ثانی اور علی کے پاس آکر ادب سے بولا۔ "مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ میں اپنے آقا جناب ہادی منیر کا غلام ہوں۔ میرے آقا ملک شام کے ارب پتی سوداگر ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ آپ ان کی میز پر آئیں۔ یا انہیں اپنی میز پر بلائیں اور ان کی تنہائی دور کریں۔ آپ دونوں کی صحبت ملے گی تو وہ انتہائی شکر گزار ہوں گے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔"

علی نے کہا۔ "کیا خیال ہے اگر ہم اس کے آقا ہادی منیر کے ساتھ تھوڑا وقت گزار لیں۔"

ثانی نے کہا۔ "ابھی ہمیں کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ میں کباب میں ہڈی پسند نہیں کرتی۔"

وہ دونوں فرانسیسی زبان بول رہے تھے۔ ڈرائیور نہیں سمجھ رہا تھا مگر اس کے اندر بیٹھا ہوا منڈولا ان کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ عرب ممالک کی عربی اور مصر کی عربی میں تھوڑا فرق ہے۔ علی نے مصری عربی میں کہا۔ "اپنے آقا سے ہمارا شکریہ ادا کرو۔ دراصل ہم ایک معاملے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اس اہم گفتگو میں کسی کو شریک نہیں کر سکتے۔ لہٰذا معذرت چاہتے ہیں۔"

ڈرائیور نے واپس آکر کہا۔ "محترم آقا۔ وہ کسی اہم معاملے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔"

اس نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا۔ "میں نے دونوں کی آواز اور لہجے کو ذہن نشین کر لیا ہے۔ وہ دوشیزہ بھی خاصی صحت مند ہے۔ اگر وہ بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے مجھے دماغ سے بھگائے گی تو ان دونوں کو مجھ پر شبہ ہو گا کہ ابھی میں نے ہی ملازم کے ذریعے ان کی آواز سنی تھی اور میں ان کے اندر آکر کچھ گڑبڑ کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا ابھی انتظار کرنا چاہیے۔ جب وہ دونوں ہوٹل کے ویٹر سے اور منیجر وغیرہ سے بولیں گے اور دو چار لوگوں سے گفتگو کریں گے۔ تب میں ان کے اندر جانے کی کوشش کروں گا۔ اس طرح انہیں صرف مجھ پر شبہ نہیں ہو گا۔"

اس نے ویٹر کو بلا کر چکن سوپ کا آرڈر دیا تاکہ کھانے کا آرڈر دینے سے پہلے سوپ پینے میں وقت ضائع کرے اور ثانی کے دماغ اور دل میں جگہ بنانے کی تدبیر سوچتا رہے۔

ادھر ثانی اور علی کے درمیان بھی سوپ کی ٹرے آگئی۔ منڈولا

نے دیکھا وہ دونوں خاموشی سے سوپ پینے لگے تھے۔ جبکہ ثانی نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ وہ دونوں کسی اہم معاملے میں گفتگو کررہے ہیں۔ گویا انہوں نے جھوٹ کہا تھا۔ ثانی کی گہری خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ منڈولا نے سوچا۔ یہ انداز تو ایسا ہے جیسے وہ مراقبے میں چلی گئی ہو یا شاید خیال خوانی کررہی ہو۔

اسے یقین نہیں آیا کہ خدا نے اسے چھپّر پھاڑ حسن دیا ہے تو ٹیلی پیتھی کا علم بھی دیا ہوگا۔ مگر اسے دیکھ کر یاد آیا کہ اسے اپنے ماتحتوں مونارو اور ٹالبوٹ کی خبر لینا چاہیے۔ اس نے کئی گھنٹے سے خیال خوانی نہیں کی تھی۔

اس نے ایک چمچہ سوپ حلق سے اتارا پھر ایکسرے مین مارٹن کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے پہلے ہی یہ بتا دیا تھا کہ وہ اور خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز مطمئن ہوکر مونارو کو داؤد منڈولا اور ٹالبوٹ کو یہودی تسلیم کرچکے ہیں۔ انہیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جارہا ہے۔ بڑے تجربہ کار ڈاکٹر ان کی دماغی اور جسمانی توانائی بحال کرنے کے لیے علاج کررہے ہیں۔ اور وہ جلد ہی صحت مند ہوکر آدم برادرز میں شامل ہوکر خفیہ تنظیم کے لیے کام کرنے لگیں گے۔

پھر ایکسرے مین کے خیالات نے بتایا کہ پی ایل او کے راہنما یاسر عرفات اپنے مجاہدانہ سخت فیصلوں میں لچک پیدا کررہے ہیں۔ آئندہ امید کی جاتی ہے کہ اسرائیلی اور فلسطینی مجاہدین کے درمیان کوئی امن معاہدہ ہوجائے گا۔ اس امن معاہدے کے لیے فلسطینی مجاہدین کو کس طرح کچھ دے دلا کر مطمئن کیا جائے گا' یہ باتیں ابھی زیرِ بحث تھیں۔

لیکن اب مجاہدین کا ایک خطرناک گروہ حماس کے نام سے ابھرا تھا۔ حماس کے مجاہدین اگرچہ تعداد میں کم تھے مگر زبردست گوریلا فائٹر تھے۔ انہیں دیکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ ہر وقت جدید اسلحے سے لیس رہتے ہیں۔ کبھی ایک جگہ نہیں ٹھہرتے۔ اچانک ایک خونخوار بلا کی طرح آتے ہیں اور یہودیوں کی بستیوں کو تہس نہس کرکے ایسے گم ہوجاتے ہیں جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ رہا ہو۔

حماس کی تنظیم یاسر عرفات کے سیاسی نظریات سے متفق نہیں تھی۔ پی ایل او کے راہنما کی امریکا سے دوستی کو شک وشبہ کی نظروں سے دیکھتی تھی۔ اس لیے حماس کے مجاہدین نے اپنا ایک الگ راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ کہتے تھے' فلسطین کی سرزمین پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی اور اگر نہ ہوسکی تو وہ جہاد جاری رکھیں گے۔ حوصلہ نہیں ہاریں گے۔ امریکا پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے اور امریکا پر بھروسا کرنے والوں پر بھی بھروسا نہیں کریں گے۔

ابھی یہ راز نہیں کھلا تھا کہ حماس کو مالی امداد کہاں سے ملتی ہے اور کس ملک سے اسلحہ سپلائی کیا جاتا ہے۔ ایکسرے مین کی سوچ نے بتایا کہ حماس کے گوریلا فائٹرز دن کو عام مسلمان یہودیوں کے بھیس میں رہتے ہوں گے اور رات کے اندھیرے میں مسلح ہوکر حملے کرتے ہوں گے۔ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں رہنے والے یہودی ان سے خوفزدہ تھے۔ اسرائیلی پولیس اور فوج کے افسران بھی رات کو کسی ویران علاقے سے تنہا نہیں گزرتے تھے۔ ایسے چند افسران پُراسرار طریقے سے قتل ہوچکے تھے۔

ایکسرے مین نے الپا اور ٹیری آدم سے کہا تھا کہ وہ غزہ کی پٹی میں رہنے والے چند مسلمانوں کو اپنا آلۂ کار بنائیں اور ان کے ذریعے دوسرے مسلمانوں کے اندر جاتے رہیں۔ اس طرح جلد معلوم ہوجائے گا کہ ان میں سے کون لوگ خفیہ طور سے حماس کے مجاہدین کو اپنے ہاں پناہ دیتے رہتے ہیں۔

منڈولا نے ایکسرے مین کو چھوڑ کر الپا اور ٹیری آدم کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ غزہ کی پٹی میں جو لاکھوں فلسطینی کیمپوں میں زندگی گزار رہے ہیں' وہاں حماس کے مجاہدین دیکھے گئے ہیں۔ وہ مجاہدین اتنے چالاک ہیں کہ کسی مسلمان کے ہاں پناہ نہیں لیتے ہیں۔ اس طرح نہ تو وہ عرب مسلمانوں پر بوجھ بنتے ہیں اور نہ ہی اسرائیلی فوجیوں کو ان غریب خانماں برباد مسلمانوں پر ظلم کرنے کا موقع دیتے ہیں۔

پھر الپا کی سوچ نے بتایا کہ اسرائیل میں ایک کٹر بنیاد پرست یہودی امریکا سے آیا ہوا ہے۔ اس کا نام بارخ بنجامن ہے۔ ایک قابل ڈاکٹر ہے اور اتنا متعصب ہے کہ بچپن ہی سے مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا ہے۔ اس نے ایک بیمار فوجی افسر کا علاج کرنے کے دوران دعویٰ کیا تھا کہ وہ حماس کے ایک مجاہد کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔

افسر نے اس سے پوچھا۔ "تم کیسے معلوم کروگے کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان حماس کے جانباز کہاں چھپے رہتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ "آج تم نہیں مانوگے اور دنیا نہیں مانے گی۔ پیغمبروں کو بھی کوئی نہیں مانتا تھا پھر رفتہ رفتہ ان کے معجزات اور افعال سے متاثر ہوکر سب اسے ماننے لگتے ہیں۔"

"کیا تم دنیا سے منوانے والے ہو کہ تم بھی ایک پیغمبر ہو؟"

"بے شک۔ میرا نام بارخ بنجامن ہے اور بارخ کے معنی ہیں خدا کی طرف سے نوازا ہوا شخص۔"

"کیا کسی شخص کا نام کلیم اللہ ہو تو وہ حضرت موسیٰ جیسا ہوجاتا ہے۔"

"میں نے کہا نا؟ ابھی دنیا نہیں مانے گی۔ آپ کی طرح انکار کرے گی۔"

اس بیمار فوجی افسر نے اس سے بحث نہیں کی۔ اس نے انٹیلی جنس کے چیف برین آدم سے اس کا ذکر کیا۔ برین آدم نے الپا سے کہا۔ "رپورٹ کے مطابق بارخ بنجامن بہت ذہین اور باصلاحیت ڈاکٹر ہے۔ مگر وہ ایسی باتیں کرتا ہے جیسے نیم پاگل ہو۔ کسی لڑکی کو آلۂ کار بنا کر اس سے گفتگو کرو۔"

الپا ایک لڑکی کو آلۂ کار بنا کر بارخ کے پاس گئی پھر بولی۔ "میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کی طرف سے نوازے گئے ہیں۔ اس بات میں کہاں تک صداقت ہے؟ کیا آپ میں پیغمبروں والی کوئی بات ہے؟"

بارخ نے کہا۔ "بے شک ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیحا تھے۔ میں بھی مسیحا ہوں۔ اس اسپتال میں جو مریض آتا ہے' میرے ہاتھوں شفا پا کر جاتا ہے۔ جس طرح پیغمبروں پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اسی طرح مجھے غیب سے ہدایات ملتی ہیں۔"

"مثلاً کیسی ہدایات؟"

"مثال کے طور پر یہ کہ میں امریکا میں تھا۔ ایک رات مجھے ہدایت ملی کہ میں اسرائیل پہنچ کر جبرون جاؤں۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ جبرون وہ پاک سرزمین ہے' جہاں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے پاک قدم پڑے۔ اس زمین کو ہم جودہ اور سمارا کہتے ہیں اور یہاں کے حقدار صرف یہودی ہیں۔"

الپا کی آلۂ کار نے کہا۔ "میرا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔ مجھے اس بات سے دلچسپی ہے کہ آپ حماس کی پوری تنظیم کو نابود کرکے ایک عظیم ربی' ولی یا پھر خود کو ایک پیغمبر ثابت کرسکتے ہیں؟"

"بے شک میں ایسا کرنے والا ہوں یا کرچکا ہوں۔ اگر تم ہماری مذہبی ہسٹری سے واقف ہو تو تمہیں یاد ہوگا کہ اب سے ڈھائی ہزار برس پہلے ایک نہایت ہی پاکباز یہودی تھا۔ اس کا نام "مارڈی کھائی" تھا۔ مختصر سا واقعہ یوں ہے کہ "حمان" نامی ایک عیسائی پادری نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ مل کر سیکڑوں یہودیوں کو مار ڈالنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ مگر پاکباز یہودی "مارڈی کھائی" کو اس منصوبے کا علم ہوگیا۔ جب عیسائی حمان منصوبے پر عمل کرنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چرچ کے اندر عبادت میں مصروف تھا تو مارڈی کھائی نے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ اچانک ان پر حملہ کرکے ان سب کو قتل کردیا اور اس طرح سیکڑوں یہودیوں کی جانیں بچالیں۔"

الپا کی آلۂ کار نے پوچھا۔ "کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی ہمارے مذہبی تہوار کے دن حماس تنظیم کے کسی منصوبے کا علم ہوگا اور اس منصوبے کی تکمیل سے پہلے آپ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہاری یہودی مذہبی ہسٹری بہت کمزور ہے۔ تمہارے جیسے ماڈرن یہودی بھول جاتے ہیں۔ وہ ہمارے مذہبی تہوار کا دن آج ہی ہے۔ میں ایک گھنٹا پہلے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ ایک مسجد میں گیا تھا۔ مسلمان نماز میں مصروف تھے۔ ہم نے تمام نمازیوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اب میں پھر اسپتال میں اپنی ڈیوٹی پر آگیا ہوں۔"

"کیا واقعی؟" الپا نے اپنی آلۂ کار کے ذریعے پوچھا۔ "کیا آپ نے مسجد میں جتنے نمازیوں کو قتل کیا' وہ سب حماس کے مجاہدین تھے؟"

"بے شک۔ وہ سب ہم یہودیوں کے جانی دشمن تھے۔ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔"

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ حماس تنظیم سے تعلق رکھنے والے مسلمان تھے؟"

"یہ میں تمہیں نہیں سمجھا سکوں گا۔ یہ غیب کی باتیں ہیں۔ مجھے غیب سے ہدایات ملتی ہیں۔"

اسی وقت ٹیری آدم نے الپا کے پاس آکر کہا۔ "ابھی خبر ملی ہے کہ ہمارے چند کٹر بنیاد پرست یہودیوں نے ایک مسجد میں فائرنگ کرکے عام مسلمان شہریوں کو مار ڈالا ہے۔ یہ خبر عالمی سطح پر ہمارے لیے بدنامی کا باعث بنے گی۔"

الپا نے کہا۔ "میں ابھی ایک آلۂ کار کے ذریعے اس کٹر یہودی بارخ بنجامن سے گفتگو کررہی تھی۔ اگرچہ وہ ایک اسپتال کا معزز ڈاکٹر ہے۔ مگر مسلمانوں سے اتنی دشمنی ہے کہ دہشت گرد بن گیا ہے۔ ایک گھنٹا پہلے اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں فائرنگ کی تھی۔"

داؤد منڈولا خیال خوانی کے ذریعے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ دوسری طرف سونیا ثانی بھی خیال خوانی کے ذریعے بیت المقدس پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس ٹام مورس سے باتیں کررہی تھی۔ یہ وہی ٹام مورس تھا' جس سے ثانی نے مرینہ کی شادی کرائی تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی مرینہ بہت برے تجربات سے گزر کر اور جادوگر جے پرگولا کے ہاتھوں بری طرح برباد ہونے کے بعد توبہ کرچکی تھی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ خیال خوانی چھوڑ دے گی اور گمنام رہ کر خاموشی سے ازدواجی زندگی گزارے گی۔

وہ وعدہ نبھا رہی تھی۔ ٹام مورس کی وفادار بیوی بن کر ازدواجی اور گھریلو زندگی گزار رہی تھی۔ اور اس کے ساتھ بظاہر یہودی بن کر رہتی تھی۔ وہ سونیا ثانی سے کہہ رہا تھا۔ "اس مسجد میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایک انجینئر بھی نماز پڑھنے گیا تھا۔ وہ بھی گولیوں سے چھلنی ہوکر شہید ہوچکا ہے۔ وہاں عام شہری عبادت میں مصروف تھے۔ ان میں سے کوئی ہتھیار اٹھانے والا مجاہد نہیں تھا۔"

ثانی نے پوچھا۔ "ابھی تم کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر بارخ بنجامن کا دعویٰ ہے کہ اس مسجد میں حماس کے مجاہدین تھے؟"

وہ بولا۔ "ڈاکٹر بارخ بنجامن تو ایک کامیاب ڈاکٹر ہے۔ مگر جانے کیوں خود کو پیغمبر کہلانا چاہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یہ ہدایت آسمان سے اس پر نازل ہوئی تھی کہ اس مسجد میں حماس کا گروہ آج نماز پڑھے گا۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا

جائے۔ اور اس پاگل کے بچے نے پُرامن رہنے والے مسلمانوں کو شہید کر دیا ہے۔ اسے ملٹری انٹیلی جنس والوں نے طلب کیا ہے۔"

"تم انٹیلی جنس کے دفاتر میں کسی جاسوس عورت کو جانتے ہو تو فون پر اس کی آواز سناؤ۔"

ٹام مورس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہو گیا۔ ایک لیڈی سیکریٹری نے پوچھا۔ "یس پلیز۔ آپ کون ہیں اور کس سے باتیں کرنا چاہتے ہیں؟"

ثانی نے ٹام مورس کو ریسیور رکھنے کے لیے کہا۔ پھر سیکریٹری کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ریسیور پر ہیلو ہیلو کہہ رہی تھی۔ پھر اسے کریڈل پر رکھ کر بڑبڑانے لگی۔ وہ عمر رسیدہ عورت تھی اور اسے بہت جلدی غصہ آجاتا تھا۔ اس نے میز پر سے ایک فائل اٹھائی۔ پھر اس دفتری کمرے سے نکل کر ایک کاریڈور میں چلتی ہوئی ایک بڑے سے ہال میں پہنچی۔ وہاں ایک وسیع و عریض میز کے اطراف کئی فوجی افسران اور سراغرساں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کرسی پر ڈاکٹر بارخ بنجامن کو بھی بٹھایا گیا تھا۔ اور اس سے طرح طرح کے سوالات کیے جا رہے تھے۔

لیڈی سیکریٹری نے وہ فائل ایک اعلیٰ افسر کے سامنے رکھا۔ افسر نے کہا۔ "ڈاکٹر بارخ! اس فائل میں ان مقامات اور ان یہودیوں کے نام درج ہیں' جنہیں حماس کے لوگوں نے مختلف اوقات میں ہلاک کیا ہے۔ اگر تم خود کو پیغمبر کہتے ہو تو بتاؤ کہ ہمارے ہلاک ہونے والے یہودیوں کے نام کیا تھے اور وہ تعداد میں کتنے تھے اور کہاں کہاں مارے گئے تھے؟"

ڈاکٹر بارخ نے کہا۔ "آپ گزری ہوئی باتیں پوچھ رہے ہیں جبکہ پیش آنے والی باتیں آسمان سے مجھ پر نازل ہوتی ہیں۔"

وہاں برین آدم بھی موجود تھا۔ اس نے کہا۔ "آسمان سے نہیں اترتی ہیں۔ تمہیں شاید نہیں معلوم کہ ہماری قوم میں چند ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ وہ وقتاً فوقتاً مختلف مساجد میں جانے والے مسلمانوں کے دماغوں میں گھس کر ان کی اصلیت معلوم کرتے ہیں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی رپورٹ ہے کہ نماز کے دوران جو مسلمان تمہاری گولیوں کا نشانہ بنے' وہ اس ملک کے پُرامن شہری تھے۔"

ڈاکٹر بارخ نے کہا۔ "تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کی رپورٹ غلط ہے۔ وہ تمام خیال خوانی کرنے والے مجھ سے افضل نہیں ہو سکتے کیونکہ میرا نام بارخ ہے۔ میں خدا کا خاص نوازا ہوا بندہ ہوں۔"

"تم ایک کٹر بنیاد پرست یہودی ہو۔ تم نے مسلمانوں سے شدید نفرت کرتے ہوئے مذہبی جوش و جنون میں انہیں ہلاک کیا ہے۔ اس لیے ہم تمہیں مجرم نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی پاگل قرار دے سکتے ہیں۔ وہ مسلمان پُرامن تھے مگر مسلمان تھے۔ یہودیوں کے ازلی دشمن تھے۔ تم ہماری نظروں میں ہیرو ہو۔ لیکن عالمی سطح پر ایک جنونی قاتل کہلاؤ گے ہم مسلمانوں کو بنیاد پرست کہہ کر بدنام کرتے تھے۔ اس واقعے کے بعد ہم یہودی بھی بنیاد پرست کہلائیں گے۔ تم نے ہمارے لیے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "بہرحال ہم عالمی سطح پر بات بنانے کی کوشش کریں گے۔ آئندہ تم ہم سے مشورہ کیے بغیر مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ کچھ عرصے کے لیے تم گوشہ نشینی اختیار کر لو اور بیرونی ممالک کے اخبارات کو بیان نہ دو۔"

"میں ایک پیغمبر کی حیثیت سے منظرِ عام پر آنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے گوشہ نشینی کا مشورہ دے رہے ہیں۔"

"ہم تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہے ہیں۔ تم خود کو پیغمبر کہو گے تو دنیا تمہیں پاگل کہے گی۔"

ایک افسر نے کہا۔ "تمہارے خاموش رہنے سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہماری طرف سے بیان جاری ہوگا کہ کچھ عرصے سے مجاہدین کے دو گروہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں۔ ہم پی ایل او کا نام نہیں لیں گے۔ یاسر عرفات جو ہماری طرف مائل ہو رہے ہیں' وہ ہم سے ناراض ہو جائیں گے مگر ہمارے بیان میں ابہام ہوگا۔ اس سے دنیا سمجھ لے گی کہ پی ایل او کے مسلمانوں نے حماس کے مجاہدین پر گولیاں برسائی ہیں۔"

سیاسی بیان بازی کا ایک انداز ہوتا ہے۔ ایسی بیان بازی میں جھوٹ بالکل سچ بن جاتا ہے اور جو سچ ہوتا ہے' وہ کھلا جھوٹ نظر آتا ہے۔

اچانک ثانی نے لیڈی سیکریٹری کی زبان سے کہا۔ "اسرائیل میں ایسے مومن بھی ہیں' جو جھوٹے پیغمبروں کو ان کے گھر تک گھر سے ان کی قبر تک پہنچا دیتے ہیں۔"

سب نے چونک کر لیڈی سیکریٹری کو دیکھا کیونکہ وہ ایک دوشیزہ کی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ "تم لوگ اس پاگل کو کس گوشے میں چھپاؤ گے۔ میں اسے مجبور کروں گی اور یہ غیر ملکی اخبارات کے رپورٹرز کو وہی بیان دے گا جو سچ ہوگا۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اپنا تعارف پیش کرو اور ہم سے دوستانہ ماحول میں باتیں کرو۔"

ثانی نے کہا۔ "میں بھی ایک اخبار کی فلائنگ رپورٹر ہوں۔ جہاں تک دوسرے رپورٹرز نہیں پہنچتے' وہاں تک میں پرواز کر کے پہنچ جاتی ہوں۔ میں جا رہی ہوں۔ اگر سچائی کو چھپایا گیا تو دشمنی کر کے آؤں گی۔ ورنہ مجھے دوست ہی سمجھو۔ مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دماغی طور پر علی تیمور کے سامنے ڈائننگ ہال میں حاضر ہو گئی۔ ادھر منڈولا خیال خوانی کے ذریعے برین آدم کے پاس تھا۔ جب لیڈی سیکریٹری نے اپنے حواس میں آ کر اپنے لب و لہجے میں بات کی تو معلوم ہو گیا کہ اس کے دماغ میں آنے والی کوئی اور ہے۔ لہٰذا داؤد منڈولا بھی دماغی طور پر اسی ڈائننگ ہال میں حاضر ہو گیا۔ اتنی دیر میں سامنے رکھا ہوا سوپ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ ادھر ثانی کے سامنے بھی سوپ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ علی نے پوچھا۔ "کیا دوسرا سوپ منگواؤں؟"

"نہیں۔ اب کچھ کھانا چاہیے۔ مجھے لمبی خیال خوانی کرنی پڑی اور تم بور ہوتے رہے۔"

"کوئی اہم یا پیچیدہ مسئلہ ہوگا۔ ورنہ تم مجھے کبھی بور نہیں ہونے دیتی ہو۔ مختصر خیال خوانی کرتی ہو۔"

علی نے ویٹر کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔ ویٹر کے جانے کے بعد ثانی علی کو ڈاکٹر بارخ بنجامن کے متعلق بتانے لگی۔ اُدھر منڈولا نے بھی ویٹر کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات کھٹک رہی تھی کہ ابھی لیڈی سیکریٹری کے ذریعے جو دوشیزہ خیال خوانی کے ذریعے بول رہی تھی اس کی آواز اور وہی لہجہ وہ پہلے بھی کہیں سن چکا ہے۔

مگر کہاں سنا تھا؟ وہ یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو سہلا رہا تھا اور بے اختیار سونیا ثانی کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اس کا حسن و شباب للچا رہا تھا۔ پھر جو حسن ہاتھ نہ آئے وہ زیادہ تڑپاتا ہے اور زیادہ اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کرتا ہے۔

وہ سوچتے سوچتے اور اسے دیکھتے دیکھتے ایک دم چونک گیا۔ اسے یاد آگیا کہ اس نے اپنے ڈرائیور کے دماغ میں رہ کر اس حسین دوشیزہ کی گفتگو' اس کی آواز اور اس کے لہجے کو سنا تھا۔ لیڈی سیکریٹری کی زبان بھی بالکل یہی آواز اور لہجہ پیش کر رہی تھی۔

کیا یہ سامنے بیٹھی ہوئی حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟

پھر اسے یاد آیا کہ سوپ کا پیالہ اس کے سامنے تھا۔ مگر وہ نہیں پی رہی تھی۔ سوچ میں گم تھی۔ پہلے بھی اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ جیسے مراقبے میں پہنچ گئی ہو یا خیال خوانی میں گم ہو لیکن اس وقت یقین نہیں آیا تھا کہ وہ حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہوگی۔ اب یقین ہو رہا تھا کہ ابھی یہودیوں کو چیلنج کر کے آنے والی دوشیزہ یہی ہے۔

اب تشویش پیدا ہوئی کہ یہ کون ہے؟ اور اس کے ساتھ وہ خوبرو اور صحت مند جوان کون ہو سکتا ہے؟

ویٹر آکر کھانے کی ڈشیں میز پر رکھ رہا تھا۔ منڈولا نے پانچ سو ڈالر نکال کر ویٹر کو دیتے ہوئے کہا۔ "میں اکثر کھانے کے بعد ٹپ دینا بھول جاتا ہوں۔ اسے رکھ لو۔"

ویٹر نے حیرانی سے اتنی بڑی بخشش لے کر شکریہ ادا کیا۔ پھر کہا۔ "میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم کریں۔"

"وہ جو نارنجی اور سیاہ بلاؤز اسکرٹ والی حسینہ ہے' مجھے بہت پسند ہے۔ ادھر ابھی نہ دیکھو اسے شبہ ہوگا۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ اسی ہوٹل میں قیام کر رہی ہے؟"

"جی ہاں۔ کمرا نمبر سات سو بارہ میں ہے۔"

"یہاں سیکڑوں سیاح اور مسافر روزانہ آتے جاتے ہیں۔ تمہیں اس کا کمرا نمبر کیسے یاد رہ گیا؟ کیا یہ حسینہ تمہیں بھی اچھی لگتی ہے؟"

"نو سر! ہم چھوٹے لوگ ہیں۔ ہاتھ بڑھا کر آسمان کے چاند کو چھو نہیں سکتے۔ کمرے کا نمبر اس لیے یاد رہ گیا کہ ان دونوں کے نام بڑے عجیب ہیں۔"

"میں ان کے عجیب نام سننا چاہوں گا۔"

"نوجوان کا نام ابوالہول ہے جو کہ ہمارے مصر کے بلند و بالا مجسمے کا نام ہے۔ یہ مصری تاریخ کی ایک ناپسندیدہ ہیبت ناک مخلوق کا مجسمہ ہے۔"

"تم ہسٹری بیان نہ کرو۔ حسینہ کا نام بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں؟ وہ حسینہ تو مر چکی ہے۔ یہ حسینہ جو بیٹھی ہوئی ہے اس کا بھی وہی نام ہے۔ یعنی قلوپطرہ۔"

"یہ تو صاف ظاہر ہے کہ دونوں نے فرضی اور مضحکہ خیز نام رکھے ہیں۔"

ویٹر نے کہا۔ "معاف کیجیے گا جنابِ عالی! آپ ہمارے تاریخی کرداروں کو مضحکہ خیز کہہ رہے ہیں۔ یہ رہی آپ کی دی ہوئی بخشش کے پانچ سو ڈالر۔ ہم بھوکے رہ سکتے ہیں۔ مر سکتے ہیں مگر اپنی قوم اور اپنے تاریخی کرداروں کی برائی نہیں سن سکتے۔"

"تم تو ناراض ہو گئے۔ میں تمہاری قوم اور تمہارے تاریخی کرداروں کی عزت اور احترام کرتا ہوں۔ دراصل میں ان دونوں کے ناموں کو مضحکہ خیز اس لیے کہہ رہا ہوں کہ وہ دونوں آج کے دور میں ایسے نام اپنا کر خود کو ایک تماشا بنا رہے ہیں۔ یہ پانچ سو ڈالر اور لو اور غصہ تھوک دو۔"

اس نے جبراً اس کے ہاتھ میں ایک ہزار ڈالر پکڑائے پھر کہا۔ "تم یہ تو تسلیم کرو گے کہ یہ ان کے اصلی نام نہیں ہیں۔"

"اصلی ہیں جنابِ عالی! ان دونوں کے پاسپورٹ میں بھی یہی نام درج ہیں۔"

"پھر تو پاسپورٹ جعلی ہوگا۔"

"پتا نہیں۔ یہ امیگریشن اور سفارت خانے والے ہی جان سکتے ہیں۔"

ویٹر چلا گیا۔ وہ کھانا شروع کرتے ہوئے سوچنے لگا۔ اگر یہ تگڑا جوان اس کے ساتھ نہ ہوتا تو میں اس کی اصلیت معلوم کر لیتا۔ میری یہودی عقل کہتی ہے کہ دشمن سے براہِ راست کبھی نہ ٹکراؤ۔ کسی دوسری حکمتِ عملی سے اس کی اصلیت معلوم کرو۔ معلوم کرنے کا فی الوقت یہی طریقہ ہے کہ دونوں کا سکون برباد کرو۔ شیطان جان سے نہیں مارتا۔ صرف پریشانیاں بڑھاتا ہے اور ہلکان کرتا رہتا ہے۔

وہ لقمہ چباتے ہوئے ویٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دوسری میز کے لیے کھانے کی ٹرالی پر ڈشیں رکھ رہا تھا وہ ویٹر کے ذریعے منیجر کے پاس پہنچا۔ منیجر نے اس کی مرضی کے مطابق بیل بوائے کو بلایا پھر

کہا۔ "منیر نمبر بارہ پر مس قلوپطرہ کو اطلاع دو کہ کاؤنٹر پر فون اٹینڈ کرے۔"

بیل بوائے اسٹور روم میں آیا۔ وہاں اس نے ایک سادہ پلے کارڈ اٹھا کر اس پر لکھا۔ پھر ایک ہاتھ سے پلے کارڈ اور دوسرے ہاتھ سے گھنٹی پکڑ کر اسٹور روم اور استقبالیہ کے حصے سے گزرتا ہوا ڈائننگ ہال کے دروازے پر پہنچا اور پلے کارڈ کو اونچا کیے' بیل بجاتا ہوا ثانی اور علی کی میز کے پاس آکر رک گیا۔

دونوں نے چونک کر پلے کارڈ کی تحریر کو پڑھا۔ اس پر لکھا تھا۔

"قلوپطرہ! ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔"

یہ پڑھ کر دونوں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ ثانی نے بیل بوائے سے کہا۔ "ہمیں پتا ہے۔ ہم نے بھی تاریخ پڑھی ہے۔ قلوپطرہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔"

علی نے کہا۔ "میرا خیال ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ اسی لیے ہر مرد کے دل و دماغ میں پہنچ کر ان پر حکومت کرتی تھی۔ رومن شہنشاہ اپنی بہت بڑی سلطنت چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ قلوپطرہ کی ٹیلی پیتھی نے اسے روم سے یہاں قاہرہ آنے پر مجبور کردیا۔"

ثانی نے بیل بوائے کو پانچ ڈالر دیے۔ وہ سلام کرکے چلا گیا۔ منڈولا بیل بوائے کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ دونوں چالاک ہیں۔ پریشانی ظاہر نہیں کررہے ہیں اور یہ سمجھتے رہے ہیں کہ اس بیل بوائے کے اندر وہ موجود ہے' جو قلوپطرہ کی خیال خوانی کے علم کو سمجھ گیا ہے۔

وہ دونوں اِدھر اُدھر نہیں دیکھ رہے تھے۔ کسی خیال خوانی کرنے والے دشمن کو تاڑنا نہیں چاہتے تھے۔ بڑے اطمینان سے باتیں کرتے ہوئے کھا رہے تھے۔ منڈولا دل ہی دل میں اعتراف کررہا تھا کہ دونوں ذہین اور حاضر دماغ ہیں۔ انہوں نے چشم زدن میں یہ طے کیا ہے کہ کسی دشمن کے نفسیاتی حملے کا ردِ عمل پیش نہیں کریں گے۔ اور یہی تاثر پیش کریں گے کہ ہوٹل والے بیل بوائے کے ذریعے سیاحوں کے سامنے ایک آدھ تاریخی حقائق پیش کرتے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ قلوپطرہ کے زمانے میں ٹیلی پیتھی نہیں تھی۔ اس لیے وہ یہ علم نہیں جانتی تھی۔

ادھر علی نے کھانے کے دوران ثانی سے کہا۔ "تم نے مجبور ہوکر یہاں سرِعام خیال خوانی کی۔ یعنی اس ایک گھنٹے کے اندر تمہیں کسی نے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے دیکھا ہے لیکن صرف سوچ میں ڈوبنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ خیال خوانی کی جارہی ہے۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولی۔ "میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ یہاں کوئی ایسا خیال خوانی کرنے والا ہے جس نے مجھے خیال خوانی کے ذریعے اسرائیل پہنچتے دیکھا ہے۔ وہاں اس نے میری آواز اور لہجے کو پہچانا ہوگا۔"

"اب سمجھنا یہ ہے کہ اس ڈائننگ ہال میں تمہاری آواز اور لہجے کو کتنے لوگوں نے سنا ہے؟"

"صرف دو اشخاص نے۔ ایک ویٹر نے اور دوسرے اس ملازم نے جو سامنے والی میز کے پاس سر جھکائے اپنے آقا ہادی منیر کے کسی حکم کا منتظر ہے۔"

ثانی نے پہلے ویٹر کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھے۔ وہ بے چارہ ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ دوسرا بے چارہ ہادی منیر کے سامنے ادب سے کھڑا ہوا تھا۔

وہ آنکھیں بند کرکے اس کے لب و لہجے کو یاد کرنے لگی۔ اس نے آکر کہا تھا کہ وہ آقا ہادی منیر کا غلام ہے اور ہادی منیر ملک شام کا ارب پتی سوداگر ہے وہ اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے انہیں اپنی میز پر مدعو کررہا ہے یا پھر ان کی میز پر آنا چاہتا ہے۔

ثانی اس ملازم کے الفاظ اور فقرے یاد کررہی تھی۔ حافظہ بہت تیز تھا۔ الفاظ کے ساتھ ان کی ادائیگی بھی یاد آرہی تھی۔ یوں یاد کرتے کرتے وہ اس ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس کے چور خیالات بتانے لگے کہ وہ آقا کا ڈرائیور ہے۔ اس نے آج آقا کے بیگ میں اتنی دولت دیکھی ہے کہ شاید پھر کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ اس دولت پر اس کی نیت خراب ہوگئی تھی۔ وہ بیگ لے کر بھاگ جانا چاہتا تھا۔ مگر ہوٹل کے احاطے کے بڑے پھاٹک سے باہر نہ جاسکا۔ اچانک رک گیا۔ پھر پلٹ گیا۔ وہ آقا کو دولت واپس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہوٹل کے اندر نہیں آنا چاہتا تھا' مگر اپنے آپ میں نہیں تھا اس نے اپنی مرضی کے خلاف اس میز کے پاس آکر وہ بیگ آقا کے سامنے رکھ دیا۔

وہ حیران تھا۔ پریشان تھا۔ آقا کی مہنگی کار کھلی چھوڑ کر آیا تھا۔ آقا نے اس سے کہا کہ وہ کار لاک کرکے واپس آئے۔ وہ اس بات پر بھی حیران تھا کہ آقا کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ اس نے کار کو لاک نہیں کیا ہے؟

ثانی نے آنکھیں کھول دیں۔ علی کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ علی نے کہا۔ "اچھا تو تم نے چور پکڑلیا ہے۔"

"ہاں۔ ہادی منیر کوئی بہروپیا ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ شیشے کے گھر میں رہ کر ہمیں پتھر مار رہا ہے اور مطمئن بیٹھا ہے۔ میں سمجھتی ہوں۔ اس کا تعلق اسرائیل سے اور یہودی خفیہ تنظیم سے ہے۔ جب میں ملٹری انٹیلی جنس میں ایک لیڈی سیکریٹری کی زبان سے بول رہی تھی تو یہ ہادی منیر بھی وہاں پہنچا ہوا تھا' وہیں اس نے میری آواز اور لہجے سے مجھے پہچانا تھا۔"

"اس نے تمہیں اور ہم نے اسے صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے پہچانا ہے۔ وہ تمہارا اصلی نام اور شخصیت معلوم کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہی ہمیں بھی معلوم کرنا ہے کہ یہ اصل میں کون ہے؟"

وہ بولی۔ "ہم اب کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں منگوائیں گے وہ شخص ہماری میز کے ویٹر کے اندر جاکر کھانے پینے کی کسی چیز میں مضر رساں دوا ملا سکتا ہے۔"

"یہی کوشش تم کرو۔ میں ڈائننگ ہال سے باہر جارہا ہوں۔ اس کی میز کے ویٹر سے بات کروں گا۔ تم اس کے اندر پہنچ کر کیا کرو گی' یہ تم جانتی ہو۔"

ثانی کی انگلی میں وہ مخصوص انگوٹھی تھی' جو کبھی سونیا پہنا کرتی تھی۔ اس انگوٹھی کے ایک سرے میں ایک ننھا سا بٹن تھا جسے دباتے ہی انگوٹھی کے اندر سے ایک ننھی سی سُوئی نکل آتی تھی۔ وہ سُوئی جس کے بدن میں انجکٹ ہوتی تھی' وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوجاتا تھا۔ ثانی نے اپنی انگلی سے وہ انگوٹھی اتار کر علی کو دیتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے ذریعے اس ویٹر کی آواز سنوں گی۔ پھر اس کے اندر پہنچوں گی۔ اس کی زبان سے کہوں گی کہ "میں موجود ہوں" تم یہ سن کر انگوٹھی اس کی جیب میں رکھ دینا۔ پھر میں اس ویٹر اور انگوٹھی کو اپنے طور پر استعمال کروں گی۔"

علی وہ انگوٹھی لے کر وہاں سے اٹھ گیا۔ پھر ڈائننگ ہال سے باہر جانے لگا۔ منڈولا کھانے سے فارغ ہوکر دیکھ رہا تھا کہ حسینہ تنہا رہ گئی ہے۔ اس کا ساتھی کہیں گیا ہے۔ پتا نہیں کتنی دیر کے لیے گیا ہے؟ شاید وہ کھانے کے بعد چائے یا کافی پیئے گی۔ اگر میں اسے دماغی طور پر ذرا سا کمزور بنا دوں تو پھر یہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکے گی۔ پھر میں اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی اصلیت معلوم کرسکوں گا۔

اس نے ثانی کی میز پر خدمت انجام دینے والے ویٹر کی آواز نہیں سنی تھی لیکن اپنی میز کے ویٹر کے ذریعے سن سکتا تھا۔ یعنی اس کا ویٹر ثانی کے پاس جاکر باتیں کرتا تو وہ ثانی کے ویٹر کے دماغ میں پہنچ جاتا۔

اس نے اپنے ویٹر کو بلانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچا تو اس کے ذریعے یہ دیکھ کر چونک گیا کہ حسینہ کا ساتھی (علی) ویٹر سے باتیں کررہا تھا۔ اسی وقت ویٹر نے حسینہ کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "میں موجود ہوں۔"

یہ سنتے ہی علی نے وہ انگوٹھی ویٹر کی جیب میں ڈال دی۔ ویٹر حسینہ کی خیال خوانی کے زیرِ اثر تھا۔ اس نے انگوٹھی کو اپنی جیب میں جاتے دیکھا۔ مگر کوئی سوال نہیں کیا۔ ثانی اس کی سوچ میں کہہ رہی تھی۔ "میں ابھی پندرہ نمبر کی میز پر جاؤں گا۔ اگر وہ چائے یا کافی کا آرڈر دے گا تو میں اس میں انگوٹھی میں چھپی ہوئی دوا ملا دوں گا۔"

یہ سوچ پڑھتے ہی منڈولا ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ڈرائیور سے بولا۔ "یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی واش روم سے ہوکر آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ثانی کے قریب سے گزرا اور ٹائلٹ پورشن کی طرف جانے لگا۔ اس کے اندر خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ حسینہ اور اس کے ساتھی کو شبہ ہوگیا ہے۔ وہ چائے یا کافی کے ذریعے مضر... دوا پلا کر دماغ کے اندر گھسنا اور اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

وہ بڑے سے ٹائلٹ میں پہنچ کر دوسری طرف کا دروازہ کھول کر ہوٹل کے لانڈری والے کاریڈور میں آیا۔ پھر وہاں سے دوڑنے کے انداز میں تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل کے پچھلے حصے میں آیا۔ ایک ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول کر بولا۔ "کم آن۔ ہری اپ۔ جلدی چلو۔"

ٹیکسی اسٹارٹ ہوکر وہاں سے چل پڑی۔ احاطے سے نکل کر ایک شاہراہ پر دوڑنے لگی۔ ہوٹل سے دور ہونے لگی۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ ڈرائیور نے پوچھا۔ "کہاں لے چلوں؟"

"چلتے رہو۔ میں یہ شہر دیکھنا چاہتا ہوں۔ کرائے کی پروا نہ کرو۔"

وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ حسینہ اور اس کے ساتھی کو کیسے اس پر شبہ ہوا؟ انہوں نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں یا پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتا ہوں؟

اس نے ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر سوپ پیتے وقت خیال خوانی کی تھی اور تل ابیب کے ملٹری انٹیلی جنس کے دفتر میں پہنچ کر ثانی کے متعلق معلوم کیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ منڈولا کو یقین تھا کہ ثانی نے خیال خوانی کرنے کے دوران اسے خیال خوانی کرتے نہیں دیکھا ہے۔ اور علی کی پشت منڈولا کی طرف تھی۔ اس لیے علی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔

پھر انہیں منڈولا کی ٹیلی پیتھی کا علم کیسے ہوا؟ تب اسے یاد آیا کہ اس نے ڈرائیور کو خیال خوانی کے ذریعے نوٹوں سے بھرا بیگ لے جانے سے روکا تھا۔ اور اسے اپنے پاس پلٹ کر آنے پر مجبور کیا تھا۔ پھر وہ ڈرائیور ثانی اور علی کو اپنے آقا کی میز پر مدعو کرنے گیا تھا۔ منڈولا کی سمجھ میں آگیا کہ اس حسینہ نے ڈرائیور کے خیالات پڑھ کر اس کے آقا کے خیال خوانی کے علم کو سمجھا ہے۔

"یہ بہت برا ہوا۔" وہ پریشان ہوکر سوچنے لگا۔ "اوّل تو مجھے ڈرائیور کو چوری سے باز رکھنے کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم استعمال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اور جب ایسا کیا تھا تو پھر ڈرائیور کے ذریعے اس حسینہ کو مدعو نہیں کرنا چاہیے تھا ویسے مجھے اس وقت معلوم نہیں تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

وہ خدا کا شکر ادا کررہا تھا کہ اس حسینہ کا غلام بننے سے بال بال بچا تھا۔ اگر اس کا معمول اور تابعدار بن جاتا تو وہ اس کے ذریعے یہودی خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچ جاتی۔ ایک تو اتنی پُراسرار تنظیم کی جڑیں اکھاڑ پھینکتی' دوسرے یہ کہ اس کے علاوہ مونارو' ٹالبوٹ' الپا اور ٹیری آدم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تابعدار بنا لیتی۔

اس نے ہوٹل سے فرار ہوکر خود کو اور اپنی پوری یہودی قوم

کو دشمن کے ہاتھوں میں جانے سے بچایا تھا۔ اب یہ تجسس تھا کہ وہ حسینہ کون ہے؟ اور کس طرح اس کی اصلیت معلوم کی جائے؟ اب تو وہ بہت زیادہ محتاط ہو گئی ہو گی۔ شاید وہ ہوٹل چھوڑ کر چلی جائے۔ اور اپنا نام اور بھیس بدل لے۔ ایسے میں وہ اسے دوبارہ نہیں دیکھ پائے گا۔ پھر وہ ہوٹل کی طرف واپس جاکر دور سے اس کی تاک میں رہ کر اس کا تعاقب بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا تھا کہ حسینہ اور اس کا ساتھی دونوں ہی چالاک ہیں۔ اگر وہ ان کے تعاقب میں رہے گا تو بار بار ان کی چالاکیوں سے بچ نہیں پائے گا۔

اب خود کو بھی چھپائے رکھنے کا مسئلہ تھا۔ وہ خیال خوانی کرنے والی اس ڈرائیور کے ذریعے اس کے شاندار اور مہنگے بنگلے کا پتا معلوم کر چکی ہو گی۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے اپنی قیمتی کار، لاکھوں ڈالرز کے بنگلے اور اس بیگ سے محروم ہو گیا تھا جس میں دس کروڑ ڈالر تھے۔

اس نے ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر کے سامنے ٹیکسی رکوائی۔ وہاں جاکر میک اپ کا سامان اور پہننے کے لیے دو جوڑے خریدے۔ کوئی تیس ہزار ڈالر کا بل بنا تھا۔ اس کے لباس میں صرف دو لاکھ ڈالر تھے۔ مگر اب اپنا کوئی دوسرا مستقل ٹھکانا بنائے بغیر وہ دو لاکھ ڈالر خرچ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کاؤنٹر پر آکر تیس ہزار ڈالر ادا کیے۔ کاؤنٹر گرل نے رقم لے کر ایک دراز میں رکھی۔ اس دراز میں مقامی اور غیر ملکی کرنسی کے بڑے بڑے نوٹ دکھائی دیے۔

اس نے کاؤنٹر گرل کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس بے چاری نے دراز میں سے تمام نوٹ نکال کر ربڑ بینڈ سے الگ الگ گڈیاں بنا کر اس کے حوالے کر دیے۔ وہ تیزی سے باہر آکر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ بہت دور نکل آنے کے بعد اس نے کاؤنٹر گرل کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ یہ دیکھنے کی ضرورت تھی نہ پروا تھی کہ بیچاری ملازمت کرنے والی کاؤنٹر گرل پر کیا گزرے گی؟ اور وہ خواہ مخواہ چوری کے الزام میں گرفتار کی جائے گی۔ اسے صرف اپنی فکر تھی۔ وہ صرف اپنے بچاؤ کی تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔

اس نے ایک جگہ ٹیکسی روکنے کو کہا۔ وہ رک گئی۔ اس نے ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے غائب دماغ کیا۔ اس کے بعد اس نے عربی لباس اتار کر سیٹ کے نیچے پھینک دیا۔ اسی وقت خریدے ہوئے دو جوڑوں میں سے ایک کو پہنا پھر میک اپ کا سامان لے کر ٹیکسی سے باہر آگیا۔ ڈرائیور اس کی مرضی کے مطابق گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگا۔ وہ فٹ پاتھ پر کھڑا اس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ جب وہ کئی میل دور چلا گیا تو اس نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس طرح ٹیکسی کا کرایہ بچا لیا۔

پھر اس نے دوسری ٹیکسی روکی۔ اس میں بیٹھ کر تحریر اسکوائر کی ایک گلی میں آیا۔ کرایہ صرف دس ڈالر بنا تھا۔ اس لیے بڑی فراخدلی سے اس نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کر دیا۔ وہاں ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں آکر اس نے ایک کمرا حاصل کیا۔ اس کمرے میں آکر تمام بلب آن کیے۔ پھر ان کی تیز روشنی میں آئینے کے سامنے بیٹھ کر میک اپ کے سامان کے ذریعے اپنے چہرے میں تبدیلی کرنے لگا۔

ایسے وقت اس نے سوچا۔ "میں یہ بھول گیا تھا کہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی۔ ہر حسین عورت معشوق نہیں بنتی، مصیبت بھی بنتی ہے۔ اس مصیبت نے مجھے دربدر بھٹکنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

ایک گھنٹے کی محنت کے بعد چہرہ اس قدر تبدیل ہو گیا کہ اب دوست یا دشمن اسے ہادی منیر کی حیثیت سے نہیں پہچان سکتے تھے۔ وہ اپنا موبائل فون ساتھ لایا تھا۔ اس نے ہوٹل نائیل ہلٹن کے نمبر ڈائل کیے۔ استقبالیہ کے فون سے ایک لڑکی کی آواز سنائی دی۔ "اٹ از نائیل ہلٹن۔ ہمارے لائق کوئی خدمت؟"

"آپ کے ہوٹل کے کمرا نمبر سات سو بارہ میں، مس قلوپطرہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آل رائٹ سر! ہولڈ آن کریں۔" تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر آواز آئی۔ "سوری سر! مس قلوپطرہ نے تھوڑی دیر پہلے ہوٹل چھوڑ دیا ہے۔"

منڈولا نے شکریہ کہہ کر رابطہ ختم کیا۔ پھر اپنے ڈرائیور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ بڑی دیر تک اپنے آقا ہادی منیر کا انتظار کرتا رہا۔ پھر حسینہ کے ساتھی نے آکر آقا کا بیگ اٹھایا۔ اس میں سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے رکھو اور عیش کرو۔ اب تمہارا آقا کبھی نہیں آئے گا۔"

ڈرائیور انکار کرنا چاہتا تھا۔ اپنے آقا کا نوٹوں سے بھرا ہوا بیگ نہیں دینا چاہتا تھا لیکن اس نے خود کو مجبور محسوس کیا۔ حسینہ اور اس کا ساتھی بیگ اٹھا کر لے گئے۔ وہ ان کے خلاف زبان نہ ہلا سکا۔ پھر اپنی مرضی کے خلاف آپ ہی آپ ہوٹل کے باہر آکر آقا کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اسے ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے میں آگیا اور اب اس بنگلے میں اپنے آقا کی واپسی کا انتظار کر رہا ہے۔

منڈولا کو اپنا وہ بنگلا اور خصوصاً بیڈ روم بہت پسند تھا۔ اس بیڈ روم کے لیے ایک نہایت حسین عورت لانے کے لیے وہ نائیل ہلٹن آیا تھا۔ وہاں ایک حسینہ نے اسے بنگلے اور آرام دہ بیڈ روم سے محروم کر دیا تھا۔

اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری سے انسپکٹر جنرل آف پولیس کے نمبر معلوم کیے۔ پھر رابطہ کیا۔ آئی جی پولیس کے ایک ماتحت نے پوچھا۔ "کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"میں آئی جی صاحب سے بہت ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔ ان سے گفتگو کراؤ۔"

"جو کہنا ہے۔ مجھ سے کہو۔ آئی جی صاحب نہیں ہیں۔ میں ہی سارے معاملات نمٹاتا ہوں۔"

لیکن اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ آئی جی پولیس اپنے دفتری کمرے میں موجود ہے۔ اس ماتحت نے منڈولا کی خیال خوانی کے زیر اثر رہ کر انٹرکام سے کہا۔ "سر! ایک شخص آپ سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

آئی جی نے ڈانٹ کر کہا۔ "تم جانتے ہو یہ کوئی دفتری وقت نہیں ہے۔ آدھی رات ہونے کو ہے۔ میں یہاں ایک پارٹی کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ اس شخص کو ٹال دو۔"

منڈولا اس آئی جی کے اندر پہنچ گیا تھا۔ آئی جی نے اس کی مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو! تم کون ہو؟ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اس شہر میں دو غیر ملکی جاسوس اور تخریب کار آئے ہیں۔ ان کے پاسپورٹ میں ان کے نام ابوالہول اور قلوپطرہ درج ہیں۔ ایک گھنٹے پہلے تک وہ نائیل ہلٹن کے کمرا نمبر سات سو بارہ میں تھے۔ اب وہ ہوٹل چھوڑ کر کہیں چھپتے پھر رہے ہیں۔ ہم ملٹری انٹیلی جنس والے انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ تم بھی شہر کے تمام پولیس افسران کو الرٹ کرو اور تمام مشکوک افراد کے پاسپورٹ چیک کرنے کا حکم دو۔ وہ دونوں کسی ہوٹل میں یا کسی ہوسٹل میں یا کسی کے ہاں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے ضرور قیام کریں گے۔ تم سب کو فوراً ایکشن میں آنا چاہیے۔"

اس نے رابطہ ختم کیا لیکن آئی جی کے دماغ میں رہا۔ اس وقت وہ دفتر میں ایک عورت کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ایک پارٹی آنے والی تھی اور اسے ایک معاملہ نمٹانے کے صلے میں پچاس ہزار برٹش پونڈ دینے والی تھی۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "یہ کمبخت ملٹری انٹیلی جنس والے دن رات نہیں دیکھتے۔ بس حکم صادر کر دیتے ہیں۔ یہ تو کچھ عجیب سے نام بتا رہے ہیں۔ ابوالہول اور قلوپطرہ......"

اس نے ماتحت کو بلا کر اس سلسلے میں حکم دیا۔ اس ماتحت نے دوسرے کمرے میں آکر اپنے ماتحت کو حکم دیا اس طرح اوپر سے نیچے تک دو غیر ملکی جاسوسوں کو تلاش کرنے اور گرفتار کرنے کے احکامات پہنچتے رہے۔

رات کے دو بجے اس کے موبائل فون کا بزر بولنے لگا۔ اس نے حیرانی سے سوچا۔ "میں نے کسی کو اپنا موبائل نمبر نہیں دیا ہے۔ پھر یہ کون مجھے کال کر رہا ہے؟"

اس نے بٹن دبا کر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

اسے ثانی کی آواز سنائی دی۔ "قاہرہ کے تمام پولیس والے پاگل ہو گئے ہیں۔ ہزاروں سال پہلے والی قلوپطرہ اور ابوالہول کو تلاش کر رہے ہیں۔ ہزاروں برس پہلے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ کی جھنجھٹ بھی نہیں تھی۔ ان سے کہو مصر کے آثارِ قدیمہ میں جاکر انہیں تلاش کریں۔"

وہ غرا کر بولا۔ "تمہیں میرا یہ موبائل نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے تمہارے ڈرائیور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتا چلا کہ وہ تمہارے بنگلے میں ہے۔ میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ تمہارے بیڈ روم میں جائے اور تمہاری ڈائری وغیرہ دیکھے۔ ایک ڈائری میں تمہارا یہ نمبر لکھا ہوا تھا۔"

وہ اچانک نرمی سے بولا۔ "تم نے جس انداز میں میرے متعلق معلومات حاصل کی ہیں، اس سے تمہاری ذہانت کا پتا چلتا ہے۔ ویسے میری اصلیت کبھی معلوم نہیں کر سکو گی۔ میں بھی تمہارے بارے میں صرف اس حد تک اندازہ کر سکا ہوں کہ تم ایک مسلمان خیال خوانی کرنے والی دوشیزہ ہو۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں ایک مسلمان لڑکی ہوں؟"

"جبرون کے اسپتال کے ایک یہودی ڈاکٹر بارخ بنجامن نے کافی مسلمانوں کو نماز کے دوران مسجد میں ہلاک کر دیا۔ اسرائیلی حکام اسے اتنے بڑے جرم سے بچانا چاہتے ہیں۔ ان کے نقطہ نظر سے اس نے مسلمانوں کو قتل کر کے بہت بڑی نیکی کی ہے لیکن تم نے لیڈی سیکریٹری کی زبان سے ڈاکٹر بارخ اور اسرائیلی حکام کے نقطہ نظر کے خلاف چیلنج کیا ہے کہ تم اتنے بڑے جرم کا رخ دوسری طرف موڑنے نہیں دو گی۔ ڈاکٹر بارخ کو مجرم ثابت کرو گی۔ بے شمار مسلمانوں کے قتل کے خلاف کوئی مسلمان ہی آواز اٹھا سکتا ہے اور تم نے پورے اسلامی جذبے سے انہیں چیلنج کیا ہے۔"

ثانی نے کہا۔ ”تم بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے اور خاموش تھے۔ گویا اسرائیلی حکام کے نقطۂ نظر سے متفق تھے۔ یہودیوں کو اتنے بڑے الزام سے بچانے کے لیے کوئی یہودی ہی متفق ہو سکتا ہے۔“

”تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں یہودی نہیں، مسلمان ہوں۔“

”اگر مسلمان ہو تو پھر یہ ضرور جانتے ہوگے کہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک آپس میں متحد نہیں ہیں۔ اور جو متحد ہیں' انہوں نے امریکا کے سائے میں نمائشی اتحاد قائم کر رکھا ہے' قرآن کے سائے میں مستحکم اتحاد نہیں رکھا ہے۔“

”ہاں' یہ ہم مسلمانوں کی کم فہمی ہے۔ ہمارے ناپختہ سیاسی شعور کے باعث ایسا ہوتا ہے۔“

”اگر تم مسلمان ہو تو یہ بھی جانتے ہوگے کہ صرف ٹیلی پیتھی کی دنیا ایسی ہے جہاں تمام خیال خوانی کرنے والے مسلمان متحد ہیں اور ایک پلیٹ فارم پر ہیں۔“

”ہاں' جانتا ہوں۔ اس مضبوط پلیٹ فارم کو بابا صاحب کا ادارہ کہتے ہیں۔ یہاں کا کوئی خیال خوانی کرنے والا کبھی امریکا' روس' اسرائیل یا کسی دوسرے تیسرے گروہ میں نہیں گیا۔“

”تو پھر بتاؤ۔ تم یہودی نہیں ہو' مسلمان ہو تو بابا صاحب کے پلیٹ فارم میں کہاں پائے جاتے ہو؟ تمہارا کیا نام ہے؟ اور تم کس مشن پر یہاں آئے ہو؟“

”یہی سوالات میں تم سے کرتا ہوں۔ تمہارا کیا نام ہے اور کس مشن میں یہاں آئی ہو؟“

”پہلے میں نے سوالات کیے ہیں۔ اصولاً پہلے تم جواب دو ورنہ تمہیں مسلمان نہیں بہروپیا سمجھوں گی۔“

”چلو۔ بہروپیا سمجھو۔ اگر میں مسلمان نہیں ہوں تو تم مجھے کافر سے مسلمان بنا سکتی ہو۔“

”تمہاری بیش قیمت کار اور شاندار بنگلا نیل کے کنارے ابھی تک تمہارا ہی ہے۔ خالی پڑا ہوا ہے۔ تم وہاں جاکر آرام کرو۔ میں بھی وہاں آکر تمہیں کافر سے مسلمان بناؤں گی۔“

”کیا واقعی تم وہاں آؤ گی؟“

”تم دعوتِ اسلام قبول کر رہے ہو۔ اس لیے نہ جھوٹ بولوں گی' نہ دھوکا دوں گی' بلکہ تمہیں بھی جھوٹ اور فریب سے باز رکھوں گی اور تمہیں سمجھانا چاہوں گی کہ اس بنگلے میں اپنے پیچھے پولیس والوں کو لاؤ گے تو میرے ساتھ تم بھی بے نقاب ہو جاؤ گے۔ میں پورے اہتمام کے ساتھ اس وقت آؤں گی جب یقین کرلوں گی کہ تم اپنے بنگلے میں تنہا آئے ہو۔“

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ منڈولا نے کہا۔ ”میں دھوکا نہیں دوں گا۔ مگر پہلے تم میرے بنگلے میں آؤ۔ ہیلو۔ ہیلو......“

ہیلو ہیلو کی تکرار کے بعد پتا چلا کہ اُدھر سے رابطہ ختم ہو چکا ہے۔ اس نے بھی فون کو بند کیا۔ یہ خیال بڑا خوش آئند تھا کہ وہ حسینہ اس کے بنگلے میں آئے گی۔ اگر اکیلی نہیں آئے گی اور اس کا ساتھی کباب میں ہڈی بنے گا تو پھر وہ قلوپطرہ کو فراڈ نام اور فراڈ پاسپورٹ کی بنیاد پر گرفتار کرائے گا اس کی اصلیت سامنے آجائے گی لیکن وہ بہت چالاک تھی۔ یہ دھمکی دے چکی تھی کہ اس کی بھی اصلیت سامنے آجائے گی۔

اور منڈولا ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا۔ اگر حسینہ کا ساتھی اسے زخمی کرتا یا پولیس والے اس کی پٹائی کرتے تو حسینہ اس کے دماغ میں جاکر معلوم کرلیتی کہ وہ داؤد منڈولا ہے اور مزید ایک داؤد منڈولا بنا کر اسرائیل ایکسپورٹ کرچکا ہے اور خود قاہرہ میں بیٹھ کر وہاں کی یہودی خفیہ تنظیم کو کنٹرول کر رہا ہے۔

وہ اتنا بڑا راز کبھی ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔ لہٰذا اپنے بنگلے میں بھی نہیں جاسکتا تھا۔ ٹیلی فون کی گفتگو سے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ حسینہ بابا صاحب کے ادارے سے آئی ہے۔ وہ ثانی یا جوجو ہو سکتی تھی۔ باربرا یا سلطانہ ہو سکتی تھی یا پھر آمنہ فرہاد ہوگی۔ ان میں سے کوئی بھی ہو۔ فرہاد کی فیملی سے ٹکراتا یا اسے دور سے چھیڑتا گویا اپنی شامت کو آواز دیتا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے کانوں کو پکڑ کر کہا۔ ”اگر میں پیدائشی سچا یہودی ہوں تو اپنی قوم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اپنے ملک میں امن و امان رکھنے کے لیے فرہاد اور اس کی فیملی سے دور رہوں گا۔“

یہ عہد کرکے وہ بستر پر لیٹ گیا۔ پھر دماغ کو ہدایات دے کر گہری نیند سو گیا۔ اکثر لوگ تقدیر کو نہیں مانتے وہ بھی نہیں مانتا تھا۔ اسے ناز تھا کہ وہ اپنی مکّارانہ ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے شاہانہ طرز کی زندگی گزار سکتا ہے۔ اس رات بھی وہ اپنے لباس کے اندر دو لاکھ سے زیادہ ڈالرز اور اپنے بیگ میں دس کروڑ ڈالر لے کر نکلا تھا' یہ رقم معمولی نہیں تھی۔ اتنی زیادہ تھی کہ تیسری دنیا کے کسی غریب ملک کی معیشت میں استحکام پیدا کرسکتی تھی۔ منڈولا اتنی بڑی رقم کو معمولی سمجھ کر بیگ میں لیے پھر رہا تھا۔ اس کے پاس ایک کروڑ بیس لاکھ کی ایک کار تھی اور نیل کے کنارے لاکھوں ڈالرز کا شاندار بنگلا تھا۔ یہ سب کچھ شاہانہ زندگی گزارنے کے لیے تھا لیکن تقدیر حالات بدل کر اسے ایک درمیانے درجے کے ہوٹل کے ایک معمولی سے بستر پر لاکر سلا رہی تھی۔

وہ دن کے گیارہ بجے تک آرام سے سوتا رہا۔ پھر موبائل فون کی صدا نے اسے جگا دیا۔ اس نے سرہانے سے فون اٹھا کر جماہی لیتے ہوئے پوچھا۔ ”کون؟“

ثانی کی آواز سنائی دی۔ ”عجیب گدھے ہو۔ اپنا گھر چھوڑ کر پرائی جگہ سوتے رہے۔ ہمیں آرام سے رہنے اور سونے کے لیے اپنا یہ بنگلا دے دیا ہے۔“

وہ حیرت سے چیخ کر بولا۔ ”کیا تم تمام رات میرے بنگلے میں رہیں!؟“

”اور کیا کرتی؟ تم نے اور پولیس والوں نے یہی سوچا ہوگا کہ ہم کسی ہوٹل' میں ہاسٹل میں یا سرائے میں یا کسی پے انگ گیسٹ والے مکان میں پکڑے جاسکتے ہیں۔ ہزار یہودی مکار ہوں ایکے باوجود تمہارا باپ بھی کبھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ میں تمہارے ہی مکان میں آرام سے رہوں گی۔“

”بائی گاڈ' میرا باپ زندہ ہوتا تو وہ بھی ایسی مکاری نہیں دکھا سکتا تھا۔ کمال ہے' مجھے گھر سے نکال کر میرے ہی گھر سے مجھے فون کر رہی ہو۔ کیا یہ اندیشہ نہیں ہے کہ ابھی گرفتار ہو سکتی ہو؟“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارا پاسپورٹ بدل چکا ہے۔ ہماری شناخت بدل گئی ہے۔ چہرے بدل گئے ہیں۔ یہ تمام کام اطمینان سے انجام دینے کے بعد ہم تمہارے بنگلے سے جارہے ہیں۔ افسوس تم ہمارے خوف سے یہاں کبھی نہیں آسکو گے۔“

پھر خاموشی چھاگئی۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر پکارا۔ پھر فون کو بند کردیا۔ باتھ روم میں جاکر سوچنے لگا۔ ”یوں تو میں نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے پہلے ہی دن سے یہ عہد کرلیا تھا کہ کسی دشمن سے براہِ راست نہیں ٹکراؤں گا اور خاص طور پر فرہاد اور اس کی فیملی مشرق میں ہوگی تو میں مغرب میں چلا جاؤں گا۔ اگر وہ شمال میں ہوگی تو میں جنوب کی سمت بھاگ جاؤں گا۔ مجھے یہ شہر بہت پسند ہے۔ مگر اب میں تقدیر کو مانتا ہوں۔ کوئی بھی ذہانت اور ٹیلی پیتھی کا حامل فرد نہ تو اپنی مرضی کی کسی جگہ پر رہ سکتا ہے اور نہ اپنی مرضی کا آب و دانہ کہیں سے حاصل کرسکتا ہے۔ میری خیریت' آزادی اور خودمختاری اسی میں ہے کہ میں جلد سے جلد اس شہر سے بلکہ اس ملک سے چلا جاؤں۔“

اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نیا لباس پہنا اور پچھلی رات کے پہنے ہوئے لباس کو باتھ روم میں پھینک دیا۔ میک اپ کا سامان ضروری تھا پھر کہیں بھیس بدلنے کی ضرورت پیش آسکتی تھی اس لئے اسے ایک تھیلے میں رکھ لیا۔ ایک تھیلا اٹھا کر چلنا کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس نے سوچا تحریر اسکوائر کی بڑی مارکیٹ سے ایک چھوٹی اٹیچی اور کچھ ضروری چیزیں خریدے گا۔ پھر ایک مہنگے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے پاسپورٹ اور ویزا بنا کر دینے والے ایک دلال سے رابطہ کرے گا۔ دوپہر تک یہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد کسی ائرلائن کے طیارے میں ایک سیٹ حاصل کرکے اسرائیل چلا جائے گا۔ پرندہ اپنے گھونسلے میں' شیر اپنے غار میں اور ایک محبِ وطن شخص صرف اپنے وطن میں محفوظ رہ سکتا ہے۔

وہ ہوٹل سے نکل کر باہر آیا۔ ہوٹل کے مالک نے اسے نہیں پہچانا۔ کیونکہ وہاں کمرا حاصل کرتے وقت وہ ہادی منیر کی ایک فرضی صورت اختیار کیے ہوئے تھا۔ پھر اس ہوٹل کے کمرے میں جاکر اس نے میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل لیا تھا۔ وہ اسی نئے چہرے کے ساتھ تحریر اسکوائر آکر ضروری شاپنگ کرنے لگا۔

آدمی اپنے طور پر کہیں جانے کے لیے اپنے راستے کا تعین کرتا ہے۔ مقدر اس کے لیے دوسرے راستے کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ درمیانے درجے کے اس ہوٹل سے نکل آیا تھا۔ اور اس واردات سے بے خبر تھا کہ جس کمرے میں اس نے رات گزاری تھی اس کے ساتھ والے کمرے میں ایک شخص نے ایک عورت کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔

جب منڈولا اپنے کمرے سے نکل کر گیا تو اپنے کمرے کے دروازے کو لاک نہیں کیا کیونکہ وہ رات کو آکر میک اپ کرکے خود کو بدل چکا تھا۔ اب نئے بھیس میں جارہا تھا۔ دروازہ بند کرنے کی زحمت کرنا ضروری نہیں تھا اسے ہوٹل کا مالک پہچان نہ سکا۔ اس طرح منڈولا نے کمرے کا کرایہ بچا لیا حالانکہ کرایہ صرف تین ڈالر تھا لیکن پچھلی رات ایک ٹیکسی والے کو دھوکا دینے کے بعد اب ہوٹل کے مالک کو اُلّو بنانے میں مزا آرہا تھا۔

دوسرے کمرے میں قاتل کے مزے آگئے تھے۔ پاس والے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اس نے عورت کی لاش کو اٹھایا اور منڈولا کے کمرے میں لاکر پلنگ پر ڈال دیا۔ وہ ایک کال گرل تھی۔ ہوٹل میں جس کے کمرے میں پائی جاتی اسی سے منسوب کی جاتی۔ قاتل نے اپنا مختصر سا سامان سمیٹا' کاؤنٹر پر آکر ہوٹل کا بل ادا کیا۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔

ہوٹل کا ملازم خالی کمرے کے دروازے کو لاک کرنے آیا تھا تو اس نے ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا پایا۔ اس نے باہر سے ہی اندر کی طرف دیکھا تو اسے وہ کال گرل پلنگ پر اس طرح پڑی نظر آئی کہ اس کے دونوں ہاتھ اور سر پلنگ کے سرے سے ڈھلکے ہوئے تھے اور پھیلے ہوئے دِیدے بتارہے تھے کہ وہ مردہ ہے۔

دیکھتے ہی دیکھتے یہ بات پھیل گئی۔ پولیس والے آگئے۔ ہوٹل کے رجسٹر سے پتا چلا کہ ایک عیسائی جیری نارمن اس کمرے میں قیام کرنے آیا تھا۔ خیال یہ قائم کیا گیا کہ وہ کال گرل رات کو اس کے کمرے میں آئی ہوگی۔ شاید کچھ لین دین میں تنازعہ ہوا ہوگا' جیری نارمن (منڈولا) نے اسے خاموش کرنے کے لیے گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

پولیس والوں کو باتھ روم میں منڈولا کا اتارا ہوا لباس ملا۔ اسے پلاسٹک کے ایک تھیلے میں رکھ لیا گیا۔ ہوٹل کے مالک اور منیجر نے جیری نارمن (منڈولا) کا حلیہ بیان کیا۔ پچھلی رات منڈولا نے ہوٹل والوں کو اپنا وہ پاسپورٹ دکھایا تھا' جس پر ہادی منیر کا نام اور تصویر لگی ہوئی تھی۔ ایسے وقت اس نے رجسٹر پر انٹری کرنے والے کو خیال خوانی کے ذریعے دھوکا دیا تھا اور نام کی جگہ ہادی منیر کے بجائے جیری نارمن لکھوایا تھا۔ ایسا اس لیے کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی دشمن حسینہ کسی طرح اس ہوٹل تک نہ پہنچے اور پہنچے تو ہوٹل والوں کے دماغ میں ہادی منیر کا نام نہ رہے۔

پولیس نے امیگریشن والوں سے ملاقات کی۔ ہوٹل کے رجسٹر میں جو پاسپورٹ نمبر وغیرہ لکھا ہوا تھا وہ نمبر مل گیا۔ امیگریشن والوں کی رپورٹ کے مطابق وہ پاسپورٹ ایک مسلمان ہادی منیر کا تھا۔ ان کے پاس ویزا کی ایک کاپی تھی۔ اس پر ہادی منیر کی تصویر تھی۔ ہوٹل کے منیجر اور مالک نے کہا۔ "بالکل یہی شخص پچھلی رات کمرا کرائے پر لینے آیا تھا۔ تصویر' پاسپورٹ نمبر اور دوسرے اندراجات سب درست تھے' صرف رجسٹر میں نام بدل گیا تھا۔ ہوٹل کے رجسٹر پر انٹری کرنے والا کلرک قسمیں کھا رہا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر نام تبدیل نہیں کیا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہادی منیر کی جگہ جیری نارمن کا نام کیسے لکھ دیا گیا تھا۔

پولیس والوں نے اس کلرک کو حراست میں لے لیا۔ پھر ہادی منیر کی تلاش شروع ہوگئی۔ ریڈیو کے ذریعے ہوٹل میں ہونے والے مرڈر اور ہادی منیر کا ذکر کیا گیا۔ ٹی وی اسکرین پر اس کی وہ تصویر دکھائی جو ویزا کے کاغذات سے حاصل کی گئی تھی۔

منڈولا دوپہر کا کھانا ایک ریستوران میں کھا رہا تھا۔ وہاں ٹی وی اسکرین پر ہادی منیر یعنی اپنی تصویر دیکھ کر چونک گیا۔ اسکرین پر ایک پولیس افسر کہہ رہا تھا کہ یہ ہادی منیر پچھلی رات کو ایک کال گرل کا مرڈر کرکے فرار ہوگیا ہے۔ واردات کے کمرے والے باتھ روم سے اس کا اتارا ہوا لباس ملا ہے۔ شاید وہ بھیس بدل کر فرار ہونا چاہے گا۔ اس لیے ائرپورٹ' ریلوے اسٹیشن' ہائی وے اور دریائے نیل کے تمام پُلوں کی ناکا بندی کردی گئی ہے اور مجرموں کی بُو سونگھنے والے کتوں کو اس کا اتارا ہوا لباس سونگھایا گیا ہے۔ وہ کسی بھیس میں چھپا رہے گا' تب بھی کتے اسے بُو سے پہچان لیں گے۔

داؤد منڈولا کا خون خشک ہوگیا۔ بیٹھے بٹھائے ایک ایسی مصیبت گلے پڑ رہی تھی جس سے جان چھڑانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی کیونکہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے بڑے پہلوانوں کو گرا سکتا تھا لیکن کتوں سے نہ مقابلہ کرسکتا تھا اور نہ انہیں اپنی بُو سُونگھنے سے روک سکتا تھا۔

منڈولا فوراً ہی کھانے کی میز سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ٹائلٹ میں آیا۔ وہاں آئینے میں اپنی شکل دیکھی۔ ہر زاویے سے خود کو دیکھ کر اطمینان حاصل کیا کہ اسے کوئی ہادی منیر کی حیثیت سے پہچان نہیں سکے گا۔ لیکن کتے؟ کتے تو اسے ہر بھیس میں پہچاننے والے تھے۔ ابھی جس ہوٹل میں تھا' وہاں بھی آجاتے تو اسے دیکھتے اور سُونگھتے ہی بھونکنا شروع کردیتے۔

اس پر گھبراہٹ طاری ہورہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ قاہرہ سے باہر کیسے جائے؟ کیا شہر میں بھی وہ کتے اس کی بُو سونگھتے پھر رہے ہوں گے؟

یہاں عقل نے سمجھایا کہ کتوں کو شہر میں نہیں لایا جائے گا۔ صرف ناکا بندی کی جگہ رکھا جائے گا۔ انہیں شہر میں لانے سے عورتیں اور بچے خوفزدہ ہوں گے۔ لہٰذا ابھی وہ ہوٹل میں محفوظ ہے۔ اتنے بڑے ہوٹل میں پولیس والے خونخوار کتوں کو نہیں لائیں گے اور نہ ہی ہوٹل کی انتظامیہ کتوں کو یہاں لانے کی اجازت دے گی۔ اور یہ کہ کتوں کے بغیر پولیس والے اسے نئے بھیس میں کبھی پہچان نہیں سکیں گے۔

وہ ٹائلٹ سے نکل کر ڈائننگ ہال اور استقبالیہ وغیرہ سے گزر کر لفٹ میں آیا۔ ایک دلّال نے پچھلے دو گھنٹے کے اندر اس کا ایک پاسپورٹ اور ویزا بنوا دیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے امیگریشن کی مُہر ان پر لگوا لی تھی۔ جس کی رو سے وہ تل ابیب اسرائیل سے آیا تھا اور سیاحت کے بعد کسی دن بھی واپس جانے والا تھا۔

ارادہ تو اسی دن قاہرہ سے بھاگنے کا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی ائرلائن کے دفتر میں گھس کر اپنے لیے کسی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرا سکتا تھا لیکن اب کتوں نے اس کا ارادہ بدل دیا تھا۔

وہ لفٹ کے ذریعے پانچویں منزل کے ایک کمرے میں آیا۔ اگرچہ وہاں تحفظ حاصل ہو رہا تھا مگر عارضی تحفظ تھا۔ ایسا بھی ہوسکتا تھا کہ پولیس والوں کو کسی اور وجہ سے اس پر شبہ ہوتا۔ جب غیر متوقع طور پر کسی نامعلوم وجہ سے اس پر قتل کا الزام عائد ہوسکتا تھا تو کسی نامعلوم وجہ سے پولیس والے اسے پکڑ کر تھانے لے

جاسکتے تھے' کتے ہوٹلوں میں نہیں آسکتے تھے' تھانے میں تو آسکتے تھے۔

اس کا سکون برباد ہوگیا۔ اسے نہ بیٹھنے سے چین مل رہا تھا نہ لیٹنے سے قرار آرہا تھا۔ ٹہلتے رہنے سے بچاؤ کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ پھر وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ موبائل فون کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔ وہ سرہانے والی میز پر رکھا تھا اور جیسے خطرے کی گھنٹی سنا رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا فون کے پاس آیا۔ پھر اسے اٹھایا اور بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو کون؟"

ثانی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "کسی تعارف کے بغیر تم میری آواز لاکھوں میں پہچان سکتے ہو۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "مجھے بار بار فون نہ کرو۔ تمہاری وجہ سے میں بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس کال گرل کو میں نے ہلاک کرکے تمہیں اس مصیبت میں پھنسایا ہے؟"

"تم دشمن ہو۔ تم نے ایسی چال چلی ہے کہ میں منظرِ عام پر آجاؤں اور تم بیٹھے بیٹھے میری اصلیت جان لو۔"

"سچ ہے کہ غصہ اور انتہائی مصیبت میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کمزور ہوجاتی ہیں۔ اگر میں وہاں ایک کال گرل کو کسی کے ذریعے ہلاک کرتی تو پھر تمہیں کیوں بخش دیتی۔ تمہیں زخمی کرکے تمہارے اندر پہنچ چکی ہوتی۔"

وہ تھکے ہوئے انداز میں ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر نرمی سے بولا۔ "تم درست کہتی ہو۔ ایسی مصیبت مجھ پر کبھی نہیں آئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا ہے؟ کتوں سے کیسے پیچھا چھڑاؤں؟"

وہ بولی۔ "اگر تم زیادہ سے زیادہ پرفیوم اسپرے کرکے ائرپورٹ یا ریلوے اسٹیشن وغیرہ کی طرف جاؤ گے تو کتے تمہاری بُو نہیں پاسکیں گے لیکن پولیس کو شبہ ہوگا کہ ایک مرد اتنی زیادہ خوشبوؤں میں کیوں نہایا ہوا ہے؟"

"ہاں' میں اس پہلو سے سوچ چکا ہوں۔ عورتیں پوری پرفیوم کی بوتل اپنے اوپر انڈیل لیں تو کوئی نہیں پوچھے گا۔ بلکہ پوچھنے کے بجائے لطف حاصل کریں گے۔ کاش میں عورت ہوتا......"

ثانی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارا قد تقریباً چھ فٹ ہوگا۔ تمہارے ہاتھ پاؤں میں سختی اور کھردراپن ہے۔ تم بھیس بدل کر عورت بننا چاہوگے تو اور مشکوک ہوجاؤ گے۔"

"میں ان تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرچکا ہوں۔ دیکھو اتنا تو مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تمہارا تعلق فرہاد صاحب کی فیملی سے ہے اور جناب فرہاد صاحب کا یہ اصول رہا ہے کہ انہیں جس سے نقصان نہیں پہنچتا اسے وہ کبھی نقصان نہیں پہنچاتے اور کسی سے نیکی کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ وہ مسلمان ہے' عیسائی ہے یا یہودی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"کیا ان باتوں سے تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے کام آؤں؟"

"ہاں۔ میں نے جناب فرہاد صاحب اور ان کی فیملی ممبران کے تمام ریکارڈز پڑھے ہیں اور ویڈیو دستاویزی فلموں میں سب ہی کو دیکھا ہے۔ ریکارڈز میں ایسے ایسے کارناموں کا ذکر ہے کہ پڑھو تو قصہ کہانیوں والی بات معلوم ہوتی ہے مگر میں تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارے خدا نے تم لوگوں کو خاص طور پر ذہانت اور حاضر دماغی کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ تم لوگ سُوئی کے ناکے سے اونٹ گزار دیتے ہو۔"

"اتنی تعریفیں نہ کرو۔ ہم انسان ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ذہانت سے کام لیتے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم مصائب اور پریشانیوں میں ذہانت کے مرکز پر قائم رہتے ہیں۔ غصہ' گھبراہٹ اور پریشانی میں بھی ذہانت کے مرکز کو ذرا نہیں چھوڑتے۔ اس وقت تم ذہانت سے خالی ہو۔ ورنہ بالکل سامنے کی بات ہے۔ تم ذرا سی عقل استعمال کرو گے تو پولیس اور کتے تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

"کیا سچ کہہ رہی ہو؟" وہ خوشی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" ثانی کا حکم سنتے ہی وہ بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "تم حسین ہو۔ جوان ہو۔ میں نے تمہیں میلی نظروں سے دیکھا۔ میری آنکھیں پھوٹ جائیں گی۔ میری ماں! مجھے کتوں سے بچاؤ۔ بتاؤ کیا تدبیر ہے؟"

"دیکھو! معمولی سی بات ہے۔ میں بتاؤں گی تو تم پر میرا احسان ہوجائے گا۔ یہودیوں کی مکاریاں مشہور ہیں۔ میرا احسان نہ لو۔ مکاری اور ذہانت کے امتزاج سے سوچو گے تو ابھی بچاؤ کی تدبیر ذہن میں آجائے گی۔ میں ایک گھنٹے بعد فون کروں گی۔ اگر تم بچاؤ کی تدبیر نہ سوچ پائے تو میں مشکل آسان کردوں گی۔"

خاموشی چھا گئی۔ وہ فون پر چیخ کر بولا۔ "ٹھہرو۔ ابھی نہ جاؤ۔ میری بات سن لو۔ ابھی میرا ذہن کام نہیں کررہا ہے۔ میرے دماغ کے اندر خونخوار کتے بھونک رہے ہیں۔ پلیز' مجھے فوراً تدبیر بتاؤ......"

وہ چیخ چیخ کر خاموش ہوگیا۔ ہانپتے ہوئے گونگے فون کو دیکھنے لگا۔ جی چاہتا تھا اس فون کو فرش پر دے مارے' جو راہِ نجات بتاتے بتاتے چپ ہوگیا تھا لیکن وہ غصے میں اسے فرش پر پٹخ نہ سکا۔ وہ مشکل آسان کرنے والی پھر ایک گھنٹا بعد رابطہ کرنے کا یقین دلا گئی تھی۔

وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر ذرا سکون سے رہنے کی کوشش کرنے لگا۔ سوچنے لگا۔ "میں یہودی خفیہ تنظیم کا ایک خفیہ سربراہ ہوں۔ پوری اسرائیلی مملکت میری مٹھی میں ہے اور میں ایک عورت کا احسان لینا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے احسان کرنے کے

دوران وہ کوئی ایسی چال چلے کہ جس کے نتیجے میں یہودی خفیہ تنظیم ظاہر ہوجائے۔ نہیں اگر وہ کہتی ہے کہ پولیس اور کتوں سے بچنا بالکل معمولی سی بات ہے تو پھر مجھے پوری ذہانت اور مکاری سے تدبیر سوچنا چاہیے۔"

ثانی نے یہ پتے کی بات بتائی تھی کہ جو ذہانت کے مرکز سے ہٹ کر مصائب اور پریشانیوں سے مغلوب ہوجاتا ہے' وہ ذہنی صلاحیتوں سے کام لینا بھول جاتا ہے۔

وہ رفتہ رفتہ پریشانیوں کو ذہن سے نکال کر یہ سوچنے کے قابل ہوا کہ بچاؤ کا کون سا پہلو اس کی نظروں میں آنے سے رہ گیا ہے؟ اگر ایک کا جرم دوسرے کے سر تھوپ دیا جائے تو اس دوسرے بے گناہ کو کیا کرنا چاہیے؟ ہاں' کیا کرنا چاہیے؟ سیدھی سی بات ہے' اصل مجرم کا سراغ لگانا چاہیے اور یہ سراغ اسی ہوٹل سے مل سکتا ہے۔

اس نے دل میں کہا۔ "یہ کیسی بزدلی اور شرم کی بات ہے کہ میں بچاؤ کا راستہ بھول کر کتوں سے ڈر رہا تھا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے ہوٹل کے مالک کے پاس پہنچا۔ اس کے خیالات نے کہا۔ "اگر ہمارا ملازم سچ نہ بولتا تو بے چارہ ہادی منیر ہی قاتل سمجھا جاتا۔"

منڈولا یہ خیالات پڑھ کر چونکا۔ بازی اچانک پلٹ گئی تھی۔ منیجر نے اس کی مرضی کے مطابق اس ملازم کو بلایا۔ وہ ملازم کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچا تو پتا چلا وہ رقم کی لالچ میں دلالی بھی کرتا ہے۔ چھ نمبر کے کمرے کے ایک مسافر شادمان احمد نے اس سے کہا تھا کہ اس علاقے میں نصیبہ نامی ایک کال گرل ہے اگر وہ ایک رات کے لیے اسے لے آئے تو اس کی مطلوبہ دلالی کی رقم کے ساتھ بخشش بھی دے گا۔

وہ ملازم رات کے دو بجے نصیبہ کو لے آیا تھا۔ شادمان احمد نے دروازے کو بند کرلیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ملازم نے وہاں سے گزرتے ہوئے نصیبہ اور شادمان احمد کے لڑنے کے انداز میں باتیں کرنے کی آوازیں سنیں۔ پھر انہیں نظرانداز کرکے چلا گیا۔

ملازم کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ ہوٹل میں ملازمت کرنے سے پہلے لکھ پتی تاجر شادمان احمد کا ملازم تھا۔ ان دنوں وہ شہر اسوان میں تھا۔ پھر زیادہ رقم کمانے کے لیے شادمان احمد کی ملازمت کو چھوڑ کر قاہرہ آگیا تھا۔

نصیبہ دراصل شادمان احمد کی سوتیلی بہن تھی۔ شادمان نے اس کے حصے کی جائداد پر قبضہ جمالیا تھا۔ بہن بھائی میں کچھ عرصہ جھگڑا ہوتا رہا۔ پھر نصیبہ شہر اسوان سے چلی گئی۔

شادمان نہیں چاہتا تھا کہ خاندان کی عزت کہیں جائے اور غلط ہاتھوں میں پڑے تو خاندان کی بدنامی ہو۔ وہ کہتا تھا کہ نصیبہ چار دیواری میں رہے۔ اچھا کھائے' اچھا پہنے۔ پھر کہیں اس کی شادی کردی جائے گی۔

لیکن وہ جائداد پر قبضہ کرنے والے ڈاکو بھائی کے پاس نہ رہ سکی۔ چار دیواری سے نکل کر بھاگ گئی۔ کچھ عرصہ بعد پتا چلا کہ وہ قاہرہ میں ہے اور ایک کال گرل بن گئی ہے۔ شادمان اس ہوٹل میں آیا تو پرانے ملازم سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے ملازم کی مٹھی گرم کرکے کہا۔ "کسی طرح نصیبہ کو کمرے میں لے آ۔ میں اسے سمجھا منا کر گھر واپس لے جاؤں گا۔"

ملازم نے نصیبہ کو کمرے میں پہنچا دیا۔ پھر ان بہن بھائی کے درمیان کیا باتیں ہوئیں؟ کیسے جھگڑے ہوئے یہ ملازم کو معلوم نہ ہوسکا۔ منڈولا نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "شادمان کہاں ہے؟"

منڈولا یہ معلوم کرکے حیران ہوا کہ شادمان پولیس کی حراست میں ہے۔ اس نے منیجر کے ذریعے تھانہ انچارج سے فون پر رابطہ کیا۔ پھر اس انچارج کے ذریعے تاجر شادمان احمد کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس نے بہن کو سمجھا منا کر گھر واپس لے جانے کی کوششیں کیں۔ یہ بھی کہا کہ اس کی جائداد واپس کردے گا۔ لہٰذا وہ بازاری بن کر خاندان کو بدنام نہ کرے۔

نصیبہ نے کہا۔ "میں غاصب بھائی پر بھروسا نہیں کروں گی۔ جائداد کے کاغذات یہاں لاکر میرے حوالے کروگے تو میں اسوان شہر کی جائداد فروخت کرکے قاہرہ میں شریفانہ زندگی گزاروں گی۔"

شادمان جائداد واپس کرنے کی نیت سے نہیں آیا تھا۔ اسے بہلا پھسلا کر لے جانا چاہتا تھا اور وہ اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔ تب اس نے طیش میں آکر اس کے گلے کو دبوچ لیا۔ اس نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن مضبوط گرفت سے رہائی نہ پاسکی۔ اس کا دم گھٹ گیا اور وہ مرگئی۔

اس کے مرنے کے بعد وہ پریشان ہوا کہ اس لاش کو کہاں چھپائے۔ اگر لاش کو اپنے کمرے میں چھوڑ کر قاہرہ سے اسوان جائے تب بھی پولیس سراغ لگاتی ہوئی اسے گرفتار کرنے آجائے کیونکہ وہ اسوان کا مشہور تاجر تھا اور قاہرہ کی تاجر برادری میں اچھی طرح جانا پہچانا جاتا تھا۔

رات گزر گئی۔ صبح ہوگئی۔ اس نے پرانے ملازم کو پانچ ہزار مصری پونڈ دے کر اس کی زبان بند کردی اور اس سے التجا کی کہ لاش کو چھپانے کی کوئی تدبیر کرے۔ ایسے وقت تدبیر نہیں تقدیر راہ دکھاتی ہے۔ آدھا دن گزرنے کے بعد منڈولا اپنے کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ کر گیا تو مشکل آسان ہوگئی۔ شادمان نے بہن کی لاش اس کے کمرے میں لاکر ڈال دیا۔ پھر اپنے کمرے سے سامان لے کر اور وہ ہوٹل چھوڑ کر چلا آیا۔ وہ بذریعہ ٹرین اسوان واپس جانا چاہتا تھا لیکن اسٹیشن پر قاہرہ کے ایک بہت بڑے تاجر سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے کہا۔ "قاہرہ آکر ملاقات کیے بغیر جارہے ہو؟ میں تم سے ایک بہت بڑی ڈیل کے لیے سوچ رہا تھا۔ میرے بنگلے میں چلو۔ وہیں سودا طے ہوگا۔"

وہ قاہرہ کے اس بڑے سوداگر سے ڈیلنگ رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے لاکھوں مصری پونڈ کا منافع ہوتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ بنگلے میں آگیا۔ پھر کاروباری باتیں ہونے لگیں۔ دوپہر کو کھانے کے دوران اس نے بھی ٹی وی اسکرین پر کسی ہادی منیر کی تصویر دیکھی جسے نصیبہ کا قاتل سمجھا جارہا تھا۔ وہ خوش ہوگیا کہ طویلے کی بلا بندر کے سر جارہی ہے۔

وہ کاروباری معاملات طے کرنے کے بعد تحریر اسکوائر آیا۔ پھر اس نے ہوٹل میں فون کیا۔ وہاں کا مالک اور منیجر تفتیش کے سلسلے میں پولیس والوں کے ساتھ تھے۔ اسی ملازم نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ شادمان نے کہا۔ "تقدیر مجھ پر مہربان ہے۔ اس خوشی میں چاہتا ہوں کہ تم ہوٹل کی ملازمت چھوڑ دو۔ ابھی آکر مجھ سے رقم لو اور اپنا ذاتی ہوٹل کھولو۔ تمہیں اب وہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

ملازم نے کہا۔ "اچھا ہوا کہ آپ نے فون کرلیا۔ میرا ضمیر مجھے لعنت ملامت کررہا ہے۔ میں نے ایک کاغذ پر اپنا بیان لکھ دیا ہے۔ اور آپ کے خلاف گواہ بن گیا ہوں۔"

شادمان نے کہا۔ "یہ تم کیا حماقت کررہے ہو۔ فوراً میرے پاس وہ تحریری بیان لے کر آؤ۔ میں تمہیں مالا مال کردوں گا۔"

یہ کہتے ہی شادمان نے ریسیور رکھ دیا۔ اور ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ادھر نہیں جانا چاہیے۔ ملازم کا تحریری بیان اس کے لیے پھانسی کا پھندا بن جائے گا لیکن وہ محسوس کررہا تھا کہ بے اختیار اپنی مرضی کے خلاف ہوٹل کی طرف چلا جارہا ہے۔

ہوٹل کا مالک اور منیجر پولیس والوں کے ساتھ وہاں پہنچے ہوئے تھے اور ملازم کا تحریری بیان پڑھ رہے تھے۔ ایسے ہی وقت شادمان احمد بھی وہاں پہنچ گیا۔ منیجر نے کہا۔ "ہمارے چھ نمبر کمرے میں یہی شادمان احمد پچھلی رات کو تھا۔"

ہوٹل کے ملازم نے کہا۔ "ہاں۔ یہی میرے اسوان والے آقا ہیں۔ اور مقتولہ ان کی سوتیلی بہن نصیبہ ہے۔"

شادمان پریشان تھا کہ میں کیوں یہاں پھنسنے کے لیے آگیا ہوں۔ وہ جرم سے انکار کرنا چاہتا تھا مگر بے اختیار کہنے لگا۔ "میں اقرار کرتا ہوں کہ مقتولہ میری بہن تھی۔ میں اسے بازاری زندگی گزارتے نہ دیکھ سکا۔ اسے یہاں بلایا اور اس کا گلا گھونٹ کر میں نے اسے مار دیا۔ پھر اس کی لاش کو کمرا نمبر سات کے بستر پر ڈال کر یہاں سے چلا گیا۔"

پولیس والے اسے تھانے لے گئے۔ وہاں اس نے یہی تحریری بیان دیا اور یہ بھی لکھا کہ کسی ہادی منیر پر بے جا شبہ کیا جارہا ہے۔

منڈولا نے بڑی حیرانی سے اس کے اندر سوال کیا۔ "تم قتل کرکے بھاگ رہے تھے پھر تم نے اقبالِ جرم کیوں کیا ہے؟ کیا تمہارے ضمیر نے مجبور کیا ہے؟"

شادمان احمد نے جھنجلا کر کہا۔ "میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا اور پڑھا ہے۔ تم میرے اندر بول رہے ہو۔ تم نے ہی مجھے ہوٹل آنے پر مجبور کیا جبکہ میں نہیں آنا چاہتا تھا۔"

منڈولا نے کہا۔ "یہ غلط ہے۔ میں نے تمہیں مجبور نہیں کیا ذرا غور کرو۔ کوئی اور تمہارے دماغ میں آیا ہوگا۔"

ثانی کی آواز سنائی دی۔ "اس بے چارے سے کیا پوچھ رہے ہو۔ اپنی عقل سے کام لو۔ میں نے ہی تمہاری مشکل آسان کی ہے۔ اس سے تھانے میں سچا بیان لکھوایا ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "میں اپنی ذہانت سے اس ملازم اور اس آقا شادمان تک پہنچنے ہی والا تھا۔ اس سے پہلے تم پہنچ گئیں جبکہ تم نے کہا تھا کہ میں اپنی عقل سے کام لوں۔ تم احسان نہیں کروگی۔"

"میں نے تمہیں اس کیس کو سلجھانے کے لیے جتنے اشارے دیے' ان سے ایک موٹی عقل والا بھی اصل مجرم تک پہنچ جاتا۔ خوش ہوجاؤ کہ تم قتل کے الزام سے بچ گئے۔"

"دیکھو' تم احسان جتا رہی ہو۔ میں کسی عورت کا احسان لینا گوارا نہیں کرتا۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میرا احسان تمہیں گوارا نہیں ہے؟ کیا میں پھر تمہیں پھنسا دوں؟"

"ارے جاؤ۔ تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ کیا ذہانت اور چالاکی صرف تمہارے حصے میں آئی ہے؟ وہ تو میں اس وقت ذرا پریشان ہوگیا تھا۔ پھر صحیح سمت میں بڑھتے ہوئے شادمان تک پہنچ رہا تھا۔"

شادمان نے حوالات کے اندر کہا۔ "یہ میرے اندر کون لوگ ہیں جو جھگڑا کررہے ہیں؟"

منڈولا نے کہا۔ "یو شٹ اپ۔ ہمارے بیچ میں نہ بولو۔ میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والی بلا پر ثابت کردوں گا کہ میں بھی اسے کسی معاملے میں الجھا کر پھر الجھنوں سے نکال کر احسان کرسکتا ہوں۔"

"اے دانشمند یہودی! یہ لے۔ میں پھر تجھے الجھا رہی ہوں اور تاکید کررہی ہوں ہوٹل کے باہر نہ جانا۔ ان کتوں سے کہیں بھی تیرا

سامنا ہونے والا ہے۔"
"یہ تم بکواس کر رہی ہو۔ اصل قاتل پکڑا گیا ہے۔"
"ہاں' جو قتل تم نے نہیں کیا۔ اس سے میں نے ازراہِ انسانیت بچالیا مگر جو غلطی تم نے اپنا لباس باتھ روم میں چھوڑ کر کی اس سے نہیں بچاؤں گی۔"
"میں خوب سمجھ رہا ہوں۔ میں نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام غلط لکھوایا تھا اور پاسپورٹ ہادی منیر کا پیش کیا تھا۔ یہ کوئی اتنا بڑا جرم نہیں ہے کہ پولیس والے میرے پیچھے کتے لے کر دوڑیں؟"
"بے شک اب پولیس والے تمہیں تلاش کریں گے لیکن بڑے پیمانے پر کتوں سے کام نہیں لیں گے پھر بھی تمہارے لیے ایک الجھن ہے۔ پولیس والے باتھ روم سے تمہاری پتلون اور شرٹ اٹھا کر لے گئے تھے۔ ان پولیس والوں کی کسٹڈی سے تمہاری شرٹ غائب ہوگئی ہے۔"
"کیسے غائب ہوگئی ہے؟ کیا تم نے غائب کی ہے؟"
"ہاں' میں نے ایک پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے مجبور کیا۔ بے چارہ بڑی حفاظت سے وہ شرٹ میرے ساتھی کے پاس چھوڑ گیا ہے۔ میرے ساتھی کے پاس ایک (کتا) بلڈ ہاؤنڈ ہے۔ اس نے تمہاری شرٹ کو جب سے سونگھا ہے' تب سے غرا رہا ہے۔"
پھر ایک بار منڈولا کا سکون غارت ہوگیا۔ وہ تڑپ کر بولا۔ "تم...... تم جھوٹ بول رہی ہو۔"
"سب سے پہلے تو اس افسر کا فون نمبر نوٹ کرو۔ جس نے تمہاری شرٹ میرے پاس پہنچائی ہے۔"
"ٹھہرو۔ ابھی نمبر نہ بتاؤ۔ شادمان احمد کے اندر رہ کر ہمیں مزید گفتگو نہیں کرنا چاہیے۔ تم فون کرو۔"
چند لمحوں کے بعد ہی موبائل فون نے اسے صدا دی۔ اس نے بٹن آن کر کے کہا۔ "ہیلو! میں ہادی منیر بول رہا ہوں۔"
جواب میں بلڈ ہاؤنڈ کی غراہٹ سنائی دی۔ منڈولا کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اس حسینہ کے پاس اتنا خطرناک کتا ہوگا۔ وہ فون کے ذریعے اس کی آواز سنا رہی تھی۔ پھر علی نے کہا۔ "ہیلو' میں اس حسینہ کا نصف بہتر بول رہا ہوں۔ اس پولیس افسر کا فون نمبر نوٹ کرو۔ جو اس کتے کو تمہاری پہچان کرا گیا ہے۔"
اس نے منیر کے پاس آکر ہوٹل کے ایک پیڈ پر وہ نمبر نوٹ کیے۔ پھر کہا۔ "پلیز' آپ اپنی ساتھی سے میری بات کرائیں۔"
"کیا میری آواز پسند نہیں آرہی ہے؟ بھئی' پہلی والی آواز کتے کی تھی۔ یہ دوسری انسان کی ہے۔ انسانوں سے تو نہ گھبراؤ۔ جاؤ پہلے اپنی شرٹ کا پتا کرو۔ میں پندرہ منٹ کے بعد فون کروں گا۔"
اُدھر سے رابطہ ختم ہوا۔ اِدھر منڈولا نے اس پولیس افسر کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ شرٹ غائب ہے اور وہ افسر تھوڑی دیر تک دماغی طور پر غائب رہا تھا۔ اس کے بعد انکشاف ہوا کہ پولیس کسٹڈی سے وہ شرٹ پُراسرار طریقے سے غائب ہوئی ہے۔ وہاں کے دو افسران ایک دوسرے پر غفلت کا الزام لگا رہے ہیں۔
منڈولا کو اپنے دل کی دھڑکنیں رکتی ہوئی سی محسوس ہوئیں۔ یہ ثابت ہوچکا تھا کہ اس کی ایک شرٹ ایک بلڈ ہاؤنڈ کے پاس پہنچائی گئی ہے اور وہ بلڈ ہاؤنڈ اس حسینہ کے ساتھی کا پالتو کتا ہے۔
وہ بڑی پھرتی سے اپنا مختصر سا سامان لے کر کمرے سے نکلا۔ لفٹ کی طرف نہیں گیا۔ ہنگامی حالات میں جو سیڑھیاں استعمال ہوتی تھیں۔ ان کے ذریعے ہوٹل کے پچھلے حصے میں پہنچا۔ اندیشہ بھی کہ وہ حسینہ اسے ہوٹل سے باہر نکلنے پر مجبور کرنے کے لئے ایسی چال چل رہی ہے اور یہ بھی درست تھا کہ شرٹ غائب ہوچکی ہے۔ افسر کے چور خیالات جھوٹ نہیں کہہ سکتے تھے اور ہاؤنڈ کی آواز تو وہ سن چکا تھا۔
اس نے ہوٹل کے پچھلے حصے میں پہنچ کر ایک جگہ چھپ کر دور تک نظریں دوڑائیں۔ کوئی حسین عورت یا خوبرو مرد کسی کے ساتھ دکھائی نہیں دیے۔ ذرا فاصلے پر چند ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا آیا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "الجزیرہ چلو۔"
ٹیکسی چل پڑی۔ ہوٹل کے احاطے سے باہر شاہراہ پر رفتار بڑھ گئی۔ وہ ڈرائیور سے بولا۔ "یہاں کوئی فلائنگ کلب ہے؟ وہاں لے چلو۔"
ڈرائیور نے مقامی زبان میں پوچھا۔ "فلائنگ کلب؟"
"ہاں۔ کیا تم انگریزی نہیں جانتے ہو؟"
منڈولا نے مقامی زبان میں سوال کیا تھا۔ وہ بولا۔ "کچھ باتیں جانتا ہوں۔ جیسے کم۔ سیٹ' وہیر ٹو گو اور تھینک یو۔ انگریزی بول لیتا ہوں۔"
اسی وقت موبائل فون نے مخاطب کیا۔ اس نے بٹن دبا کر کہا۔ "ہیلو۔ میں ہادی منیر بول رہا ہوں۔"
علی نے پوچھا۔ "کب تک خود کو ہادی منیر کہو گے۔ ابھی ہم ایک رہائش گاہ کی چار دیواری میں ہیں۔ اگر کتے کو ساتھ لے کر نکلیں گے تو یہ ہمیں سیدھا تمہارے پاس پہنچائے گا۔ کیا اس وقت بھی تم خود کو ہادی منیر کہو گے؟"
"پلیز' ایسی باتیں نہ کرو۔ میں سچے دل سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"
"تمہارے فون سے تیز ہوا کی سائیں سائیں اور کسی گاڑی کے ہارن سنائی دے رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے تم نے ہوٹل چھوڑ دیا ہے اور کسی گاڑی میں سفر کر رہے ہو۔"
"ہاں' موت اور بدنصیبی سے پیچھا چھڑانا ممکن نہیں ہوتا۔ پھر بھی آدمی کوشش کرتا ہے کہ شامت آنے سے پہلے دور نکل جائے۔"
ایسا کہتے ہی اس نے بے اختیار سانس روک لی۔ پھر کہا۔ "اپنی ساتھی کو منع کرو۔ وہ ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔"
"تم کچھ زیادہ ہی گھبرا رہے ہو۔ میری ساتھی کیسے خیال خوانی کرسکتی ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے گہری نیند میں ڈوب گئی ہے۔ میرے سامنے سو رہی ہے۔"
ٹیکسی ایک جگہ سڑک کے کنارے رک گئی۔ ڈرائیور نے پلٹ کر خالص امریکن لہجے میں کہا۔ "میں تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ مگر تم نے سانس روک لی۔"
ادھر علی نے حیرانی سے فون پر سنا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ وہ ہادی منیر کے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ کیا اور کوئی خیال خوانی کرنے والا ٹکرا گیا ہے؟
اس حیران کن سوال کا جواب نہ مل سکا کیونکہ سوال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ادھر منڈولا نے فون کو آف کر کے حیرانی سے ڈرائیور کو دیکھ کر پوچھا۔ "ابھی تم کہہ رہے تھے۔ انگریزی نہیں جانتے۔ اب خیال خوانی بھی جانتے ہو؟ تم کون ہو؟"
جواب ملا۔ "تمہارے سامنے ایک مقامی ڈرائیور بیٹھا ہوا ہے۔ یہ واقعی انگریزی نہیں جانتا ہے۔ میں اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم نے سانس روک کر اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ کوئی بات نہیں۔ مجھے تم سے صرف اس حد تک دلچسپی ہے کہ تمہارے دماغ میں کوئی آتی ہے یا آنے کی کوشش کرتی ہے۔ دراصل میں اسی کی تلاش میں قاہرہ آیا ہوں۔"
منڈولا نے کہا۔ "میں نہیں جانتا' تم اسے دوستی سے تلاش کرنے آئے ہو یا دشمنی سے لیکن اس حسین دوشیزہ نے مجھے کل رات سے پریشان کر رکھا ہے۔ پلیز' مجھے فوراً کسی فلائنگ کلب تک پہنچا دو۔ میں کسی طرح اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔"
"وہ تمہارے پیچھے کیوں پڑی ہے۔ تم اس سے خوفزدہ کیوں ہو رہے ہو؟"
"تمہیں بھی خوفزدہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ فرہاد علی تیمور کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔"
وہ ڈرائیور کی زبان سے بولا۔ "پھر تو یہ وہی ہے فرہاد کی ہونے والی بہو۔ میں اسے اس شہر سے بچ کر نہیں جانے دوں گا۔"
"پھر تو ہمارے مقاصد ایک ہیں۔ میں بھی اسے کسی طرح پکڑ کر اپنی تابعدار بنانا چاہتا تھا لیکن کل رات سے وہ میرے خلاف ایسی حرکتیں کر رہی ہے کہ میں خود کو تنہا اور بے یارو مددگار سمجھ کر یہاں سے بھاگ رہا ہوں۔ اگر تم دوست بن جاؤ تو ہم بازی پلٹ دیں گے۔ ابھی وہ مجھے دوڑا رہی ہے۔ پھر ہم اسے دوڑائیں گے۔"
"میں اسے قابو میں کرنے کے لیے اپنے بدترین دشمنوں سے بھی دوستی کر کے ان کا تعاون حاصل کرسکتا ہوں۔ اور تم کوئی دشمن نہیں ہو۔ ایک اجنبی ہو۔ پہلے ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیے۔ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟"
منڈولا نے کہا۔ "میں بابا صاحب کے ادارے میں ایک انجینئر تھا۔ کچھ عرصہ پہلے پارس واشنگٹن گیا تھا۔ وہاں سے وہ ایک مائیکرو فلم چرا کر لایا تھا۔ پتا چلا اس میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہے۔ وہ فلم مجھے دی گئی۔ تاکہ میں اس کا بلیو پرنٹ تیار کروں۔ میں نے بڑی رازداری سے دو بلیو پرنٹ تیار کیے۔ پھر ایک پرنٹ لے کر وہاں سے فرار ہوگیا۔ میرا اصل نام جمشید ہے۔ پچھلے تین ماہ سے میں بڑا مطمئن تھا اور ٹرانسفارمر مشین کے پرنٹ کو اچھی قیمت پر فروخت کرنے کے لیے اسرائیلی حکام سے رابطہ کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے پیچھے پڑ گئی۔ چونکہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ اس لیے وہ دھمکی دیتی رہی کہ بلیو پرنٹ اس کے حوالے کردوں اور ٹرانسفارمر مشین کا ذکر کسی سے نہ کروں۔"
"ہوں۔" اجنبی خیال خوانی کرنے والے نے ڈرائیور کی زبان سے کہا۔ "پارس نے وہ مائیکرو فلم ہمارے ملک سے چرائی تھی۔ اگر اس وقت مجھے ٹیلی پیتھی کا علم آتا تو میں پارس کو واشنگٹن سے واپس نہیں جانے دیتا۔ بہرحال کیا وہ بلیو پرنٹ تمہارے پاس ہے؟"
"ہاں۔ میں نے اسے ایک جگہ چھپا رکھا ہے۔ اب اس خیال

خوانی کرنے والی نے مجھ تک پہنچنے کے لیے ایک خونخوار بلڈ ہاؤنڈ کا سہارا لیا ہے۔ میری ایک اتاری ہوئی شرٹ اس نے ایک جگہ سے حاصل کی تھی۔ کتے نے اس شرٹ سے میری بُو سونگھ لی ہے۔ وہ کتا کسی وقت بھی آکر مجھے زخمی کرے گا تو وہ میرے دماغ میں پہنچ جائے گی اور میرے چور خیالات سے معلوم کرلے گی کہ میں نے ٹرانسفارمر مشین کے بلیو پرنٹ کو کہاں چھپایا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ اگر ایک ہی کتا ہے تو اسے میں دور ہی سے گولی ماردوں گا۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

"میں نے اپنے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میں شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے ہوں۔ فرہاد کی ہونے والی بہو شی تارا کو ٹریپ کرنے کے لیے دہلی سے اس کا تعاقب کررہا ہوں۔ پورے دہلی شہر کی ناکا بندی کے باوجود پارس اسے وہاں سے نکال لے گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ہم سے انتقام لینے کے لیے واشنگٹن آرہی ہے۔ پھر وہ سفر ملتوی کرکے طیارے سے اسکندریہ میں اتر گئی۔ اب تمہاری باتوں سے اندازہ ہورہا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے پارس کو ہدایت کی گئی ہوگی کہ مشین کا بلیو پرنٹ حاصل کرنے کے لیے وہ شی تارا کے ساتھ اسکندریہ سے قاہرہ جائے۔"

داؤد منڈولا زیرِلب مکاری سے مسکراتے ہوئے بولا۔ "اچھا تو کل رات سے شی تارا اور پارس میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ خوشی حاصل ہورہی ہے کہ ایک ایسے عالمی چیمپئن سے دوستی ہورہی ہے جو ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ کیا ہماری ملاقات کہیں ہوسکتی ہے؟"

"ملاقات ہمیشہ میری ڈمی سے ہوگی۔ کیونکہ میں واشنگٹن میں ہوں اور یہاں خیال خوانی کے ذریعے شی تارا اور پارس کو تلاش کرتا رہتا ہوں۔"

پھر اس ڈرائیور نے اچانک ہی لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھ کر کہا۔ "اب میں تمہارے ذریعے شی تارا اور پارس تک پہنچ جاؤں گا۔ وہ بُو سونگھنے والے کتے کے ساتھ یہاں آئیں گے تو بو کے ذریعے تمہیں پہچان لیں گے۔ مگر یہ نہیں جان سکیں گے کہ اس ٹیکسی ڈرائیور کے اندر مائیک ہرارے چھپا ہوا ہے۔"

منڈولا پر یہ نئی مصیبت آگئی۔ اس نے پریشان ہوکر کہا۔ "تم ابھی دوست بن رہے تھے۔ اب یہ دشمنی کیوں کررہے ہو؟"

"میں شاطر ہوں۔ شطرنج کا کھلاڑی ہوں۔ فضول مُہروں کو بساط پر رہنے نہیں دیتا۔ میں تمہیں کتے کے آگے چارا بناؤں گا تو میرے دونوں شکار میری گرفت میں آجائیں گے۔ اس ریوالور کی ایک گولی تمہیں زخمی کرنے کے لیے ہے۔ دوسری شی تارا کو اور تیسری پارس کو زخمی کرے گی۔ یوں میں تم تینوں کے اندر پہنچوں گا اور کتے کو گولی ماردوں گا۔ اس کے بعد تم سے مشین کا بلیو پرنٹ حاصل کروں گا اور ان دونوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر واشنگٹن بلالوں گا۔"

منڈولا بری طرح پھنس گیا تھا۔ کسی وقت بھی ریوالور سے چلنے والی گولی اسے زخمی کرتی تو شطرنج کے عالمی چیمپئن کو مشین کا بلیو پرنٹ نہیں بلکہ اسرائیل کی بادشاہت مل جاتی۔ وہ یہودی تنظیم کی جڑوں میں پہنچ جاتا۔ پھر یہ کہ کتے کو بو کے پیچھے لانے والی شی تارا اور پارس نہیں تھے، ثانی اور علی تھے اور وہ بھی عالمی چیمپئن کے ہاتھوں زخمی ہونے والے تھے۔

پھر اس ٹیکسی کے پیچھے کوئی بیس گز کے فاصلے پر ایک کار آکر رکی۔ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کتا بُو سونگھتا ہوا ثانی اور علی کو وہاں لے آیا تھا۔ کتے کے بھونکنے پر ڈرائیور نے منڈولا کے پیچھے ذرا سر اٹھا کر دیکھنا چاہا کہ کتا کتنے فاصلے پر ہے۔ بس ایک ذرا نظر چوکتے ہی منڈولا نے پاس رکھی ہوئی چھوٹی سی اٹیچی کو بڑی پھرتی سے ریوالور پر پھینکا۔ ریوالور سے گولی چلی۔ مگر ایسے میں نشانے سے گولی بہک کر دوسری سیٹ کی پشت پر لگی۔ منڈولا دروازہ کھولتا ہوا ٹیکسی سے باہر نکلا اور سڑک پر بھاگنے لگا۔

اس کے پاس بھی ریوالور تھا مگر وہ کوٹ اور شرٹ کے اندر چھپا ہوا تھا۔ وہ بھاگنے کے دوران کوٹ اور شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔ اس کے اب دو دشمن ہوگئے تھے، ایک ڈرائیور اور دوسرا کتا۔ اور وہ کتا کار کی پچھلی سیٹ سے نکل کر اس کی طرف دوڑا آرہا تھا۔

ادھر ڈرائیور نشانہ خطا ہونے کے بعد ٹیکسی کی اگلی سیٹ سے نکلا۔ وہ دوسری بار ٹھیک نشانہ لگا کر منڈولا کو گولی مار سکتا تھا لیکن اب منڈولا سے زیادہ اس کے لیے ثانی اور علی ضروری تھے کیونکہ مائیک ہرارے انہیں شی تارا اور پارس سمجھ رہا تھا۔ پھر یہ کہ منڈولا ویسے ہی کتے کے حملے سے زخمی ہونے والا تھا۔

ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز آئی۔ دوڑنے والا کتا گولی کھاتے ہی کئی فٹ زمین سے اچھل کر سڑک پر گرا۔ ادھر ڈرائیور نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو تھام کر صحیح نشانہ لیتے ہوئے گولی چلائی۔ علی کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ بھی دوڑنے کے دوران لڑکھڑا کر بیچ سڑک پر گر پڑا۔

ثانی، علی کے پیچھے تھی۔ دونوں ہی کتے کے پیچھے منڈولا کو قابو میں کرنے کے لیے دوڑ لگا رہے تھے۔ ڈرائیور نے پھر ایک بار نشانہ لے کر گولی چلائی۔ نشانہ پکا تھا۔ ثانی کے حلق سے بھی چیخ نکلی۔ وہ بھی لڑکھڑاتی ہوئی آکر علی پر گر پڑی۔

پھر وہ دونوں وہاں سے اٹھ نہ سکے۔ مائیک ہرارے نے فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ پھر ثانی اور علی کو شی تارا اور پارس سمجھ کر ان کے دماغوں میں جھانکنے لگا۔

وہ بلڈ ہاؤنڈ جو داؤد منڈولا کی بُو سونگھتا آیا تھا اور جو تمام تر خونخواری کے ساتھ اس پر لپکنے ہی والا تھا، وہ ایک گولی چلتے ہی دوڑتے دوڑتے اچھل کر گرا تھا۔ پھر اپنے لہو میں لوٹ پوٹ ہوکر ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔

اس کتے کے پیچھے دو شکاری آرہے تھے۔ ان میں سے ایک علی تھا اور دوسری ثانی اور منڈولا انہی سے جان چھڑا رہا تھا۔ اس نے ایک بار دوڑتے دوڑتے پلٹ کر ریوالور سے فائر کرکے کتے کو تو مار ڈالا تھا لیکن علی اور ثانی پر فائر کرنے کے لیے دوڑنے کے دوران نہیں رُک سکتا تھا کیونکہ وہاں منڈولا کا ایک اور دشمن پیدا ہوگیا تھا اور اسی دشمن نے منڈولا پر ایک ناکام فائر بھی کیا تھا۔ اس کے مقدر میں ابھی جینا تھا اس لیے وہ جان بچا کر بھاگ رہا تھا۔

وہ فائر کرنے والا نیا دشمن شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے تھا۔ وہ خود موجود نہیں تھا۔ منڈولا جس ٹیکسی میں بیٹھ کر فرار ہونا چاہتا تھا، اس ٹیکسی کے ڈرائیور کے اندر رہ کر معلوم کرچکا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اس شخص (منڈولا) کا پیچھا کررہی ہے جو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہے۔

وہ عالمی چیمپئن مائیک ہرارے دراصل اسکندریہ سے شی تارا کو تلاش کرتا آیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ شی تارا کے ساتھ پارس کو بھی قابو میں کرکے دونوں کو اپنا تابعدار بنا سکے گا۔ اس لیے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے منڈولا سے پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ جواب میں اس نے جھوٹ کہا کہ اس کا نام جمشید ہے اور وہ بابا صاحب کے ادارے سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرا کر لایا ہے۔ اس لیے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی اپنے محبوب کے ساتھ ایک بلڈ ہاؤنڈ کو لیے اس کا تعاقب کررہی ہے۔

یہ سُن کر مائیک ہرارے نے یہی سمجھا کہ وہ پیچھا کرنے والی شی تارا ہی اپنے پارس کے ساتھ ہوگی۔ مائیک ہرارے نہیں چاہتا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرانے والا جمشید (منڈولا) زندہ رہے۔ اس لیے اس نے منڈولا کو گولی مارنے کی کوشش کی مگر وہ بچ کر نکل گیا۔

مائیک ہرارے نے اسے جانے دیا کیونکہ بلڈ ہاؤنڈ کے پیچھے جو حسینہ اپنے جوان ساتھی کے ساتھ دوڑتی آرہی تھی، مائیک ہرارے کی دانست میں وہی شی تارا اور پارس تھے۔ اس نے دونوں پر گولی چلائی۔ انہیں صرف زخمی کیا۔ وہ دونوں گولی کھا کر گر پڑے۔ اس دوران اس مصروف شاہراہ پر بھگدڑ ہونے لگی تھی۔ عورتیں چیختی ہوئی اپنے بچوں کو اٹھا کر یا کھینچ کھینچ کر مکانوں کے اندر جارہی تھیں تاکہ ہونے والی فائرنگ سے محفوظ رہیں۔ مرد بھی پناہ ڈھونڈ رہے تھے۔ دکانوں کے شٹر اوپر سے نیچے آرہے تھے اور وہ ٹیکسی ڈرائیور جو گولیاں چلا رہا تھا اب ہکا بکا سا رہ گیا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس نے ایک حسینہ اور نوجوان پر کیوں گولیاں چلائی ہیں؟

مائیک ہرارے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر اپنی دانست میں شی تارا کے اندر پہنچ گیا تھا اور اب اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ زخم کی تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ یہ کیا ہوگیا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن کتے کو گولی مار کر بھاگ گیا ہے مگر اس ٹیکسی ڈرائیور نے ہمیں کیوں گولی ماری ہے؟

اب وہ ڈرائیور اپنی ٹیکسی اسٹارٹ کرکے وہاں سے فرار ہورہا تھا۔ وہ بول رہی تھی "علی! یہ کیا معاملہ ہے؟ جب اس ڈرائیور کو گولی مارنا ہی تھا تو پھر وہ کیوں بھاگ گیا؟"

علی نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "یہ تو دیکھو کہ بلڈ ہاؤنڈ کو گولی مارنے والا بھی فرار ہوگیا ہے۔ بلڈ ہاؤنڈ اس کے پیچھے تھا۔ اس کا مطلب ہے وہی ٹیلی پیتھی جانتا ہے جسے ہم اپنے قابو میں کرنا چاہتے تھے۔"

ان خیالات کے پڑھنے اور ان کی باتیں سننے والا مائیک ہرارے علی کا نام سن کر چونک گیا۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ شی تارا کے ساتھ پارس ہوگا۔ اس نے فوراً ہی شی تارا کے چور خیالات پڑھے تو پتا چلا وہ شی تارا نہیں بلکہ ثانی ہے اور اپنے علی کے ساتھ اس شاہراہ پر زخمی پڑی ہے۔

اتنی دیر میں پولیس کی کئی گاڑیاں آگئی تھیں۔ ایک ایمبولینس بھی پہنچ گئی تھی۔ ثانی اور علی کو اس میں ڈال کر لے جایا جارہا تھا۔ مائیک ہرارے نے ایسے موقع پر ایک بازی جیتی اور دو بازیاں ہار گیا۔

اس نے لاعلمی میں ثانی اور علی کو زخمی کیا تھا۔ اب انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنانے والا تھا۔ یہ اس کی بہت بڑی جیت تھی۔ ثانی کو دوسری سونیا کی طرح خطرناک اور ناقابل شکست سمجھا جاتا تھا اور وہ عالمی چیمپئن اسے شکست دے چکا تھا۔ اس کے اسپتال پہنچنے کے بعد اسے اپنی کنیز بنانے والا تھا۔

اور علی تو وہ زلزلہ تھا جو قد آور پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکنا محض بچوں کا کھیل سمجھتا تھا۔ اسی لیے تو اس نے بچوں کے کھلونا جہازوں کے ذریعے اس امریکی فوجی اڈے کو تباہ کردیا تھا جہاں ٹرانسفارمر مشین کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ یہ مائیک ہرارے کی بہت بڑی کامیابی تھی کہ وہ زلزلہ کہلانے والے علی کو قیدی بنا کر امریکا لے جانے والا تھا۔

لیکن دو بازیاں ہار گیا تھا۔ ایک تو یہ کہ شی تارا اور پارس اس کے ہاتھ نہیں آئے تھے۔ دوسرا یہ کہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والے نے خود کو جمشید کہا تھا۔ اس نے یہ بات چھپائی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اگر مائیک ہرارے کو معلوم ہوتا کہ وہ اتنا اہم ہے تو اسے بھی فرار ہونے کا موقع نہ دیتا۔ اسے بھی زخمی کرکے معلوم کرلیتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص کون ہے؟ ثانی اور علی بھی اسے منڈولا کے نام سے نہیں جانتے تھے۔ اس لیے مائیک ہرارے ان کے چور خیالات پڑھ کر بھی داؤد منڈولا کی اصلیت تک نہ پہنچ

سکا۔

داؤد منڈولا واقعی قسمت کا دھنی تھا۔ ثانی اور علی نے کتنے ہی ہتھکنڈوں سے اسے قابو میں کرنا اور اس کے اصل روپ کو دیکھنا چاہا تھا۔ آخری بار بُو سونگھنے والے خونخوار کتے کے ذریعے اسے ٹریپ کرنا چاہا مگر وہ ناکام رہے۔ مائیک ہرارے بھی اس کی شامت بن کر آگیا تھا لیکن وہ بھی لاعلمی میں اس کی اصلیت معلوم کرنے سے محروم رہ گیا۔

منڈولا نے اس شاہراہ سے فرار ہونے کے دوران ایک گلی میں مڑنے سے پہلے پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور ثانی اور علی پر گولیاں چلا رہا تھا اور وہ دونوں چیخیں مار کر گر پڑے تھے۔ بس اتنا ہی دیکھ کر وہ پھر ایک گلی سے دوسری گلی کی طرف بھاگنے لگا۔ اگرچہ اس کی بُو پر لپکنے والا کتا مرچکا تھا۔ ثانی اور علی بھی نشانہ بن چکے تھے۔ اب وہ کہیں سے بھی چھپ کر اس ڈرائیور کو گولی مار سکتا تھا لیکن اسے مار کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا تھا کیونکہ وہ محض ایک ڈرائیور' ایک آلہ کار تھا۔ وہ اس کے اندر چھپے ہوئے مائیک ہرارے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

پھر یہ اطمینان تھا کہ مائیک ہرارے نے ثانی اور علی کو جان سے نہیں مارا ہوگا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ پر قبضہ جمانے کے لیے صرف اسے زخمی کرتا ہے۔ منڈولا نے سوچ لیا تھا کہ کسی محفوظ جگہ پہنچنے کے بعد اس زخمی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے اندر پہنچے گا تو مائیک ہرارے کو بھی اس کے کمزور دماغ میں بولتے ہوئے سنے گا۔ پھر مائیک ہرارے خیال خوانی کرنے والی پر تنویمی عمل کرکے اسے کنیز بنانا چاہے گا تو اس کے عمل کو ناکام بنادے گا۔

اب ہار جیت کے میدان میں دو کھلاڑی رہ گئے تھے ایک داؤد منڈولا اور دوسرا مائیک ہرارے۔ وہ شطرنج کا کھلاڑی ہر چال پر نظر رکھتا تھا لہٰذا یہ بات اُس کے ذہن میں تھی کہ ثانی کو اپنی معمولہ بنانے میں دیر کرے گا تو بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری فوج ثانی اور علی کے تحفظ کے لیے پہنچ جائے گی۔ اس ادارے کے کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو یہ بات معلوم ہونے سے پہلے ہی ان دونوں کو دماغی طور پر اپنا تابعدار بنالینا چاہیے۔

ان دونوں پر عمل کرنے کے لیے لازمی تھا کہ انھیں اسپتال پہنچائے جانے کے بعد پہلے ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی جاتی پھر انھیں سونے کے لیے سکون کی دوائیں دی جاتیں اور جب ان کے کمرے میں ان کے بیڈ کے آس پاس کوئی نہ رہتا تب ہی کسی مداخلت کے بغیر مائیک ہرارے ان پر باری باری عمل کرسکتا تھا۔

وہ کبھی ثانی اور کبھی علی کے اندر جاکر دیکھ رہا تھا اور بڑی بے چینی سے انتظار کررہا تھا۔ ویسے وہ اسپتال پہنچادیے گئے تھے اور ان کے زخموں کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کی خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ایک فوجی جوان نے آکر اطلاع دی کہ سپر ماسٹر نے بلایا ہے۔ اس نے سپاہی سے کہا "تم جاؤ میں ابھی آتا ہوں۔"

سپاہی چلا گیا۔ سپر ماسٹر اسی ہیڈکوارٹر میں تھا۔ اس کے بنگلے سے دس منٹ کا فاصلہ تھا۔ اس نے فون پر سپر ماسٹر سے کہا "سر! میں بہت ضروری خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ آپ یہ خوش خبری سن لیں کہ میں نے ایک آلہ کار کے ذریعے ثانی اور علی کو زخمی کردیا ہے۔ دونوں قاہرہ کے ایک اسپتال میں ہیں۔ میں ابھی ان پر تنویمی عمل کرکے انھیں اپنا تابعدار بنانے والا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے خوش ہو کر کہا "مسٹر ہرارے! تم ایسی خوش خبری سنا رہے ہو کہ کوئی دوسرا سناتا تو ہم کبھی یقین نہ کرتے مگر ذہانت تم پر ختم ہے۔ تم کبھی ناکام نہیں ہوتے۔ مگر تم تو شی تارا کو ٹریپ کررہے تھے؟"

"جی ہاں' میں اسکندریہ سے شی تارا کا تعاقب کرتا ہوا قاہرہ پہنچا تھا لیکن اسے گولی مار کر زخمی کرنے کے بعد اس کے چور خیالات سے پتا چلا کہ وہ سونیا ثانی ہے اور اس کے ساتھ زخمی ہونے والا علی تیمور ہے۔"

"تو پھر شی تارا اور پارس کہاں گم ہوگئے ہیں؟ مسٹر ہرارے! اگر یہ دونوں بھی تمہارے قابو میں آجائیں تو فرہاد علی تیمور ہمارے قدموں میں آگرے گا۔ دو بیٹے اور دو ہونے والی بہوؤں کی گرفتاری کے بعد اس کی کمر ٹوٹ جائے گی۔"

"سر! میں ان دونوں کو بھی ڈھونڈ نکالوں گا۔ مجھے اجازت دیں۔ میں ثانی کے پاس جارہا ہوں۔ اس کے دماغ کو خالی چھوڑنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والا بھی ثانی اور علی کی تاک میں ہے۔"

"یہ تو مایوس ہونے والی بات کررہے ہو۔ وہ کمبخت کون ہے؟ تم ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے ساتھ رکھو۔ ایک سے دو ہوں گے تو مداخلت کرنے والے کو مخالفت سے باز رکھ سکو گے۔"

"آپ "تھری ڈی" میں سے کسی کو میرے پاس بھیج دیں۔ میں جارہا ہوں۔ دیر ہو رہی ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر پھر ثانی اور علی کے دماغوں میں جھانکنے لگا۔ وہ دونوں الگ الگ کمرے میں بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔ ان کی مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ ڈاکٹر نے انھیں سونے کے لیے انجکشن لگائے تھے اور اب وہ دونوں رفتہ رفتہ نیند میں ڈوب رہے تھے۔

مائیک ہرارے نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ اسی وقت تھری ڈی میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی کرین نے اس کے اندر آکر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے کہا "میں تمہیں علی تیمور کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ اس کے بعد تم میرے ساتھ ثانی کے دماغ میں رہو گے اور خاموشی سے یہ سمجھنے کی کوشش کرو گے کہ میرے تنویمی عمل کے دوران کوئی مداخلت کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر کسی کی مداخلت کا شبہ ہو تو مجھے فوراً بتا دینا۔"

وہ ڈی کرین کو علی کے دماغ میں لے گیا۔ اس کے بعد وہ ثانی کے اندر آئے۔ وہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مائیک ہرارے نے اس کے خواب میں خود کو ایک اجنبی کی حیثیت سے پیش کیا۔ پھر کہا "ہیلو سونیا ثانی! تم مجھے خواب میں دیکھ رہی ہو مگر پہچان نہیں سکو گی۔ میں ابھی اجنبی ہوں جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہوگی تو پھر مجھے اپنے عامل اور اپنے حاکم کی حیثیت سے پہچان سکو گی۔"

ثانی کی خوابیدہ سوچ نے پوچھا "کیا تم وہی ہو جو ملک شام کا ارب پتی سوداگر ہادی منیر بن کر آیا تھا؟"

"میں وہ نہیں ہوں۔ ویسے تمہارے چور خیالات سے پہلے ہی معلوم کیا تھا کہ تمہیں کسی ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تلاش ہے جو قاہرہ میں ہادی منیر کے نام سے آیا ہے مگر اس کی اصلیت کچھ اور ہے۔"

"ہاں' میں اس پر قابو پانا چاہتی تھی۔ اسی لیے ایک بلڈ ہاؤنڈ کو اس کے پیچھے لگایا تھا۔ اگر وہ تم نہیں ہو تو پھر وہ بچ نکلا ہے۔ ویسے تم کون ہو؟"

"میں تو شی تارا کو شکار کرنے آیا تھا۔ وہ اور پارس جانتے ہیں کہ میں شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے ہوں۔ یہ عجیب بات ہوگئی کہ اسے شکار کرنے آیا تھا' تم میری گرفت میں آگئیں۔"

"ہاں' تم نے زخمی کرکے مجھے اس حال کو پہنچادیا ہے۔ کیا مجھ پر تنویمی عمل کرو گے؟"

"کیا تمہارے جیسی زبردست چالاک' حاضر دماغ اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ایسے ہی چھوڑ دوں گا؟ اب تم ہماری تابعدار بن کر ہمارے ملک کے لیے اپنے ساتھی علی کے ساتھ کام کرو گی۔"

"ہاں' ایسے تو میں مجبور ہوں' خود کو تمہارے تنویمی عمل سے نہیں بچاسکوں گی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ جو میرا دشمن ہادی منیر ہے وہ مجھے بچائے گا کیونکہ میں اس کی بھی ضرورت ہوں۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم بے حد چالاک ہو۔ خواب میں بھی چالاکی کی باتیں کررہی ہو۔ بس اب خاموش رہو اس سے پہلے کہ وہ فرضی ہادی منیر تمہاری طرف توجہ دے' میں تمہیں اپنی معمولہ بنالوں گا۔"

داؤد منڈولا کی آواز سنائی دی "میں ہوں فرضی ہادی منیر۔ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں اس سونے کی چڑیا پر توجہ نہیں دوں گا۔ کیا خوش فہمی ہے کہ میں غافل رہوں گا اور تم فائدہ اٹھالو گے۔"

ڈی کرین نے کہا "تم مسٹر ہرارے کو تنہا نہ سمجھو۔ میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔ تمہیں مداخلت نہیں کرنے دوں گا۔ بار بار تمہارے دماغ میں پہنچنا چاہوں گا۔ تم بار بار مجھ سے بچنے کے لیے سانسیں روکتے رہو گے۔ اِدھر مسٹر ہرارے اپنا عمل جاری رکھیں گے۔"

منڈولا نے قہقہہ لگا کر کہا "مجھے شطرنج کے عالمی چیمپئن سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ تمہارے جیسے گدھے کو اپنے ساتھ رکھے گا اور اس پہلو پر غور نہیں کرے گا کہ میں پہلی بار ہی تمہارے آنے پر سانس روکوں اور دوسرے ہی لمحے فرہاد علی تیمور کے پاس پہنچ کر صرف اتنا کہہ دوں کہ ثانی کی خبر لو۔ تب کیا ہوگا؟ یہاں تم صرف دو ہو۔ وہاں سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج آجائے گی۔"

مائیک ہرارے نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ میں نہیں چاہوں گا کہ فرہاد کو اس کے بیٹے اور ہونے والی بہو کی حالت زار کی اطلاع ملے۔ ہمیں اس معاملے کو آپس میں نمٹانا چاہیے۔"

"معاملہ کیسے نمٹاؤ گے۔ یہ ایک انار ہے اور ہم دو بیمار ہیں؟"

"اگر ہم دوست بن جائیں تو مشکل آسان ہو جائے گی۔ تم اپنا تعارف کراؤ۔ کون ہو؟ نام کیا ہے؟"

"کیا نام پتا پوچھ کر میرے گھر آؤ گے؟ یا مجھ سے دوستی کرکے ثانی سے دست بردار ہو جاؤ گے؟"

"سیدھی سی بات ہے' ہم دونوں میں سے کوئی اسے چھوڑنا نہیں چاہے گا۔ پھر کیوں نہ ایک نیا تجربہ کریں ہم دونوں مشترکہ طور پر اپنی اپنی آوازوں کے ذریعے اس پر تنویمی عمل کریں گے اسے معمولہ بنا کر حکم دیں گے کہ یہ ہم دونوں کی تابعدار رہے گی۔"

"واہ! کیا الو بنانے والا آئیڈیا ہے۔ اول تو میں ایسا کوئی تجربہ نہیں کروں گا جسے اب تک کسی نے کیا نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ میں اپنی اصلیت کسی پر ظاہر نہیں کرتا ہوں۔ ثانی سے میں تابعداری کراؤں گا تو تم اس کے ذریعے میری مصروفیات سے آگاہ ہوتے رہو گے اور میری اصلیت بھی معلوم کرلو گے۔"

"مسٹر فرضی ہادی منیر! اس طرح تو ہم بحث و تکرار میں الجھتے رہیں گے اور اُدھر سے فرہاد کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ثانی اور علی کی خیریت معلوم کرنے آجائے گا۔ پھر یہ دونوں ہم دونوں کے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ تم خود کو چھپا رہے ہو۔ مگر میری ذہانت کہتی ہے کہ تم ہمارے ملک سے غداری کرکے جانے والے داؤد منڈولا ہو۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "اگر تم مجھ سے شطرنج کھیل رہے ہو تو اسرائیل کے کسی حاکم یا فوج کے اعلیٰ افسر کے پاس جاؤ اور معلوم کرو۔ پتا چلے گا کہ داؤد منڈولا اپنی یہودی قوم میں پہنچا ہوا ہے اور آج کل تل ابیب میں ہے۔ جب تمہیں یہ یقین ہو جائے کہ وہ تل ابیب میں ہے تو پھر اپنی عقل سے پوچھنا کہ تم نے ٹیکسی ڈرائیور کے ذریعے مجھے قاہرہ میں کیسے موجود دیکھا۔ اُس بُو سونگھنے والے کتے کو میں نے اسی لیے گولی ماری کہ وہ یہاں میری موجودگی کی نشاندہی کررہا تھا۔"

اچانک مائیک ہرارے کے دماغ میں بات آئی کہ قاہرہ میں کسی کو آلہ کار بنا کر ہادی منیر کی شرٹ حاصل کرکے ایک کتے کے ذریعے پھر اس کی شہ رگ تک پہنچا جاسکتا ہے۔

اس نے ثانی کے چور خیالات سے معلوم کیا کہ اس نے فرضی ہادی منیر کی وہ شرٹ کہاں رکھی ہے' جو بلڈ ہاؤنڈ کو سنگھائی گئی تھی؟

منڈولا بھی دماغ میں موجود تھا۔ وہ بھی چور خیالات سن رہا تھا اس نے کہا "ہاں ہاں' معلوم کرلو کہ میری وہ شرٹ کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے۔ پھر قاہرہ میں بو سونگھنے والے جتنے شکاری کتے ہیں' ان سب کی خدمات حاصل کرلو۔ لیکن پرواز کرنے والے کتے حاصل کرسکو تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ اس وقت میں ایک طیارے میں سفر کررہا ہوں۔"

شطرنج کی بساط سے نکل کر آنے والے مائیک ہرارے کو اب معلوم ہورہا تھا کہ زندگی کی بساط پر کھیلی جانے والی بازیاں کس قدر چیلنج بن جاتی ہیں۔ پہلے تو پارس نے اسے مات دی۔ اب منڈولا اسے پریشان کررہا تھا۔ اس نے کہا "سنو ہادی منیر! میں اور سپرماسٹر کبھی نہیں چاہیں گے کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ ہو اور ہم ثانی کی صلاحیتوں سے محروم رہیں۔ اب اگر پندرہ منٹ کے اندر تم اس سے دست بردار نہیں ہوگے تو میں اسے اور علی تیمور کو ہلاک کردوں گا۔ یہ میرے نہیں تو تمہارے بھی نہیں ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے' پندرہ منٹ انتظار نہ کرو۔ ان دونوں کا انجام یہی ہوگا۔ میں انہیں تمہارے ہاتھ لگنے نہیں دوں گا۔"

ثانی اسپتال کے جس کمرے میں تھی اس کا بند دروازہ کھل گیا۔ منڈولا اور مائیک ہرارے دیکھ نہیں سکتے تھے کہ کمرے میں کون آیا ہے صرف خوابیدہ ثانی کے کانوں سے آوازیں سن سکتے تھے۔ انہوں نے ایک ڈاکٹر کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "میڈم! یہی ہے وہ لڑکی جسے کسی نے گولی ماری ہے۔ اس کا ساتھی دوسرے کمرے کے بیڈ پر سو رہا ہے۔"

پھر کسی خاتون کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "ہاں' یہی ہے میری بیٹی حمیرا اور جسے آپ اس کا ساتھی کہہ رہے ہیں' وہ میرا داماد کاشف جمال ہے۔"

"لیکن میڈم! انہوں نے مرہم پٹی کے دوران بتایا ہے اس کا نام سونیا ثانی اور اس کے ساتھی کا نام علی تیمور ہے۔"

پھر ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں حمیرا کا باپ ہوں اور کاشف جمال میرا داماد ہے۔ پچھلی رات یہ دونوں نارمل تھے۔ مگر صبح ایب نارمل ہوگئے۔ حمیرا خود کو سونیا ثانی اور کاشف خود کو علی تیمور کہنے لگا۔ ہم نے پوچھا کہ وہ اپنا نام کیوں بدل رہے ہیں؟ وہ یہی جواب دیتے رہے کہ بچپن سے ان کا نام سونیا اور علی ہے اور علی یعنی کاشف کے پاس جو بلڈ ہاؤنڈ ہے اس سے بہت اہم کام لینا ہے۔ اس لیے وہ جارہے ہیں۔ شام تک واپس آئیں گے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے کتے کو لے کر اپنی کار میں بیٹھے اور چلے گئے۔"

منڈولا اور مائیک ہرارے ثانی کے خوابیدہ دماغ میں رہ کر حمیرا کی ماں باپ کی باتیں سن رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے حمیرا کے ماں کے اور دوسرے نے باپ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا وہ غلط نہیں کہہ رہے ہیں۔ اپنی بیٹی کو اس کی صورت اور لباس سے پہچان رہے ہیں۔

پھر وہ دونوں ثانی کے دماغ میں آئے۔ منڈولا نے کہا "مسٹر ہرارے! یہ کیا چکر ہے؟ کیا ابھی ہم سونیا ثانی کے دماغ میں نہیں ہیں؟ کیا کسی حمیرا کے اندر ہیں؟"

مائیک ہرارے نے کہا "ہمیں اپنا جھگڑا بھول کر اس پر تنویمی عمل کرنا چاہیے اور اس کا برین واش کرکے اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ثانی نے حمیرا اور کاشف نامی نوجوان میاں بیوی پر تنویمی عمل کرکے انہیں سونیا ثانی اور علی تیمور بنادیا ہے۔"

منڈولا نے کہا "کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ تم عمل کرو۔ میں موجود رہوں گا تاکہ تم اسے اپنی معمولہ نہ بنا سکو۔"

اس نے عمل کرنا شروع کیا۔ ذرا سی دیر میں وہ ٹرانس میں آکر اس کی معمولہ بن گئی۔ اس نے پوچھا "اپنا اصلی نام بتاؤ۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

وہ بولی "میرا نام سونیا ثانی ہے۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپا رہی ہوں۔"

"میں تمہارا عامل ہوں۔ تم میری معمولہ ہو۔ میں تمہیں یاد دلا رہا دیتا ہوں جو باتیں تم بھول چکی ہو یا تمہارے دماغ سے بھلا دی گئی ہیں انہیں دوبارہ یاد کرو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں' اپنے دماغ کے خانے میں اترو۔ وہاں اپنے آپ کو تلاش کرو۔ تمہارا نام حمیرا ہے۔ تمہارا نام حمیرا ہے۔ تمہارے باپ کا نام ابراہیم پاشا ہے۔ چھ ماہ پہلے تمہاری شادی کاشف جمال سے ہوئی تھی' یاد کرو۔ یہ حقائق تمہارے ذہن سے مٹا دیئے گئے ہیں انہیں بھولے ہوئے سبق کی طرح یاد کرو۔ یہ میرا حکم ہے۔"

وہ بولی "ہاں' میرے باپ کا نام ابراہیم پاشا ہے اور میری ماں کا نام زیتون ہے۔ میں بچپن سے اپنے والدین کو پہچانتی آئی ہوں وہ بھی تمہاری طرح کہتے ہیں کہ میرا نام سونیا ثانی نہیں حمیرا ہے۔ میں نے اور میرے شوہر علی تیمور نے اس معاملے پر بہت غور کیا ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ والدین ہمیں حمیرا اور کاشف جمال کیوں کہتے ہیں۔ وہ بلڈ ہاؤنڈ جو تین برس سے ہمارے پاس تھا وہ ہمیں پہچانتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم وہی ہیں جو ہمارے والدین ہمیں کہہ رہے ہیں۔"

مائیک ہرارے نے کہا "واقعی' یہی ثابت ہورہا ہے کہ تم حمیرا ہو اور کاشف جمال تمہارا شوہر ہے۔ میں حیران ہوں کہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہارا برین واش کرنے میں ناکام کیوں ہورہا ہوں؟ کیا تم پوری طرح میری معمولہ نہیں بن پائی ہو؟ کیا میں سمجھ لوں کہ تنویمی عمل کرنے کے دوران مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟"

وہ بولی "تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔ تم نے پوری مہارت سے حمیرا زوجہ کاشف جمال پر عمل کیا ہے اور میں ثانی تمہاری اس زخمی معمولہ حمیرا کی سوچ کے ذریعے کہہ رہی ہوں کہ تم شطرنج کی بساط پر بے جان مہرے چلاتے آئے ہو' اب زندگی کی بساط پر جاندار مہروں سے تمہارا پالا پڑرہا ہے۔ تم لاکھ کوشش کرو تب بھی حمیرا اور کاشف کا برین واش نہیں کرپاؤ گے کیونکہ ان دونوں پر روحانی ٹیلی پیتھی کا عمل ہوا ہے۔ کل صبح تک ان کی یادداشت خود بخود واپس آجائے گی اور یہ ثانی اور علی والی موجودہ شخصیت کو بھول جائیں گے۔ اب تم دونوں صبر کرو اور اپنے اپنے گھر جاؤ۔"

اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔ مائیک ہرارے نے پوچھا "کیا واقعی تم ثانی ہو اور حمیرا کے اندر آکر بول رہی ہو؟"

حمیرا نے ایک معمولہ کی حیثیت سے کہا "میں نہیں جانتی' ابھی میرے اندر کون بول رہی تھی۔ اگر یہ درست ہے کہ میں حمیرا ہوں اور کل صبح تک میرے ساتھ میرے شوہر کی بھی یادداشت واپس آجائے گی تو میں خدا کا شکر ادا کروں گی۔ اس طرح میرے والدین کی پریشانیاں بھی ختم ہوجائیں گی۔"

منڈولا نے حمیرا کے اندر ہنستے ہوئے کہا "مسٹر ہرارے! ہم دونوں ابھی تک ایک روٹی کے لیے لڑ رہے تھے اور اس حقیقت سے بے خبر رہے کہ وہ فولادی روٹی تھی۔ اچھا ہوا کہ ہمیں چبانے کو نہیں ملی ورنہ ہمارے دانت اب تک ٹوٹ چکے ہوتے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "اب مجھے تسلیم کرنا پڑرہا ہے کہ فرہاد کے دونوں بیٹے اور اس کی فیملی کے تمام خیال خوانی کرنے والے لوہے کے چنے ہیں۔ آئندہ میں بھی لوہے کے دانت لگوا کر آؤں گا۔ یہ حمیرا ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔ میں اس کے دماغ سے جانے سے پہلے تم سے پھر دوستی کی فرمائش کرتا ہوں۔ اگر تم منڈولا نہیں ہو تو کون ہو؟"

منڈولا نے کہا "پہلے تم یہاں سے اسرائیل جاکر تصدیق کرلو۔ وہاں منڈولا موجود ہے۔ ہماری دنیا میں ہر ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی نہ کسی تنظیم یا ملک کا وفادار ہے۔ کیا تم نے سنا ہے کہ ایک بھی خیال خوانی کرنے والا اپنی ایک الگ تھلگ آزادانہ زندگی گزار رہا ہو؟"

"ایسا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم بھی کسی تنظیم یا ملک سے وابستہ ہو۔"

"کبھی آئندہ بھی ہمارا ٹکراؤ ہوگا تو تمہیں اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یقین آتا رہے گا کہ میں موجودہ دور کا پہلا اور تنہا آزاد خیال خوانی کرنے والا شیر ہوں اور شیر کی طرح تنہا شکار کھیلتا رہوں گا۔ ویل گڈ بائی۔ ہم پھر کسی معاملے میں کبھی ٹکرائیں گے۔"

منڈولا خاموش ہوگیا۔ وہ جاچکا تھا۔ نہ بھی جاتا تو مائیک ہرارے کو کسی حمیرا کے دماغ میں ٹھہرنا نہیں تھا۔ وہ بھی ناکام ہوکر دماغی طور پر اپنے بنگلے میں حاضر ہوگیا۔ وہ بہت پہلے شطرنج کی بازیاں کبھی کبھی ہار جایا کرتا تھا۔ پچھلے تین برسوں میں اس نے ایسی مہارت حاصل کی تھی کہ عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کرتا آرہا تھا۔

دیکھا جائے تو وہ حقیقتاً ذہین تھا اور غضب کی چالیں چلتا تھا۔ لیکن مسلسل کامیابیاں انسان کو رفتہ رفتہ خوش فہمی میں مبتلا کردیتی ہیں۔ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ جو چال چل رہا ہے وہ پتھر کی لکیر ہے۔ جب ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی پیدا ہونے لگے تو شاطر اپنی چال کے ہر پہلو پر نظر رکھنا بھول جاتا ہے۔

مائیک ہرارے کی سمجھ میں یہ بات آرہی تھی اور وہ سر جھکائے غور کررہا تھا کہ اس نے شی تارا کو ٹریپ کرنے سے لے کر ثانی کو ٹریپ کرنے تک کہاں کہاں غلطیاں کی ہیں؟

غور کرنے پر یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ اس نے پہلے ٹکراؤ میں یہ تسلیم نہیں کیا تھا کہ پارس اس سے زیادہ چالباز ثابت ہوگا۔ اگر اس مخالف کو اپنے برابر کا' اپنی ٹکر کا سمجھتا تو دہلی شہر کے اندر ہی شی تارا پر قابو پالیتا۔

شی تارا سے الجھتے الجھتے وہ ثانی کے چکر میں پڑگیا تھا اور اس کے ساتھی علی کو بالکل نظر انداز کردیا تھا جبکہ علی تیمور کا تمام ریکارڈ پڑھ چکا تھا۔ بہرحال اب عقل سمجھا رہی تھی کہ اپنے کسی بھی مخالف کو خود سے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔

وہ بڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر ایک فوجی جوان نے آکر سلیوٹ کرنے کے بعد کہا "سر! سپرماسٹر اور ہمارے بڑے افسران تشریف لارہے ہیں۔"

وہ فوراً صوفے سے اٹھ گیا۔ ڈرائنگ روم سے نکل کر اس بنگلے کے برآمدے میں آیا' سپرماسٹر اس ہیڈ کوارٹر میں رہنے والے چھ فوجی اعلیٰ افسران کے ساتھ آرہا تھا۔ مائیک ہرارے نے برآمدے میں ان کا استقبال کیا پھر مصافحہ کرنے کے بعد ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آگیا۔ وہ سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ سپرماسٹر نے کہا "ڈی کرین تمہارے ساتھ اس حمیرا نامی لڑکی کے دماغ میں تھا۔ اس نے مجھے تمہاری ناکامی کی تمام تفصیلات بتادی ہیں۔"

ہرارے نے سر جھکا کر کہا "میں بہت شرمندہ ہوں' تین برس بعد ایک بازی ہار جانے کا بہت دکھ ہورہا ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "مسٹر ہرارے! ہم تمہیں شرمندہ کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہمیں تم سے بڑی توقعات ہیں۔ دیکھا جائے تو تم نے بازی نہیں ہاری بلکہ دھوکا اس لیے کھایا کہ تم نے شی تارا سمجھ کر ثانی اور علی پر ہاتھ ڈالا تھا۔ تم نہیں جانتے تھے کہ ثانی اور علی نے تم سے ٹکرانے سے پہلے اپنے بچاؤ کے کیسے انتظامات کیے تھے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "بالکل یہی بات ہے۔ مجھے ثانی اور علی کی پیشگی تیاریوں کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں اسے شی تارا سمجھ کر اس

سے الجھ گیا تھا۔ پھر یہ کہ ان کے بزرگوں کی روحانی ٹیلی پیتھی کا اثر حمیرا اور کاشف پر اس قدر پختہ تھا کہ گولیاں کھا کر زخمی ہونے کے باوجود ان کے چور خیالات انہیں ثانی اور علی کہہ رہے تھے۔ دوسرے یہ کہ میرے تنویمی عمل سے بھی روحانی ٹیلی پیتھی کی دیوار نہیں ٹوٹ رہی تھی اور اس کے پیچھے حمیرا اور کاشف کی اصلیت معلوم نہیں ہو رہی تھی۔"

"ہاں، ہمیں ڈی کرین نے یہ تمام باتیں بتائی ہیں۔ ہم اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ تم نے بابا صاحب کے ادارے کے بزرگ تبریزی صاحب اور آمنہ فرہاد کی روحانی ٹیلی پیتھی کو نظرانداز کیا تھا۔ اب تمہیں یہ بات گرہ میں باندھ لینا چاہیے کہ جب بھی فرہاد اور اس کے بیٹوں پر کوئی بڑی مصیبت آیا کرے گی تو وہ اپنے بزرگوں کی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے بچ کر نکل جایا کریں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہمارا مشورہ ہے کہ تم فرہاد اور اس کے بیٹوں سے زیادہ روحانی ٹیلی پیتھی کو پیش نظر رکھو۔ سوچو اور سمجھو کہ اس روحانیت کا توڑ کیا ہوگا؟"

مائیک ہرارے نے کہا "لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ روحانیت کا توڑ روحانیت سے ہو سکتا ہے۔ ہمیں اپنے عیسائی پیشواؤں سے رجوع کرنا چاہیے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی جیسے کامل بزرگ اور پیشوا ہمارے مذہب میں بھی ہوں گے۔ اگر وہ تبریزی صاحب آمنہ فرہاد کو روحانی ٹیلی پیتھی سکھا سکتے ہیں تو کیا ہمارے مذہب کے پہنچے ہوئے کامل بزرگ ہم میں سے کسی کو روحانی ٹیلی پیتھی نہیں سکھا سکیں گے؟"

ایک افسر نے تائید کی "ہمیں جلد سے جلد اپنے راہبوں اور مذہبی پیشواؤں سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنا چاہیے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم ابھی یہاں سے جا کر پہلا کام یہی کریں گے۔ اب ہمارے سامنے دوسرا مسئلہ ہے۔ بھارتی حکومت نے شی تارا کے چیلنج کے مطابق اس کی دائی ماں اور پوجا کو قیدی نہیں بنایا ہے۔ انہیں یہاں واشنگٹن بھیج دیا ہے۔ ان کے ساتھ غیر معمولی سماعت اور بصارت رکھنے والا پاشا بھی ہے۔ وہ اب ہمارا تابعدار ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ شی تارا اسکندریہ اور قاہرہ میں تمہیں نظر نہیں آئی لیکن اپنے چیلنج کے مطابق پارس کے ساتھ یہاں پہنچنے والی ہوگی یا پہنچ چکی ہوگی۔"

ہرارے نے کہا "مسئلہ سمجھ میں آ رہا ہے۔ میں زبردست چالیں چل کر انہیں ٹریپ کرنا چاہوں گا اور کامیاب ہونے لگوں گا تو ایسے وقت اُن کے بچاؤ کے لیے روحانی ٹیلی پیتھی آڑے آجائے گی۔"

"یہی بات ہے۔ ایسے وقت ہماری تمہاری تمام محنت رائیگاں جائے گی۔ ہم اپنے مذہبی پیشواؤں سے ملاقات کریں گے، تم اپنی ذہانت سے سوچو کہ کسی اور طرح کیسے روحانی ٹیلی پیتھی کا توڑ کر سکتے ہو۔"

"ہو سکتا ہے ہم آج کل میں اس کا توڑ کرلیں۔ ہو سکتا ہے بہت عرصہ لگ جائے تب تک شی تارا اور پارس سے کیسے نمٹا جائے گا؟"

"ہم فی الحال ان سے دوستانہ رویہ اختیار کریں گے۔ ان سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم محاذ آرائی نہیں چاہتے ہیں۔ وہ اپنی دائی ماں، پوجا اور پاشا کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔"

ایک افسر نے کہا "اس مسئلے پر اور زیادہ سر نہیں کھپایا جا سکتا۔ آئندہ مسٹر ہرارے یا مذہبی پیشوا ہی اس کا کوئی حل نکالیں گے۔ اب اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بات ہو جائے جو ثانی اور علی ایک بلڈ ہاؤنڈ کے ذریعے تلاش کر رہے تھے۔"

مائیک ہرارے اچانک ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ سوچنے اور ٹہلنے کے انداز میں ان سے ذرا دور گیا پھر پلٹ کر بولا "روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی دشمن چھپ کر نہیں رہ سکتا پھر وہ بلڈ ہاؤنڈ کے ذریعے دشمن کو کیوں تلاش کر رہے تھے؟ ان کے بزرگ تبریزی صاحب نے روحانیت کے ذریعے دشمن کو ثانی اور علی کے قدموں میں کیوں نہیں پہنچایا؟"

ایک اعلیٰ افسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ کیا روحانی ٹیلی پیتھی کی پرواز محدود ہوتی ہے؟"

مائیک ہرارے اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا پھر رک کر بولا "جب سے رسونتی نے یعنی کہ آمنہ فرہاد نے روحانی ٹیلی پیتھی سیکھی ہے، تب سے گوشہ نشین ہو گئی ہے۔ کسی دنیاوی معاملے میں اپنے شوہر اور بیٹوں کے ساتھ کبھی نظر نہیں آئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ روحانیت کے درجہ کمال تک پہنچتے ہیں وہ جیتے جی دنیا سے دور ہو جاتے ہیں اور شاذ و نادر ہی کبھی کسی خاص موقع پر روحانی عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اُن کے روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہتے ہیں۔ کبھی کبھی کسی خاص موقع پر ان کی مدد کے لیے آتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ جب وہ ہمیشہ ساتھ نہیں رہتے ہیں تو ہم کسی بھی وقت کوئی مناسب موقع دیکھ کر شی تارا اور پارس کو دوسروں کے ذریعے اسی طرح موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں کہ ہم پر ان کی موت کا الزام نہ آئے۔"

"ہوں، ایک بار ایسی کوشش کر کے دیکھنا چاہیے۔ ہماری بڑی خواہش تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا ہماری تابعداری کرے لیکن وہ زندہ رہے گی تو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ... کرالی جائے گی۔"

ایک افسر نے کہا "ہم اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ بظاہر شی تارا اور پارس کے خلاف کوئی محاذ آرائی نہ کریں اور انہیں ان کی ماں وغیرہ کے ساتھ جانے دیں لیکن ان کے قتل کا ... کسی دوسری تنظیم سے کرلیں اور اس دوسری تنظیم کو بھی معلوم نہ ہو کہ یہ امریکی چال ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "بے شک اسی قسم کی چالیں چلی جائیں گی۔ میں ابھی تنہائی میں کچھ اور چالیں سوچوں گا۔"

وہ سب صوفوں سے اٹھ گئے پھر اس سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔ ہرارے نے ان کے جانے کے بعد سوچا۔ اس سوال کا جواب رہ گیا کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا کون تھا؟ بہرحال روحانی ٹیلی پیتھی کے مسئلے کا حل تلاش کر کے اس فرضی ہادی منیر کو کسی طرح ڈھونڈ نکالوں گا۔

داؤد منڈولا قاہرہ سے فرار ہو کر اسکندریہ پہنچ گیا تھا۔ وہ مصر کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں بھی جا سکتا تھا لیکن اسے ہمیشہ سے قاہرہ شہر پسند تھا وہ دوسرے ملکوں اور شہروں میں عارضی قیام کر سکتا تھا لیکن زندگی قاہرہ میں گزارنا چاہتا تھا۔ اسی لیے دریائے نیل کے ساحل پر اس نے ایک عالیشان بنگلا خرید لیا تھا۔

وہ لاکھوں ڈالر کا بنگلا ملک شام کے ارب پتی سوداگر ہادی منیر کے شناختی کاغذات کے ذریعے خریدا گیا تھا اور اب وہ ہادی منیر نہیں رہا تھا۔ ثانی اور علی نے اسے اس نام کا اور شخصیت کا لبادہ اتارنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس طرح اب وہ اس خوب صورت سے عالیشان بنگلے کا مالک نہیں رہا تھا۔ کوئی دوسرا بھیس بدل کر بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ کتوں سے ڈر لگ رہا تھا۔ اسے نئے بھیس میں انسان نہ پہچانتے مگر صرف ایک شرٹ کو سونگھ کر پورے شہر کے کتے اس کے پیچھے پڑ جاتے۔

اسے قاہرہ سے اور نیل کے ساحل والی کوٹھی سے گہرا لگاؤ تھا اسی لیے وہ سوچ رہا تھا اگر کسی طرح ثانی اور علی کو اس شہر سے جانے پر مجبور کر دیا جائے تو پھر کتوں کا خوف نہیں رہے گا۔ وہ پھر سے ہادی منیر بن کر اپنے بنگلے پر رہ سکے گا۔

اسے یاد آیا کہ مائیک ہرارے کو بھی ہادی منیر کا نام معلوم ہو چکا ہے۔ ثانی اور علی سے پیچھا چھڑانے کے باوجود وہ اپنے بنگلے کا مالک بن کر وہاں نہیں رہ سکے گا۔

اس نے فی الحال قاہرہ والے معاملات کو نظرانداز کر دیا۔ اسے اپنی خفیہ یہودی تنظیم کے حالات معلوم کرنے تھے۔ وہاں اس کے ڈمی منڈولا اور اس کے ماتحت ٹالبوٹ پر بھروسا کر لیا گیا تھا اب وہ دونوں یہودی تنظیم کے قابل اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والے تسلیم کر لیے گئے تھے۔ منڈولا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ایکسرے مین مارٹن کے دماغ میں خاموشی سے پہنچ گیا۔

خفیہ یہودی تنظیم کے تمام افراد اپنے خفیہ اور پراسرار باس ایکسرے مین مارٹن کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔ الپا اور ٹیری آدم کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ سب ایکسرے مین مارٹن کے معمول اور تابعدار ہیں۔ صرف ان کا بگ برادر برین آدم تنظیم کے خفیہ باس کو جانتا تھا۔

اور اب برین آدم اور خفیہ باس ایکسرے مین مارٹن بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ داؤد منڈولا کے معمول اور تابعدار بن چکے ہیں اور اپنی تنظیم میں جس داؤد منڈولا پر بھروسا کر رہے ہیں وہ شخص ان کے خفیہ اور پراسرار باس کی ایک ڈمی ہے۔

منڈولا کو ایکسرے مین مارٹن کی سوچ نے بتایا کہ تل ابیب کے ایک پریس کلب میں ایک بہت بڑی پریس کانفرنس ہونے والی ہے۔ پچھلے دنوں ایک مسجد میں عبادت کے دوران تمام نمازیوں پر گولیاں برسائی گئی تھیں۔ یہ گولیاں ایک کٹر یہودی بارخ بنجامن کے حکم سے اس کے کرائے کے دہشت گردوں نے برسائی تھیں لیکن اس کے نتیجے میں اسرائیلی حکومت بدنام ہو رہی تھی۔

وہ کٹر متعصب یہودی بارخ بنجامن خود کو پیغمبر کہتا تھا۔ اگرچہ پاگل نہیں تھا، ایک بہت کامیاب معالج تھا۔ مگر دماغ میں یہ خبط سما گیا تھا کہ اسے غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اور پیغمبروں کی طرح آسمان سے اس کے دل میں باتیں اترتی رہتی ہیں۔

پچھلے دنوں اس کے دماغ میں یہ بات آنے لگی کہ فلاں دن فلاں وقت مسلمانوں کی خطرناک تنظیم حماس کے مجاہدین فلاں مسجد میں نماز پڑھیں گے۔ ان کے لباسوں میں ہتھیار چھپے ہوں گے۔ وہ نماز پڑھنے کے بعد وہاں کے اہم یہودی اکابرین کو گولیوں کا نشانہ بنائیں گے۔

بارخ بنجامن نے اپنے یہودی اکابرین کو بچانے کے لیے کرائے کے دہشت گردوں سے کام لیا اور اس مسجد کے تمام نمازیوں کو عبادت کے دوران گولیوں سے چھلنی کرا دیا۔ اسرائیل کے حکام اور فوجی افسران نے بارخ بنجامن کا محاسبہ کیا لیکن اسے سزا نہیں دی کیونکہ اس نے ایک سچے یہودی کی حیثیت سے اپنے اکابرین کی حفاظت کے لیے مسلمانوں پر گولیاں چلائی تھیں۔ اس کے برعکس یہ ثبوت مل رہے تھے کہ مسجد میں حماس گروہ کا کوئی ہتھیار بردار مسلمان نہیں تھا۔ سب ہی شریف اور پرامن مسلمان تھے۔

لیکن اب حکام اپنے ایک نام نہاد پیغمبر ایک پاگل کٹر یہودی کو بے شمار نمازیوں کے قتل کے الزام سے بچانا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے دنیا کے بڑے بڑے اخبارات کے صحافیوں کو بلایا تھا تاکہ اپنی صفائی میں یہ ثابت کر سکیں کہ مسجد میں گولیاں چلنے کے دوران جتنے نمازی تھے، ان کا تعلق حماس سے تھا اور انہوں نے اپنے لباس میں ہتھیار چھپائے ہوئے تھے۔

یہودی خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز مختلف سرکاری اور سیاسی معاملات میں مصروف تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم، الپا، منڈولا آدم اور ٹالبوٹ آدم بھی کئی معاملات میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے فرائض ادا کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے مسجد میں شہید ہونے کے سلسلے میں جو پریس کانفرنس ہو رہی تھی وہ ان آدم برادرز کے لیے اہم نہیں تھی۔ وہ تو یہی چاہتے تھے کہ کسی نہ

کسی بہانے اسرائیل میں مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی رہے۔ دنیا کے بڑے اخبارات کو جھوٹے بیانات سے مطمئن کرنے کا فرض اسرائیلی انفارمیشن سروس ادا کرتی تھی اس لیے داؤد منڈولا کی نادیدہ گرفت میں رہنے والی یہودی خفیہ تنظیم اسے معمولی سی بات سمجھتی تھی' اپنی اہم مصروفیات کو چھوڑ کر اس پریس کانفرنس میں آنا ضروری نہیں سمجھتی تھی۔

پھر یہ کہ داؤد منڈولا نے ایک مخبر بن کر برین آدم کو یہ اطلاع دی تھی کہ ثانی اور علی تیمور قاہرہ میں کسی اہم مشن پر آئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ معلوم کیا جائے کہ وہ قاہرہ میں کہاں رہتے ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

ادھر اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو یہ یقین تھا کہ وہ پریس کانفرنس میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو حماس کے دہشت گرد ثابت کر دیں گے۔ ایسا کرنے کے لیے ایک دن پہلے ہی الپا' ٹیری آدم' منڈولا آدم اور ٹالبوٹ آدم نے آٹھ مسلمانوں پر تنویمی عمل کر کے ان کے دماغوں میں یہ نقش کر دیا تھا کہ ان سب کا تعلق حماس سے ہے۔ حماس کے وہ مجاہدین یاسر عرفات کی فلسطینی آزادی تنظیم کے سخت خلاف ہیں کیونکہ یاسر عرفات غزہ کی پٹی میں مسلمانوں کی ایک ریاست قائم کرنے کے لیے اسرائیلی حکام سے سودا کرنے والے ہیں۔

یہ سودا حماس کے مجاہدین کو منظور نہیں تھا۔ وہ پورے فلسطین کی آزادی چاہتے تھے۔ اس لیے جب حماس کے ان (تنویمی عمل زدہ) آٹھ مجاہدین کو اطلاع ملی کہ یاسر عرفات کے مجاہدین اس مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے ان دشمن مجاہدین کو نماز کے دوران ہلاک کر دیا۔

ایسا بیان دینے کے لیے تنویمی عمل کے ذریعے ان آٹھ مسلمانوں کو حماس کے مجاہدین بنا دیا گیا تھا اور فوج یہ بیان دینے والی تھی کہ انہوں نے جان پر کھیل کر حماس کے ان آٹھ قاتل مجرموں کو گرفتار کیا ہے۔ وہ آٹھوں اس بڑی پریس کانفرنس میں اپنے جرم کا اقرار کرنے والے تھے۔

اس طرح اسرائیلی حکومت کے سر سے یہ الزام ہٹ جاتا کہ انہوں نے مسلمانوں کو عبادت کے دوران شہید کیا ہے۔ مسلمان نمازیوں کے خلاف ایسے بھیانک جرم کے مرتکب بارخ بنجامن کو ایک جگہ نظر بند کر دیا گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ خبطی قاتل' مذہب کے جنون میں مسلمانوں کے خلاف سچ بات کہہ دے۔

پریس کانفرنس میں ٹی وی کیمرے وہاں کی ویڈیو فلم تیار کر رہے تھے۔ ایک اسٹیج پر منسٹر آف انفارمیشن دو اعلیٰ فوجی افسران اور اپنے مشیروں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کانفرنس کے آغاز میں تمام صحافیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ حضرات ملکی اور غیر ملکی اخبارات کے صحافی ہیں۔ آپ اپنے فرائض کے مطابق جو سچ دیکھتے ہیں اور عالمی سیاست میں جو سچ یا جھوٹ پاتے ہیں اسے بڑی بے باکی سے لکھ کر شائع کر دیتے ہیں۔ میں بھی وزیر اطلاعات ہوں۔ میرا بھی فرض ہے کہ میرے ملک اسرائیل میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں ان واقعات کے کسی بھی پہلو کو آپ سے نہ چھپاؤں۔ جو سچ ہے اسے پوری دیانتداری سے دنیا والوں کے سامنے پیش کر دوں۔ آپ حضرات نے ہمارے ملک کے ایک بہت ہی قابل ڈاکٹر بارخ بنجامن کا نام سنا ہوگا۔ وہ ایسا مسیحا ہے کہ ناقابل علاج مریضوں کو بھی صحت یاب کر دیتا ہے۔ لیکن وہ مذہبی معاملے میں ایک ذرا ایب نارمل ہے اور خود کو پیغمبر کہتا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ آسمان سے اسکے دل میں سچی اطلاعات پہنچتی رہتی ہیں۔"

منسٹر آف انفارمیشن کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک مشیر نے سرگوشی میں کہا "سر! یہ کانفرنس کے ایجنڈے میں نہیں ہے۔ آپ کو بارخ بنجامن کا ذکر یہاں نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ مشیر کے مشورے کو نظرانداز کرتے ہوئے بولا "خود کو پیغمبر کہنے والا وہ خبطی بارخ کہتا ہے کہ اسے آسمان سے آگہی ملی تھی کہ ایک مسجد میں حماس کے باغی فائٹر نماز پڑھنے آئیں گے۔ یہ آگہی ملتے ہی اس نے اپنے دہشت گردوں کے ذریعے مسجد میں نماز پڑھنے والے مسلمانوں پر گولیاں برسائیں اور ان بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

منسٹر کے پاس بیٹھے ہوئے فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے فوراً ہی مائیک کا سوئچ آف کر دیا تاکہ اس کی آواز کانفرنس ہال میں صحافیوں تک نہ پہنچے پھر اس نے منسٹر سے دھیمی آواز میں پوچھا "یہ آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ آپ مسلمانوں کو مظلوم اور یہودیوں کو ظالم کہہ رہے ہیں۔ بارخ نے جو کیا' وہ یہودی جذبے سے کیا۔ ہم نے اسے اس کانفرنس سے دور رکھا ہے اور آپ اسے اور اس کے دہشت گرد یہودیوں کو قاتل کہہ رہے ہیں۔"

فوجی افسر نے اسے ایسی باتیں کہنے سے روکنے کے لیے مائیک کو بند کیا تھا پھر اچانک ہی مائیک آن کر کے بولا "ہمارے منسٹر صاحب جو کہہ رہے ہیں' وہ سو فیصد درست ہے۔ میں ان کی تائید کرتا ہوں۔ ہم نے اس خبطی بارخ بنجامن کو نظربند کر رکھا ہے اور آٹھ مسلمانوں پر تنویمی عمل کرایا ہے۔ اس عمل کے ذریعے ان کے دماغوں میں یہ نقش کرایا ہے کہ وہ حماس تنظیم کے دہشت گرد ہیں اور انہوں نے ہی مسجد کے نمازیوں کو یاسر عرفات کی تنظیم کے مجاہدین سمجھ کر ہلاک کیا تھا۔"

دوسری طرف بیٹھے ہوئے فوجی افسر نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر پھر مائیک کو بند کرتے ہوئے منسٹر سے اور اپنے ساتھی افسر سے پوچھا "یہ آپ دونوں کو کیا ہوگیا ہے؟ آپ دونوں ہمارے منصوبوں کے خلاف اور ہمارے ملک کے خلاف بول رہے ہیں۔"

پھر اس دوسرے افسر نے بھی مائیک کو آن کر کے کہا "میں منسٹر صاحب کی اور میجر صاحب کی تائید کرتا ہوں۔ مسجد میں بے گناہ اور پُرامن شہری زندگی گزارنے والے مسلمان نماز پڑھ رہے تھے۔ جس خبطی بارخ بنجامن کے دہشت گردوں نے ان بے گناہ عبادت گزاروں پر گولیاں چلائیں ان یہودی قاتلوں کو بچانے کے لیے مزید آٹھ مسلمانوں پر ظلم کیا جانے والا ہے۔ اسرائیلی حکومت کا منصوبہ یہ ہے کہ ان آٹھ تنویم زدہ بے گناہوں کو آپ کے سامنے پیش کریں۔ وہ بے چارے تنویمی عمل کے زیر اثر ان شہید نمازیوں کو قتل کرنے کا الزام اپنے سر لیں گے پھر اقبال جرم کے بعد ان آٹھ بے گناہ مسلمانوں کو بھی سزائے موت دے دی جائے گی۔"

پریس کانفرنس کی فضا ہی بدل گئی تھی۔ وہاں بیرونی ممالک سے آنے والے صحافیوں کو پہلے ہی یہ بتایا گیا تھا کہ مسجد میں شہید ہونے والے نمازی تھے' حماس کے ان آٹھ قاتلوں کو گرفتار کیا گیا ہے اور ان تمام قاتلوں کو پریس کانفرنس میں ٹی وی کیمرے کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ لیکن اب تو منسٹر اور فوجی افسران بیان بدل رہے تھے۔ مسلمانوں کو بے گناہ اور اپنے ہی یہودیوں کو قاتل کہہ رہے تھے اور اعتراف کر رہے تھے کہ جو آٹھ قاتل پیش کیے جانے والے ہیں وہ بالکل بے گناہ ہیں۔

اتنی دیر میں وزارت داخلہ میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ جتنے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران ٹی وی کے سامنے بیٹھے پریس کانفرنس کا حال اسکرین پر دیکھ رہے تھے وہ اپنے اپنے ٹیلی فون کے ذریعے غصہ دکھا رہے تھے۔ گرج گرج کر کہہ رہے تھے کہ یہ پریس کانفرنس بند کر دو یا کسی طرح بگڑی ہوئی باتیں بناؤ۔

پریس کانفرنس بند کی جاتی تو اسرائیلی حکومت کی بڑی بدنامی ہوتی کیونکہ بیرونی ممالک کے بڑے بڑے اخبارات کے صحافی وہاں موجود تھے۔ لہٰذا اب ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی ہی بگڑی ہوئی بات بنا سکتے تھے۔

برین آدم کو اس معاملے کے متعلق بتایا گیا۔ اس نے فوراً ہی الپا اور ٹیری آدم سے کہا "پریس کانفرنس میں گڑبڑ ہو گئی ہے۔ فوراً وہاں کے حالات سنبھالو۔ وہاں منسٹر آف انفارمیشن اور دو فوجی افسران یہودی ہو کر مسلمانوں کی حمایت میں اور یہودیوں کی مخالفت میں بول رہے ہیں۔"

الپا اور ٹیری آدم نے حاضر دماغی سے کام لیا۔ منسٹر اور فوجی افسروں کے اندر پہنچ کر کسی کو بے تحاشا کھانسنے اور کسی کو پیٹ کے درد سے دوہرا ہونے پر مجبور کیا۔ ایک فوجی افسر کے اندر رہ کر مائیک کے ذریعے صحافیوں سے کہا "حضرات! ہم معذرت چاہتے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ منسٹر صاحب اور دو افسران صاحب کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے اس پریس کانفرنس کو ایک گھنٹے کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔ ہال کے دوسرے حصے میں ریفریشمنٹ کا انتظام ہے آپ چائے وغیرہ سے شغل کریں۔ ایک گھنٹے بعد ہم پھر یہاں جمع ہوں گے۔"

ایک گھنٹے کا وقفہ ہوگیا۔ الپا' ٹیری آدم' منڈولا اور ٹالبوٹ آدم ان منسٹر اور افسران کی دماغوں میں آکر پوچھ رہے تھے کہ وہ اپنے ملک سے دشمنی کرنے کے لیے ایسے بیانات کیوں دے رہے تھے۔

منسٹر نے حیرانی اور پریشانی سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کس طرح اپنی مرضی کے خلاف بولتا جا رہا تھا۔"

دونوں فوجی افسران نے بھی کہا "ہم نے مائیک بند کیا تھا تاکہ منسٹر صاحب ہمارے منصوبے کے خلاف بیان نہ دیں لیکن ہم نے بھی بعد میں مائیک آن کر کے مسلمانوں کی حمایت میں بولنا شروع کر دیا تھا۔"

منسٹر اور فوجی افسران کی یہ باتیں ایکسرے مین مارٹن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودیوں کے اندر رہ کر سن رہا تھا اور داؤد منڈولا بھی ایکسرے مین مارٹن کے اندر موجود تھا۔ الپا کہہ رہی تھی "یہ بات صاف اور سیدھی سمجھ میں آنے والی ہے کہ ہمارے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ان افسران کے دماغوں کو بہکا رہے ہیں۔"

ٹیری آدم نے کہا "اس پریس کانفرنس میں مسلمانوں کی حمایت میں بولنے پر مجبور کیا جا رہا ہے لہٰذا ہمارے منسٹر صاحب اور فوجی افسران کے اندر مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

داؤد منڈولا نے اپنے ڈمی منڈولا آدم کے ذریعے کہا "ہمارے منسٹر صاحب کے اندر جو بھی ہے وہ ہم سے بات کرے' ہم سے معاملات طے کرے' بہتر ہے کہ ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں۔"

منسٹر کے دماغ میں سونیا ثانی کی آواز ابھری "ارے' یہ تو قاہرہ والے ہادی منیر کی آواز اور لہجہ ہے۔ میں ہوٹل نائیل ہلٹن میں سمجھ گئی تھی کہ تم یہودی بہروپیے ہو۔"

داؤد منڈولا ذرا بوکھلا سا گیا.... اس نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی کہ قاہرہ میں اس کے پیچھے پڑنے والی ثانی یہاں بھی منسٹر آف انفارمیشن کے اندر موجود ہوگی۔ داؤد منڈولا اب خاموش رہا۔ اس کے ڈمی منڈولا نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور مجھے کوئی ہادی منیر کیوں سمجھ رہی ہو؟"

ثانی نے کہا "تم اس وقت تل ابیب میں نہیں بلکہ قاہرہ میں ہو اور خیال خوانی کے ذریعے اس منسٹر کے اندر پہنچے ہوئے ہو۔"

الپا نے کہا "ثانی! میں تمہیں آواز سے پہچان رہی ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ ہمارے یہ داؤد منڈولا ہمارے درمیان ہیں۔ یہیں تل ابیب میں ہیں۔ قاہرہ میں کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تم دھوکا کھا رہی ہو۔"

ٹیری آدم نے کہا "ہم اپنے مسائل سے ہٹ گئے ہیں۔ مس ثانی! ہماری درخواست ہے کہ اس پریس کانفرنس میں گڑبڑ نہ کرو۔"

"میں تمہاری درخواست منظور کرتی ہوں۔ میری بھی درخواست منظور کرو۔ اس جنونی قاتل بارخ بنجامن کو کانفرنس میں

پیش کر کے سچ بولو کہ اس جنونی یہودی نے مسلمان نمازیوں کو عبادت کے دوران ہلاک کیا ہے لہٰذا اسے کانفرنس ہال سے باہر لے جا کر گولی ماری جائے گی۔"

"ہم ایسا کریں گے تو جھوٹے اور فریبی کہلوائیں گے۔ کیونکہ ہم کئی دنوں سے اخبارات کے ذریعے اس قتل و غارت گری کا الزام حماس کے مجاہدین پر عائد کرتے رہے ہیں۔"

"اگر تم لوگ غلط الزامات عائد کرتے رہے تو کیا ہم مسلمان خاموشی سے مزید آٹھ مسلمانوں کو سزائے موت دیئے جانے کا تماشا دیکھیں!"

ایکسرے مین نے ٹالبوٹ آدم کے ذریعے کہا "ایسی بات کرو' ایسا راستہ نکالو کہ اسرائیلی حکومت پر کوئی الزام نہ آئے اور تمہیں بھی ہم سے کوئی شکایت نہ رہے۔"

وہ بولی "یہی ایک راستہ ہے کہ بارخ بنجامن کو جنونی قاتل کی حیثیت سے غیر ملکی صحافیوں کے سامنے پیش کرو۔ اور یہ بات بتاؤ کہ وہ بارخ بنجامن کوئی پراسرار علم جانتا ہے اس نے تمہارے منسٹر اور دو فوجی افسروں کو اپنے بارے میں بولنے پر مجبور کیا۔ وہ سستی شہرت کا عادی ہے۔ جنونی قاتل ہے تم لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے لہٰذا شہید ہونے والے مسلمانوں کو تم لوگ بے گناہ تسلیم کرتے ہو اور بارخ بنجامن کو سزائے موت دے رہے ہو۔"

اسرائیلی حکام اور یہودی خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز اور ٹیلی پیتھی جاننے والے مجبور ہو گئے تھے۔ یہ جانتے تھے کہ ثانی کے پیچھے بھی بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے اگر ان سب کے درمیان خیال خوانی کے ذریعے مقابلہ ہوتا رہے گا تو غیر ملکی صحافیوں سے سچائی نہیں چھپا سکیں گے۔

ایکسرے مین مارٹن نے ٹالبوٹ آدم کے ذریعے کہا "ٹھیک ہے غیر ملکی صحافی کانفرنس ہال میں آ رہے ہیں ہم ابھی بات بدل دیں گے۔ شہید ہونے والے مسلمانوں کو بے گناہ تسلیم کر کے بارخ بنجامن کو موت کی سزا دیں گے۔"

وہ بولی "سزا تم نہیں دو گے۔ اس یہودی نے مسلمانوں کو قتل کیا۔ ہم اسے اسی مسجد کے سامنے لے جا کر عبرت ناک سزائے موت دیں گے۔"

"پلیز ثانی! اس معاملے کو اور تماشا نہ بناؤ۔ اسے جلد سے جلد ختم کرو۔"

"میں جو کہہ رہی ہوں وہی ہو گا۔ ورنہ پریس کانفرنس کے بعد غیر ملکی صحافی اِدھر اُدھر سے چلنے والی گولیوں سے زخمی ہوں گے تو تمام ممالک کے بڑے اخبارات تمہاری حکومت کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ تمہارے لیے جوابدہی مشکل ہو جائے گی۔"

ایکسرے مین مارٹن نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا "مس ثانی! تم زہریلے کانٹوں سے بھری ہوئی ایک جھاڑی ہو' ہم اس جھاڑی میں الجھنا نہیں چاہتے۔ تم جو کہو گی وہی ہو گا۔"

ثانی نے کہا "یہی دانشمندی ہے۔ تمہارے منسٹر کے اندر ا[...] تک میرے ڈیڈی (سلمان) بول رہے تھے۔ ان کے علاوہ اور [...] خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اب اپنے منسٹر سے کہو کہ تق[...] شروع کرے۔"

ہال میں تمام صحافی آ چکے تھے۔ منسٹر نے کہا "ایک گھنٹے [...] ہماری طبیعت خراب نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک پراسرار علم [...] ذریعے ہمیں پریشان کیا گیا تھا اور یہ پراسرار علم ڈاکٹر بارخ بنجا[من] جانتا ہے۔"

سلمان اس منسٹر کے دماغ میں تھا اور وہ سلمان کی مرضی [کے] مطابق کہہ رہا تھا کہ اس پراسرار علم جاننے والے بارخ پر قابو [پا لیا] گیا ہے۔ اس نے اقرار کیا ہے کہ اب تک ہم یہودیوں کو دھوکا [دے] رہا تھا۔ دراصل اس بارخ نے اپنے دہشت گردوں کے ذریعے مسجد میں اندھا دھند فائرنگ کرائی تھی۔ یہی باتیں ہم ایک گھنٹے پہ[لے] کہہ رہے تھے لیکن بارخ ہمیں اپنے سحر میں جکڑ رہا تھا اور سچ [...] سے روک رہا تھا۔"

اس تقریر کے دوران بارخ بنجامن کو ہتھکڑیاں پہنا کر ہال [...] ٹی وی کیمرے کے سامنے لایا گیا۔ منسٹر نے کہا "یہ وہی جنونی قا[تل] بارخ بنجامن ہے اس نے شریف اور پرامن نمازیوں پر گولیا[ں] چلائی تھیں۔ جلد ہی اس کے ساتھی دہشت گردوں کو گرفتار [کیا] جائے گا۔ لیکن ابھی اسے اس کانفرنس ہال سے باہر سزائے مو[ت] دی جائے گی۔"

منسٹر نے حکم دیا کہ تمام صحافی حضرات کے لیے گاڑیوں کا [...] انتظام کیا جائے وہ سب گاڑیوں میں بیٹھیں گے اور بارخ بنجا[من] جن راستوں پر بھاگتا جائے گا وہاں اس کے پیچھے صحافیوں [کی] گاڑیاں چلیں گی اور اس کے عبرت ناک سزا پانے کا تماشا [...] دیکھتے جائیں گے۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ تقریباً چالیس صحافی کانفرنس ہال سے [...] آ کر کھلی چھت کی گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ سلمان' ثانی' باربرا' [...] جے مورگن' جیری اور تھرہال وغیرہ نے مسلح سپاہیوں کے دماغ[وں] میں جگہ بنائی۔ وہ بھی مختلف گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ بارخ بنجامن [کی] ہتھکڑیاں کھول کر حکم دیا گیا کہ اسی مسجد کی طرف دوڑتے جاؤ جہا[ں] بے گناہ نمازیوں پر اس نے گولیاں چلوائی تھیں۔

بارخ بنجامن نے بیچ شاہراہ پر کھڑے ہو کر کہا "میں پیغ[مبر] ہوں۔ تم سب کیسے کمزور عقیدے کے یہودی ہو کہ مجھے سزا د[ے] رہے ہو۔ میں نے مسلمانوں کو قتل کر کے بہت بڑی نیکی کی ہے [تم] سب یقین کیوں نہیں کرتے کہ میں وہی کرتا ہوں' جس کا حکم مجھے آسمان سے نازل ہوتا ہے۔"

سلمان نے اس کے دماغ میں آ کر بھرائی ہوئی آواز میں [کہا] "اے بارخ بنجامن! تو سچا ہے۔ اس وقت بھی تیرے دماغ [میں] آسمان سے یہ حکم نازل ہو رہا ہے تجھے ابھی ہر حال میں دوڑ[تے] ہوئے اس مسجد کی طرف جانا ہے تاکہ تو وہاں اپنی پیغمبری کا معجزہ دکھا سکے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "میرے اندر پھر آسمان سے آگہی مل رہی ہے' میں ابھی دوڑتا ہوا جاؤں گا اور اس مسجد کے سامنے ایک معجزہ دکھا کر خود کو پیغمبر ثابت کروں گا۔ آؤ! تم سب میرے پیچھے آؤ......"

وہ پلٹ کر سڑک پر دوڑنے لگا۔ اس کے پیچھے گاڑیاں چلنے لگیں۔ تھوڑی دور جا کر ثانی نے ایک سپاہی کی رائفل سے نشانہ لیا اور بارخ کے بازو پر گولی ماری۔ وہ لڑکھڑایا پھر گرتے گرتے سنبھل کر دوڑنے لگا اور جنونی انداز میں ہنستے ہوئے کہنے لگا "کوئی گولی میرا راستہ نہیں روک سکے گی۔ آج میری پیغمبری کو دنیا تسلیم کرے گی پھر میں اپنے ملک اسرائیل سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دوں گا۔"

جوجو نے اس کے دوسرے بازو میں گولی ماری۔ وہ پھر لڑکھڑایا مگر ہرجائی دار تھا۔ معجزہ دکھانے کے جوش اور جنون میں دوڑتا گیا۔ سلمان اس کے اندر کہتا رہا "شاباش! تم آسمان سے اترنے والی باتیں سن رہے ہو۔ سچے یہودی ہو۔ دوڑتے رہو۔"

باربرا نے اس کے ایک شانے پر اور جے مورگن نے اس کے دوسرے شانے پر سپاہیوں کے ذریعے گولیاں چلائیں۔ وہ تکلیف سے کراہتا رہا۔ اپنے لہو میں نہاتا رہا۔ آخر اسی طرح دوڑتے دوڑتے اسی مسجد کے سامنے پہنچ گیا۔ چار گولیاں کھانے کے بعد اُس کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ دوڑتے رہنے کے باعث ہانپ رہا تھا۔ پھر بھی دونوں پیروں پر ڈگمگاتے ہوئے کھڑے رہنے کی کوشش کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "دیکھو یہ وہی مسجد ہے اس کے در و دیوار سفید ہیں' لیکن میں نے بے شمار نمازیوں کے خون سے اسے سرخ رنگ میں رنگ دیا تھا۔"

جیری نے ایک سپاہی کے ذریعے اس کی ایک ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر مسجد کی دیوار سے ٹک گیا۔ سلمان نے اس کے اندر کہا "ارے کمبخت! یہ کیا کر رہا ہے۔ تو یہودی ہو کر مسجد کے سہارے کھڑا ہو رہا ہے؟"

وہ جنونی شخص بے انتہا تکلیف کے باوجود ایک ٹانگ پر اچھلتا ہوا مسجد سے الگ ہو گیا۔ ایسے ہی وقت ایک اور گولی چلی۔ جس ٹانگ پر وہ اچھل رہا تھا۔ اسی میں وہ پیوست ہوئی تو اب تکلیف برداشت نہیں ہوئی۔ وہ چیخیں مارتا ہوا زمین پر گرا۔ پھر لڑکھڑاتا ہوا مسجد کی دیوار سے جا کر لگ گیا۔

سلمان نے کہا "ارے! تو کیسا یہودی ہے پھر مسجد سے لگ رہا ہے۔ چل اٹھ اور معجزہ دکھا۔"

اُس کا سر گھوم رہا تھا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "کون سا معجزہ دکھاؤں؟ معجزہ کیسے دکھایا جاتا ہے؟"

"جب دونوں پاؤں کھڑے رہنے کے قابل نہ رہیں اور وہ لنگڑا کھڑا ہو جائے تو اسے معجزہ کہیں گے۔"

وہ جنونی معجزہ دکھا کر پیغمبری ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ چھ گولیاں کھانے کے بعد آدھی جان بھی نہیں رہی تھی مگر جوش اور جنون کی ایک عجیب سی توانائی ہوتی ہے۔ وہ اس توانائی سے مسجد کی دیوار کا سہارا لے کر اٹھنے لگا۔ بڑی جانفشانی سے کھڑا ہو گیا۔

سلمان نے پوچھا "ارے او یہودی! تو کس کے سہارے کھڑا ہوا ہے۔ کیا معجزہ دکھائے گا یہودی کا اور سہارا لے گا مسجد کا؟"

بارخ بنجامن نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے مسجد کی دیوار کو دیکھا۔ اسی دیوار کے پیچھے نمازیوں پر گولیاں برسائی گئی تھیں۔ بارخ کو ڈوبتی ہوئی سماعت کے ذریعے تڑاتڑ گولیاں برسنے کی قیامت خیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ نمازیوں کی چیخیں گونج رہی تھیں۔ ان نمازیوں کے معصوم بچے اور عورتیں ماتم کر رہی تھیں۔ فریاد کر رہی تھیں "اے ارضِ فلسطین' ایک خدا اور آخری رسولؐ کے نام لیوا کب تک ظالموں کی درندگیاں برداشت کرتے رہیں گے؟"

یہ فریادیں عرش تک پہنچی تھیں۔ پھر فرش پر بارخ کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ تڑاتڑ فائرنگ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ گولیوں سے چھلنی ہو رہا تھا۔ زمین پر پڑا ہاتھ پاؤں جھٹک جھٹک کر دم توڑ رہا تھا۔ سنا ہے کہ ظالم کے جسم سے جان بھی بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ مگر نکلتی ہے۔ مرنا تو پڑتا ہے۔ بڑا عبرت ناک تماشا دکھا کر اس بناسپتی پیغمبر کا دم آخر نکل ہی گیا۔

وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دوست اور دشمن اُس اسرائیلی منسٹر آف انفارمیشن کے دماغ میں آ گئے۔ ایکسرے مین مارٹن نے اپنے آلۂ کار ٹالبوٹ آدم کے ذریعے کہا "مس ثانی! تم نے اپنے فیصلے کے مطابق اس جنونی قاتل کو سزا دے دی۔ اب تو ہم سے کوئی شکایت نہیں ہے؟"

ثانی نے کہا "اسے صرف جنونی قاتل نہ کہو۔ جنونی یہودی بھی کہو۔ تمہاری قوم میں نیم پاگل اور مغرور افراد کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں میرے پاپا (فرہاد) نے تم لوگوں کے اندر سے تکبر کا غبار نکالا تھا۔ آج تم نے دانشمندی سے کام لیا۔ بات نہیں بڑھائی اور معاملہ یہیں ختم کر دیا۔ اب میں جانے سے پہلے تمہارے ایک خیال خوانی کرنے والے داؤد منڈولا سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ کیا وہ موجود ہے؟"

اصل داؤد منڈولا نے اپنی ڈمی کے دماغ میں رہ کر کہا "ہاں میں موجود ہوں۔"

وہ بولی "میرے تمام خیال خوانی کرنے والے ساتھی اور بزرگ جا چکے ہیں۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اب سے چار گھنٹے پہلے تمہاری ہی آواز اور تمہارے ہی لہجے کا خیال خوانی کرنے والا قاہرہ میں موجود تھا اور وہ اپنی اصلیت مجھ سے چھپانے کے لیے مجھ سے جان چھڑا رہا تھا۔ وہ قاہرہ سے فرار ہو کر اسکندریہ گیا ہو گا یا مصر کے باہر کسی دوسرے ملک میں جا سکتا ہے۔ لیکن اسرائیل کے

کسی شہر میں نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ان چار گھنٹوں میں قاہرہ سے کوئی طیارہ اسرائیل کی طرف نہیں گیا ہے۔"

منڈولا سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کی اصلیت تک پہنچنے کے لیے اسے گھیر رہی ہے۔ اس نے انجان بن کر پوچھا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ اگر کوئی بہروپیا میرے لب ولہجے کو اپنا رہا ہے تو اس کا ذکر مجھ سے کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ وہ بہروپیے تم ہو۔ تمہارا نام ہادی منیر نہیں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مائیک ہرارے تم پر داؤد منڈولا ہونے کا شبہ کر رہا تھا۔ وہ شبہ کر رہا تھا اور میں یقین سے کہہ رہی ہوں کہ ابھی تل ابیب میں جو داؤد منڈولا ہے' وہ تمہاری ڈمی ہے اور اصل تم ہو۔ اسرائیل سے دور بیٹھ کر ڈگڈگی بجا رہے ہو اور اپنا بندر ان یہودی خیال خوانی کرنے والوں کے درمیان نچا رہے ہو۔"

منڈولا نے کہا "تم کیا سمجھتی ہو؟ کیا ایسی بے تکی باتیں کر کے تم میری یہودی قوم کو مجھ سے بدظن کر سکو گی؟"

"اگر صرف میں ایسا کہوں تو یہ سوچا جا سکتا ہے کہ دشمنی سے کہہ رہی ہوں۔ میں ابھی تمام یہودی خیال خوانی کرنے والوں سے کہہ رہی ہوں کہ میرے الزام کی تصدیق کریں۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو اس منڈولا کی آواز اور لہجہ سنائیں۔ وہ بھی یہی کہے گا جو میں کہہ رہی ہوں۔"

داؤد منڈولا نے کہا "سپر ماسٹر اور اس کے تمام خیال خوانی کرنے والے تو ہر حال میں میرے خلاف بولیں گے۔ کیونکہ میں اسرائیل اور اپنی یہودی قوم کے لیے انہیں دھوکا دے کر یہاں آیا ہوں۔"

ایکسرے مین مارٹن نے اپنے آلہ کار کے ذریعے کہا "ہم یہودیوں کے درمیان جو داؤد منڈولا ہے وہ اصلی ہے! اگر اسی لب و لہجے کا کوئی شخص تم سے ٹکرایا ہے تو تم اسے تلاش کرتی رہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہی ہوں مگر اصلی داؤد منڈولا کی شامت آگئی ہے۔ اوکے سو فار۔"

ثانی منسٹر کے دماغ سے چلی گئی۔ داؤد منڈولا نے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھتے ہی قسم کھائی تھی کہ فرہاد کی فیملی کے کسی فرد سے نہیں ٹکرائے گا۔ مگر شامت آجائے تو خود بخود ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ قاہرہ میں ارب پتی سوداگر ہادی منیر بن کر رہے گا تو وہاں ثانی اور علی ٹکرانے آجائیں گے۔ وہ اپنے فیصلے کے مطابق ان سے کترانے کے لیے اسکندریہ آگیا تھا لیکن ان سے دور بھاگنے کے باوجود بارخ بنجامن کے معاملے میں پھر ایک بار خیال خوانی کے ذریعے ثانی سے ٹکراؤ ہو گیا۔ وہ اسے لب و لہجے کے ذریعے پہچان گئی تھی۔ یقین سے کہہ رہی تھی کہ اصل داؤد منڈولا مصر میں ہے اور ایک ڈمی منڈولا تل ابیب میں یہودیوں کے درمیان ہے۔

اس نے فی الحال اپنی خفیہ تنظیم کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی موجودگی میں بات بنالی تھی۔ ثانی کے الزام کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور اب یہودی تنظیم کے ایک ایک خیال خوانی کرنے والے کے اندر جا کر معلوم کر رہا تھا کہ کوئی اس کے منڈولا پر شبہ کر رہا ہے؟ اگر کر رہا ہوتا تو وہ اس کی سوچ کا رخ بدل دیتا۔ اسے اپنی حمایت میں سوچنے اور بھروسا کرنے پر مجبور کر دیتا۔ کیونکہ خفیہ یہودی تنظیم کے تمام آرمی برادرز اور تمام خیال خوانی کرنے والوں کے دماغ اس کے زیر اثر تھے اور اس کی مرضی کے مطابق سوچتے اور عمل کرتے تھے۔

وہ یہودی تنظیم کا گمنام اور پراسرار بادشاہ بنا ہوا تھا۔ کوئی اس پر کبھی شبہ نہیں کر سکتا تھا لیکن ثانی کے اس چیلنج نے اس کے جسم کا آدھا خون خشک کر دیا تھا کہ اصل داؤد منڈولا کی شامت آگئی ہے۔

وہ سوچ رہا تھا' فرہاد کی فیملی میں کمال کے لوگ ہیں۔ کسی ایک بات کو اس کے کئی پہلوؤں سے سوچتے اور سمجھتے ہیں۔ ثانی نے اس کے قاہرہ سے فرار ہونے کے سلسلے میں بالکل صحیح حساب لگایا تھا۔ ان چار گھنٹوں میں کوئی طیارہ اسرائیل نہیں آیا تھا۔ اس لیے منڈولا جسمانی طور پر تل ابیب میں اپنے یہودیوں کے درمیان نہیں ہے۔

اس طرح وہ حساب لگا سکتی تھی کہ منڈولا اسکندریہ میں ہے۔ مصر سے نکل کر کسی دوسرے ملک کے کسی شہر میں پہنچ گیا ہے۔ اپنے حساب کتاب کے مطابق اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کسی دوسرے بلڈ ہاؤنڈ کو لے کر اسکندریہ آسکتی تھی۔ ایسے میں کتا اسے لہولہان کر دیتا اور یوں اصلی داؤد منڈولا ظاہر ہو جاتا۔

وہ ریسیور اٹھا کر مختلف ائر لائنز کے نمبر ڈائل کر کے معلوم کرنے لگا کہ کسی بھی دوسرے ملک جانے والی پہلی فلائٹ میں اسے جگہ مل سکتی ہے یا نہیں؟ جگہ تو مل گئی نہ ملتی تب بھی خیال خوانی کے ذریعے ایک سیٹ حاصل کر لیتا۔

اسی اسکندریہ میں شی تارا پچھلے دو دنوں سے پارس کا انتظار کر رہی تھی۔ پارس کو اس کی ماما (آمنہ فرہاد) نے ہدایات دی تھیں کہ شی تارا بری طرح دشمنوں میں گھری ہوئی ہے اسے دہلی شہر سے باہر نکال کر کسی محفوظ مقام تک جانے کا موقع دو۔ پھر پاکستان کے شمالی علاقے خنجراب جاؤ وہاں عادل اور اناٹا عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات کے ساتھ اس کے منتظر رہیں گے۔

پارس نے ماں کی ہدایات کے مطابق شی تارا کو دہلی سے نکال کر آگرہ پہنچایا تھا اور اس سے وہ ملک چھوڑ دینے کو کہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ بھارت سے باہر جانے کی ضد کر رہی تھی۔ پارس نے اسے ٹالنے کے لیے کہہ دیا تھا کہ وہ اسکندریہ جائے۔ وہ وہیں اس سے ملے گا لیکن ماں نے اسے جس منزل کا راستہ بتایا تھا' اسی راستے پر جانا تھا۔

اس نے شی تارا کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ رابطہ ہوتے ہی شی تارا نے پوچھا "تم کہاں ہو؟ میں کل سے تمہارے فون کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں کچھ عرصے کے لیے دوسرے معاملے میں مصروف ہو گیا ہوں۔ تمہارے پاس اسکندریہ نہیں آسکوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مجھ سے بڑھ کر کوئی اور معاملہ ہو سکتا ہے؟"

"ہاں' ماں کے حکم کے آگے گردن جھک جاتی ہے۔"

"یعنی وہ روایتی ساس ہیں۔ ہونے والی بہو سے ملنے کی اجازت نہیں دے رہی ہیں۔"

"تم انہیں روایتی ساس کہہ رہی ہو۔ میں نے اُن کی ہی ہدایات کے مطابق پہلے تمہیں مائیک ہرارے کے جال میں الجھنے سے بچایا۔ تمہیں گرفتار کرنے کے لیے پورے دہلی شہر کی ناکہ بندی کی گئی تو اس شہر سے بھی بحفاظت نکال کر جھوٹا وعدہ کیا کہ اسکندریہ جاؤ گی تو وہاں تم سے ملنے آؤں گا جبکہ میرے سامنے پہلے ہی دوسری مصروفیات ہیں۔"

"پارس! میں تمہاری ماما کا شکریہ ادا کرتی ہوں لیکن تم میرا دل توڑ رہے ہو۔ مجھے مایوس کر رہے ہو۔ میں نے تمہارے بھروسے پر مائیک ہرارے کو چیلنج کیا تھا کہ اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے میں اس کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے پارس کے ساتھ واشنگٹن آؤں گی۔ اور بھارتی فوج کے افسران سے کہا تھا کہ وہ میری دائی ماں کو اور پوجا کو بڑی عزت اور احترام سے واشنگٹن بھیج دیں وہ دونوں وہاں پہنچ گئے ہیں' میں تمہارے بغیر کیسے جاؤں؟"

"تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اب سے پہلے میرے بغیر ہی میدان مارتی آئی ہو۔ اپنی پہلے والی خود اعتمادی کو بحال رکھو۔ مجھ پر یا کسی اور پر بھروسہ نہ کرو۔"

"میں مائیک ہرارے سے تنہا نمٹ سکتی ہوں لیکن تم ساتھ رہو گے تو وہاں سب پر تمہارے نام کی دہشت طاری رہے گی۔"

وہ بولا "آدمی کے ہاتھ میں ایک گن ہو تو سامنے والا خوف سے لرزنے لگتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس گن میں کارتوس ہیں یا نہیں؟ خالی گن سے بھی دشمنوں پر دہشت طاری کی جاتی ہے۔"

"تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں خالی ہتھیار لے کر واشنگٹن جاؤں؟"

"ہاں۔ میرا مشورہ ہے کہ میرے قد اور جسامت والے کسی نوجوان کو تلاش کرو۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے ذہن میں یہ نقش کر دو کہ وہ پارس ہے۔ پھر اس ڈمی پارس کو لے کر امریکا ایسے جاؤ جیسے بھری ہوئی بندوق لے کر جا رہی ہو۔"

"میں تنویمی عمل کے ذریعے کسی کو لاکھ پارس بناؤں مگر اس میں تمہاری تیزی طراری اور چالاکیاں نہیں آئیں گی وہ اوپر سے پارس رہے گا اور اندر سے بالکل کھوکھلا ہو گا۔"

"یہی تو سمجھا رہا ہوں تمہارے پاس پارس نام کی گن ہو گی۔ دشمنوں کو یہ معلوم نہیں ہو گا کہ وہ گن کارتوس سے خالی ہے جیسے آج تک تنہا حالات سے لڑتی آئی ہو۔ اسی حوصلے سے لڑتی رہو۔ صرف کارتوس سے خالی ایک پارس کو اپنے ساتھ رکھو۔"

"میں جانتی ہوں۔ میرے ساتھ ایک ڈمی پارس کو دیکھ کر سپر ماسٹر وغیرہ مرعوب ہوں گے۔ لیکن میں اسے یہ اجازت تو نہیں دوں گی کہ وہ مجھے ہاتھ لگائے۔ میں تمہارے سینے پر سر رکھنے اور تمہارے گلے لگنے کے لیے ترستی رہوں گی۔"

"تم ملن کی گھڑیوں میں کب گلے لگتی رہیں۔ بھارتی فوج کو میرے پیچھے دوڑاتی رہیں۔"

"پلیز' پارس! مجھے طعنے نہ دو۔ میں نے تم پر بھروسا نہ کر کے بڑی بڑی غلطیاں کی ہیں۔ مجھے اپنے ساتھ رہنے کا ایک موقع دو۔ میں ایک وفادار بیوی کی طرح تمام عمر تمہارے قدموں میں گزار دوں گی۔"

"بیوی کے رشتے کی بات نہ کرو۔ پھر ہمارا مذہب اور دھرم آڑے آئے گا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی کے مطابق سات برسوں کے بعد مجھے وہ اصلی شی تارا ملے گی' جس کا اصل روپ سامنے آئے گا۔ میں نے تمہارے ساتھ وقت گزارا ہے مگر اس شی تارا کو نہیں پایا ہے' جو سات برس بعد ملنے والی ہے۔ ویسے ایک برس گزرنے والا ہے' تم چھ برس تک انتظار کر دیا تبریزی صاحب کی پیش گوئی کو غلط ثابت کر کے اپنے اصل روپ میں مجھ سے ملو۔ کیا ملنا چاہو گی؟"

"میں ایسے ہی وقت الجھ جاتی ہوں کہ میرا اصل روپ کیا ہے؟ کیا ہو گا؟ ہندو برہمن رہوں گی یا مسلمان؟"

"بس الجھتی رہو۔ ایک برس گزر گیا' سمجھو باقی چھ برس بھی گزر ہی جائیں۔ اب میں فون بند کرنے سے پہلے پھر یہی مشورہ دوں گا کہ ایک ڈمی پارس بنالو۔ تمہارے ہاتھ میں ایک گن ضروری ہے خواہ وہ خالی ہی ہو۔ خدا حافظ۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ پریشانی سے سوچنے لگی۔ کیا تنہا امریکا جائے؟ ویسے جانا لازمی تھا۔ وہاں پوجا اور دائی ماں تھیں۔ پھر پاپا شا کو بھی امریکی خیال خوانی کرنے والوں سے نجات دلا کر پہلے کی طرح اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ یہ تمام مراحل پارس کے ساتھ آسانی سے ہنستے بولتے طے ہو جاتے۔ اب وہ ساتھ نہیں رہے گا تو کیا ہو گا؟ کیا پہلے بھی کوئی ساتھ تھا؟

ہاں بھائی سرنا تھا۔ پے پے سرنا جتنا طاقتور اور زبردست تھا۔ اتنا ہی ناکارہ ہو چکا تھا۔ وہ اپنے بھائی سرنا کے بل پر بہت کچھ کر گزرتی تھی۔ جب وہ نہیں رہا تو کئی برس سے تنہا حالات کا مقابلہ کر رہی تھی اور یہ بڑی بات تھی کہ کوئی دشمن اس پر قابو نہیں پا سکا تھا۔

پچھلے حالات سمجھا رہے تھے کہ آمنہ فرہاد اپنی ہونے والی بہو

پر کبھی آنچ نہیں آنے دے گی اور پارس دور رہنے کے باوجود کسی برے وقت میں سانس کی طرح اس کے اندر اتر آئے گا۔

ایسی باتیں سوچ کر اُس کا حوصلہ بلند ہو رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ڈمی پارس تیار کرے گی۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھے گی۔ پھر اسے ایک خالی گن کی طرح ہاتھ میں لے کر واشنگٹن جائے گی اور وہ ڈمی ایک بھری ہوئی بندوق نظر آتا رہے گا۔

وہ شہر کے ہوٹلوں' کلبوں اور بازاروں میں ایسے کسی جوان کو تاڑنے لگی' جو پارس کے قد اور جسامت کا ہو۔ چہرہ تو کوئی سا بھی چل سکتا تھا کیونکہ پارس اکثر مختلف بہروپ میں رہا کرتا تھا۔ اس شہر میں اس کے محبوب جیسے قد آور' صحت مند اور خوبرو جوان درجنوں نظر آئے۔ مگر اُن کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا وہ صرف اپنی اپنی مادری زبان جانتے ہیں۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ انہیں پارس کی طرح مختلف زبانیں سکھاتی۔ ان میں سے کئی عیاش رئیس زادے تھے' جو پارس کی طرح ایکشن میں نہیں رہ سکتے تھے۔ کئی ایسے تھے جو بات سے بات بنانا نہیں جانتے تھے۔ پارس کی کوئی خوبی کسی میں نہیں ملی۔

ایک دن ایک رات اسی تلاش میں سرگرداں رہنے کے بعد ایک شاپنگ سینٹر میں نہایت' خوبرو اور اسمارٹ نوجوان دکھائی دیا۔ ایسا صحت مند اور کسرتی بدن کا حامل تھا کہ ہاتھ پاؤں فولاد کی طرح سخت دکھائی دیتے تھے۔ ثی تارا نے طے کرلیا کہ اسی کو ٹریپ کرکے ڈمی پارس بنائے گی۔

اب سے پہلے وہ کئی جوانوں کے خیالات پڑھ چکی تھی۔ وہ ایسی حسین اور دلنشین تھی کہ جوان خود اس کی طرف مائل ہوتے تھے۔ اسے مخاطب کرتے تھے۔ پھر ایک دوسرے سے ہم کلام ہونے کے دوران وہ سامنے والے کے چور خیالات پڑھ لیا کرتی تھی۔

شاپنگ سینٹر میں جو خوبرو جوان نظر آیا اس نے سیاہ چشمہ پہن رکھا تھا۔ ثی تارا اس کے قریب پہنچ کر اپنے لیے کاسمیٹکس کا کچھ سامان خریدنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جوان اُس کی طرف مائل ہوگا۔ وہ اس کی طرف سے بظاہر بے نیاز رہی۔ انتظار کرتی رہی' پھر اس نے ایک فیس لوشن پسند کرنے کے بعد سر گھما کر دیکھا تو وہ دکان سے باہر جا رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی پسند کی ہوئی چیزوں کی قیمت کاؤنٹر پر ادا کی پھر تیزی سے چلتی ہوئی باہر آئی تو وہ ایک کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ رہا تھا۔

وہ بھی تیزی سے چلتی ہوئی اپنی رینٹڈ کار کے پاس آئی پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ وہ جوان جس کار میں جا رہا تھا وہ بھی ایک رینٹڈ کار تھی اور اس پر ہوٹل شیرٹن کا ایک اسٹیکر لگا ہوا تھا۔ اس کا تعاقب کرنے کے دوران یہ اطمینان تھا کہ وہ ٹریفک کی بھیڑ میں گم ہوگا تو وہ اسے ہوٹل شیرٹن میں ڈھونڈ لے گی۔

دونوں کاریں آگے پیچھے دوڑتی رہیں۔ ان کے درمیان کئی کاریں آتی جاتی رہیں اور مختلف موڑ پر مڑتی رہیں۔ پھر آگے وا[illegible] کار سست رفتار ہوگئی۔ رہ رہ کر جھٹکے کھا کر سڑک کے کنارے رک گئی ثی تارا نے بھی اس کے پیچھے ذرا فاصلے پر گاڑی روک لی۔ جوان کار کا بونٹ اٹھا کر انجن پر جھک گیا تھا۔

ثی تارا نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ اس جوان نے بونٹ گرا[illegible] تھا اور اب کچھ پریشان نظر آرہا تھا۔ وہ اپنی کار اسٹارٹ کر[illegible] آگے بڑھاتی ہوئی اس کے قریب آکر رک گئی۔ پھر کھڑکی سے جھانک کر بولی "مے آئی ہیلپ یو۔"

وہ جوان سر گھما کر اسے دیکھنے لگا جیسے اس کی بات سمجھنا چا[illegible] ہو۔ اس نے پھر انگریزی میں پوچھا "کیا میں کسی کام آسکتی ہوں؟" جواباً اس جوان کے ہونٹ کھلے۔ پھر وہ کچھ بولنے لگا۔ وہ کوئی ا[illegible] اجنبی زبان بول رہا تھا جسے پہلے کبھی ثی تارا نے نہیں سنا تھا۔ ا[illegible] لیے اس نے فرانسیسی زبان میں پوچھا۔ پھر عربی زبان میں دریافت کیا۔ مگر وہ کوئی زبان نہیں سمجھ رہا تھا۔ صرف اپنی ہی بولی بول [illegible] تھا۔

ثی تارا نے کار سے اتر کر ہوٹل کے اسٹیکر کو چھو کر پوچھا" تم ہوٹل شیرٹن جاؤ گے؟"

اس نے جلدی جلدی ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ وہ اشار[illegible] سے بولی "میری کار میں بیٹھو' میں وہاں پہنچا دوں گی۔"

وہ اپنی بگڑی ہوئی کار کو لاک کرکے اس کی کار کی اگلی سیٹ [illegible] آکر بیٹھ گیا۔ ثی تارا کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے [illegible] رہی تھی "میں اجنبی زبان کے الفاظ اور ان کے لہجے کو گرفت [illegible] لے کر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گی لیکن آنکھوں [illegible] جھانک کر اس کے اندر جا سکتی ہوں۔ یہ جو آنکھوں پر سیاہ چشمہ [illegible] ہوئے ہے اسے یہ ہوٹل میں پہنچ کر اتار دے گا۔"

ویسے یہ بات کھٹک رہی تھی کہ وہ تنہا اتنے بڑے شہر میں ڈرائیو کر رہا تھا اور اپنی زبان کے سوا کوئی زبان نہیں بول رہا تھا نہ سمجھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "یور نیم؟ کیا تم انگریزی کے عام [illegible] ضروری الفاظ کے معنی بھی نہیں سمجھتے ہو؟"

وہ اپنے سینے پر انگلی رکھ کر بولا "نیم ایٹ۔ ایٹ....."

"کیا تمہارا نام ایٹ ہے؟ نیم۔ یور نیم از ایٹ؟"

وہ ہاں کے انداز میں سرہلانے لگا "یہ تو عجیب سا نام ہے [illegible] ملک سے آئے ہو۔ یور کنٹری۔ کنٹری؟"

وہ پھر اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا "مائی کنٹری سویڈن۔"

ثی تارا کے لیے یہ تین الفاظ بہت تھے۔ اُس نے اِن الفاظ [illegible] ادائیگی اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کر[illegible] اس کے دماغ میں پہنچی پھر پہنچتے ہی واپس آگئی۔ خوبرو جوان [illegible] سانس روک لی تھی اور سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنی [illegible]

میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ ثی تارا نے پوچھا "کیا تم یوگا کے ماہر ہو؟"

پھر اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ صحت مند اور کسرتی جسم کا مالک تھا۔ ایسے افراد کا ذہن حساس ہوتا ہے۔ وہ خیال خوانی کی لہروں کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ ایک نامعلوم سی بے چینی محسوس کرکے سانس روک لیتے ہیں۔

اس جوان نے اپنے کوٹ کے اندر کی جیب میں ہاتھ ڈال کر دو انچ کی ننھی سے انسانی کھوپڑی کا ڈھانچہ نکالا۔ پھر کھوپڑی کو اپنی کھوپڑی کے اوپر رکھ کر یوں بڑبڑانے لگا جیسے کسی بلا کو بھگانے کے لیے منتر پڑھ رہا ہو۔ وہ سمجھ گئی کہ اجنبی جوان ضعیف الاعتقاد لوگوں میں سے ہے یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کے سر پر کوئی بلا سوار ہوگئی ہے وہ اس بلا کو بھگانے کے لیے کوئی عمل کی ہوئی کھوپڑی اپنے سر پر رکھ کر منتر پڑھ رہا تھا۔

اس نے ایک شاپنگ پلازا کی طرف اشارہ کرکے پہلے اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ پھر اپنے سینے پر انگلی رکھ کر بولا "آئی شاپنگ۔ آئی شیونگ بلیڈ....."

وہ بولی "اچھا سمجھ گئی۔ تم شیو کرنے کے لیے بلیڈ خریدنا چاہتے ہو۔"

اس نے پلازا کے سامنے کار روک دی۔ وہ دروازہ کھول کر بولا "یو کم آئی یو گو شاپنگ" وہ بھی مسکراتی ہوئی کار سے باہر آئی۔ پھر اس کے ساتھ شاپنگ پلازا کی بلڈنگ میں داخل ہوئی۔ وہ اجنبی انگریزی کے کچھ عام سے الفاظ جانتا تھا۔ وہ ایسے ہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ اور فقروں کو گرفت میں لے کر اس پر تنویمی عمل کرسکتی تھی پھر اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کے ذہن میں انگریزی زبان نقش کردیتی تو وہ فرفر انگریزی بولنے لگتا۔

اس نے شیونگ کا سامان خریدا۔ پھر دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ جب ثی تارا نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی تو وہ بولا "یوٹی اے کپ اینڈ آئی ٹی اے کپ....."

وہ ہنستی ہوئی بولی "تمہاری انگریزی سن کر ہنسی آتی ہے۔ اگر مریضوں کے سامنے بولو گے تو وہ سب ہنستے ہنستے صحت مند ہوجائیں گے۔"

ثی تارا نے بات ختم کرتے ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر فوراً ہی سانس روک کر گاڑی کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ ایک ہاتھ سے سر تھام کر سوچنے لگی "کون ہے جو یہاں میرے اندر آنا چاہتا ہے؟ کیا وہ مائیک ہرارے پھر مجھے تلاش کر رہا ہے؟"

اجنبی جوان نے پوچھا "کیا میری طرح تمہاری کھوپڑی میں بھی کوئی بلا آئی ہے۔"

ثی تارا نے ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ نوجوان نے اسے دو انچ کی کھوپڑی پیش کرتے ہوئے کہا "تم بھی اسے اپنے سر پر رکھو۔ یہ جادوئی کھوپڑی تمہارے پاس آنے والی بلا کو بھگا دے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ جادو نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی ہے۔ تم نہیں جانتے کہ....."

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ حیرانی سے اجنبی کو دیکھ کر بولی "تم تو بڑی روانی سے انگریزی بول رہے ہو۔"

وہ عربی زبان میں بولا "میں کئی زبانیں بول سکتا ہوں۔ تم کسی بھی زبان میں یہ بتا سکتی ہو کہ میرا پیچھا کیوں کر رہی تھیں؟"

وہ گھبرا کر بولی "تم؟ کیا تم ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے ہو؟ ابھی میں نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔"

"بھئی تم نے خوب پہچانا۔ چلو اس ملاقات کی خوشی میں اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔"

وہ ذرا ہٹ کر بولی "نن..... نہیں' میں تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔"

اس نے دکان سے خریدا ہوا ایک بلیڈ نکال کر کہا "مجھے اپنے اندر خوش آمدید کہو۔ ورنہ یہ بلیڈ تمہیں زخمی کرے گا۔ پھر میں آسانی سے تمہارے چور خیالات پڑھنے لگوں گا۔"

وہ سہم کر بلیڈ کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا "مجھے شیونگ کے سامان کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں یہ بلیڈ خریدنا ضروری تھا۔ تمہارے جیسی حسین عورتیں کبھی یہ نہیں چاہتیں کہ کوئی دشمن ان کے چاند جیسے مکھڑے پر بلیڈ سے خراشیں ڈال دے کیا تم چاہو گی؟"

اس نے انکار میں سرہلایا۔ وہ بولا "تو پھر دیر نہ کرو۔ دماغ کا دروازہ کھول دو۔ میں ایک دو تین کہتے ہی تمہاری کھوپڑی میں چلا آؤں گا۔ ہاں تو گنتی شروع کر رہا ہوں۔ ا دو....."

ثی تارا کے سامنے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر بھاگنا چاہتی تو اس سے پہلے ہی وہ اس کے جسم پر بلیڈ سے خراشیں ڈال کر زخمی کردیتا۔ پھر وہ اسے دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتی۔ اجنبی جوان نے تین تک گنتی پوری کی۔ اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ بے چاری بری طرح پھنس گئی تھی۔ پھر بھی وہ سوچ کے ذریعے بولی "میں نے تمہیں دماغ میں آنے دیا ہے لیکن تمہیں تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔ اس سے پہلے ہی میرا پارس دہلی کی طرح پھر تمہیں شرمناک شکست دینے پہنچ جائے گا۔"

اس کی باتیں سنتے ہی دماغ کے اندر ایک نسوانی قہقہہ ابھرا۔ کوئی ہنسنے کے بعد چلی گئی۔ ثی تارا نے کہا "تم میرے دماغ میں آنے والے تھے مگر کوئی عورت آئی تھی وہ قہقہہ لگا کر چلی گئی۔"

اجنبی جوان نے کہا "اب وہ میرے اندر قہقہے لگا کر کہہ رہی ہے کہ تم میری نصف بھابی ثی تارا ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میں اور تمہاری نصف بھابی؟"

اس نے پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ ان سوچ کی لہروں نے کہا "میں ہوں سونیا ثانی اور تمہارے سامنے میرا علی بیٹھا ہوا ہے۔"

ثی تارا کو جیسے ایک نئی زندگی مل گئی۔ اس نے اطمینان کی

ایک لمبی سانس لی پھر علی کو دونوں ہاتھوں سے دھکا دے کر بولی "اپنے بھائی کی طرح بدمعاش ہو۔ اتنی دیر سے مجھے دہشت زدہ کر رہے تھے۔"

وہ بولا "مجھے کیا معلوم تھا کہ تم ہو۔ تمہاری پیشانی پر بھابی کا سائن بورڈ لگا ہوا نہیں تھا۔"

وہ محبت سے گھور کر بولی "یہ تم نے مجھے نصف بھابی کیوں کہا تھا؟"

علی نے کہا "اس بدمعاش کے ساتھ رہو گی اور نصف بھی نہیں کہلاؤ گی؟ اللہ نے چاہا تو چھ برس کے بعد پوری بھابی بن جاؤ گی۔"

اس کی آنکھیں خوشی سے بھیگ گئیں۔ وہ علی کا ہاتھ تھام کر بولی "آج تم سے اور ثانی سے مل کر ایسی خوشی ہو رہی ہے جیسے میں پاپا (فرہاد) کی فیملی میں داخل ہو گئی ہوں۔ ثانی میرے اندر ہے' وہ سمجھ سکتی ہے کہ میرے اندر میرے دھرم کی پختگی کی کیسی کشمکش جاری رہتی ہے۔ میں نے کتنی بار سوچا کہ پارس کو ٹریپ کر کے اسے اپنا تابعدار شوہر بنا کر اس کا مذہب بدل دوں مگر ہر بار ناکام رہی اور ہر ناکامی کے بعد میرے اندر کی عورت نے کہا کہ مرد کو جادو ٹونے سے نہیں' محبت سے اپنا وفادار بنایا جاتا ہے۔"

علی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "ایک دن تم اس کشمکش سے نکل جاؤ گی۔"

"نکل تو جاؤں گی۔ آخری فیصلے کے مطابق پارس کی بن جاؤں گی یا پھر اپنے دھرم کی ہو رہوں گی۔ لیکن ایسی کشمکش کے دوران میں نے کئی بار پارس اور پاپا کے اعتماد کو دھوکہ دیا ہے۔ میں قابل اعتبار نہیں رہی ہوں۔"

"دنیاوی لحاظ سے درست کہہ رہی ہو۔ کسی سے بار بار دھوکا کھا کر اس پر بھروسا نہیں کیا جاتا۔ لیکن ہم سب جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ ان کی یہ ہدایت ہے کہ ہم تمہیں دھوکے دیتے رہنے کا موقع دیا کریں اور تمہیں گمراہی سے اور دشمنوں سے بچاتے بھی رہیں۔"

وہ گہرا سانس لے کر بولی "اسی لیے پارس میری خطاؤں کو معاف کرتا رہتا ہے اور مجھے دشمنوں سے بچاتا رہتا ہے۔"

ثانی نے کہا "اچھا بس سنجیدہ گفتگو بہت ہو چکی۔ ہمیں زندہ دلی پسند ہے۔ چلو مسکراؤ اور گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگی۔ علی نے کہا "ثانی شیرٹن میں ہے وہیں چلو اور یہ بتاؤ کہاں بھٹک رہی ہو۔ میرا تعاقب کرنے کا مطلب یہ تھا کہ تم مجھے ٹریپ کرنا چاہتی تھیں۔ آخر معاملہ کیا ہے؟"

وہ بتانے لگی کہ پارس کے مشورے کے مطابق وہ اسی جیسے ڈیل ڈول والے صحت مند آدمی کو ڈی پارس بنانا چاہتی تھی تاکہ سپر ماسٹر اور مائیک ہرارے وغیرہ اس دھونس میں رہیں کہ شی تارا کے ساتھ پارس بھی امریکا میں ہے۔"

علی نے کہا "ہمیں پتا ہے' مائیک ہرارے تمہیں ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ یہاں پچھلے دن عجیب اتفاق ہوا۔ وہ تمہاری تلاش میں قاہرہ پہنچ گیا تھا اور ثانی کو شی تارا سمجھتا رہا تھا۔ جب غلطی معلوم ہوئی تو بھاگ گیا۔ کیا وہ اسی شہر میں ہے؟"

"نہیں۔ واشنگٹن میں ہے۔ یہاں کسی نہ کسی کے دماغ میں رہ کر مجھے تلاش کر رہا ہو گا۔"

وہ دونوں ہوٹل میں پہنچ گئے۔ ثانی نے کمرے کا دروازہ کھول کر شی تارا کو گلے لگایا پھر اس کے گال پر بوسہ لے کر بولی "آؤ چلو' اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

شی تارا بہت خوش تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے سگے رشتے داروں کا پیار مل رہا ہے اور کیوں نہ ملتا۔ جب پارس اپنا سگا تھا تو پھر اس کے تمام سگے بھی اپنے ہی تھے۔ علی نے فون پر کھانا لانے کا آرڈر دیا پھر کہا "شی تارا! تمہیں پارس کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ مائیک ہرارے کی شامت آگئی ہے۔ اب میں پارس بن کر تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا واقعی؟ تم۔ کیا تم واقعی میرے ساتھ پارس بن کر چلو گے؟"

"بھئی تم دو گھنٹے سے اسی مقصد کے لیے میرا پیچھا کر رہی تھیں۔ اگر میں علی نہ ہوتا' کوئی اور ہوتا تو تم میرے دماغ پر قبضہ جماتیں۔ مجھ پر تنویمی عمل کرتیں۔ تب ایک ڈی پارس تیار کرتیں۔ تمہیں ان تمام جھمیلوں سے نجات مل گئی ہے۔ میں بنا بنایا پارس تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔"

"اوہ علی! تم نے تو میری مشکل ہی آسان کر دی۔ تم وہاں جاؤ گے تو سپر ماسٹر اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نیندیں اڑ جائیں گی۔ مگر ثانی بھی میرے ساتھ ہو گی۔"

"میری ثانی تو ضرور چلے گی۔ اس کے بغیر یہ ڈراما اختتام تک نہیں پہنچے گا۔"

"مجھے بتاؤ! ثانی کس بھیس میں چلے گی؟"

"بھئی ذرا عقل سے سوچو۔ جب میں پارس بن رہا ہوں تو ثانی میری شی تارا بنے گی اور تم ثانی بن کر ہم سے ذرا دور دور رہو گی اور دشمنوں پر نظر رکھو گی۔"

"واہ علی! کیا خوب آئیڈیا ہے۔ تم اور ثانی بے تکلفی سے رہو گے تو دشمنوں کو شبہ نہیں ہو گا۔ وہ تم دونوں کو شی تارا اور پارس سمجھتے رہیں گے اور میں تم دونوں سے الگ رہ کر بھی قریب رہا کروں گی۔"

ثانی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "شی تارا! میرے دماغ میں آؤ۔ میں ایک ائرلائن کے بکنگ آفس سے رابطہ کر رہی ہوں۔ اگر ہمیں سیٹیں نہ ملیں تو پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاصل کرنی ہوں گی۔"

وہ دونوں سیٹیں حاصل کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ علی صوفہ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچ میں گم ہو گیا۔ اس کی معلومات کے مطابق سپر ماسٹر کے پاس پانچ خیال خوانی کرنے والے تھے۔ ایک تو وہ شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے تھا۔ دوسرے کا نام ڈی گروسو تھا' باقی تین تھری ڈی کہلاتے تھے۔ ایک کا نام ڈی ہاروے' دوسرے کا نام ڈی کرین اور تیسرے کا نام ڈی مورا تھا۔ ویسے انہیں فور ڈی کہلانا چاہیے تھے۔ کیونکہ ڈی گروسو کے نام کے آگے بھی ڈی لگا ہوا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ڈی گروسو کو تھری ڈی سے الگ کیوں رکھا گیا ہے؟

دروازے پر دستک ہوئی۔ ہوٹل کا ملازم کھانا لے کر آیا تھا۔ ثانی کھانے سے پہلے ہوٹل کے ملازموں اور کچن کے انچارج وغیرہ کے خیالات کو پڑھ لیا کرتی تھی۔ کھانے میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی لہٰذا وہ اطمینان سے کھانے اور باتیں کرنے لگے۔ کھانے کے دوران شی تارا کے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے فون کا بٹن دبا کر ہیلو کہا پھر پارس کی آواز سن کر خوشی سے چہکتی ہوئی بولی "اوہ پارس! بہت بڑی خوش خبری ہے۔ یہاں مجھے ثانی اور علی مل گئے ہیں۔ میں ابھی ان کے ساتھ ہوں۔ اور ایک بات بتاؤں؟ تمہارے مشورے پر عمل کر رہی ہوں۔ علی تمہاری جگہ پارس بن کر میرے ساتھ واشنگٹن جا رہے ہیں۔"

پارس نے کہا "پھر تو میں مطمئن رہوں گا۔ تم اپنے لیے ڈھال اور سپر ماسٹر کے لیے طوفان لے جا رہی ہو۔ ذرا ثانی سے بات کراؤ۔"

اس نے ثانی کو فون دیا۔ وہ فون لے کر کان سے لگا کر بولی "اے چھچھورے بدمعاش! میں سمجھ رہی ہوں' تم ضرور کوئی الٹی سیدھی باتیں کرو گے؟"

"بڑے افسوس کی بات ہے ثانی! میں تم سے ہمدردی اور محبت کرنا چاہتا ہوں اور تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"تم مجھ سے کس سلسلے میں ہمدردی کرنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ جو تقدیر کو منظور ہوتا ہے' وہی سامنے آتا ہے۔ تمہیں علی پر بڑا ناز تھا۔ آخر وہ شی تارا کو دیکھتے ہی پھسل گیا اور اسی کی خاطر نام بدل کر پارس بن گیا۔ تم فکر نہ کرو آج سے میں علی بن کر تمہارے آنسو پونچھوں گا' میرے پاس چلی آؤ۔"

وہ بپھر کر بولی "اے لفنگے! سڑے گلے بدمعاش! ہمت ہے تو میرے سامنے آکر ایسی باتیں کرو۔ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ تم ہمیں سکون سے کھانے پینے دو گے یا نہیں؟"

"اچھا تو ابھی تم سب کھانے میں مصروف ہو۔ اللہ کرے تمہارے اُس کو ٹھسکا لگے۔"

یہ محض ایک اتفاق ہی تھا۔ اچانک علی کو ٹھسکا لگا۔ وہ کھانستے کھانستے گلاس اٹھا کر پانی پینے لگا۔ ثانی نے تعجب سے دیدے پھیلا کر علی کو دیکھا پھر غصے سے بولی "تمہارے بھائی کی زبان کالی ہے ابھی اُس نے کہا تھا کہ تمہیں ٹھسکا لگے گا۔ آخر یہ کیا بلا ہے؟"

علی نے کہا "تم خطرناک دشمنوں کو اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے انگلیوں پر نچاتی ہو اور یہ پارس تمہیں الو بنا دیتا ہے۔ تمہاری نفسیات سے کھیلتا ہے اور تمہیں طیش دلاتا ہے۔ ارے بھائی اتفاق سے ٹھسکا لگ گیا تھا' کیوں اس سے باتیں کر کے اپنا دماغ خراب کر رہی ہو۔ وہ شی تارا کا بندر ہے۔ شی تارا کو ہی نچانے دو۔"

ثانی نے اسے فون دیتے ہوئے کہا "پتا نہیں تم اس شیطان سے کیسے نباہ رہی ہو۔ لو تم ہی بھگتو۔"

وہ فون لے کر مسکراتی ہوئی بولی "ہیلو پارس! ثانی میری بہت ہی پیاری بہن ہے۔ تم کیوں اسے پریشان کرتے ہو۔"

وہ بولا "پہلے تو میں اسے بھابی سمجھ کر چھیڑتا تھا اب تم نے اسے اپنی بہن بنا کر میری سالی بنا دیا ہے۔ ذرا پھر فون دو اس سالی کو۔"

ثانی نے کہا "دیکھو علی! ابھی میں شی تارا کے دماغ میں رہ کر سن رہی تھی۔ وہ مجھے سالی کہہ رہا ہے' گالی دے رہا ہے۔"

علی نے کہا "تم نے یہ نہیں سنا کہ شی تارا تمہیں بہن کہہ رہی ہے۔ وہ رشتے سے سالی کہہ رہا ہے اور تم گالی سمجھ رہی ہو۔"

"تم آخر اس بدمعاش بھائی کی حمایت کیوں کرتے ہو؟"

"میرے پرسکون رہنے کا راز یہی ہے کہ میں اسے اُس کے حال میں مست رہنے دیتا ہوں۔ وہ بڑا ڈھیٹ ہے' اسے مسکرا کر ٹال دیا کرو اسی میں بھلائی ہے۔"

شی تارا نے فون پر پوچھا "کیا تم سن رہے ہو کہ تمہاری کیسی تعریفیں ہو رہی ہیں؟"

"سن رہا ہوں' میرا نام ہو رہا ہے اور یہ میرے ہی لیے کہا گیا ہے کہ بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اس نے کہا "میں تھوڑی دیر پہلے سو رہا تھا۔ خواب میں تمہیں پریشان دیکھا تو فوراً بیدار ہو کر خیریت معلوم کرنے لگا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم خیریت سے ہو اور محفوظ ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم میرے دکھ سکھ کو خوابوں میں دیکھتے ہو میں تمہاری محبت میں مغرور ہو جاؤں گی۔"

ثانی نے لقمہ چباتے ہوئے ناگواری سے کہا "تمہیں الو بنا رہا ہے۔"

شی تارا کھاتی رہی اور فون پر اس سے باتیں کرتی رہی پھر اس نے فون بند کر دیا۔ تین گھنٹے بعد فلائٹ نیویارک جانے والی تھی۔ ثانی اور شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے تین مسافروں کو مجبور کیا تھا کہ وہ اپنی سیٹیں کینسل کرا دیں۔ جس کاؤنٹر پر وہ کینسل کرانے آئے انہوں نے اسی کاؤنٹر کلرک کے دماغ میں جا کر اس سے وہ تین سیٹیں اپنے نام کرا لیں۔ ان تینوں کے نام فرضی تھے۔ چہرے بدلے ہوئے تھے۔ جب تک وہ خود کو ظاہر نہ کرتے کوئی

انہیں پہچان نہیں سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہ تین گھنٹے بعد طیارے میں سوار ہوئے تو ایک سیٹ پر آرام سے بیٹھا ہوا داؤد منڈولا ان میں سے کسی کو پہچان نہ سکا۔ وہ ثانی سے پیچھا چھڑانے کے لیے اٹلی کے شہر روم میں عارضی قیام کے لیے جارہا تھا۔ بچاؤ کی ایسی تدابیر پر عمل کرتے وقت آدمی یہ بھول جاتا ہے کہ موت تو کسی ایک دن آتی ہے مگر شامت آتی جاتی رہتی ہے اس فرار ہونے والے سفر میں بھی منڈولا کی شامت آگئی تھی۔ ویسے وہ فی الحال اس لیے محفوظ تھا کہ ثانی اور علی بھی اسے مختلف بہروپ میں نہیں پہچان سکتے تھے۔

منڈولا طیارے کی سب سے پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ثانی' شی تارا اور علی درمیانی حصے میں تھے۔ منڈولا سے کافی فاصلے پر تھے۔ ان کا ایک دوسرے سے سامنا ہونے کا امکان نہیں تھا۔ سب نے اپنی آوازیں اور لہجے بدلے ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ نہ تو چہروں سے اور نہ ہی آوازوں سے ایک دوسرے کو پہچان سکتے تھے۔ یہی توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ سب اجنبی ہم سفروں کی حیثیت سے اپنی اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے اور کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔

لیکن ایک طیارے میں ٹیلی پیتھی کے تین ایٹم بم ہوں اور علی نام کا ایک ہائیڈروجن بم موجود رہے اور وہاں دھماکے نہ ہوں یہ تو سوچا بھی نہیں جاسکتا مگر دھماکے کیسے ہوں گے؟ منڈولا کے علاوہ ثانی اور شی تارا نے بھی یہ طے کیا تھا کہ سفر کے دوران خیال خوانی نہیں کریں گے۔ ایسا کرنے سے خواہ مخواہ دشمنوں کی نظروں میں آجاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ وہ چاروں اپنی اپنی دانست میں کوئی غلطی نہیں کرنے والے تھے جبکہ غلطی کی نہیں جاتی' ہوجاتی ہے۔

○☆○

ڈی کروسو نے اپنی معمولہ فرائی اینڈرسن کے دماغ میں پارس کی پوری ہسٹری نقش کردی تھی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے سے پہلے پارس کی مختلف تصاویر اور ویڈیو فلم دکھائی تھی اور کہا تھا "تم جتنی حسین ہو اتنا ہی یہ جوان خوبرو اور اسمارٹ ہے۔ تم دونوں کی جوڑی خوب رہے گی۔"

مس فرائی اینڈرسن نے کہا تھا "اس میں شبہ نہیں کہ یہ جوان بڑا ہی پرکشش ہے لیکن تم جانتے ہو کہ میں انتھونی سے محبت کرتی ہوں اور اسی سے شادی کروں گی۔"

ڈی کروسو نے مکاری سے مسکرا کر کہا "بے شک یہ دل کا معاملہ ہے۔ گلگت پہنچتے ہی انتھونی ہماری ٹیم میں شامل ہوجائے گا۔ وہ امریکا کا مشہور کوہ پیما ہے۔ ہمیں سیاچن گلیشیر کی بلندیوں تک ضرور پہنچائے گا۔ ایسے دلیر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر پہاڑ کی بلندیوں پر چڑھنے والے پر تمہارا دل آگیا ہے۔ لیکن گلگت کے کہیں آس پاس پارس سے بھی سامنا ہوگا۔ ایسے وقت تم دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کرلینا کہ دل انتھونی کی طرف مائل ہوتا ہے یا پارس پر مرمٹتا ہے۔"

مس فرائی نے دعویٰ کیا کہ وہ صرف انتھونی کو دل دے [illegible] ہے۔ اب اُس پر کسی پارس کا جادو نہیں چلے گا۔ وہ صحیح معنوں [illegible] انتھونی کی وفادار محبوبہ تھی۔ لیکن پارس کا جادو اس طرح چل [illegible] اس رات ڈی کروسو نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے [illegible] سے انتھونی کی محبت کو مٹادیا اور پارس کی محبت اس کے ذہن پر [illegible] کردی۔

وہ کوہ پیماؤں کی ایک ٹیم بنا کر گلگت پہنچا ہوا تھا۔ اس ٹیم [illegible] پہاڑوں کی خطرناک بلندیوں پر چڑھنے والے دلیر جوان بھی تھے [illegible] سیاحت کے بہانے آنے والے سپر ماسٹر کے جاسوس بھی۔ [illegible] ایک عورت اور تین مرد تھے جو عکس منتقل کرنے والے آلات بڑی مہارت سے ہینڈل کرسکتے تھے۔

ڈی کروسو پوری تیاریوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس کا عارضی [illegible] گلگت میں تھا مگر آخری اور اہم منزل سیاچن گلیشیر تھی۔ اس سیا[illegible] گلیشیر کی بلندی سطح سمندر سے تقریباً ۱۵۰۰۰ سے ۲۲۰۰۰ فٹ [illegible] میں اپنی داستان کے پچھلے باب میں سیاچن کے متعلق کچھ لکھ [illegible] ہوں اور کچھ ابھی لکھ رہا ہوں تاکہ پاکستانی قارئین کو اپنے ملک [illegible] اس اہم مقام کے متعلق ضروری حقائق کا علم رہے۔

بھارت نے اپریل ۱۹۸۴ء میں بڑی خاموشی اور رازداری [illegible] سیاچن پر قبضہ کرلیا تھا اور پاکستان میں ماضی کی حکومت خوا[illegible] غفلت میں رہی تھی۔ جب آنکھ کھلی تو دیر ہوچکی تھی۔ پاک آر[illegible] نے وہاں پہنچ کر بھارتی فوج کے قدم وہاں سے اکھاڑنے کی کوشش [illegible] کیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

بھارتی فوج اس قدر بلند مقام پر مورچے بنائے ہوئے ہے [illegible] پاکستان آرمی کی زد سے دور رہتی ہے۔ وہاں کے مقام سیالہ اور [illegible] فاؤلا پر بھارت کا قبضہ ہے۔ اس سے نیچے والی بلندی درہ جیانگ لا [illegible] پاکستان کی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ پاکستان اور بھارت نے جہا[ں] جہاں مورچے بنائے ہیں وہاں موسم کی شدت منفی ۵۰ درجے [illegible] گریڈ ہے۔ بے شمار اخبارات نے اور جنگی ماہرین نے بیان دیا [illegible] کہ پاکستان اور بھارت نے سیاچن میں دنیا کی سب سے مہنگی جنگ لڑی ہے۔ لڑائی نہ ہو تب بھی مورچے بنائے رکھنے کی صورت میں پاکستان کو وہاں سالانہ ایک سے دو بلین روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں جبکہ بھارت تین سے چار بلین روپے خرچ کرتا ہے۔

پھر بات صرف بڑھتے ہوئے دفاعی بجٹ کی نہیں ہے۔ جہاں موسم اتنا جان لیوا ہو کہ چلنا دوبھر ہوجائے وہاں فوجی جوان کیسے زندہ رہتے ہوں گے' یہ خدا ہی جانتا ہے۔ ان فوجیوں کو چار قدم چل کر ایک آدھ منٹ کے لیے سانسیں درست کرنے کے لیے بیٹھنا پڑتا ہے۔ انتہائی بلندی پر ہونے کی وجہ سے سپاہی پھیپھڑوں کی سوزش کا شکار ہوجاتے ہیں۔ پھیپھڑوں میں خون اور سیال [illegible] بھرجاتا ہے۔ نمونیا اور فریز بائٹ کی مہلک بیماریاں لاحق ہوتی [illegible]

پھر سورج کی تیز شعاعیں چاندی جیسی برف سے منعکس ہوکر پھوٹتی ہے تو آنکھوں اور جلد کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ گویا دونوں ممالک مالی اور جانی نقصانات اٹھارہے ہیں اور جیت کسی کی نہیں ہورہی ہے۔

اس کے باوجود سیاچن ایسی اہمیت کا حامل ہے کہ بھارت وہاں سے نہ واپس جانا چاہتا ہے اور نہ پاکستان اسے آگے بڑھنے کا موقع دینا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں پاکستان نے یہ حکمت عملی تبدیل کی ہے کہ یہ جنگ بھارت کے لیے مالی طور پر تباہ کن اور ناقابل برداشت بنادی جائے۔ حملہ کرنے سے اخراجات بڑھتے ہیں اس لیے پاکستان اب صرف دفاع کرتا ہے۔ بھارت کو حملے کرنے کے مواقع دیتا ہے لیکن اسے سیالہ اور بیلافانڈلا سے ایک انچ بھی آگے بڑھنے نہیں دیتا ہے۔

ڈی کروسو اور اس کی ٹیم کے افراد اتنی بلندیوں پر جانے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے اگر وہ جاتے بھی تو واپسی میں اُن کی لاشیں اٹھانے والا کوئی نہ ہوتا۔ وہ صرف عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات کے بھروسے پر آئے تھے۔ اگر وہ آلات پاکستان اور بھارت کے بلند مورچوں تک پہنچا کر چھپادیئے جاتے تو ڈی کروسو کسی چار دیواری میں آرام سے بیٹھ کر دونوں ممالک کے فوجیوں کی حکمت عملی اور دفاعی پوزیشن وغیرہ کو اپنے ٹی وی اسکرین پر دیکھ سکتا تھا اور وہ تمام مناظر ویڈیو کیسٹ میں ریکارڈ کرسکتا تھا۔

ایسے ہی وقت یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟ جہاں موسم کی شدت منفی ۵۰ درجہ سینٹی گریڈ ہو وہاں کون جیالا جائے گا اور اس کھلے علاقے میں چھپ کر وہ مخصوص آلات دونوں ممالک کے فوجی مورچوں میں چھپاسکے گا؟

یہ بالکل ناممکن سی بات تھی۔ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ممکن ہوسکتی تھی دونوں ممالک کی اپنی فضائی فوج کے جوان ہوں گے جو ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے اپنے اپنے ملک کی فوج کو رسد پہنچاتے ہوں گے۔ ان رسد پہنچانے والے چند جوانوں کو ٹیلی پیتھی کے زیر اثر لایا جاسکتا تھا۔ وہ فوجی معمول اور تابعدار بننے کے بعد اپنے ملک کی فوج کے مورچوں میں ان آلات کو چھپا کر اور رسد پہنچا کر واپس آسکتے تھے۔

دونوں ممالک کے ایسے فوجی اڈے جہاں سے سیاچن رسد لے جانے والے ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہیں وہاں کے اڈوں کے فوجی جوانوں اور افسروں کی آوازیں سننا اور ان کے دماغوں میں پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا۔ سپر ماسٹر کے جاسوس مردوں اور عورتوں نے ان افسران سے مختلف کلبوں میں دوستی کی تھی اور ڈی کروسو کو ان کے اندر پہنچایا تھا۔

ان کے دماغوں سے پتا چلا کہ جب سیاچن میں موسم کی شدت کم ہوتی ہے اور منفی ۳۰ درجہ سینٹی گریڈ کو پہنچتی تب رسد پہنچانے والے ہیلی کاپٹر اُدھر جانے کے لیے پرواز کرتے ہیں لہٰذا ایسے وقت کا انتظار کرنے کے لیے ڈی کروسو نے گلگت میں قیام کیا تھا پھر یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ پارس اس علاقے سے گزرنے کے لیے کب وہاں پہنچے گا کیونکہ شاہراہ ریشم سے گزرنے کے لیے گلگت سے سفر شروع کیا جاتا ہے۔

ایسے وقت مائیک ہرارے نے اس کے دماغ میں آکر گوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "مسٹر ڈی کروسو' اپنی خیریت بتاؤ اور مصروفیات کے بارے میں کچھ سناؤ۔"

وہ اپنے تمام انتظامات کے متعلق بتانے کے بعد بولا "سیاچن میں موسم کی شدت کم ہونے کا انتظار ہے پھر یہ کہ یہاں پارس کو ڈھونڈ نکالنا ہے۔"

"میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ پارس ان شمالی علاقہ جات کی طرف نہیں آئے گا۔ وہ شی تارا کے ساتھ واشنگٹن پہنچنے والا ہے۔"

"وہ سیاچن کی اتنی اہم مہم چھوڑ کر ہمارے ملک میں کیوں جارہا ہے؟"

مائیک ہرارے نے کہا "مجھ میں اور شی تارا میں ٹھن گئی ہے۔ ہم نے اس کی دائی ماں' پاشا اور اس کی ایک بہن پوجا کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔ وہ شی تارا کے ساتھ انہیں رہائی دلانے آرہا ہے۔"

"مسٹر ہرارے! وہ شی تارا کا معاملہ ہے۔ کیا پارس مسلمان ہو کر پاکستان کو نقصان پہنچنے دے گا؟ اس نے سری نگر کے کالی سنگم میں یہ تمام تفصیلات معلوم کرلی تھیں کہ ہم کس طرح سیاچن کو اہمیت دے رہے ہیں۔ اور صرف بھارت ہی نہیں' پاکستان کے خلاف بھی جاسوسی کرکے اہم فوجی راز معلوم کرنے والے ہیں۔ کیا اتنی اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد پارس پاکستان چھوڑ کر چلا جائے گا؟"

"ڈی کروسو! تم صرف پارس کی بات نہ کرو۔ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نہ جاننے والے جیالوں کی کمی نہیں ہے۔ تمہاری طرف پارس کی جگہ کوئی دوسرا آئے گا۔"

ڈی کروسو نے کہا "پھر تو وہ علی تیمور ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے۔ ویسے میں نے ثانی اور علی کو قاہرہ میں پایا ہے۔ وہ دونوں میری گرفت میں آتے آتے نکل گئے۔ ہوسکتا ہے وہ قاہرہ سے نکل کر پارس کی جگہ سیاچن کے مشن پر آئے۔"

"علی آئے گا تو میرا ایک منصوبہ کامیاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ عاشق مزاج نہیں ہے اور میں نے پارس جیسے عاشق مزاج کو پھانسنے کے لیے ایک نہایت ہی حسین اور پُرکشش لڑکی کو اپنی معمولہ بنایا ہے اور اس کے ذہن میں پارس کی محبت نقش کردی ہے۔ اگر میں علی کو اس کے ذہن میں نقش کردیتا اور وہ اُس کی طرف مائل ہوتی تو علی کبھی اسے لفٹ نہ دیتا۔"

"مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہوسکتا ہے علی نہ آئے۔ شاید سلمان' جے مورگن' جیری اور تھربال میں سے کوئی آئے۔"

"یہ کیسے معلوم کیا جائے کہ یہاں کون پہنچ رہا ہے یا پہنچنے والا

ہے؟"

مائیک ہرارے نے کہا "جیری اور تھربال کا تعلق گاڈمدر ٹریسا کی بیٹیوں سے ہے' انہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ اٹلی میں گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن نے عکس منتقل کرنے والے آلات چھپا رکھے تھے وہ چوری ہوگئے ہیں۔ فرہاد اور اس کے بیٹے بڑے ذہین ہیں۔ بڑی دور تک پہنچتے ہیں۔ وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ سیاچن میں جاسوسی کرنے کے لیے ہم نے وہ عکس منتقل کرنے والے آلات چرائے ہیں۔"

"یعنی ہمارے یہ آلات اُن سے چھپے نہیں ہوں گے۔ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم انہی آلات کے ذریعے سیاچن میں دونوں ملکوں کے فوجی راز معلوم کریں گے۔"

"بے شک ان کے پاس بھی جوابی کارروائی کے لیے ایسے ہی آلات ہوں گے۔"

"بے شک ان کے پاس بھی جوابی کارروائی کے لیے ایسے ہی آلات ہوں گے۔ تمہاری طرح وہ بھی پندرہ ہزار فٹ سے لے کر تیئس ہزار فٹ کی بلندی تک بیمار ہونے یا بے موت مرنے نہیں جائیں گے۔ کسی چار دیواری میں آرام سے بیٹھ کر عکس منتقل کرنے والے آلات کے ذریعے تمام خفیہ معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔"

مائیک ہرارے اس وقت ڈی کروسو کے اندر رہ کر بول رہا تھا۔ اسی وقت ٹیم کے ایک جاسوس نے آکر کہا "مسٹر کروسو! باہر کی کچھ خبر ہے؟ اِس شہر کے ایک بازار میں بھگدڑ شروع ہوگئی ہے۔ مرد' عورتیں اور بچے سہمے ہوئے ہیں۔ کئی دکانیں بند ہوگئی ہیں وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے بازار کے مین روڈ پر ایک انسانی روح کو دیکھا ہے۔"

ڈی کروسو نے پوچھا "کیا بک رہے ہو؟ کیا تم نے بھی اسے دیکھا ہے؟ روح کا مطلب تو یہی ہوا کہ عکس منتقل کیا جارہا ہے۔"

ہرارے نے سوچ کے ذریعے کہا "بالکل یہی بات ہے۔ مخالف پارٹی آپہنچی ہے۔ میں نے ابھی تم سے کہا تھا کہ وہ بھی یہی طریقہ اختیار کریں گے۔ اپنے جاسوس سے پوچھو کیا اس نے سڑک پر اُس عکس کو دیکھا ہے۔"

ڈی کروسو نے جاسوس سے یہی پوچھا۔ اس نے کہا "جب بازار میں بھگدڑ شروع ہوئی تو ایک شخص بھاگتا ہوا آکر مجھ سے ٹکرا گیا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ وہ' وہ اُدھر ایک شخص کی روح جارہی ہے۔ میں اس کی بتائی ہوئی سمت دوڑتا ہوا گیا کتنے ہی لوگ خوف زدہ ہوکر دکانیں بند کررہے تھے۔ ایک دکاندار سے پوچھنے پر اس نے ایک گلی کی طرف اشارہ کیا۔ پھر میں نے اسے ایک گلی میں دیکھا۔ وہ گلی میں ہر مکان کی طرف گھوم گھوم کر کہہ رہا تھا "لوگو! مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ میں کسی چنگیز خان کی نہیں ایک عاشق کی روح ہوں۔ اپنی معشوق کی تلاش میں یہاں بھٹک رہا ہوں۔ کیا تم میں سے کسی نے اسے دیکھا ہے جو میری جانِ جاناں ہے اور جس کا کام دل دُکھانا ہے۔" اس گلی میں سب ہی نے اپنے مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند کرلیے تھے۔ وہ روح کہہ رہی تھی "تم سب کتنے نادان ہو۔ کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ ایک روح بند کھڑکیوں اور دروازوں سے بھی گزر کر تمہارے پاس آسکتی ہے۔" جب وہ روح ایک بند دروازے سے گزر کر ایک مکان کے اندر گئی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

ڈی کروسو نے جاسوس سے پوچھا "اس روح کا قد اور حُلیہ بتاؤ؟ کیا وہ کسی جوان کی روح تھی؟"

"جی ہاں۔ بہترین گرم سوٹ پہنے ہوئے تھی۔ میرا مطلب ہے وہ تھی نہیں تھا۔ کوئی خوبرو جوان تھا۔ اُس کے نظروں سے اوجھل ہوجانے کے بعد میں اس مکان کے اندر جاسکتا تھا لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ مخالف پارٹی نے ہم سے پہلے ہمارے ہتھکنڈے شروع کردیئے ہیں۔"

"تم نے اچھا کیا کہ اس کے سامنے نہیں گئے۔ ورنہ اس کے ساتھی کسی چار دیواری میں بیٹھے اس کے ساتھ تمہیں بھی ٹی وی اسکرین پر دیکھ لیتے۔ پھر تمہارے ذریعے وہ ہم پر نظر رکھتے۔"

جاسوس نے پوچھا "سر! یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ہمارے دشمن ان مخصوص آلات کے ذریعے یہ کیوں ظاہر کررہے ہیں کہ وہ بھی یہاں موجود ہیں اور ان کے پاس بھی ایسے ہی آلات ہیں۔"

ڈی کروسو نے ہرارے سے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم اس سلسلے میں کچھ بتاؤ۔ دشمن چھپ کر حملے کرتے ہیں لیکن وہ ہمیں بے خبری سے خبردار کررہے ہیں۔ یہ ان کی کیسی حکمت عملی ہے؟"

مائیک ہرارے نے کہا "یہ لوگ بہت ہی مکار ہیں۔ ہم بڑی رازداری سے دونوں ممالک کی فوجوں تک یعنی سیاچن تک ان آلات کے ذریعے پہنچنا چاہتے تھے مگر پارس یا علی تیمور ایسے آلات کی نمائش کررہے ہیں۔ یہاں پاکستان کی ملٹری انٹیلی جنس کو چوکنا کررہے ہیں۔ فوجی سراغرساں یہ سوچ سکتے ہیں کہ غیر ملکی ایجنٹ ایسے عجیب و غریب آلات کے ذریعے سیاچن تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ فرہاد کے بیٹے ہماری حکمت عملی اپنا کر ہمارا ہی پول کھول رہے ہیں۔"

ڈی کروسو نے کہا "یہ تو ہمارے پاؤں توڑنے والی بات ہوئی۔ ہم آگے چل نہیں سکیں گے۔"

"تم بہت ہی طاقتور اور ناقابلِ شکست فائٹر ہو تمہارا دعویٰ تھا کہ پارس سے سامنا ہوگا تو اُس کی گردن توڑ دو گے۔ اب پتا نہیں وہ پارس ہے یا علی تیمور' انہوں نے تمہیں گردن توڑنے کا ابھی موقع نہیں دیا ہے' اس سے پہلے تمہاری اور پوری ٹیم کی ٹانگیں توڑ دی ہیں۔ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اب سیاچن کی بلندی تک کیسے پہنچو گے؟"

"کسی نہ کسی طرح پہنچنا ہی ہوگا۔ تم کوئی شطرنجی چال سوچو۔ میں نے رسد پہنچانے والے دونوں ممالک کے چند فوجی جوانوں کے

اندر جگہ بنالی ہے۔ موسم کی شدت میں کمی ہونے تک سوچو۔ کوئی تدبیر کرو کہ میں ان جوانوں کو سحرزدہ رکھ کر مخصوص آلات ان تمام اڈوں تک پہنچادوں اور اس دوران پارس کی ٹیم میرا راستہ روک نہ پائے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "ہم فرض کرلیتے ہیں کہ یہاں تمہارے مقابلے پر پارس اپنی ایک ٹیم لے کر آیا ہے۔ میں یقین کی حد تک یہ اندازہ کررہا ہوں کہ پارس کی ٹیم میں گاڈمدر ٹریسا کی چھوٹی بیٹی اتالانا اور اس کا لائف پارٹنر عادل ہے۔ ان دونوں کو عکس منتقل کرنے کے سلسلے میں مہارت حاصل ہے۔ اب چال دوسری طرف سے چلو۔ پہلے کسی طرح سراغ لگاؤ کہ پارس اپنی ٹیم کے ساتھ کہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ اگر تم کسی طرح اتالانا اور عادل کو اغوا کرسکو تو پارس اسی طرح انہیں رہائی دلانے تمہارے سامنے آئے گا جس طرح وہ آفرین کی رہائی کے لیے جان کی بازی لگا کر کالی سٹم کی عمارت میں آیا تھا۔"

"ہوں" ڈی کروسو نے تائید میں سرہلا کر کہا "وہ یہاں پاکستانی ملٹری انٹیلیجنس کو ہمارے خفیہ ارادوں سے ہوشیار کررہا ہے۔ کیا باباصاحب کے ادارے کی کوئی دوسری ٹیم بھارت میں بھی عکس منتقل کرنے والے آلات کے ساتھ موجود ہوگی اور وہاں بھی ہمارے منصوبے کو ناکام بنائے گی؟"

ہرارے نے کہا "ذرا ایک منٹ۔ تمہاری یہ آخری بات میرے دماغ میں لگ رہی ہے۔ میں ابھی تم سے بات کروں گا۔"

وہ ڈی کروسو کے اندر سے چلا گیا۔ اس کی ٹیم کا دوسرا جاسوس آکر بتارہا تھا کہ ابھی سات بجے ہیں اور تمام بازار بند ہوگیا ہے۔ وہاں چھ بجے سے پہلے ہی رات کی تاریکی چھانے لگتی تھی اب سے تقریباً نو یا دس برس پہلے وہاں شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے بازار بند ہوجایا کرتے تھے۔ کچھ سردی اور کچھ ویرانی کے باعث لوگ شام ہونے کے بعد گھروں سے نہیں نکلتے تھے۔ گلگت ایسے علاقے میں ہے جہاں تک پہنچنا ہمیشہ ایک دشوار گزار مرحلہ رہا تھا۔ اس کے باوجود چین کے تاجر برِصغیر اور عرب وغیرہ کی طرف جاتے اور برِصغیر اور عرب کے تاجر چین کی طرف تجارتی سفر کرتے تو سب کا اہم پڑاؤ گلگت میں ہوتا تھا۔

جب دنیا کے عظیم پہاڑی سلسلے قراقرم کو چیر کر پاک چین دوستی نے شاہراہِ ریشم کی تعمیر کی تو یکم مئی ۱۹۸۶ء سے تاجروں' سیاحوں اور عام لوگوں کی آمدورفت شروع ہوگئی اور وہ ویران رہنے والی گلگت کی چھوٹی سی بستی ایک چھوٹے سے خوب صورت شہر میں تبدیل ہوگئی۔ اب یہاں رات کو بھی رونق رہتی تھی لیکن اس رات سات بجے ہی شہر میں ویرانی چھاگئی۔ دنیا کے اس بلند علاقے میں پسماندہ لوگوں کو کبھی یہ علم نصیب نہیں ہوا تھا کہ یہ دنیا سائنسی ترقی میں کتنی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ وہاں تمام گھروں میں... ٹی وی نہیں تھے۔ جنہوں نے بڑے گھروں یا ہوٹلوں میں ٹی وی اسکرین پر کھیل تماشے دیکھے تھے وہ یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ ٹی وی اسٹیشن سے کیمروں اور مختلف آلات کے ذریعے کس طرح انسانوں کو دور دور تک ٹی وی اسکرین پر پہنچایا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ یہ بھی یقین نہیں کرسکتے تھے کہ مخصوص آلات کے ذریعے ایک انسان کے عکس کو گلگت کے ایک بازار میں پہنچایا گیا ہے۔ وہ اسے روح سمجھ رہے تھے اور خوف زدہ ہوکر اپنے اپنے گھروں کے اندر گھس کر بیٹھ گئے تھے۔

پارس جانتا تھا کہ پاکستانی حکومت اور فوج کو عکس منتقل کرنے والی تکنیک کا علم ہے۔ ماضی میں گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن اور اتالانا وغیرہ نے اسی تکنیک کے ذریعے تل ابیب کے بہت بڑے بینک میں ڈاکا ڈالا تھا تب سے دنیا کے تمام سراغرسانوں کو اس کے بارے میں خاصی تفصیلات معلوم ہوگئی تھیں۔

ایسے مخصوص آلات دشمن ممالک کے اہم رازوں تک بڑی آسانی سے پہنچا سکتے تھے۔ پتا نہیں کتنے ملک ایسے آلات تیار کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوں گے۔ ویسے پاکستان اور بھارت کے پاس ایسے آلات نہیں تھے اور انہوں نے ابھی تک یہ نہیں سوچا تھا کہ ان کے خلاف ایسا کوئی طریقۂ کار اختیار کیا جاسکتا ہے۔

چونکہ پارس پاکستان کی طرف سے کسی مشن پر نہیں آیا تھا اس لیے اُس نے پاکستانی حکام سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ اس نے گلگت کے بازار میں عادل کے عکس کو منتقل کرکے اس علاقے میں دہشت پھیلائی تھی اور اب یہ خبر پاکستان آرمی تک پہنچ رہی ہوگی۔

مائیک ہرارے نے تھوڑی دیر بعد ڈی کروسو کے اندر آکر کوڈورڈز ادا کرنے کے بعد بولا "ہم سے غلطی ہوگئی۔ تمہیں اپنی ٹیم اور عکس منتقل کرنے والے آلات کے ساتھ پاکستان کے شمالی علاقے میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ یہاں پارس نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کے نتیجے میں کل صبح تک ایسے لوگوں کو ملٹری انٹیلی جنس والے تلاش کریں گے' جن کے پاس ٹی وی کیمرے اور عکس منتقل کرنے والے آلات ہوں گے اور یہ سب کچھ گلگت میں تمہارے پاس ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے ان آلات کو دوسری کسی جگہ منتقل کردو۔"

"واقعی ہم پر یہ مصیبت آنے والی ہے۔ میں ابھی یہ تمام سامان یہاں سے ہٹارہا ہوں لیکن اس علاقے میں کہیں پارس کے پاس بھی یہی سامان ہوگا۔ یا ہوسکتا ہے وہ یہاں نہ ہو' کہیں دور دراز کے علاقے سے عکس منتقل کررہا ہو۔"

"یہی بات ہے۔ وہ احمق نہیں ہے۔ تمہاری طرح شمالی علاقہ جات میں کہیں نہیں رہے گا۔ دور ہی سے کارروائی کرے گا۔ تم وقت ضائع نہ کرو تمام سامان کے ساتھ یہاں سے جاؤ۔ تبادلۂ خیالات کرتے رہیں گے۔"

وہ اپنی ٹیم کے تمام افراد کو بلا کر وہاں سے روانگی کی تیاری کرنے لگا۔ گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن نے عکس منتقل کرنے کے جو

آلات بنائے تھے ان کی کارکردگی محدود تھی۔ وہ آلات کم فاصلوں تک عکس کو ٹرانسفر کرتے تھے لیکن علی تیمور نے جب ایسے آلات بنائے تو ان کی کارکردگی میں بہت اضافہ کیا۔ فرانس کے سیٹلائٹ سے انہیں منسلک کردیا۔ بعد میں یہی طریقہ مائیک ہرارے نے بھی آزمایا۔ اب وہ ہزاروں میل دور تک ان آلات کے ذریعے عکس منتقل کرنے لگے تھے۔

پچھلے دنوں جب بھارتی فوج اور مائیک ہرارے کی مشترکہ کوششوں سے شی تارا کو ٹریپ کرنے کی کوششیں کی جارہی تھیں تو پارس نے اسے بحفاظت اسکندریہ پہنچادیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ اسکندریہ آئے گا اور اس کے ساتھ واشنگٹن جائے گا۔ دراصل اس نے شی تارا کے ذریعے مائیک ہرارے اور سپرماسٹر کو اپنی آمد کی اطلاع دی تھی اور خود وہیں بھارت میں رہ گیا تھا۔

وہ پاکستان کے خلاف سیاچن میں کبھی جاسوسی نہیں کرسکتا تھا اس لیے وہ بھارت میں رہ گیا اور وہیں اس نے اتالانا اور عادل کو بلالیا تھا۔ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ سپرماسٹر کی ٹیم شاہراہِ ریشم سے ہوکر درۂ خنجراب میں پہنچ کر قیام کرے گی اور وہیں پارس کی آمد کی توقع کرے گی۔

بابا صاحب کے ادارے میں باربرا اور جے مورگن کو گلگت سے لے کر درۂ خنجراب تک کے سرکاری عہدیداروں اور وہاں کے بڑے لوگوں کی آوازیں سنائی گئی تھیں۔ انہیں یہ معلوم کرنا تھا کہ سپرماسٹر کی ٹیم گلگت میں ہے یا خنجراب کی طرف چلی گئی ہے۔ پارس نے جے مورگن سے کہا "میں دشمنوں کو ان کے بل کے اندر سے نکالوں گا۔ تم اس چیک پوسٹ کے افسران کے دماغوں میں جگہ بناؤ جو گلگت اور دوسرے شمالی علاقوں سے اسلام آباد کی طرف آنے والوں کو چیک کرتے ہیں اور باربرا درۂ خنجراب کی چیک پوسٹ کے افسران کے اندر رہے گی۔"

باربرا نے پوچھا "اس سے کیا ہوگا؟ تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"جو کرنا چاہوں گا، اس کی تم اجازت نہیں دوگی۔ اس لیے تم خاموش ہی رہو۔"

وہ چڑ کر بولی "تم نمبری بدمعاش ہو۔ بہتر ہے کہ مورگن ہی سے باتیں کرو۔"

وہ بولا "اگر سپرماسٹر کی ٹیم گلگت میں ہوگی تو میری حرکتوں سے وہ جگہ چھوڑ دے گی اور وہاں سے کہیں دور جانا چاہے گی، ایسے میں تم دونوں اس ٹیم کے افراد کو پہچان سکوگے۔"

پارس کی پلاننگ کے مطابق باربرا اور جے مورگن نے عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے گلگت کے مختلف حصوں میں رکھ دیئے تھے۔ وہ آلات ننھے لاکٹ کے برابر تھے۔ ایسی ایسی جگہ رکھے گئے تھے کہ تلاش بسیار کے بعد ہی نظر آسکتے تھے۔ پھر وہ آلات چیک پوسٹ جیسے مقامات تک بھی پہنچادیئے گئے تھے۔

پارس نے گلگت کے بازار میں عادل کے عکس کو منتقل کیا اور وہ لوگوں سے کہتا پھرتا رہا تھا کہ وہ کوئی چنگیز خان کی نہیں، ایک عاشق کی روح ہے اور اپنی معشوق کو تلاش کررہی ہے۔ مائیک ہرارے اور ڈی کردسو کا خیال تھا کہ وہ پارس کا عکس ہوگا۔ ہرارے نے کہا "یہ تمہیں گھیرنے کی چال ہے۔ اپنی ٹیم سے الگ رہو۔ ٹیم کو ان آلات کے ساتھ جانے دو۔ تم، مس فرائی اور دو جاسوس وہاں سیاح کی حیثیت سے ہیں۔ اپنے ان تینوں ماتحتوں کے ساتھ اپنی کار میں نکلو اور شہر کا ایک جائزہ لو۔ ہوسکتا ہے کہیں پارس کا عکس کہیں نظر آجائے اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ تم پارس کو بدلے ہوئے موجودہ بہروپ میں دیکھ لوگے۔"

ڈی کردسو نے یہی کیا۔ اس کی ٹیم وہاں سے روانگی کے لیے سامان پیک کررہی تھی۔ وہ مس فرائی اور دو جاسوسوں کے ساتھ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ ایک جاسوس کار ڈرائیو کرنے لگا۔ رات کے نو بجے تھے وہ بازار بند ہوچکا تھا جہاں لوگوں نے ایک روح کو اپنی معشوقہ کے لیے بھٹکتے دیکھا تھا۔ لیکن شہر کے دوسرے حصوں کے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا اس لیے انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ ایسی کسی روح کو دیکھنے کے لیے دو دو چار چار کی تعداد میں آرہے تھے۔ بازار بند ہونے کے باوجود وہاں اچھی خاصی رونق ہوگئی تھی جو چھوٹے بڑے ہوٹل، قہوہ خانے اور سگریٹ وغیرہ کی دکانیں تھیں وہ پھر کھل گئی تھیں۔

مقامی باشندوں نے سات بجے وہ روح دیکھی تھی اس کے بعد وہ نظر نہیں آئی۔ لوگ بازار کے آس پاس کی گلیوں میں گئے۔ گھروں کے دروازوں پر دستک دے کر پوچھا "کیا واقعی انہوں نے کسی روح کو دیکھا تھا؟"

دو چار نے انکار کیا۔ باقی نے قسمیں کھا کر بیان دیا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس روح کو دیکھا تھا اور اس کی آواز بھی سنی تھی۔ لیکن رات نو بجے تک اس بازار میں جوق در جوق آنے والوں میں کسی کو وہ روح دکھائی نہیں دی۔

پھر سب نے یہی کہا کہ خواہ مخواہ افواہ اڑائی گئی ہے۔ اس بازار کے تھانے کے ایک پولیس افسر نے اپنی آنکھوں سے عادل کے عکس کو دیکھا تھا۔ وہ ضعیف الاعتقاد نہیں تھا۔ اس لیے شش و پنج میں تھا کہ اعلیٰ افسران کو کیا رپورٹ دے۔ پھر ایک فوجی افسر نے تھانے میں آکر اس سے پوچھا "کیا آپ نے اس علاقے میں کسی انسانی عکس کو دیکھا ہے جسے لوگ روح کہہ رہے ہیں؟"

پولیس افسر نے کہا "سر! آپ نے اسے انسانی عکس کہہ کر میری مشکل آسان کردی ہے وہ ٹرانسپیرنٹ تھا۔ اس کے آر پار دیکھا جاسکتا تھا۔ میں اسے روح تسلیم نہیں کرسکتا تھا کیونکہ وہ بہترین گرم سوٹ میں تھا۔"

فوجی افسر نے کہا "آپ میرے ساتھ چند سپاہیوں کو لے کر چلیں۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ اور کتنے معتبر لوگوں نے دیکھا اور آخری بار اس عکس کو کہاں دیکھا گیا ہے؟"

وہ سپاہیوں کے ساتھ ایک بڑی سی وین میں آکر بیٹھ گئے۔ پولیس افسر نے کہا "کئی معتبر مقامی لوگوں نے مجھ سے ایک روح کے متعلق کہا ہے اور قسم کھا کر کہا ہے کہ انہوں نے روح کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

وہ پولیس وین بازار کی بڑی سڑک پر آئی۔ وہاں دور دور تک بے شمار لوگ تھے اور سب بے یقینی سے کہہ رہے تھے کہ سوٹ پہننے والی روح ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ ایسی بات پر بچے بھی یقین نہیں کریں گے۔ فوجی افسر اور اس کے ساتھ آنے والا ایک ماتحت افسر یہ باتیں سن کر مایوس ہورہے تھے۔ انہیں آرمی ہیڈ کوارٹر سے تاکید کی گئی تھی کہ اگر دیکھی جانے والی روح کا چرچا ہو رہا ہے تو پھر وہ روح نہیں ہے۔ جاسوسی آلات کے ذریعے ایک انسان کے عکس کو منتقل کیا جارہا ہے۔ لہٰذا حقیقت کیا ہے، اس بارے میں فوراً رپورٹ دی جائے۔

اس افسر نے اپنے ماتحت سے کہا "گاڑی میں رکھے ہوئے ٹرانسیٹر کے ذریعے رابطہ کرو۔ ہیڈ کوارٹر میں یہ اطلاع دینی ہوگی کہ تھانے کا انچارج اور چند معتبر مقامی حضرات نے انسانی ٹرانسپیرنٹ عکس کو دیکھا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت نے نہیں دیکھا ہے اور وہ اسے محض افواہ کہہ رہے ہیں۔"

ماتحت گاڑی کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں ایک ٹرانسیٹر رکھا ہوا تھا۔ وہ اس خانے کو کھولنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھ رک گئے۔ اس نے گاڑی کی ونڈ اسکرین کے پار ایک انسانی عکس کو دیکھا پھر چند لمحات تک آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ عکس تھا نہیں تھی۔ ایک نہایت ہی حسین دوشیزہ تھی۔ پریوں جیسا سفید لباس پہنے ہوئے تھی۔ شانوں پر پڑا ہوا دوپٹہ دونوں بازوؤں کی طرف ہوا میں یوں لہرا رہا تھا جیسے اس پری کے پر پھڑپھڑا رہے ہوں۔ گاڑی کے باہر کھڑے ہوئے فوجی اور پولیس افسران اور سپاہی بھی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس پوری سڑک پر ہلچل سی مچ گئی تھی۔ لوگ شور مچا رہے تھے اور اپنی اپنی انگلیوں کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو دکھا رہے تھے جیسے عید کا چاند دکھا رہے ہوں۔

"دیکھو۔ وہ دیکھو۔ ادھر پولیس وین سے کچھ فاصلے پر وہ روح دکھائی دے رہی ہے۔"

سڑک کے دوسری طرف ڈی کردسو، مس فرائی کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اگلی سیٹ پر دو جاسوس تھے۔ وہ سب اس دوشیزہ کے عکس کو دیکھ رہے تھے۔ ایک جاسوس نے ڈی کردسو سے کہا "سر! یہ تو گاڈمدر کی چھوٹی بیٹی اتالانا ہے۔ جب میں اٹلی میں اپنی ٹیم کے ساتھ عکس منتقل کرنے والے آلات چرانے گیا تھا تو وہیں ایک البم میں گاڈمدر اور اس کے بیٹے بیٹیوں کی تصویریں دیکھی تھیں۔ ان تصاویر کے نیچے ان کی تاریخ پیدائش بھی لکھی ہوئی تھی۔"

وہ اتالانا ہی تھی۔ بیچ سڑک پر کھڑی دونوں ہاتھ کسی کو بلانے کے انداز میں پھیلائے کہہ رہی تھی "میں آگئی ہوں، میرے عاشق! تم کہاں ہو؟ میں نے سنا ہے تم مجھے یہاں کے بازاروں اور گلیوں کوچوں میں ڈھونڈتے پھر رہے ہو۔ دیکھو، تمہاری صداؤں میں کتنی کشش ہے۔ میں کھنچی چلی آئی ہوں۔ مجھے پھر صدائیں دو۔"

چند لمحوں کے بعد عادل کی آواز گونجنے لگی "معشوقہ! میری معشوقہ! تو نے پکارا اور ہم چلے آئے۔ جانِ جگر! جانِ تمنا! گستاخ اکھیاں کت جا لڑیاں، ہائے میری معشوقہ......"

اس سڑک پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیکڑوں لوگ تھے سب کے سب اِدھر اُدھر گھوم کر اس عاشق کو دیکھنا چاہتے تھے جس کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر وہ نظر نہیں آرہا تھا۔

ایسے وقت لوگ سڑک کے دونوں کناروں پر سمٹ آئے تھے سڑک اس لیے خالی چھوڑ دی تھی کہ وہ عاشق اپنی معشوقہ سے ملنے اسی راستے پر آسکتا تھا۔ فوجی افسر اپنے ساتھ ایک ویڈیو کیمرا لے کر آیا تھا اور اتالانا کی متحرک تصویر اتارنے کے دوران کمنٹری کررہا تھا اور کہہ رہا تھا "ہمیں اطلاع ملی تھی کہ گلگت کے اس بازار میں ایک مرد کا ٹرانسپیرنٹ عکس دیکھا گیا ہے۔ فی الحال ایک لڑکی کا ٹرانسپیرنٹ عکس اس ویڈیو فلم کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کیمرے کا مائیکروفون بہت حساس ہے۔ یہ لڑکی جو کچھ کہہ رہی ہے اس کے جواب میں اس کے عاشق کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے۔"

ایسے وقت لوگوں نے سڑک کے دوسری طرف اشارہ کیا۔ وہاں اب عادل کا عکس نظر آرہا تھا۔ وہ ایک بہترین سوٹ اور نکٹائی پہنے ہوئے تھا۔ دور کھڑی ہوئی محبوبہ کی طرف دونوں بازو پھیلائے کہہ رہا تھا "معشوقہ! میری جانِ حیات! ہمارے دوستوں اور دشمنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم ابھی ہندوستان کے ایک ایسے شہر میں ہیں جس کے ایک سنیما میں فلم شرابی چل رہی ہے۔ میں اسی فلم کا ایک گانا تمہارے لیے گا رہا ہوں۔"

پھر وہ گانے لگا "مجھے پیار دے، پیار دے، پیار دے دے مجھے پیار دے......"

وہ سڑک کے ایک سرے سے گاتا ہوا اور ڈانس کرتا ہوا آنے لگا۔ ادھر سے اتالانا اس کے جواب میں گاتی ہوئی اس کی سمت رقص کرتی ہوئی بڑھنے لگی۔ گانا کچھ یوں تھا "سیاں! مورے سیاں سیاچن پہنچادے رے، سیاچن، سیاچن مجھے پہنچادے اے، ہائے سیاچن، سیاچن مجھے پہنچادے رہے، نہ پہنچائے تو پھر؟ تو پھر؟ جا میں تو سے نا ہی بولوں رے، جا جا میں تو سے نا ہی بولوں رے......"

ڈی کردسو نے جھنجلا کر کہا "یہ پارس شیطان کا بچہ ہے۔ ادھر

کھڑے ہوئے فوجی افسر کو سیاچن کا اشارہ دے رہا ہے۔"

مائیک ہرارے نے سوچ کے ذریعے کہا "وہ پارس نہیں ہے۔ اگر یہ اتالانا ہے تو وہ عادل ہے۔ ہمیں بتا رہا ہے کہ وہ ہندوستان کے کسی ایسے شہر میں ہے جس کے ایک سینما گھر میں فلم شرابی دکھائی جا رہی ہے۔ یہ آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مقبوضہ کشمیر یا اس کے قریب کسی شہر کے سینما میں وہ فلم چل رہی ہے۔"

"مسٹر ہرارے! کوئی دشمن یہ نہیں بتاتا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟ یہ ہمیں پاکستان سے بھگانے کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں۔"

"مسٹر کرو سو! تم نے فرہاد کے بیٹوں کی ہسٹری توجہ سے نہیں پڑھی ہے یہ لوگ دشمنوں کو سامنے بلا کر سر پر چپت مارتے ہیں۔"

"ابھی تم کہہ رہے تھے کہ یہ پارس نہیں عادل ہے۔"

"بے شک یہ عادل ہی ہے مگر اس کے پیچھے پارس یا علی تیمور کا ذہن کام کر رہا ہے۔"

ڈی کرو سو سوچ کے ذریعے ہرارے سے باتیں کر رہا تھا اور دور سڑک پر اتالانا اور عادل کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں گاتے ہوئے اور رقص کرتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آرہے تھے۔ پھر بالکل قریب آنے کے بعد عادل نے کہا "تم بہت ضدی ہو۔ میں پیار مانگتا ہوں اور تم سیاچن لے جانے کی بات کرتی ہو۔"

وہ بولی "عشق کرنے والے آسمان کی بلندی سے تارے توڑ لاتے ہیں کیا تم مجھے سیاچن کی بلندی پر نہیں لے جاسکتے؟"

"وہاں سر پر کفن باندھنے والے دلیر فوجی ہی جاسکتے ہیں ہم جائیں گے تو ہماری قلفی جم جائے گی۔"

اتالانا نے کہا "جسمانی طور پر وہاں جانا ضروری نہیں ہے' جس طرح ہمارا عکس ہندوستان کے ایک شہر سے یہاں آیا ہے۔ اسی طرح یہ عکس سیاچن پہنچ جائے گا۔ وہاں ہمارے عکس کو سردی نہیں لگے گی۔ ہم مزے سے گھوم پھر کر پاکستانی اور بھارتی فوجیوں کی کارروائیاں دیکھیں گے۔"

"میری جان! ہم محبت کرتے ہیں' جنگ سے ہمارا کیا تعلق؟ پھر ہم اس فرہاد علی تیمور کے ماتحت ہیں جو خالص پاکستانی ہے ہم کبھی عکس کے ذریعے اور اپنی آنکھوں سے بھی پاک آرمی کی کوئی کارروائی نہیں دیکھیں گے کیونکہ یہ فرہاد کے وطن کا مقدس راز ہے۔ خدا کی قسم ہم کسی دشمن کو بھی عکس کے ذریعے وہاں پہنچنے نہیں دیں گے۔ میرے ساتھ ایک بار بولو۔ پاکستان......؟"

عادل کے عکس نے اتالانا سے کہا تھا لیکن گلگت کے بازار کے سیکڑوں افراد نے بے اختیار اپنی زبان سے کہا "زندہ باد......" پھر وہاں دیر تک پاکستان زندہ باد کے نعرے گونجنے لگے۔ اتالانا اور عادل کے عکس اچانک ہی غائب ہو چکے تھے۔

جب تک وہاں نعرے لگتے رہے تب تک پاک آرمی کے افسران اور جوان حرکت میں آگئے۔ ٹیلی فون' ٹرانسیٹر اور فیکس وغیرہ کے ذریعے گلگت ... آرمی ہیڈ کوارٹر ... پھر وہاں سے سیاچن کے مورچے تک تمام فوجیوں کو الرٹ کیا جا رہا تھا۔ جیسا پارس نے سوچا تھا اسی کے مطابق شمالی علاقہ جات کی تمام چیکنگ پوسٹ کے افسروں کو سختی سے تاکید کر دی گئی تھی کہ کسی شخص یا گاڑی کو چیکنگ کے بغیر وہاں سے گزرنے نہ دیا جائے۔

مائیک ہرارے اور ڈی کرو سو جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ پارس نے عکس منتقل کرنے کی عام نمائش کر کے ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا تھا اور عادل کے ذریعے یہ چیلنج کیا تھا کہ کسی ... کو بھی عکس کے ذریعے سیاچن تک پہنچنے نہیں دیا جائے گا۔ جسمانی قوت اور ہتھیاروں سے دشمنوں کے بڑھتے ہوئے قدم روکے جاتے ہیں لیکن پارس نے طاقت استعمال کی تھی نہ ہتھیار۔ اس نے بڑی چھپن سے شطرنج کی بازی کھیلی تھی۔ اتالانا اور عادل دو مہروں کی طرح آگے بڑھائے تھے اور مائیک ہرارے کو مات کھانے کے مرحلے تک پہنچا دیا تھا۔

ڈی کرو سو نے کہا "اب تو ہم یہاں کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں یہاں سے واپس جانا ہوگا۔"

ہرارے نے کہا "دانش مندی یہی ہے۔ بھارت میں تمہارے جو آلہ کار ہیں ان کے دماغوں میں جاؤ اور معلوم کرو یہ شرابی فلم نئی ہے یا پرانی؟ پرانی ہوگی تو کشمیر کے قریب بھارت کے کسی ایک یا دو شہروں میں چل رہی ہوگی۔ پارس پہلی ٹیم کے ساتھ کسی علاقے میں ہوگا۔"

"تم بڑے یقین سے کہہ رہے ہو کہ پارس ادھر کہیں ہوگا' ... لیے میں جاؤں گا۔"

"جانا تو ہوگا ہی۔ اب تم ہندوستان میں رہ کر ہی سیاچن پہنچ سکتے ہو اور وہاں تک پہنچنے سے پہلے پارس اور اس کی ٹیم کو راستے سے ہٹانا ہوگا۔ کیونکہ وہ مسلمان نہیں چاہیں گے کہ ... عکس کے ذریعے بھارتی فوجی اڈوں تک پہنچیں کیونکہ وہاں سے ... ہزار فٹ کے فاصلے پر پاکستان آرمی کے اڈے ہیں۔"

"ہاں' یہ تو انہوں نے چیلنج کیا ہے کہ دشمنوں کو کیا دوستوں کو بھی پاک آرمی کے کسی مورچے تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

ڈی کرو سو اپنی قیام گاہ کی طرف واپس جانے لگا۔ مس ... کے ذہن میں تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو نقش کیا گیا تھا۔ وہ ... لگی "مسٹر کرو سو! پارس آپ سے دشمنی کر رہا ہے مگر میں دل اور دماغ سے پارس کو چاہتی ہوں۔ آپ کا دشمن میرے دل ... دھڑکتا رہتا ہے۔ میں عجیب الجھن میں ہوں۔ آپ کی ٹیم میں ... ہوں اور آپ کے دشمن کو دل سے نہیں نکال سکتی۔"

وہ بولا "میں تم سے خوش ہوں۔ تم سچ بولتی ہو اس لیے ... تمہیں پارس کے پاس پہنچاؤں گا۔ ہم یہاں سے اسلام آباد جائیں گے۔ وہاں سے ہمارے ملک کا ایک خصوصی طیارہ ہمیں ہندوستان پہنچادے گا۔"

... وہ اپنی قیام گاہ میں واپس آئے۔ ٹیم کے باقی افراد عکس منتقل کرنے والے آلات اور کیمرے وغیرہ ساتھ لے گئے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ پاکستانی فوج اور جاسوس وغیرہ اتنی جلدی حرکت میں نہیں آئیں گے اور وہ تمام آلات کے ساتھ بخیریت اسلام آباد پہنچ کر وہاں سے باقاعدہ پلاننگ کے مطابق ہندوستان چلے جائیں گے۔

وہ کسی حد تک درست سوچ رہے تھے۔ ملک دشمن عناصر کے فرار کا راستہ روکنے اور انہیں گرفتار کرنے کے مزید ہنگامی انتظامات کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے لیکن شمالی علاقہ جات میں صرف فون' ٹرانسیٹر اور فیکس کے ذریعے ہنگامی انتظامات نہیں ہو رہے تھے بلکہ ان ذرائع میں ٹیلی پیتھی بھی شامل ہو گئی تھی۔ باربرا اور جے مور گن نے گلگت سے اسلام آباد جانے والے راستے کے چیک پوسٹ پر فرائض ادا کرنے والوں کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی اور حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار کے ذریعے اس چیک پوسٹ کے افسر کو فون کے ذریعے سختی سے تاکید کرائی تھی کہ کسی شخص یا گاڑی کو چیکنگ کے بغیر وہاں سے گزرنے نہ دیا جائے۔

ڈی کرو سو کی ٹیم کے افراد اپنی گاڑی میں ادھر پہنچے تو انہوں نے چیک پوسٹ کے سامنے گاڑیوں کی قطار دیکھی۔ وہاں کے سپاہی اور افسران بڑی توجہ سے ایک ایک گاڑی کو چیک کر رہے تھے۔ ٹیم کے ایک جاسوس نے موبائل فون کے ذریعے ڈی کرو سو کو مخاطب کر کے کہا "سر! یہاں چیک پوسٹ والے بڑی توجہ اور سختی سے ایک ایک گاڑی کو چیک کر رہے ہیں۔ بارہ گاڑیوں کے پیچھے ہماری دو گاڑیاں ہیں۔ چیکنگ کے لیے ہماری گاڑیوں کی باری آئے گی تو بھید کھل جائے گا۔ ویڈیو کیمرا' ساؤنڈ مشین اور عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات برآمد کر لیے جائیں گے۔"

اس نے کہا "ٹیم کے کسی شخص کو وہاں کے افسر سے بات کرنے کے لیے کہو۔ میں اس افسر کے دماغ پر قبضہ جمالوں گا پھر تمہاری گاڑیوں کا راستہ کوئی نہیں روکے گا۔"

اس کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ ایک شخص گاڑی سے نکل کر چیک پوسٹ کے افسر کے پاس آیا پھر بولا "جناب! ہمارا ایک ساتھی بہت بیمار ہے۔ پلیز آپ ہماری گاڑیاں فوراً چیک کر کے جانے دیں۔"

افسر نے کہا "یہاں جو آتا ہے' سب کو جانے کی جلدی ہوتی ہے۔ بڑی کار والے دولت مند قطار میں کھڑے رہنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ جب ان گاڑیوں کی باری آئے گی تو چیک کرے گا لیکن وہ ایسا نہ کہہ سکا اپنے سخت لہجے کو بھول کر اپنی کرسی سے اٹھ گیا پھر نرمی سے بولا "یہ سن کر افسوس ہوا کہ تمہارا آدمی بیمار ہے میں دفتر سے باہر آرہا ہوں۔ تم اپنی گاڑیاں اوور ٹیک کر کے ادھر لے آؤ۔ میں سپاہیوں سے کہہ دوں گا وہ تمہیں جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

وہ افسر ٹائلٹ جانے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے والے نے اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اسے ٹائلٹ جانے دیا کیونکہ وہ پانچ سات منٹ سے پہلے واپس نہ آتا۔ دراصل جے مور گن نے سمجھ لیا تھا کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا افسر کے مزاج کو بدل کر اپنی دو گاڑیوں کو چیکنگ کے بغیر وہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔

جے مور گن نے مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنی موجودگی کا علم نہیں ہونے دیا۔ اس نے چپ چاپ افسر کے اندر ٹائلٹ جانے کی ضرورت پیدا کی۔ وہ ٹائلٹ میں گیا تو مور گن نے پارس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر اسے چیک پوسٹ کے افسر کے متعلق بتایا کہ اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا پہنچا ہوا ہے۔

پارس نے کہا "تم افسر کے پاس رہو۔ میں ادھر پہنچ رہا ہوں۔"

جے مور گن چلا گیا۔ پارس نے اتالانا اور عادل سے کہا "تم دونوں ہمارے انجینئر کے ساتھ ویڈیو کیمرا اور ساؤنڈ مشین وغیرہ کو آپریٹ کرو اور یہ بتاؤ گلگت چیک پوسٹ پر کتنے نمبر کے عکس منتقل کرنے والے آلات لگائے گئے ہیں۔"

عادل نے کہا "بیس' اکیس اور بائیس نمبروں کے تین آلات مختلف جگہوں پر لگائے گئے ہیں' کیا آپ وہاں جائیں گے؟"

"ہاں۔ یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ سپر ماسٹر لڑکے کون لوگ ہیں اور ان میں ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

جے مور گن اس افسر کے اندر آیا۔ وہ جلد ہی ٹائلٹ سے باہر آگیا تھا اور اب دفتری چار دیواری سے نکل کر سڑک کے کنارے پہنچ رہا تھا۔ ڈی کرو سو کی دونوں گاڑیاں قطار میں کھڑی ہوئی گاڑیوں کو اوور ٹیک کر کے چیک پوسٹ کے دفتر کے سامنے آگئی تھیں۔ وہ افسر اپنے ماتحتوں سے کہنا چاہتا تھا کہ ان دو گاڑیوں کو جانے دیا جائے لیکن کچھ کہنے سے پہلے پارس کے عکس کو اپنے قریب دیکھ کر خوف سے چیخ مار کر اچھلتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ دونوں گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے افراد بھی کھڑکیوں سے جھانک کر عکس کو دیکھ رہے تھے۔

ایک نے افسر سے کہا "آپ کو خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کوئی روح نہیں ہے گلگت شہر میں ایسے ہی عکس کو سیکڑوں لوگوں نے دیکھا ہے۔"

پارس کے عکس نے کہا "وہ شخص جو افسر کے دماغ میں گھسا ہوا ہے اس سے میں کہتا ہوں۔ کیا میں یہ بتادوں کہ جن آلات کے ذریعے میرا عکس نظر آرہا ہے' وہ آلات تمہارے آدمیوں نے کہاں چھپا رکھے ہیں؟"

ڈی کرو سو نے اس افسر کی زبان سے کہا "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم اپنے عکس ٹرانسفر کرنے والے آلات کے ذریعے یہاں آئے ہو۔"

... وہ آلات ... کی جگہ موجود ہیں

اگر یہیں سے برآمد ہوگئے تو کیا ہوگا؟"

ڈی کروسو سوچ میں پڑ گیا۔ ٹیم کے ایک جاسوس نے ایک گاڑی سے نکل کر کہا "مسٹر کروسو! یہ آپ سے باتیں کرنے والا عکس عادل کا نہیں' پارس کا ہے۔ ہم سب پارس کو لاکھوں میں پہچان سکتے ہیں۔"

اس بولنے والے جاسوس کے دماغ میں زلزلہ سا پیدا ہوا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کا سر پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا اور اس کے اندر مائیک ہرارے کہہ رہا تھا "گدھے کے بچے! تم بڑے چالاک جاسوس کہلاتے ہو مگر تم نے یہ کیا حماقت کی؟ پارس کے عکس کے سامنے اپنے ٹیم لیڈر کو مسٹر کروسو کہہ کر کیوں مخاطب کیا؟"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتا ہوا بولا "میں ہمیشہ اپنے لیڈر کو مسٹر کروسو کہہ کر مخاطب کرتا ہوں۔"

"لیکن اس طرح مخاطب کرنے سے پارس کو معلوم ہوگیا ہے کہ اس ٹیم کے خیال خوانی کرنے والے لیڈر کا نام کروسو ہے۔"

جے مورگن اس شخص کے دماغی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا تھا اور مائیک ہرارے کی ڈانٹ ڈپٹ سن رہا تھا۔ ڈی کروسو نے اس کے اندر آکر کہا "یہ پارس انہیں ان آلات کے ساتھ ضرور پکڑ لے گا۔ بہتر یہی ہے کہ یہ ان کے معاملے میں الجھا رہے۔ میں اپنی گاڑی میں نکل پڑا ہوں۔ اس چیک پوسٹ سے کسی شک و شبہ کے بغیر گزر جاؤں گا۔"

ہرارے نے کہا "ٹھیک ہے تم یہاں سے گزرو۔ میں پارس کو یہاں الجھائے رکھوں گا۔"

جے مورگن نے پارس کو یہ تمام باتیں بتائیں۔ پارس نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا کروسو پیچھے کسی گاڑی میں آرہا ہے۔ تم باربرا کو یہاں بلاؤ۔ وہ بھی تمہارے ساتھ تمام گاڑیوں والوں کے اندر پہنچتی رہے گی دیکھیں وہ کروسو یہاں سے کیسے نکلتا ہے؟"

ادھر مائیک ہرارے نے افسر کی زبان سے کہا "مسٹر پارس! تمہیں یہاں دیکھ کر حیران ہوں۔ تم تو شی تارا کے ساتھ واشنگٹن آنے والے تھے؟"

پارس نے کہا "حیران ہونا چھوڑ دو۔ کیا شی تارا کے ساتھ ابھی جہاں ہوں وہاں سے میرا عکس منتقل ہو کر یہاں نہیں آسکتا۔"

"ہاں۔ مگر گلگت کے بازار میں عادل کہہ رہا تھا کہ وہ ہندوستان کے ایک شہر میں ہے۔"

"بے شک اتالانا اور عادل اپنی ایک ٹیم کے ساتھ ہندوستان میں موجود ہیں۔ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں ان کے ساتھ وہاں موجود ہوں؟"

"میں یہی سمجھ رہا تھا کہ تم وہاں ان کی رہنمائی کر رہے ہو؟"

"مسٹر ہرارے اپنا شطرنجی ڈھکلا استعمال کرو۔ شی تارا خیال خوانی کرتی ہے میں اس کے ذریعے عادل کو گائیڈ کرتا ہوں۔"

"کیا ہمارے درمیان کوئی سمجھوتا ہو سکتا ہے؟ میں چاہتا ہوں یہ دونوں گاڑیاں چیکنگ کے بغیر گزر جائیں۔"

"جب تم نے دہلی شہر کی ناکہ بندی کرائی تھی اور شی تارا کے فرار کے تمام راستے بند کردیئے تھے تب میں نے تم سے سمجھوتا کرنے کی درخواست نہیں کی تھی۔"

"بے شک تم لوگ باکمال ہو۔ تم بڑی ذہانت اور بے مثال حکمتِ عملی سے شی تارا کو نکال لے گئے تھے۔ میں ابھی اپنی ذہانت سے کام نہیں لے سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ شی تارا اسی افسر کے اندر چھپی ہوئی ہے جس کی زبان سے میں بول رہا ہوں۔"

"مسٹر ہرارے! میں جانتا ہوں' ان گاڑیوں میں سے عکس منتقل کرنے والا سامان نکلے گا۔ لیکن تمہارا کوئی خاص آدمی گرفتار نہیں ہوسکے گا۔ تمہارے ان تمام چمچوں کو قیدی بنانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا اور عکس منتقل کرنے والے آلات چھین کر رکھ لیے جائیں گے تو تمہارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پتا نہیں تم لوگوں ایسے کتنے آلات بنا رکھے ہیں۔ تمہارے ہندوستان پہنچنے تک وہاں دوسرے آلات اور کیمرے وغیرہ پہنچ جائیں گے۔"

"تم ہماری طاقت کو اور وسیع ذرائع کو خوب سمجھ رہے ہو۔"

"سمجھ رہا ہوں اسی لیے راستہ نہیں روکوں گا اور یہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ شی تارا موجود نہیں ہے۔ تم اس افسر کو آلۂ کار بنائے رکھو اور اپنی ان دو گاڑیوں کو چیکنگ کے بغیر لے جاؤ۔"

"میں حیران ہوں کہ تم میرے آدمیوں کو ان آلات سمیت جانے کی اجازت دے رہے ہو۔"

"میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ حیران ہونا چھوڑ دو۔ میں چوہے نہیں پکڑتا شیر کا شکار کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میرا ارادہ بدل جائے' اپنی دونوں گاڑیوں کو یہاں سے لے جاؤ۔"

ہرارے نے افسر کی زبان سے سپاہیوں کو حکم دیا "ان گاڑیوں کو جانے دو۔"

سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ گاڑیاں چیکنگ کے بغیر جانے لگیں۔ پارس نے افسر کو دیکھ کر کہا "اچھا مسٹر ہرارے! میں بھی جارہا ہوں۔ میرا یہ احسان یاد رکھنا گڈ نائٹ۔" یہ کہتے ہی اس کا عکس غائب ہوگیا۔ جے مورگن نے اس کے پاس آکر پوچھا "آپ نے انہیں جانے کیوں دیا؟"

پارس نے جواباً پوچھا "کیا باربرا وہاں چیک پوسٹ پر ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ سپاہیوں کے اندر رہ کر ایک ایک گاڑی کو چیک کر رہی ہے۔"

"مورگن! تمہیں بھی وہاں رہنا چاہیے۔ کسی گاڑی میں خیال خوانی کرنے والا کروسو آرہا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی ڈرائیور بھی ہوگا تو وہ یوگا کا ماہر ہوگا جیسے ہی کسی پر شبہ ہو مجھے اطلاع دینا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

ذرا ایک منٹ۔ شی تارا ابھی ثانی اور علی کے ساتھ ہے۔ ثانی سے کہو' وہ شی تارا کے ساتھ میرے پاس فوراً آئے۔"

جے مورگن چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شی تارا نے اس کے اندر آکر کہا "ہائے پارس! تم نے مجھے بلایا ہے تمہارے پاس آکر میں اپنی خوشی بیان نہیں کر سکتی۔"

"میں نے ثانی کے ساتھ آنے کو کہا تھا۔"

"ثانی میرے ساتھ ہے۔ تمہارے اندر موجود ہے۔"

"تم اس کی موجودگی میں مجھ سے محبتوں اور مسرتوں کا اظہار کر رہی ہو' وہ جل بھن کر راکھ ہو رہی ہوگی۔"

ثانی نے کہا "تم مجھے غصہ دلانے یا چڑانے کے لیے چھیڑو میں پھر بھی نارمل رہوں گی۔"

"تم مجھے چھیڑنے کو کہہ رہی ہو! ایسی بے حیا لڑکی میں نے نہیں دیکھی جو خود چھیڑنے کی دعوت دیتی ہے۔"

"تم سے خدا سمجھے گا۔ کام کی بات کرو۔"

پارس نے چیک پوسٹ پر ہونے والے واقعات کا ذکر کیا پھر کہا "میں نہیں چاہتا وہ کروسو بچ کر جائے۔ تمہیں کسی بھی طرح اسے قابو میں کرنا ہوگا۔ فوراً باربرا اور مورگن کے پاس جاؤ۔"

ثانی چلی گئی۔ وہ شی تارا سے بولا "کروسو کے چیک پوسٹ سے گزرنے تک مائیک ہرارے اس کی حفاظت کے لیے خیال خوانی کے ذریعے موجود رہے گا۔ میں چاہتا ہوں تم اسے خیال خوانی کرنے کا موقع نہ دو۔"

"مجھے گائیڈ کرو' اسے خیال خوانی کرنے سے کیسے روکنا چاہیے؟"

"تمہیں اس کا موبائل فون نمبر معلوم ہے۔ اس سے فون پر رابطہ کرو پھر اسے باتوں میں جتنی دیر تک الجھا سکتی ہو الجھائے رکھو۔ چلو اس سے یہ کہہ دو کہ میں تمہارے ساتھ عکس منتقل کرنے کے معاملے میں مصروف تھا۔ پھر ابھی ہوٹل کے کمرے سے باہر نیچے جانے کے لیے نکلا تو کاریڈور میں کھڑا ہوا کوئی شخص مجھے گولی مار کر فرار ہوگیا۔ ابھی میں زخمی ہوں اور تمہارے زانو پر سر رکھے لیٹا ہوا ہوں۔ تم نے میری مرہم پٹی کی ہے۔"

"پارس! یہ کیسی چال چل رہے ہو۔ وہ تمہیں زخمی سمجھ کر تمہارے دماغ میں آنا چاہے گا۔"

"آنے دو۔ میں اسے مایوس نہیں کروں گا۔"

"اچھا میں اسے فون کر رہی ہوں۔ مگر وعدہ کرو پھر مجھے اپنے دماغ میں بلاؤ گے؟"

"وعدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب وہ مجھے زخمی سمجھ کر آئے تو تم بھی میرے اندر چلی آنا اور اس سے جھگڑا کرتی رہنا۔"

وہ چلی گئی۔ پھر اس نے بعد میں بتایا کہ مائیک ہرارے سے کس طرح فون پر رابطہ کیا تھا۔ میں نے اس کی دونوں گاڑیوں کو تمام مخصوص آلات کے ساتھ بحفاظت جانے دیا تھا۔ وہ خوش بھی تھا اور حیران بھی اور یہ بھی سوچ رہا تھا کہ میں کوئی گہری چال چل رہا ہوں اس لیے اب وہ ڈی کروسو کی حفاظت کے لیے اس کے پاس آگیا تھا اور اسے میرے بارے میں بتا رہا تھا۔ ڈی کروسو کی کار اس وقت چیک پوسٹ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ انہی لمحات میں اس کی خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس کے موبائل فون سے اشارہ مل رہا تھا۔ اس نے پوچھا "ہیلو کون؟"

شی تارا نے غصہ سے کہا "میں ہوں۔ مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو تو پہچان لو۔ تم نے کم ظرفی کی انتہا کر دی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے پارس نے تم پر مہربانی کی۔ تمہاری دو گاڑیوں کو چیکنگ کے بغیر جانے دیا اور تم نے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے گولی مار کر زخمی کر دیا۔"

وہ چونک کر خوشی سے بولا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا واقعی پارس زخمی ہوگیا ہے؟"

وہ پھر غصے سے بولی "انجان نہ بنو مسٹر ہرارے! میں بڑی دیر سے پارس کے دماغ میں تمہیں آواز دے رہی ہوں مگر تم خاموش ہو۔ مجھے نادان نہ سمجھو۔ تم خاموش رہ کر پارس کے چور خیالات پڑھ رہے ہو۔ اسی لیے میں نے فون کیا ہے۔ تمہیں یہ بتا دوں کہ تم میرے پارس پر تنویمی عمل نہیں کر سکو گے۔ میں رکاوٹ بنتی رہوں گی۔"

مائیک ہرارے نے قہقہہ لگاتے ہوئے فون کو بند کیا۔ پارس کی آواز اور لہجہ کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بول رہا تھا "آہ! شی تارا! ہرارے کو چیلنج نہ کرو۔ فون بند کردو۔ اس بار بازی اس کے ہاتھ آگئی ہے۔"

مائیک ہرارے نے ہنستے ہوئے کہا "میں تمہارے دماغ میں پہنچ گیا پھر بھی حیرانی سے سوچ رہا ہوں' کیا میں فرہاد کے ایک بیٹے پر قابو پانے جا رہا ہوں۔ شیطان کہلانے والا پارس میرا غلام بننے والا ہے۔"

پارس کے دماغ میں شی تارا کی آواز ابھری "مسٹر ہرارے! میں تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہونے دوں گی۔ میں اپنے پارس کی حفاظت کروں گی۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "کیسے حفاظت کرو گی؟ کیا مجھے اس پر تنویمی عمل نہیں کرنے دو گی۔ میں اسے اپنا غلام بنانا چاہوں گا تو تم مداخلت کرو گی؟ مگر یہ تو سوچو کہ جب میں اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا تو مجھے کیسے روکو گی؟ میں اسے دماغی جھٹکے پہنچاتے پہنچاتے ہمیشہ کے لیے پاگل بنا دوں گا یا مار ڈالوں گا۔"

شی تارا کے رونے کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی "ہائے پارس! میں کس طرح تمہیں اس دشمن سے بچاؤں؟ میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ کیا میں پاپا کو تمہارے زخمی ہونے کے بارے میں بتاؤں؟"

ہرارے نے کہا "خبردار! اگر تم نے فرہاد یا اس کے کسی خیال خوانی کرنے والے کو یہاں بلایا تو اپنے محبوب کو مردہ پاؤ گی' اس کے زندہ سلامت رہنے کی ایک ہی شرط ہے کہ یہ میرا تابعدار بن کر رہے۔"

وہ روتی ہوئی بولی "پلیز مسٹر ہرارے! ہم سے کوئی سمجھوتا کرلو۔"

"ہاں سمجھوتا ہوسکتا ہے کہ تم تمام عمر اس کی محبوبہ یا بیوی بن کر رہنا چاہتی ہو تو تم بھی راضی خوشی میری معمولہ اور تابعدار بن جاؤ۔ میں تم دونوں کو نہایت آرام و آسائش سے رہنے کا موقع دوں گا۔ فرہاد اور اس کی فیملی پر کبھی ظاہر نہیں ہونے دوں گا کہ تم دونوں میرے زیر اثر ہو۔ یوں تم دونوں کے ذریعے مجھے بابا صاحب کے ادارے کے تمام اہم راز معلوم ہوتے رہیں گے۔"

پارس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "تم اور کیا اہم راز معلوم کرو گے؟ پتا نہیں میرے اندر رہ کر تم کب سے میرے چور خیالات پڑھ رہے ہو۔ میرے پاپا کو معلوم ہوگا تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں تمہارے پاپا سے بھی نمٹ لوں گا۔ فی الحال میں شی تارا سے کہتا ہوں کہ وہ خاموش رہے اور مجھے اس شیطان کے چور خیالات پڑھنے دے۔ مجھے تم لوگوں کی بکواس میں ابھی تک چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ بس اب تم دونوں خاموش رہو۔"

شی تارا نے پوچھا "پارس! تم کیا کہتے ہو کیا مجھے خاموش رہنا چاہیے؟"

"عورت اور خاموشی دو متضاد باتیں ہیں۔ اگر عورت ہے تو خاموش نہیں رہے گی اور اگر خاموش رہے گی تو وہاں عورت نہیں ہوگی۔ میری جان! تم بولتی رہو۔ عورت کی بولیاں سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے' یہ ہرارے کیا چیز ہے۔"

مائیک ہرارے کی آواز ابھری "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تمہارے چور خیالات پڑھنا چاہتا ہوں مگر وہاں ایسی آواز آرہی ہے جیسے کوئی عورت تمہاری دینی کتاب پڑھ رہی ہو۔"

پارس نے کہا "وہ میری والدہ محترمہ (آمنہ فرہاد) ہیں۔ قرات سے کلام پاک پڑھ رہی ہیں جب وہاں ایمان بول رہا ہو تو ہماری تمہاری بولی کہاں سنائی دے گی۔"

شی تارا نے کہا "پارس! یہ ثانی آئی ہے۔ خوشخبری سنا رہی ہے' آپریشن مکمل ہوچکا ہے۔"

پارس نے اطمینان کی سانس لی پھر کہا "مسٹر ہرارے! تم نے اتنا وقت میرے گھر میں گزارا' تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اب اپنے کروسو کے پاس جاؤ' چودہ طبق روشن ہوجائیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روکی۔ ہرارے اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ شدید حیرانی سے سوچنے لگا یہ کیا ہوگیا؟

پارس تو زخمی تھا' تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ میری آمد پر سانس روکنے کے قابل نہیں تھا پھر یہ کیا ہوگیا؟ اس نے سانس روک کر مجھے کیسے بھگا دیا؟

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ فرہاد کا بیٹا پوری طرح مٹھی میں آکر نکل گیا ہے۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے اندر آیا۔ اس نے پوچھا "اے بھائی عالمی چیمپئن' اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ تمہارے جیسے بڑے مہرے کو میں نے بساط کے ایک خانے میں کچھ دیر روک کر دوسرے مہرے کو مات دی ہے۔ جاؤ میرے شاطر ڈی کروسو کے پاس جاؤ۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ اب ہرارے کی کھوپڑی میں بات آئی کہ پارس قیامت کی چال چل گیا ہے۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے ڈی کروسو کے پاس پہنچا تو واقعی چودہ طبق روشن ہوگئے۔ ڈی کروسو اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر زخمی پڑا تھا اور اس کے دماغ کا کھلا ہوا دروازہ کہہ رہا تھا۔ آؤ صنم! جاؤ صنم! گھر تمہارا ہے۔

اس نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا "مسٹر کروسو! یہ کیا ہوگیا؟ کیسے ہوگیا؟"

وہ زخم کی تکلیف سے بول نہیں پارہا تھا اس کی سوچ کی لہروں نے کہا "یہاں کے چیک پوسٹ کے سپاہیوں نے میری گاڑی کی تلاشی نہیں لی۔ صرف مجھ سے اور مس فرائی سے سوالات کیے۔ ہم نے جواب دیئے اس کے ساتھ ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ تب ایک سپاہی نے پوچھا "اپنے دماغ کے دروازے کھولو گے یا زخمی ہونا چاہو گے؟"

ڈی کروسو کی سوچ بتا رہی تھی کہ نہ وہ دماغ کے دروازے کھولنا چاہتا تھا اور نہ زخمی ہوکر اپنے دشمنوں کے رحم و کرم پر رہنا چاہتا تھا۔ وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر کار سے نکلتے ہوئے سڑک کے کنارے درختوں اور جھاڑیوں کی طرف بھاگنے لگا۔ ایسے ہی وقت ایک سپاہی نے اس کی ٹانگ میں گولی ماری اور وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ گولی گھٹنے کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔

اگرچہ وہ بڑا جیدار تھا۔ ناقابلِ برداشت تکالیف بھی مسکراتے ہوئے برداشت کرلیتا تھا لیکن خون بہت بہہ رہا تھا پھر یہ کہ خیال خوانی کرنے والوں کو اندر پہنچنے کے لیے تھوڑی سی دماغی کمزوری کافی ہوتی ہے اس لیے وہ اپنے اندر آنے جانے والوں کو روک نہیں پارہا تھا۔

اس کی سوچ نے کہا "مسٹر ہرارے' میں موت سے نہیں ڈرتا۔ صرف غلامی سے نفرت کرتا ہوں۔ مجھے کسی طرح بچاؤ۔ دشمن کو میرے اندر نہ آنے دو۔"

ہرارے نے کہا "مسٹر ڈی کروسو! بہت دیر ہوچکی ہے۔ نہیں اس وقت تمہارے اندر کون خیال خوانی کرنے والا چھپا ہے۔ وہ تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوگا۔"

شی تارا کی آواز ابھری "ہوگا نہیں ہوگی اور تم لاکھوں میں میری آواز پہچان سکتے ہو۔"

یہ بازی پارس کی چال بازی سے اور ثانی کے ایکشن سے جیتی گئی تھی لیکن ثانی نے شی تارا سے کہا تھا "میرا کام پورا ہوچکا ہے اب تم ڈی کروسو کے اندر جاؤ۔"

شی تارا نے کہا تھا "یہ تمہارا گیم ہے تم کھیلو۔"

"سوری تارا! میں تمہارے بندر کے اس مشن میں اس سے زیادہ نہیں رہوں گی' وہ میرے لیے دردِ سر بن جاتا ہے۔"

"دیکھو ثانی! تم میرے محبوب کو بندر بول رہی ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

"تارا! میں تمہاری خاطر اتنی رعایت سے بول رہی ہوں۔ اب وہ مجھے ستانے آئے گا تو اس کا منہ توڑ کے تمہارے ہاتھوں میں رکھ دوں گی۔"

"تم دونوں کی لڑائی سمجھ میں نہیں آتی۔ لڑتی بھی ہو اور وہ کسی مہم پر بلاتا ہے تو اس کی ایک کال پر دوڑی چلی آتی ہو۔ تم نے ڈی کروسو کی یہ بازی اس کے لیے ہی جیتی ہے۔"

"اس لیے کہ وہ کمبخت میرے علی کی جان ہے۔ اسے کچھ ہوتا ہے تو علی کی جان نکلنے لگتی ہے اور میں اپنے محبوب کی خاطر تمہارے محبوب کے لیے جان کی بازی لگانے کو تیار رہا کرتی ہوں۔ اچھا اب فوراً کروسو کے اندر چلو۔"

ثانی اسے ڈی کروسو کے اندر پہنچا کر چلی گئی۔ اس وقت مائیک ہرارے سوچ کے ذریعے ڈی کروسو سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر شی تارا کی آواز سن کر بولا "ہاں' میں لاکھوں میں تمہیں آواز سے پہچان سکتا ہوں۔ دیکھو شی تارا! میں یہ اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ تم اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ گی لیکن میں تمہیں تنویمی عمل کرنے نہیں دوں گا۔ تمہارے عمل کے دوران مداخلت کرتا رہوں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "تھوڑی دیر پہلے میں نے بھی پارس کے دماغ میں رہ کر تم سے کہا تھا کہ میں تمہیں پارس پر تنویمی عمل کرنے نہیں دوں گی۔ تمہارے عمل کے دوران مداخلت کرتی رہوں گی۔ تب تم نے کہا تھا کہ پارس کے دماغ میں زلزلے پیدا کرتے کرتے اسے ہمیشہ کے لیے پاگل بنا دو گے یا مار ڈالو گے۔ بولو تم نے یہی کہا تھا نا؟"

ہرارے نے ہچکچاتے ہوئے کہا "آں..... ہاں میں نے ایسا کہا تھا اب تم بھی ڈی کروسو کے اندر زلزلہ پیدا کرو گی تو میں تمہیں روک نہیں سکوں گا۔"

"تم چاہتے ہو' میں اس پر تنویمی عمل نہ کروں اور اس کے اندر زلزلے بھی پیدا نہ کروں تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"پلیز شی تارا! ہم سے کوئی سمجھوتا کرلو۔"

وہ پھر قہقہہ لگا کر بولی "میں نے بھی پارس کو تمہاری غلامی سے بچانے کے لیے سمجھوتا کرنے کو کہا تھا۔ تب تم نے جواب دیا تھا اگر میں بھی پارس کے ساتھ تمہاری تابعدار بن جاؤں تو یہ بات راز میں رکھو گے۔ پارس کے پاپا کو معلوم نہیں ہونے دو گے۔ ہمیں ہر طرح کی آزادی دو گے اور ہمارے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جاسوسی کرتے رہو گے۔"

"میں اپنی غلطی کو مانتا ہوں۔"

"غلطی نہیں' غرور کہو۔ کیا اب تم بھی یہی کرسکتے ہو۔ اپنے ساتھی ڈی کروسو کے ساتھ ہمارے تابعدار بنو گے اور ہمارے لیے اپنے ملک کے خلاف جاسوسی کرو گے؟"

"میں پاگل نہیں ہوں کہ جان بوجھ کر تم لوگوں کا غلام بن جاؤں۔ میں نے تمہیں اس لیے اپنا تابعدار بننے کے لیے کہا تھا کہ پارس تمہارا یار ہے۔ تمہارے جسم و جان کا مالک ہے۔ ڈی کروسو میرا کوئی نہیں ہے۔ میں اس کے لیے خود کو گڑھے میں نہیں گراؤں گا۔"

وہ بولی "یہاں میں تنہا نہیں ہوں۔ ہمارے اور بھی کئی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ تم ڈی کروسو کے لیے ہماری چند شرائط تسلیم نہیں کرو گے تو ہم اسے ابھی مار ڈالیں گے۔"

ڈی کروسو نے تڑپ کر کہا "نن..... نہیں مجھے مار ڈالنے کی باتیں نہ کرو۔ مسٹر ہرارے! پلیز جلدی جاؤ اور سپر ماسٹر سے مشورہ کرو۔ میں بہت اہم ہوں' وہ مجھے بچانے کے لیے ان لوگوں سے کوئی سمجھوتا کرے گا۔"

شی تارا نے کہا "نہیں ہرارے! تم سپر ماسٹر کے پاس نہیں جاؤ گے۔ میں بھی پارس کے زخمی ہونے کی اطلاع دینے کے لیے پاپا کے پاس جانا چاہتی تھی مگر تم نے سختی سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ کسی کو اطلاع دینے جاؤں گی تو پارس کو مار ڈالو گے۔"

جے مورگن کی آواز ابھری "مسٹر ڈی کروسو! میں تمہارے اندر جے مورگن بول رہا ہوں۔ میں بھی سابقہ سپر ماسٹر کی رضامندی سے ٹرانسفارمر مشین سے گزرا اور یہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ اس سے ہر طرح وفاداری کی تھی لیکن جب یہودیوں نے مجھے اغوا کیا' اپنا تابعدار بنایا تو امریکا نے اپنے لے پالک بیٹے اسرائیل سے میری واپسی کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ہی مجھے کسی حکمتِ عملی سے واپس حاصل کرنے کی کوششیں کیں۔ میں برسوں یہودیوں کا غلام بنا رہا۔ آخر سونیا ثانی نے مجھے ان سے رہائی دلائی۔ بابا صاحب کے ادارے میں نہ میرا برین واش کیا گیا اور نہ ہی مجھے تابعدار بنا کر رکھا گیا۔ میں آج پوری طرح آزاد ہوں۔ صرف اپنی مرضی سے اور اپنے محسنوں کے لیے کام کرتا ہوں اور بڑی سلامتی اور آرام سے رہتا ہوں۔"

جے مورگن نے ایک ذرا توقف سے کہا "یہ میری مختصر سی ہسٹری ہے۔ میں اپنے تجربے کی روشنی میں کہتا ہوں سپر ماسٹر اور مائیک ہرارے تمہیں قربانی کا بکرا سمجھ کر ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ دیکھو یہ ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے' ان کی نظروں میں

تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ ہمیں مشین سے پیدا ہونے والے ٹیلی پیتھی کے کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں' ایک مرے گا تو یہ دس پیدا کرلیں گے۔"

ڈی کروسو نے زخم کی تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا "مسٹر ہرارے! تم خاموش کیوں ہو؟ مسٹر ہرارے! تم بولتے کیوں نہیں ہو۔"

ہرارے کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ جے مورگن نے کہا "ابھی ہرارے کو دھمکی دی گئی تھی کہ وہ تمہیں چھوڑ کر جائے گا تو تمہیں مار ڈالا جائے گا۔ اس کے باوجود وہ تمہیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

ڈی کروسو پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ اسے اپنی موت کا یقین ہو چلا تھا لیکن باربرا نے ایک سپاہی کے ذریعے اسے بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا تاکہ مائیک ہرارے دوبارہ اس کے اندر نہ آسکے پھر وہ اسے گلگت کے ایک اسپتال میں لے جانے لگے۔

ثی تارا نے پارس کے پاس آکر پوچھا "میں آئی ہوں' کیا اعتراض کروگے؟"

"نہیں' میں تمہارا انتظار کررہا تھا۔ مجھے بتاؤ وہاں کیا ہورہا ہے؟"

وہ بولی "پہلے تو ہرارے نے اسے بچانے کے لیے سمجھوتا کرنا چاہا۔ پھر وہ شاید سپر ماسٹر کے پاس مشورہ کرنے گیا ہے لیکن باربرا نے ڈی کروسو کو بے ہوش کردیا ہے اور اب اسے اسپتال پہنچایا جارہا ہے۔ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ ڈی کروسو تمہاری جان کا دشمن بن کر آیا تھا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ بہت طاقتور ہے' اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اپنے ہاتھوں سے تمہاری گردن توڑے گا۔"

پارس نے کہا "اس کے جواب میں ہم بھی اس کی گردن توڑ دیتے یا خیال خوانی کے دماغی جھٹکے پہنچا کر اسے مار ڈالتے لیکن تو یہ ایک عام سی انتقام لینے والی بات ہوجاتی۔ دو میں سے کوئی ایک مرتا ہے اور ایک زندہ بچ جاتا ہے۔"

وہ بولی "ایسا تو ازل سے ہوتا آیا ہے۔"

"لیکن جناب علی اسد اللہ تبریزی کی ہدایات ہیں کہ دشمن کو پہلی اور دوسری بار نہ مارو۔ اسے زندہ چھوڑ کر سوچنے سمجھنے اور راہِ راست پر آنے کا موقع دو۔ جب وہ تیسری بار بھی گمراہی اختیار کرے تو سمجھ لو وہ شیطان ہے اور شیطان باتوں سے نہیں' ٹھوکروں سے مرتا ہے۔"

"لیکن پارس! تین مواقع دینے کے دوران کوئی شیطان صفت دشمن ہمارا کام تمام کرسکتا ہے۔"

"ہماری حیات کا عرصہ اور موت کے اسباب کاتب تقدیر نے لکھ دیے ہیں۔ اگر کوئی دشمن ہماری موت کا سبب بنے گا تو کاتب تقدیر کی مرضی سے آئے گا۔ جے مورگن یہودیوں کا عرصے تک غلام ـــ

بنا رہا۔ جیری اور تھربال بھی جادوگر جے پرگولا کی غلامی کرتے رہے ایسا نہ کرتے تو اپنے آقاؤں کے ہاتھوں مارے جاتے۔ لیکن کاتب تقدیر نے ان کی موت نہیں لکھی تھی۔ ہمارے ذریعے انہیں راہِ راست پر لانے والی زندگی لکھی تھی۔ تم دیکھ رہی ہو کہ اب یہ لوگ ٹیلی پیتھی کے شیطانی ارادے بھول گئے ہیں اور مثبت ارادوں سے کام کرتے رہتے ہیں۔"

وہ بولی "تمہاری باتوں سے مجھے احساس ہورہا ہے کہ میں نے بھی بارہا تم سے مختلف انداز میں دشمنی کی۔ تم یا تمہارے پاپا میرے بھائی سرنا کی طرح مجھے بھی تمام عمر کے لیے اپاہج بنا سکتے تھے لیکن میرے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ مجھے تم سے اور تمہارے خاندان والوں سے محبتیں مل رہی ہیں۔"

"ہمیں تمہارے بھائی پے پے سرنا کے لیے افسوس ہے۔ جناب تبریزی صاحب کی پیش گوئی تھی کہ اسے معاف کیا گیا تو شیطانی راستوں پر چلے گا۔ اس لیے پاپا نے مجبور ہو کر اسے ہمیشہ کے لیے ناکارہ بنا دیا ہے۔ صرف تمہاری خاطر اسے زندہ چھوڑا ہے تاکہ برائے نام ہی سہی دنیا میں کوئی تو تمہارا سگا بھائی رہے گا۔"

"تمہارے پاپا بہت اچھے ہیں پارس! میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں۔"

"اب تم مائیک ہرارے کا فون نمبر بتاؤ۔ میں اس سے ذرا باتیں کروں گا۔ تم بھی میرے پاس رہ کر اس سے کچھ کہنا چاہو تو کہہ سکتی ہو۔"

پارس نے اس کے بتائے ہوئے نمبر پر رابطہ کیا۔ اس وقت مائیک ہرارے سپر ماسٹر کے پاس بیٹھا' وہ بری خبر سنا رہا تھا کہ ان کا اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی کروسو' پارس کے جال میں پھنس گیا ہے۔ ثی تارا نے چیلنج کیا ہے کہ اس پر تنویمی عمل کرنے سے ہرارے اسے روکے گا تو وہ ڈی کروسو کو دماغی جھٹکے پہنچا کر مار ڈالے گی۔

سپر ماسٹر نے تمام روداد سننے کے بعد کہا "ڈی کروسو کو ان کا معمول اور تابعدار بننا نہیں چاہیے۔ فرہاد کی ٹیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اگر تمہارے مداخلت کرنے پر وہ لوگ اسے مار ڈالنا چاہیں تو اسے مرجانے دو۔ دشمنوں کی طاقت میں اضافہ نہ ہونے دو۔"

مائیک ہرارے نے پھر ایک بار ڈی کروسو کے اندر آنا چاہا تاکہ اسے ختم ہی کردے لیکن پتا چلا کہ وہ بے ہوش پڑا ہے۔ اس حالت میں سوچ کی لہریں کسی بھی بے حس دماغ پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ اس نے واپس آکر سپر ماسٹر سے کہا "وہ لوگ بہت چالاک ہیں۔ انہوں نے ڈی کروسو کو ہماری پہنچ سے دور رکھنے کے لیے بے ہوش کردیا ہے۔"

"تم اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرو۔ اس کے دماغ میں آتے جاتے رہو۔ جیسے ہی موقع ملے' اسے فوراً ختم کر..."

ہمارے ساتھ عجب تماشا ہورہا ہے ہم مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر فرہاد کی ٹیم میں پہنچ کر اس کی قوتوں میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔"

"سر! اب ڈی کروسو کو زندہ واپس لانا' اسے مار ڈالنا ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے ابھی اسے بے ہوش رکھا ہے۔ یہ بے ہوشی اس طرح طوالت اختیار کرے گی کہ وہ کروسو کو کوما میں رکھیں گے جب ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے پاس آتے جاتے تھک جائیں گے یا اپنے دوسرے اہم معاملات میں مصروف رہیں گے تو وہ ڈی کروسو کے دماغ کو لاک کردیں گے۔ اب آپ صبر کرلیں کہ وہ ہمارے ہاتھ سے ہمیشہ کے لیے نکل چکا ہے۔"

سپر ماسٹر نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "ہم اپنے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ماتم کریں گے اور ان پر صبر کریں گے۔ خیال خوانی کرنے والے تھری ڈی تاجکستان میں ہیں۔ اگرچہ فرہاد ان سے ناقل ہے مگر پتا نہیں چلتا کہ یہ ہمارے خاص لوگوں کو کیسے تاڑ لیتے ہیں۔ اگر وہ تھری ڈی بھی فرہاد کی چال میں آجائیں گے تب بھی ہمیں صبر کرنا ہوگا۔ تم آج کل ثی تارا اور پارس سے الجھ رہے ہو۔ اگرچہ تم مانے ہوئے شاطر ہو مگر وہ شاطروں کے باپ ہیں تم بھی پھنسو گے تو صبر کرنا ہوگا کیونکہ ہمارے پاس مشین ہے ہم دوسرے مائیک ہرارے اور ڈی کروسو جیسے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلیں گے۔ بے شک کرلیں گے مگر ایک وقت آئے گا کہ وہ بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ہرارے! تم نے ثی تارا کو قابو میں کرنے کے لیے دہلی شہر کی ناکہ بندی کرائی تھی۔ ایک تو تم غیر معمولی طور پر شاطر ہو پھر پوری بھارتی فوج تمہارے ساتھ تھی پھر بھی پارس ثی تارا کو وہاں سے نکال لے گیا۔ کیا تم خود کو وہ اونٹ کہو گے جو پہاڑ کے مقابل آنے کے بعد اپنے قد کی کوتاہی کو مانتا ہے؟"

ہرارے نے کہا "وہ میرا پارس سے پہلا ٹکراؤ تھا۔ میں اس کی چالوں کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ دوسری بار اس سے ٹکراؤ ہوگا تو اسے بری طرح مات دوں گا۔"

افسر نے کہا "ہماری معلومات کے مطابق ڈی کروسو کے معاملات میں تم اس کی نگرانی کررہے تھے۔ جب یہ بات معلوم ہوئی کہ پارس نے ڈی کروسو سے پہلے ہی عکس منتقل کرکے پاکستانی آرمی کو الرٹ کردیا تھا تو ڈی کروسو کو وہاں سے بحفاظت نکال لانے کی ذمے داری تمہاری تھی۔ اگر اس چیک پوسٹ پر پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے تو ان کے مقابلے میں تم تھے اور مزید تھری ڈی کو فوراً بلا کر ڈی کروسو کو زخمی ہونے سے بچا سکتے تھے۔"

"میں تنہا کتنے محاذوں پر لڑوں گا؟ میں ثی تارا اور پارس سے الجھا ہوا تھا۔ ایسے وقت قاہرہ میں ثانی اور علی سے ٹکراؤ ہوگیا۔ پھر وقتاً فوقتاً تاجکستان میں تھری ڈی کی رہنمائی کرتا ہوں۔ اس کے

بعد ڈی کروسو کے معاملات میں بھی سر کھپاتا ہوں۔ اگر صرف ڈی کروسو کے پاس رہتا تو کبھی اسے ہاتھوں سے نکلنے نہیں دیتا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مسٹر ہرارے! تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم ہم سے جھوٹ بولو گے۔ کیا واقعی تم تاجکستان میں تھری ڈی کی رہنمائی کرتے ہو؟"

ہرارے نے ہچکچاتے ہوئے کہا "بے شک ان کی رہنمائی کرتا ہوں۔ آپ اسے غلط کیوں سمجھ رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ پچھلے ہفتے ہم نے تھری ڈی کو پھر ایک بار مشین سے گزارا تھا۔ ہمیں شبہ تھا کہ داؤد منڈولا ان کے دماغوں کو پڑھتا ہوگا۔ ہم نے ان تھری ڈی کے تینوں دماغوں کو اس طرح لاک کیا ہے کہ منڈولا تو کیا تم بھی ان تینوں کے اندر نہیں پہنچ سکتے۔ پھر ان سے کیسے رابطہ کرتے ہو؟ کیسے ان کی رہنمائی کرتے ہو؟"

ایک فوجی افسر نے کہا "اگر ایسا کرتے ہو تو ابھی تھری ڈی میں سے کسی ایک کو خیال خوانی کے ذریعے یہاں بلاؤ۔"

مائیک ہرارے کو پتا نہیں تھا کہ تھری ڈی کے دماغوں کو لاک کردیا گیا ہے۔ وہ جھوٹ بول کر پھنس گیا تھا پھر بھی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ باری باری ڈی کرین' ڈی ہاروے اور ڈی مورا کے اندر جانا چاہا۔ انہوں نے سانسیں روک لیں۔

ایک اور فوجی افسر نے پوچھا "کیا ہوا مسٹر ہرارے! کیا ہم نے تمہیں ذہین ترین عالمی چیمپئن سمجھ کر تم پر بھروسا کرکے بہت بڑی غلطی نہیں کی ہے؟"

وہ سر جھکا کر بولا "میں اعتراف کرتا ہوں' ابھی تھری ڈی کے سلسلے میں جھوٹ بول رہا تھا۔"

"کیا صرف تھری ڈی کے سلسلے میں؟ کیا ثانی اور علی کے کیس میں نہیں؟ ثانی تو بنجامن بارخ کو سزائے موت دینے کے سلسلے میں مصروف رہی تھی۔"

"نہیں' میں اعتراف کرتا ہوں کہ ثانی اور بارخ کے کیس سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔"

"یعنی تم صرف ثی تارا اور پارس کے معاملے میں مصروف تھے اور پارس ہمارے ڈی کروسو کو تگنی کا ناچ نچا رہا تھا اور تمہیں اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ کیا ثی تارا نے تمہیں اپنی ذات میں الجھا رکھا تھا؟ یا پارس تمہیں کوئی چکر دے کر گھن چکر بنا رہا تھا؟"

اس نے شکست خوردہ انداز میں ایک گہری سانس لی پھر کہا۔ "ہاں' میں شطرنج کا عالمی چیمپئن اپنی شکست کا اعتراف کرتا ہوں۔ فرہاد کے صرف ایک بیٹے سے میرا مقابلہ ہوتا رہا اور میں مات کھاتا رہا۔ پھر شرمندگی سے اپنی شکست کو چھپاتا رہا۔ میں آپ لوگوں کے سامنے خود کو سزا کے لیے پیش کرتا ہوں۔ مگر میں یہ چاہوں گا کہ آپ بھی اپنی غلطیوں کو سمجھیں یہ جو ٹرانسفارمر مشین آپ کے پاس ہے اس سے فرہاد علی تیمور کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"بے شک ہمیں اب غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ ہم اپنی

حکمت عملی بدل چکے ہیں۔ فرہاد اور اس کے خیال خوانی والے یا خفیہ یہودی تنظیم والے آئندہ کبھی ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ نہیں کرسکیں گے۔"

سپرماسٹر نے کہا "ہم نے تھری ڈی کو دوبارہ مشین سے گزار کر یہ بات ان کی دماغوں میں نقش کردی ہے کہ آئندہ وہ دشمنوں کو تو کیا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو بھی اپنے دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔ دماغ کا دروازہ کھلنے سے ہی دشمنوں کو مسلط ہونے کا موقع ملتا ہے۔"

ہرارے نے کہا "لیکن دشمن معزدوائیں کھلا کریا زخمی کرکے دماغ کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔"

سپرماسٹر نے کہا "تھری ڈی کے ہاتھوں کی ..... ایک انگلی میں ایسی انگوٹھی ہے جو دراصل سونیا کی ایجاد ہے۔ اس انگوٹھی میں وہ ضرررساں دوا چھپا کر رکھتی تھی۔ ہم نے ایسی ہی انگوٹھیوں میں زہر چھپا کر رکھا ہے اور یہ بات ان کے ذہن میں نقش کردی ہے کہ جب بھی وہ سانس روکنے میں ناکام ہوں تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اپنی انگوٹھی کا زہر حلق سے اتار لیں۔ اس طرح وہ ملک اور قوم پر قربان ہوں گے۔ اپنی ٹیلی پیتھی سے دشمنوں کو فائدہ نہیں پہنچنے دیں گے۔"

"میں سمجھ گیا' آپ لوگ مجھے اس مشین سے دوبارہ گزاریں گے اور پھر میری بھی ایک انگلی میں ایک زہریلی انگوٹھی پہنادیں گے۔"

"ہاں' تم نے اگرچہ مات کھائی ہے اس کے باوجود بے حد ذہین ہو۔ ہم نہیں چاہیں گے کہ تمہاری ذہانت اور ٹیلی پیتھی کسی بھی دشمن کے کام آئے۔ لہٰذا تم ابھی زیر حراست رہو گے کل صبح دس بجے تمہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔"

دوسرے فوجی افسر نے کہا "اپنا یہ موبائل فون بھی ہمیں دے دو۔ کل شام کو یہ فون تمہیں واپس کردیا جائے گا۔"

اس نے جیسے ہی وہ فون افسر کے حوالے کیا اس سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ افسر نے اسے آن کرکے پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں پارس ہوں اور مائیک ہرارے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے کہا "میں مائیک ہرارے بول رہا ہوں۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مسٹر بناسپتی ہرارے! مجھے گدھے اور گھوڑے کی پہچان ہے۔ فون گھوڑے کو دے دو۔"

افسر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا "یو شٹ اپ! تم مجھے گدھا کہہ رہے ہو میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

"بعض فوجی افسر ایسے ہی سورما ہوتے ہیں۔ فون کے ذریعے اپنے مخالف کو گولی مار دیتے ہیں۔"

مائیک ہرارے نے کہا "سر! اگر کسی نے مجھے فون کیا ہے تو مجھے گدھا کہہ رہا ہے۔ آپ مجھے بات کرنے دیں۔"

افسر نے گرج کر کہا "ہرگز نہیں۔ تم زیر حراست ہو۔ کسی سے گفتگو نہیں کرو گے۔ میں جانتا ہوں یہ پارس کیا کہنا چاہتا ہے' اپنی کامیابی پر قہقہے لگا کر تمہیں اور ہمیں ذلیل کرنا چاہتا ہے۔"

پارس نے کہا "عجیب گدھے افسر ہو۔ میں نے خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے فون کیا ہے اور تم مجھے دشمن سمجھ رہے ہو۔"

افسر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ کیسا خطرہ؟ جلدی بتاؤ' تم کس خطرے کی بات کررہے ہو؟ کم آن ہری اپ جلدی بتاؤ ورنہ میں تمہیں گولی......"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ اسے یاد آگیا کہ فون کے ذریعے گولی نہیں مار سکے گا۔ پارس نے کہا "ابھی شی تارا نے تمہارے ہیڈکوارٹر کے ایک فوجی کے دماغ پر قبضہ جمایا ہے۔ وہ ایک گن لے کر تم سب پر گولیاں برسانے اسی دفتر کی طرف چلا آرہا ہے۔"

افسر نے فوراً ہی موبائل فون میز پر پھینکتے ہوئے گرجدار آواز میں سپاہیوں سے کہا "فوراً کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند کرو۔ ہری اپ جلدی کرو۔ شی تارا ہمارے ایک فوجی کے دماغ پر قبضہ جما کر یہاں ہمیں گولیاں مارنے آرہی ہیں۔"

دفتر میں چار مسلح فوجی جوان تھے۔ انہوں نے دوڑ کر کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کیا۔ سپرماسٹر اور دو فوجی افسران کرسی سے لڑھکتے ہوئے فرش پر لیٹ گئے۔ مائیک ہرارے نے میز پر پڑے ہوئے موبائل فون کو اٹھا کر کہا "ہیلو پارس! میں تمہاری رگ رگ کو سمجھنے کی کوشش کررہا ہوں۔ مجھے فون پر بات کرنے کی اجازت نہیں دی جارہی تھی اسی لیے یہ دھماکا کیا ہے۔ میرے افسران کھڑکیاں اور دروازے بند کرکے فرش پر لیٹ گئے ہیں تاکہ فائرنگ ہو تو گولیاں اوپر سے گزر جائیں۔"

پارس نے پوچھا "تمہیں یقین کیوں نہیں آرہا ہے کہ شی تارا کسی کو آلۂ کار بنا کر تم لوگوں پر گولیاں برسا سکتی ہے۔"

"شی تارا ایسا کرسکتی ہے لیکن تمہارے ساتھ ہے اور تم لوگ جب کوئی بڑا نقصان اٹھاتے ہو تب ہی انتقامی کارروائی کرتے ہو جبکہ آج تمہیں نقصان نہیں ہوا' ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا جیت کر ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے بعد تم شی تارا کو گولیاں چلانے کی اجازت نہیں دو گے کیونکہ ہمیں سزا دے چکے ہو۔"

سپرماسٹر نے کہا "یہ کیا فضول باتیں کررہے ہو۔ فون پر دفتر کے باہر سیکیورٹی کو الرٹ کرو۔ ان سے کہو کہ اس دفتر کی طرف کسی مسلح فوجی کو نہ آنے دیں۔"

ہرارے نے سپرماسٹر کو نظرانداز کرکے پارس سے پوچھا "مجھے کس لیے فون کیا تھا؟ کیا میری شکست کا مذاق اڑانا چاہتے تھے؟"

"فاتح بن کر مفتوح کا مذاق اڑانا سراسر غرور ہے۔ ہم مختلف قسم کے فرائض انجام دیتے ہیں ان میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ تمہارے جیسے ذہین شخص کو مثبت انداز میں زندگی گزارنے کا مشورہ دیں۔ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کرو۔ اپنے خدا کی خوشنودی حاصل کرو۔ میں نصیحتیں کرنے والا بزرگ نہیں ہوں۔ لیکن جناب تبریزی صاحب کی ہدایات کے مطابق ہر ذہین اور باصلاحیت شخص سے ایسی دو چار باتیں کہہ دیتا ہوں۔ تم سے بھی میں نے کہہ دیا۔ میرا فرض ادا ہوگیا۔ اب میں فون بند کررہا ہوں۔"

ہرارے نے کہا "ذرا ایک منٹ' فون بند نہ کرنا۔ ورنہ میرے افسران قیامت تک زمین پر اوندھے پڑے رہیں گے ان سے کہہ دو کہ شی تارا کسی کو آلۂ کار بنا کر گولیاں نہیں چلائے گی۔"

مائیک ہرارے نے اپنی کرسی پر سے جھک کر میز کے نیچے لیٹے ہوئے افسر کو فون دیتے ہوئے کہا "سر! یہ پارس مذاق کررہا تھا۔ ہمیں کوئی گولیاں مارنے یہاں نہیں آرہا ہے۔"

افسر نے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو! ہیلو پارس! یہ...... یہ سب کیا ہورہا ہے؟"

پارس نے کہا "یہ تم بار بار فون کے ذریعے گولی مارنے کی دھمکی دے رہے تھے۔ میں نے بھی ایک دھمکی دے دی۔ تمہاری دھمکی نے اثر نہیں کیا مگر میری دھمکی نے تم لوگوں کو فرش پر لٹادیا ہے۔ اٹھو اور وردی صاف کرکے افسرانہ شان سے کرسی پر بیٹھو۔ میری شی تارا تو اس وقت سو رہی ہے۔"

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے میز کے نیچے سے نکلتے ہوئے بولا "یو نان سنس! تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو؟ میں تمہیں' میں تمہیں گو گو گو......"

پارس نے کہا "ہاں یہ ٹھیک ہے۔ گولی مارنے سے پہلے رک جایا کرو۔ میں نے صرف مذاق اڑایا ہے اس لیے زندہ ہو۔ کہو تو سنجیدگی اختیار کردوں اور شی تارا کو نیند سے جگا کر تمہارے کسی فوجی کے دماغ میں بھیج دوں؟"

"نن..... نہیں۔ ہم کوئی دشمنی نہیں چاہتے۔ اب فون بند کرو۔ مائیک ہرارے سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

"پھر بھی ہم نے باتیں کرلیں۔ بہرحال یہ کہنے کے لیے فون کیا کہ آئندہ سیاچن کی طرف دوسری ٹیم بھیجنے کی حماقت نہ کرنا۔ ہم یہاں خیریت سے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی وہاں خیریت سے رہا کرو۔ اب پوچھو کہ ہم کہاں بخیریت ہیں؟"

"میں پوچھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ آئندہ ہم سے کوئی رابطہ نہ رہے تو بہتر ہے۔"

"رابطہ کیسے نہیں رہے گا۔ ابھی دائی ماں' پوجا اور پاشا واشنگٹن میں ہیں اور میں بھی یہاں شی تارا کے ساتھ واشنگٹن کے قریب ایک چھوٹے سے شہر میں پہنچ گیا ہوں۔ اب تو تم سے علیک سلیک ہوتی رہے گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم دونوں یہاں پہنچ گئے ہو؟"

"ظاہر ہے ہماری امانتیں تمہارے پاس ہیں۔ انہیں لے کر ہی واپس جائیں گے۔"

افسر نے فون بند کردیا پھر ہرارے سے پوچھا "کیا تمہیں معلوم تھا کہ وہ دونوں یہاں پہنچ گئے ہیں؟"

"مجھے معلوم ہوتا تو میں فوراً اطلاع دیتا۔ پلیز آپ لوگ اب مجھ سے اتنے بھی بدگمان نہ ہوں۔ اگر میری وفاداری پر ذرا سا بھی شبہ ہے تو کل ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے بعد آپ میری طرف سے مطمئن ہوجائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم اپنے بنگلے میں جاؤ۔ بنگلے کے اطراف مسلح گارڈز ہوں گے اور تم ہماری اجازت کے بغیر باہر نہیں نکلو گے۔"

مائیک ہرارے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دو مسلح جوان اس کے دائیں بائیں آگئے۔ اسے اچھی طرح سمجھادیا گیا کہ اب وہ حراست میں رہے گا۔ اس کے جانے کے بعد فوجی افسر نے کہا "یہ ایک نئی مصیبت ہے' شی تارا اور پارس یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

سپرماسٹر نے کہا "انہوں نے اپنی آمد کی پیشگی اطلاع دی تھی۔ ہم بھی توقع کررہے تھے کہ شی تارا اپنی دائی ماں پوجا اور پاشا کے لیے ضرور آئے گی۔ آپ انہیں بہت بڑی مصیبت نہ سمجھیں' ہم نے ان کے ہی ہتھیار سے انہیں مارنے کے جو انتظامات کیے ہیں ان سے پتا چلے گا کہ ہم سیر پر سوا سیر ہیں۔"

اس بار پاشا ان کے ہاتھ لگا تھا۔ اگرچہ وہ حیرت انگیز جسمانی قوت کا مالک تھا۔ غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل تھا۔ مگر اس میں ایک بڑی خامی یہ تھی کہ وہ ذہانت سے کام لینا نہیں جانتا تھا جبکہ دماغ فولاد کی طرح تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے فولادی دماغ میں زلزلے پیدا نہیں کرسکتے تھے۔ اس کے باوجود وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیر اثر آجاتا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مستقل مزاج نہیں تھا۔ عیاش ایسا تھا کہ جس عورت پر عاشق ہوتا تھا اس کے نیک مشورے کے مطابق راضی خوشی تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابعدار بن جاتا تھا۔

اس بار سپرماسٹر نے ٹرانسفارمر مشین سے اسے گزار کر اس کی یہ تمام خامیاں دور کردی تھیں۔ اس کے اندر سے عورتوں کے فریب میں آنے والی حماقتیں مٹادی تھیں۔ یہ بات نقش کردی تھی کہ پسندیدہ عورت سے کھیلے پھر اسے ٹھوکریں مار کر دور کردے۔ اسے سنجیدہ' ذہین اور حاضر دماغ بنادیا گیا تھا۔

انہوں نے صحیح معنوں میں اسے ایک فولادی پہاڑ بنادیا تھا۔ اس کے دماغ سے اس کی بیوی مریم کی یادیں اور اس کی پہچان مٹادی تھی۔ آئندہ پارس بھی اس کی کسی نفسیاتی کمزوری سے کھیل کر اس پر قابو نہیں پاسکتا تھا۔ بلکہ اب وہ پارس کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا تھا۔ کوئی انسانی ہاتھ اس پہاڑ کو کاٹ نہیں سکتے تھے۔

جب اگر اسے معزدوائیں پلائی جاتیں تو اس کے دماغ پر قبضہ

جمانے کے لیے اسے بری طرح زخمی کیا جاتا تب بھی وہ زیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کی ایک انگلی میں بھی انگوٹھی پہنادی گئی تھی اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی گئی تھی کہ جب وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس نہ روک سکے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر انگوٹھی کا زہر حلق میں اتار لے۔

ایک تو وہ غیر معمولی صلاحیتوں سے بھرپور تھا۔ دوسرے اسے دو آتشہ بلکہ چہار آتشہ بنادیا گیا۔ یعنی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اسے ٹیلی پیتھی کا علم دے دیا گیا اور اسے امریکی حکومت کا سچا وفادار اور جاں نثار بنادیا گیا تھا۔ اب سے پہلے پاشا جیسا ناقابلِ شکست اور حیرت انگیز انسان اس مشین سے نہیں گزرا تھا پہلی بار اس مشین نے سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران کی تمام حسرتیں پوری کردی تھیں۔

اس لیے سپر ماسٹر کہہ رہا تھا کہ اس بار وہ ثی تارا اور پارس کو ان کے ہی ہتھیار سے مارے گا۔ پاشا کے بعد دوسرا ہتھیار پوجا کو بنایا گیا تھا۔ پوجا کے حسن میں جادو بھرا تھا۔ پھر اسے ٹیلی پیتھی کا علم دے کر اس کے دماغ میں ثی تارا اور پارس کے خلاف نفرتیں بھردی گئی تھیں اور ہر پہلو سے اسے ثی تارا کے لیے ایک زبردست چیلنج بنادیا گیا تھا۔

بے چاری دائی ماں بوڑھی تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی کا علم نہیں دیا گیا لیکن اس پر تنویمی عمل کرایا گیا جس کے نتیجے میں دماغ لاک ہوگیا تھا۔ ثی تارا بھی اس کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اگر وہ دائی ماں سے زبردستی کرتی اور اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کے خیالات پڑھنا چاہتی تو دائی ماں بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی خودکشی کرلیتی۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد ان تینوں کو ثی تارا کے حوالے کیا جانے والا تھا۔ اب وہ تینوں دوست بن کر ثی تارا اور پارس کے ساتھ نہ جاتے اور دشمنی شروع کردیتے تو سپر ماسٹر یہی کہتا کہ وہ تو امانتیں لوٹا رہا ہے۔ قصور اس کا نہیں ہے قصور امانتوں کا ہے، جو لوٹنا نہیں چاہتیں۔

ہیرا پھیری کون نہیں کرتا؟ سپر ماسٹر اور وہاں کی فوج کے اعلیٰ افسران بھی کررہے تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہیرا پھیری کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ دوسری طرف سے بھی کچھ ایسا ہی ہورہا ہے۔

دوسری طرف یہ ہورہا تھا کہ ثی تارا اور پارس ابھی واشنگٹن نہیں پہنچے تھے۔ پارس تو ہندوستان میں تھا۔ دشمن ان دونوں کی توقع کررہے تھے اور توقع کے خلاف سونیا ثانی اور علی تیمور پہنچنے والے تھے۔ ان کے ساتھ ثی تارا بھی تھی۔ ابھی ایک طیارے میں ان کا سفر جاری تھا اور اس طیارے کی آخری قطار کی ایک سیٹ پر داؤد منڈولا بیٹھا ہوا تھا۔

وہاں آگ بھی تھی اور پانی بھی تھا۔ شاید پانی آگ کو بجھانے والا تھا۔ شاید آگ پانی کو بھاپ بنا کر اڑانے والی تھی۔ آگ اور پانی اتنے زیادہ قریب ہوں تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔

وہاں کچھ ہونے والا تھا لیکن میں اپنی داستان سے غیرحا
ہوں۔ لہٰذا جمیلہ رازی، ہیرو اور میرے بارے میں کچھ ب
ہوجائے تو پھر ہم طیارے میں واپس آئیں گے۔

○☆○

جیسا کہ میں پچھلے باب میں بیان کرچکا ہوں کہ تاجکستا
خاص بڑا شہر دوشنبے ہے۔ جسے دارالسلطنت بھی کہا جاتا
حالانکہ وہاں نہ کسی سیاسی پارٹی کی حکومت تھی اور نہ چند پا
کی مخلوط حکومت تھی کہ اس شہر دوشنبے کو باقاعدہ دارالسلطنت
جاتا۔ وہاں میں جمیلہ رازی کے ساتھ پہنچا تھا تو کمیونسٹ پارٹی
اس شہر پر قبضہ جما رکھا تھا۔ میں نے وہاں سے اس پارٹی کے
اکھاڑ دیئے۔ ان کے لیڈر اور بیس مسلح افراد کو جمیلہ اور ہیرو
اپاہج بنا کر وہاں سے رخصت کردیا۔

پھر جمیلہ اور ہیرو نے مسلمان مجاہدین کے رہنما قاضی ا
تر زون اور سیاسی پارٹی پی ڈی کے رہنما نذرالدین کو بلا کر دو
شہر کو ان کے حوالے کردیا۔ میں نے ان رہنماؤں سے ابھی ملا
نہیں کی تھی۔ جمیلہ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ میں سو رہا ہوں
میں خیال خوانی میں مصروف تھا اور ایک امریکی ایجنٹ نوبل ہا
سیاسی چالوں کو سمجھ رہا تھا۔

نوبل ہائر ایک طرف کمیونسٹ پارٹی سے سودا کررہا تھا کہ ا
کو تاجکستان پے مشرقی سرحدوں پر فوجی اڈا بنانے دیا جائے تاکہ
آئندہ جمہوریہ چین کی پیش قدمی کو روک سکے۔ پھر وہ دوسری طر
پی ڈی اپوزیشن کے لیڈر سے بھی یہی سودا کررہا تھا کہ جو سیا
امریکا سے تعاون کرے گی اسے بھرپور مالی اور فوجی امداد دی
گی تاکہ وہ تاجکستان کے مسلمان مجاہدین سے مقابلہ کرسکے
انہیں اسلامی حکومت قائم کرنے سے باز رکھ سکیں۔

پھر یہ کہ مسلمانوں کو کمزور بنائے رکھنے کا مسئلہ تھا اس
لیے منشیات کے اسمگلر نوروز خان کی خدمات حاصل کی گئی تھ
مسلمانوں کے علاقوں میں جہاں سگریٹوں کے کارٹن سپلائی
جاتے تھے اب ان تمام سگریٹوں میں ہیروئن کی آمیزش کی گئی
تاکہ مجاہدین کی لاعلمی میں انہیں نشے کا عادی بنادیا جائے۔

اگرچہ میں نوبل ہائر کی لاعلمی میں اس کے اندر رہ کر د
کے بارے میں معلومات حاصل کررہا تھا لیکن اس حقیقت
خبر تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے اور سپر ماسٹر د
نوبل ہائر کے اندر میری خیال خوانی کا پتا چل گیا ہے اور وہ
کارروائی کے طور پر مجھے خوش فہمی میں مبتلا رکھ رہے ہیں
دوسری طرف سے مجھے وہاں کے معاملات میں ناکام بنانے
ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی کو استعمال کررہے ہیں۔

اب ان کی پالیسی یہ تھی کہ وہ مسلمانوں میں تفرقہ پید
اور انہیں ایک دوسرے سے لڑائیں۔ تاجکستان میں سنی شیع

وہابی مسلمانوں کے علاوہ اسماعیلی فرقے والے خاصی تعداد میں تھے۔ یہ لوگ صرف تجارت کرتے تھے، سیاست اور جنگ سے دور رہتے تھے۔ تھری ڈی وہاں کی زبانیں نہیں جانتے تھے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے وہاں کے چند مقامی باشندوں کے دماغوں سے وہ زبانیں تھری ڈی کے دماغوں میں منتقل کی گئیں۔ اس طرح تھری ڈی میں سے ڈی کرین سنّی مسلمانوں کے علما کے دماغوں میں جگہ بنانے لگا، ڈی ہاروے شیعہ علما کے اندر پہنچنے لگا اور ڈی مورا وہابی علما کو ٹریپ کرنے لگا۔

علمائے کرام میں ایمان کی ایسی پختگی ہوتی ہے کہ شیطان بھی انہیں اپنے مسلک سے نہیں ہٹا سکتا اور نہ ہی ایک خدا اور آخری رسولؐ کے ماننے والوں کے خلاف نفرت پیدا کر سکتا ہے لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان دماغوں پر قبضہ جمالیں اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنالیں تو پھر وہ بے چارے علما اپنے اختیار میں نہیں رہ سکتے۔

تاجکستان کے علما کے ساتھ یہی کچھ ہونے لگا۔ وہ تھری ڈی مختلف فرقوں کے علما کو اتنی رازداری سے اپنا معمول و محکوم بناتے جارہے تھے کہ مجھے اس سازش کی خبر نہ ہو سکی۔

میں، جمیلہ اور ہیرو وہاں کے تمام مجاہدین کو منشیات کے زہر سے بچانے میں مصروف تھے۔ ہم نے دو ہی دنوں میں یہ دیکھا کہ ہم مسلمان تاجک قوم کو ایک زہر سے بچا رہے ہیں لیکن فرقہ واریت کا زہر ان کے اندر پھیلنے لگا ہے۔ ہر فرقے کا عالم دوسرے فرقے کے خلاف بولنے لگا تھا۔ وہاں مختلف علاقوں میں مسلمان مجاہدین جو پہلے متحد تھے، اب ایک دوسرے کو سنّی، شیعہ اور وہابی کی نظروں سے دیکھنے لگے تھے اور ایک دوسرے سے ٹوٹ کر اپنا الگ الگ گروہ بنا رہے تھے۔

میں نے مجاہدین کے ایک راہنما قاضی اکبر صاحب سے پوچھا۔ "جناب! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ کی جماعت نے اور پی ڈی کے نذر الدین صاحب نے دوشنبے میں ایک متحدہ فوج بنائی تھی اور متحد ہو کر شہر کو نئے سرے سے آباد کر رہے تھے پھر یہ اچانک آپس میں نااتفاقی کیوں پیدا ہو رہی ہے؟"

قاضی صاحب نے کہا "میں خود حیران ہوں اور اپنے علما کو سمجھا رہا ہوں کہ وہ فرقہ واریت کو ہوا دینے والی تقاریر نہ کریں۔ وہ مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے لیکن جمعہ کی نماز میں اور دیگر مذہبی تقریبات میں وہ پھر اشتعال انگیز تقاریر کرنے لگتے ہیں۔"

پی ڈی تنظیم کے راہنما نذر الدین صاحب نے بھی اپنے فرقے کے علما کی ایسی ہی شکایات کیں۔ میں نے ان حضرات کے ایک ایک عالم سے ملاقات کی۔ ان سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنے فرقے اور عقیدوں کے متعلق جو باتیں جائز سمجھتے ہیں وہی اپنے لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔ ان میں سے ایک عالم صاحب نہایت دبلے پتلے تھے۔ دوسرے ذرا صحت مند تھے مگر بیمار تھے۔ میں نے باری باری دونوں کے دماغوں میں جھانکنا چاہا تو انہوں نے اختیار سانس روک لی۔ میں ان کے اندر پہنچ نہ سکا۔

تب میرا ماتھا ٹھنکا۔ وہ دونوں علما یوگا کے ماہر نہیں تھے کا نازک جسم دوسرے کی بیماری کسی خیال خوانی کرنے وال اپنے اندر آنے سے روک نہیں سکتی تھیں۔ مگر انہوں نے سوچ کی لہروں کو روک دیا تھا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ تنویم کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا گیا ہے۔

چونکہ ہم نے دوشنبے میں کمیونسٹوں کو پسپا کر کے مسلمانو بول بالا کیا تھا اس لیے تمام مجاہدین اور عام مسلمان ہماری کرتے تھے۔ ہم کسی بھی فرقے میں چلے جائیں تو کوئی ہم سے ذات برادری نہیں پوچھتا تھا۔ اس رات ایک مذہبی تقریب مجھے مہمانِ خصوصی بنایا گیا تھا۔ میں نے حاضرین کو مخاطب کر کہا۔

"میں تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ افغانستان ٹوٹ پھوٹ سے سبق حاصل کریں۔ آج افغانستان میں مسلما کے الگ الگ گروہ بن چکے ہیں اور ہر گروہ بڑے بڑے غیر ممالک سے ہتھیار اور مالی امداد حاصل کرتا ہے اور وہ غیر ممالک انہیں آپس میں لڑاتے رہتے ہیں۔ میں تمام علمائے کر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے نہیں، اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کی باتیں کریں۔ صرف تم پہلے مسلمانوں کی مختلف سیاسی پارٹیوں میں جو اتحاد کمیونسٹوں کے خلاف اور پی ڈی اپوزیشن کے خلاف تھا اسی اتحاد کو پھر کا کریں۔"

ایک عالم صاحب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "جناب ن صاحب بڑی ایمان افروز باتیں کر رہے ہیں۔ بے شک مسلمان متحد رہنا چاہیے لیکن دوسرے فرقے کے علما ہمارے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کر کے ہمیں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے مجبور کرتے ہیں۔"

میں نے کہا "یہی بات دوسرے فرقے کے علما بھی کہتے ہیں آپ حضرات ان کے عقیدوں کو ٹھیس پہنچانے والی تقاریر کر رہتے ہیں اس طرح ایک دوسرے کو الزامات دیتے رہنے سے ا کبھی قائم نہیں ہوگا۔ میں اُس فرقے میں بھی جاتا ہوں اور ا فرقے میں بھی آیا ہوں مگر کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ میں سنّی شیعہ ہوں، وہابی ہوں، دیوبندی ہوں یا بریلوی ہوں۔ سب عزت دیتے ہیں۔ یوں سمجھا جائے تو تمام فرقے میری ذات کے آکر متحد ہو جاتے ہیں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے تمام فر کے مجاہدین کے لیے نجات دہندہ بن کر آیا ہوں۔"

عالم صاحب نے کہا "بے شک آپ نے دوشنبے کے مسلمانو کو کمیونسٹوں سے نجات دلائی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے مسلک سے ہٹ جائیں اور اپنے عقیدوں سے منحرف ہو جائیں۔ بولو میرے مومنو! کیا ہم اپنا مسلک چھوڑ سکتے ہیں؟"

تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا "نہیں، ہرگز نہیں۔ ہم جان دے سکتے ہیں، ایمان نہیں دے سکتے۔"

ایک شخص نے کہا "مسٹر تیمور! آپ نے سیاسی طور پر ہمیں دوشنبے تک کامیابی دلائی ہے، آپ صرف سیاست کی بات کریں۔ ہم مذہبی معاملات میں صرف اپنے علما کی ہدایات پر عمل کریں گے۔"

عالم صاحب نے کہا "جناب تیمور صاحب! آپ مذہبی معاملات میں دخل دیں گے تو لوگ جتنی عزت کر رہے ہیں اتنی ہی بے عزتی کر کے آپ کو اس ملک سے بھگا دیں گے۔"

میں نے کہا "عالم صاحب! یہ آپ نہیں بول رہے ہیں۔ آپ کے اندر سے کوئی اور بول رہا ہے۔ بہرحال مجھے بے عزت کر کے بھگایا جائے، اس سے پہلے ہی میں اس محفل سے جا رہا ہوں اور آخری بار سمجھا رہا ہوں کہ ابھی صرف دوشنبے میں مسلمانوں کے قدم جمے ہوئے ہیں۔ مسلمان اس سے آگے بڑھیں گے تو بری طرح ناکام اور پسپا ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ اب میرے تاجک مسلمان بھائیوں کو آپس میں لڑنے سے فرصت نہیں ملے گی۔"

یہ کہہ کر میں اسٹیج سے اتر گیا پھر اس جلسے سے باہر آ گیا۔ کسی نے مجھے جانے سے نہیں روکا کیونکہ ان کا ایک عالم کہہ رہا تھا کہ میں صرف ایک سیاستدان ہوں۔ مجھے مذہبی جلسے سے چلے ہی جانا چاہیے۔

جلسہ گاہ سے ذرا دور ایک وین میں جمیلہ اور ہیرو اگلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ہیرو گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ جمیلہ نے کہا "پاپا! آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ اس عالم کے اندر کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے آپ نے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا اور شکست کھانے کے انداز میں چلے آئے۔"

ہیرو نے کہا "جمیلہ! میری عقل کہتی ہے کہ پاپا دشمن خیال خوانی کرنے والے کو شکست کے پہلے مرحلے پر پہنچا کر آ رہے ہیں؟"

جمیلہ نے پوچھا "تم یہ بات کس عقل سے کہہ رہے ہو؟"

"اسی عقل سے جو خدا نے مجھے دی ہے۔ پاپا آج صبح دوسرے فرقے کے عالم کے پاس بھی گئے تھے اور ان عالم صاحب کی فرقہ واریت سے مایوس ہو کر شکست خوردہ انداز میں چلے آئے تھے۔ اس طرح پاپا دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ انہیں یقین دلا رہے ہیں کہ جس طرح دوسرے اسلامی ممالک میں اور خصوصاً پاکستان میں مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے اسی طرح وہ تاجکستان میں بھی فرقہ وارانہ فسادات کرانے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔"

میں نے کہا "ہیرو! تمہاری باتیں بڑی حد تک درست ہیں لیکن اس سلسلے میں پاکستان کی مثال نہ دو۔ کیونکہ وہاں مختلف فرقوں کے علمائے کرام کے دماغوں میں دشمن خیال خوانی کرنے والے نہیں ہیں۔ وہاں سیاسی چالبازیوں کے ذریعے عوام کے مذہبی جذبات سے کھیلا جا رہا ہے اور سیاسی چالبازی یہ ہے کہ کرائے کے دہشت گرد خون کی ہولی کھیلتے ہیں اور یہ پتا نہیں چلنے دیتے کہ کس فرقے کے بندوں نے کس فرقے کے بے گناہوں کا خون بہایا ہے اور خون بہانے کی معقول وجوہات کبھی کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں۔"

جمیلہ نے کہا "پاپا! کیا ہم پاکستان کے لیے کچھ نہیں کر سکتے؟"

"فی الحال تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ ملک خداداد ہے، اسے خدا ہی بچائے گا۔ ویسے پارس نے اپنے طور پر کوشش کی ہے اور دشمن کی ایک بہت بڑی چال کو ناکام بنایا ہے۔"

ہم دوشنبے کی سمت جا رہے تھے۔ جمیلہ اور ہیرو اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ثانی کو مخاطب کیا پھر پوچھا "کیا کر رہی ہو؟"

"علی اور ثی تارا کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی ہوں۔ ہماری منزل واشنگٹن ہے۔ میں آپ سے رابطہ کرنے کے متعلق سوچ رہی تھی۔ آج میں نے پارس کی چالبازی سے سپر ماسٹر کے ایک خیال خوانی کرنے والے ڈی کروسو کو قابو میں کیا ہے۔"

"شاباش بیٹی! تم لوگوں کی اس کامیابی سے مجھے بھی فائدہ پہنچے گا۔ تم نے ڈی کروسو پر قابو پانے کے بعد اس کے چور خیالات پڑھے ہوں گے۔ مجھے سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق بتاؤ۔"

"اس کے خیال خوانی کرنے والے مائیک ہرارے، ڈی کرین، ڈی ہاروے اور ڈی مورا ہیں۔ یہ تینوں تھری ڈی کہلاتے ہیں۔ ڈی کروسو کے چور خیالات نے بتایا ہے کہ وہ تینوں آپ کے خلاف تاجکستان میں بڑی رازداری سے آپ کی چالوں کا توڑ کر رہے ہیں اور وہاں فرقہ وارانہ فسادات برپا کرنے والے ہیں۔"

"میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ یہاں ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے چھپے ہوئے ہیں۔ اب ہمیں معلوم کرنا ہوگا کہ یہ تھری ڈی تاجکستان میں ہیں یا اپنے ہی ملک میں بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے یہاں گڑبڑ کر رہے ہیں۔"

"وہ تینوں آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔ مائیک ہرارے بھی وہیں رہتا ہے۔ ابھی ثی تارا کو ایک موقع ملنے والا ہے۔ وہ شاید مائیک ہرارے سے دوستی کر سکے کیونکہ وہاں کے فوجی افسران نے اسے حراست میں رکھا ہے اور ہم اسے وہاں سے رہائی دلانے کی شرط پر اس سے کچھ اہم معلومات حاصل کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے بیٹے! معلومات حاصل کرتے ہی مجھ سے رابطہ کرو۔ میں انتظار کروں گا۔"

ثانی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کے آگے والی

سیٹ پر شی تارا آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے ثانی سے کہا تھا کہ وہ مائیک ہرارے کے ساتھ خیال خوانی کا رابطہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ اگر وہ اسے اپنے دماغ میں آنے دے گا تو پھر اس سے باتیں کرتی رہے گی۔

شی تارا جس انداز میں آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی اس سے ظاہر تھا کہ وہ مائیک ہرارے کے پاس پہنچی ہوئی ہے۔ وہ ہرارے کے اندر پہنچ کر کہہ رہی تھی "سانس روکو گے تو چلی جاؤں گی ورنہ اس پہلو سے سوچو کہ تم مجھ سے دشمنی کرتے رہے' میں نے اب تک نہ دشمنی کی ابتدا کی ہے اور نہ کرنے کا ارادہ ہے۔"

مائیک ہرارے اس وقت سے پریشان تھا جب فوجی افسر نے کہا تھا کہ وہ زیرِ حراست ہے اور اسے ایک بار پھر مشین سے گزارا جائے گا جس کے نتیجے میں وہ اپنے ملک اور قوم کے لیے جاں نثار بن جائے گا۔ اگر کبھی پرائی سوچ کی لہروں کو روکنے میں ناکام رہے گا تو اپنی انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی کا زہر حلق سے اتار کر اپنی جان دے دے گا لیکن کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو نہ اپنے اندر آنے دے گا اور نہ ہی اس کا معمول اور تابعدار بنے گا۔

ایسا جذبہ ملک و قوم کے لیے قابلِ تحسین تھا لیکن ہرارے صرف ایک بار ملنے والی زندگی کو فنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ محبِ وطن تھا۔ اپنے ملک اور قوم کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا تھا اور ایسا زندہ رہ کر ہی کرسکتا تھا۔ اس لیے زندہ ہی رہنا چاہتا تھا۔ اسے حرام موت منظور نہیں تھی وہ دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ وہ آرمی ہیڈکوارٹر سے فرار نہیں ہوسکتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دو چار فوجی جوانوں کو دھوکا دے سکتا تھا مگر تمام فوجیوں سے جان نہیں چھڑا سکتا تھا۔ اپنے ہیڈکوارٹر والے بنگلے سے بھی باہر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ بنگلے کے اطراف ایسے فوجیوں کا پہرا تھا جو یوگا کے ماہر تھے۔ وہ ان کے اندر جاکر انہیں اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال نہیں کرسکتا تھا۔

ایسے وقت شی تارا نے سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا تھا اور کہا تھا "تم سے موبائل فون چھین لیا گیا ہے۔ تمہارا رابطہ صرف مجھ سے نہیں ساری دنیا سے ٹوٹ چکا ہے۔ لیکن مجھے دماغ میں رہنے دوگے تو میں تمہارے کسی کام آسکوں گی۔"

اس نے کہا "ہاں میں مانتا ہوں دشمنی میں نے کی تھی۔ تم نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ تمہاری آمد سے یقین ہورہا ہے کہ تمہارا پارس جیسا چالباز ہی مجھے اس مصیبت سے نکال سکتا ہے۔"

"مجھے بتاؤ کہ مصیبت کیا ہے؟"

"میں ابھی کشمکش میں ہوں کہ مجھے تمہاری اور پارس کی مدد حاصل کرنا چاہیے یا نہیں؟ مجھے تمہارے ساتھی سے ڈر لگتا ہے۔ وہ بہت مکار ہے۔ مجھے دلدل سے نکال کر کانٹوں میں الجھا دے گا۔"

"مسٹر ہرارے! ساری بات اعتماد کی ہوتی ہے۔ پارس [illegible] انہیں الجھاتا ہے جو دشمنی کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے [illegible] صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں نے سپر ماسٹر کے [illegible] ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا انہیں آزاد کردیا۔ بار برا [illegible] مورگن' جیری اور تھربال وغیرہ جیسی کتنی ہی مثالیں موجود ہیں [illegible] ابھی کشمکش میں ہو۔ اچھی طرح غور کرلو۔ پاپا نے کبھی کسی کو [illegible] نہیں بنایا' تمہیں بھی نہیں بنایا جائے گا۔ میں اپنے بیڈروم [illegible] آرام سے لیٹنے جارہی ہوں۔ تب تک تم اپنا بھلا برا سوچ لو۔"

شی تارا نے دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہوکر آنکھیں کھولیں پھر پلٹ کر پیچھے بیٹھی ہوئی ثانی کو دیکھا۔ ثانی نے اس [illegible] طرف جھک کر پوچھا "کیا بات بن رہی ہے؟"

"ہاں بن سکتی ہے۔ وہ کشمکش میں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ [illegible] اپنے اندر مستقل نہ رہنے دے میں پھر اس کے پاس جارہی ہوں [illegible] تم ٹھیک ایک منٹ کے بعد مائیک ہرارے کے اندر آؤ گی تو وہ [illegible] موجودگی کے باعث تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر [illegible] گا۔"

"ٹھیک ہے' میں سمجھ گئی۔ تم اس سے باتیں کرتی رہو گی [illegible] میں خاموشی سے اس کے چور خیالات پڑھتی رہوں گی۔"

شی تارا مسکرا کر اپنی سیٹ پر سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ پھر آدھ [illegible] منٹ کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ ہرارے کے پاس پہنچ کر [illegible]

"مجھے آنے کی اجازت ہے؟"

"ہاں۔ میری ایک الجھن یہ بھی ہے کہ میرے پاس [illegible] سمجھنے کا زیادہ وقت نہیں ہے۔ کل صبح مجھے ٹرانسفارمر مشین [illegible] گزارا جائے گا۔"

"کیا تم سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس لی جارہی ہیں؟"

"نہیں۔ میں نے سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران سے [illegible] جھوٹی باتیں کہہ دی تھیں۔ وہ جھوٹ پکڑا گیا' مجھ پر سے ان کا [illegible] اٹھ گیا ہے۔ وہ مشین کے ذریعے مجھے پکا وفادار اور جاں نثار بنا [illegible] گے۔ اب وہ ایسا طریقۂ کار اختیار کررہے ہیں کہ آئندہ فرہاد یا [illegible] بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہمارے دماغوں کو کمزور بنا کر [illegible] میں نہیں آسکے گا۔ میں اور یہاں کے دوسرے خیال خوانی کر [illegible] والے جیسے ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کریں گے فوراً [illegible] حلق میں زہر اتار لیں گے۔"

"یعنی ان سب کے ذہنوں میں نقش کردیا جائے گا اور زہر ان [illegible] کے پاس ہمیشہ موجود رہے گا۔ کیا ان کے دماغوں میں آنے والے [illegible] چور خیالات کے ذریعے معلوم نہیں ہوگا کہ زہر کہاں چھپا کر رکھا [illegible] ہے؟"

"کسی بھی خیال خوانی کرنے والے دشمن کو چور خیالات پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ ہم میں سے کوئی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی وہ زہر کھالے گا۔ ہمارے اندر آنے والا دشمن ہمیں روک نہیں پائے گا۔ اس طرح آئندہ ہماری ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہوکر خیال خوانی کرنے والے فرہاد کے یا یہودیوں کے غلام نہیں بن پائیں گے۔"

"میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ پاپا اور ان کے تمام خیال خوانی کرنے والوں نے کبھی کسی دشمن کو غلام نہیں بنایا ہے۔ باقی دے، تمہیں تو پتا ہوگا کہ وہ زہر کہاں چھپا کر رکھا جاتا ہے؟"

"آں ہاں۔ مگر میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ تم یہ بتاؤ کیا پارس مجھے اس مشین سے گزرنے سے بچا سکتا ہے؟"

"صرف میں بچا سکتی ہوں۔ وہ اس طرح کہ جب تم مشین کے عمل سے گزرتے رہو گے تو میں تمہارے اندر رہوں گی اور مشین کے ذریعے تمہارے ذہن میں جاں نثاری کا جذبہ نقش کیا جائے گا اسے نقش نہیں ہونے دوں گی۔ سپر ماسٹر وغیرہ یہی سمجھیں گے کہ تم پہلے سے زیادہ قابلِ اعتماد' وفادار اور زہر کھانے والے جاں نثار بن چکے ہو۔"

"یہ تدبیر اچھی ہے۔ تم میرے اندر رہ کر مشین کی کارکردگی کو ناکام بنا سکتی ہو۔ لیکن میں ایک بار اس مشین سے گزر کر یہ دیکھ چکا ہوں کہ آپریٹ کرنے کے دوران میرا دماغ بہت کمزور ہوگیا تھا۔ نیم بے ہوشی کی سی حالت ہوگئی تھی۔ ایسے وقت تم میرے اندر رہو گی تو مجھ پر عمل کرکے مجھے اپنا معمول بنالو گی۔"

شی تارا نے کہا "مشین کے آپریشن کے دوران مداخلت ہوتی رہے گی۔ اور مداخلت ہوتی رہے تو کوئی بھی تنویمی عمل نہیں کرسکتا۔"

"اتنا میں بھی جانتا ہوں۔ لیکن مشین آپریشن کے بعد بھی ایک آدھ گھنٹے تک دماغی توانائی رفتہ رفتہ ہی بحال ہوپاتی ہے ایسے وقت تم مجھے اپنا معمول بنالو گی۔"

"بے اعتباری کا کوئی علاج نہیں ہے۔ میں شاید تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکوں گی۔ کیا اب مجھے جانا چاہیے؟"

"ذرا ٹھہرو۔ میں یہ مانتا ہوں کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے غلام نہیں بنائیں گے لیکن تم ابھی باقاعدہ فرہاد کی فیملی ممبر نہیں ہو۔ کئی بار ان کے خلاف اقدامات کرتی رہی ہو حتیٰ کہ جسے دل و جان سے چاہتی ہو اس پارس کو بھی اپنا تابعدار بناتے رہنے کی کوشش کرتی رہی ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"میں اپنی پچھلی غلطیوں سے انکار نہیں کروں گی۔ تمہاری یہ بات درست ہے کہ میں جو راستہ بدل کر راستی اور پارس کی محبت کی طرف سچائی سے آرہی ہوں تو اتنی جلدی مجھ پر کوئی بھروسا نہیں کرے گا۔"

"تو پھر بتاؤ۔ میں تم پر کیسے بھروسا کروں؟"

"نہ کرو۔ مگر وہ جو سچا ہے اعلیٰ ظرف ہے اور ہاتھ آئے ہوئے غلاموں کو آزاد کرتا رہا ہے اور جسے ہم پاپا اور تم فرہاد علی تیمور کہتے ہو' اس پر تو بھروسا کرسکتے ہو؟"

اس نے ایک گہری سانس لی' تائید میں سر ہلایا پھر کہا "میرے چاروں طرف دلدل ہے۔ بچاؤ کے لیے کسی پر تو بھروسا کرنا ہوگا۔ یہ تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں مسٹر فرہاد پر بھروسا کروں گا مجھے بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔"

"مسٹر ہرارے! خود کو مجبور اور بے یار و مددگار سمجھ کر پاپا پر بھروسا نہ کرو۔ ابھی واشنگٹن میں رات کا ایک بجا ہے۔ صبح دس بجے تمہیں مشین کے پاس لے جایا جائے گا۔ اس حساب سے تمہارے پاس نو گھنٹے سوچنے سمجھنے کے لیے ہیں۔ تم بھی ایک زبردست شاطر ہو۔ اگر کسی کی مدد کے بغیر راہِ فرار اختیار کرسکو تو تمہارے دل و دماغ پر کوئی بوجھ نہیں رہے گا۔ آرام سے سوچتے رہو یا سوتے رہو۔ میں صبح چھ بجے آؤں گی۔ پھر اپنا اٹل فیصلہ سناؤ۔"

"تم آرام سے سونے کی بات کرتی ہو۔ مجھے تو نہ لیٹنے سے قرار آرہا ہے اور نہ بیٹھنے سے۔ زندگی میں پہلی بار میرا شاطرانہ ذہن کام نہیں کررہا ہے۔ میں اپنے ملک اور قوم کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں مگر زہر کھا کر مرنا نہیں چاہتا۔"

"نہ تم مرو گے نہ کسی کے غلام بنو گے اس سے زیادہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ کیا میں جاؤں؟"

"نہیں۔ پلیز رک جاؤ۔ میں نے پہلے کبھی خود کو اتنا تنہا اور لاچار نہیں پایا۔ میں کسی ایک آخری فیصلے پر پہنچنے کے بعد ہی اپنے دماغ کو ہدایات دے کر آرام سے سوسکوں گا۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے کسی آخری فیصلے پر پہنچنے تک تمہارے پاس بیٹھی رہوں۔ پارس ایک کام سے باہر گیا ہے ابھی آجائے تو پھر میں خیال خوانی نہیں کرسکوں گی۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ پھر ایک صوفہ پر گر کر بولا "اچھی بات ہے۔ میں فرہاد صاحب سے پہلے کچھ باتیں کروں گا۔ کیا وہ ابھی آسکیں گے؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔ تم انتظار کرو۔"

وہ طیارے میں دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ ثانی نے اس کی طرف جھک کر آہستگی سے کہا "شاباش! تم نے اسے پاپا پر بھروسا کرنے کا مشورہ دے کر بہت ہی دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ میں ابھی پاپا سے مل کر آتی ہوں۔"

ثانی اپنی سیٹ پر سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے علی نے پوچھا "یہ تم دونوں نے کیا کھسر پسر لگا رکھی ہے۔ کچھ مجھے بھی تو معلوم ہو۔ یہ سفر بڑا طویل ہے' بور ہورہا ہوں۔"

"میں ابھی پاپا کے پاس جارہی ہوں۔ مائیک ہرارے کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ میں ابھی آکر تمام باتیں تفصیل سے بتاؤں گی۔"

ثانی میرے پاس آگئی۔ اس نے شی تارا اور مائیک ہرارے کے درمیان ہونے والی تمام باتیں مجھے سنائیں پھر کہا "میں اس دوران ہرارے کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس نے آج سپر ماسٹر اور فوجی افسران سے سنا تھا کہ تھری ڈی کی انگلیوں میں مخصوص انگوٹھیاں ہیں۔ اس انگوٹھی میں زہر رہتا ہے۔ اگر آپ ان تینوں میں سے کسی کے دماغ کو کسی طرح کمزور بنا کر ان کے اندر جائیں گے تو وہ سانس روکنے کی ناکامی محسوس کرتے ہی زہر کھا لے گا۔ آپ کو یا کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو ان کے چور خیالات پڑھنے کا اور ان کے جان دینے کا ارادے معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔"

"انہوں نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو دوسروں کی تابعداری سے باز رکھنے کا ایک اچھا طریقہ اختیار کیا ہے۔ لیکن اس طریقے میں پختگی نہیں ہے۔ جسے انگوٹھی کا راز معلوم ہوگا وہ پہلے مختلف ہتھکنڈوں سے ان کی انگوٹھیاں اتارنے کی کوشش کرے گا۔"

"پاپا! میں نے ہرارے کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ تھری ڈی وہاں آرمی ہیڈ کوارٹر میں نہیں ہیں۔"

میں نے کہا "پھر تو ضرور یہاں ہوں گے۔ اب سپر ماسٹر وغیرہ کو اندیشہ نہیں ہے کہ وہ گرفت میں آئیں گے تو ہمارے غلام بن جائیں گے۔ یہ پورا یقین ہے کہ وہ فوراً زہر کھا لیں گے۔"

"کیا آپ ابھی مائیک ہرارے سے گفتگو کریں گے؟"

"ہاں تم چلو۔ میں ابھی تمہارے پاس آتا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ ہم دو شنبے پہنچ گئے تھے وہاں ایک کاٹیج میں ہماری رہائش تھی۔ میں نے ہیرو سے کہا "اب میں دس بارہ گھنٹے دوسرے معاملے میں مصروف رہوں گا۔ تم اور جمیلہ چند ہدایات سن لو۔ ایک تو یہ کہ ہم اس کاٹیج میں اب نہیں رہیں گے۔"

ہیرو نے کہا "میں آپ سے یہی پوچھنے والا تھا کہ جو دشمن علمائے کرام کے دماغوں میں جگہ بنائے ہوئے ہیں، وہ ان کے ذریعے ہماری رہائش گاہ معلوم نہیں کر سکیں گے؟"

"بے شک اسی لیے کہہ رہا ہوں۔ تم دونوں یہاں سے جاؤ اور چار چھ گھنٹوں سے زیادہ کسی ایک جگہ قیام نہ کرو۔ ایک مشکل یہ ہے کہ جمیلہ تو میک اپ کے ذریعے پہچانی نہیں جا سکے گی لیکن تم دُم کے ذریعے پہچانے جاتے رہو گے۔ لہٰذا ایسی تدابیر پر عمل کرو کہ جمیلہ تم سے دور رہ کر بھی تمہاری نظروں میں رہے۔"

جمیلہ نے کہا "پاپا! آپ یہ فکر نہ کریں۔ ہم مختلف تدابیر پر عمل کرتے رہیں گے۔"

"ایک اہم بات یہ ہے کہ یہاں تین دشمن خیال خوانی کرنے والے ہوں گے۔ اگر وہ یہاں کسی شہر یا قصبے میں ہیں تو ان کی ایک ایک انگلی میں مخصوص انگوٹھی ہوگی۔ اس انگوٹھی میں زہر رہتا ہے انہیں انگوٹھی کے ذریعے پہچاننا ہوگا۔"

"بعض مرد بھی انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔ ویسے ہم غیر معمولی سماعت و بصارت سے انہیں شاید پہچان سکیں گے۔"

"تم دونوں کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ ان کی انگلیوں سے انگوٹھیاں اتار لو تاکہ وہ خودکشی نہ کر سکیں۔"

"ہم ایسا ہی کریں گے پاپا!"

"تو پھر یہاں سے اپنا ضروری سامان لے کر جاؤ۔ میں وقتاً فوقتاً رابطہ کرتا رہوں گا۔"

وہ دونوں اپنا مختصر سا سامان سمیٹ کر چلے گئے۔ میں ثانی کے پاس آیا وہ شی تارا کی طرف جھک کر بولی "پاپا میرے پاس ہیں۔ اب تمہارے پاس آرہے ہیں۔ تم انہیں مائیک ہرارے کے اندر پہنچاؤ۔"

چند لمحوں کے بعد میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "میری بیٹی! میں آگیا ہوں۔"

اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ کچھ گھبرائی ہوئی سی تھی۔ اس نے گلے میں جو اسکارف باندھا ہوا تھا اسے کھول کر دونوں آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی مسافر اس کی آنکھوں کو دیکھے۔ کیونکہ وہ رو رہی تھی۔ اس شرمندگی سے رو رہی تھی کہ اس نے صرف پارس کو ہی نہیں، مجھے بھی ایک آدھ بار فریب دیا تھا اور نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی۔

میں نے کہا "تارا! یہ کیا نادانی ہے؟ کیا تم میری بیٹی نہیں ہو؟ کیا بیٹوں سے اور بیٹیوں سے غلطیاں نہیں ہوتی ہیں۔ کیا ماں باپ انہیں معاف نہیں کرتے ہیں؟ میرے خدا نے اور میں نے تمہیں معاف کیا ہے۔ چلو فوراً آنسو پونچھو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "پاپا! آپ بہت عظیم انسان ہیں۔ میں آپ کے قدموں میں ایک ذرّہ ہوں۔ آپ مجھے دل سے بیٹی کہہ رہے ہیں تو مجھے سنبھالیں۔ اس طرح سنبھالیں کہ آئندہ میں آپ کے اور پارس کے خلاف کوئی حماقت نہ کروں۔ اگر میں گمراہ ہونے لگوں تو آپ فوراً مجھے گمراہی سے بچالیں۔ باپ کا تو یہی فرض ہوتا ہے پاپا! آپ میرے لیے یہ فرض ادا کریں گے تو میں اپنے آنسو پونچھوں گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ پوری ذمہ داری سے باپ کا فرض ادا کروں گا۔ چلو آنسو پونچھو۔ شاباش۔"

اس نے اسکارف سے آنسو پونچھے۔ پھر اپنا ایک پرس کھولنے لگی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر نے پوچھا "مس کیا تم رو رہی ہو؟ کوئی پرابلم ہے؟ کیا میں تمہارے کام آسکتا ہوں؟"

شی تارا نے پرس سے ایک ننھی سی شیشی نکال کر کہا "اکثر میری آنکھوں میں تکلیف رہتی ہے اور پانی بہتا ہے ایسے وقت میں یہ دوا استعمال کرتی ہوں۔"

وہ اپنی ٹھوڑی اونچی کرکے دونوں آنکھوں میں شیشی کی دوا کے چند قطرے ٹپکانے لگی۔ وہ کوئی خاص دوا نہیں تھی۔ آنکھوں سے گرد وغیرہ صاف کرنے کے لیے اکثر لوگ ایسی دوا اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اس نے قطرے ٹپکانے کے بعد ننھی سی شیشی کو پرس میں رکھا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے ساتھی مسافر نے سمجھا وہ اپنی آنکھوں کو آرام پہنچا رہی ہے جبکہ وہ آنکھیں بند کرتے ہی مائیک ہرارے کے پاس پہنچ گئی پھر بولی "میں ہوں شی تارا!"

"آہ! شی تارا! تم بہت دیر تک غیر حاضر رہیں۔ یہ سوچ سوچ کر میرے اندر دھواں سا بھرتا جارہا ہے کہ انہوں نے مجھے مشین کے ذریعے جان پر کھیل جانے والا وفادار بنا لیا تو کیا ہوگا؟ تم پارس کے ساتھ واشنگٹن یا کسی دوسرے شہر میں پہنچ گئی ہو۔ اگر پارس مجھے اپنی مکارانہ صلاحیتوں سے گھیرے گا تو میں اس کے ہاتھ آنے سے پہلے ہی زہر کھا کر مر جاؤں گا اور میں حرام موت نہیں مرنا چاہتا۔ یہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا ہے کہ مجھے تم سے اور پارس سے دوستی کرنی ہوگی۔"

"تم نے طبعی عمر تک جینے کے لیے دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے۔ اب میرے پاپا تم سے مخاطب ہو رہے ہیں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو مائیک ہرارے! سب سے پہلے میں تمہیں مسلسل تین برس تک شطرنج کا عالمی چیمپئن رہنے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم نے ہمیشہ چیمپئن رہنے کی اصل بازی آج سے شروع کی ہے۔"

وہ میری سوچ کی لہروں کو سن کر گم صم سا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے سب سے پرانے اور بزرگ شخص کو اپنے اندر موجود پا رہا ہے۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں نے آڈیو، ویڈیو میں آپ کی آوازیں سنی ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے آپ کا تمام ریکارڈ پڑھا ہے۔ یہ...... یہ آپ ہی ہیں نا؟ ویڈیو میں آنکھوں سے دیکھ کر، آڈیو میں کانوں سے سن کر اور دماغ میں سوچ کی لہروں کو پا کر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ اس وقت میری گردن ایک پہاڑ کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہے۔"

میں نے کہا "تم ہمارے اپنے ہو۔ گردن اٹھا کر باتیں کرو۔ اپنے دل سے تمام اندیشے نکال دو۔ میں اپنے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ نہ پہلے کسی خیال خوانی کرنے والے کو تابعدار بنایا ہے اور نہ کبھی تمہیں غلام بناؤں گا۔"

"سر! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ میرے اندر رہ کر سمجھ رہے ہوں گے کہ میں محبِ وطن ہوں۔ آپ میرے ملک کے خلاف رہتے ہیں۔ کیا آپ میری حب الوطنی برداشت کریں گے؟"

"پہلے تو اپنا یہ فقرہ درست کرلو کہ میں تمہارے ملک کے خلاف رہتا ہوں۔ درست فقرہ یہ ہے کہ تمہارا ملک ہمارے خلاف رہتا ہے اور ہمیں مخالفت کرتے رہنے پر مجبور کرتا رہتا ہے۔ اگر میں تمہارے ملک کی جارحانہ خارجہ پالیسی کا ذکر کروں تو تم شرم سے سنتے سنتے سو جاؤ گے۔ ہماری پالیسی سب پر عیاں ہے۔ مشین سے پیدا ہو کر ہمارے پاس آنے والے آج آزاد خیال خوانی کرنے والے کہلاتے ہیں۔ بہرحال آزادی بھیک مانگنے سے یا شبہے کرنے سے نہیں ملتی۔ اسے حاصل کرنے کے لیے خطرات مول لینے پڑتے ہیں۔ تم میں یہ حوصلہ نہیں ہے تو آرام کرو اور کل صبح اس مشین سے گزر جاؤ۔ جس کے بعد کسی بھی دن، کسی بھی وقت زہر پی کر حرام موت لازمی ہو جائے گی۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں، میں طبعی عمر تک زندگی رہنا چاہتا ہوں۔ میں آپ پر بھروسا کر رہا ہوں۔ آپ یہ بتائیں مجھے اس مصیبت سے نکالنے کے عوض آپ مجھ سے کیا چاہیں گے؟"

"صرف دو باتیں کہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ ایک محبِ وطن کی طرح اپنے ملک اور قوم کے لیے وہی کرنا جو شرافت، انسانیت اور اخلاقیات کے تقاضے ہیں۔ اپنے مفاد کی خاطر دوسرے کو ناجائز طور سے نقصان پہنچاؤ گے تو پھر میں تمہاری مخالفت پر اتر آؤں گا۔"

"آپ انسانیت کے ناتے اچھی باتیں سمجھا رہے ہیں۔ میں ان پر عمل کروں گا۔"

"میری دوسری بات یہ ہے کہ حب الوطنی کے جوش میں آکر کبھی اپنے ملک کے اکابرین سے یہ نہ کہنا کہ تم نے موجودہ معاملے میں ہمارا تعاون حاصل کیا تھا اور تم زہر کھانے والے جاں نثار نہ ہونے کے باوجود اپنے ملک کے سچے وفادار رہو۔"

"میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔ میں ان لمحات میں بھی اپنے ملک کا سچا وفادار ہوں۔ اس کے باوجود کوئی میری سچائی کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران نے یہاں مجھے قیدی بنا دیا ہے اور کل مجھے ایسا وفادار بنانے والے ہیں جو کسی بھی مرحلے پر خودکشی کر سکتا ہے۔ میں کبھی اپنے اکابرین سے آپ کا اور آپ کی فیملی کے تعاون کا ذکر نہیں کروں گا۔"

"تو پھر تمام فکر اور پریشانیوں کو ذہن سے نکال دو۔ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو جاؤ۔ میں کل صبح نو بجے سے تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ اچھا شب بخیر۔"

میں ثانی کے پاس آگیا۔ اس کی زبان سے دھیمی آواز میں ہرارے کے متعلق بتانے لگا تاکہ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا علی بھی تمام حالات سے واقف ہو جائے۔ شی تارا تو میرے ساتھ ہی ہرارے کے اندر موجود رہی تھی۔ علی نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "پاپا! ہرارے کی تو کوئی اہمیت نہیں رہی۔ آپ تو اس کے پیچھے بہت بڑا میدان مار رہے ہیں۔"

میں نے فخر سے مسکرا کر کہا "باپ کے منہ سے بات نکلتی ہے اور میرا ذہین بیٹا مجھ سے بھی دو قدم آگے نکل جاتا ہے۔"

ثانی حیران ہو کر بولی "میں کچھ سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔ ہرارے کو نظر انداز کرنے کے بعد اور کس چیز کی اہمیت رہ جاتی ہے؟"

علی نے ذرا اور جھک کر ثانی کے کان میں کہا "جب پاپا کل صبح ہرارے کے دماغ میں رہیں گے تو یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ ہرارے کو کہاں لے جایا جا رہا ہے اور وہ خفیہ اڈا کہاں ہے جہاں وہ

ٹرانسفارمر مشین رکھی گئی ہے؟"

ثانی نے خوش ہوکر کہا "اوہ گاڈ! میں اس پہلو کو نظرانداز کررہی تھی۔ پاپا! آپ واقعی ہمارے باپ ہیں۔"

میں نے پوچھا "اور علی کے متعلق کیا خیال ہے؟"

وہ شرمانے اور مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "بیٹی! اب ایک کام کرو۔ اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو میرے دماغ میں بلاؤ۔ ایک اور بہت ہی اہم بات کہنا چاہتا ہوں۔"

میں دماغی طور پر دوشنبے والے کاٹیج میں حاضر ہوگیا۔ اس کاٹیج میں مستقل رہنا میرے لیے بھی مناسب نہیں تھا۔ میں میک اپ کا تمام سامان لے کر بڑے سے آئینے کے سامنے بیٹھ گیا پھر چہرے پر تھوڑی سی تبدیلیاں کرنے لگا۔ باربرا' جے مورگن' جیری' تھرپال' سلمان' سلطانہ' جوجو' ثانی اور شی تارا ایک ایک کرکے آنے لگے۔ میں نے کہا "تم سب کو پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میرے اندر آج کی محفل میں میری پیاری بیٹی شی تارا موجود ہے۔"

سلمان نے کہا "آپ نے شی تارا کو پیاری بیٹی کہا ہے۔ میں اسے لاڈلی بیٹی کہتا ہوں۔"

سلطانہ نے کہا "اور میں ماں بن کر خیال خوانی کے ذریعے اپنی تارا بیٹی کو چوم رہی ہوں۔"

شی تارا سے یہ محبتیں اور مسرتیں برداشت نہیں ہورہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے مسرتوں سے پھٹ پڑے گی۔ جوجو' باربرا' جے مورگن' جیری اور تھرپال سب ہی اس سے بھرپور محبتوں کا اظہار کررہے تھے۔ وہ بولی "ہے بھگوان! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پاپا کے خاندان میں میرا اتنا مان ہوگا۔ میں دونوں ہاتھ جوڑ کر آپ سب سے التجا کرتی ہوں کہ مجھے میری اوقات سے زیادہ محبت نہ دیں نہیں تو میں رو پڑوں گی۔"

میں نے کہا "خبردار تارا! اب آنسو بہانے کی نادانی نہ کرنا۔ جو بات کہنے کے لیے میں نے تم سب کو بلایا ہے اب اسے توجہ سے سنو۔ سب سے پہلے اپنی اپنی گھڑیاں واشنگٹن کے وقت سے ملالو اور وہاں کے وقت کے مطابق صبح دس بجے میرے پاس چلے آؤ۔ میرے اندر رہنے کے باعث تم سب ہرارے کے اندر بھی رہو گے۔ وہ جن مقامات سے گزرے گا انہیں ذہن نشین کرتے رہو گے۔ خفیہ اڈے میں جتنے مسلح محافظ اور افسران ایک دوسرے سے بولتے ہوں گے ان کی آوازوں اور لہجوں کو بھی اچھی طرح یاد رکھو گے۔ بہتر ہوگا کہ اپنے اپنے پاس ریکارڈر رکھو اور ان کی آوازوں اور لہجوں میں خود بھی بولتے رہو اور انہیں آڈیو کیسٹ میں ریکارڈ کرتے رہو۔ اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ ایک ایک مسلح فوجی جوان اور ایک ایک فوجی افسر کی حرکات کو بغور دیکھو۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہو کہ ان میں سے کون ایسا ہے جو کسی وجہ سے سانس نہیں روک پائے گا۔ ہم سب ایسے کسی فوجی کا جائزہ لینے اور اطمینان کرلینے کے بعد اس کے دماغ میں جگہ بنائیں گے۔ اور اگر ایسا موقع نہ ملا تو پھر میں کوئی ایسا موقع پیدا کروں گا۔ موقع حالات کے مطابق ہمارے پروگرام میں چھوٹی بڑی تبدیلیاں ہوسکتی ہیں۔

"جب ہرارے کو مشین سے گزارا جائے گا تو اس کے اندر میں اور ثانی رہیں گے۔ باقی تم سب اس شخص کے دماغ میں رہو گے جسے ہم پہلے ہی آلۂ کار بنا چکے ہوں گے۔ اس آلۂ کار کے ذریعے یہ معلومات حاصل ہوں گی کہ وہاں اور کتنے فوجی جوان اور افسران ہیں جو ڈیوٹی کے بعد شراب پیتے ہیں۔ ایسے شرابیوں کے ایڈریس اور فون نمبر نوٹ کیے جائیں۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر ایک ہرارے سے وعدہ کرچکا ہوں کہ اسے معمول اور تابعدار نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن ایسی کوئی قسم نہیں کھائی ہے کہ ہم اس شیطانی مشین پر قبضہ نہیں جمائیں گے۔ لہٰذا ہرارے کے مشین سے گزرنے کے بعد اسے اس کے حال پر آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر تم سب یہاں میرے پاس آؤ گے۔ یہاں ہم سب اپنی اپنی کارکردگی کا جائزہ لیں گے اور اس مشین کے متعلق کوئی لائحہ عمل تیار کریں گے۔"

میں انہیں اپنا منصوبہ سمجھا رہا تھا۔ وہ اس سلسلے میں باری باری سوال کررہے تھے اور میں جواب دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت کاٹیج کے بیرونی دروازے پر دستک سنائی دی۔ جمیلہ اور ہیرو کسی وجہ سے واپس آسکتے تھے۔ میں نے جمیلہ کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا "خیریت سے ہو؟"

وہ بولی "جی ہاں میں اور ہیرو جس تدبیر پر عمل کررہے ہیں اس کے متعلق بتانا چاہتی ہوں۔"

"ابھی نہ بتاؤ۔ میں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں' تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔"

ثانی نے کہا "پاپا! جمیلہ تو کسی بس میں سفر کررہی ہے۔ پھر اس کاٹیج کے دروازے پر کون آیا ہے؟"

وہ سب میرے دماغ میں تھے اس لیے انہوں نے جمیلہ اور ہیرو کے متعلق معلوم کرلیا تھا کہ وہ کہیں دوسری جگہ ہیں۔ میں نے کہا "قاضی اکبر اور نذرالدین کے مجاہدین بھی ہوسکتے ہیں اور دشمن بھی آسکتے ہیں۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بیرونی دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھولنے سے پہلے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے جواب سنائی دیا "ہم پی ڈی پارٹی سے آئے ہیں۔ جناب نذرالدین کے جاں نثار ہیں۔"

میرے کتنے ہی خیال خوانی والوں نے اس بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چل گیا وہ ایک مجاہد ہی تھا مگر نیک ارادے سے نہیں آیا تھا۔ تھری ڈی میں سے کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس بیچارے کو آلۂ کار بنا کر لایا گیا تھا۔ اس کے ساتھ دس مسلح دشمن تھے۔ ان سب کا تعلق پی ڈی اپوزیشن تھا۔ وہ سب دبے قدموں چلتے ہوئے کاٹیج کا محاصرہ کررہے تھے۔ میں نے کہا "تم ذرا انتظار کرو۔ میں لباس تبدیل کرکے آرہا ہوں۔"

اس مجاہد کے دماغ پر تھری ڈی نے ایسا قبضہ جمایا تھا کہ میں اس کے چور خیالات نہ پڑھ سکوں اور اس کے دشمن ارادوں کو نہ سمجھ سکوں اور اس کے دماغ کو اس حد تک آزاد چھوڑا گیا تھا کہ میں اس کے اندر جا کر تصدیق کرسکوں کہ واقعی وہ نذرالدین کی پارٹی کا مجاہد ہے۔

ویسے اس حد تک تصدیق ہوگئی تھی لیکن جب میں نے کہا کہ لباس تبدیل کرکے دروازہ کھولوں گا تو تھری ڈی کو اطمینان ہوگیا کہ میں مجاہد پر بھروسا کررہا ہوں تو ان میں سے ایک ڈی اس مجاہد کو کاٹیج کے کارنر پر کھڑے ہوئے مسلح دشمن کے پاس لے کر آیا پھر اس کے ذریعے بولا "وہ لباس بدل کر آرہا ہے۔ دروازہ کھولنے والا ہے۔ اپنے تین ساتھیوں کو پچھلے دروازے پر رہنے دو۔ باقی ساتھیوں کو اگلے دروازے پر لے آؤ۔ جیسے ہی وہ دروازہ کھولے' اچانک اس پر فائرنگ کرتے ہوئے اندر گھس جاؤ۔ اس کی بیٹی اور بندر بھی وہاں ہوں گے۔"

مجاہد یہ کہہ کر دروازے پر آگیا۔ وہ مسلح دشمن دوسرے ساتھیوں کے پاس جا کر وہی باتیں کہنے لگا۔ وہ سب سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے اپنی اپنی پوزیشن پر جانے کی باتیں کررہے تھے اور ان کی سرگوشیوں کے ذریعے میرے خیال خوانی کرنے والے بلٹ کی طرح ان کی کھوپڑیوں میں گھس رہے تھے پھر سلمان نے میرے پاس آکر کہا "آپریشن کی تیاری مکمل ہے۔ وہ مسلح دشمن تعداد میں دس ہیں گیارہواں وہ آلۂ کار مجاہد ہے۔"

میں نے کہا "ہم یہاں دس خیال خوانی کرنے والے ہیں اور وہ گیارہ ہیں۔ پہلے ایک کو گولی ماردو پھر ہم میں سے ہر فرد ایک ایک کے اندر رہے گا۔ میں مجاہد کے اندر رہ کر تھری ڈی سے کچھ باتیں کروں گا۔"

سلمان نے ہدایت پر عمل کیا۔ جب ایک گولی چلنے کی آواز سنائی دی تو میں نے سمجھ لیا کہ ایک دشمن کم ہوگیا ہے۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ایک مجاہد کے ساتھ پانچ مسلح دشمن کھڑے ہوئے تھے۔ ان سب کو تھری ڈی کے حکم کے مطابق دروازہ کھلتے ہی مجھ پر گولیاں چلاتے ہوئے اندر آنا چاہیے تھا لیکن میرے خیال خوانی کرنے والوں نے انہیں پتھر کے بت کی طرح کھڑا رکھا تھا۔

میں نے برآمدے میں آکر مجاہد نوجوان سے کہا "افسوس کہ تمہیں اندر نہیں بلا سکتا۔ کیونکہ تمہارے اندر بن بلائے مہمان ہیں۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں کہ تینوں موجود ہیں یا صرف ڈی کرین ہے یا ڈی ہاروے ہے یا ڈی مورا ہے؟"

مجاہد نے کہا "جناب! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ کی بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

میں نے پوچھا "تم نذرالدین کے جاں نثار ہو اور یہ تمام مسلح کتے پی ڈی اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں۔ تم میرے اور اپنے دشمنوں کو ساتھ لائے ہو۔ تمہارے دماغ پر تین شیطانوں کا قبضہ ہے۔ اس لیے میری باتیں نہیں سمجھو گے۔ البتہ وہ تینوں سمجھ رہے ہیں اور اپنے مسلح آلۂ کاروں کے ذریعے مجھ پر گولیاں چلانے کی ناکام کوششیں کررہے ہیں۔"

چند لمحوں کے بعد مجاہد کی زبان سے اجنبی آواز سنائی دی "میں اس بات پر حیران ہوں کیا تم دن رات ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ ہم اپنے ایک ایک آلۂ کار کے پاس جارہے ہیں۔ ان میں سے کسی کو استعمال کرنا چاہتے ہیں مگر کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہل رہا ہے۔"

دوسری اجنبی آواز نے مجاہد کے ذریعے پوچھا "تم تنہا ہمارے دس آدمیوں کے دماغوں میں بیک وقت نہیں جاسکتے۔ کیا تمہیں اطلاع مل گئی تھی کہ حملہ ہونے والا ہے اور تم نے اپنی فوج کو حملے سے پہلے بلالیا۔"

"مجھے کسی نے حملے کی اطلاع نہیں دی تھی لیکن میں نیند کے دوران بھی دشمنوں کے استقبال کا مکمل انتظام رکھتا ہوں۔ تم تینوں بڑی رازداری سے اس ملک میں آئے اور یہ سمجھتے رہے کہ میں تم سے غافل رہوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! تم ہوشیار رہ کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"اور تم تینوں مختلف فرقوں کے علما کو اپنا تابعدار بنا کر مسلمانوں کو آپس میں نہیں لڑا سکو گے۔"

تیسرے ڈی نے ہنستے ہوئے کہا "بڑی خوش فہمی ہے۔ جب کہ ہم فرقہ وارانہ فسادات شروع کرا چکے ہیں۔"

"اب دیکھو کہ جوابی کارروائی کیسی ہوتی ہے۔ یہ تمہارے مسلح آلۂ کار اس شہر کی سڑکوں اور گلیوں سے "تھری ڈی امریکی پالیسی مردہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے گزریں گے۔ تم تینوں انہیں روکنے اور ہلاک کرنے کے لیے دوسرے کئی آلۂ کار بنا کر مقابلے پر لاؤ گے تو میری ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج ان کے دماغوں میں بھی گھس جائے گی۔"

میری بات سنتے ہی وہ تمام مسلح افراد وہاں سے پلٹ گئے۔ پھر تھری ڈی اور امریکی سازشوں کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے جانے لگے۔ وہ شہر کے مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "اے مسلمانو! شیطانی سازشوں کو سمجھو۔ تم یہ دیکھ چکے ہو کہ تمہارے علاقوں میں سگریٹ کے جو کارٹن آئے تھے۔ ان تمام سگریٹوں میں ہیروئن کی آمیزش تھی۔"

میرے تمام خیال خوانی کرنے والے ایک ایک کی زبان سے کہہ رہے تھے۔ ایک مسلح دشمن جو خیال خوانی کے شکنجے میں دوست بن گیا تھا' وہ کہہ رہا تھا "مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہتھیار گرانے کی کامیاب سازش یہی ہوسکتی تھی کہ انہیں نشے کا عادی بنادیا جائے لیکن ایف تیمور' اس کی بیٹی جمیلہ رازی اور ہیرو نے اس

سازش کو بے نقاب کردیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہیے۔"

ایک اور مسلح شخص نے کہا "لیکن آنکھیں کھلنے کے بعد اب یہاں کے مسلمان دوسری سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ دشمن کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف فرقوں کے علما کے دماغوں پر قبضہ جما کر ایک فرقے کے مسلمانوں کو دوسرے فرقے کے مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے سے لڑا کر ان کی متحدہ قوتوں کو منتشر کر رہے ہیں۔"

میں نے مجاہد کے ذریعے بلند آواز سے کہا "دشمنوں کی یہ سازش بھی انشاء اللہ ناکام رہے گی۔ مسٹر ایف علی بہت جلد اُن ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کو علمائے کرام کے دماغوں سے نکال کر آپ سب کے سامنے کتوں کی موت ماریں گے۔"

وہ سب جلوس کی صورت میں بولتے جا رہے تھے۔ وہاں کے بڑے اخبارات کے دفاتر میں پہنچ کر اخبارات کے مالکان اور مدیران سے کہہ رہے تھے کہ یہ ساری باتیں اخبارات کے پہلے صفحے پر شائع کی جائیں ورنہ ایف تیمور فرقہ وارانہ فسادات پھیلانے والوں کو اور ایسے فسادات کو ہوا دینے والے اخبارات کے ذمے دار لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

اسی طرح وہ فائرنگ کرتے ہوئے ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن کی طرف گئے۔ اس شہر کی حالت اتنی خراب تھی کہ ریڈیو اور ٹی وی کی عمارتیں کھنڈر نما ہو گئی تھیں۔ اُس کے باوجود کسی نہ کسی طرح خبریں وغیرہ نشر کی جاتی تھیں۔ سپر ماسٹر اور تھری ڈی وغیرہ نے یہی سمجھا تھا کہ میں تاجکستان میں جمیلہ کے ساتھ تنہا ہوں اور کبھی کسی خاص موقع پر اپنے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو بلاتا ہوں ورنہ تنہا اپنے معاملات سے نمٹتا رہتا ہوں۔

ان کی سوچ اور سمجھ اپنی جگہ درست تھی۔ میں کبھی کبھی ثانی کو مدد کے لیے بلایا کرتا تھا ورنہ تنہا ہی کام کرتا تھا۔ یہ تو محض ایک اتفاق تھا کہ میرے اتنے خیال خوانی کرنے والے میرے دماغ میں آکر جمع ہو گئے تھے اور ایسے وقت تھری ڈی اپنی دانست میں مجھ پر، جمیلہ اور ہیرو پر کامیاب حملہ کرنے آگئے تھے۔

وہ تھری ڈی دماغی طور پر اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے تھے۔ وہ تینوں کسی ایک علاقے میں نہیں تھے کسی بُرے وقت میں وہ تینوں ایک ساتھ میرے جال میں پھنسنا نہیں چاہتے تھے اس لیے ان میں سے ایک دوشنبے کے جنوب میں نوے (۹۰) کلومیٹر کے فاصلے پر کرگان ٹیوب نامی شہر میں تھا۔ دوسرا شمال مشرق کے ایک شہر گورنو بدخشاں میں قیام پذیر تھا اور تیسرا شمالی حصے کے ایک شہر کولیاب میں تھا۔ اس علاقے میں کمیونسٹ چھائے ہوئے تھے۔

سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران کے نئے طریقہ کار کے مطابق اب ان کے تمام خیال خوانی کرنے والے ایک دوسرے سے سوچ کے ذریعے رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ جب ایک کے دماغ میں اپنا دوسرا ساتھی بول رہا ہوگا تو ایسے وقت اتفاق سے کوئی دشمن بھی اُس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھ کر زہریلی انگوٹھی کا راز معلوم کر لے گا۔ اس لیے انہوں نے ایک دوسرے کے دماغ میں جانے اور کوڈ ورڈز ادا کرنے کا سلسلہ ختم کر دیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس موبائل فون تھا۔ وہ فون کے ذریعے ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرتے تھے اور ایک دوسرے کو اہم معاملات کی اطلاع دیا کرتے تھے۔

ڈی کرین نے فون کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ کیا پھر کہا "یہ فرہاد اور اس کی فیملی کے سامنے ہمارا کوئی راز راز نہیں رہتا۔ فرہاد ہم تھری ڈی کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا وہ تمہاری انگوٹھیوں کے بارے میں بھی جانتا ہے؟"

"ہماری دعا ہے کہ وہ نہ جان سکے۔ اس نے جتنی گفتگو ایک آلہ کار کے اندر رہ کر ہم سے کی اس سے اتنا ہی پتا چلا کہ وہ فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلے میں ہمارے طریقہ کار کو سمجھ رہا ہے اور ہمیں یہاں کے علما کے دماغوں سے نکالنے کی کوششیں کرے گا۔ آج اس نے پورے دوشنبے شہر میں اور ذرائع ابلاغ کے محکموں میں ہمارے اور آپ کے خلاف زبردست ہلچل پیدا کر دی ہے۔"

"ہمارے خلاف اتنے بڑے پیمانے پر کارروائی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ وہاں تنہا نہیں ہے؟"

"ابھی میں یہی کہنے والا تھا اس کے کم از کم آٹھ یا دس ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں موجود ہیں۔ آج انہوں نے ہماری ایک نہیں چلنے دی۔ ہم جس آلہ کار کے پاس جاتے تھے وہاں وہ پہلے ہی اس پر مضبوط گرفت کے ساتھ مسلط رہتے تھے۔"

سپر ماسٹر کے فون کا اسپیکر آن تھا۔ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے فوج کے اعلیٰ افسران وہ تمام باتیں سن رہے تھے۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا "فی الحال اپنی کارروائیاں محدود کر لو۔ کسی عالم کے دماغ میں نہ جاؤ۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام سحر زدہ علما کے اندر پہنچ کر تم لوگوں کے تنویمی عمل کا توڑ کریں گے تم تینوں خاموشی سے یہ تماشا دیکھو۔ ان سے خیال خوانی کے ذریعے بھی کسی آلہ کار کے اندر رہ کر گفتگو نہ کرو۔ ورنہ وہ بڑی ہیرا پھیری سے تمہارا سراغ لگا لیں گے۔ ابھی آرام کرو۔ میں بعد میں رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ ایک فوجی افسر نے اپنا سر پکڑ کر کہا "رات کے تین بج چکے ہیں۔ صبح دس بجے مائیک ہرارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنا ہے۔ مشین کے اس خفیہ اڈے میں جو حفاظتی انتظامات ہو رہے ہیں اس کی رپورٹ موصول ہو چکی ہے۔ سوچا تھا اب دو چار گھنٹے سوئیں گے۔ ذرا تھکن اتاریں گے مگر یہ فرہاد والی نئی فکر لاحق ہو گئی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مشکل تو یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے

انچارج ہم چاروں ہیں۔ دوسرے اعلیٰ افسران کو یہ چارج نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی فوج کا کوئی دوسرا اعلیٰ افسر اس خفیہ اڈے میں جاسکتا ہے۔ ہمیں صبح آٹھ بجے سے پہلے بیدار ہونے کے لیے ابھی جا کر سونا ہی ہوگا۔"

وہ سب اپنی کرسیوں سے اٹھنے لگے۔ ایک افسر نے کہا "یوگا اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے دماغوں کو ہدایت دے کر تمام تفکرات سے آزاد ہو کر ایک منٹ کے اندر گہری نیند سو جاتے ہیں ان تھری ڈی نے فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں اطلاع دے کر نیند اڑا دی ہے۔ پتا نہیں بستر پر لیٹنے سے نیند آئے گی بھی یا نہیں؟"

امریکا میں رات تھی وہاں جاگنے والوں کو نیند لانے کی فکر تھی تاجکستان میں ابھی دن کی روشنی تھی یہاں ڈی کرین کو ہدایت کی گئی تھی کہ تھری ڈی میرے مقابلے میں خاموش رہیں اور آرام کریں۔ ڈی کرین نے فون کے ذریعے یہ ہدایت ڈی مورا اور ڈی ہاروے تک پہنچائی۔ انہوں نے کہا "ہم کیا خاک آرام کریں۔ اگرچہ ہم ایک دوسرے سے دور محفوظ پناہ گاہوں میں ہیں مگر فرہاد کے مقابلہ پر آکر آرام حرام ہو جاتا ہے۔"

ڈی مورا نے فون پر کہا "کیا ہم سوچ بھی سکتے تھے کہ یہاں فرہاد کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہوگی؟ ہمیں پورا یقین تھا کہ ایک ہی حملے میں فرہاد، جمیلہ اور ہیرو کا خاتمہ کر دیں گے۔ مگر نہیں، یہ لوگ جن بھوت ہیں۔ اعصاب پر سوار ہو جاتے ہیں کوئی ملازم میرے دروازے پر دستک دیتا ہے تو میں سہم جاتا ہوں کہ وہ آگیا ہے۔"

ڈی ہاروے نے کہا "دن کو ہماری یہ حالت ہے تو رات کو کیا خاک نیند آئے گی؟ ہمارے اعلیٰ افسران کو چاہیے تھا کہ وہ ہمیں اس ملک میں نہ بھیجتے۔ ہم کسی دوسرے ملک میں رہ کر بھی یہاں فرقہ وارانہ فسادات پھیلا سکتے تھے۔"

"ہم دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہیں مگر وہ ہمارے آلہ کار کے ذریعے بھی ہم تک پہنچ سکتے ہیں۔ اُن کی حکمت عملی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ بروقت سمجھ میں نہیں آتی۔ وقت گزرنے کے بعد پھر شامت ہی آتی ہے۔"

ڈی ہاروے نے ایک دم سے چونک کر کہا "دوستو! ہم جمیلہ رازی کو بھول رہے ہیں۔ جب میں عمان میں تھا تو رئیس الکبیر کے محل میں اس حسینہ سے میں نے بری طرح شکست کھائی تھی۔ پھر اس کے ساتھ یہاں جو بندر آدمی ہے وہ پاشا کی طرح غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہے اگر وہ ایک بار ہماری آواز سن لے تو پھر ہمیں گونگے بن کر رہنا پڑے گا۔ ورنہ ہم جس علاقے میں بھی رہ کر کسی سے باتیں کریں گے تو وہ ہزاروں میل دور سے ہماری باتوں کے ذریعے سراغ لگائے گا کہ ہم کہاں چھپے ہوئے ہیں۔"

ڈی مورا نے پریشان ہو کر کہا "ہم نے فرہاد کے کاٹیج میں پہنچ کر اپنے آلہ کار کی زبان سے باتیں کی تھیں کیا اس کاٹیج میں رہنے والے بندر آدمی نے ہماری آوازیں نہیں سنی ہوں گی؟"

"ہاں اس نے سنی ہوں گی۔ لیکن نہیں، شاید وہ کاٹیج میں نہیں تھا۔ ہم وہاں برآمدے میں تقریباً پندرہ منٹ فرہاد سے باتیں کرتے رہے لیکن وہاں جمیلہ رازی اور بندر آدمی نظر نہیں آئے۔"

ڈی مورا نے کہا "خدا کرے وہ بندر مر گیا ہو۔ یا کاٹیج میں نہ رہا ہو وہاں جمیلہ بھی نظر نہیں آئی تھی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں نظر نہ آ رہے ہوں مگر ہم تو انہیں نظر آ رہے ہوں گے۔ پھر نظر آنا کیا ضروری ہے وہ کسی کمرے میں جمیلہ کے ساتھ بیٹھا ہماری آوازیں سنتا رہا ہوگا۔"

"بھائی ہاروے! ایسا لگتا ہے کہ ہم خوش فہمی میں رہیں گے اور وہ ہمارے سروں پر آپہنچیں گے۔ ہمیں ابھی ڈی کرین سے اِس سلسلے میں بات کرنا چاہیے۔"

"میں اُس سے رابطہ کرتا ہوں۔ جو باتیں ہوں گی، وہ میں تمہیں پھر فون کر کے بتاؤں گا۔"

ڈی ہاروے اس سے رابطہ ختم کر کے ڈی کرین کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ان تینوں کو جمیلہ کے بارے میں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ بھی غیر معمولی سماعت و بصارت کی حامل ہو چکی ہے اور جسمانی طور سے ایسی فولادی ہوتی جا رہی ہے کہ اس سے ٹکرانے والوں کا قیمہ بن جایا کرتا ہے۔

جمیلہ اور ہیرو کاٹیج سے نکلنے کے بعد ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے۔ یہ طے پایا تھا کہ وہ دونوں غیر معمولی سماعت کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کریں گے۔ جمیلہ تنہائی میں جو بڑبڑائے گی اسے ہیرو سن لیا کرے گا اور ہیرو جواباً جو کہے گا اسے جمیلہ سن لیا کرے گی وہ کسی ایک ہی قصبے اور شہر میں رہیں گے مگر ذرا دور دور رہیں گے۔

ہیرو اپنی دم کی وجہ سے ایک عجوبہ تھا۔ اگرچہ پچھلے تین دنوں میں ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اس کا چرچا ہوتا رہا تھا۔ اخبارات میں تصاویر چھپتی رہی تھیں۔ اس کے باوجود وہ جہاں سے گزرتا تھا وہاں بھیڑ لگ جاتی تھی وہ پہلے نرمی سے سمجھاتا تھا۔ بھیڑ کم نہیں ہوتی تو وہ غراتا تھا کسی لکڑی، پتھر یا لوہے کی چیز کو لے کر اسے توڑ مروڑ کر غصہ اور طاقت کا مظاہرہ کرتا تھا تو لوگ سہم کو دور بھاگ جاتے تھے مگر دور دور سے دیکھتے ہوئے پیچھا کرتے تھے۔

بیچارہ دم کی وجہ سے پریشان رہتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے ایک معتبر اور عالمی شہرت رکھنے والے ڈاکٹر نے وہاں کی لیبارٹری میں مخصوص کیپسول تیار کیے تھے اور ہیرو سے کہا تھا "انہیں تینوں وقت کھاتے رہو۔ تمہاری دم رفتہ رفتہ گھٹتی رہے گی۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ یہ نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔"

فی الحال وہ تماشا بن گیا تھا۔ وہ اور جمیلہ ایک ہی بس میں سفر کر رہے تھے مگر ایک دوسرے سے دور تھے وہ بس کے ذریعے شہر

کرگان ٹیوب پہنچے۔ شہر چھوٹا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ گئی کہ شہر میں ایک بندر آدمی آیا ہے اور یہ وہی بندر ہے جس نے کمیونسٹ پارٹی کی مسلح فوج کو دوشنبے شہر سے بھگا دیا تھا۔

ڈی مورا اپنے ساتھی ڈی ہاروے سے فون پر باتیں کرنے کے بعد آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ایسے ہی وقت باہر سڑک پر لوگوں کا شور سنائی دیا۔ اس نے بستر سے اٹھ کر پاس والی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو ایک دم سے چکرا کر رہ گیا۔ گھٹنے کانپنے لگے تھے۔ وہ کھڑا نہ رہ سکا فرش پر گر پڑا۔ اُس نے باہر فٹ پاتھ پر اُس بندر آدمی کو دیکھا تھا۔ لوگ اس کے آس پاس مگر دور دور تھے اور بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

بے شک وہ دلچسپ تماشا تھا۔ ایک عجوبہ تھا لیکن ڈی مورا کے لیے ملک الموت تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ آرہا تھا کہ ابھی وہ ڈی ہاروے سے فون پر باتیں کرتا رہا تھا۔ وہ بندر آدمی اس کی آوازیں سنتا ہوا دوشنبے سے ادھر آیا ہے اسے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ شہر کرگان ٹیوب میں ہے اور اب وہ بندر آدمی سڑکوں پر گھومتا ہوا اندازہ کررہا ہے کہ اس کا شکار کس مکان یا کس ہوٹل میں ہو سکتا ہے؟

فی الوقت ڈی مورا کے لیے یہ بات باعث اطمینان تھی کہ وہ بندر آدمی کھڑکی کے سامنے والی سڑک سے گزرتا ہوا آگے چلا گیا ہے۔ اب اگر ڈی مورا منہ سے ذرا بھی آواز نکالے گا تو وہ غیر معمولی ساعت سے سن کر اس مکان میں گھس آئے گا۔

ڈی مورا نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔ یہ قسم کھائی کہ گونگا بن جائے گا اگر گونگا بن کر رہنے میں ناکام رہا تو اپنی زبان کاٹ لے گا لیکن اپنی آواز اس بندر آدمی کو نہیں سنائے گا۔

وہ حوصلہ کرتے ہوئے فرش پر سے اٹھ گیا۔ ایک چھوٹی اٹیچی الماری سے نکال کر اس میں ضروری سامان رکھنے لگا۔ اب دانشمندی اسی میں تھی کہ وہ وقت ضائع کیے بغیر اس شہر سے دور کسی دوسرے علاقے میں چلا جائے۔ اُس نے اٹیچی میں ضروری سامان رکھنے کے بعد موبائل فون کو اٹھایا۔ پھر سہم کر اسے بستر پر یوں پھینک دیا جیسے سانپ کو بھولے سے پکڑ لیا ہو۔

اس کی کھوپڑی میں یہ بات آئی کہ جب وہ گونگا بن کر رہے گا تو پھر ایک گونگا فون کیوں رکھے گا۔ اور اگر رکھے گا تو گونگا مشکوک ہو جائے گا۔ اس نے پھر موبائل فون کو اٹھایا۔ اس کی بیٹری فون سے الگ کی تاکہ کسی ساتھی کے فون کا اشارہ نہ ملے۔ پھر اس نے فون کو اٹیچی کے سامان کے اندر چھپا کر رکھ دیا۔ اس شہر سے سیکڑوں میل دور جانے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو بتا سکتا تھا کہ کن حالات سے دوچار ہوتا رہا ہے۔

باہر سڑک پر جمیلہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس سے کوئی پچاس گز کے فاصلے پر ہیرو جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے لوگ جا رہے تھے۔ وہ آپ ہی آپ بڑبڑانے کے انداز میں بولنے لگی "کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

اسے ہیرو کی آواز سنائی دی "میرے کان تمہاری ہی طرف لگے ہوئے ہیں۔ بولو کوئی خاص بات ہے؟"

"میں نہیں چاہتی کہ تم تماشا بنو۔ پہلے کسی ہوٹل میں ایک کمرا کرائے پر لو۔ پھر میں بھی اسی ہوٹل میں دوسرا کمرا حاصل کرلوں گی۔ پلیز لوگوں کی بھیڑ سے نجات حاصل کرو۔"

ہیرو چلتے چلتے یوں بلند آواز سے عربی زبان میں بول رہا تھا جیسے لوگوں کے بھیڑ لگانے سے غصے میں بڑبڑا رہا ہو۔ اس نے کہا "یہاں سامنے ایک ہوٹل ہے۔ میں وہاں جا رہا ہوں۔ ابھی پاپا آئے تھے وہ دس یا پندرہ منٹ کے بعد تمہارے پاس بھی آئیں گے۔"

جمیلہ فٹ پاتھ پر کھڑی ہوئی تھی۔ پھر آگے بڑھنے لگی تاکہ جس ہوٹل میں ہیرو جا رہا ہے' وہ بھی وہیں جائے۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ رک گئی۔ چند گز کے فاصلے پر ایک دو منزلہ مکان سے ایک شخص ہاتھ میں اٹیچی لیے باہر آرہا تھا۔ مکان کے سامنے فٹ پاتھ کے کنارے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اٹیچی رکھ رہا تھا۔

جمیلہ اسے چہرے سے نہیں پہچانتی تھی اور وہ بھی جمیلہ کو میک اپ میں نہیں پہچان سکتا تھا۔ مگر اس کی تیز نظروں نے' غیر معمولی بصارت نے اس کی ایک انگلی میں انگوٹھی دیکھ لی پھر دیکھتے ہی تیزی سے چلتی ہوئی کار کی سمت جانے لگی۔

وہ پچھلی سیٹ پر اٹیچی رکھنے کے بعد وہ دروازہ بند کرکے اسٹیئرنگ سیٹ کی طرف جانے لگا۔ جمیلہ نے کار کے قریب پہنچتے ہوئے اسے آواز دی "مسٹر! جسٹ اے منٹ' کیا مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟"

کوئی ضروری نہیں تھا کہ وہ انگوٹھی پہننے والا تھری ڈی میں سے کوئی ہوتا۔ مگر اس سے دو باتیں کرکے دو دو ہاتھ کرکے پہچاننے میں ناکامی یا کامیابی ہو سکتی تھی۔ ڈی مورا کو ایک حسین دوشیزہ نے مخاطب کیا تھا۔ کوئی دوسرا وقت ہوتا تو وہ اسے لفٹ دینے اور فلرٹ کرنے کے لیے ٹھہر جاتا۔ مگر موت' بندر کی صورت میں آرہی تھی۔ وہ اسے نظرانداز کرکے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔ اسی لمحہ میں جمیلہ نے اسی ہاتھ کی کلائی پکڑ لی' جس کی ایک انگلی میں اس نے انگوٹھی پہن رکھی تھی۔

یکبارگی یوں لگا جیسے کلائی آہنی شکنجے میں آگئی ہے اگر وہ ایک جھٹکے سے چھڑائے گا تو کلائی کا جوڑ اکھڑ جائے گا۔ وہ غصے سے بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ میرا ہاتھ چھوڑو۔"

اس نے پوچھا "کیا تم بہرے ہو۔ میں لفٹ مانگ رہی تھی اور تم سنی ان سنی کرکے جا رہے ہو؟"

"میں جلدی میں ہوں تم کسی اور سے لفٹ لے سکتی ہو۔"

"کسی اور سے مجھے یہ انگوٹھی نہیں ملے گی۔ یہ دے دو اور چلے جاؤ۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا "کون ہو تم؟ کیا سرعام چھینے جھپٹنے والی عورتوں کے گروہ سے تعلق رکھتی ہو؟"

"یہ انگوٹھی نہ ہیرے کی ہے' نہ سونے چاندی کی۔ معمولی سی پیتل کی انگوٹھی چھین کر کیا کروں گی؟ ہاں یہ تمہارے لیے قیمتی ہو سکتی ہے اسی لیے بحث کر رہے ہو۔"

وہ محسوس کر رہا تھا کہ کلائی چھڑانے کی ذرا سی بھی کوشش کرے گا تو ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ پھر تنویمی عمل کے ذریعے جو جاں نثاری کا جذبہ ذہن نشین کیا گیا تھا۔ اُس جذبے نے اس کے دماغ میں سرگوشی کی "یہ دشمن ہے راز کھلنے والا ہے فوراً اپنا سر جھکا۔ انگوٹھی تک پہنچ اور اسے منہ سے لگا لے۔ دانتوں کے ذریعے انگوٹھی کے خفیہ ننھے سے بٹن کو دبا۔ زہر حلق تک پہنچ جائے گا۔"

تنویمی عمل نے اِن لمحات میں اسے جاں نثار بنا دیا۔ وہ جان دینے کے لیے انگوٹھی کی طرف جھکا۔ لیکن ایسے وقت جمیلہ نے کلائی چھوڑ دی تھی اور انگوٹھی والی انگلی پکڑ لی تھی۔ پھر ایک ہلکا سا جھٹکا دیا تھا۔ ڈی مورا کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ انگلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور ڈھیلی پڑ جانے والی انگلی سے انگوٹھی بہ آسانی نکل آئی تھی۔

وہاں فٹ پاتھ اور سڑک پر لوگوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ وہ حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ ایک صحت مند قد آور جوان مرد ایک لڑکی کے سامنے بے بسی سے چیخ رہا ہے۔ ایک مرد کی بے بسی دیکھ کر ایک باڈی بلڈر پہلوان کو جوش آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر کراٹے کا ایک ہاتھ جمیلہ کی گردن پر رسید کیا اس کے ساتھ ہی بلبلا اٹھا۔ یوں لگا جیسے کسی لوہے پر کراٹے کا مظاہرہ کیا ہو۔ جمیلہ نے اسے غرا کر دیکھا پھر ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ باڈی بلڈر چیختا ہوا پیچھے گیا اس کے منہ سے لہو کے ساتھ کئی دانت ٹوٹ کر باہر آگئے تھے۔ تماشا دیکھنے والے سہم کر پیچھے جا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت میں نے جمیلہ کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "پاپا! ایک کمبخت کی انگلی سے انگوٹھی نکال چکی ہوں۔ وہ اس کے ذریعے خودکشی کرنا چاہتا تھا۔ آپ اس کی آواز سن لیں۔"

پھر وہ ڈی مورا سے بولی "تمہاری ایک انگلی ٹوٹ چکی ہے تم زخمی ہو چکے ہو۔ کوئی تمہارے اندر آئے گا تو سانس نہیں روک سکو گے اور زہر نہیں کھا سکو گے۔ کیا اب میں تمہارے دماغ میں آؤں؟"

"نن..... نہیں فار گاڈ سیک۔ میرے اندر نہ آؤ۔ اور آنا چاہتی ہو تو یہ انگوٹھی مجھے دے دو۔"

ایسا کہتے ہی اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر چیخ کر کہا "نہیں کوئی نہیں آسکتا۔ میں اپنی جان دے دوں گا۔"

اس نے کار کی باڈی سے اپنے سر کو زور سے ٹکرایا۔ یوں ٹکرانے سے موت نہیں آسکتی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا ایک دکان کے

شوکیس سے ٹکرا کر شیشوں کو توڑتا ہوا اندر گیا۔ بری طرح لہولہان ہوا مگر موت نہیں آئی۔ میں اسے مرنے پر مجبور نہیں کر رہا تھا۔ تنویمی عمل کا اثر اسے جان دینے کے جنون میں مبتلا کر رہا تھا۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے وہ اور زیادہ جنونی ہو رہا تھا۔

پھر اُس نے شوکیس کے ٹوٹے ہوئے شیشے کے ایک بڑے نکیلے ٹکڑے کو اٹھالیا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کبھی اپنے پیٹ میں اور کبھی اپنے سینے میں گھونپنے لگا۔ ایسی درندگی کوئی دوسروں سے تو کر سکتا ہے مگر خود سے کبھی نہیں کرتا۔ عورتیں، بچے اور مرد چیختے ہوئے دور بھاگ رہے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ خود پر وحشیانہ حملے کرنے والا دوسروں پر بھی کر سکتا ہے۔ مگر وہ ایسا نہ کرسکا۔ اپنے لہو میں نہاتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا ایک بار فٹ پاتھ پر گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔

مجھے اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے دونوں ساتھی ڈی کرین اور ڈی ہاروے کے پناہ گاہوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ سپرماسٹر نے انہیں دوبارہ مشین سے گزارنے کے بعد یہ احکامات نقش کرادیئے ہیں کہ وہ تینوں کبھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کریں گے۔ ایسا کرنے سے کسی وقت کوئی دشمن ان کے اندر چپکے سے آئے گا تو وہ اسے محسوس نہیں کرسکیں گے۔ اس لیے وہ تینوں اپنے اپنے موبائل فون سے رابطہ کرتے رہتے ہیں۔

اب وہ تین نہیں رہے تھے۔ ٹوڈی ہوگئے تھے ڈی مورا کے دماغ سے جو اہم بات معلوم ہوئی وہ ٹوڈی یعنی ڈی کرین اور ڈی ہاروے کی موبائل فون نمبر تھے۔ میں نے جمیلہ سے کہا "اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ڈی مورا تھا۔ تم اور ہیرو بھی اپنی کسی بات سے یہ ظاہر نہ کرنا کہ یہ مرچکا ہے۔ اس کی اٹیچی کے اندر سامان کے درمیان ایک موبائل فون رکھا ہوا ہے اسے نکال کر توڑ دو۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

میں نے ڈی مورا کے خیالات سے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ وہ لوگ ہیرو کی غیر معمولی سماعت اور بصارت سے گھبرائے ہوئے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ وہ زبان سے بولیں گے تو ہیرو ہزاروں میل دور رہ کر بھی ان کی باتیں سن سکتا ہے اور باتوں کے ذریعے ان کا سراغ لگا سکتا ہے۔ ڈی کرین اس سلسلے میں ڈی ہاروے سے فون پر باتیں کرنے والا تھا اور اس نے ڈی مورا سے کہا تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد اس سے فون پر باتیں کرے گا۔

میں نے حرام موت مرنے والے ڈی مورا کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کیا پھر ڈی کرین کے موبائل فون کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر اس نے پوچھا "ڈی مورا! تم کہاں رہ گئے تھے؟ پچھلے ایک گھنٹے میں تین بار تمہارے نمبر ڈائل کرچکا ہوں۔ کیا فون خراب ہوگیا ہے؟"

میں نے ڈی مورا کے لب و لہجے میں کہا "خراب نہیں ہوا گم ہوگیا ہے میں ہیرو کی غیر معمولی صلاحیتوں کے باعث بہت پریشان ہوں۔ یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ گم ہوگیا ہے یا میں نے جگہ تبدیل کرتے وقت اسے کہیں بھول سے چھوڑ دیا ہے اب کہیں وہ کسی کے ہاتھ لگ جائے اس لیے آئندہ اس نمبر پر مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہ بات ڈی ہاروے کو بھی بتادوں گا۔ ابھی تم کہاں سے فون کر رہے ہو؟"

"میں عام ٹیلی فون سے رابطہ کرکے خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے ایک غیر ملکی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کا موبائل فون حاصل کرلیا۔ تم اس فون کا نمبر اور کوڈ نمبر نوٹ کرلو۔"

میں نے اسے اپنے موبائل فون کے نمبر نوٹ کرادیئے۔ اس نے نوٹ کرنے کے بعد پوچھا "کیا تم نے جگہ تبدیل کردی ہے؟"

"ہاں سچ پوچھو تو بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ وہ بندر ہم سب کے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا اس سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔"

"میں نے ابھی ڈی ہاروے سے مشورہ کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ فی الوقت ہمیں آوازیں بدل کر بولنا چاہیے۔"

میں نے کہا "یہ تو کوئی دانشمندانہ مشورہ نہ ہوا۔ وہ بندر ہماری تبدیل شدہ آواز تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ پہنچے تب بھی ہمیں یہ اندیشہ رہے گا کہ پتا نہیں کون ہمارے تمہارے فون پر بول رہا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کو پہچاننے کے لیے کچھ تو اصل آواز میں بولنا ہوگا۔ اس طرح وہ بندر سمجھ لے گا کہ ہم آئندہ کس آواز اور لہجے میں بولنے لگے ہیں۔"

"میں نے ڈی ہاروے سے یہی بات کہی تھی۔ وہ پریشان ہوکر بولا ہمیں سپرماسٹر سے مشورہ کرنا چاہیے لیکن اس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ شاید اس نے سونے کے لیے اپنے فون کو آف کر رکھا ہے۔"

"پھر تو مجبوری ہے۔ ہمیں اس کے جاگنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ ویسے صرف ایک بندر کے خوف نے ہمیں اپنی کئی مصروفیات سے باز رکھا ہے۔ ہم اپنے کام کی طرف دھیان دینے کے قابل نہیں رہے ہیں۔"

"کام کی بات پر یاد آیا۔ ابھی مسٹر ووڈ یہاں آنے والے ہیں۔ یہ اس عالم کے گروہ میں جاکر ہتھیار سپلائی کرنا چاہتے ہیں، جس کے دماغ میں تم نے جگہ بنائی ہے اور جسے فرقہ واریت کے لیے استعمال کر رہے ہو۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے، جیسے ہی وہ آئے مجھے فون پر اس کی آواز سنا دینا۔ میں اسے اپنی پناہ گاہ تو نہیں بتاؤں گا لیکن اس عالم کے گروہ میں پہنچادوں گا۔"

ہمارا رابطہ آدھے گھنٹے کے لیے ختم ہوگیا۔ اُدھر واشنگٹن میں صبح کے چھ بجنے والے تھے۔ مائیک ہرارے کے سلسلے میں مصروف

رہنے کے لیے ابھی کافی وقت تھا۔ پھر مجھے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ میں نے ڈی مورا کے لب و لہجے میں کہا "ہیلو!"

ڈی کرین نے کہا "میں بول رہا ہوں۔ مسٹر ووڈ تشریف لے آئے ہیں ان سے باتیں کرو۔"

میں نے کہا "پہلے یہ بتاؤ تم نے ڈی ہاروے کو میرا نیا فون نمبر بتایا ہے یا نہیں؟"

"میں نے بتادیا ہے۔ پہلے تم مسٹر ووڈ سے باتیں کرلو۔ پھر ہماری باتیں ہوں گی۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر مسٹر ووڈ کی آواز...... سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹران نون! مجھے آپ لوگوں کے نام نہیں بتائے گئے ہیں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو مسٹران نون کہنے کے بعد یہ کوڈ ورڈز ادا کروں۔ آپ حضرات بے آواز بم ہیں۔ بڑی خاموشی سے دماغوں میں بلاسٹ ہوتے ہیں۔"

میں نے کہا "میں تمہارے کوڈ ورڈز سے مطمئن ہوں تم دوشنبے چلے آؤ۔ میں وہاں ایک عالم دین تک تمہیں پہنچاؤں گا اور اس کے اندر رہ کر تمہاری ہر بات اسے ماننے پر مجبور کروں گا۔ اب یہ فون دوسرے ان نون کو دو۔"

ڈی کرین نے اس سے فون لے کر کان سے لگایا پھر ہیلو کہا۔ میں نے جواباً کہا "ہمیں کسی سے مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ تم تھوڑی دیر کے لیے فون بند کرو۔ میں مسٹر ووڈ کے چور خیالات پڑھنے کے بعد ہی اس پر بھروسا کروں گا۔"

"محتاط رہنا اچھی بات ہے۔ بے شک تم پہلے اپنی تسلی کرلو۔"

اس نے اپنا فون آف کیا۔ میں مسٹر ووڈ کے اندر پہنچ گیا۔ ڈی کرین یہی سمجھ رہا تھا کہ میں مسٹر ووڈ کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں لیکن میں اس کے ذریعے ڈی کرین کو دیکھ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا کہ اس نے کس ہاتھ کی کس انگلی میں وہ مخصوص انگوٹھی پہنی ہے۔

مسٹر ووڈ کچھ جدید ہتھیاروں کے نمونے لے کر آیا تھا اور ڈی کرین سے کہہ رہا تھا "یہ دیکھیں، یہ سب سے چھوٹا ہتھیار ہے دیکھنے میں پنسل ٹارچ نظر آتا ہے لیکن بٹن دباتے ہی جس ٹارگٹ پر سرخ روشنی پڑتی ہے دوسرا بٹن دبانے سے ٹھیک اس سرخ روشنی کے دھبے پر گولی جاکر لگتی ہے۔"

ڈی کرین نے کہا "رات کے اندھیرے میں یہ ہتھیار بڑا کام آئے گا۔ ذرا اس گلدان کا نشانہ لگا کر دکھاؤ۔"

میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ ڈی کرین صوفہ کے ہتھے پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے پہلا بٹن دبایا۔ سرخ روشنی کا دھبا انگوٹھی والی انگلی پر پڑا پھر اس سے پہلے کہ ڈی کرین سنبھلتا، میں نے دوسرا بٹن دبادیا۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ گولی اس انگلی کے جوڑ پر لگی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے چھلانگ لگائی۔ اس پر پہنچ کر اسے دبوچ کر زخمی انگلی سے انگوٹھی نکال لی۔ پھر اس سے الگ ہوکر کھڑا ہوگیا۔

وہ زخمی ہاتھ پکڑے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ جب اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تو یکلخت تکلیف کو بھول گیا۔ خودکشی کرنے کے لیے تنویمی عمل کا جنونی جذبہ غالب آگیا۔ اس نے اپنی جگہ سے اچھل کر مسٹر ووڈ کے لائے ہوئے مختلف ہتھیاروں کی طرف چھلانگ لگائی لیکن اس کے اندر جنونی جذبہ کے علاوہ میں بھی چھایا ہوا تھا۔ میں نے اسے ہتھیاروں سے دور گرادیا اور کہا "سوری، تم کسی ایک ہتھیار کو بھی اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکو گے۔"

چونکہ میں اس کے اندر تھا اس لیے مسٹر ووڈ حیران اور پریشان ہوکر یہ تماشا دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "سوری مسٹران نون! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے آپ کی انگلی پر کیسے گولی ماردی۔ میں معافی چاہتا ہوں۔"

ڈی کرین نے گرجتے ہوئے کہا "معافی نہ مانگو۔ مجھے فوراً گولی مارو۔ یہ..... یہ جو میرے دماغ میں ہے یہ مجھے ہتھیار تک پہنچنے اور خودکشی کرنے نہیں دے گا۔ فار گاڈ سیک، مجھے فوراً گولی ماردو۔"

مسٹر ووڈ نے میری مرضی کے مطابق میز پر سے دوسرا ہتھیار اٹھایا پھر کہا "اگر تمہاری موت کے بعد میں زندہ رہوں گا تو سپرماسٹر اور تیسرے ڈی کو معلوم ہوجائے گا کہ فرہاد تم میں سے ایک ایک کو ختم کرتا جارہا ہے۔ یہ بھید ابھی نہیں کھلنا چاہیے۔ اس لیے پہلے میں اپنی زبان بند کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے خود کو گولی ماری۔ میں پھر ڈی کرین کے پاس آیا وہ پھر تنویمی عمل کے مطابق جنون میں مبتلا ہوگیا۔ وہ ہر حال میں خودکشی کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے میں نے اس کے ہاتھوں سے اس کے موبائل فون کو ایک رائفل کے بٹ سے مار مار کر توڑ دیا۔ پھر میں نے پوچھا "بڑی خوشی سے جان دینے جارہے ہو۔ مرجاؤ گے تو پھر کسی عالم کو کون ٹریپ کرے گا؟"

اس نے ایک ریوالور اٹھالیا مگر میں نے اسے خیال خوانی کی پرواز کرنے پر مجبور کیا۔ وہ اب تک جتنے علمائے کرام کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا ان کے اندر باری باری جانے لگا اور کہنے لگا "میں آپ سے شیطان مخاطب ہوں۔ آپ کو اپنے تنویمی عمل سے آزاد کر رہا ہوں۔ آپ جیسے علمائے کرام کی شان میں جو گستاخی کی ہے اس کی سزا پانے کے لیے میں خودکشی کر رہا ہوں۔ شیطان جارہا ہے۔ اللہ باقی، شیطان مردود فانی۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے خودکشی کرلی۔ تھری ڈی میں سے ٹوڈی فنا ہوگئے۔ ایک رہ گیا۔ اس سے نمٹنا کچھ مشکل نہ تھا۔ فی الوقت میں نے اسے ڈھیل دی۔ کیونکہ میں اس کاٹیج سے نکل کر کسی دوسری جگہ رہائش اختیار کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد مائیک ہرارے کے ساتھ رہنا ضروری تھا اس لیے اپنے اس مشن کو ابھی

ملتوی کر رہا ہوں اور اپنے قارئین کو اس طیارے میں پہنچا رہا ہوں جہاں آگ اور پانی دونوں ساتھ سفر کر رہے ہیں۔

○☆○

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' منڈولا نے قسم کھائی تھی کہ میرے اور میرے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کبھی براہ راست نہیں ٹکرائے گا۔ جب دشمن کو چھپ کر گولی ماری جا سکتی ہے تو روبرو آکر گولی مارنا سراسر حماقت ہے اور ایسی حماقتیں ایک چالباز یہودی کبھی نہیں کرتا۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ قاہرہ میں ثانی اور علی سے ٹکراؤ ہو گیا تھا اور یہ خوش قسمتی بھی تھی کہ ان کی گرفت میں آنے سے بال بال بچ گیا تھا۔ اگرچہ اسے قاہرہ بہت پسند تھا مگر اس نے کان پکڑ کر توبہ کی۔ پھر وہاں سے بھاگ کر اسکندریہ آگیا۔ جس ملک میں ثانی کو اس کا سراغ مل چکا تھا وہ اس ملک کو ہی چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ اس لیے اسکندریہ سے اس طیارے میں سوار ہوا تھا جو نیویارک جا رہا تھا۔ اس نے طے کیا تھا کہ راستے میں یورپ کے کسی ملک میں عارضی قیام کے لیے رک جائے گا۔

اسے اب سب سے زیادہ ثانی کھٹکنے لگی تھی کیونکہ اس نے بڑی ذہانت سے تل ابیب میں رہنے والے ڈی داؤد منڈولا کا تجزیہ کیا تھا۔ پھر اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا تھا کہ وہ لوگ ایک ڈی سے دھوکا کھا رہے ہیں اور اصلی داؤد منڈولا قاہرہ یا اسکندریہ میں ہے۔

داؤد منڈولا پوری یہودی خفیہ تنظیم کے آدم برادرز اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں پر حکومت کر رہا تھا اس لیے ثانی کی درست باتیں بے اثر رہیں۔ اس کے باوجود منڈولا ثانی سے بہت زیادہ خطرہ محسوس کرنے لگا تھا۔ اس سے دور کسی ملک میں قیام کر کے پہلے اسے کسی آلہ کار کے ذریعے ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔ یعنی دور جا کر اس پر حملوں کی ابتدا کرنا چاہتا تھا۔ یہ طیارے کا سفر اسی سلسلے میں تھا۔ اس کی سیٹ آخری قطار میں تھی اس نے وہاں بیٹھ کر بے شمار مسافروں کو دیکھا تھا ان میں شی تارا' ثانی اور علی تیمور بھی تھے۔ لیکن وہ چہرے سے پہچانے نہیں جا سکتے تھے۔ اور نہ ہی وہ تینوں داؤد منڈولا کو پہچان سکتے تھے۔

وہ نیویارک نہیں جانا چاہتا تھا۔ ان تینوں سے پہلے ہی ایتھنز میں سفر ملتوی کرنا چاہتا تھا لیکن اپنی سیٹ پر آکر بیٹھنے کے بعد ارادہ بدل گیا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک نہایت ہی حسین عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ عیش و عشرت کی زندگی بہت محتاط ہو کر گزارتا تھا۔ کوئی حسینہ پسند آجاتی تو پہلے اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھ لیتا تھا۔ اگر چور خیالات ذرا سا بھی شبہ پیدا کرتے تو وہ اس سے کترا جاتا تھا خواہ وہ حسینہ عالم ہی کیوں نہ ہوتی۔

اس نے حسینہ کے خیالات پڑھنے کے لیے کہا "میرا نام پرل ہائیڈ ہے۔ کیا تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

وہ بولی "ہاں' سفر بہت طویل ہو تو بوریت دور کرنے کے لیے اپنے ہم سفر سے گفتگو کرتے رہنا چاہیے۔ میرا نام شلپا ہے مگر ہندوستانی ہوں۔ نیویارک جا رہی ہوں اور تم؟"

"میری کوئی منزل نہیں ہے۔ جہاں سایہ دیکھتا ہوں ٹھہر جاتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "کسی ایک ملک سے باہر جانے کے لیے پاسپورٹ اور ویزا میں منزل کا تعین ہوتا ہے۔ کیا مجھے منزل کا پتا بتانا نہیں چاہتے؟"

اس نے بیگ میں سے پاسپورٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "اس کے مطابق ایتھنز تک جانا ہوگا لیکن اب نیویارک تک مجھے سایہ ملتا رہے گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ کچھ وضاحت کرو گے؟"

"تمہارے پاس بیٹھ کر ٹھنڈی چھاؤں مل رہی ہے اور میرے دل نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہاری ہی زلفوں کی چھاؤں میں رہوں گا۔"

شلپا نے اسے سنجیدگی سے دیکھا پھر پوچھا "کیا تم کسی پر عاشق ہونے میں ذرا بھی دیر نہیں کرتے؟ تعجب ہے۔ یہاں آئے بیٹھے اور فوراً عاشق ہو گئے؟"

"شاید تم یقین نہ کرو۔ زندگی میں پہلی بار میں دل کی بات زبان پر لا رہا ہوں۔ میں نے پہلے کبھی کسی عورت میں دلچسپی نہیں لی۔ تم اس ساڑی میں بہت پرکشش لگ رہی ہو۔ مجھے یہ ہندوستانی لباس بہت اچھا لگتا ہے۔"

"تم نیویارک تک لمبا سفر نہ کرو۔ میں لباس بدل کر یہ ساڑی تمہیں دے دوں گی۔"

"تم جو دو گی اسے قبول کروں گا مگر ساڑی کے اندر تمہیں نہ پا کر پھر پیچھے پیچھے چلا آؤں گا۔"

وہ سیٹ بیلٹ باندھ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ طیارہ پرواز کرنے والا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے اندر پہنچ گیا۔ طیارہ رن وے پر دوڑ رہا تھا اور وہ دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کر رہی تھی کہ جہاز سلامتی سے اڑے اور سلامتی سے نیویارک پہنچا دے۔

اگرچہ وہ ایک ماڈرن اور نہایت اسمارٹ حسینہ تھی مگر بڑی دھرم والی بھی تھی۔ کبھی دل میں خوف پیدا ہوتا تو وہ فوراً ہی اپنے بھگوان کو یاد کرنے لگتی تھی۔ ویسے وہ بھارت کی ایک خفیہ تنظیم "را" کی ایجنٹ تھی۔ بہت تعلیم یافتہ' ذہین اور بڑی معاملہ فہم تھی۔ مکمل تربیت حاصل کرنے کے بعد نیویارک جا رہی تھی۔ وہاں ایک مسلمان جاگیردار کی شریک حیات بننے والی تھی۔ ان کے میاں بیوی ہونے کے کاغذات پہلے ہی تیار ہو چکے تھے۔ وہ مسلمان ایک ناکام پاکستانی سیاستداں تھا۔ مگر اب اسے امریکا اور بھارت کی طرف سے آشیرواد ملی تھی کہ وہ شلپا کو ایک مسلمان بیوی بنا کر لے

جائے گا تو اسے پاکستان میں ایک بہت بڑا سرکاری عہدہ دیا جائے گا۔ عہدہ اس مسلمان وزیر علی خان کا ہوگا مگر کام درپردہ ہندو بیوی کرے گی۔

داؤد منڈولا بڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا پھر وہ اسکندریہ کی ایک ائرلائن بکنگ کی کاؤنٹر گرل کے اندر پہنچا اس نے اسی کاؤنٹر گرل سے موجودہ سفر کے لیے سیٹ حاصل کی تھی اب اس نے پھر اسے آلہ کار بنایا۔ سیٹیں بک کرنے کے سلسلے میں اس نے کمپیوٹر ڈسک میں تبدیلیاں کر دیں۔ اس تبدیلی کے مطابق پرل ہائیڈ (منڈولا) ایتھنز نہیں بلکہ نیویارک جا رہا تھا یہ اطلاع ایتھنز کے ائرپورٹ کے بکنگ چارٹ ہینڈل کرنے والے کو پہنچائی اور کہا گیا کہ ایتھنز میں مسٹر پرل ہائیڈ کی سیٹ خالی نہیں ہوگی۔ کمپیوٹر میں کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ لہٰذا ایتھنز میں جس مسافر کو یہ سیٹ دی گئی ہے اسے کینسل کیا جائے۔

منڈولا نے اِدھر یہ چکر چلانے کے بعد ایتھنز میں رہنے والے امریکی سفیر تک رسائی حاصل کی۔ اسے اپنا آلہ کار بنا کر ایک نیا ویزا نیویارک تک بنوایا۔ پھر وہ طیارہ ایتھنز پہنچا تو منڈولا طیارے سے اتر کر آگے سفر جاری رکھنے کے لیے ایک کاؤنٹر پر آیا۔ وہاں امریکی سفیر اس کا نیا ویزا لیے کھڑا تھا۔ وہ اپنے ساتھ دفتری مہر بھی لے کر آیا تھا۔ اس نے منڈولا کے پاسپورٹ میں بھی نیویارک تک جانے کی مہر لگا دی پھر وہاں سے چلا گیا۔

شلپا سوچ رہی تھی کہ اس کے ہم سفر کا سفر وہاں ختم ہو جائے گا لیکن وہ طیارے کی پرواز سے پہلے پھر اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

وہ حیرانی سے بولی "کیا واقعی تم نیویارک جا رہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "تم دیکھ رہی ہو کہ تمہاری ساڑی کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوں۔"

"مگر تم نے پاسپورٹ دکھایا تھا۔ تمہارا سفر ایتھنز میں ختم ہو جاتا ہے۔"

اس نے پھر پاسپورٹ اور ویزا نکال کر دکھایا۔ شلپا نے شدید حیرانی سے دیکھا پھر پوچھا "پاسپورٹ اور ویزا میں تبدیلی کیسے ہو گئی؟ کیا امریکی سفارت خانہ تمہارے لیے ایتھنز کے ائرپورٹ میں چلا آیا تھا؟"

"مس شلپا! یہ میرا کمال ہے میں اوپر سے کچھ ہوں اور اندر سے کچھ۔ جیسی کہ تم ہو۔"

وہ چونک کر بولی "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا میں اندر سے اور باہر سے مختلف ہوں اور تمہاری طرح ایسا کوئی کمال دکھاتی ہوں؟"

"ہاں تم "را" ہو اور میں موساد ہوں۔"

وہ ایک دم سے اپنی سیٹ پر سیدھی ہو گئی۔ پھر اس کی طرف گھوم کر سرگوشی کے انداز میں بولی "کون ہو تم؟"

وہ اس کی طرف جھک کر بولا "موساد کا ایجنٹ ہوں۔ ہماری تنظیم کا سربراہ ہمیں ہماری منزل نہیں بتاتا منزل بدلتی رہتی ہے۔ مجھے ایتھنز پہنچ کر معلوم ہوا کہ را کی ایک ایجنٹ شلپا ہم یہودیوں کے مقاصد کے لیے کام کر رہی ہے اور ایک مسلمان کی بیوی بن کر پاکستان جا کر ایک اہم مشن کی تکمیل کرنے والی ہے۔"

"اوہ گاڈ تمہیں یہ سب کچھ کس نے بتایا؟"

"کیا تم نہیں جانتی ہو کہ موساد اور را مل کر پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں؟"

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی "میں پہلی بار ٹریننگ مکمل کر کے انڈیا سے باہر آئی ہوں اور نیویارک جا رہی ہوں۔"

"مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ تم ابھی نئی ہو۔ اگر تم سے کہیں کوئی غلطی ہو تو میں تمہیں سنبھال لوں۔"

"تم بہت سی باتیں درست کہہ رہے ہو۔ مگر میں پوری طرح یقین کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تمہیں میرے متعلق اور کیا کچھ بتایا گیا ہے؟"

"یہ کہ تم ایک پاکستانی وزیر علی خان کی مسلمان بیوی بن کر پاکستان جاؤ گی۔ تمہارے میاں بیوی ہونے کے تمام کاغذ پہلے ہی مکمل ہو چکے ہیں۔ تم وزیر علی خان کو صورت سے نہیں پہچانتی ہو جس شخص کے کوٹ کی اوپری جیب سے ایک سرخ رومال جھانکتا ہوگا۔ تم اس کے پاس جا کر کوڈ ورڈز کہو گی کہ بھارت کا کھلتا ہوا گلاب ایک پاکستانی کے لیے....."

وہ مطمئن ہو کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم واقعی موساد کے ایجنٹ ہو۔ میں چاہوں گی کہ تم میری رہنمائی کرتے رہو۔"

"تمہاری رہنمائی کے لیے ہی موساد اور را کے باہمی مشوروں سے میرا سفر نیویارک تک بڑھا دیا گیا ہے۔ اب اپنا یہ ہاتھ میرے ہاتھوں میں دیتی رہا کرو۔ میں تمہاری مشکلیں آسان کرتا جاؤں گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ دونوں میں دوستی ہو گئی۔ منڈولا نے دل میں کہا "بڑی کافر جوانی ہے نیویارک میں وہ پاکستانی اسے کیا بیوی بنائے گا؟ وہاں ایسا چکر چلاؤں گا کہ پہلے یہ میرے کام آئے گی۔"

اس کا سفر بڑا خوشگوار ہو گیا۔ سفر تو ثانی' علی اور شی تارا کا بھی بڑا ہی دلچسپ رہا۔ وہ مائیک ہرارے کو میری طرف مائل کر چکے تھے۔ دوشنبے کے ایک کاٹیج میں بھی انہوں نے میرے دشمنوں کو بڑی خوب صورتی سے ٹال دیا تھا اور اب واشنگٹن کے وقت کے مطابق صبح دس بجے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کا ایک ٹھوس منصوبہ بنا چکے تھے۔

یوں اتنی ساری مصروفیات میں صبح ہو گئی۔ وہ طیارہ امریکا کے مشرقی ساحل کی طرف پہنچنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک ائرہوسٹس نے اسپیکر کے ذریعے تمام مسافروں کو مخاطب کیا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ جہاز نیویارک نہیں جائے گا۔ اس کا روٹ بدل گیا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ بڑے حوصلے اور تحمل سے اپنی سیٹوں پر بیٹھے رہیں اور اپنے اپنے سیٹ

بیلٹ باندھ لیں۔"

مسافروں میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ وہ سب آپس میں بولنے لگے "یہ طیارہ نیویارک کیوں نہیں جا رہا ہے؟"

"آخر بات کیا ہے؟ اس طیارے نے اپنا روٹ کیوں بدل دیا ہے؟"

کتنے ہی مسافر کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھ رہے۔ نیچے بہت دور بحر اٹلانٹک نظر آ رہا تھا ائرہوسٹس کی آواز آ رہی تھی "پلیز آپ بیٹھ جائیں اور سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ اباکو آئی لینڈ کی انتظامیہ سے معاملات طے ہو رہے ہیں۔ یہ طیارہ اسی جزیرے میں اترنے والا ہے۔"

ایک مسافر نے چیخ کر پوچھا "کیا ہم ہائی جیک کیے جا رہے ہیں؟ ہم سے کچھ نہ چھپایا جائے، صاف صاف بتایا جائے۔"

چند مسافروں نے ایک ہوسٹس اور اسٹیورڈ کو پکڑ لیا۔ ان سے پوچھنے لگے۔ اسٹیورڈ قسمیں کھا کر کہنے لگا "ہم کچھ نہیں جانتے ہیں۔ پائلٹ کیبن کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ کوئی اسے نہیں کھول رہا ہے۔ اناؤنسر بھی پائلٹ کیبن کے اندر ہے۔ وہ بھی باہر نہیں آ رہی ہے۔"

ایک نے کہا "اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پائلٹ، کو پائلٹ اور ہوسٹس وغیرہ کو کیبن میں قید کیا گیا ہے اس طیارے کو اغوا کیا جا رہا ہے۔"

کئی عورتیں رونے لگیں۔ بچے بھی انہیں دیکھ کر زور زور سے چیخنے اور رونے لگے۔ ثانی اور شی تارا اس اناؤنسر کے دماغ میں پہنچ گئیں۔ داؤد منڈولا بھی پریشان ہو گیا تھا۔ وہ بھی اناؤنسر کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ پائلٹ کیبن میں تین مسلح افراد تھے۔ انہوں نے پائلٹ، کو پائلٹ اور اناؤنسر کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا ایک مسلح شخص اباکو جزیرے کی انتظامیہ سے کہہ رہا تھا "اگر طیارے کو رن وے پر نہ اترنے دیا گیا تو تمام مسافروں کو سمندر میں غرق کر دیا جائے گا۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں بولیں گے۔ اب پائلٹ سے باتیں کرو اور اسے رن وے پر جہاز اتارنے کا سگنل دو۔"

طیارے کو تو اجازت ملنے ہی والی تھی کیونکہ سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچانا لازمی تھا۔ ویسے ٹیلی پیتھی جاننے والے چاہتے تو ان مسلح افراد کے ہاتھوں سے ہتھیار گرا سکتے تھے اور طیارے کو نیویارک لے جا سکتے تھے لیکن اس سلسلے میں کچھ مسائل تھے۔

شی تارا اور ثانی خیال خوانی کرتیں طیارے کے اغوا کو ناکام بناتیں تو خیال خوانی والی بات چھپی نہ رہتی۔ سپر ماسٹر تک اطلاع پہنچتی تو نیویارک میں فوج کے بے شمار مسلح جوان طیارے کو گھیر لیتے اور معلوم کرتے کہ طیارے میں کون خیال خوانی کرتا رہا ہے اگر سراغ نہ ملتا تو ہر مسافر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دماغوں میں پہنچایا جاتا پھر یہ معلوم ہو جاتا کہ اپنے چیلنج کے مطابق صرف شی تارا ہی نہیں ثانی اور علی بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ تینوں آسانی سے گرفت میں آ جاتے۔

منڈولا ان تینوں سے زیادہ محتاط ہو گیا۔ وہ اس ملک کی ٹرانفسار مر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر کے یہودی داؤد منڈولا بن کر فرار ہوا تھا اور شلپا کی کافر جوانی سے کھیلنے کی دھن میں پھر اسی ملک میں پہنچنے آیا تھا۔

وہ طیارہ اباکو جزیرے کے رن وے پر اتر گیا تھا۔ یہ ابھی تک کسی کو معلوم نہیں ہوا تھا کہ کن لوگوں نے طیارے کو اغوا کر کے اس جزیرے میں پہنچایا ہے؟ یہ صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے جانتے تھے۔ ثانی نے علی تیمور کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا "ہم ہائی جیک کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے کیونکہ وہ سب مسلمان ہیں۔ انہوں نے ایم آئی ایم (مجاہدین فار اسلامک مشن) کے نام سے ایک نئی تنظیم قائم کی ہے۔ یہ مجاہدین دراصل پی ایل او اور اسرائیلی معاہدے کے خلاف ہیں۔ پھر درپردہ اردن اور اسرائیل کے درمیان دوستانہ معاہدے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ مجاہدین آئندہ ایسے ہونے والے معاہدوں کے خلاف یہ کارروائی کر رہے ہیں۔"

علی نے کہا "ہاں پہلے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتا ہوا پھر یاسر عرفات نے اسرائیل سے سمجھوتا کیا۔ سیاسی حالات بتا رہے ہیں کہ اردن اور شام بھی اسرائیل سے معاہدے کے لیے تیار بیٹھے ہیں اس طرح اسلامی ممالک رفتہ رفتہ اسرائیلی حکومت کو تسلیم کرتے جا رہے ہیں۔ یہ بتاؤ یہ مجاہدین یہاں کتنے ہیں؟"

"پائلٹ کیبن میں تین ہیں۔ کیبن کے باہر ہم مسافروں کے درمیان پانچ ہیں۔ ابھی ان پانچوں نے خود کو ظاہر نہیں کیا ہے۔ یہ طیارہ ایک کارنر رن وے پر رک گیا ہے اب یہ خود کو ظاہر کریں گے۔"

داؤد منڈولا نے بھی کیبن کے اندر سے اناؤنسر کے ذریعے ان تینوں مجاہدین کے دماغوں میں پہنچ کر یہی معلومات حاصل کی تھیں، جو ثانی اور شی تارا معلوم کر چکی تھیں۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی شلپا نے کہا "یہ کیا گڑبڑ ہو گئی ہے پتا نہیں کون لوگ ہیں اور کن مقاصد کے لیے ہمیں یہاں لے آئے ہیں؟"

منڈولا نے انجان بن کر کہا "پتا نہیں ہم کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ شاید تھوڑی دیر میں کچھ معلوم ہو سکے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک تگڑا سا جوان مسافروں کے درمیان سے اٹھا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا منڈولا کے پیچھے آیا۔ کیونکہ وہ جہاز کا آخری حصہ تھا۔ منڈولا جس آخری قطار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے ہوسٹس اور اسٹیورڈ کے کیبن اور ٹائلٹ وغیرہ تھے۔ اس جوان نے بلند آواز سے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین......"

اس کی بلند آواز پر تمام مسافروں نے اپنی سیٹوں پر سے پلٹ کر یا اٹھ کر اسے دیکھا، اور منڈولا نے بھی سر گھما کر اس پر

نظر ڈالی۔ وہ جوان اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا "آپ مجھے دیکھیں میں خالی ہاتھ ہوں۔ آپ میں سے کسی مسافر کو ہماری ذات سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ وعدہ کرنے کے بعد اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس طیارے کو یہاں تک پہنچایا ہے۔"

تمام مسافر ایک دوسرے کو دیکھنے اور آپس میں تبصرے کرنے لگے ایک بوڑھے مسافر نے پوچھا "اگر تم اتنے رحم دل اور انسان دوست ہو کہ ہمیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تو پھر ہمیں ہماری منزل سے بھٹکا کر ہمیں کیوں تکلیف پہنچا رہے ہو؟ کیوں معصوم بچوں اور خواتین کو دہشت زدہ کر رہے ہو؟"

نوجوان نے کہا "ہمیں احساس ہے کہ کمزور دل کے مسافر خوف زدہ رہیں گے اور بیماروں کو خاطر خواہ دوائیں نہیں ملیں گی۔ فلسطین میں بھی برسا برس سے مسلمان اچھی تعلیم اور باقاعدہ علاج کے لیے اور خوش حال سماجی زندگی گزارنے کے لیے ترستے رہے ہیں۔ اقوام متحدہ نے اور انسانی حقوق کی تنظیموں نے ان فلسطینی مسلمانوں کو بھی ان کے جائز حقوق نہیں دلائے۔ وہ مسلمان برسوں سے عذابوں میں مبتلا رہے ہیں اور آپ کو زیادہ سے زیادہ بارہ گھنٹوں یا چوبیس گھنٹوں تک تکالیف برداشت کرنی ہوں گی۔"

ایک اور مسافر نے اٹھ کر پوچھا "آپ لوگ کن معتبر اداروں سے اپنے مطالبات منوانے والے ہیں؟"

نوجوان نے پوچھا "آپ حضرات میں تعلیم یافتہ، دانشور اور سیاستدان موجود ہیں۔ آپ بتائیں کیا ہم انسانوں کی دنیا میں ایسا کوئی سچا اور معتبر ادارہ ہے جو انسانیت کی خدمت کر رہا ہو؟ کیا بوسنیا اور صومالیہ میں لاکھوں مسلمانوں کی ہلاکت پر اقوام متحدہ سمیت ساری دنیا خاموش نہیں ہے؟ کیا کشمیر کا ایک ایک مسلمان اپنے حقوق کے لیے لڑتے لڑتے شہید ہو جائے گا اور وہ کشمیر جنت نظیر شہیدوں کا مکمل قبرستان بن جائے گا۔ تب بھی دنیا کے کسی گوشے سے انسانیت اس لیے بیدار نہیں ہو گی کہ مسلمان مارے جا رہے ہیں انہیں مرنے دو۔"

اس مسافر نے سوال کیا "جب آپ یہ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کو بھری دنیا میں انصاف نہیں مل رہا ہے تو پھر اس طیارے کو اغوا کرنے اور ہمیں یرغمالی بنانے کے بعد کیا تمہیں جائز حقوق مل جائیں گے؟"

جوان نے کہا "حقوق نہیں ملیں گے، انصاف نہیں ملے گا مگر انصاف کے لیے ہماری یہ لڑائی ہے۔ ہم اپنے ملک میں یہ جنگ لڑتے تو لڑائی محض ایک خبر ہوتی لیکن امریکا کے ساحلی جزیرے پر اس طیارے کو لا کر ہم نے یہ بات یقینی بنا دی ہے کہ اس اغوا کی خبر دھماکا بن کر ساری دنیا میں پھیلے گی۔ ہماری تنظیم کا نام ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن ہے۔ یہ بالکل نئی تنظیم ہے اور یہ ہمارا پہلا احتجاجی کارنامہ ہے۔"

مسافروں کے درمیان سے ایک اور صحت مند جوان نے اٹھ کر ایک ہتھیار کی نمائش کرتے ہوئے کہا "ہم نے ابھی تک اپنے ہتھیاروں کو صرف اپنی حفاظت کے لیے رکھا ہوا ہے۔ اگر تمام مسافر پرامن رہیں گے تو ہمیں دوست پائیں گے۔ ہماری آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہم صرف اُن کے دشمن ہیں جو مسلمانوں کی فیملی پلاننگ کر رہے ہیں اور طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کی تعداد کم سے کم کرنا چاہتے ہیں۔"

جہاز کے ایک اور حصے سے ایک نوجوان ہتھیار لے کر اٹھا۔ پھر کہنے لگا "ہماری جنگ فلسطین میں نہیں ہو گی بوسنیا اور کشمیر میں نہیں ہو گی۔ ہم ایسے تمام حقوق سے محروم ممالک کے باہر ان غیر اسلامی ممالک میں غیر مسلموں سے وہی سلوک کریں گے، جو وہ مسلمانوں سے کر رہے ہیں۔ چونکہ اسلام دشمنی میں امریکا سرفہرست ہے اس لیے ہم اپنے مشن کے پہلے مرحلے پر یہ طیارہ امریکا کے ہی ایک جزیرے میں لے کر آئے ہیں۔"

ایک اور مسلح جوان نے اگلی قطار سے اٹھ کر کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہمارے تین مجاہدین پائلٹ کیبن میں ہیں اور وہ امریکی اکابرین سے کچھ اہم معاملات پر گفتگو کر رہے ہیں۔ اگر وہ معاملات طے ہو جائیں گے تو ہم اس طیارے کو نیویارک لے جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

علی تیمور نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پوچھا "ہمیں یقین ہے کہ معاملات طے ہو جائیں گے کیونکہ یہاں کم از کم ڈھائی سو مسافروں کی زندگی بچانے کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا آپ اس طیارے کو بھی نیویارک پہنچا دیں گے۔ مجاہدین کا انجام کیا ہو گا؟ کیا مسافروں کو نجات دلانے کے بعد وہ آپ کو آسانی سے جانے دیں گے؟"

ایک اور مسلح مجاہد نے مسافروں کے درمیان سے اٹھ کر کہا "مسٹر! تم ہمارا انجام پوچھ رہے ہو۔ تم نے عام مسلمانوں کو دیکھا ہو گا، سچے مومنین کو نہیں دیکھا ہو گا۔ جب ہم جیسے مجاہدین راہ حق پر شوق شہادت میں نکلتے ہیں تو اپنے انجام کا کفن پہن کر نکلتے ہیں۔"

علی نے مسکرا کر کہا "سچے جذبوں کو دنیا کی کوئی طاقت کفن نہیں پہنا سکتی۔ میرے مجاہدو! اپنے اس ایمان افروز عمل کو جاری رکھو۔ یہاں مجھ جیسے کچھ مسلمان ہیں جو تمہارا ساتھ دیں گے۔"

علی یہ کہہ کر بیٹھ گیا۔ شی تارا اور ثانی خیال خوانی میں مصروف تھیں۔ ادھر منڈولا بھی رہ رہ کر کیبن والے تین مجاہدوں کے اندر جا رہا تھا۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ ان مجاہدین کی تنظیم ایم آئی ایم کا سربراہ کوئی پراسرار شخص ہے اور شاید وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اس تنظیم کے مجاہدین کئی ممالک میں موجود ہیں۔ وہ سب کئی برس سے مختلف ممالک میں جہاد کرنے کے لیے بڑی زبردست تربیت حاصل کرتے رہے ہیں۔

ایم آئی ایم کا سربراہ اس طرح بھی پراسرار سمجھا جاتا تھا کہ اس کی پیش گوئیاں درست ہوا کرتی تھیں۔ اس نئی تنظیم کے پہلے مشن میں اس نے آٹھ نوجوان مجاہدین سے کہا تھا کہ طیارہ اغوا کرو گے تو تمہارے مطالبات مان لیے جائیں گے۔ تم سب کو گرفتار نہ کرنے کا وعدہ بھی کیا جائے گا لیکن وعدہ... وفا نہیں ہوگا۔ جب وہ وعدے سے پھریں گے تو ایم آئی ایم کا سربراہ انہیں صحیح سلامت رہائی دلا کر واپس لے آئے گا۔

منڈولا' ثانی اور شی تارا نے ان آٹھوں مجاہدین کے خیالات پڑھے لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ پراسرار سربراہ کون ہے؟ اور کہاں رہتا ہے؟ کسی مجاہد نے بھی اسے آج تک نہیں دیکھا تھا۔

شی تارا' ثانی اور علی کے لیے یہ تشویش کی بات نہیں تھی کہ وہ سربراہ کون ہے۔ جو بھی ہوگا دشمن نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے آئندہ کسی بُرے وقت پر ان آٹھوں مجاہدین کے کام آنے کا ارادہ کرلیا تھا۔

منڈولا تشویش میں مبتلا ہوگیا تھا کہ کوئی سربراہ سچی پیش گوئیاں کیسے کرتا ہے اور کیسے اتنے اعتماد سے کہہ دیا ہے کہ ان آٹھوں مجاہدین پر آنچ نہیں آئے گی اور آئے گی تو وہ انہیں صحیح سلامت واپس لے آئے گا۔

اس سے منڈولا کو یہ اندیشہ ہو رہا تھا کہ وہ سربراہ کوئی پُراسرار غیر معمولی علم جانتا ہے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہو اور خود کو اپنے ہی مجاہدین کی نظروں سے اوجھل رکھ کر ان کے کام آرہا ہو۔

جیسا کہ داؤد منڈولا خود پراسرار رہ کر خفیہ یہودی تنظیم کا سربراہ بنا ہوا تھا اور اس تنظیم کا کوئی آدم برادر اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے پراسرار باس منڈولا کو نہیں جانتا تھا۔ اسی طرح وہ سوچ رہا تھا کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ایم آئی ایم جیسی تنظیم کا ایک نادیدہ پُراسرار باس بنا ہوا ہے۔

یوں سوچنے سے داؤد منڈولا کی حالت پتلی ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اگر واقعی ایسی ہی کوئی بات ہے اور مجاہدین کی تنظیم کا باس ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تو وہ اپنے آٹھوں بندوں کے دماغ میں آرہا ہوگا جا رہا ہوگا اور منڈولا نے ذرا سی بھی کوئی غلطی کی تو وہ اس کے دماغ میں بھی آنا چاہے گا اور وہ سانس روکے گا تو شبہ اور بڑھ جائے گا۔ پھر وہ اپنے کسی مجاہد کے ذریعے اسے زخمی کرکے اس کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد خفیہ یہودی تنظیم کا راز معلوم کرلے گا اور تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنا لے گا۔ ان غلاموں کی فہرست میں منڈولا کا نام بھی ضرور ہوگا۔

داؤد منڈولا کی پریشانیاں بڑھ گئیں۔ شلپا نے پوچھا "تم بڑی دیر سے خاموش ہو اور پریشان نظر آرہے ہو؟"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "ہم منزل سے قریب آکر دور ہوگئے ہیں' کیا مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے؟"

"ہاں میں بھی پریشان ہوں۔ سوچتی ہوں کہیں ہمارا اور موساد سے تعلق کا بھید ہماری کسی غلطی سے نہ کھل جائے۔"

منڈولا یہ پہلو بھلا چکا تھا کہ وہ شلپا کے سامنے موساد کا ایجنٹ بنا ہوا ہے اور شلپا کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ حساس دماغ نہیں رکھتی ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔ اگر مجاہدین کا سربراہ شلپا کے دماغ میں آئے گا تو اس کے ہم سفر موساد کے ایجنٹ کو بھی نہیں بخشے گا۔

اس کی گھبراہٹ اور بڑھ گئی۔ وہ کسی نامعلوم اور خیالی ٹیلی پیتھی جاننے والے سربراہ سے خوف زدہ تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ خیال خوانی کرنے والی ثانی اور شی تارا اسی جہاز میں موجود ہیں۔ فی الحال جو کچھ وہ جانتا تھا یا جیسی قیاس آرائی کر رہا تھا اس کے مطابق اب وہ شلپا سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔

اس نے فوراً ہی شلپا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے گہری نیند میں پہنچایا پھر اس کی خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ طیارے کا اغوا اور سیکڑوں مسافروں کو یرغمال بنانے والا واقعہ کوئی معمولی نہیں تھا مگر اتنے بڑے واقعے کے مقابلے میں اپنی سلامتی کی فکر پہلے تھی۔ اس لیے اس نے شلپا کے ذہن میں یہ نقش کردیا کہ وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے ہم سفر مسٹر ہائیڈ (منڈولا) کا صرف نام جانتی ہے۔ یہ بہت ہی بور ہم سفر ہے اس لیے اس نے مسٹر ہائیڈ سے نہ دوستی کی ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ جانتی ہے اور ایسے بور آدمی کے متعلق کچھ جاننا گویا وقت ضائع کرنا ہے۔

پھر اس نے شلپا کے دماغ سے یہ حقیقت بھی مٹادی کہ اس کا تعلق را سے ہے۔ بھارت اور اسرائیل کے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ را کی ایک ایجنٹ کا بھی بھید کھل جائے۔

اس نے خود کو اور شلپا کو کسی نادیدہ خیال خوانی کرنے والے سے محفوظ کرنے کے بعد کیبن کے ایک مجاہد کی آواز سنی۔ وہ اسپیکر کے ذریعے مسافروں کے درمیان رہنے والے مجاہدین میں سے ایک کو مخاطب کرکے کہہ رہا تھا۔

"برادر یاسین الاسد! یہاں کیبن میں آجاؤ۔ اس جزیرے کی انتظامیہ کے اعلیٰ افسران ہم سے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ اس کیبن سے باہر رن وے کی طرف دروازہ کھولا جائے گا پھر تمہارے جاتے ہی دروازہ بند کردیا جائے گا۔"

ایک مسلح مجاہد نے اپنا ہتھیار اس مجاہد کو دیا جو منڈولا کے پیچھے خالی ہاتھ کھڑا تھا۔ پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا پائلٹ کیبن کے پاس آیا۔ اس کا دروازہ چند سیکنڈ کے لیے کھلا۔ پھر اس کے کیبن میں جاتے ہی بند ہوگیا۔

منڈولا اس کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا۔ پائلٹ کیبن کا دوسرا دروازہ باہر کی طرف کھل گیا تھا۔ مجاہد یاسین الاسد نے دروازے کی بلندی سے نیچے رن وے پر چھلانگ لگائی اور بخیریت وہاں پہنچ کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ مجاہدین نے طیارے کے دروازے سے سیڑھی لگانے کی اجازت نہیں دی تھی اور یہ دھمکی دی تھی کہ سیڑھی لگائی جائے گی یا مسلح فوجی طیارے کے قریب آئیں گے تو طیارے کے اندر مسافروں کی سلامتی کی ضمانت ختم ہوجائے گی۔

جزیرے کے مسلح فوجی طیارے سے سو گز کے فاصلے پر کھڑے تھے۔ یاسین الاسد ایک افسر کے ساتھ چلتا ہوا وہاں کے چھوٹے سے ائرپورٹ کی عمارت میں آیا۔ وہاں کے ایک بڑے سے کمرے میں چند فوجی افسران اور دوسرے سرکاری عہدیداران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

یاسین الاسد نے کہا "تم سب بیٹھے ہوئے ہو اور میں کھڑا ہوا ہوں۔ پہلے آنے والے کی عزت کرنا سیکھو۔ اسے بیٹھنے کے لیے کہو پھر گفتگو کا آغاز کرو۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا "ہمارے ملک کے طیارے میں دو سو پینتالیس مسافروں کی سلامتی کا مسئلہ ہے اس لیے اکڑ کر بول رہے ہو۔ ٹھیک ہے بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک خالی کرسی پر بیٹھ کر بولا "اکڑنے کی بات ہی ہے۔ تمہاری کمزوری ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ہم مسلمانوں کی کمزوری تمہارے ہاتھوں میں رہتی ہیں جن کے سبب تم لوگ اقوام متحدہ اور عالمی عدالتوں میں بھی بیٹھ کر اکڑتے رہتے ہو۔ اس طرح اکڑنا تم لوگوں نے ہی ہمیں سکھایا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم تمہارا یہ رویہ برداشت کر رہے ہیں۔ ہمارے سوالوں کا جواب دو کہ تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"ہماری تنظیم کا نام ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن ہے۔ پی ایل او اور حکومت اسرائیل کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے۔ اس معاہدے پر ہمیں اعتراض ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا "یہ پی ایل او اور حکومت اسرائیل کا معاملہ ہے تم نے ہمارے ملک کے طیارے کو کیوں اغوا کیا ہے؟"

"اس لیے کہ امریکا دراصل اسرائیل کا ناجائز باپ ہے۔ بیٹے کو چوٹ لگے گی تو باپ کو تکلیف پہنچے گی۔ یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ امریکا کے سائے میں وہ معاہدہ عمل میں آیا ہے۔"

ایک نے پوچھا "تم لوگوں کو اس معاہدے پر کیا اعتراض ہے؟"

"یہی کہ غزہ کی پٹی میں فلسطینیوں کو جو آزادی دی گئی ہے وہ آزادی نہیں بلکہ ایک کڑوی گولی ہے جو شکر میں لپیٹ کر دی گئی ہے۔"

"اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ آزادی نہیں دی گئی' آزادی کے نام پر دھوکا دیا گیا ہے تو ہمیں بھی بتاؤ کہ دھوکا کیسے دیا گیا ہے؟"

یاسین الاسد نے کہا "معاہدے کے مطابق اسرائیل کے

مغربی کنارے اور غزہ کے علاقے میں فلسطینیوں کو محدود اختیارات حاصل ہوں گے۔ جب آزادی دی گئی ہے تو اختیارات محدود کیوں ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ لامحدود اختیارات یہودی حکمرانوں کے پاس ہی رہا کریں گے۔"

ایک عہدیدار کچھ کہنا چاہتا تھا' یاسین الاسد نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ہمارے اعتراضات آپ کاغذات پر نوٹ کرتے جائیں۔ میری باتیں ختم ہونے کے بعد آپ اپنی زبان کھولیں۔"

پھر اس نے کہا "اس معاہدے کے آرٹیکل ۶' شق ۲ کے مطابق اسرائیلی فوج نے فلسطینی علاقے سے جانے کے بعد پھر کسی وقت بھی آسکے گی۔ فلسطینی مسلمانوں کی اپنی دفاعی فوج نہیں ہوگی۔ آرٹیکل ۴' شق ا تا ۳ کے مطابق صرف اسرائیلی فوج ہی نہیں اسرائیل میں بسنے والے تمام یہودی بھی کسی روک ٹوک کے بغیر (نام نہاد) آزاد فلسطینی علاقے میں آتے جاتے رہیں گے۔ صرف یہی نہیں اسرائیل حکومت نے فلسطینی مسلمانوں کو اپنی کتابیں اسکول میں پڑھانے سے منع کردیا ہے۔ یہ کیسی آزادی کا معاہدہ ہے جو مسلمانوں کو تعلیمی پہلوؤں سے بھی غلام بنائے رکھنے کے لیے امریکا کی سرپرستی میں کیا گیا ہے۔"

یاسین الاسد اس معاہدے کے ایک ایک آرٹیکل اور شق کے حوالے سے اعتراضات پیش کررہا تھا پھر اس نے کہا "ہم مسلمان ہیں اور قرآن مجید کو اپنی آخری آسمانی کتاب ہدایات تسلیم کرکے ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہودیوں کو مغضوب قوم قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ مسلمانوں کے سب سے پہلے اور سب سے آخری دشمن یہودی ہیں اور ہم یہ دیکھتے آرہے ہیں کہ یہ یہودی سانپوں کی طرح اپنے محسنوں کو بھی ڈس لیا کرتے ہیں۔ امریکا ان کا محسن ہے اور جانتا ہے کہ یہودی موقع ملنے پر اسے بھی کس طرح ڈستے رہتے ہیں۔"

ایک عہدیدار نے کہا "بے شک۔ بعض اوقات وہ ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں مگر ان یہودیوں کے وجود سے ہمیں فائدے بھی بہت ہیں۔ کیا تم لوگوں نے وہ معاہدے منسوخ کرنے کے لیے طیارے کو اغوا کیا ہے؟"

یاسین الاسد نے کہا "یہ ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ طیارے کے مسافروں کو آزاد کرانے کے لیے معاہدہ کو منسوخ کرانے کا اعلان کردیا جائے گا لیکن درپردہ اسے بحال رکھا جائے گا۔ صرف یہی نہیں' جب ہم مسافروں کو طیارے سے نکل کر جانے کی اجازت دیں گے اور وہ رہائی پاکر چلے جائیں گے تو ہمیں گرفتار کرلیا جائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دو سو پینتالیس مسافروں کی سلامتی کے عوض تم سب کی قدر کریں گے اور تمہیں واپس جانے کی اجازت دیں گے۔"

"ہمیں سبز باغ نہ دکھاؤ۔ ہم تمام مسافروں کو رہا کردیں گے۔ ہماری صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے ہر چینل کے ذریعے ساری دنیا میں اس طیارے کے اغوا ہونے اور اغوا کیے جانے کے مقاصد کی تشہیر کی جائے۔"

"کیا تشہیر ہونے تک تمام مسافروں کو حبس بیجا میں رکھا جائے گا۔"

"ابھی حبس بیجا کی بات نہ کریں۔ جہاز کا ائرکنڈیشنر کام کررہا ہے' اندر گھٹن نہیں ہے۔ کم از کم بارہ گھنٹے تک کے لئے کھانے پینے کا تمام سامان وہاں موجود ہے۔ پھر یہ کہ سیٹلائٹ کے ذریعے اتنی برق رفتاری سے ساری دنیا میں تشہیر ہوتی ہے کہ آپ لوگ برق رفتاری سے ہمارے مطالبہ پر عمل کریں گے تو مسافر بھی چند گھنٹوں میں رہائی حاصل کرلیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں ابھی جا کر اعلیٰ حکام سے رابطہ کرتا ہوں جلد ہی تمہارا مطالبہ پورا ہوجائے گا۔"

یاسین الاسد نے کہا "تمام دنیا کو یہ بات خاص طور سے بتائی جائے کہ یہ مذکورہ معاہدہ بعد میں بحال کیا گیا یا کسی اور اسلامی ملک سے حکومت اسرائیل نے خود کو منوانے کے لیے کوئی معاہدہ کیا تو ایم آئی ایم کے جان فروش معاہدے کرنے والوں کی نیندیں اڑادیں گے۔ ہم مملکت اسرائیل کو نہ تسلیم کرتے ہیں اور نہ کبھی کریں گے۔"

وہ اعلیٰ افسر اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ دوسرے کمرے میں ٹرانسیٹر' ٹیلی فون اور واشنگٹن سے فوری رابطے کے تمام انتظامات تھے اور وہاں کئی ماہرین بیٹھے ہوئے اپنے فرائض ادا کررہے تھے۔ اعلیٰ افسر نے ایک فون کے ذریعے سپرماسٹر سے پوچھا "سر آپ نے طیارہ اغوا کرنے والے مجرم کی تمام گفتگو خفیہ رابطے کے ذریعے سن لی ہوگی؟"

سپرماسٹر نے کہا "ہاں سن چکا ہوں۔ طیارے کے پائلٹ کیبن میں جو تین مسلح مجرم ہیں ان کی آوازیں بھی یہاں ریکارڈ ہوچکی ہیں اب ان سب کی شامت آگئی ہے۔"

"سر! میں سمجھا نہیں' کیا ان کا مطالبہ پورا نہیں کیا جائے گا؟"

"ان کا مطالبہ ہے کہ ساری دنیا کے اسلامی ممالک کو وارننگ دے دی جائے کہ کوئی اسرائیلی حکومت سے کسی قسم کا معاہدہ نہ کرے۔ معاہدہ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اسرائیل کو تسلیم کرلیا گیا ہے۔ اگر ہم تمام تشہیری میڈیا سے اس وارننگ کو دنیا والوں کے سامنے لائیں گے تو ہم اسرائیل کو باقاعدہ معاہدوں کے ذریعے رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک سے تسلیم نہیں کراسکیں گے۔"

"سر! آپ درست فرماتے ہیں لیکن ان دو سو پینتالیس مسافروں کا کیا بنے گا؟"

"وہ سب زندہ سلامت رہیں گے۔ اس نئی تنظیم ایم آئی ایم کو پہلے ہی مرحلے میں بری طرح ناکام بنادیا جائے گا اور اس تنظیم کے مجرموں کو موت کی سزا دی جائے گی تو پھر مسلمانوں کی کوئی تنظیم ہمارے خلاف سر اٹھانے کی جرات کبھی نہیں کرے گی۔"

"تو پھر میں اس طیارہ اغوا کرنے والے یاسین الاسد کو ابھی کیا جواب دوں؟"

"اسے گرفتار کرلو۔ باقی طیارے کے اندر جتنے مجرم ہیں ان سے میں نمٹ رہا ہوں۔"

وہ اعلیٰ افسر وہاں سے چلتا ہوا بڑے کمرے میں آیا' جہاں یاسین الاسد فوجی افسران اور سرکاری عہدیداروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے آتے ہی یاسین الاسد سے کہا "یو نان سنس! کھڑے ہوجاؤ۔ اس لمحہ سے تم زیر حراست ہو۔"

اعلیٰ افسر کے حکم سے دو فوجی جوانوں نے یاسین الاسد کو دو طرف سے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ تیسرا فوجی اسے ہتھکڑی پہنانے لگا۔

داؤد منڈولا خیال خوانی کے ذریعے یہ تمام کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ سپرماسٹر طیارے کے اندر رہنے والے مسلح مجاہدین کو کس طرح مجبور اور بے بس بنائے گا۔

منڈولا کی طرح ثانی اور شی تارا بھی خیال خوانی میں مصروف تھیں۔ انہوں نے پائلٹ کیبن کے مسلح مجاہدوں کے اندر آکر دیکھا۔ وہاں ایک مجاہد کے دماغ میں پاشا کی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ وہ اس مجاہد سے کہہ رہا تھا "تم سب کتنے احمق اور جذباتی مسلمان ہو۔ اغوا کرنے کا اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ امریکا میں ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہتے ہیں۔"

ثانی اور شی تارا نے بڑی حیرانی سے پاشا کی آواز سنی پھر ثانی نے علی سے کہا "سپرماسٹر نے پاشا کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ وہ ایک مجاہد کے دماغ میں بول رہا ہے۔"

علی نے کہا "دوسرے مجاہدین کے اندر بھی جاؤ۔ معلوم کرو کہ سپرماسٹر نے پاشا کی طرح اور کتنے خیال خوانی کرنے والے پیدا کیے ہیں۔ معاملہ پیچیدہ ہورہا ہے' پاپا کو بلاؤ۔"

معاملہ واقعی پیچیدہ ہورہا ہے۔ شی تارا دوسرے مجاہد کے اندر پہنچ کر دم بخود رہ گئی۔ کیونکہ اس کے اندر پوجا کی سوچ کی لہریں سنائی دے رہی تھی۔ سپرماسٹر نے اسے بھی ٹیلی پیتھی کا علم دے کر اپنا تابعدار بنالیا تھا۔

پوجا بھی ایک مجاہد سے کہہ رہی تھی "میں ٹیلی پیتھی کا نادیدہ بم ہوں' تمہارے جیسے پاگل مسلمانوں کے دماغ میں بلاسٹ ہوتی ہوں۔ دیکھو تمہارے ہاتھوں سے گن چھوٹ کر گر پڑی ہے۔"

ایسا کہتے ہی اس مجاہد کے ہاتھوں سے گن چھوٹ کر گر پڑی تھی۔ اس نے اپنے ساتھی مجاہد کو دیکھا۔ اس کے ہاتھوں میں بھی گن نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے قدموں میں پڑے ہوئے ہتھیار کو اٹھانے کے لیے جھکنا چاہتا تھا۔ مگر پاشا اسے ہتھیار تک پہنچنے نہیں دے رہا تھا۔ پوجا بھی دوسرے مجاہد کے ساتھ یہی کررہی تھی تیسرے مجاہد نے اپنے دونوں ساتھیوں سے پوچھا "یہ تم دونوں نے ہتھیار کیوں پھینک دیئے ہیں؟"

ایسا کہتے ہی خود اس نے بھی اپنے ہتھیار کو نیچے پھینک دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پوجا اور پاشا کے علاوہ کوئی تیسرا خیال خوانی کرنے والا بھی تھا۔ ثانی کے بلاتے ہی میں وہاں پہنچ گیا تھا اور میرے بعد سلمان' سلطانہ وغیرہ ایک ایک کرکے پہنچتے جارہے تھے۔

پہلے ہم خاموشی سے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سپرماسٹر نے کتنے خیال خوانی کرنے والے جمع کررکھے ہیں کیونکہ پاشا اور پوجا کا ٹیلی پیتھی سیکھنا اور دشمنوں کا تابعدار بننا ہماری توقع کے بالکل خلاف تھا۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہمارے دشمن بن کر مقابلے پر آئیں گے۔ پاشا تو کبھی دوست اور کبھی دشمن بنتا رہتا تھا لیکن پوجا جیسی معصوم لڑکی کے لیے افسوس ہورہا تھا۔

افسوس اس لیے بھی ہورہا تھا کہ مشین سے گزرنے کے بعد وہ معصوم اور بھولی بھالی نہیں رہی ہوگی۔ اسے مکار اور چالباز بنادیا گیا ہوگا۔ ان دونوں کی طرح پتا نہیں اور کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے ہوں گے؟

میں نے سلمان سے کہا "خود کو ظاہر کیے بغیر جہاز کے اندر مجاہدین کی مدد کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے مائیک ہرارے کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "ابھی نو بجے ہیں۔ تمہیں دس بجے ٹرانسفارمر مشین پر پہنچایا جائے گا۔ میں وعدے کے مطابق آگیا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! آپ زبان کے دھنی ہیں۔ لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے بتایا گیا ہے کہ اب مجھے دس بجے نہیں' دوپہر کے دو بجے اس مشین سے گزارا جائے گا۔"

"کیا تم نے ان سے یہ نہیں پوچھا کہ وقت کیوں بدل دیا گیا ہے؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ سپرماسٹر ایک دوسرے اہم معاملے میں مصروف ہے۔"

"یعنی تمہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ دوسرا اہم معاملہ کیا ہے؟"

"نہیں یہ لوگ اب مجھے دوسری بار مشین سے گزارنے اور اپنا وفادار اور جاں نثار بنانے کے بعد ہی مجھ پر بھروسا کریں گے۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے پوجا اور پاشا کو بھی مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دے کر تابعدار بنایا ہے؟"

"یہ میرے لیے نئی اطلاع ہے۔ اگر آپ کی معلومات درست ہے تو پھر یہ لوگ کچھ اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرچکے ہوں گے۔"

"میری معلومات پوجا اور پاشا کی حد تک درست ہیں۔ ان کے علاوہ کتنے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں یہ ابھی معلوم نہیں ہوسکا۔ بہرحال میں دوپہر دو بجے سے پہلے تمہارے پاس آؤں گا۔

اب جا رہا ہوں۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ اسے یہ نہیں بتایا کہ ایک طیارے کے اغوا کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے۔ خود اس کا سپر ماسٹر اور دوسرے فوجی افسران اسے اس معاملے میں ملوث نہیں کر رہے تھے اور اس معاملے میں مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سپر ماسٹر سے بدظن ہونے کے باوجود اپنے ملک اور قوم کا وفادار تھا۔ طیارے کے اغوا کے معاملے میں ہماری مخالفت کر سکتا تھا۔ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر طیارے میں آگیا۔

وہاں پائلٹ کیبن میں تینوں مجاہدین کے ہاتھوں سے ہتھیار گر چکے تھے۔ پوجا ائرہوسٹس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے ایک ہتھیار اٹھا کر پائلٹ اور کو پائلٹ سے کہہ رہی تھی "تم دونوں باقی یہ دو ہتھیار اٹھالو۔"

پائلٹ اور کو پائلٹ نے ہتھیار اٹھالیے۔ پوجا نے ہوسٹس کی زبان سے ایک مجاہد کو مخاطب کیا پھر کہا "اب تم اس مائیک کو سنبھالو اور مسافروں کے درمیان تمہارے جو اسلحہ بردار ساتھی ہیں انہیں ایک ایک کرکے یہاں بلاؤ۔ ہم ان کے ہاتھوں سے بھی ہتھیار گرائیں گے۔"

اس مجاہد نے کہا "ہم سمجھ رہے ہیں، ہم پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن ٹیلی پیتھی سیکھ لینے سے عقل نہیں آتی۔ تم لوگوں سے ایک بہت بڑی غلطی ہو رہی ہے۔"

پاشا نے ایک پائلٹ کی زبان سے پوچھا "ذرا ہم بھی تو سنیں کہ ہم سے کیا غلطی ہو رہی ہے؟"

دوسرے مجاہد نے کہا "ہم یہاں تین ہیں اور وہاں مسافروں کے درمیان پانچ مجاہدین تھے۔ جن میں سے یاسین الاسد طیارے سے باہر چلا گیا ہے۔ تمہیں یہ سن کر یقین نہیں آئے گا کہ اس کے باہر جانے کے بعد بھی مسافروں کے درمیان پانچ مجاہدین ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہم نے تمہارے چور خیالات پڑھے ہیں اور یہ اچھی طرح معلوم کیا ہے کہ جہاز کو اغوا کرنے والے تم صرف آٹھ مجرم ہو۔"

تیسرے مجاہد نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے ہمارے وہ چور خیالات پڑھے ہیں جو ہم نے پڑھنے دیے ہیں۔ ہم چاہیں تو تم میں سے کوئی ہمارے اندر نہیں آسکے گا۔ یقین نہ ہو تو اب آکر دیکھ لو۔"

میرے خیال خوانی کرنے والوں نے ان تینوں مجاہدوں کے دماغوں پر قبضہ جمالیا تھا۔ پوجا، پاشا اور نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے ان کے اندر آرہے تھے۔ ان کے خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اور کوششوں میں ناکام ہو کر ان کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہتے تھے مگر تینوں مجاہدوں کے دماغ جیسے فولاد ہو گئے تھے۔ کسی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کوئی حربہ کام نہیں آرہا تھا۔

ایک مجاہد نے کہا "ہم میں سے کسی کے بھی دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی حماقت نہ کرو۔ اگر ہم تکلیف سے چیخنے لگیں گے تو مسافروں کے درمیان رہنے والے مجاہدین خطرے کو بھانپ لیں گے۔ پھر ایک مسافر کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر پوجا نے ہوسٹس کی زبان سے پوچھا "کیا تمہارے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

ایک مجاہد نے کہا "ہم نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سنا ہے مگر ہم میں سے کوئی یہ علم نہیں جانتا ہے۔"

دوسرے مجاہد نے کہا "دراصل ہمارے سربراہ نے ہم پر ایسا تنویمی عمل کیا ہے کہ ہم جب چاہیں اپنے دماغ کو فولاد بنا کر دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھگا سکتے ہیں۔"

پاشا نے پائلٹ کے ذریعے پوچھا "جب ہم نے تمہارے اندر پہنچ کر تمہارے ہاتھوں سے ہتھیار گرائے تو اس وقت تم نے ہمارا راستہ کیوں نہیں روکا۔ ہمیں یہ ہتھیار حاصل کرنے کا موقعہ کیوں دیا؟"

"اس لیے موقعہ دیا کہ تم ان ہتھیاروں کا بوجھ اٹھائے رہو۔ ان میں سے ایک بھی گولی تمہارا باپ بھی نہیں چلا سکے گا۔ کیونکہ یہاں ایک گولی چلے گی تو مسافروں کے درمیان قیامت برپا ہو جائے گی۔"

ایک اور مجاہد نے کہا "وہاں ہمارے ساتھیوں کے پاس صرف ہتھیار ہی نہیں ہینڈ گرینیڈ بھی ہیں اور وہ تمام ساتھی بھی ہماری طرح جب چاہیں اپنے دماغوں کو فولاد بنا کر دشمنوں کا راستہ روک لیتے ہیں۔"

داؤد منڈولا کبھی ہوسٹس اور کبھی پائلٹ کے اندر جا کر یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ اس نے مجاہدین کے اندر جا کر بھی معلوم کیا۔ واقعی ان کے دماغ فولاد بن گئے تھے۔ منڈولا نے بھی موقع غنیمت جان کر ایک مجاہد کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایسے وقت ہم میں سے کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ کسی مجاہد کے اندر منڈولا بھی آچکا ہے۔ ابھی ہمیں یہ حساب نہیں ملا تھا کہ سپر ماسٹر کتنے خیال خوانی کرنے والے پیدا کر چکا ہے۔

ایک مجاہد نے پائلٹ سے کہا "تمہارے ہاتھوں میں یہ ہتھیار اچھے نہیں لگتے ہیں۔ بہتر ہے ہمیں واپس کردو۔"

پوجا اور پاشا وغیرہ تذبذب میں تھے۔ دوسرے مجاہد نے کہا "ہتھیار واپس نہیں کرو گے تو ہم ابھی مائیک کو آن کرکے اپنے ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ کریں گے۔"

پاشا نے پائلٹ کی زبان سے کہا "خبردار! مائیک آن نہ کرنا ورنہ گولی مار دوں گا۔"

"یعنی گولی مار کر فائرنگ کی آواز سے ہمارے ساتھیوں کو خطرے کی اطلاع دو گے؟"

وہ تمام خیال خوانی کرنے والے بری طرح الجھ گئے تھے۔ نہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کر سکتے تھے نہ ان پر گولیاں چلا سکتے تھے۔ پوجا نے کہا "ہتھیار واپس کردو میں ابھی سپر ماسٹر سے بات کرتی ہوں۔"

ہتھیار واپس کردیئے گئے۔ پوجا دماغی طور پر حاضر ہو گئی پھر اس نے فون کے ذریعے سپر ماسٹر کو مخاطب کیا "سر! وہ طیارہ اغوا کرنے والے ہمارے کنٹرول میں نہیں آرہے ہیں؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"سر! ان کا سربراہ تنویمی عمل جانتا ہے اس نے ان سب کے دماغوں پر ایسا عمل کیا ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں، اپنے دماغ کو فولاد بنا لیتے ہیں۔ ہم نے ان کے اندر زلزلے پیدا کرنے کی کوششیں کیں اور ناکام رہے۔"

"او گاڈ! یہ کون لوگ ہیں؟ کہیں یہ لوگ ٹیلی پیتھی تو نہیں جانتے ہیں؟"

"اگر جانتے تو ان افسران کو سزائیں دیتے، جنہوں نے ان کے ایک ساتھی یاسین الاسد کو گرفتار کیا ہے۔"

"اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے یاسین الاسد کو گرفتاری سے رہائی نہیں دلائی ہے۔"

"سر! وہ ہماری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ہتھیار پائلٹ اور کو پائلٹ کو دے دیئے تھے اور کہا تھا ایک گولی بھی چلے گی تو مسافروں کے درمیان رہنے والے ان کے ساتھی ہینڈ گرینیڈ کے ذریعے طیارے اور مسافروں کے پرخچے اڑا دیں گے۔ اس طرح انہیں یقین ہے کہ آپ خود ہی یاسین الاسد کو رہا کردیں گے۔"

"تم ہولڈ کرو۔ میں ابھی تم سے بات کرتا ہوں۔"

اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے تین اعلیٰ فوجی افسران کو اغوا ہونے والے طیارے کی تازہ صورت حال سنائی پھر کہا "ہم نے اس معاملے سے نمٹنے کے لیے مائیک ہرارے کو مشین سے گزارنے کا وقت تبدیل کیا۔ یقین تھا کہ وہ اغوا کرنے والے منٹوں میں گرفتار ہو جائیں گے لیکن وہ تو پرابلم بن گئے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ فرہاد یا اس کے ساتھیوں نے طیارہ اغوا کیا ہو؟"

دوسرے افسر نے کہا "فرہاد نے یا جناب تبریزی صاحب نے پی ایل او اور اسرائیلی معاہدے کے سلسلے میں نہ کبھی مخالفت کی اور نہ کبھی حمایت میں کچھ کہا۔ یہ فرہاد وغیرہ کا کام نہیں ہے۔"

سپر ماسٹر نے تائید کی "ہاں، فرہاد وغیرہ کو اعتراض کرنا ہوتا تو وہ پہلے ہمیں اور اسرائیلی حکام کو وارننگ دیتے پھر خیال خوانی کے ذریعے کوئی کارروائی کرتے۔ طیارہ تو ایسے لوگ اغوا کرتے ہیں جن کے پاس کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں ہوتی۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کیا جائے؟"

"کرنا کیا ہے؟ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ناکام ہو چکے ہیں ہمیں ان کا مطالبہ ماننا پڑے گا۔"

"یہ ہماری بڑی توہین ہو گی۔ ہم دوسرے اسلامی ممالک کو رفتہ رفتہ آمادہ کر رہے ہیں کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کریں۔ اب ہم طیارے کے اغوا کا اور اسرائیل اور پی ایل او کے معاہدے کی منسوخی کا اعلان ساری دنیا میں کریں گے تو ہم سپر پاور نہیں صفر پاور کہلائیں گے۔"

سپر ماسٹر نے فون پر کہا "ہیلو پوجا! ہم اپنی کمزوری ظاہر کرکے دنیا کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتے۔ ایم آئی ایم کے جوانوں سے کہا جائے کہ یہ اسرائیلی معاہدے کا معاملہ ہے اس لیے ہم اسرائیل اور پی ایل او کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ دونوں دنیا والوں کے سامنے اس معاہدے کو منسوخ کرنے کا اعلان کریں۔"

اس نے پوجا سے رابطہ ختم کیا پھر ابا کو جزیرے کے اعلیٰ افسر کو فون پر مخاطب کرکے حکم دیا کہ یاسین الاسد کو رہا کردیا جائے۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی یاسین الاسد نے طیارے میں واپس آکر کہا "ہم تو چاہتے تھے کہ جلد سے جلد اپنے مطالبے پر عمل کرانے کے بعد تمام مسافروں کو نیویارک پہنچادیں لیکن سپر ماسٹر ہمارے مطالبے کے سلسلے میں اسرائیلی حکام سے معاملات طے کر رہا ہے۔ ہم نہیں جانتے ان کے معاملات طے ہونے میں کتنے گھنٹے یا کتنے دن لگیں گے لہٰذا آپ حضرات صبر کریں اور انتظار کرتے رہیں۔"

تمام مسافر پریشان ہو کر آپس میں کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ منڈولا کو اپنی فکر تھی کہ کسی طرح جلد سے جلد اس جگہ سے رہائی

کرے اور کہیں دور نکل جائے کیونکہ وہ جگہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مسکن بن گئی تھی۔ اب تک اسے صرف سپرماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا علم ہوا تھا۔ میری فوج کے بارے میں معلوم ہوتا تو شاید ہیبت سے مرجاتا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے اسرائیلی وزیر خارجہ کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ سپرماسٹر سے فون پر باتیں کررہا تھا اور اغوا کیے جانے والے طیارے کی روداد سن رہا تھا۔ پھر اُس وزیر خارجہ نے کہا "ہمارا پی ایل او سے جو معاہدہ ہوا ہے وہ ہماری سب سے بڑی سیاسی کامیابی ہے۔ اس معاہدے کے بعد ہم ایک ایک اسلامی ملک کی طرف بڑھتے جائیں گے۔ ان مسلمانوں سے جنگ کے بغیر' اُن پر ایک گولی چلائے بغیر معاہدوں کے ذریعے مملکت اسرائیل کو منوالیں گے۔"

سپرماسٹر نے کہا "آپ درست کہتے ہیں لیکن دو سو پینتالیس مسافروں کی سلامتی کے لیے معاہدے کی منسوخی کا اعلان ضرور کرنا چاہیے۔"

"ایسے کتنے ہی دو سو پینتالیس انسان بوسنیا' صومالیہ اور کشمیر وغیرہ میں مرچکے ہیں۔ ان کی خاطر ہم اپنی بہت بڑی سیاسی کامیابی کو ناکامی میں نہیں بدلیں گے۔ اس طیارے کے ایک ایک فرد کو مرنے دو۔"

منڈولا نے دل ہی دل میں وزیر خارجہ کو گالیاں دیں کہ وہ کمبخت یہودی خفیہ تنظیم کے گمنام سربراہ کو بھی اس طیارے میں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

ویسے ایک وزیر خارجہ کا فیصلہ اٹل نہیں ہوسکتا تھا۔ یہودی خفیہ تنظیم جو کہتی وہی ہوتا اور تنظیم وہی کہتی جو اس کا بے تاج گمنام بادشاہ منڈولا کہتا۔ یوں تو ایکسرے مین مارٹن اس تنظیم کا گمنام سربراہ تھا۔ منڈولا نے سوچا کہ ایکسرے مین مارٹن کے دماغ میں یہ بات پیدا کرے گا کہ طیارے کو تباہ نہیں ہونا چاہیے' عارضی طور پر معاہدہ منسوخ کردینا چاہیے۔

وہ وزیر خارجہ کے دماغ سے نکل آیا۔ اب ایکسرے مین مارٹن کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اسی وقت خیال خوانی کا رابطہ ختم ہوگیا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی شلپا غصے سے کہہ رہی تھی "تم اول نمبر کے بدمعاش ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی! کئی بار میرے بدن کو ہاتھ لگا چکے ہو۔"

وہ خیال خوانی کے دوران اپنی سیٹ پر پہلو بدلتا رہا تھا۔ ایسے میں ایک آدھ بار اس کا ہاتھ شلپا کے بدن سے لگ گیا ہوگا۔ وہ بولا "تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا غلطی سے یا انجانے میں ہوجاتا ہے۔"

وہ بولی "کیا انجانے میں تین بار ایسی بدمعاشی ہوتی ہے؟"

سفر کے آغاز میں شلپا سے گہری دوستی ہوگئی تھی۔ بعد میں منڈولا نے اپنی سلامتی کے لیے شلپا کے دماغ سے دوستی بھلادی تھی اور اپنے لیے اس کے دل میں ناگواری پیدا کردی تھی۔ بعض اوقات اپنی بھلائی کے لیے کوئی کام کرو تو برائی سامنے آتی ہے۔

اس نے سوچا کہ فوراً شلپا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے غصے کو ٹھنڈا کرے۔ ایسے ہی وقت پیچھے کھڑے ہوئے مجاہد نے اس کی گردن دبوچ لی پھر اسے سیٹ پر سے اٹھاتے ہوئے بولا "کمبخت کمینے! عورت کو چھیڑتا ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی۔"

وہ اپنی گردن چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا "یہ غلط سمجھ رہی ہے' میری گردن چھوڑو۔"

مجاہد نے پوچھا "بہن! تم کون ہو؟"

وہ بولی "پہلے میں ہندو تھی۔ اب نیویارک جاکر ایک مسلمان پاکستانی سے شادی کروں گی۔"

وہ مجاہد جوش اور جذبے سے بھرگیا۔ ایک عورت جو ہندو سے مسلمان ہورہی تھی اور ایک مسلمان سے شادی کرنے والی تھی اسے ایک غیر مرد نے چھیڑا تھا۔ اسلامی غیرت کے تقاضے نے منڈولا کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ پھر دو چار گھونسے پڑے اس کے بعد رائفل کے بٹ سے سر پر ضرب لگی تو وہ چکرا کر گر پڑا۔

ابھی خیال خوانی ضروری تھی۔ یہودی خفیہ تنظیم کے ذریعے وہ حکم صادر کرنا چاہتا تھا کہ طیارے کے ایک ایک مسافر کی جان بچائی جائے تاکہ وہ بھی سلامت رہے مگر اب سلامتی خطرے میں پڑگئی تھی۔ تھپڑ اور گھونسوں کے علاوہ سر پر ایسی شدید ضرب لگائی گئی تھی کہ نیم بے ہوشی طاری ہوگئی تھی۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

اب وہ طیارہ تباہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ اگر ہوتا تو وہ حرام موت مرتا۔

اور اگر طیارہ سلامت رہتا تو اس کی کھوپڑی فی الوقت سلامت نہیں تھی۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا یا والی اس کے اندر آسکتی تھی۔

مقدر کب بگڑتا ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔ وہ ثانی سے دور بھاگنے کے لیے قاہرہ سے اسکندریہ گیا تھا۔ وہاں جزیرے تک آپہنچا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ وہی ثانی اس کے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے۔

اُس سے جو نادانی ہوئی وہ یہ تھی کہ اس نے شلپا پر تنویمی عمل کرکے اسے اجنبی بنادیا تھا۔ اگر وہ آغاز سفر کی طرح دوست رہتی تو اس پر یہ مصیبت نہ آتی۔

ثانی اپنی جگہ سے اٹھ کر منڈولا کے پاس آگئی۔ اس پر جھک گئی۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

ویسے ابھی وہ انسانی جذبے کے تحت ایک نرس کے طور پر آئی تھی۔ سارے یہودی دعا کریں کہ وہ سر کی مرہم پٹی کرتے کرتے سر پر نہ سوار ہوجائے۔

مسیحا سے کسی کو ڈرنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ وہ علاج کرنے اور شفا دینے آتا ہے۔ مگر لوگ ڈرتے ہیں۔ وہ ڈاکٹر آپریشن بھی تو کرتا ہے۔ چیر پھاڑ کے اندر کی بیماریاں نکال کر یا جسم سے بندوق کی گولیاں نکال کر نئی زندگی دیتا ہے۔ پھر بھی تعجب ہے کہ اس سے ڈر لگتا ہے۔

داؤد منڈولا بھی ڈر سے مرا جارہا تھا۔ ثانی مسیحا بن کر اس کے پاس آئی تھی۔ ائرہوسٹس نے فرسٹ ایڈ باکس لاکر دیا تھا اور ثانی منڈولا کے سر کی مرہم پٹی کررہی تھی۔ نیکی کررہی تھی اور وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ نیکی مہنگی پڑسکتی ہے۔

جس مجاہد نے رائفل کے بٹ سے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ وہ ایک طرف مستعدی سے کھڑا رہا تھا اور شلپا سے کہہ رہا تھا۔ "تم اسلام قبول کرنے اور ایک پاکستانی سے شادی کرنے نیویارک جارہی ہو اس لیے ہماری بہن ہو۔ اس کمبخت نے تمہیں چھیڑا تھا۔ میں نے اس کی اچھی طرح پٹائی کردی۔ ہمیں تاکید کی گئی ہے کہ خوامخواہ کسی کو جان سے نہ مارا جائے۔ اس لیے یہ ابھی زندہ ہے۔"

منڈولا زندہ تھا مگر خود کو مردے سے بدتر سمجھ رہا تھا۔ رائفل کے بٹ سے جیسے سر کا کچومر نکل گیا تھا۔ اب وہ پتا نہیں کب تک خیال خوانی کرنے کے قابل ہوسکے گا۔ وہ کسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو اپنی مدد کے لیے نہیں بلا سکتا تھا۔

اس کی نجات اسی میں تھی کہ جلد سے جلد ایم آئی ایم کے مجاہدین کے مطالبات تسلیم کرلیے جاتے اور مسافروں کو فوراً اس جزیرے سے نیویارک پہنچا دیا جاتا۔ ان مسافروں کے ہاتھ اسے بھی رہائی مل جاتی پھر وہ کسی اسپتال میں زیر علاج رہ کر اس طیارے کے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے دور ہوجاتا۔

وہ تھوڑی دیر پہلے جب خیال خوانی کے ذریعے ایم آئی ایم کے مجاہدین کے اندر جاتا رہا تھا تو اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کی بھی باتیں سنی تھیں۔ فی الوقت نیم بیہوشی کے دوران ثانی کو مرہم پٹی کرتے دیکھ کر سوچ رہا تھا اور گھبرا رہا تھا کہ کہیں یہی لڑکی ٹیلی پیتھی نہ جانتی ہو اور مرہم پٹی کے دوران اس کے چور خیالات نہ پڑھ رہی ہو۔

ابھی وہ خوش نصیب تھا۔ میں نے اور میرے کسی خیال خوانی کرنے والے نے اس پر داؤد منڈولا ہونے کا شبہ نہیں کیا تھا۔ ہم اس معاملے میں الجھے ہوئے تھے کہ مجاہدین کے مطالبات کب تسلیم کیے جاتے ہیں اور دوسرے مسافروں کے ساتھ شی تارا' ثانی اور علی تیمور کب تک نیویارک سلامتی سے پہنچ سکتے ہیں۔

ثانی نے اس کی مرہم پٹی کردی۔ پھر دوسری قطار کے ایک مسافر سے کہا۔ "مسٹر! آپ نے ابھی دیکھا ہے کہ مس شلپا کو اس زخمی مسافر سے شکایت تھی۔ پلیز! آپ مس شلپا کے ساتھ والی سیٹ پر تشریف رکھیں' یہ زخمی آپ کی سیٹ پر بیٹھ جائے گا۔"

یوں سیٹ تبدیل ہوگئی۔ شلپا کے پاس دوسرا مسافر آگیا۔ اور منڈولا دوسرے مسافر کی سیٹ پر آکر تکلیف سے کراہنے لگا۔ اب وہ دل ہی دل میں اسرائیلی وزیر خارجہ کو گالیاں دے رہا تھا کیونکہ اس نے مجاہدین کے مطالبات تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اب یہودی خفیہ تنظیم کے ذریعے ہی وہ مطالبات تسلیم کرائے جاسکتے تھے۔ لیکن تسلیم کروانے کے لیے منڈولا خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) پی ایل او اور اسرائیلی معاہدے کے خلاف تھے۔ انہوں نے سپرماسٹر کو وضاحت سے بتایا تھا کہ اس معاہدے کے ذریعے فلسطینیوں کو غزہ کی پٹی پر آزادی دینے کے باوجود مختلف ہتھکنڈوں سے غلام بنا کر رکھا گیا ہے۔ اور دنیا والوں کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ جناب یاسر عرفات کی جدوجہد رنگ لائی ہے اور اسرائیل میں رہنے والے مسلمانوں کو اس ملک کے ایک حصے میں آزادی مل گئی ہے۔

آزادی دینے کا یہ پُرفریب ڈراما کھیلنے کے بعد آئندہ اردن اور اسرائیل سے دوستانہ معاہدہ ہونے والا تھا۔ ملک شام کے ارادے بھی یہی تھے کہ اسرائیل سے دوستی کرلی جائے۔ دوسرے الفاظ میں اسرائیل کو تسلیم کرلیا جائے۔ جب کہ اسرائیلی مملکت کے قیام کے دن سے تمام اسلامی ممالک یہ کہتے رہے تھے کہ اسرائیل امریکا کی ناجائز اولاد ہے۔ اب رفتہ رفتہ وہی اسلامی ممالک اس ناجائز کو جائز اولاد تسلیم کرنے پر آمادہ ہورہے تھے۔

ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) کے ایک نمائندے یٰسین الاسد نے مطالبہ کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو' دنیا کے تمام ریڈیو' ٹی وی' اخبارات اور دیگر نشریاتی ذرائع کے ذریعے ساری دنیا میں اس طیارے کے اغوا ہونے اور اغوا کیے جانے کے مقاصد کی تشہیر کی جائے۔

ساری دنیا کو اور خاص طور پر تمام اسلامی ممالک کو اس طرح یہ وارننگ دی جائے کہ کوئی اسلامی ملک اسرائیلی حکومت سے کسی قسم کا معاہدہ نہ کرے۔ معاہدہ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اسرائیل کو تسلیم کیا جارہا ہے۔

اگر اس طرح تشہیر کی جاتی تو امریکا جیسے سپرپاور ملک کی سبکی ہوتی۔ پھر یہ کہ رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک کو اس راہ پر لایا جارہا تھا کہ وہ یکے بعد دیگرے اسرائیل کو تسلیم کرتے چلے جائیں۔ یہ منصوبہ کامیاب ہوتا نظر آرہا تھا۔ ایسے وقت مجاہدین کے مطالبات ماننے سے منصوبے میں کمزوری پیدا ہوجاتی۔

پہلے تو سپرماسٹر نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ایم آئی ایم کے جاں نثاروں کو زیر کرنا چاہا۔ پتا چلا کہ طیارے کو اغوا کرنے والے مجاہدین کے دماغ فولادی ہیں۔ ان پر ٹیلی پیتھی کی سوچ کی لہروں کا اثر نہیں ہوگا۔

پھر سپرماسٹر نے مجبور ہو کر اسرائیلی وزیر خارجہ کو یہ تمام

حالات بتائے اور کہا کہ ان معاملات کا تعلق تمہارے اور پی ایل او کی تنظیم سے ہے۔ لہٰذا مجاہدین کے مطالبات پورے کر کے طیارے کے مسافروں کو رہائی دلاؤ۔

اسرائیلی وزیر نے جواب دیا کہ انہوں نے پی ایل او سے معاہدہ کر کے بہت بڑی سیاسی کامیابی حاصل کی ہے۔ اور وہ اتنی بڑی کامیابی کو ناکامی میں تبدیل نہیں کریں گے۔ طیارے کے مسافر مارے جاتے ہیں تو مارے جائیں۔ دنیا میں لاکھوں افراد حادثات میں مرجاتے ہیں۔ اغوا کیے ہوئے طیاروں کے مسافروں کی موت سے اسرائیلی حکومت کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسرائیلی حکام یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے ملک کی خفیہ تنظیم کا سربراہ داؤد منڈولا بھی اسی طیارے میں پھنسا ہوا ہے۔ اور تقدیر نے بیچارے منڈولا کو اتنی مہلت نہیں دی تھی کہ وہ اپنی پوری تنظیم کے آدم برادرز کے ذریعے مجاہدین کے مطالبات منواتا اور طیارے سے رہائی حاصل کرتا۔ بیچارے کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور دماغ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ وہ تو بس ایک ہی فکر میں تھا کہ کسی طرح اس طیارے میں موجود ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور نکل جائے۔

جب ثانی اس کی مرہم پٹی کر کے اسے دوسری سیٹ پر بٹھا کر جانے لگی تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گڑگڑا کر کہا۔ "تم میری چھوٹی بہن ہو۔ تم نے مسیحائی کی ہے۔ فار گاڈ سیک کسی طرح مجھے اس طیارے باہر کھلی فضا میں پہنچا دو۔ تکلیف کی شدت سے سر چکرا رہا ہے۔ میں بیہوش ہو جاؤں گا۔"

ثانی نے اسے تھپک کر کہا۔ "حوصلہ رکھو۔ تمہارا زخم اتنا گہرا بھی نہیں ہے کہ بیہوش ہو جاؤ۔ پھر بھی کوشش کروں گی کہ طیارے کے باہر کسی اسپتال میں تمہارا باقاعدہ علاج ہو سکے۔"

ثانی علی کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ہمیں بھی خیال خوانی کے ذریعے پتا چل رہا تھا کہ اسرائیلی حکام مجاہدین کے مطالبات منظور نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن طیارے کے دو سو پینتالیس مسافروں کی جانیں بچانا سپر ماسٹر کا فرض تھا۔ کیونکہ وہ امریکی طیارہ تھا اور ایک امریکی جزیرے میں تھا۔ اگر وہ ایک ایک مسافر کو وہاں سے صحیح سلامت نہ نکالتا اور طیارے کو تباہی سے نہ بچاتا تو اس کے ملک کی بڑی بدنامی ہوتی۔

ادھر طیارے کے اندر سے اطلاع پہنچائی جا رہی تھی کہ ایک مسافر (منڈولا) بہت بری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ دو کمزور دل خواتین پر غشی کے دورے پڑ رہے ہیں اور تین بچے بیمار ہیں۔ ان سب کو ابتدائی طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ لیکن انہیں جلد سے جلد اسپتال پہنچا کر باقاعدہ علاج کرانا ہو گا۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب مطالبات تسلیم کر لیے جائیں۔ ورنہ دوسرے مسافر بھی بیمار ہو کر یا گھٹن کا شکار ہو کر مر سکتے ہیں۔

اب سپر ماسٹر مجبور ہو کر ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات اور تمام نشریاتی ذرائع سے یہ خبر نشر کر رہا تھا کہ مسلمانوں کی ایک نئی تنظیم مجاہدین اسلامک مشن کے آٹھ مجاہدین نے ایک مسافر بردار طیارے کو اغوا کر کے اباکو جزیرے میں پہنچا دیا ہے۔ ان مجاہدین کے مقاصد بھی بیان کیے جا رہے تھے۔

اگر یہ سیٹلائٹ وغیرہ کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک پلک جھپکتے ہی خبریں اور تصاویر پہنچ جاتی ہیں تاہم مجاہدین ان خبروں کا ردِعمل معلوم کرنے کے منتظر تھے۔ ان کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ تمام اسلامی ممالک کے سربراہ نشریاتی ذرائع سے یہ اعلان کریں کہ کوئی بھی اسلامی ملک کبھی اسرائیل سے کوئی چھوٹا بڑا معاہدہ نہیں کرے گا۔

مجاہدین کے تمام مطالبات پر عمل ہوتے ہوتے شام ہو گئی۔ اس دوران میں داؤد منڈولا کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ اسے یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں نہ آگیا ہو۔ شام کے چھ بجے طیارے نے اس جزیرے سے پرواز کی۔ تمام مسافروں کی جان میں جان آئی۔ انہیں اب حبس بے جا سے نجات ملنے والی تھی۔ وہ طیارہ اب نیویارک کی سمت پرواز کر رہا تھا۔

اُدھر مائیک ہرارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کا معاملہ دوسرے دن صبح دس بجے تک ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اسے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ وقت کیوں تبدیل کیا گیا ہے۔

میں نے اسے بتا دیا تھا کہ ایم آئی ایم کے مجاہدین نے ایک طیارے کو اغوا کر کے سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران کو مشکلات میں ڈال دیا ہے۔ اس نے پوچھا تھا۔ کیا سپر ماسٹر اپنے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے مجاہدین کے دماغ پر قابو نہیں پا سکتا؟ میں نے اسے بتایا۔ ان تمام مجاہدین کے دماغ فولادی ہیں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ مائیک ہرارے نے کہا۔ "مجھے کل سے اس بنگلے میں نظر بند رکھا گیا ہے۔ یہاں میری دلچسپی کے لیے وقت گزارنے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ کیا آپ مجھے طیارے کے کسی مسافر کے اندر پہنچائیں گے۔ تاکہ میں وہاں کے حالات معلوم کرتا رہوں اور وقت گزارتا رہوں۔"

مائیک ہرارے ہمارا محتاج تھا۔ دوسرے دن مشین سے گزارنے تک ہمارے رحم و کرم پر تھا۔ ہم ہی اسے اس عمل سے نجات دلا سکتے تھے کہ مشین کے ذریعے اس کے ذہن میں جاں نثاروں والا خودکشی کرنے کا جنونی جذبہ نقش نہ کیا جائے۔ ایسے جنونی جذبے کے باعث تھری ڈی میں سے ڈی مورا جمیلہ کے ہاتھوں اور ڈی کرین میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ یہ بات مائیک ہرارے اور سپر ماسٹر کو ابھی معلوم نہیں ہوئی تھی۔ ویسے مائیک ہرارے ایسی جنونی و جذباتی موت مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے ہم پر ہر طرح سے بھروسا کر رہا تھا۔

میں اسے دلچسپی سے وقت گزارنے کے لیے اس طیارے میں پہنچا دیتا تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ وہ ہمارے مقاصد کے خلاف وہاں کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی تمہیں اس طیارے میں کسی مسافر کے اندر پہنچا دوں گا۔"

میں پھر طیارے میں آیا تو مجاہدین اور سپر ماسٹر میں سمجھوتا ہو گیا تھا اور وہ طیارہ پرواز کرنے والا تھا۔ ابھی اس میں ایندھن بھرا جا رہا تھا۔ میں اسی مجاہد کے اندر پہنچا جو شلپا کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے شلپا کی آواز سنی۔ وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر سے گفتگو کر رہی تھی۔

میں نے آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ کیا وہ حساس ذہن رکھتی ہے؟ کیا اسے یوگا میں مہارت حاصل ہے؟ یا کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟

میں نے ثانی کے پاس آکر اسے شلپا کے متعلق بتایا۔ وہ بولی "پھر تو وہ مشکوک ہے۔ ہمیں اپنا شبہ دور کرنا چاہیے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر شلپا کے پاس آئی۔ اس سے بولی "تم سے ایک ضروری بات ہے۔ ذرا میرے ساتھ آؤ۔"

اگلی سیٹ پر منڈولا بیٹھا ہوا تھا۔ پہلے تو ثانی کو قریب آتے دیکھ کر اس کی جان نکلنے لگی کہ پتا نہیں یہ کس مقصد کے لیے آرہی ہے؟ پھر ثانی نے شلپا سے ضروری بات کرنے کے لیے اسے ایک طرف چلنے کو کہا تو منڈولا سوچ میں پڑ گیا۔ اول تو وہ ثانی کو پہچانتا نہیں تھا۔ یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ وہ نوجوان حسینہ آخر کون ہے جس نے اس کے زخم کی مرہم پٹی کی اور اب شلپا سے باتیں کرنے اسے دوسری جگہ لے جا رہی ہے۔

اس نے اپنی سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے ذرا گھوم کر دیکھا۔ وہ شلپا کو ٹائلٹ کی طرف لے جا رہی تھی۔ پھر اس نے شلپا کو ٹائلٹ کے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ شلپا نے انکار میں سر ہلایا۔ تب اچانک ثانی نے اس کی گردن دبوچ لی اور ٹائلٹ کے دروازے کو کھول کر اسے اندر دھکا دیا۔ پھر خود بھی اندر جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

منڈولا کا سر ویسے ہی زخم کی تکلیف سے دکھ رہا تھا۔ اب سر چکرانے لگا۔ دل خوف سے دھڑک دھڑک کر کہنے لگا۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ بھید کھلنے والا ہے۔ پتا نہیں کس مصیبت میں پھنسنے والا ہوں؟ طیارے سے باہر بھاگ نہیں سکتا تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

ثانی اسے اندر لے کر آئی پھر اس کی انگلیاں موڑ کر بولی "کون ہو تم؟"

اس کی انگلیاں سونیا ثانی جیسی فائٹر کی گرفت میں تھیں۔ تکلیف اتنی شدید تھی کہ وہ چیخیں مار مار کر رونا شروع کر دیتی۔ لیکن میں اس کے اندر پہنچ گیا تھا اور اسے چیخنے سے روک دیا تھا۔ ثانی نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ میں نے اس کا منہ سختی سے بند کر دیا۔ اس کے دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔ اس پر بے ہوشی طاری ہونے والی تھی مگر میں سنبھال رہا تھا۔ اُسے ہوش میں رکھنا چاہتا تھا۔

اُس کی عجیب حالات ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مردہ؟ اور زندہ ہے تو کس عالم میں ہے؟ میں نے پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہو؟"

اس کی کمزور سی سوچ نے جواب دیا۔ "میں محسوس نہیں کرتی ہوں۔ اگر یہ لہر میرے دماغ میں آتی ہوں گی تو مجھے ان کا علم نہیں ہوتا ہے۔"

"تھوڑی دیر پہلے تم نے ایسی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔ کیا تم پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا؟"

اسے تنویمی عمل کی خبر نہیں تھی۔ داؤد منڈولا نے اس پر عمل کرنے کے دوران ذہن میں یہ نقش کیا تھا۔ وہ اپنے ہم سفر رِل ہائیڈ (منڈولا) کو بھول جائے کہ وہ یہودی ہے اور موساد تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسری بات یہ بھول جائے کہ شلپا کا تعلق بھارت کی را تنظیم سے ہے اور تیسری بات یہ یاد نہ رکھے کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔

ثانی نے سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا "پاپا! اس نے اپنے ہم سفر (منڈولا) کی پٹائی کرائی تھی اور مجاہدین کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے کہا تھا کہ شلپا ہندو ہے اور ایک پاکستانی مسلمان سے شادی کرنے نیویارک جا رہی ہے۔ ہم نے پہلے توجہ نہیں دی تھی۔ اب یہ سمجھنا ہو گا کہ یہ خاص طور پر بھارت سے نیویارک مسلمان بیوی بننے کیوں جا رہی ہے؟"

میں نے کہا "بیٹی! اس کے دماغ پر یقیناً تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ ہم جب تک اس پر جوابی تنویمی عمل کر کے پہلے عمل کا توڑ نہیں کریں گے اس کی اصلیت معلوم نہیں ہو گی۔"

ثانی نے کہا۔ "یہ جہاز فلائی کرنے والا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ہم اس سے نیویارک میں نمٹ لیں گے۔ میں ابھی اسے اس کی سیٹ پر پہنچا رہی ہوں۔"

ثانی اسے سہارا دے کر ٹائلٹ سے باہر آئی۔ میں شلپا کو نارمل رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر بھی اسے ایسی دماغی اذیتیں پہنچائی گئی تھیں کہ چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ جبراً مسکرا رہی تھی مگر نڈھال سی تھی۔ داؤد منڈولا نے اسے دیکھا تو سمجھ لیا کہ شلپا پر قیامت گزر چکی ہے اور شلپا کو ٹائلٹ کے اندر لے جانے والی کوئی خطرناک حسینہ ہے۔

اور اس خطرناک حسینہ نے ہی اس کے سر کی مرہم پٹی کی تھی۔ یعنی وہ مسیحا بننے والی کسی بھی وقت موت بن سکتی تھی۔

منڈولا کے ہوش ایسے اڑ رہے تھے کہ تقریباً آدھی جان نکل چکی تھی۔ اس وقت اعلان ہو رہا تھا کہ تمام مسافر سیٹ بیلٹ باندھ

لیں۔ جہاز پرواز کرنے والا ہے۔ انہیں نیویارک پہنچایا جارہا ہے۔ وہ سیٹ بیلٹ باندھ رہا تھا جب کہ نادیدہ زنجیریں توڑ کراس طیارے سے بھاگنا چاہتا تھا۔ مگر بہت ہی بے بس تھا۔ ابھی اسے ثانی کا نام معلوم نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ فرضی نام سے سفر کررہی تھی۔ اگر اصلی نام معلوم ہوجاتا تو اسے پتا چلتا کہ موت اس کے کتنے قریب سفر کررہی ہے۔

طیارے نے پرواز کی پھر نیویارک کی فضاؤں میں ایک لمبا چکر لگانے کے بعد رن وے پر اتر گیا۔ وہاں ساری دنیا کے اخباری رپورٹرز اور فوٹو گرافرز' ریڈ کراس سوسائٹی کا عملہ اور مسلح فوجی وغیرہ موجود تھے۔ طیارے سے سیڑھیاں لگتے ہی منڈولا نے اپنی اٹیچی اٹھا کر سب سے پہلے باہر جانے کی کوشش کی۔ مسافروں کو دھکے دے کر اور خود دھکے کھاتا ہوا کسی طرح طیارے سے باہر نکل آیا۔ اس جدوجہد میں سر کی تکلیف بڑھ گئی تھی۔ سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ایک کے دو دو نظر آرہے تھے۔ ریڈ کراس والے اسے اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ شلپا کا محاسبہ کرنے والی اگر ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو شلپا کو کہیں پہنچا کر تنویمی عمل کے ذریعے پہلے عمل کا توڑ کرکے شلپا کی حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کرلے گی کہ جس کے سر کی مرہم پٹی کی تھی' وہ یہودی تنظیم موساد کا ایجنٹ ہے۔ پھر وہ اس کے دماغ میں بھی پہنچ کر داؤ منڈولا کی اصلیت معلوم کرلے گی۔

ریڈ کراس والوں نے اس کا پاسپورٹ اور ویزا لے کر قانونی کارروائی پوری کی۔ اسے امیگریشن کاؤنٹر پر نہیں جانا پڑا۔ بلکہ اس نے نیم بیہوشی کا مظاہرہ کیا تاکہ پولیس یا اخبارات والے اس سے کوئی سوال نہ کریں۔ اس طرح وہ ایمبولینس کے ذریعے ایک اسپتال پہنچ گیا۔ یہ ہسپتال اس کی منزل نہیں تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی شلپا کا بھید معلوم کرنے کے بعد ریڈ کراس والوں کے ذریعے اس استال میں پہنچ سکتی تھی۔ لہٰذا اسپتال کے ایک کمرے میں پہنچنے کے بعد وہ موقع پاتے ہی اپنی اٹیچی لے کر وہاں سے فرار ہوگیا۔

ادھر ائرپورٹ میں آٹھوں مجاہدین کو حراست میں لے لیا گیا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ انہیں نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور بعد میں رہا کردیا جائے گا۔ میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ صرف میں اور ثانی' شلپا کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ وہ لیگج ہال سے اپنا سامان ایک ٹرالی میں لے کر باہر آئی۔ یہ بات اسے یاد تھی کہ جس شخص کے کوٹ کی اوپری جیب میں سرخ رومال ہوگا' وہی اس کا ہونے والا شوہر وزیر علی خان ہوگا۔

وہ ہونے والا شوہر سرخ رومال کے ساتھ نظر آگیا۔ شلپا نے اس کے قریب آکر کہا۔ "ہیلو مسٹر وزیر علی! کیا میں تمہیں صحیح پہچان رہی ہوں؟"

وزیر علی نے اس سے مصافحہ کیا اور...... مسکراتے ہوئے کہا۔ "او' لیس۔ یہ میں ہی ہوں۔ تم سے مل کر خوشی ہورہی ہے۔ تم میرے اندازے سے زیادہ حسین ہو۔ میں بہت لکی ہوں۔"

میں اس لکی شخص کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر بڑی ندامت ہوئی کہ پاکستان میں بعض لوگ سیاسی قوتیں حاصل کرنے کے لیے کس قدر گر جاتے ہیں۔ وہ وزیر علی خان ایک بہت بڑا جاگیردار تھا۔ اس نے کئی بار سیاست میں حصہ لے کر اپنی زمین جائداد اور دولت میں بے انتہا اضافہ کیا۔ پہلے لکھ پتی تھا۔ بھولے بھالے عوام نے اسے ووٹ دے کر کروڑ پتی بنادیا۔ حکومت کا ایک اہم فرد بننے کے بعد اس نے عوام کو اپنے جوتوں کی نوک پر رکھا۔ دوسری بار الیکشن میں عوام نے اسے جوتوں میں رکھ کر اسمبلی سے باہر کردیا۔ اس نے بڑی سیاسی ہیرا پھیری کی۔ پڑوسی ملک سے ساز باز کرکے ملک میں تخریب کاری کی۔ ہر طرف دہشت پھیلائی تاکہ حکمران اسے حکومت میں کوئی اہم عہدہ دینے پر مجبور ہوجائیں لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کے نام گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا تو اس نے پاکستان سے فرار ہوکر امریکا میں پناہ لی۔

وہ پچھلے ایک برس سے واشنگٹن میں تھا اور وہاں کے حکمرانوں کے جوتے صاف کررہا تھا تاکہ ان کی جوتیوں کے طفیل اسے پاکستان کی سیاست میں پھر کوئی ایسا بڑا مقام حاصل ہوجائے کہ وہ کروڑ پتی سے ارب پتی بن جائے۔

ایک برس تک سپر پاور کی قدم بوسی کرتے کرتے آخر اس کی امیدیں بر آئیں۔ اس سے کہا گیا کہ پاکستان میں اس کی جو زمین اور جائداد ضبط کی گئی ہے' اسے واپس مل جائے گی۔ بیرونی ملکوں کے بینکوں میں جو کروڑوں روپے ہیں' اس کا حساب پاکستان میں طلب نہیں کیا جائے گا۔ اسے پاکستان میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ دیا جائے گا تاکہ وہ بیورو کریٹ بن کر پاکستانی سیاستدانوں اور خصوصاً حکمرانوں کو بلیک میل کرتا رہے۔

میں ایسی الجھی ہوئی سیاسی باتوں کو نظر انداز کرکے اپنی داستان کے اس حصے میں آتا ہوں کہ اس ضمیر فروش وزیر علی خان کو اتنی مراعات اس لیے دی جارہی تھیں کہ وہ بھارتی تنظیم را اور اسرائیلی تنظیم موساد کا مشترکہ آلۂ کار بن کر رہے اور امریکی مفادات کے لیے کام کرتا رہے۔ اس سلسلے میں ایک نہایت ہی حسین یہودی دوشیزہ دینا دانیال اس کی بہن بن گئی تھی اور اس کا اسلامی نام طاہرہ رکھا تھا اور اب شلپا اس کی مسلمان بیوی بن کر سلمیٰ کہلانے والی تھی۔

ثانی نے کہا۔ "پاپا! ہم نے وزیر علی خان کے چور خیالات پڑھ کر معلومات حاصل کرلیں۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ شلپا پر کس نے تنویمی عمل کیا ہے؟ اور کیوں کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "یہ اپنے ہونے والے شوہر کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ میں پہنچ گئی ہے۔ تم اس کے اندر تھکن پیدا کرکے سلادو۔ پھر تنویمی عمل کرو۔ آج شام تک وزیر علی کی یہودی بہن دینا دانیال عرف طاہرہ واشنگٹن سے آرہی ہے۔ یہ تینوں ایک فیملی کی صورت میں کل یہاں سے پاکستان چلے جائیں گے۔ دینا دانیال کو آنے دو۔ اس کے متعلق بھی معلومات حاصل کی جائیں گی۔"

میں دماغی طور پر تاجکستان کے شہر دوشنبے میں حاضر ہوگیا۔ یہاں میں بیان کرچکا ہوں کہ تھری ڈی میں سے جمیلہ نے ڈی مورا کو ٹھکانے لگایا تھا اور میں نے ڈی کرین کو جہنم میں پہنچا دیا تھا۔ لیکن اسے ختم کرنے سے پہلے وہاں کے تمام علمائے کرام کے دماغوں سے اس کے شیطانی عمل یعنی تنویمی عمل کو ختم کرادیا تھا۔ اب وہاں ایک ڈی یعنی صرف ڈی ہاروے رہ گیا تھا۔

ابھی تک ٹو ڈی یعنی ڈی مورا اور ڈی کرین کی موت کا علم نہ ان کے ساتھی ڈی ہاروے کو ہوا تھا اور نہ ہی سپر ماسٹر تک ابھی یہ خبر پہنچی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سپر ماسٹر کی نئی حکمتِ عملی کے مطابق اس کے تمام خیال خوانی والے ایک دوسرے سے دماغی رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ ہر ایک کے پاس موبائل فون ہوتا تھا۔ وہ فون کے ذریعے ایک دوسرے کے حالات معلوم کرتے تھے اور آپس میں مشورے کرکے کسی منصوبے پر عمل کرتے تھے۔

اس طرح انہیں یہ اندیشہ نہیں رہتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے دماغ میں آکر بولیں گے تو کوئی دشمن چپکے سے ان کے اندر آکر ان کی باتیں سن لے گا اور ان کے راز معلوم کرلے گا۔ وہ تمام خیال خوانی کرنے والے سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسروں سے بھی فون کے ذریعے ہی گفتگو کرتے تھے۔

سپر ماسٹر ایک دن اس پلاننگ میں مصروف رہا کہ مائیک ہرارے کو کس طرح مشین سے گزار کر اسے پہلے سے زیادہ وفادار بلکہ جاں نثار بنایا جائے۔ دوسرے دن وہ طیارے کے اغوا کے معاملے میں مصروف رہا۔ اس لیے اس نے تھری ڈی سے فون پر رابطہ نہیں کیا اور نہ ہی یہ سوچنے کی فرصت ملی کہ تھری ڈی اس سے رابطہ کیوں نہیں کررہے ہیں۔

اغوا ہونے والے طیارے کے معاملات سے نمٹنے کے بعد سپر ماسٹر نے ڈی مورا کے فون پر رابطہ کیا۔ پھر اس نے مایوس ہوکر ڈی ہاروے کے فون پر اسے مخاطب کیا۔ اس سے پوچھا۔ "ڈی مورا کی طرف سے کوئی جواب کیوں نہیں مل رہا ہے۔ کیا اس کا فون خراب ہے؟"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "پچھلی شام ڈی کرین نے مجھے فون پر بتایا تھا کہ ڈی مورا کا فون بدل چکا ہے۔ اس نے ایک غیر ملکی سے موبائل فون حاصل کرکے اپنا نمبر بتایا ہے۔ آپ بھی نوٹ کرلیں۔"

سپر ماسٹر میرے موبائل فون کے نمبر نوٹ کرنے لگا کیونکہ میں نے ڈی کرین کو وہی نمبر بتائے تھے۔ اور ڈی مورا کی آواز بنا کر یقین دلایا تھا کہ ان کا ہی ایک ڈی بول رہا ہے۔

سپر ماسٹر نے ہاروے سے پوچھا۔ "ڈی کرین کیا کررہا ہے؟ اسے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "سر! وہ دوشنبے کے مضافات میں مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ فسادات پھیلانے کے سلسلے میں مصروف ہے اور میں تاجکستان کے شمالی شہر خوجنت میں ہوں۔ کمیونسٹ پارٹی کے بہت بڑے لیڈر سے معاملات طے کررہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھ سے برابر رابطہ رکھو۔ فرہاد اور اس کے ساتھیوں سے بے خبر نہ رہو۔ معلوم کرتے رہو کہ وہ کن علاقوں میں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ میں ابھی ڈی مورا سے باتیں کروں گا۔"

ڈی مورا اس دنیا میں ہوتا تو وہ باتیں کرتا۔ اسے جمیلہ نے جہنم میں پہنچایا تھا اور میں نے اسے اور ہیرو کو سمجھا دیا تھا کہ جب بھی فون پر ان سے یا کسی سے بھی گفتگو ہوگی تو میں ڈی مورا کی آواز میں بولا کروں گا۔ پھر یہی ہوا۔ میرے موبائل پر اشارہ موصول ہوا۔ میں نے جمیلہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "توجہ سے سنو۔ میں تمہارے اندر رہ کر فون پر کسی سے باتیں کررہا ہوں۔ وہ یقیناً ڈی ہاروے ہوگا۔"

پھر میں نے موبائل فون کو آپریٹ کرنے کے بعد ڈی مورا کے کوڈ ورڈز ادا کیے اور کہا "میں ڈی مورا بول رہا ہوں۔" میری توقع کے خلاف سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ اس نے بھی کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر کہا۔ "ابھی ڈی ہاروے سے معلوم ہوا کہ تم نے فون بدل دیا ہے۔ بات کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "سر! اس میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ میں نے اسے ضائع کردیا ہے تاکہ کسی کے ہاتھ لگے تو وہ اسے درست کرکے استعمال نہ کرے۔"

"تم اس وقت کہاں ہو؟"

"میں کرگان ٹیوب میں ہوں۔ ابھی ڈی ہاروے سے رابطہ کررہا تھا۔ مگر اس کا فون انگیج ہے۔"

"ہاں! ابھی میں اس سے باتیں کررہا تھا۔ یہ بتاؤ فرہاد پر نظر ہے یا نہیں؟"

میں نے کہا۔ "میں نے اپنے ایک آلۂ کار سے معلوم کیا ہے۔ اس نے دوشنبے والا کاٹیج چھوڑ دیا ہے۔ بالکل تنہا ہے۔ اس کی بیٹی جمیلہ اس بندر آدمی کے ساتھ کہیں گئی ہے۔ اور فرہاد کہیں شمال کی طرف گیا ہے۔"

"اس کا شمال کی طرف جانا خطرے کا سبب بن سکتا ہے۔ تم فوراً ڈی ہاروے کو اطلاع دو۔ وہ شہر خوجنت میں ہے۔ وہ کمیونسٹوں کا اڈا ہے۔ فرہاد ادھر ضرور جائے گا۔"

"آل رائٹ سر! میں ابھی ڈی ہاروے کو خطرے سے آگاہ کرتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے جمیلہ سے کہا۔ "اب ڈی ہاروے کی آواز سنو۔ میں اسے مخاطب کررہا ہوں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے بھی جواباً کوڈ ورڈز استعمال کرکے پوچھا۔ "یہ ڈی کرین کہاں ہے؟ اس سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ کیا تم سے باتیں ہوئی تھیں۔"

"ہاں اس نے کہا تھا' موبائل فون کی بیٹری ڈاؤن ہورہی ہے۔ جہاں اس نے رہائش اختیار کی ہے' وہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لہٰذا وہ بیٹری خریدنے قریبی شہر جائے گا۔"

"ہاں رابطہ قائم نہ کرنے کی یہی وجہ ہوسکتی ہے۔ تم اپنی سناؤ۔"

"اپنی کیا سناؤں۔ تمہیں خبردار کررہا ہوں کہ فرہاد دو شنبے چھوڑ کر شمال کی طرف گیا ہے۔ ابھی سپر ماسٹر نے کہا ہے کہ میں تمہیں یہ اطلاع دوں۔ تم خوجنت میں ہو۔ کوئی ضروری نہیں کہ وہ اس شہر میں آئے۔ شمال میں کئی چھوٹے بڑے شہر ہیں۔ پتا نہیں وہ کدھر گیا ہے۔ بہرحال محتاط رہو۔"

"فرہاد مجھے آواز سے نہیں پہچان سکے گا اور نہ ہی اس غیر معمولی سماعت رکھنے والے بندر آدمی نے میری اس آواز کو کبھی سنا ہے۔ پھر یہ کہ میں صرف اپنے بیڈ روم کی چار دیواری میں خیال خوانی کرتا ہوں۔ کسی عوامی مقام میں ایسی نادانی نہیں کرتا۔ فرہاد ادھر آئے گا بھی تو مجھے پہچان نہیں سکے گا۔ ہاں اگر میں نے اسے پہچان لیا تو پھر میں اسے قتل کرنے کا سب سے بڑا اعزاز حاصل کروں گا۔"

میں نے اس کا حوصلہ بڑھایا پھر فون کو بند کردیا۔ جمیلہ نے کہا۔ "پاپا! بیچارے کو خوش فہمی ہے کہ اس کی آواز ہم میں سے کسی نے نہیں سنی ہے۔"

میں نے کہا "دشمن ابھی تک یہی جانتے ہیں کہ تم فولادی قوتوں کی حامل ہو۔ یہ ابھی معلوم نہیں ہوا ہے کہ تم بھی غیر معمولی سماعت و بصارت رکھتی ہو۔"

"اب آپ کا کیا حکم ہے؟ کیا میں ہیرو کے ساتھ خوجنت شہر جاؤں؟"

"ہیرو کے ساتھ ایک بڑی مشکل ہے۔ وہ اپنی دم کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ لہٰذا تمہیں تنہا جانا ہوگا۔"

وہ ذرا مایوس ہوگئی۔ دونوں میں بڑی دوستی ہوگئی تھی۔ وہ ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا۔ "تم جاؤ۔ پہلے ڈی ہاروے سے نمٹ لو۔ پھر میں ہیرو کو وہاں بھیج دوں گا۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ایک ایرانی ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا پھر اس کے پائلٹ سے کہا کہ وہ جمیلہ کو خوجنت سے کچھ فاصلے پر کسی ویرانے میں اتار کر چلا آئے تاکہ کمیونسٹوں کو اور ڈی ہاروے کو یہ نہ معلوم ہو کہ ادھر کوئی ایرانی ہیلی کاپٹر آیا تھا۔ ایران کے حوالے سے کوئی بات سامنے آتے ہی دشمنوں کو شبہ ہونے لگتا تھا کہ فرہاد اور اس کے ساتھی ضرور کہیں آس پاس ہوں گے۔

جمیلہ ہیرو سے رخصت ہوکر ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئی اور شہر خوجنت کی سمت روانہ ہوگئی۔

میں نے ثانی کے پاس آکر پوچھا۔ "کیا ہورہا ہے؟"

"میں نے شلپا پر تنویمی عمل کرکے پہلے عمل کا توڑ کیا تو پتا چلا کہ اس کے ہم سفر پرل ہائیڈ (منڈولا) نے اس پر عمل کیا تھا۔ پاپا! مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ میں نے اس کم بخت کے سر کی مرہم پٹی کی اور اس کے سر کے اندر نہیں گئی۔ ورنہ اسی وقت اس کی اصلیت معلوم ہوجاتی۔"

میں نے کہا۔ "تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ ہم ایم آئی ایم کے مجاہدین کی حفاظت کرنے میں مصروف تھے۔ ان کے دماغوں میں آمدورفت تھی۔ ایسے میں ہر مسافر کے خیالات پڑھے نہیں جاسکتے تھے۔"

"ویسے وہ زخمی پرل ہائیڈ کوئی پُراسرار شخص ہے۔ میں نے شلپا کے ذریعے اس کے بارے میں معلوم کرتے ہی ریڈ کراس والوں سے رابطہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ مسٹر ہائیڈ کو اسپتال میں پہنچادیا گیا ہے۔ علی اس اسپتال میں گئے تو پتا چلا کہ وہ وہاں نہیں ہے۔ ڈاکٹر وغیرہ سے کچھ کہے سنے بغیر کہیں چلا گیا۔"

میں نے کہا۔ "پھر تو واقعی پراسرار بندہ ہے۔ بڑی خاموشی اختیار کیے طیارے میں ہم سے چھپتا رہا۔ پھر طیارے سے نکلتے ہی غائب ہوگیا۔"

وہ بولی۔ "اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ طیارے میں ہونے والی خیال خوانی کو سمجھ رہا تھا اور اپنے زخمی سر کے باعث خوفزدہ تھا کہ ہم میں سے کوئی اس کے اندر نہ پہنچ جائے۔"

"بیٹی! صاف بات ہے کہ وہ شخص بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسی لیے تو طیارے میں بیٹھے ہی اس نے شلپا کو سیٹ پر سلادیا اور اس پر تنویمی عمل کرکے اپنے بارے میں تمام باتیں اس کے ذہن سے بھلادیں۔"

"پاپا! ہماری مصروفیات کا یہ عالم رہا کہ میں نے اس پرل ہائیڈ کی آواز اور لہجے کو بھی یاد نہیں رکھا۔"

"فکر نہ کرو۔ علی اسے ڈھونڈ نکالے گا۔ کیا وزیر علی کی یہودی بہن دینا دانیال عرف طاہرہ آگئی ہے؟"

"جی ہاں۔ میں اس کے اندر نہیں جارہی ہوں۔ یہ معلوم کرچکی ہوں کہ وہ سگریٹ اور شراب وغیرہ سے پرہیز کرتی ہے اور روزانہ صبح و شام ورزش کرتی ہے۔ وہ یقیناً پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہوگی۔"

"تم شلپا اور وزیر علی کے ذریعے دینا دانیال پر نظر رکھو۔ میں ایم آئی ایم کے مجاہدین کی خبر لینے جارہا ہوں۔"

ان مجاہدین کے پاس میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ مجھے سلمان نے بتایا کہ ان مجاہدین کو ائرپورٹ پر ہی حراست

میں لے لیا گیا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر انہیں ہتھکڑیاں پہنانا چاہتا تھا۔ ایک مجاہد نے سلمان کی مرضی کے مطابق کہا۔ "ہم مجرم نہیں ہیں۔ ہمیں ہتھکڑی پہناؤ گے تو اس ائرپورٹ میں ایسے دھماکے اور تباہیاں ہوں گی کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کا تدارک نہیں کرسکیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تم سب کی تلاشیاں لی جاچکی ہیں۔ تم لوگوں سے تمام ہتھیار لیے جاچکے ہیں۔ پھر ہمارے خلاف کوئی کارروائی کیسے کرسکو گے؟"

مجاہد نے کہا۔ "تمہارے پیچھے تمہارا ماتحت افسر کھڑا ہوا ہے۔ یہ تمہارا تابعدار ہے مگر یہ دیکھو۔"

ماتحت افسر نے ریوالور نکال کر اپنے اعلیٰ افسر کی کنپٹی پر اس کی نالی رکھ دی۔ پھر پوچھا۔ "کیا موٹی عقل سے بھی نہیں سوچ سکتے ہو کہ جو اتنا بڑا طیارہ اغوا کرسکتے ہیں' وہ تمہارے جیسے احمق کو چٹکیوں میں مسل سکتے ہیں۔"

دوسرے مسلح فوجیوں نے ماتحت افسر کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ریوالور ہولسٹر میں رکھو۔ ورنہ......"

ماتحت نے کہا۔ "ورنہ مجھے گولی لگتے ہی ہمارے افسر صاحب بھی میرے ساتھ حرام موت مریں گے۔"

اعلیٰ افسر نے گھبرا کر کہا۔ "کوئی گولی نہ چلائے۔ ٹھیک ہے' ان مجرموں کو ہتھکڑیاں نہیں لگائی جائیں گی؟"

ماتحت نے کہا۔ "یہ مجرم نہیں مجاہدین ہیں۔ پہلے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو اور اسے بتاؤ کہ مجاہدین کو ہتھکڑیاں پہنانے سے یہاں کیا قیامت آسکتی ہے۔"

پاشا پہلے ہی سپر ماسٹر سے رابطہ کرکے بتا رہا تھا کہ ائرپورٹ میں طیارے کے پاس کیا تماشا ہورہا ہے۔ اس نے کہا۔ "سر! میں اس ماتحت افسر کے اندر جاکر اس کا ریوالور ہاتھ سے گرا سکتا ہوں لیکن اس کے اندر رہنے والا دشمن دوسرے افسران یا فوجی جوانوں کے اندر چلا جائے گا۔ اب یہ سمجھ میں آگیا ہے کہ مجاہدین کے دماغ فولاد کی طرح کیوں ہوجاتے ہیں۔ ان کے پیچھے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

ایسے وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سپر ماسٹر نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے ائرپورٹ کے فوجی اعلیٰ افسر نے کہا۔ "سر! میں ہوں۔ آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مجاہدین کو نہتا کرنے کے بعد بھی ہم ان پر پوری طرح قابو نہیں پاسکیں گے۔ اگر انہیں مجرموں کی طرح گرفتار کرنا چاہیں گے تو......"

سپر ماسٹر نے بات کاٹ کر کہا "مجھے معلوم ہے وہاں کیا ہورہا ہے؟ انہیں مجرموں کی طرح نہیں مہمانوں کی طرح وہاں کی فوجی چھاؤنی میں لے جاؤ' اس چھاؤنی کے افسران ان سے باتیں کریں گے۔"

اعلیٰ افسر نے حکم کی تعمیل کی۔ انہیں عزت سے مہمانوں کی طرح گاڑیوں میں بٹھا کر وہاں سے لے جانے لگا۔ سلمان اور ہمارے دوسرے خیال خوانی کرنے والے ان آٹھوں مجاہدین کے چور خیالات پڑھ چکے تھے۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ایم آئی ایم کی تنظیم کس ملک اور کس شہر میں ہے اور ان کا سربراہ کون ہے؟

بڑی عجیب بات تھی کہ ان کے چور خیالات بھی اپنے سربراہ سے لاعلمی ظاہر کررہے تھے۔ وہ مختلف ممالک سے آئے تھے۔ مختلف شہروں میں رہتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی مجاہدین تھے۔ ان سب کے پاس موبائل فون رہا کرتا تھا۔ جب جہاد کے لیے ان کی ضرورت پیش آتی تھی تو ان کے موبائل فون سے اچانک ہی کسی وقت ان کا سربراہ انہیں مخاطب کرتا تھا اور انہیں ہدایات دیتا تھا کہ فلاں ملک کے فلاں شہر اور فلاں مقام پر پہنچ جاؤ۔ ہدایات کے مطابق جتنے مجاہدین کو مخصوص جگہ طلب کیا جاتا تھا صرف اتنی ہی تعداد میں وہ وہاں پہنچ جاتے تھے۔ مثلاً اس طیارے کے اغوا کے لیے صرف آٹھ مجاہدین کو اسکندریہ میں طلب کیا گیا تھا۔ وہ آٹھوں ایک چھوٹے سے بنگلے میں جمع ہوئے تھے۔ سربراہ نے فون کے ذریعے ان آٹھوں کو ایک دوسرے سے متعارف کرایا تھا اور انہیں پوری پلاننگ سمجھائی تھی کہ کس طرح طیارے کو اغوا کرکے ابا کو جزیرے میں پہنچایا جائے گا اور پھر پہلی بار دنیا والوں کے سامنے ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) کو متعارف کرا کے اپنے مطالبات منوائے جائیں گے۔

اس سلسلے میں اہم سوالات یہ پیدا ہوئے تھے کہ ان کے پراسرار سربراہ کو یہ کیسے معلوم ہوجاتا تھا کہ اس کے بے شمار مجاہدین میں سے کون کس ملک اور کس شہر میں ہے؟ ان مجاہدین میں سے کون کس صلاحیت کا مالک ہے؟ اور کون کس مشن میں عمدہ کارکردگی دکھا سکتا ہے؟

اس کے علاوہ جتنے مجاہدین تھے' سب خوشحال تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے بینک اکاؤنٹ میں اتنی رقوم پہنچتی رہتی تھیں کہ وہ کبھی کسی چیز کے محتاج نہیں رہتے تھے۔ وہ جب چاہتے تھے' ان کی ضرورت کے مطابق ہر قسم کا اسلحہ ان کی رہائش گاہ کے اندر پہنچ جاتا تھا۔ اور انہیں پتا نہیں چلتا تھا کہ کون ان کے ہاں کب ایسی چیزیں رکھ گیا ہے؟

ان آٹھوں مجاہدین کو فوجی چھاؤنی میں پہنچا دیا گیا تھا۔ وہاں کے فوجی افسران بڑے ہی دوستانہ انداز میں پیش آرہے تھے اور ان سے گفتگو کے دوران گھما پھرا کر سوالات کررہے تھے کہ ان کا سربراہ کون ہے؟ وہ اس سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ مجاہدین کہہ رہے تھے "یہودیوں کے دوست مسلمانوں کے صرف دشمن ہی ہوسکتے ہیں۔ ہم سے کبھی دوستی کی بات نہ کرو۔ ورنہ ہماری زبانیں بند ہوں گی تو پھر ہم نہ کسی سوال کا جواب دے سکیں گے اور نہ ہی کوئی دوسری بات کرسکیں گے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "جس طرح ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکامی ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہاری پشت پر کئی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔"

ایک مجاہد نے کہا "ہم خدا کو حاضر وناظر جان کر کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے آج تک کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز اپنے اندر نہیں سنی۔"

دوسرے مجاہد نے کہا۔ "ہم یہ نہیں مانتے کہ چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے طیارے کو اغوا کرنے میں اور اپنے مطالبات منوانے میں ہماری مدد کی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا توڑ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی کیا گیا ہے۔"

تیسرے مجاہد نے کہا۔ "یہ مقولہ پوری طرح درست نہیں ہے کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ انسانی عقل سے لوہا کاٹا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ آگ بھی لوہے کو پگھلا کر رکھ دیتی ہے۔"

چوتھے مجاہد نے کہا۔ "ہمارا سربراہ اتنا ذہین ہے کہ اس نے تمہاری ٹیلی پیتھی کو ناکام بنادیا ہے۔ وہ آگ ہے۔ ٹیلی پیتھی کے فولاد کو پگھلانا جانتا ہے۔"

"ائرپورٹ پر ایک ماتحت افسر اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ اس نے تم لوگوں کی حمایت میں اپنے ہی افسر کو گولی مارنے کی دھمکی دی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے دماغ میں تمہارا سربراہ یا اس کا کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا ہوگا۔"

ایک اور مجاہد نے کہا۔ "یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ تمہارا ماتحت افسر کیسے اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا اور کیوں ہماری حمایت کررہا تھا۔ ہم ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں قسم کھا چکے ہیں۔ ہم نے اپنے سربراہ کی آواز بھی کبھی اپنے دماغ میں نہیں سنی۔ وہ ہمیشہ ہم سے فون پر رابطہ کرتا ہے۔"

واقعی یہ بات مجاہدین کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی کہ دشمن فوج کے ماتحت افسر نے ان کی حمایت کیوں کی تھی۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ہم سب خیال خوانی کرنے والے خاموشی سے ان کی حمایت اور حفاظت کررہے ہیں۔ میں نے اپنے لوگوں کو سمجھا دیا تھا کہ جب تک اس پراسرار سربراہ اور اس کی تنظیم کے بارے میں صحیح اور مکمل معلومات حاصل نہ ہوں' تب تک ہم بھی خود کو ان مجاہدین پر ظاہر نہیں کریں گے۔

ایک اعلیٰ افسر نے مجاہدین سے کہا۔ "تم سب قسمیں کھا رہے ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہاری تنظیم کے سربراہ نے تم لوگوں سے اپنے بہت سے اہم راز چھپائے ہیں۔ وہ یقیناً ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا اور تم لوگوں سے اپنا یہ علم چھپا رہا ہوگا۔"

ایک مجاہد نے کہا۔ "پتا نہیں تم لوگ ٹیلی پیتھی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ کام کی بات کرو۔ ہمیں یہاں سے جانے دے رہے ہو یا نہیں؟"

ایک افسر نے پوچھا۔ "یہاں سے کس ملک میں جاؤ گے؟ کیا تمہارے پاس پاسپورٹ ہیں؟"

"تمہارے لوگ تلاشیاں لے چکے ہیں۔ ہمارے پاس صرف ہتھیار تھے۔ اب ہم جس ملک اور جس شہر میں جانا چاہیں گے، تم ہمیں وہاں بہ حفاظت پہنچانے کا انتظام کرو گے۔"

"یہ تو بڑی زیادتی ہے۔ ہمارا طیارہ بھی اغوا کیا۔ ہمارے مسافروں کو بھی پریشان کیا۔ ساری دنیا کو سمجھا دیا کہ ہم ایک تنظیم کے آگے بے بس ہوگئے ہیں اور اب ہم ہی تمہارے بہ حفاظت واپسی کا انتظام کریں گے۔ پاسپورٹ حاصل کرکے ہمارے ہی اخراجات پر سفر کرو گے۔"

ایک مجاہد نے کہا۔ "ہم اپنے اخراجات خود برداشت کرنا چاہیں گے تو یہاں کے کتنے ہی بینک خالی کردیں گے۔ کیونکہ یہاں سے جانے کے لیے طیارہ خریدنے کے لیے لاکھوں ڈالرز کی ضرورت ہوگی؟"

وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ رہے۔ پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تمہاری رہائش کا انتظام کردیں گے۔ اپنے اعلیٰ حکام سے اس سلسلے میں گفتگو کریں گے۔ تمہیں یہاں کم از کم ایک ہفتہ قیام کرنا ہوگا۔"

ایک مجاہد نے کہا۔ "سوری۔ ہم صرف چوبیس گھنٹے اس ملک میں رہیں گے۔ اس کے بعد کچھ گڑبڑ ہونے لگے تو اس کی ذمے داری ہم پر نہیں ہوگی۔"

ایک افسر نے کہا۔ "یہ تم لوگوں کی ہٹ دھرمی ہے۔ چوبیس گھنٹے بہت کم ہوتے ہیں۔ ہمیں تینوں افواج کے سربراہوں اور اعلیٰ حکام سے طویل مذاکرات کرنے ہوں گے۔"

"اول تو چوبیس گھنٹے کم نہیں ہوتے۔ کیونکہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پلک جھپکتے ہی دور دراز کے حکام سے رابطہ کراسکتے ہیں۔ اب رہی طویل مذاکرات کی بات تو یہ ہمارے جانے کے بعد ساری زندگی کرتے رہنا۔"

وہ چاہتے تھے کہ مجاہدین کو اس ملک میں زیادہ عرصہ روک کر مختلف چالبازیوں سے اس تنظیم کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچا جائے لیکن انہوں نے فیصلہ سنا دیا تھا کہ وہ نیویارک میں چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں رہیں گے۔

میں نے سلمان سے کہا۔ "یہ ایم آئی ایم کی تنظیم اور اس کا سربراہ صرف دشمنوں کے لیے ہی نہیں' ہمارے لیے بھی پراسرار ہے۔ اپنے ایک یا دو خیال خوانی کرنے والوں کو ان مجاہدین کے دماغوں میں آنے جانے کے لیے کہتے رہو۔ وہ آٹھوں کل تک یہاں سے روانہ ہوں گے۔ سرماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بھی مختلف ذرائع سے ان کی نگرانی کریں گے۔ نہایت ہوشیاری سے ان پر نظر رکھنا ہوگا۔"

سلمان نے کہا۔ "کل صبح دس بجے مائیک ہرارے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔ ہمیں اس کے اندر بھی موجود رہنا ہوگا۔"

"ہاں' کل صبح ہم نو بجے ہی مائیک ہرارے کے پاس جائیں گے۔ شاید یہ معلوم ہوسکے کہ اسے کن راستوں سے گزار کر اس خفیہ اڈے تک پہنچایا جائے گا' جہاں اس ٹرانسفارمر مشین کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ جیلہ ایک ہیلی کوپٹر کے ذریعے شمال کی سمت شہر خوجنت کی طرف گئی تھی۔ ابھی مجھے اس کی خیریت معلوم کرنا تھی۔ لیکن میں تھوڑی دیر تک ایم آئی ایم کے سربراہ کے بارے میں سوچتا رہا۔ مجاہدین کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم ہوا تھا کہ ان کا سربراہ ہمیشہ ان کا خیال رکھتا ہے اور مشکل وقت میں آکر ان کی مشکلیں آسان کردیتا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہورہا تھا کہ اس سربراہ کو ان حالات کا علم نہیں ہوگا' جن سے مجاہدین گزر رہے تھے؟ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا کوئی ایسا پراسرار علم جانتا ہے جس کے ذریعے مجاہدین کی خبر رکھتا ہے تو اسے یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ ہم چند خیال خوانی کرنے والے اجنبی ہیں اور اس کے مجاہدین کے کام آرہے ہیں۔ اس سے نیکی کررہے ہیں اور اس کے نیک مقاصد کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اس سربراہ کو کسی بھی ذریعے سے ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اس کی طرف سے مسلسل خاموشی تھی۔ وہ ایسے مطمئن تھا جیسے طیارہ اغوا کرنے والا مشن اس کا نہیں ہمارا ہو اور ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہو اور سربراہ پر کوئی احسان نہ کیا ہو۔ دیکھا جائے تو پی ایل او اور اسرائیل معاہدے کے خلاف احتجاج کرنا اور دوسرے اسلامی ممالک کو یہ ذہن نشین کرانا کہ وہ کبھی کسی حال میں اسرائیل سے معاہدہ نہ کریں' یہ ایک اہم اجتماعی فرض تھا اور یہ فرض صرف ایم آئی ایم کے سربراہ کا ہی نہیں' ہمارا بھی تھا۔ اس طرح ہم نے اس ایم آئی ایم کے سربراہ پر کوئی احسان نہیں کیا تھا۔

ویسے یہ تجسس بڑھ گیا تھا کہ وہ کون ہے؟ یقیناً جذبۂ جہاد سے بھرپور ایک مومن ہے۔ اس کے اور ہمارے عزائم ایک ہیں۔ منزل ایک ہے تو پھر وہ ہم سے کیوں چھپا ہوا ہے؟ یہ تجسس اسی وقت دور ہوسکتا تھا کہ میرے خیال خوانی کرنے والے ان آٹھ مجاہدین کے دماغوں میں آتے جاتے رہتے اور خاموشی سے یہ معلوم کرتے رہتے کہ ان کا سربراہ کس طرح ان سب کا خیال رکھتا ہے۔ ان سے فون پر کیسی باتیں کرتا ہے۔ شاید اس کی آواز اور لہجے سے ہم اسے پہچان سکیں۔

اب یہ تجسس فوراً ہی ختم نہیں ہوسکتا تھا۔ میں پہلے بھی کئی بار کرچکا ہوں کہ پراسرار اور نادیدہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

اس دنیا میں کتنے ہی لوگوں نے گمنام اور پراسرار رہ کر اپنی بادشاہت قائم کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔ پھر کوئی ایسا وقت آیا کہ وہ بے نقاب ہوگئے۔

اگرچہ ایم آئی ایم کا سربراہ اپنی بادشاہت قائم نہیں کرنا چاہتا۔ وہ یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے دینِ اسلام کو اور اسلامی ممالک کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اس اعتبار سے اس کے گمنام رہنے پر مجھے فی الحال کوئی شکایت نہیں تھی۔ ہوسکتا ہے' وہ اپنے گمنام دشمنوں سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے گمنامی کی زندگی گزار رہا ہو۔ میں نے اسے ذہن سے نکال دیا۔ پھر جیلہ کے پاس پہنچ کر گڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ شمالی شہر خوجنت پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں کے واقعات سنانے لگی۔

تھری ڈی کا آخری ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے اسی شہر میں تھا۔ وہ اپنی دانست میں بڑا محتاط تھا۔ اکثر اپنی رہائش گاہ کی چار دیواری میں رہتا تھا۔ کوئی اہم ضرورت ہو تو باہر نکلتا تھا۔ اور باہر نکلنے کے بعد کبھی چلتے پھرتے یا کسی ریستوران وغیرہ میں بیٹھ کر خیال خوانی نہیں کرتا تھا' یہ اندیشہ تھا کہ میں اسے کہیں خیال خوانی میں گم دیکھوں گا تو پہچان جاؤں گا۔

اس کی رہائش گاہ میں کمیونسٹ پارٹی کا لیڈر یا اس کے نمائندے ملاقات کے لیے آتے تھے۔ اس نے ان تمام افراد کے سامنے کبھی خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کمیونسٹ پارٹی کے لوگ اسے محض ایک امریکی نمائندہ سمجھتے تھے۔ اور اس کے ذریعے مالی امداد اور اسلحہ حاصل کرنے کے لیے ملاقات کرتے رہتے تھے۔

ڈی ہاروے نے اپنی آواز اور لہجہ بدل لیا تھا اور یوں مطمئن تھا کہ غیر معمولی سماعت رکھنے والا بندر آدمی کبھی اس کی آواز کے ذریعے اسے ہاروے کی حیثیت سے نہیں پہچانے گا۔ جب کہ اسے پہچاننے والی جیلہ وہاں پہنچ گئی۔

اب جیلہ کو یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ کس رہائش گاہ میں بیٹھا اپنے ملاقات کرنے والوں سے گفتگو کرتا ہے۔ جب وہ شہر کے ایک ہوٹل میں پہنچی تو دوپہر ہوچکی تھی۔ اسے ڈی ہاروے کی آواز دیر تک سنائی نہیں دی۔ وہ ایک رہائشی علاقے کے قریب تھی۔ یہ اندازہ تھا کہ شاید وہ دوپہر کے وقت سو رہا ہے۔

شام کو اچانک آواز سنائی دی۔ وہ کسی سے کہہ رہا تھا۔ "تم اطمینان رکھو۔ آج آدھی رات سے پہلے وہ اسلحہ اور گولہ بارود سے لدا ہوا طیارہ یہاں پہنچ جائے گا۔"

اس کے پاس کمیونسٹ پارٹی کا لیڈر تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہماری بڑی خواہش ہے کہ ہم پھر شہر دوشنبے پر قبضہ کرلیں۔ لیکن وہاں فرہاد' اس کی بیٹی اور وہ بندر آدمی وغیرہ ہوں گے۔ ہماری پارٹی کا جو لیڈر ان سے شکست کھا کر آیا تھا ہم نے اسے گولی مار دی ہے۔ اس کے ساتھ زندہ آنے والے اپاہج فوجیوں کو بھی ختم کردیا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ وہ لوگ زندہ رہتے تو فرہاد ان کے دماغوں

میں رہ کر تمہارے نئے منصوبے معلوم کرتا رہتا۔ تمہارے لیے دوسری خوشخبری یہ ہے کہ فرہاد شہر دوشنبے سے کسی دوسرے علاقے میں چلا گیا ہے۔"

"پھر تو یہ بڑا اچھا موقع ہے آج رات تمہارے ملک کا طیارہ جدید اسلحہ لے کر آئے گا۔ ہم اپنے چند طیاروں کے ذریعے وہاں صبح ہونے سے پہلے حملے کریں گے۔ شہر دوشنبے ہمارے قبضے میں آئے گا اور ایسا نہ ہوا تو ہم اس شہر کو کھنڈر بنا کر واپس آئیں گے۔"

وہ گفتگو کر رہے تھے۔ آدھی رات کے بعد دوشنبے پر ہوائی حملوں کی پلاننگ کر رہے تھے اور جمیلہ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر ان کی آوازوں کی سمت کا تعین کرتی ہوئی ادھر جا رہی تھی۔ وہ علاقہ تاجکستان کے انتہائی شمال میں تھا۔ اس لیے برف باری ہوتی رہتی تھی۔ مکانوں کی چھتوں، درختوں اور سڑکوں پر برف جمی رہتی تھی۔ مزدور بیلچے لے کر سڑکوں پر سے برف ہٹاتے رہتے تھے تاکہ گاڑیوں کی آمدورفت کے لیے راستے صاف رہیں۔

وہ چلتے چلتے ایک لکڑی کے کاٹیج کے قریب رک گئی۔ ڈی ہاروے اور کمیونسٹ لیڈر کی گفتگو وہیں سے سنائی دے رہی تھی۔ وہ کاٹیج سے دور کھڑے ہو کر سوچنے لگی۔ ابھی وہاں جا کر ڈی ہاروے اور اس لیڈر کو ہلاک کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن اس شہر میں آدھی رات سے پہلے اسلحے کا ذخیرہ پہنچنے والا تھا۔ اگر وہ ایک لیڈر کو مار ڈالتی تو دوسرا کوئی لیڈر بن کر دوشنبے پر ہوائی حملے کر سکتا تھا۔ لہٰذا یہ لازمی ہو گیا تھا کہ وہ تمام اسلحہ کمیونسٹوں کے ہاتھ نہ لگنے دیا جائے۔

وہ ایک قریبی قہوہ خانے میں آکر میرا انتظار کرنے لگی۔ وہاں سے کاٹیج بھی نظر آ رہا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ لیڈر ڈی ہاروے سے گفتگو کر کے نکلے گا تو وہ اس کا تعاقب کرے گی۔ ہو سکا تو اس سے دوستی کر کے اس کے ساتھ پورے شہر کو دیکھے گی اور راستے پہچانے گی۔ ایسی معلومات بعد میں کام آئیں گی۔ پھر ایک لیڈر کی دوست بن کر رہے گی تو کوئی اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کرے گا۔

برف باری کے وقت قہوہ خانے کے دروازے اور کھڑکیاں بند رہتی تھیں۔ درمیانی ہال میں بہت بڑا آتش دان تھا۔ جس میں لکڑیاں جلتی رہتی تھیں۔ یوں تو کھڑکیوں کے شیشوں پر برف کی تہ جمی رہتی تھی مگر وہاں آتش دان کی آگ اور گرمی کے باعث شیشوں پر سے برف پگھل رہی تھی اور وہ وہاں کی ایک چھوٹی میز کے پاس بیٹھی کھڑکی کے پار ڈی ہاروے کے کاٹیج کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے سامنے گرم گرم قہوے کی ٹرے آگئی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک قد آور صحت مند شخص اس کے سامنے میز کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "بڑی شدید برف باری ہے۔ میں بھی قہوہ پینا چاہوں گا۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "صرف قہوہ پینا چاہو گے؟"

"نہیں۔ تمہاری میز پر آیا ہوں تو دوستی بھی کرنا چاہوں گا۔"

"دوستی تعارف کے بغیر نہیں ہوتی۔ ذرا اپنی تعریف کرو؟"

جمیلہ نے ایک پیالی میں قہوہ ڈال کر اس کی طرف بڑھایا۔ وہ بولا۔ "میں اپنی تعریف کیا کروں۔ دیکھ رہی ہو کہ خوبرو اور صحت مند جوان ہوں۔ مجھے دیکھ کر حسیناؤں کے دل دھڑکنے لگتے ہیں۔ تمہارے دل کا کیا حال ہے؟"

"سچ پوچھو تو تمہارے اچانک آجانے سے دل دھڑکنے لگا ہے۔ بائی دی وے اب تک کتنی حسیناؤں کے دل دھڑکا چکے ہو؟"

وہ اپنی پیالی میں قہوہ ڈالنے لگی۔ وہ بولا۔ "میری یادداشت کمزور ہے۔ میں گنتی بھول جاتا ہوں۔ لہٰذا یاد نہیں ہے کہ تم سے پہلے کتنی آچکی ہیں۔ اب تم اپنی تعریف بیان کرو۔"

وہ اس کے انداز میں بولی۔ "میں اپنی تعریف کیا کروں؟ دیکھ رہے ہو کہ حسین اور اسمارٹ ہوں اسی لیے تم میری طرف کھنچے چلے آئے ہو۔ اور بالکل صحیح جگہ آئے ہو۔ آج کے بعد تمہاری یادداشت کمزور نہیں رہے گی۔ تم جب تک سانس لیتے رہو گے، مجھے یاد کرتے رہو گے؟"

"ہر لڑکی اسی خوش فہمی میں رہتی ہے کہ اس کے پاس آنے والا مرد اس کا ایسا دیوانہ ہو گا کہ اسے کبھی بھول نہیں پائے گا۔ ہمیشہ یاد رکھے گا۔ ویسے تم ہمارے علاقے کی نہیں لگتی ہو۔"

"میں امریکی ہوں۔ مجھے سیاحت کا بڑا شوق ہے۔ گھر گھر گھومتی رہتی ہوں۔"

"پھر تو تمہارے پاس پاسپورٹ، یہاں تک آنے کا خصوصی اجازت نامہ وغیرہ ضرور ہو گا؟"

"بے شک ہے۔ کیا تم عاشق سے ایک دم پولیس والے نہیں بن رہے ہو؟"

"یوں بھی سمجھ سکتی ہو۔ عاشق بھی تنہائی چاہتا ہے اور پولیس والے بھی تنہائی میں کپڑے اتار کر تلاشی لیتے ہیں۔ ہم قہوہ پینے کے بعد ایک کنفیس سیل میں چلیں گے۔"

وہ انجان بن کر بولی۔ "یہ کنفیس سیل کیا ہوتا ہے؟"

"یہ ایک ٹارچر سیل ہوتا ہے۔ اس عقوبت خانے میں ایسی اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں کہ بڑے سے بڑے شہ زور اپنے جھوٹ کو سچ میں بدل دیتے ہیں اور اپنی اصلی ہسٹری بیان کرنے لگتے ہیں۔ تم تو بیچاری ایک نازک سی دوشیزہ ہو۔"

"کیا تم میرے کاغذات چیک کیے بغیر ٹارچر سیل میں لے جاؤ گے؟"

"کاغذات جعلی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ٹارچر سیل میں زبان جعلی اور جھوٹی نہیں ہو پاتی۔ تم وہاں بے اختیار تڑپ تڑپ کر سچ بولو گی۔"

"پھر تو میں بیچاری گئی کام سے۔ ابھی میں نے جوانی کی بہاریں پوری طرح نہیں دیکھی ہیں اور ایک روسی جاسوس کے پلے پڑ گئی۔ لو میری پیالی خالی ہو گئی۔ چلو اس ٹارچر سیل میں چلتے ہیں، جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔"

وہ جاسوس کے ساتھ قہوہ خانے سے باہر آئی اور اس کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "ہم روسی جاسوس پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ ہماری نظروں سے کوئی غیر ملکی ایجنٹ چھپ نہیں سکتا۔ میں نے اس ہوٹل کے کمرے کی تلاشی لی ہے، جہاں تمہارا قیام ہے۔ تمہارے اس کمرے میں صرف ایک کٹ تھی جو پشت پر باندھی جاتی ہے۔ اس میں پاسپورٹ اور دیگر شناختی کاغذات نہیں ہیں۔ اب بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

"جب تم دیکھ چکے ہو کہ میرے پاس مختصر سا سامان ہے تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ باقی سامان دوسرے شہر میں چھوڑ آئی ہوں۔ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات بھی وہیں رہ گئے ہیں۔"

"ہم کمیونسٹوں کے علاقے میں داخل ہونے کے لیے خصوصی اجازت نامہ حاصل کرنا لازمی ہوتا ہے۔ وہ کہاں ہے؟"

"مسٹر جاسوس! تم بہت جلد باز ہو۔ جب ٹارچر سیل میں مجھے لے جا ہی رہے ہو تو پھر وہیں وہ خصوصی اجازت نامہ بھی دیکھ لینا۔"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہو، جب کہ ٹارچر سیل کا نام سنتے ہی سنگ دل اور ڈھیٹ قسم کے مجرموں کو پسینہ آجاتا ہے۔"

ایک عمارت کے سامنے گاڑی رک گئی۔ وہ بولی۔ "میں نے آج تک کوئی ٹارچر سیل نہیں دیکھا۔ میں جب یہ نہیں جانتی کہ وہ کیا بلا ہے تو پھر مجھے پسینہ کیوں آئے گا۔ پہلے خوفزدہ کرنے کا سبب تو سامنے آئے۔"

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر عمارت کے اندر آئے۔ وہاں فوجی مردوں کے ساتھ عورتیں بھی دفتری کام کرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ بولا۔ "یہ ہمارا انٹیلی جنس کا شعبہ ہے۔ یہاں کے تہ خانے میں کوئی مجرم آنے کے بعد واپس نہیں جاتا۔"

وہ بولی۔ "کمال ہے۔ یہ ایسا پُر فضا مقام ہے کہ مجرموں کا یہیں دل لگ جاتا ہے، وہ واپس ہی نہیں جاتے۔"

وہ ایک لفٹ میں آگئے۔ اس نے کہا۔ "ابھی ساری زندہ دلی ہوا ہو جائے گی۔"

لفٹ نیچے جانے لگی۔ وہ ایک تہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں دو گینڈے کی طرح خوب موٹے اور بھاری بھرکم پہلوان تھے۔ جگہ جگہ ایسے خطرناک اوزار تھے، جنہیں دیکھ کر ہی خوف طاری ہو جاتا تھا۔ پھر ایک سمت آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک خونخوار چیتا تھا جو سلاخوں کے باہر آجاتا تو گینڈے جیسے پہلوانوں کو بھی کچا چبا جاتا۔

روسی جاسوس نے کہا۔ "یہ دونوں گینڈے اور وہ بھوکا، غصے سے دہاڑتا ہوا چیتا تمہاری نزاکت کے پیشِ نظر بہت زیادہ ہیں۔ یہ تمہیں ہاتھ بھی لگائیں گے تو تم مر جاؤ گی۔ بہتر ہے کہ میں ہی پہلے تمہاری جوانی کے مزے لوٹ لوں۔ اس کے بعد ایسی اذیتیں پہنچاؤں گا کہ تم چیخ چیخ کر اپنی اصلیت بیان کرنے لگو گی۔"

وہ جاسوس اور دونوں گینڈوں کے ساتھ ایک کمرے میں آئی۔ اس کمرے کے آہنی دروازے کو لاک کر دیا گیا۔ اس کی چابی جاسوس اپنی جیب میں رکھنا چاہتا تھا کہ جمیلہ نے اس کی کلائی پکڑ لی۔

اس نے چونک کر نازک دکھائی دینے والی لڑکی کو دیکھا۔ مردانہ کلائی پر اس کی گرفت ایسی تھی کہ کلائی کی ہڈی تڑخنے لگی تھی۔ وہ دوسرے ہاتھ سے چابی چھین کر اپنے گریبان میں ڈالتے ہوئے بولی۔ "یہ چابی میرے پاس رہے گی۔ تم جوانی کے مزے لوٹنے کے لیے کپڑے اتارو گے تو یہ تمہیں میرے لباس سے مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے کلائی چھوڑ دی۔ وہ تکلیف سے بے چین ہو رہا تھا۔ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ کلائی کی ہڈی سلامت ہے یا نہیں؟ دونوں گینڈے ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور اپنے افسر کے حکم کے منتظر تھے۔ وہ بولا۔ "میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اس لڑکی کی گرفت سے سمجھ گیا ہوں کہ یہ وہی ہے جس نے دوشنبے کے ہوٹل میں ہمارے دو آدمیوں کی گردنیں توڑی تھیں اور ایک بندر آدمی کے ساتھ مل کر ہمارے بیس فوجی جوانوں کو اپاہج بنا دیا تھا۔"

ایک گینڈے نے کہا۔ "آپ حکم دیں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟"

"اس کا لباس پھاڑ ڈالو اور چابی حاصل کرو۔ اس کمرے سے نکل کر اوپر رپورٹ پیش کرنا ہے کہ اس کی اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔"

وہ چاروں جس کمرے میں بند تھے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے کمرے میں وہ خونخوار چیتا تھا۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے ان چاروں کو دیکھ کر دہاڑ رہا تھا اور بار بار سلاخوں کی طرف یوں لپک رہا تھا جیسے سلاخیں توڑ کر اپنی بھوک مٹانے کے لیے ان کے پاس آنا چاہتا ہو۔

ایک گینڈا اپنے افسر کا حکم سنتے ہی آگے بڑھا تاکہ جمیلہ کا لباس پھاڑ کر چابی نکال لے۔ لیکن ایک الٹا ہاتھ پڑتے ہی اس کا منہ ایسے پھٹا کہ چند سیکنڈ تک وہ منہ بند نہ ہو سکا۔ لہو کے ساتھ چند دانت ٹوٹ کر گر گئے تھے۔ دوسرا گینڈا یہ دیکھتے ہی حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ جمیلہ نے اسے ایک فلائنگ کک ماری اور چیتے کے پنجرے کے پاس آگئی۔

گینڈے کمزور نہیں ہوتے۔ مضبوط درختوں کو ٹکریں مار مار کر جڑوں سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ وہ دونوں انسانی گینڈے بھی ایسے ہی مضبوط تھے۔ لیکن درختوں اور دیواروں کو ٹکریں مارنا اور بات ہے۔ اگر کوئی فولادی روبوٹ ٹکریں مارے تو کیا حال ہو گا؟ جسے فلائنگ کک پڑی تھی، اس گینڈے کے سینے کی ہڈیاں دکھنے لگی

تھیں۔ وہ کراہتے ہوئے اٹھا۔ دونوں شہ زوروں سے یہ توہین برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ ایک لڑکی نے انہیں مار گرایا ہے۔

وہ چیتے کے پنجرے کے قریب کھڑی تھی۔ وہ دونوں تیزی سے دوڑتے ہوئے حملہ کرنے آئے۔ اس نے یکبارگی فضا میں چھلانگ لگائی۔ پھر ان کے سروں پر سے گزرتے ہوئے دونوں کے پیچھے پہنچتے ہی پھرتی سے پلٹ کر دونوں کو کک ماری وہ دونوں جا کر چیتے کے پنجرے سے ٹکرائے۔ وہ چیتا جو بار بار سلاخوں کی طرف لپک رہا تھا' وہ عدد شکاروں کے قریب آتے ہی اس نے دونوں کے منہ پر پنجے مارے اور دونوں چہروں کی کھال اور گوشت نوچ کر پھر پنجے مارنا چاہتا تھا۔ ان گینڈوں کے حلق سے چیخیں نہ نکل سکیں۔ کیونکہ چیتا ان کے منہ اور زبانیں بھی نوچ کر لے گیا تھا۔

ان دونوں کی تقریباً آدھی جان نکل چکی تھی۔ کیونکہ سانس لینے کے لیے ناک بھی نہیں رہی تھی۔ وہ پیچھے گرنے والے تھے۔ جمیلہ نے دوسری بار فلائنگ کک مار کر پھر انہیں پنجرے کی سلاخوں تک پہنچا دیا۔ اس بار چیتے نے دونوں کے سینوں پر پنجے مارے اور دل سمیت گوشت کے لوتھڑے نوچ لیے۔

وہ روسی جاسوس خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ جمیلہ نے پوچھا۔ "کیا تم مجھے اس طرح خوف زدہ ہونے کو کہہ رہے تھے؟"

وہ بولا۔ "تم نے میری کلائی کو کیا کیا ہے۔ یہ ہاتھ اٹھانے سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگتی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ بایاں ہاتھ اٹھاؤ۔ ایک عورت کے بدن کے کپڑے پھاڑنا تو مرد کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے۔"

"مجھے معاف کر دو۔ آؤ ہم باہر چلیں۔"

"ہم باہر کیسے جا سکتے ہیں؟ تم نے یہاں آتے وقت کہا تھا کہ یہاں کے تہ خانے میں کوئی مجرم آنے کے بعد واپس نہیں جاتا۔ لہٰذا واپسی اسی کی ہوگی' جو مجرم نہ ہو۔"

"میں نے جو کچھ کہا' اس کی معافی چاہتا ہوں۔ فار گاڈ سیک' ہمیں یہاں سے جانا چاہیے۔"

"جانے کے لیے سیل کا تالا کھولنا ہوگا اور چابی میرے لباس کے اندر ہے۔ اسے نکالو اور تالا کھولو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "مم..... میں کیسے چابی نکال سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں نکال سکتے؟ تمہارا دوسرا ہاتھ ابھی سلامت ہے۔ آؤ میرے قریب آؤ۔"

"نن..... نہیں' میں تمہارے لباس کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ تت..... تمہیں اپنی بہن سمجھتا ہوں۔"

"جوانی کے مزے لوٹنے والا کسی کا بھائی نہیں ہوتا۔ ہاتھ آگے بڑھاؤ اور چابی نکال لو۔"

وہ مجبور ہو کر جھجکتے ہوئے ہاتھ بڑھانے لگا۔ جمیلہ نے اس کی وہ کلائی بھی پکڑ لی پھر کہا۔ "تمہاری دنیا میں کیسے بے غیرت لوگ ہیں۔ تم بہن کہنے کے بعد اپنی جان دے دیتے۔ مگر ادھر ہاتھ نہ بڑھاتے۔ مگر جان بچانے کے لیے بہن کے لباس تک پہنچ رہے تھے۔"

وہ تکلیف سے بلبلا رہا تھا۔ کلائی کی ہڈی چیخ رہی تھی۔ آہنی شکنجے میں ہڈی کی مضبوطی جواب دے جاتی ہے۔ جب اس نے کلائی چھوڑی تو وہ دونوں ہاتھوں سے اپاہج ہو چکا تھا۔

وہاں اذیتیں پہنچانے کے کئی سامان تھے۔ اس نے ایک کلہاڑی اٹھائی پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی چیتے کے پنجرے کے پاس آئی۔ اس کے حصے میں جتنا انسانی گوشت آیا تھا' وہ اسے ہضم کر چکا تھا۔ تھوڑی سی مقدار میں اس کا پیٹ نہیں بھر سکتا تھا۔ وہ جمیلہ کو دیکھ کر لپکنے لگا۔ اس نے کلہاڑی کو ایک طرف رکھا پھر چیتے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ چیتا پنجہ مار کر اس کا ہاتھ توڑ کر چبا جانا چاہتا تھا لیکن جمیلہ نے ہاتھ بچا کر پھرتی سے اس کی کلائی پکڑ لی۔ چیتے نے دوسرا پنجہ سلاخوں سے باہر نکال کر مارنا چاہا۔ مگر وہ دوسرے پنجے والی کلائی جمیلہ کے دوسرے ہاتھ کی گرفت میں آ گئی۔ پھر دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔

وہ اپاہج ہونے والا جاسوس شدید حیرانی سے ایک لڑکی کی ناقابلِ یقین جسمانی قوت کو دیکھ رہا تھا۔ جمیلہ چیتے کی دونوں کلائیوں کو گرفت میں لیے پوری قوت سے اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور چیتے کا سر پوری قوت سے آ کر آہنی سلاخوں سے ٹکرا رہا تھا۔ وہ زور زور سے دہاڑ رہا تھا۔ جمیلہ کو اپنی طرف کھینچ کر اسے چیر پھاڑ کر کھا جانا چاہتا تھا مگر ناکام ہو رہا تھا اور آہنی سلاخوں سے بار بار ٹکرانے کے باعث اس کا سر اور چہرہ زخمی ہوتا جا رہا تھا۔

کوئی بھی شہ زور اس وقت کمزور ہوتا ہے جب وہ تھک جاتا ہے۔ انسان کی جسمانی قوت کی ایک حد ہے اس حد سے گزرنے کے بعد اس کی طاقت جواب دینے لگتی ہے اور وہ کمزور پڑنے لگتا ہے۔ لیکن پاشا' ہیرو اور جمیلہ نے شاید کبھی نہ تھکنے والی حیرت انگیز جسمانی قوت حاصل کی تھی۔

پاشا بعض اوقات اس لیے شکست کھا جاتا تھا کہ وہ لڑنے کا فن نہیں جانتا تھا۔ پھر یہ کہ شراب اور شباب میں بھی مست رہتا تھا۔ لیکن جمیلہ نے مجھ سے اور ہیرو نے بابا صاحب کے ادارے میں نہ صرف لڑنے کا صرف فن ہی نہیں سیکھا تھا اس کے ساتھ حاضر دماغی سے کام لینا بھی سیکھا تھا۔

چیتے کی قوت مدافعت جواب دے گئی۔ وہ نڈھال سا ہونے لگا تو جمیلہ نے اس کی دونوں کلائیاں چھوڑ دیں۔ وہ پیچھے جا کر گرا پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے تیزی سے ہانپنے لگا۔ جمیلہ کو ایسے دیکھنے لگا جیسے ایک زبردست شیرنی کو دیکھ رہا ہو۔ بعض شوہر اپنی بیوی سے ہار کر اسی طرح ہانپتے ہوئے شکست خوردہ انداز میں ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ شاید شیروں کے قبیلے میں بھی یہ رواج ہو۔ شاید وہ شیرنی سے شکست تسلیم کر لیتے ہوں۔

جمیلہ نے پنجرے کی ایک ایک آہنی سلاخ کو ایک ایک ہاتھ میں لیا پھر زور لگا کر ان سلاخوں کو ٹیڑھا کرنے لگی۔ انسان تو کیا شیر بھی ایسی موٹی سلاخوں کو ٹیڑھا نہیں کر سکتا تھا لیکن جاسوس نے اس لڑکی کی ناقابلِ یقین جسمانی قوت کا تماشا دیکھا تھا۔ وہ چیخ کر بولا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟ چیتے کو پنجرے سے باہر آنے کا موقع مل جائے گا۔"

چیتا ہانپتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا کیونکہ پنجرے سے نکلنے کا راستہ کھلا دکھائی دے رہا تھا۔ سلاخیں ٹیڑھی ہو کر دوسری سلاخوں سے جا لگی تھیں۔ وہ غراتا ہوا تیزی سے آیا۔ باہر نکلنا چاہتا تھا مگر بھاری بھرکم جسامت کے باعث تقریباً آدھا باہر آ کر پھنس گیا۔ ابھی پوری طرح نکلنے کا راستہ نہیں بنا تھا۔

جمیلہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ذرا پیچھے گئی۔ پھر اچانک فضا میں چھلانگ لگا کر جیسے اڑتی ہوئی آئی۔ پھر چیتے کے سر پر ایک فلائنگ کک ماری۔ سلاخوں کے درمیان پھنسنے والا لات کھاتے ہی دوبارہ پنجرے کے اندر چلا گیا۔

اپاہج جاسوس نے کہا۔ "یہ تم نے اچھا کیا۔ اسے باہر نہ نکلنے دو۔ میں تمہاری طاقت اور عظمت کو سلام کرنا چاہتا ہوں مگر میرے دونوں ہاتھ نہیں اٹھ رہے ہیں۔"

وہ بولی۔ "تم نے قہوہ خانے میں کہا تھا کہ یادداشت کمزور ہے۔ تم اپنی زندگی میں آنے والی حسیناؤں کی گنتی بھول جاتے ہو۔"

"ہاں اور تم نے کہا تھا کہ میں تمہیں تمام عمر نہیں بھول سکوں گا۔ بائی گاڈ' تمہیں نہیں بھولوں گا۔ باقی زندگی تمہارے قدموں میں گزار دوں گا۔"

"اب زندگی باقی کتنی رہ گئی ہے؟ بس جو سانسیں رہ گئی ہیں' اس میں جلدی جلدی اپنے خدا کو یاد کر لو۔ ویسے کٹر کمیونسٹ خدا کو بھی نہیں مانتے۔ اب سوچو کہ اپنی مغفرت کے لیے کیا کرو گے؟"

ٹیڑھی ہو کر جو سلاخیں دوسری سیدھی سلاخوں سے جا لگی تھیں۔ جمیلہ اب ان سیدھی سلاخوں کو بھی پوری قوت سے کھینچ کر چیتے کے نکلنے کا راستہ کشادہ کر رہی تھی۔ چیتا پھر ایک بار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چار آہنی سلاخوں کے یکے بعد دیگرے اپنی جگہ سے ہٹنے کے بعد کھل جا سم سم کہنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ جمیلہ نے ایک طرف ہٹ کر کلہاڑی اٹھائی۔ چیتے نے دوڑتے ہوئے پنجرے کے باہر چھلانگ لگائی۔ جاسوس حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ وہ جمیلہ کے پاس آ کر پناہ لینا چاہتا تھا۔ مگر لات کھا کر چیتے کی طرف جا گرا۔ اس خونخوار درندے کو تیسرا شکار ملا' وہ اسی کو چیر پھاڑ کر کھانے لگا۔

جمیلہ ایک ہاتھ میں کلہاڑی لیے آہنی سلاخوں والے دروازے کے پاس آئی پھر اپنے لباس میں سے چابی نکال کر تالے کو اور دروازے کو کھول کر باہر آ گئی۔ اب وہ دروازے کو دوبارہ مقفل کر کے چیتے کو تین انسانوں کا گوشت چباتے رہنے کے لیے قید کر سکتی تھی۔ لیکن اس نے دروازے کو کھلا رکھا اور چیتے کے پیٹ بھرنے کا انتظار کرنے لگی۔

وہ آدھے گھنٹے تک انتظار کرتی رہی۔ پھر بیزار ہو کر چیتے کو للکارا۔ "ہشت۔ کم آن۔ نکلو یہاں سے....." اس نے الٹی کلہاڑی سے اسے مارا۔ وہ اچھل کر ایک طرف گیا۔ پھر جمیلہ پر غرانے لگا۔ لیکن وہ دونوں ہاتھوں سے کلہاڑی تھامے اس پر حملہ کرنے کو تیار تھی اور اشارے سے کہہ رہی تھی۔ "باہر چلو۔ ادھر سیل سے باہر نکلو۔ ورنہ کلہاڑی سے ٹکڑے کر دوں گی۔"

چیتے نے اس کی غضبناک آواز سے اس کے تیور سمجھ لیے۔ وہ اس کے اشاروں کے مطابق باہر آیا۔ جمیلہ نے ایک دیوار کے پاس آ کر لفٹ کے ایک بٹن کو دبایا۔ چند سیکنڈ میں لفٹ وہاں آ کر رک گئی۔ اس کا دروازہ کھل گیا۔ اس نے چیتے کو کلہاڑیوں کے ذریعے ہانکتے ہوئے لفٹ کے اندر جانے پر مجبور کیا۔ اس کے اندر جاتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔

وہ تہ خانے کے اوپر گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ جیسے پنجرہ کھل گیا ہو۔ چیتا غراتا ہوا باہر نکلا تو پورے انٹیلی جنس کے شعبے میں چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ سب اپنا اپنا کام چھوڑ کر اپنی اپنی سیٹوں پر سے اچھل کر بھاگنے لگے۔

جمیلہ نے پھر بٹن دبایا۔ لفٹ پھر تہ خانے میں آ گئی۔ اس بار وہ کلہاڑی پھینک کر لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر آئی تو عمارت کا وہ حصہ ویران ہو رہا تھا۔ جن افسران نے اپنے دفتروں کے دروازے بند کر لیے تھے وہ واکی ٹاکی کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو حکم دے رہے تھے کہ چیتے کو گولی نہ ماری جائے۔ اسے زندہ پکڑنے کی کوششیں کی جائیں۔ اگر وہ انسانی جانوں کو نقصان پہنچائے تو اسے زخمی کر کے قابو میں لایا جائے۔

وہ اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے طرح طرح کی آوازیں سنتی ہوئی' عمارت سے باہر آئی۔ باہر وہ چیتا ایک طرف لوگوں کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا۔ ایک افسر اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ جمیلہ نے اس کے سر پر ایک گھونسا مارا۔ اسے تو جیسے ہتھوڑا لگا ہو۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ جمیلہ نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی پھر گاڑی ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے چل پڑی۔

ایسے ہی وقت میں نے اس کے دماغ میں آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ بولی۔ "پاپا! میں نے ذہنی ہیروئنے کی پناہ گاہ معلوم کی ہے۔ ابھی اسی طرف جا رہی ہوں۔ ویسے جن حالات سے گزر کر آئی ہوں' انہیں آپ میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیں۔"

وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتی رہی۔ میں اس کے خیالات کے ذریعے تہ خانے اور ٹارچر سیل کے واقعات معلوم کرتا رہا پھر مسکرا کر کہا۔ "شاباش! تم واقعی میری بیٹی ہونے کا حق ادا کر رہی ہو۔ اب مجھے اس کمیونسٹ لیڈر کی آواز سناؤ' جو ذہنی ہیروئنے سے اس کے کاٹیج میں باتیں کر رہا تھا۔"

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے جمی ہوئی برف کے پاس روک دی۔ پھر اس لیڈر کی آواز پر توجہ دینے لگی۔ چند لمحوں کے

بعد ہی اس کی آواز سنائی دی۔ وہ غصے سے گرجتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔ جو چیتا تہ خانے میں آہنی سلاخوں کے پیچھے تھا' وہ پنجرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے اوپر کیسے چلا آیا۔"

دور سے جواب دیا۔ "کامریڈ! لفٹ کے پاس چھپی ہوئی ایک ٹائپسٹ خاتون نے لفٹ کا دروازہ کھلتے اور چیتے کو وہاں سے باہر آتے دیکھا تھا۔"

میں یہ باتیں سنتے ہی لیڈر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا۔ "یہ کیسی احمقانہ بات ہے' کیا چیتا بٹن دبا کر لفٹ کو تہ خانے میں لاتا اور پھر گراؤنڈ فلور پر آنا جانتا ہے؟ وہ چیتا ہے یا انسان؟"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں ابھی چند مسلح کامریڈز کے ساتھ تہ خانے میں گیا تھا۔ وہاں تین انسانی ڈھانچے پڑے ہیں۔ چیتے نے آہنی سلاخوں کو ٹیڑھا کر دیا تھا اور راستہ بنا کر باہر نکل آیا۔"

لیڈر نے پھر غصے سے پوچھا۔ "یہ کیسی نان سنس باتیں ہیں کہ چیتا آہنی سلاخوں کو ٹیڑھا کر سکتا ہے؟ میں نے کبھی نہیں سنا کہ کوئی چیتا پنجرہ توڑ کر باہر آیا ہو۔"

"آپ تہ خانے میں آکر دیکھیں گے تو آپ کو ہماری باتوں کا یقین آئے گا۔"

"وہاں تین انسانی ڈھانچے کس کے ہیں؟"

"اس تہ خانے میں ہمارے دو موٹے تگڑے جلاد رہا کرتے تھے' وہ چیتے کا لقمہ بن چکے ہیں۔ تیسرا لقمہ بننے والا ہمارا ایک جاسوس رودولف وسکی تھا۔ وہ ایک مشکوک لڑکی کو گرفتار کر کے وہاں لے گیا تھا۔"

تو پھر تہ خانے میں اس لڑکی کی بھی لاش ہونی چاہیے۔ وہ لڑکی کہاں ہے؟ کیا چیتے پر سوار ہو کر چلی گئی ہے؟"

"کامریڈ! یہ معمّا سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ ہماری اس ٹائپسٹ خاتون نے صرف چیتے کو لفٹ سے باہر آتے دیکھا تھا۔ لڑکی کو کسی نے تہ خانے سے نکلتے نہیں دیکھا۔"

"کیا وہ چیتا قابو میں آگیا ہے؟"

"نو کامریڈ! ہم ٹارچر سیل میں ہمیشہ اسے انسانی گوشت کھلاتے رہے ہیں۔ وہ رہائی پانے کے بعد انسانوں پر حملے کر رہا تھا۔ مجبوراً اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا ہے۔"

"ہوں۔ میں ابھی آرہا ہوں۔ اپنی آنکھوں سے تہ خانے اور ٹارچر سیل کا جائزہ لوں گا۔ وہ لڑکی کسی چالاکی سے بچ نکلی ہوگی۔ تم سب اسے تلاش کرو۔"

لیڈر نے ریسیور رکھ دیا۔ میں جمیلہ کے اندر رہ کر یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ اسی وقت ڈی ہاروے کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "تم فون پر جو باتیں کر رہے تھے۔ میں انہیں پوری طرح سمجھ نہیں پایا۔ معاملہ کیا ہے؟"

میں سمجھ رہا تھا کہ ڈی ہاروے نے لیڈر کے دماغ میں رہ کر ساری باتیں سن لی تھیں لیکن اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپا رہا تھا، اس لیے موجودہ معاملات کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

اس نے لیڈر سے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "وہ لڑکی بہت پُراسرار ہے۔ وہ بھی تہ خانے میں تھی لیکن وہ نہ زندہ دیکھی گئی ہے اور نہ ہی تہ خانے میں اس کا ڈھانچا ہے۔"

"بے شک۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ ہمیں سمجھنے کے لیے اس لڑکی کو تلاش کرنا ہوگا اور اسے گرفتار کر کے اس کی اصلیت معلوم کرنی ہوگی۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "تمہارا ایک جاسوس بھی اس پر شبہ کر کے اسے ٹارچر سیل میں لے گیا تھا۔ اسے نتیجے میں موت ملی۔ اپنے تمام کامریڈز سے کہہ دو کہ جیسے ہی لڑکی گرفت میں آئے اسے فوراً یہاں لے آئیں گے۔ ہم دونوں اس سے حقیقت اگلوائیں گے۔"

میں نے لیڈر کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد ہی جمیلہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ گاڑی آگے بڑھائے اور ڈی ہاروے کے کاٹیج میں پہنچ جائے۔ جب وہ دونوں کاٹیج میں بیٹھے اس کے بارے میں بول رہے تھے' تب ہی وہ دروازے پر پہنچ گئی تھی۔ میرے کہنے پر اس نے دستک دی۔ ڈی ہاروے نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر سے میٹھی رس بھری آواز سنائی دی۔ "لڑکی۔ میں ایک لڑکی ہوں۔"

لیڈر ریسیور اٹھا کر اپنے ماتحتوں کو یہی حکم دینے والا تھا کہ لڑکی کو گرفتار کر کے اس کاٹیج میں لایا جائے۔ باہر سے جمیلہ کی بات سن کر وہ دونوں ہی ٹھٹک گئے۔ ڈی ہاروے اپنی سلامتی کے لیے بہت سوچ سمجھ کر ٹیلی پیتھی کا علم استعمال کرتا تھا۔

اس وقت بھی اس نے سوچا کہ اگر وہ وہی لڑکی ہے تو غیر معمولی ہوگی۔ پھر یہ بھی عجیب سی بات تھی کہ وہ اسے گرفتار کرانے کے بعد اپنے کاٹیج میں بلانا چاہتے تھے۔ ایسے میں وہ خود آگئی تھی۔ ڈی ہاروے کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ خطرہ ہے۔ اس نے لیڈر سے کہا۔ "ابھی دروازہ نہ کھولنا۔"

لیڈر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ اس سے حقیقت اگلوائیں گے؟"

"ہاں۔ مگر اسے کیسے معلوم ہوا کہ ہم اسے یہاں طلب کرنے والے ہیں؟ اس سے پوچھو۔ یہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے؟"

لیڈر نے دروازے کے قریب آکر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئی ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

جمیلہ نے کہا۔ "کیسے مرد ہو؟ باہر ایک لڑکی کھڑی ہے اور اندر سے ہی سوالات کیے جا رہے ہو؟ کیا گھر میں بیوی ہے' جس کے ڈر سے میرے لیے دروازہ نہیں کھول رہے ہو؟"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "پہلے ہمارے سوالوں کا سنجیدگی سے جواب دو۔"

جمیلہ نے پوچھا۔ "یہ کون مرغا بول رہا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔ "یہ میرا دوست ہے۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میں وہ ہوں کہ میرے لیے دروازے نہ کھولے جائیں تو میں توڑ کر اندر آجاتی ہوں۔ اس کے بعد اپنا تعارف کراتی ہوں۔ اب بتاؤ کیا دروازہ کھول رہے ہو؟"

ڈی ہاروے نے سرگوشی میں لیڈر سے کہا۔ "میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔ وہاں سے اس آنے والی کو ریوالور کے نشانے پر رکھوں گا۔ وہ کوئی گڑبڑ کرے گی تو اسے گولی مار دوں گا۔"

وہ سرگوشی میں بول رہا تھا مگر وہ غیر معمولی سماعت رکھنے والی سن رہی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ "پاپا! کیا میں دوسرے کمرے کا دروازہ توڑ کر جاؤں؟ وہاں سیدھی ڈی ہاروے کے سر پر پہنچوں گی۔"

"ایسا کر سکتی ہو۔ مگر خطرہ مول لینا مناسب نہیں ہے۔ ہاروے کے پاس ریوالور ہے۔ تم دیوار سے لگ کر کھڑی ہو جاؤ۔ میں لیڈر کے اندر رہ کر اسے تمہاری طرف دیکھنے نہیں دوں گا۔ تم فرش پر رینگتی ہوئی اندر چلی جانا۔"

اس نے یہی کیا۔ دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ ادھر ڈی ہاروے دوسرے کمرے میں جا کر کھلے دروازے کے ایک پردے کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے ریوالور نکال کر لیڈر کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ "کون ہو تم؟ اندر آؤ۔"

وہ ایسا کہتا ہوا میری مرضی کے مطابق دو قدم آگے بڑھ گیا۔ جمیلہ فرش پر رینگتی ہوئی کھلے ہوئے دروازے سے اندر چلی گئی۔ ڈی ہاروے ایسی جگہ چھپا ہوا تھا جہاں سے دروازے کا نچلا حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس لیے وہ جمیلہ کو نہ دیکھ سکا۔ لیڈر نے دروازے کے باہر چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ پھر واپس آکر دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔ "وہ تو کوئی چھلاوہ تھی۔ آواز سنا کر غائب ہوگئی۔ چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آجاؤ۔"

ڈی ہاروے نے پردے کے پیچھے سے نکل کر کمرے میں آتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم نے اچھی طرح دیکھا تھا؟ وہ شاید کاٹیج کے پیچھے ہو۔"

"شاید ہوگی۔ لیکن میں ادھر جاؤں گا تو وہ اچانک کہیں سے حملہ کر سکتی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ [illegible] تہ خانے سے اور چیتے سے بچ کر نکل آنے والی لڑکی ہے۔ مجھے فون کر کے چند مسلح کامریڈز کو یہاں بلانا چاہیے۔"

"ہم امریکی ایجنٹ بڑی رازداری سے رہتے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ میری اس رہائش گاہ میں کوئی نہ آئے بہرحال اپنے کامریڈز سے کہو کہ وہ اس کاٹیج کے چاروں طرف اسے تلاش کریں۔"

لیڈر نے پوچھا۔ "کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے کہ اس لڑکی نے یہاں آکر اپنی آواز سنائی پھر غائب ہوگئی۔ ایسی حرکت کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟"

"تم باتیں کر رہے ہو۔ مگر فون نہیں کر رہے ہو۔"

"پہلے یہ تو اچھی طرح سوچ لو کہ یہاں ہم دونوں کے خلاف کس قسم کا جال بچھایا جا رہا ہے۔ کیا وہ لڑکی یہ نہیں جانتی ہوگی کہ میں اپنے کامریڈز کو مدد کے لیے بلا سکتا ہوں؟"

"یہ سوچنے سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے۔ مگر پہلے ہماری حفاظت کے لیے مسلح کامریڈز کو تو بلاؤ۔" دراصل میں اس لیڈر کو بحث میں الجھا رہا تھا اور اسے فون کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ لیڈر نے کہا۔ "تم بار بار مجھے فون کرنے کا حکم دے رہے ہو۔ کیا میں تمہارا محکوم اور ماتحت ہوں۔"

ڈی ہاروے نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمہیں حکم نہیں دے رہا ہوں اپنے بچاؤ کے لیے مسلح کامریڈز کو بلانا بہت ضروری ہے۔ یہ ہم دونوں کی زندگی کا سوال ہے جو لڑکی چیتے سے بچ کر ٹارچر سیل سے نکل کر آئی ہے' وہ ضرور فرہاد کی بیٹی ہوگی۔ اس نے تم سے پہلے والے لیڈر کو بری طرح شکست دے کر دوشنبے سے نکالا تھا۔" لیڈر نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "جس لڑکی سے تم اتنا خوف کھا رہے ہو' وہ تمہارے اتنے قریب ہے' جتنی کہ موت ہے۔ ذرا اپنے پیچھے بھی دیکھ لیا کرو۔"

وہ تیزی سے پیچھے کی طرف پلٹا' اسی لمحہ میں ہاتھ پر ٹھوکر لگی۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر ذرا دور فرش پر گرا۔ ڈی ہاروے ایک لڑکی کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔ اس نے فرش پر پڑے ہوئے ریوالور پر چھلانگ لگائی۔ وہاں اوندھے منہ گر کر ریوالور کو پھر اپنی گرفت میں لے لیا۔

ریوالور پکڑنے کے بعد ضروری نہیں ہوتا کہ اسے چلانے کا بھی موقع مل جاتا ہے۔ وہ ریوالور کو تھام کر اپنا ہاتھ نہ اٹھا سکا۔ کیونکہ وہ اچھل کر اس کے ہاتھ پر آگئی تھی۔ وہ اس کے ایک پیر کے نیچے سے ریوالور سمیت ہاتھ نکالنے کے لیے زور لگانے لگا۔ پوری قوت سے ہاتھ کھینچنے کے نتیجے میں ہڈیاں دکھنے لگی تھیں۔ وہ تکلیف سے تلملا کر لیڈر سے بولا۔ "تم تماشا کیا دیکھ رہے ہو۔ اپنے ریوالور سے گولی چلاؤ۔"

لیڈر نے ایک صوفے پر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں کیسے گولی چلاؤں؟ اس لڑکی کا باپ میرے سر پر سوار ہے۔"

ڈی ہاروے ڈھیلا پڑ گیا۔ لڑکی کے ایک پیر کی قوت بتا رہی تھی کہ وہ جمیلہ رازی ہے۔ اور وہ جمیلہ رازی ہے تو پھر فرہاد بھی موجود ہوگا۔ اسی لیے وہ دوست لیڈر دشمن بن کر تماشا دیکھ رہا تھا۔

جمیلہ نے کہا۔ "ڈی ہاروے تم رئیس الکبیر کے محل میں چھپے رہے۔ یہ بات ہمیں بعد میں معلوم ہوئی۔ اسی لیے زندہ سلامت

واپس چلے گئے تھے۔ آج کیسے جاؤ گے؟"

میں نے لیڈر کی زبان سے کہا۔ "تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جاں نثاری کا جذبہ نقش کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی تمہارے دماغ میں آئے، تم اس انگوٹھی کا زہر حلق سے نیچے اتار لوگے، جو تم نے ایک انگلی میں پہنی ہوئی ہے۔"

جمیلہ نے کہا۔ "پاپا! اس کی کم بختی دیکھیے کہ جس انگلی میں انگوٹھی پہنی ہے۔ وہ ہاتھ میرے پاؤں تلے ہے۔"

میں نے پوچھا۔ کیوں ہاروے! مجھے اپنے اندر آنے دو گے؟"

اسے مرجانا پسند تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کے ساتھ ساتھ جان دینا بھی سکھایا گیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ جمیلہ کے پیر کے نیچے ہاتھ کو ذرا بھی حرکت نہیں دے سکے گا تو وہ ذرا کھسک کر سر کو اور منہ کو انگوٹھی کی طرف لے جانے لگا۔ اپنا دوسرا ہاتھ بھی انگوٹھی کی طرف بڑھانے لگا۔ جمیلہ نے دوسرا پاؤں اس کے ایک جبڑے پر رکھ دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہنے لگا۔ جبڑے ٹوٹتے ہوئے سے محسوس ہو رہے تھے۔ ایسی شدید تکلیف کے وقت میں اس کے اندر پہنچ کر بولا۔ "الیکٹرونک مقفل تجوریاں کھول لی جاتی ہیں۔ تمہارے دماغ کے دروازے کو کھولنے میں بھی دیر نہ لگی۔"

میں نے اس کے اندر زلزلہ سا پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ جمیلہ نے جھک کر ریوالور کو اٹھایا پھر اس کی انگلی سے زہریلی انگوٹھی نکال لی۔ اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا اس کے باوجود اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اسے اور اذیت ملے۔ اتنی اذیتیں ملے کہ وہ مرجائے پھر فرہاد کو اس کا مردہ دماغ ملے۔

جمیلہ نے اسے چھوڑ کر لیڈر کو قابو میں کرلیا تھا۔ کیونکہ اب میں ہاروے کے اندر تھا اور اس کے چور خیالات سے معلوم کر رہا تھا کہ وہ کس طرح اس طیارے کے پائلٹ اور ایک فوجی افسر سے رابطہ کرتا ہے، جو کمیونسٹوں کی مدد کے لیے ڈھیر سارا اسلحہ لے کر آرہے تھے۔ میں نے ان کے کوڈ ورڈز بھی معلوم کیے۔ پھر اس سے کہا۔ "تم مرجانے کے لیے بہت بے چین ہو۔ لوگ زندگی کی بھیک مانگتے ہیں۔ تم کیا مانگو گے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا "میں موت کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ مجھے موت دے دو مجھے چھوڑ دو۔ میرے خیالات نہ پڑھو۔ مجھے مرجانے دو۔ میرے اندر سے چلے جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "جمیلہ! دشمن ہمیشہ موت دیتا ہے۔ مگر یہ دشمن موت مانگ رہا ہے۔ اس کی آخری خواہش پوری کردو۔"

جمیلہ نے اپنا ایک پاؤں اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق پر رکھ کر دبادیا۔ وہ موت کی آخری ہچکی بھی نہ لے سکا۔ اس کا دم نکل گیا۔ میں نے کہا "اب اس لیڈر کو قابو میں رکھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں طیارے کے ایک فوجی افسر کے پاس آیا۔ وہاں پائلٹ کے علاوہ دو افسران اور ان کے چار ماتحت فوجی تھے۔ میں نے باری باری ان سب کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ ہم میں سے کوئی ان کے اندر پہنچ سکتا ہے اس لیے ہاروے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد ان سے باتیں کرتا تھا۔

پتا چلا کہ جدید اسلحے سے بھرا ہوا طیارہ سمندر پر سے پرواز کر رہا ہے۔ اگر اسے تباہ کیا جائے تو کسی ملک کی آبادی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

میں ایک ماتحت فوجی جوان کو کچن میں لے گیا۔ وہاں کھانا گرم رکھنے کے لیے چولہا جل رہا تھا۔ میں اس ماتحت کے ذریعے چولہے کی آگ طیارے کے پردوں اور سیٹوں کے کپڑوں میں لگانے لگا۔ دو افسران اور تین ماتحتوں نے اپنی جگہ سے اچھل کر آگ لگانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے کہا۔ "گدھے کے بچے! یہ کیا کر رہے ہو۔ اس طیارے میں گولہ بارود کا ذخیرہ ہے۔"

ماتحت نے گن سیدھی کرکے اپنی طرف آنے والوں پر گولیاں چلادیں۔ فائرنگ کے نتیجے میں تین مرگئے۔ دو نے چھپ کر جان بچائی۔ ایک افسر نے اس ماتحت کو گولی ماردی۔ اس کا دماغ مردہ ہوا تو میں گولی مارنے والے افسر کے دماغ پر مسلط ہوگیا۔ وہ چاقو سے دوسری سیٹوں کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر آگ بڑھانے لگا۔ آگ اب طیارے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی تھی۔ پائلٹ چیخ کر پوچھ رہا تھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ فوراً آگ بجھاؤ۔ ورنہ ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔"

مگر پانی سر سے گزر چکا تھا وہ طیارہ پوری طرح آگ کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ پھر دھماکے ہونے لگے۔ طیارے کے پرخچے اڑنے لگے۔ اس کے ٹکڑے دور تک فضاؤں میں اڑتے ہوئے، سمندر میں جاکر ڈوب رہے ہوں گے۔ میں یہ سب کچھ دیکھنے کے لیے اب کسی کے مردہ دماغ میں نہیں رہ سکتا تھا۔

میں نے ایرانی ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ہیلی کاپٹر اسی جگہ لے جاؤ۔ جمیلہ اب کرگان ٹیوب واپس جائے گی۔"

پھر میں نے جمیلہ کے پاس آکر کہا۔ "اسلحے سے بھرا ہوا طیارہ یہاں آدھی رات کو پہنچنے والا تھا، اسے میں نے تباہ کردیا ہے۔ میں لیڈر کے دماغ پر مسلط رہوں گا۔ تم اس کی گرل فرینڈ بن کر اس کی گاڑی میں وہیں جاؤ۔ تمہارے لیے اسی جگہ ہیلی کاپٹر آرہا ہے۔"

جمیلہ نے ہدایات پر عمل کیا۔ واپسی نہایت آسان تھی۔ کوئی دشمن نہیں جانتا تھا کہ کسی کاٹیج میں ایک امریکی ایجنٹ ڈی ہاروے مردہ پڑا ہوا ہے۔ کسی نے جمیلہ کا راستہ کہیں نہیں روکا۔ وہ لیڈر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر شہر کے باہر چلی آئی۔ راستے میں تمام کامریڈز ان دونوں کو سیلوٹ کرتے رہے۔

جب وہ طیارے میں سوار ہو کر دور نکل گئی تو میں نے لیڈر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ "میں یہاں کیسے چلا آیا؟ میں تو کاٹیج کے اندر اس لڑکی کو

دیکھ رہا تھا، جس نے امریکی ایجنٹ کو چیونٹی کی طرح مسل دیا تھا اور میں اس کے خلاف کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔"

اس نے گاڑی کے ڈیش بورڈ میں سے موبائل فون نکالا پھر اپنے ماتحت سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا۔ "یہاں فرہاد علی تیمور اپنی بیٹی کے ساتھ پہنچا ہوا ہے۔ انہوں نے گرین کاٹیج میں امریکی ایجنٹ کو مار ڈالا ہے۔ تم سپر ماسٹر سے ہاٹ لائن پر رابطہ کرو اور ایجنٹ کی موت کی اطلاع دو۔"

ماتحت کی آواز آئی۔ "آل رائٹ کامریڈ! میں ابھی رابطہ کر رہا ہوں۔"

میں اس ماتحت کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ہاٹ لائن کے ذریعے رابطہ کر رہا تھا۔ جلد ہی سپر ماسٹر کے نائب کی آواز سنائی دی۔ ماتحت نے کہا۔ "میں کمیونسٹ لیڈر کا رائٹ ہینڈ تاجکستان کے شمالی شہر خوجنت سے بول رہا ہوں۔ ایک بری خبر ہے۔ سپر ماسٹر سے رابطہ کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد سپر ماسٹر نے فون پر پوچھا۔ "ہیلو۔ کون سی بری خبر سنانا چاہتے ہو؟"

وہ بولا۔ "یہاں ہمارے شہر میں فرہاد اپنی بیٹی کے ساتھ پہنچا ہوا ہے۔ انہوں نے آپ کے ایجنٹ جان ایبل (ڈی ہاروے) کو مار ڈالا ہے۔"

"کیا؟" سپر ماسٹر نے بے یقینی سے کہا۔ "نہیں نہیں، ہاروے نہیں مرسکتا۔"

"جناب! آپ کس ہاروے کی بات کر رہے ہیں۔ میں آپ کے ایجنٹ جان ایبل کی موت کی خبر سنا رہا ہوں۔"

سپر ماسٹر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ جلدی سے بولا۔ "ہاں اس کا نام جان ایبل تھا۔ کیا فرہاد خود بھی وہاں موجود ہے یا صرف اس کی بیٹی ہے؟"

"ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ کچھ لوگوں نے اس کی بیٹی کو دیکھا ہے۔ اس نے بڑی تباہی مچائی ہے۔ مگر اب نظر نہیں آرہی ہے۔ شاید ہمارے کامریڈ لیڈر نے فرہاد کو بھی دیکھا ہو۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "ہیلو سپر ماسٹر! میں اس بیچارے کی زبان سے فرہاد بول رہا ہوں۔ یہ بیچارہ تمہیں ایک بری خبر سنانا چاہتا تھا۔ میں چار بری خبریں سنا رہا ہوں۔ تمہاری تین انگوٹھیاں ٹوٹ کر ضائع ہوگئیں۔ تمہارے تھری ڈی کسی ایک انگوٹھی کو استعمال کیے بغیر میرے اور جمیلہ کے ہاتھوں جہنم میں پہنچ گئے ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میں ایک کی موت کا یقین کرلوں گا۔ مگر تینوں نہیں مرسکتے۔ وہ بہت محتاط ہیں اور تمہاری چالوں کو سمجھتے رہتے ہیں۔"

"ان تینوں سے فون پر رابطہ کروگے تو یقین آجائے گا۔ ابھی ریسیور نہ رکھنا۔ چوتھی بری خبر بھی سن لو۔ وہ اسلحے سے بھرا ہوا طیارہ بحر اٹلانٹک میں تباہ ہوچکا ہے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ ہمارا وہ طیارہ تباہ نہیں ہوسکتا۔ ہمارے تھری ڈی نہیں مرسکتے ہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کروں گا۔"

"رابطہ کرنے کے بعد حقیقت سمجھ میں آجائے تو اپنی ٹرانسفارمر مشین سے کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حرام موت مرنے کے لیے پیدا کرلینا۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جیسا کہ پہلے بیان کرچکا ہوں۔ میں نے پچھلے دنوں ایسی چالیں چلی تھیں کہ تھری ڈی کے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے سپر ماسٹر کو یہ رپورٹ دی تھی کہ ان کے موبائل فون کی بیٹری ڈاؤن ہوچکی ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا تھا کہ اس کا موبائل فون کہیں رہ گیا ہے۔ لہٰذا ڈی ہاروے نے سپر ماسٹر کو ڈی مورا اور ڈی کرین کے جو نئے موبائل فون کے نمبر دیے تھے وہ میرے ہی فون کے تھے، جو میں نے ہاروے کو نوٹ کرائے تھے۔

سپر ماسٹر کو کمیونسٹ لیڈر اور اس کے ماتحتوں کے ذریعے یہ یقین ہوگیا تھا کہ ڈی ہاروے مارا گیا ہے۔ باقی دو کے بارے میں تصدیق کرنے کے لیے اس نے پہلے ڈی مورا کے نئے موبائل نمبر ڈائل کیے۔ میرے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ میں نے اسے آن کرکے ڈی مورا کی آواز میں کوڈ ورڈز ادا کیے۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ تھینکس گاڈ کہ تم زندہ ہو۔ وہ فرہاد بکواس کر رہا تھا کہ تمہیں قتل کردیا گیا ہے۔"

"سر! وہ بکواس نہیں کر رہا تھا۔ قصہ یوں ہے کہ میں نے شہر کرگان ٹیوب میں پناہ لی تھی۔ وہاں میں نے اس بندر آدمی کو دیکھا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ غیر معمولی سماعت کے ذریعے آوازیں سن لیتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں میری آواز نہ سن لے۔ میں فوراً ہی وہ شہر چھوڑ کر اس سے دور جانے کے لیے باہر آیا۔ پھر اپنی ایک کرائے کی کار میں بیٹھنا چاہتا تھا۔ مگر ایک لڑکی نے میرا راستہ روک لیا۔ میری زہریلی انگوٹھی والی انگلی کو اس طرح گرفت میں لیا کہ میں بے بس ہوگیا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "بات مختصر کرو۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ فرہاد کی بیٹی جمیلہ بھی اس بندر آدمی کی طرح غیر معمولی جسمانی قوتوں کی حامل ہے۔ اس نے مجھے مار ڈالا ہے۔ میں مرچکا ہوں۔ سر!"

سپر ماسٹر نے گرجتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو؟ مرچکے ہو تو مجھ سے گفتگو کیسے کر رہے ہو؟"

میں نے اپنی اصلی آواز میں کہا۔ "تم میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے تھے۔ اور میں اس سے پہلے بھی ڈی مورا کی آواز میں تم سے باتیں کرچکا ہوں۔ لہٰذا ہاروے کے بعد ڈی مورا کی موت کا یقین کرلو اور ڈی کرین کی خبر لو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے اس دوسرے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا، جس پر میں ڈی کرین کی آواز میں بولا کرتا تھا۔ میں نے فون کا بٹن دبا کر اسے آن کرتے ہوئے ڈی کرین کے مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے۔ سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا تم واقعی ڈی کرین ہو؟"

"کیا آپ میرے کوڈ ورڈز اور آواز سے نہیں پہچان رہے ہیں۔ مگر ایک بری خبر ہے کہ آئندہ میں علما کے دماغوں میں جا کر ان کے ذریعے مسلمانوں کو آپس میں لڑا نہیں سکوں گا۔"

"ایسی کیا بات ہوگئی ہے؟ کوئی مشکل آڑے آگئی ہے کیا؟"

"جی ہاں، بہت بڑی مشکل ہے کہ میں خیال خوانی نہیں کرسکوں گا۔"

"کیوں نہیں کرسکو گے؟"

"اس لیے کہ میرے پاس دماغ نہیں رہا ہے۔ دماغ اس لیے نہیں رہا ہے کہ میرا جسم فنا ہوچکا ہے۔ میں مرچکا ہوں سر!"

سپر ماسٹر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! تم ڈی کرین کی آواز میں بول رہے ہو۔ سچ بتاؤ۔ تم فرہاد ہو؟"

"ہاں، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میں نے چار بری خبریں سنائی تھیں۔ اب جاؤ اور چوتھی خبر کی تصدیق کرلو۔"

میں نے فون بند کردیا اور انتظار کرنے لگا۔ میری توقع کے مطابق پھر سپر ماسٹر نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا۔ "فرہاد علی تیمور! تم ہمیشہ حد سے بڑھتے رہے اور ہم تمہارے ہاتھوں سے بے انتہا نقصانات اٹھاتے رہے۔ لیکن اب میں سپر ماسٹر ہوں۔ تم نے میرے دور میں تھری ڈی کو مار ڈالا۔ اسلحے سے بھرے ہوئے جہاز کو کہیں گم کردیا۔ ہمارا اس جہاز والوں سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ ثانی اور علی نے مائیک ہرارے جیسے شاطر کو قاہرہ سے بھاگنے پر مجبور کیا اور پارس نے ہمارے ایک زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی کروسو کو اپنے قابو میں کرلیا ہے۔ بس بہت ہوچکا۔ میں نے تمہارے طریقۂ کار کو بڑی حد تک سمجھ لیا ہے۔ اب میں ایسی جوابی کارروائی کروں گا کہ تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے فون بند کردیا۔ میں نے مسکرا کر اپنے خاموش فون کو دیکھا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے چیلنج کرنے والا ابھی انگاروں پر لوٹ رہا ہوگا۔

○☆○

داؤد منڈولا کے جو برے دن آئے تھے، وہ گزر نہیں رہے تھے۔ ہر گھڑی ہر دن مصائب میں اضافہ ہورہا تھا۔ ایسے حالات سے کسی قصے کہانی کا کردار گزرے۔ یا کہانی پڑھنے والا خود گزرے، اسے یہ عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ بعض حالات میں طاقت اور غیر معمولی علم کی بھی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی۔ داؤد منڈولا مملکت اسرائیل کا بے تاج بادشاہ تھا۔ خفیہ یہودی تنظیم کا پُراسرار باس تھا۔ مگر قاہرہ سے اسکندریہ اور پھر نیویارک پہنچ کر دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا تھا۔

اسے اندیشہ تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ پر قبضہ نہ جمالے۔ اسی لیے وہ اسپتال سے بھاگ گیا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ جب شلپا کے دماغ سے تنویمی عمل کا توڑ کیا جائے گا تو یہ بھید کھل جائے گا کہ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہم سفر نے اس پر عمل کیا تھا۔ اور یہ بھی رائے قائم کی جائے گی کہ وہ عمل کرنے والا ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسی لیے طیارے میں بیٹھے ہی بیٹھے اس نے شلپا پر عمل کیا تھا۔

واقعی ثانی نے یہی کچھ معلوم کیا تھا اور علی نے کہا تھا۔ "اگر شلپا کا ہم سفر پرل ہائیڈ (منڈولا) ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو میں اسے پکڑ کرلاؤں گا اور اس کی اصلیت معلوم کروں گا۔"

علی نے معلوم کیا کہ اس زخمی پرل ہائیڈ کو ایئرپورٹ سے کس اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ پھر اس اسپتال میں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ زخمی وہاں سے فرار ہوگیا ہے۔ اس نے ثانی کے پاس آکر کہا۔ "وہ اسپتال میں نہیں ہے اس نے طیارے میں خیال خوانی کے مظاہرے دیکھے ہوں گے اور خود کو چھپاتا رہا ہوگا۔ نیویارک پہنچتے ہی موقع پاکر کہیں گم ہوگیا ہے۔"

ثانی نے کہا۔ "اس سلسلے میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟ دوسرے یہ کہ وہ ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کیوں چھپتا رہا؟ پھر یہ کہ اس کا سر بری طرح زخمی ہے۔ پٹی ضرور بندھی رہے گی۔ یہ اس کی پہچان ہے۔ وہ اپنا سر کہاں چھپاتا پھرے گا؟"

علی نے کہا۔ "اگر وہ سکھ مذہب والوں کی طرح پگڑی نہ باندھے اور داڑھی مونچھیں نہ لگائے تو جلد ہی گرفت میں آجائے گا۔ تم شلپا کے خیالات پڑھ کر معلوم کرو کہ وہ طیارے میں کہاں سے سوار ہوا تھا۔"

ثانی نے چونک کر کہا۔ "میں نے معلوم کیا تھا۔ وہ ہماری طرح اسکندریہ سے آیا ہے۔ اگر وہ خاص طور پر ہم سے چھپ رہا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ وہ داؤد منڈولا ہے۔"

"پھر تو بڑے مقدر والا ہے۔ یہ دوسری بار ہم سے بچ کر نکلا ہے۔ میری تدبیر پر عمل کرو۔ ہم اس شیطان کو ضرور پکڑ لیں گے۔"

"تم بتاؤ۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

ایک سیدھی سی بات ہے۔ داؤد منڈولا نے ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ پھر سپر ماسٹر وغیرہ کو دھوکا دے کر ان سے چھپتا پھر رہا ہے۔ پھر ایک منڈولا تا ی ڈی کو اسرائیل میں رکھا ہے۔ پتا نہیں کیسے کیسے چکر چلا رہا ہے۔ تم یہاں شی تارا کا رول ادا کرنے آئی ہو۔ سپر ماسٹر سے کہو کہ ان کا مفرور منڈولا یہاں پرل ہائیڈ کے نام سے آیا ہے۔ اس کی پہچان بھی بتا دو۔ پھر پورے امریکا کی پولیس اور فوج اس کے پیچھے پڑجائے گی۔"

شی تارا ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں پوجا کو اپنی چھوٹی بہن کی طرح چاہتی ہوں۔ انہوں نے میری ماں پر بھی عمل کرکے انہیں مجھ سے بدظن کردیا ہے۔ علی بھائی مجھے مشورہ دیں کہ میں نے ان دونوں کو ان سے کیسے نجات دلاؤں؟"

علی نے کہا۔ "کل تک صبر کرو۔ کل مائیک ہرارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔ تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں پاپا کے ساتھ موجود رہیں گے۔ مشین کے اس خفیہ اڈے میں بہت سے اہم فوجی افسران کے اندر جانے کا موقع ملے گا۔ ان کے ذریعے معلوم ہوگا کہ ماں جی اور پوجا کو کہاں رکھا گیا ہے۔ ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہونے کے بعد ہی ہم کچھ کرسکیں گے۔"

شی تارا کے پاس مائیک ہرارے کے موبائل فون کا نمبر تھا۔ ثانی نے شی تارا بن کر اس سے رابطہ کیا۔ لیکن مائیک ہرارے کو آرمی ہیڈ کوارٹر کے بنگلے میں نظر رکھنے کے بعد اس کا فون بھی لے لیا گیا تھا۔ وہ موبائل فون ایک اعلیٰ فوجی افسر کے پاس تھا۔ اس نے بٹن آن کرکے پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟ کوڈ ورڈز پلیز۔"

ثانی نے کہا۔ "تم سب پر بجلی گرانے کے لیے کوڈ ورڈز کی جگہ اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ میں شی تارا ہوں اور پارس کے ساتھ تمہارے سروں پر پہنچ گئی ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ثانی نے پوچھا۔ "کیا سانپ سونگھ گیا ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں اب تم اپنی ماں اور بہن پوجا کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں پریشان کروگی۔"

"کوشش کروں گی کہ تمہارا بلڈ پریشر ہائی نہ ہو اور میں کوئی فساد پھیلائے بغیر اپنا کام کرکے چلی جاؤں۔ فی الوقت تمہیں ایک اہم اطلاع دینا چاہتی ہوں۔ داؤد منڈولا جسے تم لوگوں نے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے، وہ آج کل نیویارک میں ہے۔ وہ پرل ہائیڈ کے نام سے آیا ہے۔ طیارہ اغوا کرنے والوں میں سے ایک نے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ سر بری طرح زخمی ہے۔ پٹی بندھی رہتی ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اعلان کرا دو کہ ایسا کوئی زخمی کسی ڈاکٹر یا کمپاؤنڈر کے پاس آئے یا کسی کے ہاں پے اِنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنا چاہے تو فوراً متعلقہ شعبوں کے افسران کو اطلاع پہنچائی جائے۔"

"تم منڈولا کے بارے میں اطلاع فراہم کررہی ہو۔ تمہیں اس کی گرفتاری سے دلچسپی کیوں ہے؟"

ثانی نے کہا۔ "کوئی کسی کے ملک میں یا گھر میں آتا ہے تو باہر سے تحفہ لے کر آتا ہے۔ میں تمہارے ملک میں داؤد منڈولا کو تحفے کے طور پر پیش کررہی ہوں۔"

"باتیں بنانے میں تم لوگوں کا جواب نہیں ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتیں کہ تم ہمارے ذریعے منڈولا تک پہنچوگی۔ پھر اسے اپنی گرفت میں لے کر اپنی ماں جی اور پوجا کا تبادلہ اس سے کرنا چاہو گی۔"

"تم لوگ بہت چھوٹی باتیں سوچتے ہو۔ بڑی بات یہ ہے کہ میں تبادلہ نہیں کروں گی۔ تینوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ تم نے میرے تحفے کی قدر نہیں کی۔ اس لیے منڈولا کو واپس لے جانا ہی ہوگا۔"

"کیا تمہیں یہ خوش فہمی ہے کہ تم یہاں سے واپس جاسکو گی۔"

"کیا تم یہ نہیں بھول رہے ہو کہ پارس میرے ساتھ ہے؟ ہوا کو کسی نے مٹھی میں پکڑا ہو تو پہلے پارس کو پکڑنا۔ نہ پکڑ سکے تو اس کی خوشبو شی تارا کو کیسے پکڑو گے؟"

ثانی فون پر شی تارا بن کر باتیں کررہی تھی اور شی تارا اس فوجی افسر کے اندر پہنچ گئی تھی۔ امریکا اور یورپ کے خواص اور عوام شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں۔ تفریح کے اوقات میں اسے مشروب کی طرح نوش کرتے ہیں وہ افسر بھی شی تارا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکا اس لیے کہ ہر رات پینے کا عادی تھا۔

وہ فون پر بات کرنے کے دوران سوچ رہا تھا کہ اس نے فون پر شی تارا سے گفتگو کرکے غلطی کی ہے۔ وہ ضرور اس کے اندر پہنچ گئی ہوگی۔ فون کا رابطہ ختم ہوگیا تھا اور اب وہ خاموش رہ کر خلا میں تکتے ہوئے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کی احمقانہ کوشش کررہا تھا۔ احمقانہ کوشش اس لیے تھی کہ نشہ کرنے والوں کے دماغ کبھی حساس نہیں ہوتے۔ وہ اپنے دل کو تسلیاں دینے لگا کہ اس کے اندر کوئی نہیں ہے۔

اس نے فون پر سپر ماسٹر سے رابطہ کیا۔ پھر اسے شی تارا سے ہونے والی گفتگو کی تفصیلات بتائیں..... سپر ماسٹر نے اس سے رابطہ ختم کرکے اپنے چند اہم فوجی اعلیٰ افسران میں سے ایک سے رابطہ کرکے پوچھا۔ "مائیک ہرارے کا موبائل فون جنرل جانسن کے پاس کیسے رہ گیا ہے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ شی تارا نے اس فون پر جنرل جانسن سے گفتگو کی تھی۔ اور یہ جنرل نہ تو یوگا کا ماہر ہے اور نہ ہی حساس دماغ رکھتا ہے۔ کیونکہ شراب پیتا ہے۔ شی تارا اس کے اندر موجود ہوگی۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ تو بہت برا ہوا۔ شی تارا اس کے ذریعے ہمارے آرمی ہیڈ کوارٹر کے راز معلوم کرلے گی۔"

"آپ اسے فوراً ہیڈ کوارٹر کے باہر بھیج کر کسی بنگلے میں نظربند رکھیں۔ پھر وہ شی تارا کا آلۂ کار بننے کے باوجود بنگلے کی چار دیواری سے باہر نہیں نکل سکے گا۔"

"آل رائٹ۔ میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے دوسرے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرکے کہا۔ "شی تارا اور پارس ہمارے ملک میں پتا نہیں کب سے پہنچے ہوئے تھے۔ ان کی موجودگی سے جیسے نقصانات پہنچنے کا احتمال ہے، ان سے ہمیں نمٹنا ہی ہوگا لیکن ان سے ایک اہم اطلاع ملی ہے کہ داؤد منڈولا یہاں پرل ہائیڈ کے نام آیا ہوا ہے۔ نیویارک اور دوسرے چھوٹے

بڑے علاقوں کی فوراً ناکا بندی کرائی جائے۔ منڈولا زخمی ہے۔ اس کے سر پر پٹی باندھی ہوئی ہے۔ وہ مزید مرہم پٹی کے لیے کسی بھی کلینک میں یا کسی ڈاکٹر کمپاؤنڈر کے پاس جاسکتا ہے۔ کسی ہوٹل یا مکان میں پے اِنگ گیسٹ کی حیثیت سے پناہ لے سکتا ہے۔ لہٰذا اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کوئی جگہ نہ چھوڑی جائے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ داؤد منڈولا دراصل یہودی نہیں ہے۔ یہ ہمارا یہودی جان لیس ہے۔ منڈولا نے اپنی موت سے پہلے بڑی چالاکی سے اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ اسے جان لیس عیسائی سے داؤد منڈولا یہودی بنادیا تھا۔ اب ہم اسے گرفتار کرکے دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر اسے عیسائی جان لیس بنادیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی کہ منڈولا ہمارا ہی آدمی جان لیس ہے۔ ہم مشین کے ذریعے اس کی جان لیس والی شخصیت واپس لائیں گے۔ لیکن منڈولا کی مکاریاں اس کے ذہن میں محفوظ رکھیں گے۔"

ایسے منصوبے کے ساتھ ہی منڈولا کی تلاش شروع ہوگئی ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات وغیرہ کے ذریعے پورے ملک میں اعلانات ہونے لگے کہ اسکندریہ سے جو شخص پرل ہائیڈ کے نام سے نیویارک آیا ہے' اس کے سر پر خاصی گہری چوٹ ہے۔ وہ اسپتال سے فرار ہوگیا ہے۔ سر پر چوٹ والے مشکوک افراد کا علاج کوئی ڈاکٹر یا کمپاؤنڈر نہ کرے اور کسی بھی میڈیکل اسٹور سے اسے دوائیں نہ دی جائیں۔ بلکہ فوراً قریبی پولیس اسٹیشن میں ایسے زخمی سر والے کی اطلاع دی جائے اور جب تک پولیس یا فوج نہ پہنچے تب تک اسے پکڑ کر کہیں بند رکھا جائے۔

منڈولا کے سر کی مرہم پٹی ثانی نے فرسٹ ایڈ کے یعنی پہلی طبی امداد کے طور پر کی تھی۔ باقاعدہ دوائیں اور انجکشن وغیرہ کے ذریعے اس کا علاج نہیں کیا گیا تھا۔ یہ علاج اسپتال میں ہوسکتا تھا۔ لیکن وہ وہاں سے بھاگ آیا تھا۔ وہ ایک منٹ کے لیے بھی نیویارک میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے پاس کافی رقم تھی۔ اس نے ایک سستی سی کار خریدلی اور اسے ڈرائیو کرتا ہوا نیویارک شہر سے نکل کر فلاڈلفیا کی طرف جانے لگا۔ وہاں سے وہ واشنگٹن جانا چاہتا تھا۔ اس نے بڑی مکاری سے یہ سوچا تھا کہ اگر اس کا بھید کھل جائے گا تو کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ جہاں آرمی ہیڈ کوارٹر ہے اور جہاں ثانیہ [illegible] جاتے رہتے ہیں وہیں وہ بھاگ کر پناہ لینے آئے گا۔

اس نے اپنے طور پر بہت اچھی چال سوچی تھی۔ لیکن وہ پورے یقین کے ساتھ نہیں جانتا تھا کہ طیارے میں فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور وہ بھی کوئی غیر متوقع چال چل سکتے ہیں۔ نیویارک سے نکل کر اس نے کار کا ریڈیو آن کرکے سنا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ سپر ماسٹر کو اور وہاں کی فوج کو معلوم ہوچکا تھا کہ وہ یعنی داؤد منڈولا امریکا میں پرل ہائیڈ کے نام سے آیا ہے۔ اور اب ہر علاقے اور ہر راستے کی ناکہ بندی کرکے ایسے شخص کو تلاش کیا جارہا ہے جس کا سر زخمی ہے۔

وہ ریڈیو کے ذریعے یہ بھی معلوم کررہا تھا کہ کسی ڈاکٹر کے پاس دواخانے میں یا میڈیکل اسٹور میں جائے گا تو وہاں بھی پہچانا جائے گا اور پکڑا جائے گا۔

اس نے فلاڈلفیا جانے والا راستہ بدل دیا۔ کسی چھوٹی آبادی کی طرف جانے لگا۔ عقل کہہ رہی تھی کہ اسے گرفتار کرنے والے پہلے ہائی وے اور بڑے شہروں کی ناکہ بندی کریں گے۔ اتنی دیر میں وہ کسی ایسی جگہ پہنچ جائے گا' جہاں دشمن نہیں پہنچ سکیں گے۔

سر کا وہ زخم اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ زخم تو پریشان کرتا ہی ہے۔ لیکن اس کے سر کا زخم ایک پہچان بن گیا تھا۔ وہ زخم سے پٹیاں کھول کر پھینک چکا تھا۔ اب دور سے پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ لیکن قریب سے گہرے زخم اور سر پر جگہ جگہ جمے ہوئے خون کی کھرنڈ ایسی تھی کہ وہ دشمنوں سے چھپ نہیں سکتا۔

وہ دل ہی دل میں سونیا ثانی کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس سے قاہرہ کے ایک ہوٹل میں ٹکرانے کے بعد ہی سے اس پر مصیبتیں نازل ہورہی تھیں۔ اگر وہ خیال خوانی کرنے کے قابل ہوتا تو ضرور اس سے دماغی رابطہ کرکے پوچھتا کیا اب بھی وہ اس کے پیچھے پڑی ہے؟ آخر یہ سپر ماسٹر کو اس ملک میں اس کی موجودگی کا علم کیسے ہوگیا؟

اسے چہرے اور آواز سے کون منڈولا کی حیثیت سے پہچان سکتا تھا۔ ایک ثانی ایسی تھی' جس سے خطرہ رہتا تھا۔ اُس نے سوچا اگر طیارے میں شلپا کو ٹائلٹ میں لے جانے والی ثانی تھی تو پھر اسی نے شلپا کو ٹائلٹ میں اذیت دیکر یہ حقیقت معلوم کی ہوگی کہ وہ ہندو عورت ایک مسلمان ضمیر فروش سیاستدان کی مسلمان بیوی بننے آئی ہے۔

منڈولا نے سوچا' نیویارک پہنچ کر شلپا کے دماغ سے تنویمی عمل کا توڑ کرنے کے بعد یہ معلوم کیا گیا ہوگا کہ اُس کے ہم سفر پرل ہائیڈ نے اُس طیارے میں بیٹھے ہی بیٹھے اُس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اِس طرح کا تنویمی عمل صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے کرسکتے ہیں۔ لہٰذا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پرل ہائیڈ نہیں ہے۔ وہ داؤد منڈولا ہوسکتا ہے اور اِس کی تصدیق کرنے کے لیے ثانی نے پورے امریکا کی پولیس اور فوج کو اُس کے پیچھے لگا دیا ہے۔

اب وہ موٹی عقل سے بھی سمجھ سکتا تھا کہ ثانی اس کے لیے بلائے جان بن گئی ہے۔ وہ محض قاہرہ میں اس کے پیچھے نہیں تھی۔ اسکندریہ میں بھی اس کے ساتھ طیارے میں سوار ہوئی تھی اور اب یہ بات پوشیدہ نہیں رہی کہ ثانی' فرہاد اور اُس کے خیال خوانی کرنے والے دوسرے ساتھی اُن ایم آئی ایم کے مجاہدین کا ساتھ دے رہے تھے اور طیارے کے اغوا کے مقاصد کو کامیاب بنارہے تھے۔

وہ سوچ رہا تھا اور ڈرائیو کرتا ہوا ایسے راستے بدل رہا تھا' جن راستوں سے کوئی بھولا بھٹکا مسافر یا کوئی ضرورت مند شخص ہی گزر سکتا تھا۔ اس لیے وہ تقریباً تین سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا۔ وہاں صرف ایک مکان اور مویشیوں کا فارم نظر آرہا تھا۔ چھت کی چمنی سے نکلنے والے دھوئیں سے ظاہر ہورہا تھا کہ اس مکان میں کچھ لوگ رہتے ہیں۔

پتا نہیں کتنے لوگ ہوں گے۔ وہاں بھی شامت آسکتی تھی۔ منڈولا کو اب اپنے نصیب پر بھروسا نہیں رہا تھا۔ وہ جہاں جارہا تھا وہاں بُرے حالات پیش آرہے تھے مگر ہزار کم بختی کے باوجود جینا پڑتا ہے اور جینے کے سو جتن کرنے پڑتے ہیں۔ اس نے اُس پہاڑی مکان سے نصف میل کے فاصلے پر جھاڑیوں کے پیچھے کار چھپادی۔ پھر اپنی جیبوں میں کرنسی اور کارتوس ٹھونس کر ایک گن لے کر چھپتے ہوئے مکان کے قریب جانے لگا۔

فارم میں بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔ ایک اصطبل میں گھوڑا تھا۔ وہ مکان کے قریب پہنچ کر زمین پر لیٹ گیا اور اوندھے منہ لیٹے ہی لیٹے رینگتے ہوئے اور قریب جانے لگا۔ اندر سے ریڈیو کے ذریعے موسیقی سنائی دے رہی تھی' کوئی انسانی آواز نہیں تھی۔

پھر ایک کتے کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ مکان سے بہت دور کہیں گیا ہوا تھا اور اب واپسی میں ایک اجنبی کو دیکھ کر دوڑتا چلا آرہا تھا۔ اسے کہتے ہیں شامت' وہ چھپنے کے باوجود چھپ نہیں پارہا تھا۔ کتے نے بڑی دور سے اسے دیکھ لیا تھا۔ اب بھلائی اسی میں تھی کہ اسے قریب آنے سے پہلے گولی ماردی جائے۔

اس نے کتے کا نشانہ لیا لیکن نظریں دھندلانے لگیں۔ سر کے زخم کو ابتدائی طبی امداد کے علاوہ اور کوئی اثر انگیز دوائیں اور انجکشن نہیں ملے تھے۔ زخم بڑھ رہا تھا۔ تکلیف بھی بڑھ رہی تھی۔ تکلیف کی شدت کے باعث سر چکرا رہا تھا اور نظریں دھندلا رہی تھیں۔ وہ ٹریگر پر انگلی رکھ کر گولی نہ چلا سکا۔ ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ وہ بدحال ہوکر زمین پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ پھر کیا دوست اور کیا دشمن؟ کیا زندگی اور کیا موت؟ وہ سب کچھ بھول کر اپنے وجود سے غافل ہوگیا۔

اسرائیل کا بے تاج بادشاہ مٹی کے کیڑے کی طرح پڑا تھا۔ آدھی جان جیسے نکل چکی تھی۔ کوئی اس کیڑے کو روند دیتا تو باقی آدھی جان بھی نکل جاتی۔ پھر کہاں کی بادشاہت؟ کہاں کی طاقت اور عظمت! سب کچھ خاک میں مل جاتا۔ آخر انسان بھی تو خاک کا کیڑا ہے' خاک ہی میں جاتا ہے۔

جب اُس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک آرام دہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اسے تو کسی جیل یا ٹارچر سیل میں ہونا چاہیے تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ آرام سے لیٹا ہوا ہے اور اُس کے سر پر نئی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اس نے کمرے کے در و دیوار کو دیکھا۔ وہ لکڑی کے تختوں سے بنائے گئے تھے۔ ایک دیوار پر شیر کی کھال ٹنگ رہی تھی اور کھال کے اوپر غراتے ہوئے چیتے کا مُردہ سر یہ سمجھا رہا تھا کہ اس مکان کا مکین زبردست ہے۔ شیر کا شکار کرتا ہے۔ اُس کے سامنے منڈولا جیسے انسان کی بھلا کیا اہمیت ہوگی۔

آتش دان کے پاس ایک مرد اور عورت کی تصویر رکھی ہوئی تھی۔ دونوں اسے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ منڈولا کو ایسا لگا جیسے وہ دونوں ایک شکار کو پھانس کر فاتحانہ انداز میں مسکرا رہے ہوں۔ اسے فوراً اپنی گن' کارتوس اور کرنسی یاد آئیں۔ اس نے کمبل کے اندر اپنے لباس کو ٹٹولا۔ پتا چلا کہ اپنا لباس ہی نہیں ہے۔ کسی دوسرے نے اپنا لباس پہنایا ہے۔

اُس کا اپنا سب کچھ غائب ہوچکا تھا۔ اسے پرایا لباس اور پرایا مکان پناہ حاصل کرنے کے لیے مل گیا تھا۔ شاید اِس مکان والوں نے ریڈیو اور ٹی وی سے نشر ہونے والی خبریں نہیں سنی تھیں اور نہ ہی اخبارات پڑھے تھے۔ ورنہ معلوم ہوجاتا کہ وہ یہودی داؤد منڈولا ہے اور اسے پولیس یا فوج کے حوالے کرنا چاہیے۔

اسے پیاس لگ رہی تھی۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھنے لگا تب ہی سرہانے کی میز پر نظر گئی۔ وہاں پانی کے ایک گلاس کے علاوہ پھلوں کا جوس بنا ہوا رکھا تھا۔ وہ جلد سے جلد توانائی حاصل کرنے کے لیے جوس کا جگ اٹھا کر پینے لگا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد خیال آیا کہ اس نے جوس کا جگ ایک تہ کیے ہوئے اخبار پر سے اٹھایا ہے۔ اس نے فوراً ہی اخبار کو اٹھایا۔ پہلے ہی صفحے پر دو تصویریں

شائع کی گئی تھیں۔ ایک تصویر عیسائی جان لیس کی تھی اور دوسری یہودی داؤد منڈولا کی۔ ان تصاویر کے ساتھ یہ لکھا تھا کہ یہ تصاویر دو ہیں لیکن شخص ایک ہی ہے۔ پھر امیگریشن کے شعبے سے اس کے ویزا سے وہ تصویر حاصل کی گئی تھی جس میں وہ ایک شخص پرل ہائیڈ کے نام سے امریکا میں آیا تھا۔

عوام کو اطلاع دی گئی تھی کہ وہ بہروپیا ہے۔ چہرے سے کبھی پہچانا نہیں جائے گا۔ فی الوقت اس کی سب سے بڑی پہچان اُس کے سر پر چوٹ ہے۔ اس ملک میں جس کا بھی سر زخمی ہو' وہ قریبی تھانے میں جاکر اپنی شناخت کرائے۔ چونکہ مجرم کبھی تھانے میں خود چل کر نہیں آئے گا۔ اس لیے پولیس اور فوج کے اہلکار پورے ملک میں اسے تلاش کررہے ہیں۔ کوئی ڈاکٹر اس کا علاج نہ کرے اور کسی میڈیکل اسٹور سے اسے سر کے زخم کے لیے مرہم اور انجکشن وغیرہ نہ دیے جائیں.....

اُس نے پوری خبر نہیں پڑھی۔ پڑھنے سے زیادہ سوچنا ضروری تھا کہ وہ جس مکان میں ہے۔ اُس کے مکین اُس کی اصلیت کو جانتے ہیں۔ اخبار نے انہیں سب کچھ بتادیا ہے۔ وہ اسے زندہ رکھنے کے لیے اس کے سر کی مرہم پٹی کرکے پھر اسے آرام سے سلا کر پولیس کو اطلاع دینے گئے ہیں۔

یہ خیال آتے ہی اس نے آواز دی۔ "کوئی ہے؟ یہاں میرا میزبان میرا مہربان کون ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ بستر سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ سر میں ابھی تکلیف تھی۔ کمزوری بھی تھی۔ وہ پلنگ کا سہارا لیتے ہوئے پھر آوازیں دینے لگا۔ اب ایک ہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اِس مکان والوں نے اُس کی گن اور کارتوس کہیں چھپادیے ہیں تاکہ وہ کسی پر حملہ نہ کرسکے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ تاکہ باہر جاکر کسی نامہربان کو دیکھے مگر باہر کھلنے والا دروازہ باہر سے بند تھا۔

اب یہ پوری طرح واضح ہوچکا تھا کہ اسے اُس کمرے میں قیدی بنا دیا گیا۔ وہ باہر سے مقفل دروازے کو پیٹ پیٹ کر عاجزی کرنا اور گڑگڑانا چاہتا تھا۔ مگر بستر سے دروازے تک آکر بری طرح ہانپنے لگا تھا۔ کسی کو مدد کے لیے پکارنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ پھر دیوار کا سہارا لے کر پلنگ کے سرے تک آیا پھر بستر پر گر پڑا۔

وہ تھوڑی دیر تک بے بسی سے پڑا رہا پھر سر اٹھا کر دیکھا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ بھی بند نظر آرہا تھا۔ شاید وہ مقفل ہوگا۔ اب اس میں اتنا دم نہیں تھا کہ وہ اٹھ کر جاتا اور اس دروازے کو بھی آزماتا۔

اب سب سے لازمی کام یہی تھا کہ کسی طرح توانائی حاصل کرے۔ وہ بڑی مشکل سے اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا اور جوس کا جگ اٹھا کر منہ سے لگا کر پینے لگا۔ آدھا جگ پینے کے بعد پھر مزید پینے کا حوصلہ نہ رہا۔ سر چکرانے لگا۔ وہ جگ کو سرہانے کی میز پر رکھ کر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ بیمار کو ایک مخصوص خوراک تک توانائی کی دوا کھانا چاہیے۔ اس نے حد سے زیادہ آدھا جگ پی لیا تھا۔ اس پر غشی طاری ہونے لگی۔

ایسے ہی وقت باہر کا دروازہ کھلا۔ کوئی آیا تھا۔ نہیں کوئی آئی تھی۔ گنگنا رہی تھی۔ قدموں کی آواز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ دوسرے کمرے کے دروازے کے پاس گئی ہے۔ منڈولا کی آنکھیں بند ہوچکی تھیں۔ ذہن کسی حد تک بیدار تھا۔ سماعت بھی کام کررہی تھی۔ اس نے گھوڑے کی ٹاپیں سنیں۔ کوئی گھڑ سوار تیزی سے اس مکان کے قریب آرہا تھا۔ منڈولا کے ڈوبتے ہوئے ذہن میں یہ بات آئی کہ گھڑ سوار پولیس والے اسے گرفتار کرنے آئے ہیں۔ اس خوف کے ساتھ ہی اس کی غشی مکمل ہوگئی اور وہ پھر ایک بار بیہوشی کی نیند سوگیا۔

بیہوش ہونے والے کو وقت گزرنے کا پتا نہیں چلتا۔ جب اسے ہوش آنے لگا تو اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ پہلے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ کس حال میں ہے اور کس جگہ ہے؟

پھر اسے حیرانی ہوئی کہ وہ اسی آرام دہ بستر پر ہے اور پولیس کی تحویل میں نہیں ہے۔ اُس نے آنکھیں کھولیں۔ وہی بستر' وہی کمرا نظر آیا۔ پھر ایک بوڑھی خاتون اور ایک بوڑھا شخص دکھائی دیا۔ خاتون نے مسکرا کر کہا۔ "آرام سے لیٹے رہو۔ یہاں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

بوڑھے شخص نے بھی مسکرا کر کہا۔ "تم بڑے مقدر والے ہو۔ کسی دوسرے کے ہاں پناہ لینے جاتے تو اب تک پولیس کی حراست میں ہوتے۔"

منڈولا نے نقاہت سے پوچھا۔ "تم لوگوں نے مجھے قانون کے حوالے کیوں نہیں کیا؟"

"اس لیے کہ ہم بھی یہودی ہیں اور تم بھی یہودی ہو۔ تمہاری جان بچانا ہمارا مذہبی فرض ہے۔"

منڈولا خوشی سے کھل گیا۔ اب تقدیر پلٹ رہی تھی۔ حالات بدل رہے تھے۔ اس کے اجنبی میزبان اُس کی حفاظت کررہے تھے۔ بوڑھے نے کہا۔ "میں نے تمہارا لباس بدل دیا ہے۔ جانتے ہو کیوں؟"

منڈولا نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ بوڑھے نے کہا۔ "یہ شیر کی کھال اور اس کا سر دیکھ رہے ہو۔ اسے میں نے مارا ہے۔ اپنے وقت کا نامور شکاری ہوں۔ میرے پاس شکار کی بو سونگھنے والے چار کتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تین مرگئے۔ ایک ٹونی رہ گیا ہے۔ وہ تمہارے کپڑوں کی بو سونگھتے ہوئے اس کار تک مجھے لے گیا' جسے تم جھاڑیوں کے پیچھے چھپا کر آئے تھے۔ میں نے تمہارے بدن کا لباس بھی اتار دیا۔ پھر تمہاری کار کے پیچھے اپنا گھوڑا باندھ کر یہاں سے دو سو میل دور لے گیا اور تمہاری اس کار کو آگ لگادی۔ تمہاری ہر چیز کو جلا کر راکھ کردیا ہے۔ اب پولیس

اور فوج والے اپنے سراغرساں کتوں کے ذریعے یہاں تک کبھی نہیں پہنچیں گے۔ میں اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر یہاں تک واپس آیا ہوں۔"

"میری گن' کارتوس اور کرنسی جو تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار ڈالرز تھے' وہ کہاں ہیں؟"

"یہ تمام چیزیں ہمارے پاس تمہاری امانت ہیں۔ پہلے اچھی طرح صحت مند ہو جاؤ۔ ہم امانت میں خیانت نہیں کریں گے۔"

وہ نادم سا ہو کر بولا۔ "مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ تمہارے جیسے مہربان خیانت کریں گے۔ جب مجھے دماغی توانائی حاصل ہوگی تو ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ میرے ان قدموں میں دنیا کا تمام خزانہ ہوتا ہے۔ میری کوئی اہمیت ہے اسی لیے تو یہاں کی پولیس اور فوج مجھے تلاش کررہی ہے۔ بائی دی وے' کیا تم میاں بیوی اس بڑھاپے میں یہاں تنہا رہتے ہو؟"

خاتون نے کہا۔ "ہمیں تنہائی اور سکون پسند ہے۔ ویسے ہماری ایک جوان بیٹی اور ایک جوان بیٹا شکاگو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ جب چھٹیاں ہوتی ہیں' تو وہ ہمارے ساتھ وقت گزارنے یہاں آتے ہیں۔"

ایک بار اس بوڑھے شکاری کا سر بُری طرح زخمی ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا تھا اور جو نسخہ لکھ کر اسے دیا تھا' اس نے اس نسخے کو حفاظت سے رکھا تھا۔ اب اسی نسخے سے دوائیں لاکر منڈولا کا علاج کررہا تھا۔ صرف تین دنوں میں وہ زخم بھرنے لگا۔ پانچویں دن اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب اس نے خیال خوانی کی کوشش کی تو کامیابی حاصل ہوئی۔ پہلے جیسی دماغی توانائی حاصل ہوچکی تھی۔

اِس کے باوجود اُس نے مکمل طور پر جسمانی توانائی حاصل نہیں کی تھی۔ اس نے اسٹاپ واچ کے ذریعے یہ دیکھا کہ پہلے کی طرح چھ منٹ تک سانس روک سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن چوتھے منٹ پر اس کی سانس روکنے کی صلاحیت جواب دے جاتی تھی۔ لہٰذا وہ روزانہ صبح و شام یوگا کی مشقیں کرنے لگا۔

میزبان بوڑھی خاتون ایک ماں کی طرح اسے دودھ' پھلوں کا جوس اور توانائی بخش غذائیں کھلایا کرتی تھی۔ بوڑھا میزبان روز اُس کے بدن کی مالش کیا کرتا تھا اور منڈولا کہتا تھا "میرے سگے ماں باپ ہوتے تو وہ بھی ایسی خدمت نہ کرتے جیسے تم دونوں کررہے ہو۔"

خاتون نے کہا۔ "تم ایک ہفتے سے یہاں ہو۔ کیا اب بھی ہمیں اجنبی سمجھتے ہو؟ میں تمہاری ماں ہوں بیٹے!"

"اور میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں۔ جب میرا جوان بیٹا یونیورسٹی کی چھٹیوں میں یہاں آتا ہے تو میں اسے گھڑسواری اور رائفل شوٹنگ سکھاتا ہوں۔ وہ گھوڑے سے گرتا ہے۔ ہڈیوں میں چوٹیں لگتی ہیں تو میں اسی طرح اپنے بیٹے کی مالش کرتا ہوں۔ وہ نہیں ہے مگر تم بھی تو ہمارے بیٹے ہو۔"

اسے ایک سچ مچ گھریلو ماحول نصیب ہو رہا تھا۔ محبت کرنے اور دن رات خدمت کرنے والے والدین مل گئے تھے۔ وہ ایک ہفتے بعد ہی دوڑنے' اچھلنے کودنے اور چھ منٹ تک سانس روکنے کے قابل ہوگیا۔ اس نے زبان کے رشتے سے کہلانے والے والدین کے دماغوں میں جاکر ان کے خیالات پڑھے۔ وہ دونوں سچے اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ منڈولا کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ وہ اس کی فرمائش پر شہر جاکر ماسک میک اپ کا سامان لے آئے۔ اس نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر چہرے پر تبدیلیاں کیں۔ بوڑھے والدین نے کہا۔ "بیٹے! تم باکمال ہو۔ اب تمہیں کوئی پرل ہائیڈ اور منڈولا نہیں کہے گا۔ اب تمہیں کوئی نہیں پہچان سکے گا۔"

خاتون نے کہا۔ "اب تو سر کا زخم نظر نہیں آتا ہے۔ تم نے بال بڑھالیے ہیں۔ کوئی جاسوس تمہارے بال ہٹائے بغیر بھر جانے والے زخم کا نشان نہیں دیکھ سکے گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ "اب تو کسی جاسوس کا باپ بھی میرے قریب نہیں آسکے گا۔ میں دور ہی سے اس کی کھوپڑی میں گھس کر اس کے خیالات پڑھ لیا کروں گا۔"

خاتون نے پوچھا۔ "یہ کھوپڑی میں گھسنے کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ دشمنوں کے اندر چھپے ہوئے خیالات پڑھ لیتا ہوں۔

بوڑھے نے اس کی گن' کارتوس اور ایک لاکھ بیس ہزار ڈالرز لاکر اس کے سامنے رکھ دیے پھر کہا۔ "بیٹے! یہ تمہاری امانت ہے۔ اسے رکھ لو۔ ہماری خواہش ہے کہ تم یہاں سے کہیں نہ جاؤ۔ ہماری آخری سانسوں تک ہمارے ساتھ رہو۔"

وہ بولا۔ "اس چھوٹے سے مکان میں تم لوگوں کی بدولت مجھے نئی زندگی ملی ہے لیکن تمہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ یہاں کی فوج کے پاس بو سونگھنے والے کتے نہیں ہیں۔ بلکہ دماغوں میں گھس کر اصلیت معلوم کرنے والے بڑے باصلاحیت لوگ ہیں۔ یعنی وہ بھی میری طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

وہ بوڑھے میاں بیوی توجہ سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ بولا۔ "میں سانس روک لیتا ہوں۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر نہیں آسکیں گے لیکن تم دونوں کے اندر آکر میرے بارے میں تمام حقائق جان لیں گے۔"

خاتون نے کہا۔ "یہ تو بہت بُرا ہوگا۔ ہم نہیں چاہیں گے کہ ہمارے دماغوں میں دشمن آکر تم سے دشمنی کریں۔ تمہیں واقعی یہاں سے چلے جانا چاہیے۔"

"میں تو چلا جاؤں گا۔ مگر تم دونوں میری نشاندہی کے لیے رہ جاؤ گے۔"

بوڑھے نے کہا۔ "ان کے باپ بھی ہم سے یہ نہیں اگلوا سکیں گے کہ تم یہاں آئے تھے اور صحت یاب ہونے کے بعد اپنا چہرہ بدل کر یہاں سے گئے ہو۔"

"وہ تم دونوں سے کچھ نہیں اگلوائیں گے۔ تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ وہ تمہارے دماغوں میں گھس کر میرا موجودہ حلیہ معلوم کررہے ہیں۔"

بوڑھے نے تائید میں سرہلا کر کہا۔ "ہاں میں ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ جانتا ہوں۔ یہ بڑی ظالم چیز ہے۔ ہماری مرضی کے خلاف ہمارے اندر کے راز معلوم کرلیتی ہے۔ بیٹے! اب تم ہی بتاؤ کیا ہوسکتا ہے؟"

"تم دونوں بوڑھے ہو۔ اس عمر میں سانس روکنے کی مشقیں نہیں کرسکتے۔ اگر ایسا کرسکتے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تمہارے اندر پہنچنے میں ناکام رہتے۔"

"سچ کہتے ہو۔ ہم یہودی ہیں اور تم بھی یہودی ہو۔ تمہیں بچانے کے لیے ہم یہ مکان' یہ مویشی اور اپنی دور تک پھیلی ہوئی زمینیں چھوڑ کر کہیں دور گمنامی کی زندگی گزاریں گے۔"

"تم دونوں سچے یہودی ہو۔ تم نے دن رات ایک کرکے میری خدمت کی۔ میرا علاج کیا۔ مجھے نئی زندگی دی۔ مجھے ان دشمنوں سے بچایا' جو میرے دماغ میں آسکتے تھے۔ یہ میری جسمانی اور دماغی توانائی تمہاری دی ہوئی ہے لیکن تم یہ بھول رہے ہو کہ تمہاری زمین جائیداد کے کاغذات متعلقہ شعبے میں ہوں گے۔ ان کاغذات میں تمہاری تصاویر ہوں گی۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے تمہاری تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر تمہارے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

خاتون نے پوچھا۔ "کیا وہ تصویر دیکھ کر بھی ہمارے اندر پہنچ سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ تم دونوں نہیں جانتے' ٹیلی پیتھی شیطان کی آنت کی طرح پیچ در پیچ ہوتی ہے۔ اگر اپنے اس یہودی مہمان کو زندہ سلامت رکھنا چاہتے ہو تو ایک ہی راستہ ہے۔"

دونوں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ "اگر تم دونوں کے دماغ مُردہ ہوجائیں گے تو پھر کوئی تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔"

وہ اپنی گن میں بھرا ہوا میگزین نوڈ کرنے لگا۔ خاتون نے حیرانی سے پوچھا۔ "بیٹے! تم جو کہہ رہے ہو اس کا مطلب سمجھ رہے ہو۔"

"مطلب تم دونوں کو سمجھنا چاہیے۔ میں مملکت اسرائیل کا سب سے اہم شخص ہوں۔ کیا اپنے ملک کو اور اپنی یہودی قوم کو قائم ودائم رکھنے کے لیے اپنی جان نہیں دوگی؟ ماں۔ میری پیاری ماں......"

یہ کہتے ہی اس نے بوڑھی خاتون کو گولی ماردی۔ بوڑھے نے شدید حیرانی اور صدمے سے اپنی اس بیوی کو دیکھا جس کے ساتھ وہ آدھی صدی سے پیار بھری زندگی گزار رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "مجھے گولی مارنے سے پہلے ایک سوال کا جواب دے دو۔"

"جلدی بکو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

اُس نے پوچھا۔ "اگر تم کسی مسلمان کے گھر میں پناہ لینے آتے تو تمہارا کیا انجام ہوتا؟"

"وہ مجھے گرفتار کرادیتے۔ میں ایسے مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کا غلام بن جاتا' جو میرے دماغ سے یہودی خفیہ تنظیم کا تمام راز معلوم کرلیتے اور پورے اسرائیل اور یہودیوں کو نابود کردیتے۔"

بوڑھے نے کہا۔ "مگر خدا نے تمہیں اور اسرائیلی حکومت کو بچانے کے لیے ہمارے پاس بھیجا' کیا اس کے صلے میں تم ہمیں موت دے رہے ہو؟"

"خود کو' یہودی قوم کو اور اسرائیلی حکومت کو بچانے کے لیے ہی موت دے رہا ہوں۔ کوئی ضروری نہیں کہ مسلمان ہی یہودی کا دشمن ہوتا ہے۔ ایک یہودی بھی یہودی کو مارتا ہے۔"

اس نے بوڑھے میزبان اور مہربان کو بھی گولی ماردی۔ نوٹوں کی گڈیوں اور کارتوسوں کو جیبوں میں ٹھونس لیا۔ پھر مکان سے باہر آکر کتے کو آواز دی۔ "ٹونی! کم آن ٹونی! کہاں ہو تم؟"

کتا چھت پر تھا۔ اس نے روشندان سے اپنے بوڑھے مالک اور مالکن کو گولیاں کھاکر مرتے دیکھا تھا اور اس مارنے والے احسان فراموش مہمان کو بھی دیکھا تھا۔ وہ بہت چالاک تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ دشمن کے ہاتھ میں گن ہے۔ ابھی اُس کے پکارنے پر سامنے نہیں جانا چاہیے۔

اور منڈولا کا ارادہ تھا کہ اِس آخری بو سونگھنے والے کو بھی گولی مار کر مطمئن ہوجائے۔ پھر اِس مکان کو بھی آگ لگادے تاکہ اس کے اتارے ہوئے کپڑے اور دوسری چیزوں کے ساتھ اس کی انگلیوں کے نشانات بھی مکان کے ہر حصے سے مٹ جائیں۔ پولیس والوں کو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کا نام ونشان تک نہ ملے۔

اُس نے کئی بار ٹونی کو آواز دی۔ جب وہ نہیں آیا تو اس نے مکان کے اندر جگہ جگہ تیل چھڑک دیا۔ کتا مکان کے پچھلے حصے کی طرف جاکر چھت پر سے کود کر دوڑتا ہوا دور گیا پھر ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ اِدھر منڈولا نے ماچس کی ایک جلتی ہوئی تیلی مکان کے اندر پھینکی۔ پھر برآمدے سے نکل کر دوڑتا ہوا اس چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھتا ہوا دور جانے لگا۔

جھاڑیوں کے پیچھے سے کتا غراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

○☆○

یہ داستان منڈولا کے حالات کے مطابق ایک ہفتہ آگے بڑھ گئی جبکہ مائیک ہرارے کے حالات کے مطابق مجھے دوسرے دن کا ذکر کرنا چاہیے۔ دوسرے دن دس بجے اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنا تھا اس لیے صبح آٹھ بجے اسے فوج کی چھ گاڑیوں کے درمیان ایک گاڑی میں بٹھا کر لے جایا گیا۔

ایسے وقت میں اور میرے تمام خیال خوانی کرنے والے مائیک ہرارے کے اندر بڑی خاموشی سے موجود تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم ہرارے کے اندر رہ کر وہ تمام راستے دیکھ سکیں گے' جہاں سے فوجی گاڑیاں اسے ٹرانسفارمر مشین والے خفیہ اڈے میں لے جائیں گی لیکن ہرارے کو گاڑی میں بٹھانے کے بعد اس کے پورے چہرے پر ایسا نقاب چڑھادیا گیا تھا جیسے پھانسی پانے والے مجرم کے سر سے گردن تک نقاب پہنادیا جاتا تھا۔ ایسی صورت میں نہ وہ کچھ دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی ہم اس کے ذریعے خفیہ اڈے تک پہنچنے کا راستہ معلوم کرسکتے تھے۔

ہمیں توقع تھی کہ وہ ایسا کریں گے۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہیں ہم میں سے کسی پر شبہ تھا۔ دراصل وہ نہیں چاہتے تھے کہ مائیک ہرارے کو بھی اس خفیہ اڈے کا راستہ معلوم ہو۔ میں نے ہرارے سے کہا۔ "ابھی سپر ماسٹر کا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا تمہارے اندر نہیں آئے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ تم سانس روک لوگے لیکن مشین سے گزارنے سے پہلے تمہارا طبی معائنہ کیا جائے اور ایک انجکشن لگایا جائے گا تو تمہیں دماغی کمزوری محسوس ہونے لگے گی۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "میں جانتا ہوں اب سے پہلے بھی اس مشین سے گزر چکا ہوں۔ پہلے دماغی توانائی زائل کی جاتی ہے پھر مشین کے ذریعے ذہنی صلاحیتوں اور ٹیلی پیتھی کے علم کو ابھارا جاتا ہے۔"

"دماغی کمزوری کے وقت سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے کے لیے تمہارے دماغ میں آسکتے ہیں اور تمہارے خیالات پڑھ کر سپر ماسٹر وغیرہ کو یقین دلاسکتے ہیں کہ تمہارے اندر کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے وقت ہم میں سے کوئی تمہیں مخاطب نہیں کرے گا اور نہ ہی تم ہمیں مخاطب کروگے۔ میری کوشش ہوگی کہ دشمن تمہارے چور خیالات نہ پڑھ سکیں۔"

وہ گاڑیاں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک تیز رفتاری سے چلتی رہیں۔ پھر ان کی رفتار سست ہونے لگی۔ مائیک ہرارے جس گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا وہ ایک جگہ رک گئی۔ پھر کچھ ایسی آواز سنائی دی جیسے سلائیڈنگ دروازہ بند کیا جارہا ہو۔ پھر اس کے چہرے اور سر پر سے نقاب اتار دیا گیا۔ میں نے ہرارے کے ذریعے دیکھا۔ اسے ایک بڑے گیراج نما ہال میں پہنچایا گیا تھا۔ وہاں بہت سی قیمتی کاریں اور سرکاری گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔

وہ ان مسلح فوجیوں کے ساتھ اُن گاڑیوں کے درمیان چلتا ہوا ایک لفٹ کے دروازے کے سامنے آکر رک گیا۔ ایک فوجی نے لفٹ کے بٹن کو دبایا۔ اوپر نمبر ایک' دو' تین' چار' پانچ اور چھ لکھے ہوئے تھے اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عمارت چھ منزلہ ہے۔ پھر گراؤنڈ فلور اور تہ خانے کے ایک' دو اور تین نمبر تک درج تھے۔ یعنی زمین کے نیچے بھی پہلی' دوسری اور تیسری منزلیں بنائی گئی تھیں۔

لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ مائیک ہرارے چار مسلح فوجیوں کے ساتھ اندر آیا۔ دروازہ بند ہوا پھر وہ لفٹ نیچے جانے لگی۔ اس کے اندر کے نمبر بدل رہے تھے۔ ون' ٹو اور اس کے بعد تھری نمبر پر لفٹ رک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ لوگ زمین کی خاصی گہرائی میں پہنچ گئے تھے' وہاں سمندر کا پانی بھرا ہوا تھا۔ اس تیسرے تہ خانے کی پتھریلی دیواریں سمندر کے ایسے حصے میں تعمیر کی گئی تھیں کہ وہاں کا فرش صرف پانی کا ہوتا تھا۔ اس بڑے ہال نما تہ خانے کے چاروں طرف مچانوں کی طرح پختہ بالکونی جیسی بنی ہوئی تھی۔ ہر بالکونی پر چھ مسلح فوجی مستعد کھڑے ہوئے تھے۔

اس ہال نما تہ خانے کے گہرے پانی کے درمیان سیمنٹ کا ایک پختہ جزیرہ بنایا گیا تھا۔ اس جزیرے پر وہ ٹرانسفارمر مشین دکھائی دے رہی تھی۔ اُس مشین تک پہنچنے کے لیے کوئی تیر کر جاسکتا تھا لیکن پانی کے نیچے بجلی کے تار بچھے ہوئے تھے۔ اِس پانی کو چھوتے ہی بجلی کا جھٹکا لگتا تھا۔

اس بڑے ہال کی چھت پر ایک چھوٹی سی لفٹ تھی۔ جس کے ذریعے ایک وقت میں صرف دو ہی افراد اس جزیرے تک جاسکتے تھے۔ مائیک ہرارے کو ایک مسلح فوجی افسر کے ساتھ اِس لفٹ کے ذریعے جزیرے میں پہنچایا گیا۔ وہاں پہلے ہی ٹرانسفارمر مشین کا انچارج اپنے ایک اسسٹنٹ اور چار فوجی جوانوں کے ساتھ موجود تھا۔

میں اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ تمام منظر دیکھ رہے تھے۔ وہاں بڑی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شاید مسلح فوجی جوانوں کو بولنے کی اجازت نہیں تھی۔ کوئی ضروری بات ہوتی تو افسر یا مشین کا انچارج بولتا تھا ورنہ بڑی خاموشی سے اِس مشین کو آپریشن کے لیے چیک کیا جارہا تھا۔

سلمان نے مجھ سے کہا۔ "بھائی جان! مشین کے پاس صرف یہی دو افراد مختصر سی گفتگو کرکے خاموش ہوجاتے ہیں۔ باقی تمام فوجی گونگے بنے ہوئے ہیں۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ کچھ کریں۔"

میں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا۔ پھر مشین کے انچارج کے لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچا تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ میں نے اس کے خیالات پڑھ کر سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ اُس کے ساتھ مشین کے پاس رہنے والا افسر کیا یوگا کا ماہر ہے؟

پتا چلا' یوگا کا ماہر ہے۔ اِس لیے اُس کی ڈیوٹی انچارج کے ساتھ رہتی ہے تاکہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا مشین کو اور اِس انچارج کو کوئی نقصان نہ پہنچاسکے۔

وہ ایسا انچارج کبھی اتنی اہم مشین کے پاس نہ رکھتے جو بوڑھا

ہو اور سانس روکنے کے قابل نہ ہو لیکن اُن کی یہ مجبوری تھی کہ وہ بوڑھا ٹرانسفار مر مشین کو درست رکھنے اور اسے آپریٹ کرنے کا ماہر تھا۔ اس میں کوئی خرابی پیدا ہوتی تو وہ ماہر بڑی مہارت سے مشین کے کسی بھی نقص کو دور کر دیتا تھا۔

انہوں نے اِس سلسلے میں دوسرے قابل اعتماد اور یوگا میں مہارت رکھنے والے ماہرین کی بھی خدمات حاصل کی تھیں لیکن وہ بوڑھے کی طرح ہنرمند اور تجربہ کار ثابت نہیں ہوئے تھے۔ یہ اُن کی مجبوری ہمارے کام آرہی تھی۔

میں نے اور سلمان نے اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو بتا دیا کہ فی الحال اس بوڑھے انچارج کے علاوہ وہ کسی اور کے دماغ میں جانے کی کوشش نہ کریں ناکامی ہوگی تو بھید کھل جائے گا کہ ہم وہاں موجود ہیں۔

وہ ماہر مشین کے اس حصے کو پوری طرح قابل عمل بنا رہا تھا' جس کی کارکردگی کے نتیجے میں مائیک ہرارے اپنے ملک اور قوم کا بیحد وفادار ہونے کے ساتھ ایک جنونی جاں نثار بھی بن جاتا ہے۔ پھر وہ بھی تھری ڈی کی طرح کسی برے وقت میں اپنی جان پر کھیل جاتا۔

میں نے اس ماہر کے اندر رہ کر مشین میں ایسا نقص پیدا کر دیا جسے وہ خود سمجھ نہیں پایا۔ بحری' بری اور فضائی فوج کے اعلیٰ افسران ایک بالکونی میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ سپر ماسٹر بھی تھا۔ وہاں جزیرے میں ایک ڈاکٹر کو بھیجا گیا تھا۔ اس فوجی ڈاکٹر نے مائیک ہرارے کو مشین کے آپریشن بیڈ پر لٹا کر اچھی طرح اس کا معائنہ کیا تھا۔ پھر اس ڈاکٹر کو چھت والی لفٹ کے ذریعے واپس بلا لیا گیا تھا۔

وہ ڈاکٹر مائیک ہرارے کو ایک انجکشن لگا کر گیا تھا جس کے بعد ہرارے کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ ہم سب اُس کے اندر خاموش رہے تاکہ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے ہماری سوچ کی لہروں کو نہ محسوس کر سکیں۔ ہم نے بھی کسی پرائی سوچ کی لہروں کو نہیں محسوس کیا۔ شاید سپر ماسٹر وغیرہ مائیک ہرارے کے ساتھ ہونے والے اِس آپریشن کو اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھپائے رکھنا چاہتے تھے۔

بہرحال مائیک ہرارے کے سر پر ایک ایسا کیپ پہنا دیا گیا تھا جس سے متعدد تار منسلک تھے اور وہ تمام تار ٹرانسفار مر مشین سے تعلق رکھتے تھے۔ آپریشن شروع ہو چکا تھا۔ بوڑھا ماہر انچارج اپنے ماتحت کو مشین کا ایک ایک عمل سمجھا رہا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اس کا ماتحت ایک فوجی ٹیکنیشن ہے اور بہت ہی قابل ہے۔ اس نے مشین کو آپریٹ کرنا اچھی طرح سیکھ لیا ہے۔ اس بوڑھے کو سروس سے ریٹائر کرنے کے بعد اس ماتحت فوجی ٹیکنیشن کو ٹرانسفار مر مشین کا انچارج بنایا جائے گا۔ کیونکہ وہ محض قابل ہی نہیں تھا یوگا کا ماہر بھی تھا۔

میں نے ثانی سے کہا۔ "بیٹی! کسی طرح اس ماتحت ٹیکنیشن کے اندر پہنچنے کی پلاننگ کرو۔"

"پاپا! وہ ماتحت اگر اپنے انچارج بوڑھے استاد کے ساتھ یہاں سے جائے گا اور اس کے ساتھ دس پندرہ منٹ بھی گزارے گا تو میں ماتحت کے اندر جگہ بنا لوں گی۔"

ہم نے اس ٹرانسفار مر مشین کو تباہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ کیونکہ ہم پہلے بھی کئی مشینیں تباہ کر چکے تھے مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اُن کے پاس مشین کے نقشے تھے۔ وہ پھر ایک مشین تیار کر لیتے اور یوں پھر ہماری محنت رائیگاں جاتی۔ لہٰذا یہ طے پایا کہ مشین ان کے اسی تہ خانے والے جزیرے میں رہے گی۔ آئندہ ہم اسے آپریٹ کرنے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھیں گے۔

ایسے طریقہ کار سے یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ لوگ آئندہ کتنے افراد کو ٹیلی پیتھی سکھا رہے ہیں۔ پھر مشین کو آپریٹ کرنے والا ہمارے قابو میں رہتا تو ہم نئے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والوں کو اپنے مقاصد کے مطابق ڈھال سکتے تھے۔

ٹرانسفار مر مشین کا آپریشن مکمل ہو گیا۔ مشین کو آف کر کے مائیک ہرارے کے سر سے وہ مخصوص کیپ اتار لی گئی تھی وہ بیہوش پڑا تھا۔ اسے چھت والی لفٹ کے ایک اسٹریچر پر لٹا کر اوپر پہنچایا جا رہا تھا۔ بوڑھا انچارج اپنے ماتحت کے ساتھ مشین کے مختلف بٹن آف کر کے اسے پہلی پوزیشن میں لا رہا تھا۔ اُس نے میری مرضی کے مطابق ماتحت سے کہا۔ "مسٹر جان مائیکل! میں سمجھتا ہوں کہ تم نے پوری طرح کام سیکھ لیا ہے اور میرے بغیر اسے آپریٹ کر سکتے ہو۔"

جان مائیکل نے کہا۔ "مجھے بھی اپنے آپ پر اعتماد ہے۔ میں اسے کسی راہنمائی کے بغیر آپریٹ کر سکتا ہوں مگر علم اور ہنر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ میں آپ کا ماتحت رہ کر بہت کچھ سیکھتا رہوں گا۔"

"میرے بڑھاپے کا خیال کرو۔ میں اب ریٹائر ہو جانا چاہتا ہوں۔ اب مجھے آرام کرنے کا موقع دو۔"

"انکل! میں جانتا ہوں آپ نے استعفیٰ پیش کیا ہے لیکن میں نے اعلیٰ افسران سے کہہ دیا ہے کہ جب تک آپ کا ذہن کام کرتا رہے گا' میں آپ سے بہت کچھ سیکھتا رہوں گا۔"

"بیٹے مائیکل! تم میرے گھر میں آکر بھی بہت کچھ سیکھ سکتے ہو۔ ابھی میرے ساتھ چلو' میں اس مشین کے متعلق کچھ ایسی خفیہ باتیں بتاؤں گا کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔ مگر وعدہ کرو یہ راز کسی کو نہیں بتاؤ گے؟"

"نو انکل! کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ یہ صرف میرا اور آپ کا ہی نہیں مشین کا بھی راز ہے۔ بلکہ ہمارا قومی راز ہے۔ میں ابھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

میں نے ثانی کے پاس آکر پوچھا۔ "سُن لیا تم نے؟ میں نے

[illegible] لیے راستہ بنا دیا ہے۔ جان مائیکل اپنے ماہر انچارج کے ساتھ اُس کے گھر جائے گا۔"

"تھینک یو پاپا! باقی کام میں سنبھال لوں گی۔"

میں نے اُن دونوں کو ثانی کے حوالے کر دیا۔ مائیک ہرارے سے کیا ہوا وعدہ بھی پورا ہو چکا تھا۔ اب وہ خواہ مخواہ جنونی جاں نثار بن کر تھری ڈی کی طرح کبھی جان دینے کی حماقت نہ کرتا۔ مشین کا کنکشن بدلنے کے باعث وہ آئندہ بھی اپنے ملک کا وفادار رہتا۔ میں نے ہرارے کو جو زبان دی تھی اسے پورا کر چکا تھا۔

اب سارا کھیل ثانی کا تھا۔ وہ کامیاب ہو جاتی تو ٹرانسفار مر مشین ہمیشہ کی طرح سپر ماسٹر کی رہتی لیکن اس میں سے جو خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوتے وہ ہماری مرضی کے مطابق ہوتے۔

○☆○

بڑے ممالک کے لیے خصوصاً غیر اسلامی ممالک کے لیے ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) ایک مسئلہ بن گئی تھی۔ انہیں طیارے اغوا کرنے والے پہلے ہی مشن میں حیرت انگیز کامیابی ہوئی تھی۔ اِس کے نتیجے میں ساری دنیا کو پی ایل او اور اسرائیلی معاہدہ کی ایسی اندرونی باتیں معلوم ہو گئی تھیں' جو دنیا بھر کے مسلمانوں سے چھپائی گئی تھیں۔

آٹھ مجاہدین نظروں میں آگئے تھے۔ اُن کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا تھا کہ ایم آئی ایم کی تنظیم نے دنیا کے کس حصے میں جنم لیا ہے؟ اس کی جڑیں کتنے ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں؟ اور آئندہ یہ تنظیم امریکا اور اسرائیل کے عزائم کے خلاف کیسے اقدامات کرنے والی ہے؟ سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران اُن آٹھوں مجاہدین کو طرح طرح سے باتوں میں الجھا کر اپنے مختلف سوالات کے جوابات معلوم کرنے کی ناکام کوششیں کر چکے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اُن کے دماغوں کو فولاد بنا رکھا تھا۔ اس لیے سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بھی اُن کے متعلق خاطر خواہ معلومات حاصل نہیں کر سکے تھے۔

خود ہم یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اِس نئی تنظیم کا سربراہ کون ہے؟ سپر ماسٹر نے ان آٹھوں کے نئے پاسپورٹ اور ویزا تیار کرائے تھے۔ ویزا کے ذریعے معلوم ہوا کہ چار مجاہدین ملک شام اور چار مجاہدین اردن جا رہے ہیں۔

یہ بات شام اور اردن کے حکمرانوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے امریکا سے شکایات کیں اور کہا کہ ہم طیارہ اغوا کرنے والے دہشت گردوں کو اپنے ملک میں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔

مجاہدین نے جواباً کہا۔ "ہم مسلمان ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان حکمران ہمیں اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ ہمیں انکار کی وجہ بتائی جائے؟"

وجہ بتائی گئی کہ ان اسلامی ممالک میں دہشت گردی اور تخریب کاری ہو سکتی ہے۔ ایک مجاہد نے کہا۔ "اگر خدا اور رسولؐ کے احکامات اور ہدایات کے مطابق حکمرانی رہے گی تو اِن ممالک کو کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ وہاں غیر مسلموں کی سازشوں کو بے نقاب کیا جائے گا۔"

دوسرے مجاہد نے کہا۔ "اگر اِن دو اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے ہماری پذیرائی نہ کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ ممالک بھی اسرائیل سے خفیہ معاہدے کر کے رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک کو قائل کر رہے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح اسرائیل کو تسلیم کر لیں۔"

اِن دو ممالک نے کہا۔ "تمہارے متعلق جو بھی رائے قائم کی جائے' ہم اِس نئی تنظیم کے کسی فرد کو اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔"

مجاہدین نے کہا۔ "ایسی صورت میں ہم ایران یا لیبیا جائیں گے اور آرام کریں گے۔ ہماری جگہ دوسرے مجاہدین شام اور اردن میں چور راستوں سے داخل ہو جائیں گے۔ پھر اُن کے سراغرسانوں کو بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ دوغلی حکمت عملی اختیار کرنے والے حکمرانوں پر مصیبتیں کہاں سے نازل ہو رہی ہیں۔"

سپر ماسٹر نے شام اور اردن کے سفیروں کو سمجھایا کہ وہ آٹھوں ایران یا لیبیا جائیں گے تو وہاں ہماری خفیہ ایجنسیاں انہیں نظروں میں نہیں رکھ سکیں گی کیونکہ ان ممالک میں ہمارے ذرائع نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بہتر ہے کہ ان آٹھوں کو اپنے ممالک میں آنے دو۔ ہم ضمانت لیتے ہیں کہ وہاں یہ تخریب کاری نہیں کریں گے۔

اردن کے سفیر نے کہا۔ "کچھ عرصہ پہلے جمیلہ رازی نامی لڑکی نے پورے ملک میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ امریکی جاسوس اور اُن کے ذرائع اُس ایک لڑکی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ وہ قیامت برپا کر کے چلی گئی۔ اب اُس کی جگہ ایک نہیں چار مجاہدین آئیں گے تو ہمارے ملک کا امن و امان غارت ہو جائے گا۔"

ملک شام کے سفیر نے بھی امریکا سے معذرت چاہی اور درخواست کی کہ ان کے ملک میں ایسے مجاہدین کو نہ بھیجا جائے' جو ملکی معاملات میں مداخلت کریں۔

دوسرے دن وہ آٹھوں مجاہدین ایران اور لیبیا میں جا کر کہیں روپوش ہو گئے۔ ان پر نظر رکھنے والے جاسوس یہ معلوم نہ کر سکے کہ کس طرح ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ آٹھوں کہیں گم ہو گئے ہیں۔

اسی رات نو بجے شام اور اردن کے بعض اعلیٰ حکام نے فون پر اجنبی آوازیں سنیں۔ ان آوازوں نے کہا۔ "تم نے نیویارک سے یہاں آنے نہیں دیا مگر ہم آگئے۔ اگرچہ ہم ان آٹھوں میں سے نہیں ہیں لیکن اسی ایم آئی ایم تنظیم کے جاں نثار ہیں۔"

اردن کی انتظامیہ کے ایک افسر نے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں کا تعلق جمیلہ رازی سے ہے؟"

"ہم نہیں جانتے' وہ شیرنی کون تھی اور اب کہاں ہے؟ وہ جو

بھی ہو‘ جہاں بھی ہو ہم اسے سلام کرتے ہیں۔"

"یہ بات اب راز نہیں رہی کہ جمیلہ رازی کی پشت پر فرہاد علی تیمور تھا اور تم لوگوں کے ساتھ بھی وہی ہے۔"

"ہم نے فرہاد صاحب کا بہت نام سنا ہے لیکن خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی انہیں دیکھا ہے اور نہ ہی انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ہم سے کبھی رابطہ کیا ہے۔"

"پھر کیا تم لوگ جادوگر ہو کہ تم پر سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اثر انداز نہ ہوسکے۔ تمہارے آٹھ افراد امریکا کی فوجی چھاؤنی میں طیارہ اغوا کرنے کے بعد گئے اور خیریت سے واپس آگئے۔ کسی نے اُن کا کچھ نہیں بگاڑا۔ آخر اس نئی تنظیم ایم آئی ایم کی کوئی تو طاقت ہوگی۔ جس کے آگے سپر پاور بے بس ہے؟"

ایک مجاہد نے کہا۔ "تم لوگ اسے سپر پاور سمجھتے ہو۔ اس لیے وہ تمہارے لیے ہوّا ہے۔ ہم اسے کچھ نہیں سمجھتے اس لیے وہ ہمارے لیے زیرو پاور ہے۔"

"ہم تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور کرو۔ جہاں بلاؤ گے ہم چلے آئیں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے پیچھے کیسی طاقت ہے۔ اتنا جانتے ہیں کہ تم جس دلدل میں بھی ہمیں پھینکو گے‘ وہاں سے ہم صحیح سلامت نکل آئیں گے۔"

"ہم بڑی سے بڑی قسم کھاتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن ہم تمہارے سربراہ سے ملاقات کرنا پسند کریں گے۔"

"ہمارا سربراہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ وہ اپنی سطح کے اعلیٰ حکام سے ملاقات کرتا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں تھوڑی دیر بعد جواب دے سکوں گا۔ اپنا رابطہ نمبر بتاؤ۔"

"ہم خود ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں گے۔ ملاقات کے سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ ہمارا سربراہ ٹھیک رات کے بارہ بجے ملاقات کرسکے گا۔"

"یہ رات بارہ بجے کی شرط کیوں ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ جب تمہارے شاہ اور امریکی آقا وغیرہ ملاقات کرنا چاہیں گے تو ہمارے سربراہ کا معتمد خاص ان سے تفصیلی گفتگو کرے گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ یہ تمام باتیں دوسرے فون پر دونوں سربراہ بھی سن رہے تھے۔ اُن کے لیے یہ بات تشویشناک تھی کہ اُن کے ممالک میں ایم آئی ایم کے مجاہدین پہنچ گئے ہیں۔ امریکا میں ان کی گنتی معلوم تھی کہ وہ آٹھ ہیں‘ جو اب کہیں روپوش ہوگئے تھے لیکن شام اور اردن میں کتنے مجاہدین پہنچے ہوئے ہیں‘ ان کا شمار کسی کو معلوم نہیں تھا۔ وہ آٹھ بھی ہوسکتے تھے اور اسی بھی ہوسکتے تھے۔ اگر اتنے نہ ہوتے صرف ایک ہی ہوتا تو وہ دونوں ممالک مل کر بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتے۔ کیونکہ امریکا جیسے ملک نے بھی کبھی ایک مجاہد کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔

انہوں نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ ان کے ملکوں میں ایم آئی ایم والے آپہنچے ہیں۔ پتا نہیں وہ کیا کرنے والے ہیں۔ ویسے ہمارے ممالک کا امن و سکون برباد ہونے والا ہے۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ ان مجاہدین کو ہمارے ملک سے اپنے ملکوں میں آنے دو لیکن تم لوگوں نے ان کی آمد پر پابندیاں عائد کردیں۔ اب وہ کیسے پہنچ گئے؟ تم لوگوں نے ان کا راستہ کیوں نہیں روکا؟"

"وہ پتا نہیں کس طرح رازداری سے‘ کس بہروپ میں آئے ہیں۔ ہم نے ان کی صورتیں بھی نہیں دیکھی ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ ان آٹھ مجاہدین میں سے نہیں ہیں جنہوں نے طیارہ اغوا کیا تھا لیکن وہ ایم آئی ایم کے جاں نثار بندے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "وہ جانتے ہیں کہ آئندہ کچھ عرصہ بعد اردن اور اسرائیل کا معاہدہ ہونے والا ہے اور اس کے لیے رائے عامہ اور سیاسی فضا ہموار کی جارہی ہے۔ اردن کے بعد شام بھی یہی کرنے والا ہے کیونکہ اسرائیل نے اسے گولان کی پہاڑیاں واپس کرنے کا وعدہ کیا ہے۔"

"ہم حیران ہیں کہ ایسے گہرے راز کی سیاسی باتیں ایم آئی ایم والوں کو کیسے معلوم ہوگئی ہیں۔ آخر ان کے ذرائع کیا ہیں؟ وہ کتنی دور تک ہمارے اندر گھسے ہوئے ہیں؟"

"یہ تو اس وقت معلوم ہوسکتا ہے جبکہ ان کے سربراہ کے متعلق ہمیں کچھ معلوم ہو۔ صرف اتنا ہی معلوم ہوجائے کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں ہے پھر ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"جناب! اسے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ خود ہم سے ملاقات کرنا اور مذاکرات کرنا چاہتا ہے۔"

"یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے لیکن کیا ہم یقین کرلیں کہ جو روپوش رہ کر کامیابیاں حاصل کررہا ہے وہ اپنی کوئی کمزوری پیش کرنے یا گرفتاری کا خطرہ مول لینے کے لیے خود ہمارے سامنے آئے گا؟"

"اس کے مجاہدین نے فون کے ذریعے ہم سے کہا ہے کہ ان کا سربراہ سربراہوں سے اور امریکی حکام سے ملاقات کرسکتا ہے۔"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے؟ اس سے ملاقات کے لیے وقت اور مقام کا تعین کرو۔"

"یہ فیصلہ آپ کریں کہ اس سے کب اور کہاں ملاقات کی جاسکتی ہے اور اس سلسلے میں کیسے خفیہ انتظامات کیے جاسکتے ہیں۔"

"ہاں۔ بظاہر اس سے دوستی کی جائے گی لیکن ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ اس کی واپسی کے بعد ہمیں سیٹلائٹ کے ذریعے اس کے خفیہ اڈے کا علم ہوسکے۔"

"وہ کہہ رہے تھے کہ ان کا سربراہ رات کے بارہ بجے ملاقات

کرے گا۔ وقت اس نے مقرر کیا ہے‘ جگہ ہم مقرر کریں گے۔"

سپر ماسٹر نے ایک سربراہ سے کہا۔ "آپ عمان میں اس کے استقبال کا انتظام کرائیں۔"

سربراہ نے کہا۔ "سوری‘ پچھلے دنوں جمیلہ رازی جتنی دہشت پھیلا کر جاچکی ہے اس کے بعد میں اپنی سلطنت کے امرا و روساء کو مزید شکایات کا موقع نہیں دوں گا۔"

دوسرے حکمران نے بھی معذرت چاہی۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ حضرات ایک تنظیم کے سربراہ کی آمد سے پریشان ہیں۔ کیا آپ اس کے مجاہدین سے خائف نہیں ہیں‘ جو ابھی آپ کے ممالک میں موجود ہیں؟"

"ہم ان کے سربراہ کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مجاہدین کو ہمارے ملک میں نہ رہنے دے۔"

"اور آپ کا خیال ہے کہ وہ آمادہ ہوجائے گا؟ دشمن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولو کہ وہ چلا جائے تو وہ کبھی نہیں جائے گا۔ اسے طاقت سے بھگایا جاسکتا ہے۔ مگر ہم نے دیکھا ہے کہ طاقت بے اثر ہوگئی ہے۔ اب صرف حکمت عملی رہ گئی ہے اور یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ دشمن بھی حکمت عملی کی راہیں جانتا ہے۔"

ایک حکمران نے کہا۔ "آپ اس سربراہ کو امریکا کے کسی شہر میں ملاقات کے لیے مدعو کرسکتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہر ملک کو اپنے معاملات سے خود نمٹنا چاہیے۔ امریکا آپ کے مسائل حل کرنے کے لیے ہر طرح سے تعاون کرسکتا ہے۔ اس نئی تنظیم کے سربراہ کو ہم سے اتنی دشمنی نہیں تھی‘ جتنی تم سے ہے۔ اس سربراہ نے تمام اسلامی ممالک کو اسرائیل سے دور رکھنے کے لیے ہمارے طیارے کو اغوا کیا۔ اسلامی ممالک کے حکمرانوں کی خاطر ہم نے نقصان اٹھایا۔ اب بھی آپ کی خاطر نقصانات برداشت کریں گے لیکن ہمارے عوام اور فوج کے اعلیٰ افسران اس سربراہ کو امریکا کے کسی شہر میں بلانے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ لہٰذا آپ دونوں کو ہی طے کرنا چاہیے کہ اسے اپنے ملک کے کس شہر میں مدعو کیا جاسکتا ہے۔"

یہ طے کرنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ مجاہدین نے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں گے۔ ان کے مقرر کردہ وقت کے مطابق پچاس منٹ گزر چکے تھے اور صرف دس منٹ رہ گئے تھے۔ شام اور اردن کے حکام ایک دوسرے سے بحث کرنے لگے۔ شام کے اکابرین کہہ رہے تھے کہ سربراہ کو اردن میں مہمان کے طور پر بلایا جائے اور اردن کے اکابرین جمیلہ رازی سے نقصانات اٹھانے کے بعد مزید نقصان اٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ ضد کررہے تھے کہ اس سربراہ سے شام کے کسی شہر میں ملاقات کرنا چاہیے۔

ہر اسلامی ملک کا حکمران خود کو کسی دوسرے مسلمان حکمران سے کمتر نہیں سمجھتا۔ دوسرے کی سیاسی پالیسیوں کو اپنی بنائی ہوئی پالیسیوں سے مختلف سمجھتا ہے۔ اسی لیے ان اسلامی ممالک کے حکمران کبھی متحد نہیں ہوتے لیکن امریکا مداخلت کرے اور انہیں اپنی پالیسیوں پر عمل کرنے کا مشورہ دے تو پھر وہ غیر اسلامی پالیسیوں کی مخالفت نہیں کرتے۔ کلام مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی مسلمانوں کے ہوئے ہیں‘ نہ کبھی ہوں گے۔

یہ قرآن مجید ہر مسلمان کے گھر میں اور تمام اسلامی ممالک کے سربراہان کے محلوں میں موجود ہوگا۔ پتا نہیں کتنے مسلمان حکمران اسے پڑھتے ہوں گے لیکن ان پڑھنے والوں میں کوئی سمجھنے والا بھی ہو تو کتاب مقدس کی قدر ہوتی ہے اور اس آخری کتاب مقدس کی قدر نہ ہو تو ذلت مسلمانوں کو ملنے والی ہے۔ اس کے واضح آثار نمایاں ہوچکے ہیں۔ نیک ہدایات سامنے ہونے کے باوجود بدنصیبوں کے کان بہرے‘ آنکھیں اندھی اور دماغ ذہانت سے خالی ہوجاتے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ تباہی صرف چند حکمرانوں پر نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں پر آئے گی۔ اب راہ نجات ایک ہی ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان اپنے اپنے ملک کے حکمرانوں اور سیاستدانوں کا محاسبہ کریں اس کے سوا کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔

اور دس منٹ گزر گئے۔ دونوں ممالک کے اعلیٰ افسران کے فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ انہوں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "ایم آئی ایم۔"

"آپ لوگ وقت کے بہت پابند ہیں۔ آپ نے ٹھیک ایک گھنٹے بعد فون کیا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "کام کی بات کرو۔"

"وہ دراصل بات یہ ہے کہ دونوں ملکوں کے اکابرین کے درمیان ابھی اہم گفتگو جاری ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم مزید ایک گھنٹے کے بعد رابطہ کریں؟"

"ایسا نہیں ہوسکتا۔ ابھی تم نے خود کہا کہ ہم وقت کے بہت پابند ہیں اور وقت گزر چکا ہے۔ جب پانی سر سے گزر جائے تو کیا ہوتا ہے‘ یہ ابھی معلوم ہوگا۔ ہم پندرہ منٹ کے بعد رابطہ کریں گے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ دونوں ممالک کے اکابرین دوسرے فون اور اسپیکر کے ذریعے یہ باتیں سن رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے شام کے اعلیٰ عہدیدار سے کہا۔ "پتا نہیں وہ کیا کرنے والے ہیں۔ آپ جلدی بات مان جائیں۔ ان کے سربراہ کو دمشق میں مدعو کریں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک فوجی افسر نے آکر سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! بہت بری خبر ہے۔ ایک پائلٹ رن وے سے کسی کی اجازت کے بغیر طیارے کو لے گیا تھا۔ اس سے ٹاور والوں نے رابطہ کیا‘ اسے واپس آنے کا حکم دیا لیکن وہ عمان کی فضاؤں میں پرواز کرتا رہا۔ پھر ایک دھماکے سے بلاسٹ ہوگیا۔"

اردن کے اعلیٰ افسر نے شام کے اعلیٰ افسر سے پوچھا۔ "کیا آپ سن رہے ہیں کہ ہمارے ایک طیارے اور پائلٹ کے ساتھ

کیا ہو چکا ہے؟"

اسی وقت شام کے اعلیٰ افسر کے پاس ایک اہلکار آیا۔ اس نے سلیوٹ کر کے کہا۔ "سر! ائرپورٹ پر مسافروں میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ کسی نے اسپیکر سے اناؤنس کیا ہے کہ جو طیارہ ترکی کی طرف پرواز کرنے والا ہے۔ اسے اغوا کرنے کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ جس مسافر کو اپنی جان عزیز ہے' وہ اس طیارے سے سفر نہ کرے۔ یہ اعلان سن کر تمام مسافر اپنا سفر ملتوی کر رہے ہیں۔"

افسر نے پوچھا۔ "ائرپورٹ کے اسپیکر سے کس نے یہ بکواس کی ہے؟"

"سر! اناؤنسمنٹ والے مائیک پر جو شخص یہ اعلان کر رہا تھا' وہ ائرپورٹ کا پرانا ملازم ہے اور بیہوشی کی حالت میں پایا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسے اٹینڈ کر رہے ہیں۔"

یہ تمام گفتگو دونوں ممالک کے اکابرین سن رہے تھے۔ اردن کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہمارے ملک کا ایک جہاز اور پائلٹ تباہ ہو گیا۔ اب ملک شام والوں کی باری ہے۔ جس طیارے کے مسافر سفر ملتوی کر رہے ہیں' وہ طیارہ رن وے پر خالی کھڑا رہے گا کسی دوسری پرواز کے لیے بھی اسی طرح مسافروں کو ہراساں کیا جا سکتا ہے۔"

شام کے اکابرین نے سر جوڑ کر کچھ دیر باتیں کیں۔ پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ریسیور اٹھایا گیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "یہ چھوٹے چھوٹے نمونے دکھائے جا رہے ہیں۔ پورا کھیل بھی دکھایا جا سکتا ہے۔"

شام کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے اپنے فون سے کہا۔ "نہیں' ہم بات بڑھانا نہیں چاہتے۔ ہم آپ کے سربراہ کو بڑے عزت و احترام کے ساتھ دمشق کے شاہی محل میں مدعو کرتے ہیں۔"

"ابھی دن کے دس بج رہے ہیں۔ کیا ملاقات آج رات کو بارہ بجے ہو گی؟"

"جی ہاں۔ ملاقات کے سلسلے میں آپ اپنی شرائط پیش کر سکتے ہیں۔ کیا ہم آپ کے سربراہ کے لیے کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر بھیج سکتے ہیں؟"

"آپ طیارے یا ہیلی کاپٹر کو کہاں بھیجیں گے۔ ہم خود نہیں جانتے کہ وہ کس ملک اور کس شہر سے آئیں گے۔ آپ ان کی فکر نہ کریں۔ وہ ٹھیک رات کے بارہ بجے آئیں گے اور تنہا آئیں گے۔"

"آپ حیران کر رہے ہیں۔ کیا وہ واقعی تنہا آئیں گے؟"

"جی ہاں۔ ان کے ساتھ ایک باڈی گارڈ بھی نہیں ہو گا۔ کیونکہ باڈی گارڈ وہ رکھتے ہیں' جو خود اپنی باڈی کی حفاظت کرنا نہیں جانتے۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ اپنے سربراہ کا مختصر سا تعارف بیان کر دو اور ان کا نام بتا دو؟"

"ابھی تو کوئی نام نہیں ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے' تب اس کا نام رکھا جاتا ہے۔ جب وہ آدھی رات کو تمہارے محل میں موجود ہو گا تو اپنا نام اور کام خود ہی بتا دے گا۔"

جن دنوں جمیلہ رازی عمان میں تھی' وہاں میں بھی اس کے ساتھ تھا اور وہاں کی اہم شخصیات کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ اس بار ان کے ذریعے شام کے اکابرین کے اندر بھی جگہ بنالی۔ ان سب کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا۔ میرے اندر یہ تجسس بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ سربراہ کون ہے؟

تجسس اس لیے بھی بڑھ گیا کہ وہ تنہا دمشق کے شاہی محل میں آدھی رات کو آنے والا تھا اور ایسا تنہا کہ اس کے ساتھ ایک باڈی گارڈ بھی نہ ہوتا۔ ابھی اس کی آمد کو چودہ گھنٹے باقی تھے۔ مگر اس کی آمد کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ بہت ہی خطرناک کھلاڑی ہے۔

○☆○

بات محاصرے کی ہے۔ پہلے زمانے میں حملہ کرنے والی فوج کسی قلعے کا محاصرہ کرتی تھی اور قلعے کے اندر محفوظ رہنے والے بادشاہ اور اس کی فوج کو مجبور کرتی تھی کہ وہ قلعے کا بڑا دروازہ کھول کر ہتھیار ڈال دے اور حملہ آور کے سامنے گھٹنے ٹیک دے۔

کوئی بادشاہ اپنی فوج اور رعایا کے ساتھ کب تک قلعہ بند رہ سکتا ہے۔ جب راشن اور پانی ختم ہونے لگتا تو اسے مجبور ہو کر حملہ آور کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑتے تھے۔

سابقہ مشرقی پاکستان میں بھی پاکستانی فوج کو بڑی گہری سازش کے ذریعے گھیر لیا گیا تھا۔ وہاں ہر تیس چالیس میل کے فاصلے پر دریا بہتا ہے۔ مکتی باہنی والوں نے تمام دریا کے ساحلوں سے کشتیوں اور فیری سسٹم کو ختم کر دیا تھا تاکہ پاک آرمی کے جوان دریا پار کر کے دشمنوں کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ پھر راستوں میں بڑے بڑے درخت کاٹ کر گرا دیے تھے تاکہ فوجی گاڑیوں کے راستے رک جایا کریں۔ ان مکتی باہنی والوں نے بھارت میں رہ کر خاص طور پر ایسی تربیت حاصل کی تھی۔ اگر پاک آرمی کے لیے خشکی اور دریائی راستے صاف ہوتے تو پاکستانی سیاستدانوں کی کمزور پالیسیوں کے باوجود ہندوستان کبھی پاکستان کے ٹکڑے نہ کر پاتا۔ غلطی سیاستدانوں نے کی اور بدنامی پاکستان کے فوجیوں کے حصے میں آئی۔

میں یہ ذکر اس وضاحت کے لیے کر رہا ہوں کہ دشمن نے کیسی چالیں چلی تھیں اور کس طرح انہوں نے مکتی باہنی کے ذریعے پاک آرمی کو آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے سے باز رکھا تھا لیکن جب گولیاں نہیں چلتیں اور سپاہی میدان جنگ میں نہیں آتے تو پھر سیاسی سرد جنگ جاری رہتی ہے۔

اس سیاسی جنگ میں منصوبے بنائے جاتے ہیں کہ دوسرے ملک کو اپنے ملک سے کس طرح کمتر اور کمزور بنایا جائے۔ ایسی جنگ میں ہتھیار استعمال نہیں ہوتے' حسین ترین عورتیں استعمال ہوتی ہیں۔ ایسی حسین عورتوں کو اتنی زبردست ٹریننگ دی جاتی ہے کہ وہ

شراب سے زیادہ نشہ آور بن جاتی ہیں۔

پھر یہ کہ لالچی کتنے کس ملک میں نہیں ہوتے؟ کسی کو دولت جمع کرنے کا اور کسی کو اپنے ملک میں اپنی حکومت بنانے کا نشہ ہوتا ہے۔ وہ یہ نشہ پورا کرنے کے لیے بڑے ملکوں کے پاس یا اپنے ملک دشمنوں کے پاس اپنے ملک اور اپنی قوم کو گروی رکھ دیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک لالچی شخص وزیر علی تھا۔ اسے بھارتی تنظیم "را" نے شلپا جیسی حسین ترین عورت پیش کی تھی۔ یہودی تنظیم "موساد" نے نہایت حسین عورت دینا دانیال پیش کی تھی۔ شلپا وزیر علی کی بیوی سلمیٰ اور دینا دانیال وزیر علی کی بہن طاہرہ بن کر پاکستان کے بہت سے اہم راز معلوم کرنے کے لیے نیویارک سے اسلام آباد جانے والی تھی۔

اس میں وزیر علی کا فائدہ یہ تھا کہ پاکستان میں اس کی کروڑوں کی جائداد ضبط ہو گئی تھی اور اس پر مقدمہ چل رہا تھا۔ اب امریکا کے اشارے پر مقدمہ ختم کر دیا گیا تھا اور اسے کروڑوں کی جائداد پاکستان پہنچتے ہی ملنے والی تھی۔ پھر یہ کہ اسے وہاں ایک بہت بڑا سرکاری عہدہ حاصل رہا تھا تاکہ پاکستان میں وی آئی پی اور اعلیٰ سیاستدانوں کی سوسائٹی میں شلپا اور دینا دانیال کو اپنے حسن کے جادو جگانے کے مواقع ملتے رہیں۔

یہ محض ایک وزیر علی کا قصہ ہے۔ ورنہ پاکستان میں ایسے بکنے والے گھوڑے امریکا' اسرائیل اور بھارت سے آتے رہتے ہیں۔ یوں ان کے ذریعے پورے پاکستان کا محاصرہ کیا جا رہا ہے یہ سیاسی محاذ بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ ایک ملک اور قوم کو ڈوبنے کا اس وقت پتا چلتا ہے جب پانی سر سے گزر جاتا ہے۔

ثانی ان دنوں ٹرانسفارمر مشین کے انچارج اور اس کے ماتحت ٹیکنیشن جان مائیکل کو ٹریپ کرنے میں مصروف تھی۔ اس لیے ثی تارا نے وزیر علی اور شلپا کو سنبھال لیا تھا۔ ان کے دماغوں میں رہ کر ان کے ماضی اور حال کی ایک ایک بات معلوم کر لی تھی اور تمام باتیں علی تیمور کو بتاتی رہتی تھی۔ وزیر علی کی بہن بننے والی دینا دانیال چونکہ یوگا کی ماہر تھی اس لیے اس کے چور خیالات پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔

علی خاموش بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ فرصت کے لمحات میں آئندہ کام آنے والی معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس نے ثانی سے کہا۔ "ہم یہاں پارس اور ثی تارا بن کر مائیک ہرارے اور سپرماسٹر کے لیے مسئلہ بننا چاہتے تھے مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔"

"ہاں مائیک ہرارے آئندہ ہم سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔"

ثی تارا نے کہا۔ "وہ تو مجھ سے دشمنی کر رہا تھا۔ ہندوستان سے میرے پیچھے پڑا ہوا تھا اور میں نے چیلنج کیا تھا کہ ماں جی اور پوجا کو اس کی قید سے نکال لاؤں گی۔"

علی نے کہا۔ "تمہارا یہ چیلنج بھی پورا ہو گا مگر ذرا اور صبر کرو۔ کیا یہ تمہارے لیے خوشی کی بات نہیں ہے کہ پوجا نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا ہے؟"

"خوشی کی بات ہے۔ مگر وہ اپنی نہیں رہی ہے۔ میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں۔"

"پیار میں پاگل ہونے والے میں نے دو ہی دیکھے ہیں۔ ایک تم ہو اور دوسرا پارس۔ انسان کو وقت کے ساتھ ساتھ سنجیدہ اور بردبار ہونا چاہیے۔"

"کیا میں پوجا کو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے چھوڑ دوں؟"

"ہاں انتظار کرو۔ وہ دشمن بن کر ایک دن تمہارے یا ہمارے مقابلے پر آئے گی تو ہم اسے ٹریپ کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میں انتظار کروں گی اور ایک دن ضرور اسے قابو میں کروں گی لیکن ماں جی؟"

"وہ دو چار روز میں دہلی پہنچ جائیں گی۔ چاہو تو تم بھی ہندوستان واپس جا سکتی ہو۔"

ثی تارا نے حیرانی سے پوچھا۔ "ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ ماں جی کو کہاں قید کر کے چھپایا گیا ہے۔ پھر آپ دو چار روز میں انہیں دہلی کیسے پہنچا دیں گے؟"

"کیا پارس جب بھی ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے تو تمہیں حیرانی ہوتی ہے؟"

"ہاں' میں حیرانی سے سوچتی رہ جاتی ہوں کہ ذہانت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ صرف اسے استعمال کرنے کا ہنر آنا چاہیے۔"

"یہ ہنر ہم دونوں بھائیوں کو آتا ہے۔ تم اطمینان رکھو اور مجھے وزیر علی کے متعلق تفصیل سے بتاتی رہو۔"

ثانی نے پوچھا۔ "تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"میں ایکشن میں رہنا چاہتا ہوں۔ پاپا تمہیں ایک کے بعد دوسرا کام سونپتے رہتے ہیں۔ تم مصروف رہتی ہو اور میں بور ہوتا رہتا ہوں۔ اس لیے وزیر علی بن کر پاکستان جاؤں گا۔"

"کیا؟" ثانی نے گھور کر پوچھا۔ "تم شلپا کے شوہر بن کر جاؤ گے؟"

"شوہر بننے کی مشق کرتا رہوں گا۔ آخر ایک دن تمہارا شوہر بننا ہے۔"

"اگر تم شلپا کے ساتھ جاؤ گے تو میں کبھی تم سے شادی نہیں کروں گی۔"

ثی تارا نے پوچھا۔ "آخر تم دونوں شادی کیوں نہیں کر لیتے؟"

"مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ عورت زنجیر پہنائے۔"

ثانی نے کہا۔ "اور مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ تم مجھے زنجیر پہناؤ۔"

ثی تارا نے کہا۔ "ایسے تو تم دونوں کی شادی کبھی نہیں

ہوگی۔"

"اس سے اچھی بات کیا ہے کہ ہم گھریلو مسائل اور بچوں کے جھمیلوں سے محفوظ رہیں گے۔ بائی دی وے، کام کی بات کرو۔ تم دونوں میں سے کوئی شلپا پر دوبارہ تنویمی عمل کرے اور اس کے ذہن میں یہ نقش کرے کہ وہ خلوت و جلوت میں کبھی بیوی کی حیثیت سے قریب نہ آئے۔"

ثانی نے مسکرا کر محبت سے علی کو دیکھا پھر کہا۔ "میں شلپا پر یہ عمل ضرور کروں گی۔"

شی تارا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "کاش میں دنیا کی تمام حسین عورتوں پر ایسا عمل کر سکتی کہ وہ خلوت میں اور جلوت میں میرے پارس کے قریب نہ جائیں۔"

ثانی اور علی ہنسنے لگے۔ ثانی نے کہا۔ "تمہارے پارس میاں کی دم ٹیڑھی ہے، وہ کبھی سیدھی نہیں ہوگی۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "کچھ معلوم تو ہو کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے کئی دنوں سے رابطہ نہیں کیا ہے۔"

"کیا اس کے پاس جانا چاہتی ہو؟"

"علی بھائی! آپ نے ماں جی کو سپر ماسٹر کی قید سے رہائی دلا کر ہندوستان بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ ایک وعدہ یہ بھی کریں کہ مجھے پارس کے پاس پہنچادیں گے۔"

علی نے ثانی سے کہا۔ "پاپا! سے رابطہ کرو۔ ان سے کہو، میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

ثانی نے مجھے مخاطب کیا پھر علی کا پیغام دیا۔ میں نے اس کے پاس آکر پوچھا۔ "کیا بات ہے بیٹے؟"

وہ میری باتوں کا جواب دینے کے لیے اونچی آواز میں بولنے لگا تاکہ ثانی اور شی تارا بھی سنتی رہیں۔ اگرچہ وہ علی کے دماغ میں آکر سن سکتی تھیں لیکن ان دونوں نے احتیاطاً خیال خوانی نہیں کی۔

علی نے کہا۔ "پاپا! یہ اچھی بات ہے کہ پوجا نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلیا ہے۔ وہ ہمیں کبھی نہ کبھی مل جائے گی لیکن شی تارا اپنی ماں جی کے لیے پریشان ہے۔ آپ ماں جی کو سپر ماسٹر کی قید سے رہائی دلا سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ ایم آئی ایم کے مجاہد یا سربراہ بن کر سپر ماسٹر سے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جس طیارے کو اغوا کرکے جزیرے پہنچایا تھا، اس میں شی تارا اور پارس موجود تھے۔ شی تارا نے خیال خوانی کرکے مجاہدین کی مدد کی تھی۔ اب اس کے عوض وہ چاہتی ہے کہ اس کی ماں جی کو فوراً ہندوستان واپس پہنچادیا جائے۔ میرا خیال ہے، وہ ماں جی کو رہا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "بیٹے! یہ شرط اس وقت مناسب ہوتی جب وہ آٹھوں مجاہد امریکا سے باہر جانے کی شرائط منوا رہے تھے۔ اب تو وہ جا بھی چکے ہیں۔"

"انہیں جانے دیں۔ آپ اور ہم سب مل کر ایم آئی ایم کے مجاہدین کے کردار ادا کرسکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میری ہونے والی بہو کی دائی ماں ہندوستان پہنچ جائیں گی۔"

ثانی نے کہا۔ "واہ پاپا! آپ شی تارا کو اپنی ہونے والی بہو بھی مانتے ہیں اور اسے اپنے بیٹے سے دور بھی رکھتے ہیں۔ کم از کم اسے یہ تو بتادیں کہ وہ شیطان کہاں ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ عجیب بات ہے کہ بعض اوقات کسی کی بہت زیادہ تعریف کرتے وقت اسے پیار سے شیطان کہا جاتا ہے۔"

علی نے کہا۔ "پاپا! یہ ثانی، پارس کو جتنا چاہتی ہے، اتنا ہی اس سے لڑتی بھی رہتی ہے۔ میرا خیال ہے پارس نے اتنے بڑے خطابات کسی سے حاصل نہیں کیے ہوں گے جتنے کہ ثانی اسے دے چکی ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "آپ لوگوں کی باتوں میں میری بات رہ گئی ہے۔ آخر وہ ہے کہاں؟"

"ہندوستان کے ایک چھوٹے سے شہر میں کشمیر کے قریب تھا۔ انالانا اور عادل اس کے ساتھ تھے۔ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ دشمن عکس منتقل کرنے والے آلات کے ذریعے سیاچن تک پہنچنے کے لیے اب کیا کرنے والے ہیں لیکن پارس نے ڈی کرا سوا کو اپنے قابو میں کرکے ان کی تمام پلاننگ چوپٹ کردی ہے۔ میں نے پارس سے کہا ہے کہ وہ فی الحال واپس آجائے۔ دشمن اب عکس منتقل کرنے والے آلات استعمال کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ انہیں یہی اندیشہ رہے گا کہ پارس ان کا توڑ کرنے کے لیے پہنچ جائے گا۔"

"اگر دشمنوں کو کسی طرح پتا چلے گا کہ پارس اب وہاں نہیں ہے تو وہ عکس منتقل کرنے والے آلات لے کر ہندوستان کے راستے سیاچن تک پہنچیں گے۔"

"بیٹے! میں نے صرف پارس کو وہاں سے ہٹایا ہے۔ انالانا اور عادل اپنی ایک ٹیم کے ساتھ وہاں موجود ہیں۔ دشمن ان کے لیے مسئلہ بنیں گے تو ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔"

شی تارا نے کہا۔ "پاپا! باتیں پھر کہیں سے کہیں پہنچتی جارہی ہیں۔ مگر یہ بات نہیں آرہی کہ وہ کہاں ہے؟"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "وہ کون؟ میں نے سنا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان میں عورتیں ان کے نام نہیں لیتیں۔ انہیں "اجی" کہتی ہیں یا پھر کہتی ہیں "اجی سنئے" کیا تم اسی "اجی وہ" کے متعلق پوچھ رہی ہو؟"

اس بات پر ثانی اور علی قہقہے لگانے لگے۔ شی تارا جھینپ کر بولی۔ "جانے دیں پاپا! آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تمہارا جھینپنا اور شرمانا اچھا لگ رہا ہے۔ میں یہ تو نہیں بتاؤں گا کہ وہ کہاں ہے؟ مگر تمہیں وہاں پہنچادوں گا۔ ذرا انتظار کرو۔ پہلے تمہاری ماں جی کا مسئلہ حل کرنا ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ میں ایک گھنٹا پہلے ایم آئی ایم کے ان مجاہدین کی آوازیں سن چکا تھا اور ان کے اندر پہنچ چکا تھا، جو اردن اور شام میں تھے۔ ایم آئی ایم کے پراسرار سربراہ کے سیکریٹری نے بھی دونوں ملکوں کے حکمرانوں سے آج رات بارہ بجے سربراہوں کی ملاقات کا وقت مقرر کیا تھا۔

میں نے اس سیکریٹری کی آواز اور لہجے میں فون کے ذریعے اردن اور شام کے اکابرین کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "ہمارے جن آٹھ مجاہدین نے طیارہ اغوا کیا تھا اس سلسلے میں ایک اہم بات بیان کرنے کے لیے رہ گئی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ اس اغوا کیے جانے والے طیارے میں شی تارا اور پارس بھی موجود تھے۔"

اردن اور شام کے اکابرین نے پوچھا۔ "اس اہم بات کا ہم سے کیا تعلق ہے؟"

"تعلق یہ ہے کہ شی تارا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجاہدین کی درپردہ حمایت کی تھی اور سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مخالفت سے روک رکھا تھا۔ یہ بات ابھی سپر ماسٹر کو بتاؤ اور کہو کہ ہم شی تارا کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا سپر ماسٹر صرف چند گھنٹوں کے اندر شی تارا کی ماں جی کو قید سے رہا کردے اور کسی بھی پہلی فلائٹ میں ہندوستان روانہ کردے۔"

"لیکن یہ سپر ماسٹر کا معاملہ ہے۔ آپ ہم سے شی تارا اور اس کی ماں کی بات کیوں کررہے ہیں؟"

"ہم اسلامی ممالک کو اسرائیل سے معاہدہ کرنے سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ معاملہ اسلامی ممالک کا ہے مگر ہم نے امریکا کا طیارہ اغوا کیا تھا۔ لہٰذا اس بحث میں نہ پڑو کہ کون سا معاملہ کس کا ہے۔ جہاں مفاد پرستی ہوتی ہے وہاں تمہارے، امریکا کے اور اسرائیل کے مفادات ایک ہوجاتے ہیں۔ میں ایک گھنٹے کے اندر یہ سننا چاہتا ہوں کہ شی تارا کی ماں شام سے پہلے کسی فلائٹ میں روانہ ہوچکی ہے۔ اگر یہ خوشخبری نہ ملی تو شام کے چھ بجے کے بعد امریکا، اردن اور شام کے کسی ائرپورٹ سے کوئی طیارہ پرواز نہیں کرسکے گا اور اگر کرے گا تو فضا میں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

میں نے فون بند کردیا۔ پھر اُن ممالک کے اکابرین کے دماغوں میں باری باری جاکر معلوم کرنے لگا کہ وہ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ وہ ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران سے گفتگو کررہے تھے اور انہیں میری یعنی ایم آئی ایم کے سربراہ کے سیکریٹری کی دھمکیاں سنا رہے تھے۔

فوج کے اعلیٰ افسران طیش میں آگئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ وہ ائرپورٹ پر ایسے سخت انتظامات کریں گے کہ کوئی تخریب کار کسی طیارے کے قریب نہیں جاسکے گا۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ امریکا کے کس شہر کے ائرپورٹ سے جہاز کی پروازوں کو روکنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ پھر یہ کہ اردن اور شام کے بڑے شہروں کے ائرپورٹ میں بھی یہی واردات ہوگی۔ لہٰذا یہ طیش میں آنے کا وقت نہیں ہے۔"

بری فوج کے اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اس نئی تنظیم کا ہر مطالبہ مانتے جائیں؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ یہ تو دیکھیں کہ مطالبہ کتنا معمولی اور فضول سا ہے۔ وہ ایم آئی ایم والے شی تارا کا احسان چکانے کے لیے صرف اس کی ماں کی رہائی چاہتے ہیں۔ اگر وہ پوجا اور پاشا کا مطالبہ کرتے تو ہم ہرگز تسلیم نہ کرتے۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس ہی رہیں گے۔"

سپر ماسٹر کی اِس بات میں وزن تھا۔ وہ واقعی ایک بوڑھی عورت کی خاطر اس ایم آئی ایم تنظیم والوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے، جن کے گمنام اور پراسرار سربراہ سے آدھی رات کو ملاقات ہونے والی تھی۔ اِس ملاقات کے لیے سپر ماسٹر کا نائب اور فوج کے تین بہت بڑے افسران دمشق پہنچنے والے تھے۔

میں نے ایک گھنٹے بعد فون کیا تو اردن اور شام کے اکابرین نے خوشخبری سنائی کہ مطالبہ تسلیم کرلیا گیا ہے اور ماں جی کو شام سے پہلے کسی بھی فلائٹ میں ہندوستان روانہ کردیا جائے گا۔

میں نے شی تارا کو یہ خوشخبری سنائی۔ وہ بولی۔ "پاپا! آپ بہت اچھے ہیں۔ آپ کو تو یہ معلوم ہوگا کہ انہوں نے ماں جی پر تنویمی عمل کیا ہے اور انہیں مجھ سے متنفر کردیا ہے۔"

"میں سب جانتا ہوں۔ ماں جی کو تنہا دہلی جانے دو۔ وہاں ہمارے بندے ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ جب تمہیں فرصت ملے تو ماں جی کے اندر پہنچ کر پہلے تنویمی عمل کا توڑ کرلینا پھر وہ تمہاری پہلی جیسی دائی ماں بن جائیں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اب آپ دوسری خوش خبری سنائیں؟"

"یعنی تمہارے اُن کی بات کروں۔ وہ ابھی ایک مسافر ہے۔ سفر کررہا ہے۔ تم اپنی ٹیلی پیتھی کو کام میں لاؤ اور دمشق کا ویزا تیار کراؤ۔ دو گھنٹے کے اندر جو بھی فلائٹ دمشق جاتی ہے اس میں ایک سیٹ حاصل کرلو۔ پارس تمہیں وہیں ملے گا۔"

"معلوم ہوتا ہے دمشق میں کوئی اہم معاملہ درپیش ہے۔ مجھے کچھ بتائیں؟"

میں نے کہا۔ "ایم آئی ایم کے مقاصد بڑے نیک ہیں لیکن اِس تنظیم کا سربراہ بہت ہی مکار اور خطرناک ہے۔ آج دمشق کے وقت کے مطابق رات بارہ بجے خود کو ظاہر کرے گا۔ وہاں اردن اور شام کے اکابرین کے علاوہ نائب سپر ماسٹر اور فوج کے تین بڑے افسران ہوں گے۔ اِس ملاقات کے سلسلے میں بڑے سخت انتظامات

کیسے جارہے ہیں۔"
شی تارا نے پوچھا۔ "کیا اس پراسرار سربراہ کو اپنی گرفتاری کا خوف نہیں ہے؟"
"شاید نہیں ہے۔ اسی لیے وہ تمام اکابرین سے ملاقات کرنے تنہا جائے گا۔ وہ نادان تو نہیں ہو سکتا لیکن کوئی اتنا بڑا شاطر ہے کہ پارس ہی اس کا صحیح جغرافیہ معلوم کرسکے گا۔"
"سمجھ گئی پاپا! میں ابھی سفر کی تیاری کرتی ہوں۔"
میں اُس کے پاس سے چلا آیا۔ دوسری طرف ثانی وزیر علی کے خیالات پڑھ کر علی کو اس کے بارے میں ایک ایک تفصیل بتارہی تھی۔ اس سے پہلے شی تارا، علی کو بہت کچھ بتا چکی تھی۔ علی نے کہا۔ "میں نے وزیر علی اور شلپا کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ پھر بھی وزیر علی کی بہن بننے والی دینا دانیال ہمارے لیے کسی حد تک اجنبی رہے گی۔ تم شلپا کے دماغ میں رہ کر دینا دانیال کی مصروفیات معلوم کرسکتی ہو مگر اُس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں نہیں معلوم کرسکو گی۔ اگر اس کے اندر کوئی راز چھپا ہوا ہے تو وہ مجھے آگے چل کر نقصان پہنچائے گا۔"
ثانی نے کہا۔ "پھر تو یہی راستہ رہ گیا ہے کہ دینا دانیال کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا جائے۔ پھر اس کے اندر کی کوئی بات ہم سے چھپی نہیں رہے گی۔"
شلپا اور وزیر علی پہلے ہی ثانی کے معمول اور تابعدار تھے۔ ان کے ذریعے دینا دانیال کو اعصابی کمزوری کی دوا کھلانا کچھ مشکل نہ تھا۔ ثانی نے صرف چند گھنٹوں میں اس کے اندر جگہ بنالی۔ اس کا تعلق اسرائیل کی بدنام زمانہ تنظیم "موساد" سے تھا۔ ثانی نے اُس کے چور خیالات کے ذریعے سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ یہودی خفیہ تنظیم جس کا گمنام یا نادیدہ سربراہ داؤد منڈولا تھا، اس کا تعلق "موساد" سے کس حد تک ہے؟
معلوم ہوا کہ آوم برادرز کہلانے والوں کی یہودی خفیہ تنظیم اتنی پراسرار ہے کہ "موساد" سے تعلق رکھنے والے بھی اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ خفیہ یہودی تنظیم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے "موساد" والوں کے دماغوں میں ضرور جاتے ہوں گے اور موساد والوں کی مصروفیات سے بھی آگاہ رہتے ہوں گے۔
دینا دانیال کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ یوگا کی ماہر ہے۔ کوئی اُس کے دماغ میں نہیں آسکتا ہے۔ ثانی نے سوچا، اگر کوئی اس کے اندر آتا ہوگا اور وہ اس کی مخصوص سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہوگی تب بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ثانی جب بھی اس کے اندر جائے گی، خاموش رہا کرے گی۔ اس طرح شاید کسی چھپے ہوئے خیال خوانی کرنے والے کو اس کے اندر سن سکے۔
دینا دانیال کے پاس ایک مخصوص قسم کا پرفیوم تھا۔ جب وہ اسے اپنے بدن پر تھوڑا سا اسپرے کرتی تھی تو اس کی خوشبو میں ایسی عجیب و غریب کشش ہوتی تھی کہ بڑے سے بڑا پارسا بھی اُس کی طرف کھنچا چلا آتا تھا۔ پھر جو ایک بار اس کا اسیر ہوتا تھا، وہ پھر رہائی نہیں پاسکتا تھا۔ وہ اس سے اُس کے ملک کے اہم راز معلوم کرنے کے بعد اسے جہنم میں پہنچادیتی تھی۔ چونکہ ورزش وغیرہ کرتی تھی، یوگا میں مہارت حاصل تھی اس لیے بہترین فائٹر بھی تھی۔ وہ موساد کے جن اہم افراد اور راہنماؤں سے خفیہ رابطے رکھتی تھی اور جتنے کوڈورڈز وغیرہ ادا کرتی تھی، وہ سب ثانی نے معلوم کرلیے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ آج شام کو موساد کے ایک اہم فرد سے ملنے جائے گی۔ وہ شخص اسے وزیر علی، شلپا اور خود اس کے نئے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ دے گا۔ اس شخص نے بتایا ہے کہ پاکستان جانے کے لیے ایک فلائٹ میں ان تینوں کی سیٹیں ریزرو ہوچکی ہیں۔
ثانی نے یہ تمام باتیں علی کو بتادیں پھر کہا۔ "آج ہی رات کو وزیر علی بن جاؤ اور اصل وزیر علی کو غائب کردو۔ کیونکہ وہ تینوں کل یہاں سے پاکستان جارہے ہیں۔"
ثانی کو دینا دانیال کا پروگرام معلوم ہوچکا تھا۔ وہ آج شام موساد کے ایک اہم فرد سے ملنے جارہی تھی۔ شلپا اور وزیر علی کے خیالات نے بتایا کہ وہ رات کو ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں کھانے کے لیے جائیں گے۔ علی نے کہا۔ "تم وزیر علی کو اپنے قابو میں کرکے میرے ہوٹل والے کمرے میں پہنچادو۔ میں اُس کمرے میں جارہا ہوں۔ پھر ایک گھنٹے بعد خود وزیر علی بن کر کمرے سے نکل آؤں گا اور اُس اصل کو اس کے اصل انجام تک پہنچادوں گا۔"
"یعنی میں ایک گھنٹے تک اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھوں گی تاکہ وہ تمہارے وزیر علی بننے کے دوران کوئی گڑبڑ نہ کرے۔"
"ہاں، میں یہی چاہتا ہوں کہ میرے میک اپ کے دوران گڑبڑ نہ ہو۔"
"مگر علی! ایک گھنٹے تک میں اسے قابو میں نہیں رکھ سکوں گی کیونکہ مجھے شلپا پر بھی دوبارہ تنویمی عمل کرنا ہے تاکہ وہ کبھی تنہائی میں تمہاری پارسائی کو داغدار نہ کرے۔"
"ہوں۔ تمہارا شلپا کے پاس رہنا بھی ضروری ہے۔"
"میں باربرا سے کہتی ہوں وہ وزیر علی کے دماغ کو اپنی مٹھی میں رکھے گی۔ پھر تم اطمینان سے بہروپ بدل سکو گے۔"
دونوں نے یہ طے کیا پھر ثانی نے باربرا کے پاس آکر پوچھا۔ "تم مصروف تو نہیں ہو؟"
باربرا نے کہا۔ "پاپا! کئی جگہ مصروف ہیں۔ وہ تاجکستان میں دماغی طور پر حاضر نہیں رہ سکتے تھے اِس لیے مجھے جمیلہ کے پاس رہنے کو کہا ہے۔ کیا مجھ سے کوئی کام لینا چاہتی ہو؟"
"ہاں، کام تو ہے۔ کوئی بات نہیں میں جے مورگن سے یہ کام کراؤں گی۔"
اُس نے جے مورگن سے رابطہ کیا پھر اسے علی اور وزیر علی کے بارے میں بتایا۔ اس کے بعد جے مورگن کو وزیر علی کے اندر پہنچادیا۔ مورگن اُس کے اندر رہ کر علی کے ہوٹل والے کمرے میں پہنچ گیا۔ علی نے ایک بڑے سے آئینے کے سامنے میک اپ کا تمام سامان رکھا۔ پھر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگا۔
نیویارک میں ثانی اور علی کی وہ آخری ملاقات تھی۔ کیونکہ وزیر علی بننے کے بعد علی کو شلپا اور دینا دانیال کے پاس جاکر رہنا تھا۔ پھر دوسرے دن وہ تینوں وہاں سے پاکستان روانہ ہونے والے تھے۔
ایک گھنٹے میں میک اپ مکمل ہوگیا۔ جے مورگن نے وزیر علی کی زبان سے کہا۔ "علی بھائی! میں وزیر علی کے اندر رہ کر اس کی حیرانی سمجھ رہا ہوں۔ یہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنا ہم شکل وزیر علی دیکھ کر سوچ رہا ہے کہ اس کا ہمزاد کہاں سے پیدا ہوگیا۔ میں نے ابھی تک اسے غائب دماغ رکھا تھا۔ اب اسے ڈھیل دے رہا ہوں۔"
علی نے اٹھ کر آئینے میں خود کو ہر زاویے سے دیکھا پھر مطمئن ہوکر کہا۔ "مورگن! اسے آزاد چھوڑ دو۔ مگر تم موجود رہو تاکہ یہ کسی وقت شور نہ مچائے۔"
جے مورگن نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ دماغ آزاد ہوتے ہی وزیر علی چونک کر کھڑا ہوگیا پھر علی کو دیکھ کر بولا۔ "تم کون ہو؟ میں نے تھوڑی دیر پہلے تمہیں دیکھا تھا۔ کچھ کہنا بھی چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا۔ میں بالکل بے اختیار سا ہوکر رہ گیا تھا؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"
"یہ وہ جگہ ہے، جہاں انسان کے بُرے اعمال کا حساب ہوتا ہے۔ تمہارا ابھی حساب ہونے والا ہے۔"
"کیا بکواس کررہے ہو؟ اب میں کچھ سمجھ رہا ہوں۔ یہ سب ٹیلی پیتھی کا چکر تھا، جس کی وجہ سے میں غائب دماغ ہوگیا تھا۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"
علی نے کہا۔ "تم وزیر علی ہو۔ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہو۔ پھر اپنے سامنے والے عکس سے یہ سوال کیوں کررہے ہو؟"
"تم میرا عکس نہیں، کوئی فراڈ ہو۔"
"عکس نہ سہی۔ تمہارا ہمزاد تو ہوں۔ خدا نے تمہیں اور تمہارے ہمزاد کو ماں کے پیٹ سے مُبرا بنا کر پیدا نہیں کیا تھا۔ جب ہم اور تم پیدا ہوئے تو بالکل معصوم تھے۔ پھر تم جوان ہوکر دولت اور اقتدار کے اتنے لالچی کیوں بن گئے کہ بھارت تنظیم را کی ایجنٹ کو بیوی بنا کر اور اسرائیلی تنظیم موساد کی ایجنٹ کو بہن بنا کر اپنے ہی پاکستان کے خلاف جاسوسی اور تخریب کاری کے لیے لے جارہے ہو؟"
وہ پریشان ہوکر بولا۔ "تم کون ہو؟ ہمارے متعلق یہ باتیں کیسے جانتے ہو؟"
"تم میرے ہمزاد ہو۔ میں تمہارا ہمزاد ہوں۔ پھر ہماری تمہاری باتیں ایک دوسرے سے کیسے چھپی رہ سکتی ہیں؟"
"اگر تم باتیں بناتے رہو گے اور اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گے تو اِس کمرے سے زندہ نہیں جاسکو گے۔"
"ہاں را نے اور موساد نے اس لیے بھی تمہارا انتخاب کیا ہے کہ تم بڑے شہ زور ہو۔ کوئی تمہارے مقابل آجائے تو اسے زندہ نہیں چھوڑتے۔"
"جب اتنا جانتے ہو تو پھر دوست بن کر باتیں کرو۔ ہوسکتا ہے میں تمہیں اپنا کام کا آدمی بنا کر زندہ چھوڑ دوں۔"
"میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ مجھے مار ڈالنے کے بعد تم زندہ کیسے رہو گے؟ کیونکہ میں وزیر علی ہوں۔ میں مروں گا تو گویا تم مرو گے کیونکہ تم بھی وزیر علی ہو۔ ہم شکل ہو۔ ہمزاد ہو۔ ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں ایک ساتھ مریں گے۔ کیا میری بات سمجھ میں آرہی ہے؟"
اُس نے حملہ کیا لیکن خود ایک الٹا ہاتھ کھا کر پیچھے چلا گیا۔ اسے یوں لگا جیسے علی کا ہاتھ نہیں لوہے کی سلاخ منہ پر پڑی ہو۔ بند ہونٹوں کے اندر گرم گرم لہو بھر گیا تھا۔ اسے لہو تھوکنا پڑا۔ ایک طرف کا جبڑا ہل کر رہ گیا تھا۔
علی نے کہا۔ "نیکی اور بدی میں سے نیکی کو قائم رہنا چاہیے۔ میں وزیر علی نیکی ہوں تم وزیر علی بدی ہو۔ لہٰذا مجھے قائم رہنے کے لیے بدی کو مٹنا چاہیے۔"
وہ اپنے منہ سے لہو پونچھتے ہوئے بولا۔ "مرد ہو تو جسمانی قوت سے مقابلہ کرو۔ تم مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کمزور کررہے ہو۔"
"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں اور جو جانتا ہے، وہ غیر جانبدار ہے۔ تمہیں کمزور نہیں بنا رہا ہے۔ ہمارے درمیان صرف اس لیے موجود ہے کہ تم شور مچا کر ہوٹل والوں کو متوجہ نہ کرسکو۔"
وزیر علی نے سمجھا کہ اس کا مقابل باتوں میں الجھ کر ذرا غافل ہوگیا ہے۔ اُس نے اچانک پھرتی سے حملہ کیا۔ اِس بار ناک پر گھونسا پڑا۔ یوں لگا جیسے سانسیں رکنے لگی ہوں۔ وہ جلدی جلدی منہ کھول کر سانسیں لینے لگا۔ علی نے کہا۔ "دشمن ہمیشہ یہ سمجھ کر دھوکا کھاجاتے ہیں کہ ہم اُن سے ہاتھ پاؤں سے لڑرہے ہیں۔ جبکہ ہم دماغ سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اس لیے باتیں کرتے وقت بھی دماغ حاضر رہتا ہے۔ غافل نہیں رہتا۔"
یہ کہنے کے بعد اُس نے وزیر علی کی باقاعدہ پٹائی شروع کردی۔ صرف ایک منٹ کے اندر وہ نیم مردہ سا ہوکر فرش پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس نے اس کے حلق پر ایک پیر کا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم ایک اسلامی ملک پاکستان کی شہ رگ کاٹنا چاہتے تھے۔ میں نے تمہاری شہ رگ پر پاؤں رکھ دیا ہے تاکہ تمہارے جیسے مسلمان نما کافر کو کلمہ پڑھنا بھی نصیب نہ ہو۔"

اس کے ایک پاؤں کا دباؤ اس کے حلق پر بڑھتا گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک پھڑپھڑاتا رہا پھر اس کا جسم ساکت ہوگیا۔ اس وزیر علی کی لاش پر دوسرا وزیر علی کھڑا ہوا تھا۔ جے مورگن نے آکر کوڈورڈز ادا کرتے ہوئے کہا۔ "علی بھائی! میں اس کے مردہ دماغ سے نکل آیا ہوں۔ میرے لائق کوئی اور خدمت؟"

"تمہارا بہت بہت شکریہ مورگن! تم جاسکتے ہو۔ میں اس کی لاش کو ٹھکانے لگادوں گا۔"

جے مورگن چلا گیا۔ لاش کو کہیں لے جا کر ٹھکانے نہیں لگانا تھا۔ علی نے پہلے ہی انتظامات کررکھے تھے۔ ایک پرفیوم کی شیشی میں تیزاب لے آیا تھا۔ اس نے وزیر علی کے تمام کپڑے اتار دیے۔ اس کے چہرے اور جسم کے مخصوص نشانات کو تیزاب کے ذریعے بگاڑ دیا۔ ایک تھیلے میں اپنا اور اس کا لباس رکھ لیا۔ اپنی اٹیچی ہوٹل کے اس کمرے میں چھوڑ دی۔ اس اٹیچی میں اس کا وہ پاسپورٹ اور کاغذات وغیرہ تھے جن میں اس کا جعلی نام اور جعلی تصویریں تھیں۔ پولیس تفتیش کرتی تو یہی ظاہر ہوتا کہ اس پاسپورٹ والا جو شخص ہوٹل میں آیا تھا' اسے کسی نے قتل کرکے اس کا چہرہ بگاڑ دیا ہے۔

وہ بیگ لے کر ہوٹل سے باہر آگیا۔ وزیر علی اپنی بیوی شلپا عرف سلمٰی کے ساتھ ایک کاٹیج میں مقیم تھا۔ وہ کاٹیج میں پہنچا تو شلپا نہیں تھی۔ دینا دانیال باہر جانے کی تیاریاں کررہی تھی۔ علی نے پوچھا۔ "کیا ایجنٹ کے پاس نئے پاسپورٹ اور ٹکٹ لینے جارہی ہو؟"

"ہاں' مجھے واپسی میں دیر ہوگی۔ شلپا کہاں ہے؟"

"یہی میں تم سے پوچھنے والا تھا۔"

دروازے سے آواز آئی۔ "میں حاضر ہوں۔ میری اتنی فکر نہ کرو۔"

علی نے کہا۔ "فکر کیوں نہ کریں۔ تم پہلی بار امریکا آئی ہو۔ راستہ بھٹک سکتی ہو۔ غلط لوگوں کے ہاتھوں میں پڑسکتی ہو۔"

شلپا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم تو ایسے فکر کررہے ہو جیسے سچ مچ میرے شوہر ہو۔"

دینا دانیال نے کہا۔ "شلپا! ایسی ہی فکر اور ایسی ہی ایکٹنگ تنہائی میں بھی کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کوئی دشمن ہمیں چھپ کر دیکھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ میں کہتی ہوں دیواروں کی آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔ اس لیے تمہیں وزیر بھائی جان کی سچ مچ کی بیوی اور مجھے سچ مچ کی بہن بن کر رہنا چاہیے۔"

شلپا نے آگے بڑھ کر علی کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔ "طاہرہ باجی (دینا دانیال) درست کہتی ہیں۔ ہمیں اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھرنا چاہیے۔"

علی بوکھلا سا گیا۔ وہ کبھی کسی لڑکی کے قریب جانا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ اسے اتنی بڑی دنیا میں صرف ثانی سے لگاؤ تھا۔ وہ جلدی سے شلپا کی بانہوں کو گردن سے ہٹا کر بولا۔ "یہ... یہ کیا کررہی ہو؟"

"حقیقت کا رنگ بھر رہی ہوں۔ عجیب بات ہے۔ پہلے میں تم سے کتراتی تھی اور سمجھاتی تھی کہ صرف نمائشی میاں بیوی بن کر رہو۔ اب تم مجھ سے کترا رہے ہو۔"

"ہاں۔ وہ...... وہ اس لیے کہ تم اور دینا مسلمان بنی ہوئی ہو۔ مسلمانوں میں ایک بہن کے سامنے اس کی بھابی اس کے بھائی کے گلے لگے تو اسے بے حیائی کہتے ہیں۔"

شلپا نے قائل ہوکر کہا۔ "کہتے تو تم بھی درست ہو۔ کوئی بات نہیں۔ ہم تنہائی میں سچی اداکاری کریں گے۔"

علی کا خون خشک ہونے لگا۔ اسے ثانی پر غصہ آرہا تھا کہ اس نے ابھی تک شلپا پر دوبارہ عمل کرکے اسے دور دور رہنے والی بات اس کے دماغ میں نقش نہیں کی ہے۔ پتا نہیں' وہ کس معاملے میں مصروف ہوگئی تھی اور کب واپس آکر شلپا پر عمل کرتی۔

وہ تینوں کاٹیج سے باہر آگئے۔ دینا اپنی کرائے کی کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔ شلپا نے کہا۔ "ابھی تو شام ہونے والی ہے۔ ہم ڈنر نو بجے کریں گے۔ جب تک ہمیں کاٹیج میں وقت گزارنا چاہیے۔"

وہ کاٹیج میں تنہا شلپا کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ جلدی سے بولا۔ "تم نے نیویارک کے مشہور مقامات نہیں دیکھے ہیں۔ انہیں ضرور دیکھنا اور یاد رکھنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کبھی تمہیں یہاں آنا پڑے۔ تمہارے لیے معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ کاٹیج صرف رات گزارنے کے لیے ہے۔"

وہ اسے بہلا پھسلا کر دوسری رینٹنڈ کار میں کاٹیج سے دور لے گیا۔ اس علی نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے مگر وہ کسی بھی عورت کی قربت سے گھبراتا تھا۔ بعض اوقات آدمی سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اگر ثانی اچانک ہی کسی دوسرے معاملے میں مصروف ہوجائے گی اور شلپا پر عمل نہیں کرسکے گی تو وہ شلپا اس کے گلے پڑ جائے گی۔

وہ کار ڈرائیو کررہا تھا۔ شلپا اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اگر شرافت سے بیٹھی رہتی تو کوئی بات نہیں تھی لیکن کبھی کبھی وہ اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیتی تھی۔ وہ پریشان ہوجاتا تھا۔ اپنے شانے جھٹک کر کہتا تھا۔ "سیدھی طرح بیٹھو ورنہ اسٹیرنگ بہک جائے گا۔"

وہ ہنس کر کہتی تھی۔ "صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم میری قربت سے بہک رہے ہو۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ میں بہکنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"اگر اتنے ہی پارسا ہو تو کل رات شراب پینے کے بعد مجھے اپنے بیڈروم میں کیوں بلا رہے تھے؟"

علی نے کہا۔ "کل میں نے آخری بار شراب پی تھی۔ آج ڈاکٹر نے سختی سے تاکید کی ہے کہ آئندہ شراب کو ہاتھ بھی لگاؤں گا

تو میرے پھیپھڑے بری طرح متاثر ہوں گے۔"

"ڈاکٹر تو یونہی بکواس کرتے ہیں۔"

"تمہارے خیال میں بکواس کرتے ہوں گے لیکن میں اپنی زندگی سے پیار کرتا ہوں۔ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ اس لیے آئندہ کبھی ایک گھونٹ بھی نہیں پیوں گا۔"

وہ رات کے نو بجے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر کے لیے گئے اور ایک میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ شلپا نے کہا۔ "یہاں آنے سے پہلے سوچتی تھی کہ پتا نہیں تم کیسے موٹے بھدے سے آدمی ہوگے۔ میں تمہیں اپنے قریب کبھی آنے نہیں دوں گی۔ پھر تمہیں دیکھنے کے بعد کشمکش میں رہی۔ پچھلی دو راتوں سے سوچتی رہی کہ تم اتنے اچھے کیوں لگتے ہو۔"

وہ چپ ہوگئی۔ ویٹر مینو لے آیا تھا۔ علی شام سے رات نو بجے تک ثانی کا انتظار کرتے کرتے پریشان ہوگیا تھا۔ پتا نہیں وہ کس معاملے میں الجھ کر رہ گئی تھی۔ شلپا نے پوچھا۔ "کیا کھانا پسند کروگے؟"

"زہر کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔"

شلپا نے چونک کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا یہاں بور ہو رہے ہو؟ کسی دوسرے ہوٹل میں چلوگے؟"

"نہیں یہیں کچھ کھالوں گا۔ تم اپنی پسند سے کھانا منگوالو۔"

اس نے اپنی پسند سے کھانے کا آرڈر دیا پھر کہا۔ "تم کچھ بدلے بدلے سے نظر آرہے ہو۔ آخر بات کیا ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ انسان کا موڈ بدلتا رہتا ہے۔"

"میرا خیال ہے آج تم نہیں پی رہے ہو اس لیے موڈ آف ہو رہا ہے۔ میرا مشورہ ہے ایک پیگ پی ہی لو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نے آئندہ نہ پینے کی قسم کھائی ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ یہاں سے کاٹیج میں جاکر میں تمہارا موڈ ٹھیک کردوں گی۔"

وہ اسی بات سے گھبرا رہا تھا کہ ہوٹل سے کاٹیج میں جانے تک بھی ثانی نہ آئی تو کیا ہوگا؟ بڑی سے بڑی مصیبتوں کو ٹالنے والا آج ایسی مصیبت میں پھنس گیا تھا کہ نجات کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ویٹر کھانے کی ڈشیں لاکر میز پر رکھنے لگا۔ ایسے ہی وقت ثانی نے اس کے اندر آکر کوڈورڈز ادا کیے۔ وہ غصے سے بولا۔ "تم کہاں مرگئی تھیں؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "یہ تم کیسے لہجے میں بول رہے ہو؟"

"کیا میں پیار سے بولوں؟ یہ شلپا میرے گلے پڑ رہی ہے۔ تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟"

"میں کیا کروں؟ مجبور ہوگئی ہوں۔ پارس ایک نئی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ ابھی ذرا سی دیر کے لیے آئی ہوں۔ تم صرف دو گھنٹے شلپا کو ٹالتے رہو۔ میں نیویارک کے وقت کے مطابق ٹھیک گیارہ بجے پہنچ کر شلپا کو اس کے بیڈروم میں سلاؤں گی پھر اس پر عمل کروں گی۔"

"کیا پارس کی مصیبت کو ٹالنے کے لیے بابا، ...، جے مورگن وغیرہ نہیں جاسکتے ہیں؟"

"ہمارے ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ کوئی بھی پارس کے پاس جاسکتا ہے لیکن پاپا نے مجھے پارس کے ساتھ رہنے کو کہا ہے۔ کیا ہم میں سے کوئی پاپا کا حکم ٹال سکتا ہے؟"

"اچھا ٹھیک ہے۔ مگر دیکھو ٹھیک گیارہ بجے چلی آنا۔ ورنہ ورنہ میں......"

"تم بھی کیا عجیب مرد ہو۔ اتنی حسین عورت تمہارے ساتھ ہے اور تم گھبرا رہے ہو۔ ذرا اس کا ہاتھ پکڑو۔ تمہارے دل کی دھڑکنیں تیز ہوجائیں گی۔"

"تم میرے سامنے ہوتیں تو تمہارا منہ توڑ دیتا۔ خدا نے مجھے صرف تمہارے لیے اور تمہیں صرف میرے لیے پیدا کیا ہے۔ اگر تم وعدے کے مطابق نہیں آؤگی اور یہ شلپا حد سے آگے بڑھے گی تو میں اسے قتل کردوں گا۔"

"آؤں گی' میرے دیوانے آؤں گی۔ خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ علی چپ چاپ سر جھکا کر کھانے لگا۔ سر اس لیے نہیں اٹھا رہا تھا کہ سامنے بیٹھی ہوئی حسینہ آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھے گی۔ کھانا اگرچہ بہت لذیذ تھا مگر اس کے حلق سے نہیں اتر رہا تھا۔ اس لیے کھانے کا مرحلہ جلد ہی طے ہوگیا۔ وہ ہوٹل سے باہر آگئے۔ شلپا نے کہا۔ "اب ہم کاٹیج میں چلیں گے۔"

علی نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے دس ہوچکے تھے۔ کاٹیج پہنچنے تک ثانی بھی پہنچ جاتی۔ اس نے کار ڈرائیو کی۔ پھر وقت گزارتا ہوا کاٹیج میں آگیا۔ دینا دانیال وہاں موجود تھی۔ اس نے کہا۔ "کام جلدی ہوگیا۔ اس لیے جلدی چلی آئی۔ یہ اپنے اپنے پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ رکھو۔ ہم کل دوپہر کی فلائٹ سے پاکستان جارہے ہیں۔"

شلپا اور علی نے اپنے اپنے پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ لے لیے۔ علی چاہتا تھا کہ ثانی کے آنے تک دینا دانیال سے باتیں کرے۔ مگر وہ تھکن ظاہر کرکے اپنے بیڈروم میں چلی گئی۔ اسے مجبوراً اپنے بیڈروم میں آنا پڑا۔ شلپا بھی اس کے ساتھ چلی آئی۔ وہ بولا۔ "تم اپنے بیڈروم میں جاؤ۔"

"عجیب آدمی ہو۔ میں تمہارا موڈ ٹھیک کرنا چاہتی ہوں اور تم مجھے جانے کو کہہ رہے ہو۔"

"پلیز' میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

"تنہائی اسی کو کہتے ہیں کہ میاں بیوی کے سوا کوئی تیسرا کمرے میں نہ ہو۔ کیا بھول گئے کہ طاہرہ باجی (دینا) نے کہا تھا کہ ہم تینوں کو اپنی اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھرنا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ بستر پر گر پڑی اور انگڑائی لینے لگی۔ وہ قریب آکر بولا۔ "میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ اٹھا کر

کمرے سے باہر پھینک دوں گا۔"

"مجھے اٹھا کر پھینکنے کے لیے ہاتھ لگانا ہوگا اور میں شام سے دیکھ رہی ہوں کہ تم نے ایک بار بھی میرا ہاتھ نہیں پکڑا ہے۔"

"اس لیے نہیں پکڑا کہ جس کا ہاتھ پکڑتا ہوں' پھر اس کا ہاتھ اپنے بدن سے الگ ہو جاتا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ آؤ اور میرے بدن کا جوڑ جوڑ الگ کرو۔"

اس نے غصے سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اسی وقت ثانی نے آکر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اسے ایک دم سے اطمینان ہوا۔ اس نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔ "تم نے گیارہ بجے آنے کو کہا تھا۔"

بستر پر لیٹی ہوئی شلپا نے کہا۔ "گیارہ بجے کی کیا بات کر رہے ہو؟ میں تو شام سے تمہارے ساتھ ہوں۔"

علی نے کہا۔ "یو شٹ اپ۔ میں تم سے نہیں کہہ رہا ہوں۔"

پھر اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اب تم آگئی ہو' اسے قابو میں کرلوگی مگر پہلے میرے بھائی کی خیریت بتاؤ۔ کیا پارس مصیبت سے نکل گیا ہے؟"

شلپا نے کہا۔ "پارس جیسے شیطان کی بات نہ کرو' ویسے میں اسے پیار سے شیطان کہتی ہوں۔"

علی نے ایک دم سے چونک کر شلپا کو دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا۔ "تم سوچ کے ذریعے ہونے والی باتیں کیسے سن رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "ہر شخص باتیں کرتے وقت خود اپنی باتیں سنتا بھی ہے۔"

ثانی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں تمہارے اندر بول رہی ہوں اور تمہارے سامنے بستر پر لیٹی سن رہی ہوں۔"

علی نے شدید حیرانی سے شلپا کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر ثانی کی آواز اور لہجے میں بولی۔ "آؤ ہمت ہے تو مجھے اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دو۔"

وہ اچھل کر بستر پر آگیا پھر بولا۔ "تم...... تم میری ثانی ہو؟"

"جب تک تم وزیر علی کو ٹریپ کرکے اس کے ہم شکل بنتے رہے تب تک میں شلپا کو ٹریپ کرکے اس کی ہم شکل بنتی رہی۔ وزیر علی کی طرح وہ بھی جہنم میں پہنچ گئی ہے۔"

علی نے اس کی گردن دبوچ کر کہا۔ "ثانی کی بچی! تم شام سے مجھے پریشان کر رہی تھیں؟"

"نہیں اپنے محبوب کو آزما رہی تھی۔ میں تم پر جتنا بھی ناز کروں' کم ہے۔ گردن آہستگی سے کیوں دبوچ رہے ہو۔ زور سے گلا دباؤ۔ میں تمہارے ہاتھوں سے مر کر امر ہو جانا چاہتی ہوں۔"

علی نے گلے سے ہاتھ ہٹالیا مگر گلے سے لگالیا۔

○☆○

داؤد منڈولا پھر گیدڑ سے شیر بن گیا تھا۔ شیر بنتے ہی سب سے پہلے اس نے اپنے بوڑھے محسنوں کو قتل کیا۔ ان کے گھر کو آگ لگائی تاکہ پولیس اور ان کے کتے اس کی بو کو نہ پاسکیں۔ اس گھر میں ٹونی نام کا ایک کتا تھا۔ وہ اسے بھی گولی مار کر ہلاک کرنا چاہتا تھا مگر کتا وہاں سے بھاگ کر جھاڑیوں میں جاکر چھپ گیا تھا۔

اس کی دماغی اور جسمانی توانائی بحال ہوگئی تھی۔ وہ پہلے کی طرح پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک سکتا تھا۔ اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اس کے اندر آسکتا تھا' نہ اس کی اصلیت معلوم کرسکتا تھا۔ وہ پھر سے اسرائیل کی خفیہ تنظیم کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔

اب وہ کہیں آرام سے رہ کر آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے جس گھر میں پناہ لی تھی اسے آگ لگانے کے بعد وہاں سے بھاگتا ہوا چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھتا ہوا اس پہاڑی کے دوسری طرف چلا آیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کتا بچ کر نکل گیا ہے اور یہ اچھا نہیں ہوا ہے لیکن اسے تلاش کرنے کے لیے وہ اس جلتے ہوئے گھر کے آس پاس نہیں رہ سکتا تھا۔ آگ کے شعلوں کو بھڑکتے دیکھ کر لوگوں کے علاوہ پولیس والے بھی آسکتے تھے۔ وہ مجبوراً وہاں سے بھاگتا رہا۔ پہاڑی کے دوسری طرف تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک پختہ سڑک نظر آرہی تھی۔ اس سڑک پر سے کئی گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ وہ کسی گاڑی والے کو روک کر اسے ٹیلی پیتھی کے زیر اثر لاکر کسی محفوظ مقام تک پہنچ سکتا تھا۔

اسی وقت اس نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ وہ پہاڑی کی بہت اونچائی پر کھڑا غرا رہا تھا۔ کتا اپنی ذات میں ہوتا کیا ہے؟ محض ایک دُم ہلانے والا اور قدموں میں لوٹنے والا ایسا کمتر جانور ہوتا ہے جسے آدمی گالی کے طور پر دوسرے آدمی کو کتا کہتا ہے لیکن اس وقت پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا غرانے والا کتا ایسا لگ رہا تھا جیسے اپنی غراہٹ میں منڈولا کو کتا کہہ رہا ہو۔

وہ کتا منڈولا کی گن کی زد میں تھا۔ منڈولا کی گن سے نکلی ہوئی گولی اسے بھی مردہ بنا سکتی تھی۔ اگر ایک گولی اسے نہ لگتی تو دوسری تیسری اسے لگ سکتی تھی لیکن پہاڑی پر ہونے والی فائرنگ کی آوازیں گونجتی ہوئی سڑک تک جاتیں تو وہاں سے گزرنے والے تجسس میں مبتلا ہو جاتے۔ وہ ابھی خود کو مشکوک نہیں بنانا چاہتا تھا۔ پہلے کہیں پوری طرح پناہ اور تحفظ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ کتا ٹونی اس کا آخری دشمن تھا۔ منڈولا یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کتے نے روشندان سے جھانک کر اپنی بوڑھی مالکہ اور بوڑھے مالک کو اس قاتل کی گن سے مرتے دیکھا ہے۔ اس نے سوچا کہ ٹونی اس پورے گھر کی تباہی کا سبب نہیں جانتا ہے اور نہ ہی اس نے اسے واردات کرتے دیکھا ہے۔ لہٰذا کتا دوست بن سکتا ہے۔

یہ سوچ کر وہ دور ہی سے اسے پچکارنے لگا۔ "آؤ۔ آؤ۔ آؤ ٹونی! اب تم اکیلے رہ گئے ہو۔ تمہاری مالکہ اور مالک کا پیار میں تمہیں دوں گا۔ کم آن۔ میرے پاس آجاؤ۔"

ٹونی نے حرکت کی۔ ایک سمت جانے لگا لیکن سمت بدل کر باوجود منڈولا سے اتنے ہی فاصلے پر تھا اور فاصلہ بتا رہا تھا کہ وہ کسی بھی سمت جاکر اچانک ہی دوڑتا ہوا اس پر چھلانگ لگا سکتا ہے اس کی غراہٹ سمجھا رہی تھی کہ وہ پچکارنے اور محبت کرنے کے باوجود اس کا دوست نہیں بنے گا۔ خیریت اسی میں تھی کہ وہ خود ذرا قریب ہو کر صحیح نشانہ لے کر ایک ہی گولی میں اس کا کام تمام کردے۔ اسے ہلاک کیے بغیر وہاں سے بھاگنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بھی پیچھے پیچھے آئے گا۔ کسی آبادی میں پہنچے گا تو لوگ سوال کریں گے کہ ایک کتا اس کے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے۔ پھر یہ کہ کتا سوال کرنے والوں کی راہنمائی جلتے ہوئے گھر تک کرسکتا تھا۔

وہ اپنی گن سنبھال کر کتے کی طرف دوڑنے لگا۔ کتے نے خطرہ محسوس کرتے ہی دور بھاگنا شروع کیا۔ دونوں ہی تیز رفتاری سے دوڑ رہے تھے۔ اس لیے ایک دوسرے سے دوری بدستور قائم تھی۔ ایسی صورت میں گولیاں چلائی جاتیں تو وہ کبھی نشانے پر نہ لگتیں۔ گولیاں بھی ضائع ہوتیں' وہ دوسروں کی توجہ کا مرکز بھی بن جاتا اور آخری دشمن زندہ رہ جاتا۔

وہ کتے کے پیچھے دوڑتا ہوا پہاڑی سے نیچے اتر کر... سڑک پر آگیا۔ کتا سڑک پار کرکے دوسری طرف ایک فارم کی سمت بھاگتا جا رہا تھا۔ داؤد منڈولا نے سڑک پر پہنچتے ہی گزرنے والی گاڑیوں سے لفٹ مانگنے کا اشارہ کیا۔ کوئی گاڑی نہیں رک رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عقل آئی کہ اس نے ہاتھوں میں گن پکڑی ہوئی ہے۔ ایسے میں کوئی احمق بھی اسے لفٹ دینے کے لیے گاڑی نہیں روکے گا۔

اس نے جلدی سے بیگ کھول کر اس میں گن کو چھپالیا۔ کتا ٹونی دور کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ منڈولا نے ایک گاڑی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ رک گئی۔ اس میں تین ہٹے کٹے جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سر کے بالوں کی تراش ایسی تھی کہ کھوپڑی کے درمیان اوپری سطح پر بال اگے ہوئے تھے باقی چاروں طرف سے انہوں نے سر منڈوایا ہوا تھا۔ ان میں سے دو جوان پچھلی سیٹ پر تھے۔ تیسرا آگے ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ اس نے منڈولا کے لیے دروازہ کھول دیا۔ وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے گاڑی میں بیٹھا۔ جب وہ آگے بڑھی تو ٹونی بھی اسی سمت دوڑنے لگا۔

منڈولا نے اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر پیچھے والی ونڈ اسکرین کے شیشے کے پار دیکھا۔ ٹونی پوری رفتاری سے دوڑتا آرہا تھا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے جوان نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا پیچھے تمہاری کوئی ڈارلنگ رہ گئی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "نہیں وہ دیکھو۔ وہ کتا نہ جانے کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ وہ پاگل کتا ہے۔ مجھے کاٹنے آرہا ہے۔ پلیز گاڑی تیز چلاؤ۔"

ڈرائیو کرنے والے نے کہا۔ "جتنی تیز چاہو گے اتنی ہی رفتار سے ہم چلائیں گے۔ مگر اس بیگ میں جتنا مال ہے۔ اسے باہر کرو۔"

پیچھے بیٹھے ہوئے دوسرے جوان نے ریوالور نکال کر منڈولا کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "یہ اچھا ہے کہ مجھے گولی نہیں چلانی پڑے گی۔ اگر میرے ہاتھوں مرنا نہیں چاہتے ہو تو دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگادو۔ ہم تمہارا بیگ پالیں گے اور کتا تمہیں پالے گا۔"

منڈولا یہ نہیں چاہتا تھا کہ دھوکے سے گولی چل جائے اور پھر زخمی ہو کر دماغی توانائی سے محروم ہو جائے۔ اس نے فوراً ہی ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنی طرف کا دروازہ اچانک ہی کھول کر اپنے ریوالور سمیت باہر کود گیا۔

اس کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی نے چیخ کر ڈرائیو کرنے والے سے کہا۔ "شیڈی! گاڑی روکو۔ ہمارا ساتھی باہر گر پڑا ہے۔ پلیز جلدی روکو۔"

منڈولا نے ڈرائیو کرنے والے شیڈی کی زبان سے پوچھا۔ "وہ کیسے گر پڑا؟ ذرا تم گر کر بتاؤ۔"

یہ کہتے ہی منڈولا نے پیچھے بیٹھے ہوئے دوسرے ساتھی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے بھی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگادی۔ منڈولا دونوں دروازے دوبارہ بند کرکے شیڈی کے اندر آگیا تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کے لیے گاڑی نہ روکے۔

گاڑی اسی کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے جا رہی تھی۔ اس لیے کتا اور وہ دونوں گرنے والے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ پھر راستے کے ایک موڑ پر نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے۔ شیڈی کے چور خیالات نے بتایا کہ ان کا ایک گروہ ہے جس میں چھٹی ہوئی بدمعاش عورتیں بھی ہیں۔ یہ لوگ راہ گیروں کو لوٹتے ہیں اور طرح طرح کی وارداتیں کرتے ہیں۔ منڈولا ایسی سوسائٹی میں رہنا چاہتا تھا' جہاں پولیس والے یا خیال خوانی کرنے والے اس پر شبہ نہ کریں۔

پھر یہ کہ ابھی ٹونی سے مکمل طور پر پیچھا نہیں چھوٹا تھا۔ اس نے کار سے گرنے والے ایک جوان کے خیالات پڑھے۔ وہ اپنے قریب پہنچنے والے ٹونی کو پیار سے پچکار رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میرے بے زبان دوست' تم پاگل نہیں لگتے جبکہ وہ ہم سے لفٹ لینے والا تمہیں پاگل کتا کہہ رہا تھا۔ آخر بات کیا ہے؟"

ٹونی منہ اٹھا کر اسی سمت بھونک رہا تھا' جدھر منڈولا کار میں فرار ہوا تھا۔ دوسرے گرنے والے جوان نے قریب آکر اپنے ساتھی سے کہا۔ "وہ لفٹ لینے والا کوئی جادوگر ہے۔ ہم دونوں جیسے جادو سے آپ ہی آپ کار سے کود پڑے تھے۔"

"وہ کمبخت کون ہے؟ کوئی بڑا ہاتھ مار کر جا رہا ہے۔ اس کا بیگ پھولا ہوا تھا۔ اس میں چوری کا مال ہوگا۔ ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

"مگر پتا نہیں وہ ہمارے ساتھی شیڈی کو کہاں لے گیا ہے۔ ہم اس کا سراغ کیسے لگائیں گے؟"

ایک نے کتے کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "یہ

بے زبان ہمیں اس کی پناہ گاہ تک پہنچائے گا۔"

منڈولا دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ کار رک گئی تھی۔ اس نے شیڈی سے پوچھا "تم نے گاڑی کیوں روک دی؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے دونوں ساتھی کہاں گم ہوگئے ہیں؟ اور میں تمہیں کہاں لیے جارہا ہوں؟"

"یہ تمہارے سوچنے کی نہیں' میرے سوچنے کی بات ہے کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ گاڑی چلاؤ۔"

اس نے دماغ پر قبضہ کیا۔ شیڈی پھر کار چلانے لگا۔ وہ چاہتا تو شیڈی اور اس کے دونوں ساتھیوں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مار سکتا تھا مگر بات اور بگڑ جاتی۔ بوڑھے اور بوڑھی کو قتل کرنے اور گھر کو آگ لگانے کے بعد وہ مزید کوئی واردات کرتا تو کہیں نہ کہیں قانون کے محافظوں کی نظروں میں آجاتا یا سپرماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کا سراغ لگا لیتے۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ گمنام رہ کر کوئی واردات کیے بغیر اس ملک سے چلا جائے۔

ایک چوراہے پر ایرو کے ذریعے نشاندہی کی گئی تھی۔ وہاں سے ایک راستہ برلنگٹن کی طرف جاتا تھا۔ شیڈی ٹاؤن البانی کی طرف گاڑی موڑ رہا تھا۔ منڈولا کی مرضی کے مطابق اس نے گاڑی روک دی۔ وہ اپنا بیگ لے کر گاڑی سے اتر گیا اور شیڈی کو اس کے راستے پر جانے دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ سڑک کے کنارے کھڑا شیڈی کے دماغ پر حاوی رہا جب وہ تیس کیلومیٹر دور نکل گیا تو اس نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ پھر چوراہے پر آکر وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں سے لفٹ مانگنے لگا۔ ایک شخص نے اسے اپنی کار میں بٹھایا پھر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں جانا چاہتے ہو؟"

منڈولا نے کہا۔ "برلنگٹن جانے کا ارادہ ہے۔ پھر وہاں کے ہیلی پورٹ سے واشنگٹن جاؤں گا۔"

"اتفاق سے میں بھی برلنگٹن جارہا ہوں۔ تمہیں وہاں تک پہنچادوں گا۔"

منڈولا نے اس کے خیالات پڑھے وہ ایک بے ضرر سا شخص تھا۔ کاروبار کے سلسلے میں سفر کررہا تھا۔ خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ پھر سوچنے لگا۔ "مقدر گردش میں ہے۔ ثانی سے پیچھا چھڑایا تو کمبخت وہ کتا میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ میں اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے زیر نہیں کرسکوں گا۔ جب تک یہاں رہوں گا یہی دھڑکا رہے گا کہ وہ کہیں نہ کہیں سے میری بو سونگھتے ہوئے میری موت بن کر پہنچ جائے گا۔ میرا یہی فیصلہ بہتر ہے کہ میں فی الحال اتنی دور چلا جاؤں کہ وہ میری بو نہ پاسکے۔"

اس نے برلنگٹن پہنچنے کے بعد ایک ہیلی کاپٹر چارٹر کیا پھر وہاں سے پرواز کرتا ہوا واشنگٹن پہنچ گیا۔ وہاں ایک ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد اپنے حالات پر سنجیدگی سے غور کیا تو یہی بات سمجھ میں آئی کہ جتنی جلدی ہوسکے اس ملک سے چلے جانا چاہیے۔ ایک خیال آیا کہ اپنے ملک اسرائیل سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کا ایک گمنام بادشاہ ایک معمولی دولت مند کی حیثیت سے وہاں رہ سکتا ہے۔

پھر اس نے سوچا۔ جن ایم آئی ایم کے مجاہدین نے طیارہ اغوا کیا تھا' وہ اسرائیل کے دشمن تھے۔ وہ ان کے ذریعے معلوم کرسکتا ہے کہ وہ آئندہ اسرائیل کے خلاف کیا کرنے والے ہیں؟ وہ طیارے میں رہنے کے دوران کئی مجاہدین کے دماغوں میں جاچکا تھا۔ ان میں سے ایک آدھ کی آواز اور لہجہ یاد تھا۔ اس نے ایسی ایک آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر ایک مجاہد کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہ ایران میں ہے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں؟ منڈولا نے طیارے میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ ان میں سے کوئی مجاہد اپنے سربراہ کے بارے میں بھی کچھ جانتا ہے۔

اتنی معلومات کے بعد منڈولا خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا کیونکہ ایک مجاہد نے اس کے سر پر ضرب لگا کر اسے زخمی کیا تھا اور یہ سب شلپا کی وجہ سے ہوا تھا۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی گرفت میں آنے سے بال بال بچ گیا تھا۔

اب وہ شلپا کے دماغ میں جاکر معلوم کرسکتا تھا کہ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں نے شلپا کے دماغ میں گھس کر کیا کچھ معلوم کیا ہے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مگر شلپا کا دماغ نہ ملا۔ سمجھ میں آگیا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ منڈولا نے وزیر علی اور دینا وانیال کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ اس لیے وہ ان کے متعلق معلومات حاصل نہ کرسکا۔

پھر ایک خیال یہ آیا کہ مجاہدین نے طیارے کے کسی مسافر کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ ان کی ایک شرط یہ تھی کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے تمام اسلامی ممالک کو بلکہ ساری دنیا کو یہ بتایا جائے کہ پی ایل او اور اسرائیل کا معاہدہ محض ایک ڈھونگ ہے۔ غزہ کی پٹی میں فلسطینی مسلمانوں کو آزادی دینے کے بہانے انہیں پہلے سے زیادہ زنجیریں پہنائی گئی ہیں۔

مجاہدین کی یہ شرط یہودی داؤد منڈولا کی سیاست کے خلاف تھی۔ وہ پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہودیوں کے خلاف ایسا اعلان کرنے کے بعد ان مسلمان حکمرانوں پر کیا گزر رہی ہے' جو رفتہ رفتہ حالات سازگار بنا کر اسرائیل سے معاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے منڈولا نے پہلے اردن کی انتظامیہ کے اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھے۔

شاہوں اور دیگر اعلیٰ افسران وغیرہ کی تصاویر اخبارات میں چھپا کرتی تھیں اور ان کے بیانات ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ سے نشر ہوا کرتے تھے۔ اس لیے ایسے وی آئی پی افراد کے دماغوں میں پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس افسر کے خیالات نے بتایا کہ ایم آئی ایم (مجاہدین اسلامک مشن) کی تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ کئی مجاہدین اردن میں اور کئی شام میں موجود ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں' ان کے سربراہ نے دونوں اسلامی ممالک کے اکابرین سے اور امریکا کی اہم شخصیات سے دمشق میں آدھی رات کو ملاقات کی تھی۔ اس افسر کے خیالات نے اس ملاقات کے جو واقعات بتائے ان واقعات کا حال پڑھ کر داؤد منڈولا کو حال آنے لگا۔ اس سربراہ کے تنہا آنے میں جو دہشت اور پُراسراریت تھی اس نے منڈولا کو مجبور کیا کہ وہ اب دمشق جائے گا اور وہاں ایک عام آدمی کی طرح رہ کر معلوم کرے گا کہ وہ پُراسرار سربراہ کہاں چھپا رہتا ہے اور شاہوں سے رابطے کے کیسے کیسے ذرائع اختیار کرتا ہے۔

منڈولا نے نئے میک اپ میں تصویریں اتروائیں۔ پاسپورٹ اور ویزا کے شعبے سے تعلق رکھنے والے افسران میں جگہ بنائی پھر ان کے ذریعے نیا مستند قانونی پاسپورٹ اور ویزا بنوایا اور ایک فلائٹ سے دمشق کی طرف روانہ ہوگیا۔

یہ انسان ہے' جو سوچتا ہے کہ ایسا کرے گا تو ایسا ہی ہوگا۔ مگر ویسا ہو جاتا ہے۔ تدبیر کچھ ہوتی ہے' تقدیر کچھ اور تماشا دکھاتی ہے۔ داؤد منڈولا اپنے پچھلے بدترین حالات سے سبق حاصل کرکے اپنے ملک اسرائیل میں جاکر آرام کرنا چاہتا تھا مگر مقدر کہہ رہا تھا جاؤ بیٹے! دمشق جاؤ' وہاں ثی تارا اور پارس پہلے ہی پہنچے ہوئے ہیں۔

○☆○

وہ رات کے نو بجے دمشق پہنچی۔ میں نے اسے ایک کار کا نمبر بتا کر کہا تھا کہ جو بھی اجنبی اس کار میں اسے لے جائے' وہ اس کے ساتھ چلی جائے۔ وہ کار اسے اس کے پارس تک پہنچادے گی۔

وہ اپنا مختصر سا سامان لے کر ویٹنگ ہال سے باہر آئی۔ ایک صحت مند بوڑھے نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کو کہا۔ "اور جیب سے ایک تصویر نکال کر کبھی اسے اور کبھی تصویر کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے عربی زبان میں کچھ کہا۔ ثی تارا نے کہا۔ "میں کسی حد تک عربی جانتی ہوں۔ مگر یہ عربی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ پلیز میری طرح انگریزی بولو۔"

وہ تصویر دکھاتے ہوئے بولا۔ "دِس از یو؟"

وہ تصویر کو دیکھ کر بولی۔ "یہ تصویر اتنی بڑی ہے۔ اتنی صاف نظر آرہی ہے کہ یہ میں ہی ہوں پھر بھی تم پوچھ رہے ہو؟ عجیب بڈھا ہے۔ تصویر دیکھ کر بھی مجھے نہیں پہچان رہا ہے۔"

وہ انگریزی زبان زیادہ نہیں سمجھتا تھا۔ پھر شامی عربی بولنے لگا۔ ثی تارا کا سامان اٹھا کر چلنے لگا۔ عمارت کے باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ ثی تارا نے اس کی نمبر پلیٹ پڑھی پھر مطمئن ہوگئی۔ وہ کار اسے اس کے پارس تک پہنچانے والی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ بوڑھا ڈرائیو کرنے لگا۔ اس نے راستے میں ایک پیٹرول پمپ

پر کار روکی۔ پھر ٹنکی فل کرانے لگا۔

شی تارا کے اندر بے چینی سی تھی۔ وہ جلد سے جلد اپنے پارس تک پہنچنا چاہتی تھی۔ وہ بوڑھا اپنی عربی میں پھر کچھ بول رہا تھا۔ وہ بیزاری سے بولی۔ "تم کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا انگلش نہیں جانتے ہو؟"

وہ الٹی سیدھی انگریزی میں بولا۔ "آئی نو ناٹ انجلش (انگلش) بچے۔" (میں زیادہ انگریزی نہیں جانتا)

"تو پھر اپنا منہ بند رکھو اور گاڑی چلاؤ۔"

گاڑی چل پڑی۔ بیس منٹ کے بعد وہ ایک خوبصورت سے بنگلے میں داخل ہو کر رک گئی۔ وہاں چار گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اس نے باہر آکر دیکھا تو ایک دم سے چونک گئی۔

ایک گن مین کار کی نمبر پلیٹ نکال کر اسے الٹا کر کے لگا رہا تھا۔ شی تارا نے آگے بڑھ کر پڑھا تو اب اس کار کا نمبر وہ نہیں تھا' جو میں نے بتایا تھا۔ وہ دھوکا کھا گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں اسے دھوکا دیا جا رہا تھا۔ وہ غصہ سے بولی۔ "یہ کیا حرکت ہے؟ مجھے بتاؤ اس کار کا اصل نمبر کیا ہے؟"

نمبر تبدیل کرنے والا بھی وہی عربی بولنے لگا۔ شی تارا نے غصے سے پلٹ کر بوڑھے ڈرائیور کو دیکھا۔ وہ دروازہ کھول کر بنگلے کے اندر جا رہا تھا۔ وہ چیخ کر بولی۔ "اے رک جاؤ۔ مجھے بتاؤ تم لوگ کون ہو؟"

مگر وہ اندر جا چکا تھا۔ دو گن مین ... شی تارا کے اطراف آگئے اور اسے نشانے پر رکھ کر اشارے سے بنگلے کے اندر چلنے کو کہا۔ اس نے فوراً ہی میرے پاس آکر کوڈورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "پاپا! جلدی آئیں۔ میں ٹریپ کی جا رہی ہوں۔"

میں نے اس کے اندر آکر اس کے مختصر سے حالات معلوم کیے پھر کہا۔ "میں حیران ہوں کہ یہ کون ہیں' جنہیں تمہاری آمد کا صرف علم نہیں ہوا تھا بلکہ تمہارے موجودہ بہروپ کی تصویر بھی ان کے پاس ہے اور انہوں نے کار کے نمبر کے ذریعے بھی دھوکا دیا ہے۔ تم ان میں سے کسی کو بولنے پر مجبور کرو۔ میں ان کی اصلیت معلوم کروں گا۔"

وہ ایک گن مین سے بولی۔ "مجھے اتنا تو بتا دو کہ تم لوگ کون ہو؟ تمہارا آقا کون ہے؟"

ایک گن مین نے عربی زبان میں کچھ کہا۔ میں عربی جانتا ہوں مگر اس کی عربی زبان میں بڑی تبدیلیاں تھیں۔ نہ میں کچھ سمجھ سکا اور نہ ہی اس کے فرفر بولنے پر کسی لفظ کو گرفت میں لے سکا۔ میں نے کہا۔ "بیٹی! یہ دمشق کی کوئی مقامی زبان ہے۔ ہم ان کے دماغوں میں پہنچ نہیں پائیں گے۔"

"اب کیا ہوگا پاپا؟"

"تم اتنی سی بات پر گھبرا رہی ہو۔ میرے وہاں بڑے ذرائع ہیں۔ تم دلیری سے بنگلے کے اندر جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

جب میں تھا تو پھر وہ کیا ڈرتی؟ دونوں مسلح افراد کے درمیان تن کر چلتی ہوئی بنگلے کے اندر آئی۔ پھر کاریڈور اور کمروں سے گزرتی ہوئی ایک کمرے کے کھلے ہوئے دروازے پر پہنچی۔ ایک گن مین نے اسے دھکا دیا۔ وہ کمرے کے اندر گئی باہر سے فوراً ہی دروازہ بند کر دیا گیا۔ وہ پلٹ کر دروازہ پیٹ کر بولی۔ "کھولو۔ دروازہ کھولو۔"

بند کمرے میں شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بوڑھا ڈرائیور اپنی نقلی داڑھی مونچھیں اور سر سے وگ اتارنے کے بعد بوتل اٹھا کر ایک گلاس میں شراب ڈال رہا تھا۔ اب وہ بوڑھا نہیں کوئی صحت مند جوان تھا۔ شی تارا نے پوچھا۔ "تم مجھے دھوکے سے یہاں لائے ہو۔ آخر تم کون ہو؟ کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو؟"

اس نے غٹا غٹ کئی گھونٹ پیے۔ پھر وہی گڑبڑ گڑبڑ عربی بولنے لگا۔ شی تارا نے کہا۔ "تم جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتے ہو' وہی بولو۔"

وہ پھر غٹا غٹ پینے لگا۔ ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر کے بولا۔ "جو عربی میں بول رہا ہوں اسے میں تو کیا میرے والد بزرگوار بھی نہیں سمجھ رہے ہیں۔ تمہیں کس نے کہا تھا کہ میرے ابا حضور کو یہاں لے کر آؤ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارے لیے شیطان سے بھی زیادہ کوئی بدتر نام ہونا چاہیے۔ گدھے کہیں کے' خوامخواہ تم نے میرا اتنا وقت ضائع کیا۔"

"اور آپ بہو اور بیٹے کے کمرے ان کا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

میں جھینپ کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ پتا نہیں یہ شیطان کس گھڑی میں پیدا ہوا تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ پارس نے جو تماشا کیا ہے' اس کے پیچھے کوئی گہری چال ہے۔ میں نے شی تارا کے موجودہ بہروپ کی تصویر پارس کو نہیں دی تھی۔ پھر وہ تصویر اس کے پاس کیسے پہنچ گئی تھی؟ اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ اسی تصویر والے روپ میں آئے گی؟

میں اُس سے ایسے کئی سوالات کر سکتا تھا لیکن بہو اور بیٹے کے کمرے میں رہ کر گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ خود اس کمبخت نے یہ بات کہہ کر مجھے وہاں سے رخصت ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ بعد میں اس نے بتایا کہ اس رات دمشق بہت اہم ہو گیا تھا۔ ایم آئی ایم کا پُراسرار سربراہ خود کو ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا جتنے ممالک سے مسافر دمشق جا رہے تھے ان کی تصویروں' پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ کی کاپیاں رکھی جا رہی تھیں۔ دمشق کے ائرپورٹ پر امریکی سی آئی اے' موساد کے سراغرساں مسلمان بن کر موجود تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس رات دمشق میں آنے والوں میں سے کتنوں کا تعلق ایم آئی ایم کی تنظیم سے ہے۔

بابا صاحب کے ادارے کے جو جاسوس نیویارک میں تھے' ان میں سے ایک نے شی تارا کے موجودہ بہروپ میں تصویر حاصل کر کے پارس کے پاس پہنچا دی تھی اور اسے بتا دیا تھا کہ سی آئی اے والے شی تارا پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔

پارس نے یہ جو تماشا کیا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ جب سی آئی اے اور موساد کے یہودی سراغرساں شی تارا کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس کا تعاقب کریں گے اور پارس کے بنگلے تک پہنچیں گے تو دور سے یہ دیکھ کر چونک جائیں گے کہ کار کی نمبر پلیٹ بدل دی گئی ہے اور شی تارا کو گن پوائنٹ پر رکھ کر جبراً بنگلے کے اندر لے جایا جا رہا ہے یعنی یہ سمجھ میں آئے گا کہ کسی گروہ نے اسے فریب دے کر اغوا کیا ہے۔ ایسے ڈرامائی موڑ پر سی آئی اے اور موساد والے اس گروہ کا محاصرہ کر کے معلوم کرنا چاہیں گے کہ شی تارا ایسی کیا اہمیت رکھتی ہے کہ اسے یوں اغوا کیا گیا ہے۔

میرے اس کمرے سے جانے کے بعد شی تارا نے گھور کر پارس کو دیکھا پھر پوچھا۔ "اس ناٹک کی کیا ضرورت تھی۔ کسی نے ہمارا پیچھا نہیں کیا ہے؟ میں کسی سراغرساں کی نظروں میں نہیں ہوں۔ تم مجھے الو بنا رہے تھے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی باہر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "لو سنو' تمہارے رشتے دار برات کے پٹاخے چھوڑتے آ رہے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تمہارے پاس صرف چار گن مین ہیں۔ کیا وہ دشمنوں کو روک سکیں گے؟"

"ان چاروں نے بلٹ پروف لباس پہنا ہے۔ وہ گولیاں کھاتے ہی زمین پر گر کر مر جائیں گے پھر جب ضرورت ہوگی تو زندہ ہو جائیں گے۔"

"لیکن وہ پھر یہاں اندر آ جائیں گے۔"

"تمہاری کشش لائے گی۔ اسی لیے کہتے ہیں اتنا حسن اچھا نہیں ہوتا۔ جو بھی ڈالتا ہے بری نظر ڈالتا ہے۔"

"تم میری باتوں کو مذاق میں اڑا رہے ہو۔"

"میں نے مذاق کرنے کے لیے یہ شراب کی بوتل نہیں کھولی ہے۔ یاد رکھو آنے والوں میں سے جو پینے سے انکار کرے گا وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ یوں تمہیں معلوم ہوتا رہے گا کہ کن لوگوں کے دماغوں میں جا کر ان کے اندر کا بھید معلوم کرنا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ ساتھ ہی کوئی للکار کر کہہ رہا تھا۔ "تمہارے باہر کے آدمی مارے جا چکے ہیں۔ یہاں جو بھی چھپا ہے وہ باہر آ جائے۔"

پارس نے شی تارا کو اشارہ کیا۔ وہ اونچی آواز میں بولی۔ "میں یہاں زبردستی لائی گئی ہوں۔ یہاں ایک شخص شراب پی رہا ہے۔ پلیز میری مدد کرو' یہ نہتا ہے۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

پہلے ایک شخص دروازہ کھول کر اندر آیا پھر مطمئن ہو کر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "آجاؤ' یہ واقعی نہتا ہے اور یہ وہی ائرپورٹ سے آنے والی عورت ہے۔"

وہ سب اندر آ گئے۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ ان کے اندر آتے ہی تڑاتڑ گولیاں چلیں۔ اس کے نتیجے میں تین فرش پر گرے۔ پھر اٹھ نہ سکے۔ چوتھے کے ہاتھ میں گولی لگی۔ اس کے ہاتھ سے گن گر گئی۔ پانچویں سے کہا گیا "گولی چلاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔ ہتھیار پھینک دو۔"

اس نے ہتھیار پھینک کر حیرانی سے دیکھا۔ باہر جو چار گن مین مارے گئے تھے وہ پھر زندہ ہو کر آ گئے تھے۔ پارس نے ہتھیار پھینکنے والے سے کہا۔ "آؤ آرام سے بیٹھو اور میرے ساتھ پیو۔ تم دونوں زندوں میں سے ایک زخمی ہے اور تم صحیح سلامت ہو۔"

وہ کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "تم کون ہو؟ اور اس عورت کو یہاں کیوں لائے ہو؟"

پارس نے اس کی طرف گلاس بڑھا کر کہا۔ "پیو میں جواب دیتا ہوں۔" وہ پینے لگا۔ پارس نے شی تارا سے کہا۔ "لائن کلیئر ہے۔ ڈھول بجا دو۔"

"میں اس زخمی کے دماغ کا ڈھول بجا چکی ہوں۔ یہ یہودی ہے اور موساد تنظیم سے اس کا تعلق ہے۔"

شراب پینے والے نے کہا۔ "او گاڈ! تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ پلیز ہمیں بتاؤ تم لوگ کون ہو؟"

پارس نے کہا۔ "موت کا کوئی سا بھی نام ہو سکتا ہے۔ ہم کیا بتائیں کہ ہم کون ہیں۔ موت سے تعارف بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تعارف ہوتے ہی زندگی رخصت ہو جاتی ہے۔"

شی تارا نے آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ "یہ جو تمہارے ساتھ بیٹھا پی رہا ہے' یہ موساد کا فیلڈ لیڈر ہے۔ یہاں اس کی راہنمائی میں چھ موساد کے سراغرساں ہیں جن میں سے یہ تین مارے گئے ہیں۔ ایک زخمی ہے اور باقی دو یہودی یہاں کے محل میں مسلمان بن کر منتظم کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔"

پارس نے اپنا موبائل فون فیلڈ لیڈر کو دیتے ہوئے کہا۔ "محل کے کسی یہودی سے معلوم کرو کہ وہاں وہ بخیر و خوبی اپنا کام انجام دے رہا ہے یا نہیں؟"

فیلڈ لیڈر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ ہمارے ان دو سراغرسانوں کے اندر بھی پہنچ جاؤ گے۔ میں بڑی سے بڑی آفر دیتا ہوں۔ ہم سے سمجھوتا کر لو۔ اگر تم بھی یہاں سراغرسانی کے لیے آئے ہو تو ہم مل کر کام کر سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ سمجھوتا ہو جائے گا۔ ہم ابھی اپنے مقاصد بیان کریں گے لیکن تم پہلے فون پر باتیں کرو۔"

شی تارا نے پارس کے اندر آکر سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "کیا میں اس کے اندر رہوں اور اس زخمی کو ڈھیل دے دوں۔"

"ہاں یہ زخمی خلافِ توقع کوئی حرکت کرے گا تو میں سنبھال لوں گا۔ تم اسے فون پر زیادہ باتیں کرنے یا اپنے آدمی کو اشارے میں کچھ کہنے کا موقع نہ دینا۔"

وہ موبائل پر رابطہ کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "ہیلو۔ میں ایف ایل (فیلڈ لیڈر) بول رہا ہوں۔"

شی تارا نے دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنی۔ "سوری۔ آپ نے رانگ نمبر ڈائل کیا ہے۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا لیکن شی تارا موساد کے اس یہودی جاسوس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اس نے رانگ نمبر اس لیے کہا تھا کہ اس وقت محل میں وہاں کے اکابرین اس گمنام سربراہ سے ہونے والی ملاقات کے انتظامات دیکھنے آئے تھے۔ وہ ان اکابرین کی موجودگی میں اپنے فیلڈ لیڈر سے باتیں نہیں کر سکتا تھا۔

فیلڈ لیڈر پارس سے یہی کہہ رہا تھا۔ "میرے ماتحت نے رانگ نمبر کہہ کر فون بند کر دیا۔ ابھی اس کے ساتھ کوئی مجبوری ہوگی۔ اس سے بعد میں رابطہ ہو سکے گا۔"

شی تارا نے پارس سے کہا۔ "اب اسے فون کرنا ضروری نہیں ہے۔ میں اس کے پاس جا رہی ہوں۔ تم ان سے نمٹو۔"

پارس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "ان تین لاشوں کے ساتھ اس زخمی کو بھی غائب کر دو۔ یہ فیلڈ لیڈر چونکہ میرے ساتھ پی رہا ہے اس لیے زندہ رہے گا۔ کیونکہ شراب پینے والے آپس میں دوست ہوتے ہیں اور دوستوں کو زندہ رہنا چاہیے۔"

پارس کی ہدایات سنتے ہی ایک گولی چلی اور وہ زخمی بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ چاروں گن مین ان لاشوں کو اٹھا کر وہاں سے لے جانے لگے۔ یہودی فیلڈ لیڈر خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔ شراب کا گلاس اس کے ہاتھ میں لرز رہا تھا۔ پارس نے پوچھا۔ "تم کیوں لرز رہے ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ تم شرابی دوست ہو۔ اس لیے زندہ رہو گے۔ چلو ایک سانس میں گلاس خالی کرو۔"

اس نے فوراً ہی گلاس کو منہ سے لگا کر پینا شروع کیا۔ اس شراب میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کی گئی تھی۔ زہریلے پارس پر شراب اور دوا کا خاک اثر نہ ہوتا۔ مگر فیلڈ لیڈر پر ہوا۔ اس پر بیہوشی طاری ہونے لگی۔ جب وہ چاروں گن مین ان لاشوں کو ٹھکانے لگا کر آ گئے تو پارس نے کہا۔ "اس فیلڈ لیڈر کا خاص خیال رکھو۔ ہم اسے ٹھیک آدھی رات کو ہوش میں لائیں گے۔"

پارس اس کمرے سے شی تارا کے ساتھ نکل کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ وہ بولی۔ "اس محل میں جو موساد کا جاسوس ہے، اس کا وہاں فرضی نام قاسم ہے۔ اس کے ساتھ دوسری ایک حسینہ موساد کی جاسوسہ ہے۔ ایم آئی ایم کا جو سربراہ آئے گا اس کے لیے کھانے پینے کے پُرتکلف انتظامات کیے گئے ہیں۔ مہمان اور میزبانوں کو کھانا کھلانے والی دس حسین ترین لڑکیاں ہوں گی۔ حسن و شباب سے بھرپور لڑکیوں کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کہ شاید اس تنہا آنے والے کا دل کسی حسینہ پر آ جائے۔ انتخاب کرنے والوں کا خیال ہے کہ ان میں سب سے زیادہ حسین وہی یہودی دوشیزہ ہے۔ اس کا فرضی نام مشروبہ ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے باقی نو حسیناؤں کے دماغوں میں بھی جھانک کر دیکھا ہے۔ ان میں سے دو حسیناؤں کا تعلق امریکا سے ہے۔ ان کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ اپنے حسن و شباب سے اجنبی مہمان کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔"

پارس نے کہا۔ "تم کسی سے کم نہیں ہو۔ مجھے متاثر کرو اور دل کی دھڑکنوں سے لگ کر رپورٹ سناؤ۔"

وہ مسکرا کر قریب آ گئی پھر بولی۔ "بارہ بجنے میں صرف سوا گھنٹہ رہ گیا ہے۔ ان موساد والوں کا ایک بنگلا کوچہ بشارت میں ہے۔ وہاں جا کر ٹی وی اسکرین پر محل کے تمام مناظر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان یہودیوں نے خفیہ وڈیو کیمروں کو محل کے مختلف حصوں میں چھپا رکھا ہے۔ وہاں جو کچھ ہوتا رہے گا اس کی ریکارڈنگ کوچہ بشارت والے بنگلے میں خود بخود ہوتی رہے گی۔ دونوں اسلامی ممالک کے اکابرین نے بھی سیٹلائٹ کے ذریعے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ حاکم محل میں ہونے والے اجنبی مہمان سے ملاقات اور گفتگو کے تمام مناظر سپر ماسٹر وغیرہ امریکا میں بیٹھے دیکھتے رہیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "بڑے افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ خود اسلامی ممالک کے اکابرین گھر کے بھیدی بن کر امریکا اور اسرائیل کو اپنی جڑوں میں گھسنے کا موقع دیتے رہتے ہیں۔ چلو اٹھو ہمیں کوچہ بشارت پہنچنا ہے۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔"

وہ بنگلے سے باہر آئے۔ پارس نے اپنے محافظوں سے کہا۔ "تمہاری یہ میڈم جب بھی تمہارے دماغوں میں آ کر کوئی ہدایت دیں گی تو اس پر فوراً عمل کرنا۔ ہم جا رہے ہیں۔ اس بیہوش فیلڈ لیڈر کا خیال رکھو۔"

وہ دونوں کوچہ بشارت کے اس بنگلے میں پہنچے تو رات کے بارہ بجنے میں بیس منٹ رہ گئے تھے۔ وہ بنگلا خالی اور مقفل تھا کیونکہ تمام موساد والے ٹریپ کیے جا چکے تھے۔ اگر ان کا فیلڈ لیڈر بیہوش نہ رہتا تو اس بنگلے کے ایک کمرے میں بیٹھ کر ٹی وی اسکرین کے ذریعے محل کا نظارہ کرتا رہتا۔

پارس اس کی جیب سے چابیاں لے آیا تھا۔ اندر پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ دونوں اسی کمرے میں پہنچ گئے، جہاں چھ عدد ٹی وی اور ریکارڈنگ وغیرہ کے آلات رکھے ہوئے تھے۔ پارس انہیں آپریٹ کرنے لگا۔ تمام ٹی وی چینل مختلف تھے۔ اس لئے ایک اسکرین پر محل کا احاطہ اور آہنی گیٹ وغیرہ دکھائی دے رہے تھے۔ دوسرے اسکرین پر محل کا وہ اندرونی حصہ نظر آ رہا تھا جہاں سے گزرنے کے بعد دیوانِ خاص تھا۔ اسی دیوانِ خاص میں مہمان اور میزبانوں کے بیٹھنے اور مذاکرات کرنے کے لیے آرام دہ نشستیں تھیں۔ تیسرے اسکرین پر محل کا پچھلا حصہ یعنی پائیں باغ وغیرہ

دکھائی دے رہے تھے اگر وہاں سے دشمن چھپ کر آنا چاہتے تو اسکرین پر دیکھ لیے جاتے۔

اسی طرح محل کے باقی اہم حصے مختلف ٹی وی اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ چھپے ہوئے مسلح گارڈز بھی نظر آ رہے تھے، جو مخالفانہ ماحول پیدا ہونے پر مہمان کو گن پوائنٹ پر رکھ کر گرفتار کر سکتے تھے یا بات زیادہ بگڑنے پر اسے گولی بھی مار سکتے تھے۔

گھڑی کی سوئیاں سست رفتاری سے سرکتی ہوئی بارہ کے ہندسے پر ایک دوسرے سے ملنے ہی والی تھیں۔ محل کے احاطے اور گیٹ کے پاس مسلح فوجی کھڑے ہوئے تھے۔ جب بارہ بجنے میں دو منٹ رہ گئے تو ایک شاہ کے سیکریٹری نے فون کی گھنٹی سن کر ریسیور اٹھایا پھر کہا۔ "میں اپنے آقا کا سکریٹری بول رہا ہوں۔"

جواب میں بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں آ رہا ہوں۔ احاطے کا گیٹ کھلا رکھو۔ میں وہاں پہنچ کر گیٹ کھلنے کا انتظار نہیں کروں گا۔"

"آل رائٹ سر! ابھی گیٹ کھولا جا رہا ہے۔"

سیکریٹری نے ریسیور رکھ کر واکی ٹاکی کے ذریعے سیکورٹی افسر سے کہا۔ "فوراً گیٹ کھول دو۔ مہمان کی کار کو کسی جگہ رکنا نہ پڑے۔"

حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ ٹھیک بارہ بجے ایک سیاہ رنگ کی بیش قیمت کار گیٹ سے گزر کر احاطے کے اندر داخل ہوئی اور باغیچہ کے درمیان سے سست رفتاری سے چلتی ہوئی پورچ میں آ کر رک گئی۔ اس کار کے شیشے رنگین تھے اس لیے اندر بیٹھا ہوا مہمان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

پورچ میں کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ نے ادب سے آگے بڑھ کر اگلا دروازہ کھولنا چاہا۔ وہ نہیں کھلا۔ پھر اس نے پچھلے دروازے کو کھولنا چاہا۔ وہ بھی اندر سے لاک تھا۔ وہ ناکام ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ محل کے دروازے پر نائب سپر ماسٹر، تین فوجی افسران اور شام اور اردن کے اکابرین مہمان کے استقبال کے لیے پورچ کے برآمدے میں آئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کار کا جو دروازہ کھولنے سے نہیں کھل رہا تھا وہ خود بخود کھل گیا۔ کھلے ہوئے دروازے سے یکے بعد دیگرے دو پاؤں باہر آئے۔ پھر ایک قد آور شخص باہر آ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس نے پتلون اور جوتے پہنے تھے۔ ایک کوٹ، شرٹ اور نکٹائی بھی تھی۔ ہاتھوں پر دستانے چڑھے ہوئے تھے۔ چہرے کا نچلا حصہ ایک مفلر میں لپٹا ہوا تھا اور اوپری حصے پر فیلٹ ہیٹ جھکی ہوئی تھی۔ گویا صرف لباس، ہیٹ اور جوتے نظر آ رہے تھے۔ نہ صورت دکھائی دے رہی تھی اور نہ ہی جسم کا کوئی حصہ جھلک رہا تھا۔

سب سے پہلے ایک فوجی افسر نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا تو اسے محسوس ہوا کہ مہمان کے دستانے کے پیچھے گوشت پوست نہیں ہے۔ صرف ہڈیوں والے ایک ہاتھ سے وہ مصافحہ کر رہا ہے۔ افسر نے ذرا سر جھکا کر دیکھا تو چہرے سے سفید پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں اور آنکھوں پر ایک سیاہ چشمہ تھا۔

فوجی افسر مہمان کے ساتھ برآمدے میں آیا پھر نائب سپر ماسٹر اور دوسرے مسلمان اکابرین کا تعارف کرانے لگا۔ سب نے اس سے مصافحہ کرتے وقت یہی محسوس کیا کہ وہ کسی گوشت پوست سے نہیں بلکہ ہڈیوں سے بنے ہوئے ایک ہاتھ سے اپنا ہاتھ ملا رہے ہیں۔ ان محسوس کرنے والوں نے بھی اس کے چہرے کو دیکھنا چاہا لیکن وہ ایک انسان ہوتے ہوئے بھی نہ دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی سمجھ میں آ رہا تھا۔

وہ سب حیران اور پریشان اس کے ساتھ محل کے اندر دیوانِ خاص میں آئے اور ایک دوسرے سے ذرا فاصلوں پر صوفوں پر بیٹھ گئے۔ نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے خود کو اس طرح کیوں چھپا رکھا ہے؟"

وہ بولا۔ "میں سب پر ظاہر نہیں ہوتا۔ آپ حضرات خاص میزبان ہیں اس لیے خود کو ظاہر کر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے سر سے ہیٹ اتارا۔ اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر اس نے آنکھوں سے سیاہ چشمہ اتارا۔ سب ہی ایک دم سے چونک گئے۔ اس کی آنکھیں شیشے کی تھیں اور بلب کی طرح

جل بجھ رہی تھیں۔

اس نے جلتی بجھتی آنکھوں سے ایک ایک کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا اس سے بھی آگے دیکھنا چاہتے ہو؟"

سب کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ کبھی اسے اور کبھی ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مہمان نے کہا۔ "جب آہی گیا ہوں تو پھر پردہ کیا کروں؟ چلو میری صورت بھی دیکھ لو۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنے سر سے پٹی کھولنے لگا۔ وہ پٹیاں سر سے لے کر نیچے گردن تک بندھی ہوئی تھیں۔ اوپر سے کھلتی ہوئی چہرے پر بھی آکر کھلنے لگیں تو سب ہی سہم سے گئے۔ اس کا چہرہ گوشت پوست سے محروم تھا۔ اس چہرے کا ڈھانچا ہڈیوں کا تھا۔ اس نے گردن تک پٹیوں کو کھولنے کے بعد کہا۔ "اس کے بعد لباس اتاروں گا تو اسی طرح ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آئیں گی۔ پھر تم سب مجھے مردہ کہو گے۔ ہڈیوں کا وہ ڈھانچا کہو گے' جو ابھی اپنی قبر سے اٹھ کر آیا ہے۔"

نائب سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا تم ہمیں بزدل بچے سمجھ کر ڈرانے آئے ہو؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ تم ایک بہت ہی طاقتور ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے حرکت کررہے ہو۔ ایم آئی ایم کا سربراہ کہیں دور کسی خفیہ پناہ گاہ میں بیٹھا' مختلف آلات کے ذریعے تمہیں متحرک کررہا ہے۔ وہاں سے ہماری آواز سن رہا ہے اور جواب میں جو کچھ بول رہا ہے' وہ ہمیں تمہارے منہ کے اندر رکھے ہوئے اسپیکر کے ذریعے سنائی دے رہا ہے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ نادانوں کے پاس نہیں آیا ہوں اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ بہت زیادہ داناؤں کے درمیان بھی نہیں ہوں۔ اگر ایک انسانی ڈھانچے سے ڈرانا ہوتا تو تم سب سے کسی قبرستان میں ملاقات کی شرط رکھتا۔ ذرا عقل سے سوچو کہ ڈھانچا یہاں کیوں آیا ہے؟"

انہوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر ایک نے پوچھا۔ "تم یہاں یہ تماشا کرنے کیوں آئے ہو؟"

"اس کی چند وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ کہ تم میں سے کوئی قبرستان میں مجھ سے ملنے نہ آتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہاں محل جیسی روشنی کے انتظامات نہ ہوتے۔ تیسری وجہ یہ کہ یہاں محل کے اندر سے باہر تک جو خفیہ وڈیو کیمرے نصب کیے گئے ہیں' اس کے ذریعے جس طرح یہاں ہماری وڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ ہو رہی ہے' ایسی قبرستان میں نہ ہوتی۔ میں چاہتا تھا کہ ہماری یہ ملاقات اور ابھی ہونے والے مذاکرات کا ایک ایک لمحہ' ایک ایک منظر ریکارڈ ہوجائے۔"

"ویسے تم کیوں چاہتے ہو کہ یہاں کے تمام مناظر ریکارڈ ہوجائیں؟"

"ہمارے مجاہدین نے طیارہ اغوا کرکے تم سب کو مجبور کیا تھا کہ اسرائیل اور پی ایل او کے فراڈ معاہدے کو ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے ساری دنیا میں پیش کیا جائے اور تم نے ایسا مجبوراً کیا تھا۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "کیا تم اس ڈھانچے والی وڈیو فلم کو ساری دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے ہمیں مجبور کرو گے اور خود اپنا تماشا بناؤ گے؟"

"یہ تماشا نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک عالمی حقیقت ہوگی۔ میں اس وڈیو کے ذریعے دنیا کے سارے مسلمانوں کو اور مسلمان حکمرانوں کو دکھانا چاہتا ہوں کہ مجھے دیکھو اور سمجھو کہ بیسویں صدی کے اختتام پر تم سب میری طرح ایسے ڈھانچے بن گئے ہو' جن کا ریموٹ کنٹرولر امریکا اور اسرائیل کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جب اکیسویں صدی شروع ہوگی تو اس وقت تک اس دنیا کا ایک ایک مسلمان میری طرح ہڈیوں کا ڈھانچا بن چکا ہوگا۔

"مسلمانو! مجھے دیکھو۔ میں جو نظر آرہا ہوں' یہی تمہارا مستقبل ہے۔

"اگر تم میں ذرا بھی شرم اور غیرت ہے تو ڈھانچا بننے سے پہلے ڈوب مرو۔ اور اگر تم میں سچا اسلامی جذبہ اور حوصلہ ہے تو ان سب ڈھانچے بنانے والوں کو ڈھانچے بنا کر اکیسویں صدی میں پیش کرو۔ تم ایسا کرسکتے ہو مگر کیسے کرو گے؟ تمہارے درمیان اتحاد نہیں ہے....."

ملک شام کے اکابرین میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "وڈیو کیمرے اور آڈیو ریکارڈنگ بند کردو۔ یہ مناظر اور یہ اشتعال انگیز تقریر اسلامی ممالک کے عوام تک نہیں پہنچنے دی جائے گی۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "تمہارے حکم کی تعمیل ہوگی اور عکاسی اور ریکارڈنگ بند ہوجائے گی تو یہاں سے کوئی بھی زندہ باہر نہیں جائے گا۔ ابھی تم میں سے ایک نے کہا تھا کہ میرے منہ کے اندر اسپیکر ہے جس کے ذریعے تم لوگ ایم آئی ایم کے سربراہ کی گفتگو سن رہے ہو۔ تو پھر ذرا عقل سے سوچو' میرے منہ میں اسپیکر ہوسکتا ہے تو میرے پیٹ کے اندر ایک بھرپور طاقت کا بم کیوں نہیں ہوسکتا؟"

سب اسے سہم کر دیکھنے لگے۔ اس نے کہا۔ "یہاں سے کوئی بھی اٹھے گا اور بھاگنا چاہے گا تو اس سے پہلے ہی ریموٹ کنٹرولر کا ایک بٹن دبے گا اور تم سب میرے ساتھ فنا ہوجاؤ گے۔"

سب نے دم سادھ لیا تھا جیسے جان نکل گئی ہو۔ وہ بولا۔ "میں تو ہڈیوں کا ڈھانچا ہوں۔ مرچکا ہوں۔ تم سب کے ساتھ اور ایک بار مروں گا تو کیا فرق پڑے گا؟ ہاں اگر تم سب نہیں مرنا چاہتے تو وڈیو کیمرے اور آڈیو ریکارڈنگ کو جاری رہنے دو۔ یوں تمہاری سانسیں بھی جاری رہیں گی۔"

اس محل کے دیوانِ خاص میں موت جیسی گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

عجیب بات تھی۔ خاموشی' سناٹا اور ویرانی قبرستان میں ہوا کرتی ہے۔ لیکن اتنے بڑے محل کے دیوان خاص میں موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ نائب سپر ماسٹر' امریکی فوج کے تین اعلیٰ افسران شام اور اردن کے کئی اکابرین زندہ بیٹھے تھے۔ زندہ لوگ لگتے ہیں مگر وہ مُردوں کی طرح چپ تھے اور جو مُردہ انسانی ڈھانچا زیادہ بول رہا تھا اور ایسا بول رہا تھا کہ بولنے والوں کو چپ لگ گئی تھی۔

وہ ایم آئی ایم کا پراسرار سربراہ ایک انسانی ڈھانچا ہوگا' یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

اور اس نے وضاحت کردی تھی کہ وہ ڈھانچا کیوں ہے؟ امریکا کے نیو ورلڈ آرڈر نے اور اس کے ساتھ اسرائیل کے منصوبوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور انہیں کچل ڈالنے کی جو راہیں اختیار کی تھیں' ان منصوبوں کے کامیاب ہونے کے بعد دنیا کا ہر مسلمان اس ایم آئی ایم کے سربراہ کی طرح صرف ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر رہ جاتا۔ اکیسویں صدی کے آغاز تک یہی ہوتا۔ یا تو ایک مسلمان بھی (خدانخواستہ) زندہ نہ رہتا۔ یا پھر ہڈیوں کے ڈھانچوں کی طرح زندہ رہتا اور امریکا' اسرائیل کے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے ان کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہتا۔

نائب سپر ماسٹر اور ان دو اسلامی ممالک کے اکابرین نے ایم آئی ایم کے سربراہ سے ہونے والی ملاقات اور مذاکرات کی وڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ کے مکمل انتظامات کررکھے تھے اور اس کا علم اس ڈھانچا بن کر آنے والے سربراہ کو تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ وڈیو فلم ساری دنیا کے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنے کے لیے دکھائی جائے گی۔

وہ دشمنان اسلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ اسلامی ممالک کے عوام کو وہ تمام حقائق معلوم ہوں جو ابھی وہ سربراہ بیان کرنے والا تھا اور یہی بیان کیا کم تھا کہ اس نے ڈھانچا بن کر تمام عالم اسلام کو مستقبل کا آئینہ دکھا دیا تھا؟

وہ دشمنان اسلام وڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ کو بند کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت ڈھانچے نے کہا تھا کہ اس کے منہ کے اندر اگر اسپیکر ہوسکتا ہے تو پیٹ کے اندر ایک طاقور دھماکے والا بم بھی ہوسکتا ہے۔ وہ شخص جو کسی خفیہ پناہ گاہ میں بیٹھا ریموٹ کنٹرول اور الیکٹرونک آلات سے اس ڈھانچے کو کنٹرول کررہا ہے' وہ اگر ریموٹ کنٹرول کا ایک بٹن دبائے گا تو اس کے پیٹ کے اندر رکھا ہوا بم بلاسٹ ہوگا۔ پھر وہاں بیٹھے ہوئے ملکی اور غیر ملکی معزز سیاستدان اور میزبان اس بم کے دھماکے سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے۔

یہ ایسی دھمکی تھی کہ وہاں بیٹھے ہوئے نائب سپر ماسٹر' فوج کے اعلیٰ افسران اور دو اسلامی ممالک کے اکابرین اس ڈھانچے کے ہال بیٹھے رہ گئے۔ کسی میں وہاں سے اٹھ کر نہ بھاگنے کی ہمت تھی اور نہ ہی وہ وڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ بند کرانے کا حکم دینے کی جرات کرسکتے تھے۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچا ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گیا تھا۔ وہ اسے اگل سکتے تھے نہ نگل سکتے تھے۔

بڑی دیر بعد نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "طیارہ اغوا کرکے تم نے اپنی شرط منوائی۔ ہم نے اس شرط کے مطابق ساری دنیا کو بتا دیا کہ اسرائیل اور پی ایل او کے معاہدے کے پیچھے کچھ سیاسی فریب چھپے ہوئے تھے۔ اب تم چاہتے ہو کہ ابھی ہماری ملاقات کی جو ریکارڈنگ ہو رہی ہے اس کی بھی وڈیو فلم ساری دنیا کے سامنے پیش کی جائے گی ہم یہ بھی کریں گے لیکن گفتگو نارمل ہو اور ایک دوسرے کو چیلنج نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "میں کبھی چیلنج نہ کرتا۔ مگر تم سب ریکارڈنگ بند کرنے والے تھے۔ پھر اس کے بعد مجھے شاید پہلے جیسی اہمیت نہ دیتے اور اٹھ کر یہاں سے چلے جاتے۔ ایسے حالات میں چیلنج کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ خود ہی دیکھو کہ اب یہاں کتنی شرافت سے بیٹھے ہوئے ہو۔"

مسلمان اکابرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ "ڈھانچے کا مطلب کیا یہ نہیں ہے کہ زندہ کو مُردہ کردینا؟ کیا جس انداز سے تم یہاں ظاہر ہوئے ہو' اس سے یہ واضح طور پر سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ تم نے دہشت گردوں کی تنظیم کیوں بنائی ہے اور کیا یہ تنظیم جس ملک کو دشمن سمجھے گی' وہاں کے باشندوں کو اسی طرح ڈھانچے بنا دے گی؟"

ڈھانچے نے کہا۔ "یہ تو انسان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ کون معمار ہے اور کون تخریب کار۔ ہمارے آٹھ مجاہدین نے طیارہ اغوا کرنے کے بعد ایک مسافر کو بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اور یہ ثابت کردیا کہ ہم جارحانہ انداز ضرور اختیار کرتے ہیں لیکن کسی کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچاتے۔"

شاہ اردن کے سیکریٹری نے کہا۔ "کیا تم نے کل ہمارے ملک کے ایک طیارے کو تباہ نہیں کیا تھا؟"

ڈھانچے نے کہا۔ "کل تمہارے ائرپورٹ کے رن وے سے اچانک ایک خالی جہاز نے پرواز کی۔ اس میں صرف ایک پائلٹ تھا۔ وہ طیارہ فضا میں پہنچ کر بلاسٹ ہوگیا۔ اس طیارے میں کسی مسافر کی جان نہیں گئی۔"

"مگر پائلٹ کی تو جان گئی۔ کیا پائلٹ انسان نہیں تھا جبکہ دعویٰ کرتے ہو کہ تمہاری تنظیم والے کسی کی جان سے نہیں کھیلتے ہیں۔"

مسٹر سیکریٹری! یہ تو بتاؤ کہ اس بلاسٹ ہونے والے طیارے میں کس پائلٹ کی جان گئی؟ کیا وہ پائلٹ تمہارے ملک کا تھا؟ یا کسی اور ملک کا تھا؟ تم میں سے کوئی ثابت کرے کہ اس کے ملک کے پائلٹ کی جان گئی تھی؟"

"ہم میں سے کسی ملک کے پائلٹ کی جان نہیں گئی۔ ہم نے

تحقیقات کی تھیں۔ شاید تمہارا کوئی مجاہد وہ طیارہ اڑا کر لے گیا تھا اور وہ جان پر کھیل گیا تھا۔ کیا وہ مجاہد انسان نہیں تھا؟"

"نہیں تھا۔ میری طرح ہڈیوں کا ڈھانچا تھا۔ بڑی رازداری سے طیارے میں پہنچایا گیا تھا۔ اس ڈھانچے نے طیارے کو رن وے سے اڑا کر جو کچھ کیا وہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے کیا۔"

پھر ایک بار سب کو چپ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ملک شام کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "کل تم نے خفیہ طریقے سے ہمارے ایک ائرپورٹ پر اعلان کیا کہ طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔ مسافروں میں وحشت پھیل گئی۔ کسی نے اس طیارے میں سفر نہیں کیا۔ یہ کیا دہشت گردی نہیں ہے؟"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "کل ہمارے ملک میں بھی یہ اعلان کیا کہ جب تک ایم آئی ایم سے پرامن مذاکرات نہیں ہوں گے، تب تک امریکا کا کوئی بھی طیارہ پرواز کرنے کے دوران بلاسٹ ہو سکتا ہے۔ تم نے ہمارے ملک میں بھی وحشت پھیلائی ہے۔"

"بے شک میں نے ایسا کیا ہے لیکن ابھی کہہ چکا ہوں کہ ہماری تنظیم کے جوان کسی کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ کسی انسان کی جان لینا، چنگیز خان اور ہلاکو بننا اور بات ہے، دہشت پھیلانا اور بات ہے۔ ہم نے مذاکرات کے لیے تمہیں مجبور کرنے کی خاطر دہشت پھیلائی۔ مگر اس زبان پر قائم ہیں کہ ہم نے کسی کی جان نہیں لی۔"

"کیا تم لوگ ہمیشہ اسی زبان پر قائم رہو گے؟"

"اگر تم بھی قائم رہو گے اور ہمارے کسی مجاہد کو جانی نقصان نہیں پہنچاؤ گے تو ہم بھی قائم رہیں گے۔ اگر کبھی ایسا ہوگا تو ہم اپنے طریقہ کار کے مطابق ساری دنیا کے ٹی وی اسکرین پر وہ وڈیو فلم ضرور دکھائیں گے جس میں ہمارے خلاف اشتعال انگیزی کی گئی ہو۔ تمہارے لوگوں نے ہمارے کسی مجاہد کو مارا ہو، تب جواباً تمہارے لوگوں کی شامت کس طرح آتی ہے یہ ساری دنیا کے ٹی وی پر دکھایا جائے گا۔"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "تمہارے اس جدید سائنسی انداز سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہارے وسائل بے پناہ ہیں اور تم بڑے وسیع ذرائع کے مالک ہو۔ اس طرح عالمی سطح پر جدوجہد کرنے کے لیے بے شمار دولت کی اور کسی بہت بڑے ملک کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا ہمیں اور اس وڈیو فلم کے ذریعے ساری دنیا کو بتاؤ گے کہ تمہیں قارون کا خزانہ کس ملک سے ملتا ہے۔"

اس نے جواب دیا۔ "ہیرے موتیوں کا خزانہ ہو، کرنسی نوٹ ہوں اور نہایت جدید اسلحہ ہو۔ یہ سب تمہارے ملک امریکا سے اور اسرائیل سے ہمیں ملتا ہے۔"

نائب سپر ماسٹر نے چیخ کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ سراسر جھوٹ! اس وقت دنیا والے تمہاری باتیں سن رہے ہیں وہ اس جھوٹ پر کبھی یقین نہیں کریں گے۔ بہتر ہے کہ سچ بول دو۔"

"یہ سچ ہے۔ ہم امریکا سے اور ورلڈ بینک سے قرضے نہیں مانگتے ہیں۔ جب ہمیں ضرورت ہوتی ہے تو ہمارا ڈھانچا ورلڈ بینک میں اور اسرائیل کے اسٹیٹ بینک میں جا کر کروڑوں ڈالر نکال کر لے آتا ہے۔ کیا ان بینکوں کے ڈائریکٹر جنرل نے اور آڈیٹروں نے یہ رپورٹ پیش نہیں کی ہے کہ پچھلے پانچ ماہ کے دوران ان کے بینکوں سے کروڑوں کی کرنسی غائب ہوتی رہی ہے۔"

نائب سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران سب ہی حیرانی اور بے یقینی سے اس سربراہ ڈھانچے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "تمہارے ڈھانچے کس طرح مختلف بینکوں کے اندر پہنچ کر اتنی بڑی واردات کرتے ہیں؟"

"ہم ایسا کس طرح کرتے ہیں، یہ خود معلوم کرو۔ ہمیں آئندہ بھی ضرورت ہوگی۔ تم جس قدر حفاظتی انتظامات چاہو، کرتے رہو۔ ہم اپنی ضرورت کے مطابق تمہارے ملکوں سے رقم لے جاتے رہیں گے۔"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "تو تم دنیا والوں کے سامنے تسلیم کرتے ہو کہ تم نے ڈاکے ڈالنے والی تنظیم بنائی ہے اور بڑی بے باکی سے تسلیم بھی کر رہے ہو۔"

اس نے کہا۔ "اگر تم اپنے ملک کی دولت اپنی قوم کی فلاح اور بہبود کے لیے خرچ کرو اور ہم اسے چرائیں تو پھر ڈاکو ہیں اگر تم اپنی دولت مسلمانوں کو کمتر بنانے اور کچلنے کے لیے صرف کرو گے تو پھر ہمارا حق ہے کہ ہم اس دولت سے تمہارا سر کچل ڈالیں۔ تم اسے ڈاکا کہو، ہم اسے دھماکا کہتے ہیں۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکا اور اسرائیل میں ایم آئی ایم کے بے شمار مجاہدین ہیں، جو وقت ضرورت کسی بھی بینک کو لوٹ لیتے ہیں۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "میں آخری بار یہ سمجھا رہا ہوں کہ ہم لٹیرے نہیں ہیں۔ تمہاری رقم لوٹ کر نہیں لے جاتے ہیں۔ تم لوگوں نے مسلمانوں کو انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دینے کے لیے اور اپنے زیر اثر رہنے والے اسلامی ملکوں اور اسرائیل کے درمیان معاہدے کرانے کے لیے جتنی رقم مختص کی ہے، صرف اتنی ہی رقم ہم لے جاتے ہیں۔ لہٰذا آئندہ ہمارے لیے ڈاکو اور لٹیرے جیسے الفاظ استعمال نہ کرنا۔"

اردن اور شام کے اکابرین نے اپنے طور پر سوالات کیے۔ ایک نے پوچھا۔ "آپ کے مجاہدین ہمارے ملک میں کیوں آئے ہیں؟ جبکہ ہم نے ابھی اسرائیل سے کسی طرح کا رابطہ قائم نہیں کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "کیا ہمارے ذرائع اور وسائل کو محدود سمجھتے ہو؟ کیا ہم نہیں جانتے کہ تمہارے ملک کے ایجنٹ نہایت خفیہ طریقوں سے لندن اور پیرس میں اسرائیل کی اہم شخصیات سے ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں۔ میں اس وڈیو کے ذریعے تمہارے ملک کے تمام مسلمانوں کو یہ سنا رہا ہوں کہ وہ عوام اپنے مسلمان حکمرانوں کو اسرائیل کا کٹر دشمن سمجھتے ہیں جبکہ وہ دشمن نہیں ہیں۔ مسلمان رعایا کے خوف سے وہ یورپ جا کر اسرائیلیوں سے ملتے ہیں۔"

شاہ اردن کے سیکریٹری نے کہا۔ "تم کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر مسلم ممالک کے حکمرانوں پر الزام عائد کر رہے ہو۔"

اس نے کہا۔ "کچھ عرصے بعد جب تمہارا ملک اسرائیل سے معاہدہ کرے گا اور اپنی سرحدیں کھول دے گا تب ساری دنیا کو میری آج کی باتیں یاد آئیں گی۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک فوجی افسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون؟"

پارس نے کہا۔ "ریسیور اپنے ڈھانچے مہمان کو دو۔"

افسر نے ریسیور کو ڈھانچے کی طرف بڑھایا۔ ڈھانچے نے ریسیور لے کر کان سے لگایا۔ اگرچہ کان نظر نہیں آ رہے تھے۔ لیکن کھوپڑی کے اندر بولنے اور سننے کے آلات اسی طرح اسمبل کیے گئے ہوں گے جیسے زندہ انسانوں کے کانوں میں قدرتی طور پر ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ "ہیلو۔ میں یہاں کسی کے فون کی توقع نہیں کر رہا تھا، تم کون ہو؟"

پارس نے کہا۔ "اس فون کے کنکشن دوسرے کئی کمروں میں ہیں۔ اس لیے میں اپنا تعارف نہیں کرا سکوں گا۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ ملک اردن کی سرحدیں اسرائیل کے لیے کھول دی جائیں گی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہودیوں کا رابطہ ابھی سے ہے۔ ایک یہودی کو تو میں نے اپنی قید میں رکھا ہے۔ دوسرے کو تم بلاؤ۔ وہ اس محل میں قاسم کے نام سے ملازم ہے۔"

"میں ابھی بلاؤں گا اور تمہاری اطلاع کی تصدیق کروں گا۔ کوئی اور بات؟"

"ہاں تمہاری آمد سے پہلے تمہیں گوشت پوست کا انسان سمجھا گیا تھا۔ لہٰذا تمہیں رجھانے کے لیے دس عدد حسین ترین عورتوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک حسینہ یہودی ہے۔ اس کا نام مشروبہ ہے اور دو امریکی جاسوس حسینائیں ہیں۔ جب تم تصدیق کر لو گے تو پھر رابطہ کروں گا۔ خدا حافظ۔"

پارس نے موبائل فون کو آف کر دیا۔ پچھلے باب میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ ثی تارا اور پارس نے دمشق پہنچنے والے موساد کے خفیہ ایجنٹوں کو ٹریپ کیا تھا۔ چار کو گولیاں مار دی گئی تھیں۔ صرف ان کے ایک فیلڈ لیڈر کو پارس کے چار ماتحتوں نے قید کر رکھا تھا۔

موساد کی اس ٹیم نے ایک بنگلے میں وڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ کے مکمل انتظامات کیے تھے۔ حاکم محل کے تمام مناظر وہاں کے چھ عدد ٹی وی اسکرین پر مختلف زاویوں سے دیکھے جا سکتے تھے لیکن دیکھنے والے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ اس بنگلے میں ثی تارا اور پارس آ کر اس ڈھانچے کی باتیں سن رہے تھے اور حاکم محل کا منظر بھی دیکھ رہے تھے۔

ڈھانچے نے پارس کا فون اٹینڈ کرنے کے بعد کہا۔ "اس محل کے دوسرے کمروں میں ہمارے فون کی گفتگو سنی گئی ہے۔ لہٰذا کسی حیل و حجت کے بغیر اس محل کے ملازم قاسم، یہودی حسینہ مشروبہ اور دو امریکی حسیناؤں کو یہاں ہم سب کے سامنے بلایا جائے۔"

ایک ماتحت سیکریٹری نے کہا۔ "کسی نے فون پر غلط اطلاع دی ہے۔ یہاں آپ کے مطلوبہ افراد نہیں ہیں۔"

ان باتوں کے دوران ثی تارا نے یہودی حسینہ مشروبہ کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا اور اسے ایک کمرے سے نکال کر وہاں سے چلاتے ہوئے دیوان خاص میں پہنچا دیا تھا۔ وہ ڈھانچے کے سامنے پہنچ کر بولی۔ "میں وہی یہودی ہوں۔ میرا عارضی نام مشروبہ ہے۔ قاسم بھی یہودی تھا۔ اسے ابھی محل سے باہر بھگا دیا گیا ہے۔ مگر وہ جتنی دور بھی چلا جائے واپس یہاں ضرور آئے گا۔"

ڈھانچے نے شام کے سیکریٹری سے کہا۔ "یہ یہودی حسینہ خود چل کر میرے سامنے آئی ہے۔ کیوں مس مشروبہ، کیا ان کے سامنے اپنے یہودی ہونے کا ثبوت پیش کرو گی؟"

ثی تارا نے اس کی زبان سے کہا۔ "جی ہاں۔ ہمارا فیلڈ لیڈر ابھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ اس کے پاس ہم سب کے شناختی کاغذات ہیں۔ اس مسلمان سیکریٹری نے ہمیں یہاں آنے کے لیے جو خط لکھا تھا وہ بھی فیلڈ لیڈر ابھی لے کر آئے گا۔ بشرطیکہ اس کا راستہ نہ روکا جائے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "یہاں ہمارے سامنے دو چار ٹی وی رکھے جائیں۔ ان کے ہر اسکرین پر اس محل کے باہر کے مناظر دکھے جائیں گے اور میں دیکھوں گا کہ وہ فیلڈ لیڈر بیرونی گیٹ سے صحیح سلامت داخل ہو کر یہاں آ رہا ہے یا نہیں؟ اگر اسے کسی نے گولی ماری تو جواباً اس دیوان خاص میں ہم سب فنا ہو جائیں گے۔"

وہاں بیٹھے ہوئے معزز حضرات مجبور تھے۔ ڈھانچے کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔ بڑے بڑے ٹی وی وغیرہ لا کر وہاں رکھے جا رہے تھے۔ ڈھانچے نے کہا۔ "اے حسین مشروبہ! یہاں آ اور میرے پہلو میں بیٹھ۔"

وہ ثی تارا کی ٹیلی پیتھی کے زیر اثر آئی تھی۔ اب اس کا دماغ آزاد تھا۔ وہ ڈھانچے کو دیکھ کر خوف سے لرز رہی تھی۔ وہ بولا۔ "ڈرتی کیوں ہو؟ عیاش مسلمانوں کو پھانسنے کے لیے ایسی ہی حسین سوغات پیش کی جاتی ہیں۔ تمہیں اس سلسلے میں خاصی تربیت دی گئی ہوگی۔ آؤ۔ مجھے پھانسو......"

وہ خوف اور دہشت سے رونے لگی۔ وہ بولا۔ "تمہاری حسین آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو یہاں سب دیکھ رہے ہیں۔ سب کو تم پر ترس آ رہا ہے۔ لیکن میں گوشت پوست کا انسان بن کر آتا تو تمہارے جال میں پھنس کر اپنی پوری تنظیم کو پھنسا دیتا۔ پھر پچھتا کر آنسو بہاتا تو کسی کو مجھ پر ترس نہ آتا۔ سب مجھ پر قہقہے لگاتے اور

مجھے مار ڈالنے کے بعد ایسا ہی مردہ بنا ڈالتے جیسا اب نظر آرہا ہوں۔"

وہ خوف سے لرز کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ وہ بولا۔ "یوں سمجھ لو کہ تم نے کامیاب ہو کر مجھ پر قابو پالیا ہے اور مجھے مُردہ بنا ڈالا ہے۔ آؤ اور اس مُردے سے پیار کرو۔"

اس کے بعد دو امریکی حسینائیں یکے بعد دیگرے آئیں۔ انہوں نے بھی ڈھانچے کے سامنے پہنچ کر اپنا تعارف کرایا۔ نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ میرے ملک کی جاسوس عورتیں نہیں ہیں۔"

"مسٹر نائب! تم ایک بات بھول رہے ہو کہ یہ تینوں حسینائیں ٹیلی پیتھی کے زیر اثر آئی ہیں۔ جو بھی خیال خوانی کرنے والا ان کے اندر ہے وہ ان کے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔"

شی تارا' نائب سپر ماسٹر کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولنے لگا۔ "ہاں میں ٹیلی پیتھی کو بھول گیا تھا۔ خیال خوانی کرنے والوں سے سچائی چھپی نہیں رہتی۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ دونوں میرے ملک کی جاسوس عورتیں ہیں۔"

وہ ان تین حسیناؤں اور نائب سپر ماسٹر سے سچائی کا اقرار کرانے کے بعد پارس کے ان چار ماتحت گن مین کے پاس آئی پھر بولی۔ "فیلڈ لیڈر کو چھوڑ دو۔ دور سے اس کی نگرانی کرو۔ یہ ابھی یہاں کے حاکم محل کے اندر جائے گا۔ لیکن تم سب محل سے دور رہو گے۔"

انہوں نے فیلڈ لیڈر کو اس بنگلے سے جانے کو کہا۔ وہ آزادی پاکر بہت خوش ہوا۔ پھر بنگلے سے نکل کر بے اختیار اُدھر جانے لگا' جدھر وہ محل سے فرار ہونے والا یہودی قاسم موجود تھا۔ وہ ایک بس اڈے پر تھا۔ وہاں سے بس میں بیٹھ کر کسی دوسرے علاقے میں جانا چاہتا تھا۔ شی تارا نے قاسم کے اندر جاکر معلوم کرلیا تھا کہ وہ کس راستے پر ہے اور کون سی بس میں جانے والا ہے۔

فیلڈ لیڈر نے وہاں پہنچ کر قاسم کو مخاطب کیا پھر پوچھا۔ "یہ تم کہاں جارہے ہو؟ تمہیں میرے پاس آنا چاہیے تھا۔"

وہ بولا۔ "تمہارے پاس کیسے آتا؟ اُس ڈھانچے کو کوئی شخص کہہ رہا تھا کہ تم اُس کی حراست میں ہو۔"

"تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ میں آزاد ہوں اور ابھی تک چھپ کر ایسی کارروائیاں کرتا رہا ہوں کہ اب ہم اس ڈھانچے کے ذریعے آسانی سے ایم آئی ایم کے سربراہ تک پہنچ جائیں گے۔"

وہ بس سے باہر آکر بولا۔ "واقعی تم تو آزاد ہو۔ لیکن وہ فون پر بولنے والا کون تھا؟"

فیلڈ لیڈر تمام گفتگو شی تارا کی مرضی کے مطابق کررہا تھا وہ بولا۔ "وہ فون پر بولنے والا دشمن تھا۔ ہم اس پر قابو پاچکے ہیں۔ ہمیں فوراً حاکم محل میں چلنا چاہیے۔ ورنہ جیتنے والی بازی ہار جائیں گے۔"

فیلڈ لیڈر نے بات بناتے ہوئے' دوسرے لفظوں میں شی تا[illegible] نے باتیں بناتے ہوئے اِن دونوں کو حاکم محل میں جانے پر [illegible] کردیا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اُدھر جانے لگے۔ شی تارا فیلڈ لیڈ[illegible] کے دماغ میں رہی۔ ان دونوں کو فرار ہونے سے روکنا اور محل کے اندر تک پہنچانا ضروری تھا۔

اُدھر محل کے اندر نائب سپر ماسٹر پریشان ہو کر کہہ رہا تھا۔ "نہیں نہیں۔ ابھی میں نے غلط کہا تھا کہ یہ دونوں حسینائیں میرے ملک کی جاسوسہ ہیں۔ شاید ایسا کہتے وقت کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ پر حاوی ہوگیا تھا۔ مجھ سے زبردستی اعتراف کرایا گیا تھا۔"

ایک امریکی حسینہ نے اس سے کہا۔ "سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ پہلے تو آپ کے شعبے کے افسران نے ہم سے کہا تھا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ ایک زندہ انسان ہے اور ہمیں اپنے حُسن و شباب سے اسے ٹریپ کرنا ہے۔ لیکن آپ ہمیں اس مُردے کے پاس لے آئے ہیں۔"

دوسری امریکی حسینہ نے کہا۔ "سر! ہمارا ملک سپرپاور ہے اور آپ ایک مُردے کے سامنے کبھی اعتراف کررہے ہیں اور کبھی انکار کررہے ہیں۔ آپ تو اپنی پشت پر اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ اس ڈھانچے کی ہڈیاں توڑ سکتے ہیں۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "تمہارے نائب سپر ماسٹر کو یہی کرنا چاہیے۔ اگر اس نے سپرپاور ہو کر میری ہڈیاں نہ توڑیں اور میں سلامت رہ گیا تو تم امریکی اور یہودی حسیناؤں کو اپنے بیڈ روم میں لے جاؤں گا اور جانتی ہو کہ ایک قبر ہی مجھ جیسے ڈھانچے کا بیڈ روم ہوسکتی ہے۔"

یہودی حسینہ مشروبہ خوف کے مارے کھڑی نہ رہ سکی۔ گرنے کے انداز میں قالین پر بیٹھ گئی۔ باقی دونوں حسینائیں بھی قبر جیسے بیڈ روم کا ذکر سن کر خوف سے لرزنے لگیں۔ ڈھانچے نے کہا۔ "میں نے تم تینوں کو یہاں نہیں بلایا تھا۔ میں تو مسلمانوں کے محل میں کچھ سیاسی اور کچھ سماجی باتیں کرنے آیا تھا۔ مگر یہ محل تو طوائفوں کا اڈا بن گیا ہے۔ یہاں بیٹھنے والے معزز افراد عورتوں کی دلالی کررہے ہیں۔ تم تینوں کے علاوہ یہاں مزید سات حسینائیں ہیں۔ تم سب اپنے دلالوں کے گریبان پکڑ کر کہو کہ وہ مجھے مار ڈالیں۔ یہ لوگ جو زندہ قوموں کو مار ڈالتے ہیں' مجھ مُردے کو بھی مار کردیں۔ ورنہ میں تم تینوں کو ضرور اپنی قبر میں لے جاؤں گا۔"

وہ تینوں حسینائیں فریاد کرنے' رونے اور گڑگڑانے لگیں۔ ڈھانچے نے خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ "یہ جو ویڈیو ریکارڈنگ ہورہی ہے۔ اسے جلد ہی ساری دنیا دیکھے گی۔ انہیں یہ حسینائیں اور سیاسی دلال بھی نظر آئیں گے۔ یہ طاقتیں جو سپرپاور کہلاتی ہیں' ان سپرپاور کے پاس دو طرح کے بم ہوتے ہیں۔ ایک ایٹم بم اور دوسرا حُسن و شباب کا بم۔ اے لوگو! ایسی قوموں کی ذلت اور پستی کو سمجھو' جو اپنی قوم کی بہنوں اور بیٹیوں کے حُسن و شباب کو سیاسی داؤ پر لگاتی ہیں۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہوگیا۔ سامنے رکھے ہوئے کئی ٹی وی اسکرین پر حاکم محل کے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں آہنی گیٹ کھلا ہوا تھا اور ایک ٹیکسی اندر آرہی تھی۔ ایک سیکورٹی افسر نے اسے روکا۔ ڈھانچے نے کہا۔ "اس خبیث افسر کو حکم دو کہ آنے والوں کو نہ روکا جائے۔"

محل کے باہر لاؤڈ اسپیکر سے حکم دیا گیا کہ ٹیکسی کو محل کے پورچ میں آنے دیا جائے۔ وہ ٹیکسی پورچ میں آکر رک گئی۔ اُس کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر فیلڈ لیڈر اپنے ماتحت قاسم کے ساتھ باہر آیا۔ قاسم کو محل سے بھگانے والے افسر اسے واپس آتا دیکھ کر پریشان ہوگئے تھے مگر اب اسے اور فیلڈ لیڈر کو کسی بہانے دوبارہ نہیں بھگا سکتے تھے۔

وہ دونوں محل میں داخل ہو کر دیوان خاص میں ڈھانچے کے سامنے آگئے۔ فیلڈ لیڈر نے ڈھانچے سے کہا۔ "یہ وہی قاسم ہے جو محل سے بھاگ گیا تھا۔ میں اسے ایک بس اڈے سے پکڑ کر لایا ہوں۔"

ڈھانچے نے پوچھا۔ "اور تم کون ہو؟"

فیلڈ لیڈر نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ لباس کے اندر سے کاغذات کا پلندہ نکالا اور اسے ڈھانچے کو دیتے ہوئے کہا۔ "یہ تمام ہمارے شناختی کاغذات اور تصویریں ہیں۔ اِن کے ذریعے ہم موساد تنظیم سے تعلق رکھنے والے یہودی جاسوس ثابت ہوجائیں گے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "میں اِس پلندے سے ایک ایک کاغذ نکال کر کھولتا ہوں۔ ویڈیو کیمرے کے زوم لینس کے ذریعے ہر کاغذ کا بگ کلوز اپ پکچرائز کیا جائے۔ ایسا نہ ہوا تو یہاں سب کے حق میں بُرا ہوگا۔"

وہ سب بُری طرح پھنس گئے تھے۔ خاص طور پر دو اسلامی ممالک کے اکابرین نے موساد کی اس جاسوس ٹیم کو وہاں آکر ایم آئی ایم کے سربراہ تک پہنچنے کی تحریری دعوت دی تھی اور وہ سب کچھ کیمرے کی آنکھوں سے دکھایا جانے والا تھا۔ شام کے سیکریٹری نے ڈھانچے سے کہا۔ "جناب! بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟ ہمیں دوست بن کر دوستانہ ماحول میں معاملات طے کرنا چاہئیں۔"

"میں یہاں تم مسلمانوں کے پاس دوستانہ ماحول میں ہی گفتگو کرنے آیا تھا۔ لیکن تم دو اسلامی ممالک کے اکابرین نے میرے خلاف یہاں یہودی جاسوسوں کی ٹیم بلائی۔ اس کا ٹھوس ثبوت میرے سامنے ہے۔ پہلے ان تمام کاغذات کی ویڈیو ریکارڈنگ کی جائے بعد میں دوسری باتیں ہوں گی۔"

وہ ڈھانچا ایک ایک کاغذ اٹھا کر کھولنے لگا۔ تمام خفیہ ٹی وی کیمرے ایک ایک کاغذ کو پکچرائز کرنے لگے۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسلامی ممالک کے اکابرین' نائب سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ مگر ڈھانچے کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ اس نے وارننگ دے دی تھی کہ جو بھی اس دیوان خاص سے اٹھ کر جانا چاہے گا تو ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اس کے پیٹ میں رکھے ہوئے بم کو بلاسٹ کردیا جائے گا۔

وہاں کوئی مرنا نہیں چاہتا تھا اور مُردے کی بات ماننے سے ہی زندگی مل سکتی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایم آئی ایم جیسی نئی تنظیم کا ایک گمنام سربراہ انہیں اس قدر بے بس بنا کر رکھ دے گا۔

محل کے دوسرے حصوں میں کئی اہم افراد اپنی ڈیوٹی پر تھے۔ ایک امریکی افسر نے دوسرے کمرے سے فون کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ کیا تھا اور پوچھا تھا۔ "کیا آپ لوگ سیٹلائٹ کے ذریعے حاکم محل کے مناظر دیکھ رہے ہیں۔"

ادھر سے سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم بہت کچھ دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے ایک خیال خوانی کرنے والے نے ڈھانچے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی تو کسی نے سانس روک لی تھی۔ ہمارے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد کم ہے۔ یہ خیال خوانی کرنے والے بیک وقت نائب سپر ماسٹر' دو امریکی جاسوسہ اور موساد کے جاسوسوں کو کنٹرول نہیں کرسکتے۔ وہ دو تین کو کنٹرول کرتے ہیں تو باقی افراد ہمارے خلاف بولنے لگتے ہیں۔"

سپر ماسٹر کی یہ مجبوری تھی کہ ایسے وقت اس کے تھری ڈی مارے گئے تھے۔ پارس نے ڈی کروسو کو قابو میں کرلیا تھا۔ شاطر مائیک ہرارے کو دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا۔ وہ ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ اس کا علاج ہورہا تھا۔ اب وہاں صرف پوجا اور پاشا رہ گئے تھے اور وہ دونوں ٹیلی پیتھی کے میدان میں زیادہ تجربہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے شی تارا اور پارس کی چالوں کا صحیح توڑ نہیں کرپارہے تھے۔

موساد تنظیم کے افراد کے تمام کاغذات کو ویڈیو فلم میں محفوظ کرانے کے بعد ڈھانچے نے پوچھا۔ "اب ہمارے درمیان کہنے سننے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ تمہارے جتنے اوچھے ہتھکنڈے تھے وہ سب ریکارڈ ہوچکے ہیں۔ اب انہیں ساری دنیا دیکھے گی۔ کیا اب بھی کچھ کہنا چاہو گے؟"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "سب سے پہلی بات تو یہ کہ شام اور اردن تمہاری مرضی کے خلاف معاہدے نہیں کریں گے۔ اس لیے یہ ویڈیو فلم دنیا والوں کے سامنے لانے کی ضد نہ کی جائے۔"

"بے شک۔ ہم یہی چاہتے ہیں۔ کوئی اسلامی ملک اسرائیل سے کسی قسم کا معاہدہ نہ کرے۔ ہم اس ویڈیو فلم کو منظر عام پر نہیں لائیں گے۔"

ایسے وقت ایک افسر نے وہاں آکر سیلوٹ کیا۔ پھر کہا۔

"سر! ریکارڈنگ مشین میں کہیں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ ہم پہلے اس خرابی کو سمجھ نہ سکے۔ یہاں اب تک جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس کی ویڈیو فلم تیار نہیں ہو سکی۔"

نائب سپرماسٹر نے کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ ایم آئی ایم کا سربراہ ہمیں فراڈ سمجھے اور فلم تیار نہ ہونے پر ہمیں یہاں بم کے دھماکے سے مار ڈالے؟"

وہاں آکر سیلوٹ کرنے والے افسر نے اچانک سانس روک لی۔ ثی تارا نے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ پھر وہ امریکی جاسوسہ کے دماغ پر قبضہ جما کر ڈھانچے سے بولی۔ "تمہیں حقیقت بتا رہی ہوں۔ تمام کیمرے اور ساؤنڈ ریکارڈنگ مشین آن ہیں۔ جس شخص نے تم سے فون پر گفتگو کر کے ان یہودی جاسوسوں اور ہم حسیناؤں کی اطلاع دی تھی وہ ابھی اپنے خفیہ اڈے میں یہ تمام مناظر دیکھ رہا ہے اور ویڈیو کیسٹ تیار کر رہا ہے۔ تمہیں ہم سے یہ مکمل سیٹ مل جائے گا۔ یہ لوگ تم سے کیسٹ چھپا کر تمہارے بم سے حرام موت مرنا چاہتے ہیں۔"

ان میں سے کئی اکابرین گھبرا کر کہنے لگے۔ "نہیں، ہم مرنا نہیں چاہتے۔ اگر ہمارے اس افسر نے غلط رپورٹ دی ہے تو اسے سزائے موت دی جائے گی لیکن ہم تمہیں کیسٹ ضرور دیں گے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "تو پھر آج کی ملاقات تمام کرو۔ تم لوگوں سے مزید مذاکرات نہیں ہو سکیں گے۔ مسلمانوں میں ایک بہت بُری عادت یہ ہے کہ جب ان کے پاس بے انتہا دولت آجاتی ہے تو وہ اپنی عقل کو رخصت کر دیتے ہیں۔ دنیا کے نقشے میں ناخن برابر نظر آنے والا اسرائیل دو سو ایٹم بم بنا چکا ہے۔ کئی اسلامی ممالک کے پاس اتنی دولت ہے کہ وہ دو ہزار ایٹم بم بنا سکتے ہیں۔ مگر کسی نے ایک بھی نہیں بنایا۔ یہ مسلمان اپنی دولت کی نمائش کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "تم تمام اکابرین نے یہ خبر پڑھی یا سنی ہو گی کہ نائیجریا کے ایک بے انتہا دولت مند شخص نے اپنی مرحومہ دادی کی تدفین پر ۴۹ لاکھ برطانوی پاؤنڈ (پاکستانی کرنسی تقریباً ۲ کروڑ روپے) رقم خرچ کر دی۔ دادی مرحومہ کو ۲۴ قیراط سونے کے بکس میں رکھ کر دفن کیا گیا۔ اس میت کے ساتھ گلاب کے ۴۰ بکس دفن کیے گئے اور دادی کا سوگ منانے کے لیے جو بے شمار لوگ آئے انہیں لندن کے فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ٹھہرایا گیا۔"

اس ڈھانچے نے اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے مسلمان اکابرین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں کوئی قصہ کہانی نہیں سنا رہا ہوں۔ یہ تم مسلمانوں کی شان امیری کی صرف ایک مثال پیش کر رہا ہوں۔ دولت کے نشے میں رہنے والے حکمرانوں کو میری باتیں متاثر نہیں کریں گی لیکن تمام اسلامی ممالک کے عوام لمحے بھر کے لیے یہ سوچیں گے کہ کسی اسلامی ملک میں ایٹم بم کیوں نہیں ہے اور اگر پاکستان میں ایک ایٹم بم کی بات ہوتی ہے تو پورے یورپ اور امریکا کی نیندیں کیوں اڑ جاتی ہیں؟"

جو مسلمان اکابرین سن رہے تھے، ان کے پاس ایسی کسی بات کا جواب نہیں تھا۔ وہ اپنی اپنی موت کے ڈر سے وہاں مجبوراً بیٹھے ہوئے تھے اور اس ڈھانچے کی سچی اور کھری باتوں کو محض بکواس سمجھ کر سن رہے تھے۔

اس نے کہا۔ "دنیا میں صرف ایک مسلمان قوم ہی ایسی ہے جو صرف زندگی میں دولت سے عیاشی نہیں کرتی۔ موت کے بعد بھی کہیں اپنی بیوی کے لیے کروڑوں روپے کا تاج محل اور کہیں دادی اماں کے لیے لاکھوں پونڈ خرچ کرتی ہے۔ عیاشی کا ایسا ریکارڈ آج تک کسی قوم نے قائم نہیں کیا۔ اس لیے میں ڈھانچا بن کر آیا ہوں۔ مغل بادشاہ کے تاج محل کی تہ میں اس کا ڈھانچا ہو گا۔ ۲۴ قیراط سونے کے بکس میں دادی ماں کا ڈھانچا ہو گا۔ چونکہ یہ ڈھانچے اندر ہیں اور دولت کی نمائش اوپر ہے اس لیے میں اندر سے اوپر آیا ہوں تاکہ معلوم تو ہو کہ دولت کی فراوانی مسلمانوں کو کس طرح زندگی میں بھی ڈھانچا بنا دیتی ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ مسلمانو! یہی ڈھانچا تمہارا مستقبل ہے۔"

شاہ اردن کے سیکریٹری نے کہا۔ "ہم آپ کی باتیں اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ آئندہ ان پر عمل کریں گے۔"

ڈھانچے نے کہا۔ "فی الوقت یہ کیسٹ جو تیار ہو رہا ہے، یہ مجھے اپنے مہربانوں سے مل جائے گا۔ تم بھی اپنے پاس ایسے کیسٹ کو محفوظ رکھنا۔ اگر ایم آئی ایم کے مطالبات کے خلاف کوئی بات ہو گی تو ہم اس کیسٹ کو منظر عام پر لانے کے لیے تمہیں مجبور کریں گے۔"

پھر اُس نے کہا۔ "میری عمر رات کے بارہ بجے سے چار بجے تک ہوتی ہے اور اب چار بج رہے ہیں۔ اب میں فنا ہونے والا ہوں۔ اس لیے اس اجلاس کو برخاست کریں اور آپ سب اس دیوان خاص کی چار دیواری سے باہر چلے جائیں۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا تم ہمارے جانے کے بعد یہاں سے چلے جاؤ گے؟"

"میں یہاں سے کہیں بھی جاؤں گا تو تمہارے بے شمار جاسوس میرا تعاقب کریں گے۔ میرا خفیہ اڈا معلوم کرنا چاہیں گے۔ اس لیے میں اسی چار دیواری میں فنا ہو جاؤں گا۔"

وہ سب اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ یوں بھی وہ سب اپنی سلامتی کے لیے وہاں سے جانا چاہتے تھے اس لیے تیزی سے جانے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ ڈھانچے کے پیٹ میں رکھا ہوا بم پھٹے گا اور وہ نابود ہو جائے گا۔

وہ سب محل کے باہر بہت دور ایک کوارٹر میں آئے۔ وہاں بھی ایک بڑے سے ٹی وی اسکرین پر دیوان خاص کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں وہ ڈھانچا بالکل تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

"ہمیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ اس محل میں بم کا دھماکا نہیں ہو گا۔ یہ دیکھو۔"

اُس نے اپنے لباس میں ہاتھ گھسا کر پیٹ کی طرف سے ایک بم نکالا۔ پھر اس سے منسلک تار کو الگ کر کے بولا۔ "اب ریموٹ کنٹرول سے اس بم کا تعلق ختم ہو چکا ہے۔ یہ بلاسٹ نہیں ہو گا۔"

اس نے بم کو اسی دیوان خاص میں دور ایک جگہ لے جا کر رکھ دیا۔ پھر وہ ایک بڑی سی سینٹر ٹیبل پر آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد بولا۔ "میں جا رہا ہوں۔ آئندہ مجھے ملاقات اور مذاکرات پر مجبور کرو گے تو میں پھر بارہ بجے کسی رات کو آؤں گا اور میرے پیٹ میں ویسا ہی ایک بم رہے گا، جیسا کہ ابھی میں نے الگ کر کے ایک طرف رکھ دیا ہے۔"

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اور میں خوب سمجھتا ہوں اب کوئی مائی کا لال مجھ سے سامنا نہیں کرے گا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ پھر سب نے اسکرین پر دیکھا کہ اُس ڈھانچے کے وجود سے دھواں نکلنے لگا تھا۔ وہ اور اس کا لباس آہستہ آہستہ پگھل رہا تھا۔ ایک رقیق مادہ پگھلتے ہوئے وجود سے بہتا ہوا سینٹر ٹیبل پر پھیل رہا تھا اور اس میز کے نیچے قالین پر گر رہا تھا۔

سب لوگ دم بخود سے ہو کر یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ وہ انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا پگھلتے پگھلتے بالکل ہی نابود ہو کر رقیق مادے کی صورت میں پگھلی ہوئی موم بتی کی طرح پھیل گیا تھا۔ اب وہاں نہ کوئی ایم آئی ایم کا سربراہ تھا اور نہ ہی کسی انسان کا ڈھانچا رہ گیا تھا۔ وہ نابود ہو چکا تھا۔

ثی تارا اور پارس جس بنگلے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے، وہاں چھ عدد ٹی وی اور ساؤنڈ ریکارڈنگ مشین جیسے کئی آلات تھے۔ یہ سب کچھ موساد کا فیلڈ لیڈر ویڈیو کیسٹ تیار کرنے کے لیے لایا تھا۔ اب موساد کے اس بنگلے پر پارس کا قبضہ تھا۔ اُس نے حاکم محل کے تمام مناظر کی ویڈیو ریکارڈنگ مکمل کر لی تھی۔

ویسے اب بھی حاکم محل کے خفیہ ویڈیو کیمرے آن تھے۔ ثی تارا اور پارس اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ پہلے وہاں بم ڈسپوزل اسکواڈ کے لوگ آئے تھے۔ ڈھانچے نے جو بم وہاں رکھ چھوڑا تھا انہوں نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد اپنے مسلمان اکابرین کو یقین دلایا تھا کہ وہ بم نہیں پھٹے گا۔ نائب سپرماسٹر اور فوج کے افسران اس دیوان خاص میں آکر اس پگھلے ہوئے ڈھانچے کے رقیق مادے کو دیکھ رہے تھے۔ اس ڈھانچے کے اندر جو بھی آلات لگائے گئے ہوں گے، وہ بھی پگھل چکے تھے۔ وہاں ڈھانچے کے سلسلے میں تحقیقات کے لیے کچھ نہ رہا تھا۔

نائب سپرماسٹر نے جھنجلا کر کہا۔ "ان ویڈیو کیمروں اور ساؤنڈ ریکارڈنگ مشینوں کو بند کرو۔ ہم اسے پھانسنے کے لیے کیسٹ تیار کر رہے تھے۔ اب وہ اس کیسٹ کو ہمارے ہی خلاف استعمال کرنے کی دھمکیاں دیتا رہے گا۔"

اُس کے حکم سے تمام آلات بند کر دیے گئے۔ ثی تارا اور پارس کے سامنے جتنے ٹی وی تھے۔ ان کے اسکرین سادہ ہو گئے۔ پارس نے کہا۔ "اب ہم وہاں کے افراد کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ تم ان کی خبر لو۔"

وہ موساد تنظیم کے فیلڈ لیڈر کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت نائب سپرماسٹر اس لیڈر سے کہہ رہا تھا "تم موساد کے تمام شناختی کاغذات لے کر یہاں آگئے۔ صاف ظاہر ہے کہ تم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ کسی نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ کیا وہ قبضہ جمانے والا تمہارے اندر ابھی نہیں ہو گا اور ابھی تمہاری باتیں نہیں سن رہا ہو گا۔"

فیلڈ لیڈر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم شراب نہیں پیتے ہو؟ یہاں کتنے معزز افراد ہیں جو اپنے اندر کسی خیال خوانی کرنے والے کو محسوس کر سکتے ہیں؟"

ایک نے کہا۔ "یہ درست ہے۔ پتا نہیں ہمارے اندر بھی کوئی چھپا ہوا ہے یا نہیں؟"

دوسرے نے سوال کیا۔ "آپ لوگوں نے ایک بات نوٹ کی؟ وہ ڈھانچا اس شخص سے واقف نہیں تھا جس نے فون پر بتایا تھا کہ اس محل میں امریکی اور یہودی جاسوس موجود ہیں۔"

فیلڈ لیڈر نے کہا۔ "میں اس شخص کو پہچانتا ہوں۔ اس کے ساتھ چار گن مین تھے اور ایک حسینہ تھی جو ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ وہی میرے دماغ میں آکر مجھے مجبور اور بے بس کر دیتی ہے۔"

"پھر تو اسی حسینہ نے ہماری یہودی اور امریکی جاسوس حسیناؤں کو ڈھانچے کے سامنے آنے پر مجبور کیا ہو گا۔"

نائب سپرماسٹر نے کہا۔ "اس حسینہ کے ساتھی نے ڈھانچے کو فون کیا ہو گا۔ ڈھانچے سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس شخص نے بھی ہماری ویڈیو فلم تیار کی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے کیسٹ تیار کرنے کے انتظامات کیسے کیے؟ ایسا تو صرف ہم کر سکتے تھے یا موساد والے۔"

موساد کے فیلڈ لیڈر نے کہا۔ "بات سمجھ میں آگئی۔ اس شخص نے ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کیا، صرف مجھے زندہ چھوڑ دیا تاکہ میں موساد تنظیم کے کاغذات پیش کر سکوں۔ وہ اس دوران ہمارے بنگلے میں بیٹھا ویڈیو ریکارڈنگ کرتا رہا اور اس کی ساتھی ہمیں خیال خوانی کی انگلیوں پر نچاتی رہی۔"

"وہ خیال خوانی کرنے والی اور اس کا ساتھی اب بھی اس بنگلے میں موجود ہوں گے۔ اس بنگلے کو گھیر کر انہیں گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

یہودی جاسوسہ مشروبہ نے اچانک قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں وہی خیال خوانی کرنے والی ہوں اور مشروبہ کی زبان سے بول رہی ہوں۔ کتنے لوگوں کی شامت آئی ہے کہ وہ اس بنگلے کو گھیرنے اور پھر اس میں داخل ہونے کے لیے آئیں گے؟ آؤ۔ ضرور آؤ۔ جو بم حاکم

محل میں خاموش رہا' وہ اس بنگلے میں دھماکے سے بولے گا۔"

وہ سب پریشان ہو کر اور کچھ سوچتی ہوئی نظروں سے یہودی جاسوسہ کو دیکھنے لگے۔ وہ بولی۔ "جانتے ہو کہ مشروبہ اور ان امریکی جاسوس حسیناؤں کو اور موساد کے فیلڈ لیڈر اور قاسم کو کیوں زندہ رکھا گیا ہے؟ اس لیے کہ میں ان کے ذریعے دوسرے اہم افراد تک پہنچتی رہوں گی اور کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ میں کیا کرتی پھر رہی ہوں۔"

ایک نے پوچھا۔ "ہمارے خلاف تمہارے جو عزائم ہیں' تم انہیں ہم پر ظاہر کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم سب موٹی عقل سے یقین کر لو کہ میں ان سب کو آلہ کار بنا کر تمہارے بہت سے رازوں تک پہنچ سکتی ہوں۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ میں کسی راز تک نہ پہنچ سکوں تو فیلڈ لیڈر' قاسم' مشروبہ اور امریکی جاسوس حسیناؤں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دو۔ یہ سب تمہارے بڑے اہم کارکن ہیں۔ ان کی زندگی اور موت کا فیصلہ خود ہی کر لو۔"

امریکی جاسوس حسینائیں' موساد کا فیلڈ لیڈر اور قاسم سب ہی مشروبہ کو دیکھ کر خوفزدہ ہو کر ایک ساتھ اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے۔

"یہ...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"مشروبہ! کیا تم اپنی زبان سے اپنے ساتھ ہماری موت کا راستہ بھی دکھا رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "میں ابھی مشروبہ نہیں ہوں۔ صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہوں۔ دیکھو کہ مجھے تم لوگوں سے کتنا لگاؤ ہے۔ میں اور میرے ساتھی کے گن مین تم میں سے کسی کو ہلاک نہیں کریں گے۔ اپنے آقاؤں سے اور اعلیٰ عہدیداروں سے پوچھو کہ ان کی نظروں میں تمہاری کتنی قدر ہے؟ وہ تمہاری زندگی چاہتے ہیں یا موت؟"

وہ لوگ نائب سپر ماسٹر' اعلیٰ عہدیداران اور دوسرے مسلمان اکابرین کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ نائب سپر ماسٹر نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا۔ "تم ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہو؟ کچھ اپنے بارے میں بتاؤ۔"

وہ بولی۔ "تم اپنے وفاداروں کی زندگی اور موت کا فیصلہ ٹالنے کے لیے میرے متعلق سوالات کر رہے ہو۔ پہلے جو معاملہ تمہارے سامنے ہے اس کے متعلق دو ٹوک فیصلہ کرو۔"

"وہ فیصلہ میں اپنے اندر کر چکا ہوں۔ میرے وفادار زندہ رہیں گے۔"

"اور تمہارا فیصلہ میں تمہارے اندر پڑھ چکی ہوں۔ تم وفاداروں کو مطمئن اور خوش کرنے کے لیے یہ بات کہہ رہے ہو۔ ورنہ فیصلہ کر چکے ہو کہ اِن سب کو پہلے مختلف معاملات میں ایک دوسرے سے دور کیا جائے گا اور مختلف مقامات پر انہیں گولی مار دی جائے گی۔ اس طرح اِن میں سے کسی کو الگ الگ مارے جانے کا علم نہیں ہو گا۔"

نائب سپر ماسٹر نے گرج کر کہا۔ "تم جھوٹی ہو۔ فراڈ ہو۔ ہمارے اتنے اہم وفاداروں کو ہمارے خلاف بھڑکا رہی ہو۔"

"چلو میں جھوٹی سہی۔ مگر ایک طرح سے اپنی سچائی ثابت کر سکتی ہوں اور وہ اس طرح کہ میں تمہارے اور یہاں کے تمام اکابرین کے دماغوں میں بھی پہنچ سکتی ہوں۔ اگر فیلڈ لیڈر' قاسم اور ان تین حسیناؤں میں سے کبھی کسی کو قتل کیا جائے گا یا کسی حادثے کا شکار بنایا جائے گا تو میں نائب سپر ماسٹر اور دوسرے اکابرین کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ ہمارے وفادار زندہ رہیں گے مگر ہم ان سے آئندہ کوئی اہم کام نہیں لیں گے۔"

ثی تارا نے کہا۔ "یہ ہوئی نا بات۔ پھر تو آئندہ تم بھی نائب سپر ماسٹر کے عہدے پر نہیں رہو گے۔ شام اور اردن کے اکابرین بھی اپنی اپنی سلطنت کے اہم عہدوں پر رہیں گے تو میں ان کے دماغ سے بہت کچھ معلوم کرتی رہوں گی۔ لہٰذا انہیں بھی اب اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہیے۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر نائب سپر ماسٹر نے کہا۔ "تم ایم آئی ایم والوں نے ہم سب کو بڑی گہری چوٹ دی ہے۔ واقعی مجھے میرے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا لیکن اب یہ بات راز نہیں رہی کہ ایم آئی ایم کی تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "ایم آئی ایم والوں نے کبھی ہمارا سایہ تک نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی ہم اس تنظیم کے کسی فرد یا سربراہ کو جانتے ہیں۔ تم ہمارے متعلق کوئی بھی رائے قائم کرو۔ مگر حقیقت یہی ہے جو میں کہہ رہی ہوں۔"

"اگر ایم آئی ایم سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر تم مسلمانوں کے خلاف کیوں ہو؟"

"عیاش اور شاہ خرچ مسلمانوں کے خلاف جمیلہ رازی کیوں سبق آموز کارروائیاں کر رہی تھی؟ یہ سمجھنے والی باتیں ہیں۔ سمجھ لو کہ جمیلہ رازی پھر تمہارے سروں پر مسلط رہنے کے لیے آئی ہے۔"

شاہ کا سیکریٹری اور دیگر اکابرین سہمے ہوئے سے خلا میں تکنے لگے۔ ملک شام کے اکابرین بھی یہ دہشت ناک خبریں سن چکے تھے کہ جمیلہ رازی نامی دوشیزہ نے رئیس الکبیر نامی رئیس اعظم کے عالیشان محل اور حرم سرا کو ویران کر دیا تھا اور رئیس الکبیر کو زندہ قبر میں سوتے رہنے پر مجبور کیا تھا۔ حکومت کی پولیس اور فوج بھی اس دوشیزہ کے مقابلے پر بے بس ہو گئی تھیں۔ اب کتنے ہی اسلامی ممالک کے عیاش امیر و کبیر مسلمان جب بھی جمیلہ کا نام سنتے تو انہیں یوں لگتا جیسے موت کا ذکر سن رہے ہوں۔

ثی تارا نے بھی جمیلہ رازی کا نام لیا تو وہاں سب ہی کو موت کا دھڑکا لگ گیا اور یہ بات ان کے دلوں میں بیٹھ گئی کہ ابھی جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہودی جاسوسہ مشروبہ وغیرہ کے دماغوں میں آرہی ہے اور اُن اکابرین کے دماغوں میں بھی آسکتی ہے وہ کوئی اور نہیں جمیلہ رازی ہے۔

اور اگر جمیلہ رازی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے تو پھر اس کے ساتھ جو شخص ہے وہ فرہاد علی تیمور ہے اور اگر وہ دونوں جمیلہ اور فرہاد ہیں تو پھر اس نئی تنظیم کا سربراہ یقیناً فرہاد علی تیمور ہے۔ کیونکہ عالمی سطح پر اتنا بڑا کارنامہ انجام دینا' امریکا کے طیارے کو اغوا کرنا' شام اور اردن کے اکابرین کے علاوہ سپر ماسٹر کے نائب سپر ماسٹر اور وہاں کی فوج کے اعلیٰ افسروں کو ملاقات کے لیے مجبور کرنا کسی نئی تنظیم کے کارنامے نہیں ہو سکتے۔

اور یہ کہ کسی نئی تنظیم کے سربراہ میں اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ دنیا کی اہم شخصیات کو ملاقات کے لیے بلائے اور خود روبرو آنے کے بجائے اُن سب کے سامنے ہڈیوں کے ڈھانچے کو پیش کرے۔

وہ سب کڑی سے کڑی جوڑ رہے تھے اور نئی تنظیم ایم آئی ایم کے پراسرار اور گمنام سربراہ کو فرہاد ہی کا نام دے رہے تھے۔ سپر ماسٹر نے فوراً ہی بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی فون کے ذریعے جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "جناب! آپ محترم بزرگ ہیں۔ یہ ہم جیسے غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ لہٰذا آپ سے سچ کی توقع رکھتے ہوئے سوال کرتا ہوں کیا ایم آئی ایم تنظیم کا سربراہ فرہاد علی تیمور ہے؟"

"جی نہیں۔ فرہاد نہیں ہے۔"

"آپ نے نہایت مختصر سا جواب دیا ہے۔"

"جس قد کا سوال تھا' اسی قد کا جواب دیا ہے۔"

"ازراہ مہربانی دوسرے سوال کا جواب دیں' کیا فرہاد کے علاوہ آپ کے کسی اور اہم فرد نے یہ تنظیم بنائی ہے؟"

"جی نہیں۔ ہمارے ادارے کے کسی فرد نے اور فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ تنظیم نہیں بنائی ہے۔"

"پھر بھی آپ یہ ضرور جانتے ہوں گے کہ یہ ایم آئی ایم تنظیم کس نے قائم کی ہے؟"

جناب تبریزی صاحب نے کہا۔ "میں کوئی انکوائری آفس نہیں ہوں۔ مجھ سے وہی سوال کریں' جس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے یا ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ہو۔"

"تو پھر یہی بتا دیں' کیا جمیلہ رازی اور فرہاد علی تیمور اس وقت دمشق میں ہیں؟"

"وہ دونوں وہاں نہیں ہیں۔"

"جناب! آپ کے جواب دینے کے انداز سے تجسس اور بڑھ جاتا ہے۔ آپ یہ تو بتا سکتے ہیں کہ دمشق میں وہ خیال خوانی کرنے والی ہستی کون ہے؟"

"آپ پھر مجھے انسائیکلوپیڈیا سمجھ رہے ہیں۔ کیا میں نے کبھی یہ سوال آپ سے کیا ہے کہ آپ اپنی ٹرانسفارمر مشین سے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہتے ہیں اور وہ سب کون کون سے ملک اور کون کون سے شہر میں ہیں۔ آپ سپر ماسٹر کے ایک ذمے دار عہدے پر ہیں لہٰذا وہی سوال کریں جس کا جواب دینا میرے لیے ممکن ہو۔"

جناب تبریزی صاحب نے فون بند کر دیا۔ دوسری طرف واشنگٹن میں بیٹھا ہوا سپر ماسٹر جھنجلا گیا۔ اس نے ریسیور کو فون پر پٹخ دیا۔ وہ نئی تنظیم بڑی پراسرار بن گئی تھی۔ سپر ماسٹر بابا صاحب کے ادارے سے ہزار دشمنی رکھنے کے باوجود یہ جانتا تھا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ اور اس بات کی تصدیق ہو چکی تھی کہ ایم آئی ایم کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے نہیں ہے۔

پھر کس ادارے سے ہے؟ کس ملک سے ہے؟ کون ہے اس کا سربراہ؟

○☆○

وہ تینوں اسلام آباد پہنچ گئے' شلپا' دینا دانیال اور وزیر علی۔ ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے عوام کو یہ سمجھایا جا رہا تھا کہ سابقہ سیاستدان وزیر علی کے خلاف جو دس مقدمات قائم کیے گئے تھے' اُن میں سے نو مقدمات جھوٹے ثابت ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان کی جو جائیداد زمین اور بینک بیلنس وغیرہ ضبط کیے گئے تھے' وہ انہیں واپس کر دیئے گئے ہیں اور اب وہ پاکستان آکر اپنے دسویں اور آخری مقدمے کے سلسلے میں عدالت میں حاضر ہوں گے۔

ذرائع ابلاغ نے وزیر علی کی حمایت میں عوام کے ذہنوں کو اس بات پر مائل کیا تھا کہ وزیر علی ایک شریف اور محبِ وطن سیاست داں تھا لیکن پچھلی حکومت نے اسے سیاسی دشمنی کی بنا پر جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا تھا اور اس بیچارے کو پاکستان چھوڑ کر جانے پر مجبور کیا تھا۔

اب وہ بے چارہ امریکا کی آشیرباد لے کر پھر ایک شریف اور محبِ وطن سیاست دان بن کر آگیا تھا۔ پاکستانی عوام جو ہر لیڈر اور ہر پارٹی کے جلسوں میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں شریک ہوتے ہیں' وہی عوام ہزاروں کی تعداد میں وزیر علی کا استقبال کرنے ائرپورٹ آئے اسے بھی پھولوں کے ہار پہنا رہے تھے اور اُس کے لیے زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

وہ پھولوں کے ہار علی تیمور پہن رہا تھا اور شلپا کے روپ میں رہنے والی ثانی اس کے اندر سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ "یہ پاکستان کے لوگوں کی یادداشت کتنی کمزور ہوتی ہے۔ یہ لوگ بھول گئے کہ چند برس پہلے وزیر علی حکومت کی پارٹی میں تھا تو اس نے عوام کے لیے ایک سڑک بھی نہیں بنائی تھی۔ ملک کو معاشی طور پر کمزور کر دیا تھا۔ ذرا دیکھو یہ تمہیں کتنے جوش و خروش سے پھولوں کے ہار پہنا رہے ہیں۔ ان کے منہ سے زندہ باد کے نعرے سن کر یہی

بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ ضمیر فروش سیاستدانوں کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

علی تیمور نے کہا۔ "سچ پوچھو تو مجھے وزیر علی کا بہروپ اختیار کرکے شرم آرہی ہے۔ جب کوئی قوم اپنے بے ایمان لیڈروں کو پھولوں کے ہار پہناتی ہے تو گویا وہ اپنے ہی آئندہ مزار پر پھول چڑھاتی ہے۔"

وہاں وزیر علی کی ایک شاندار محل نما کوٹھی تھی۔ بھولے عوام نے اسے جلوس کی صورت میں کوٹھی تک پہنچایا۔ پریس کے فوٹو گرافرز نے اس کی تصویریں اتاریں۔ اخباری رپورٹروں نے طرح طرح کے سوالات کیے۔ ایک نے سوال کیا۔ آپ کے نو مقدمے جھوٹے ثابت ہوئے۔ دسویں مقدمے کے متعلق آپ کی توقع کیا ہے؟"

علی نے جواب دیا۔ "آپ نو مقدمات کی بات کرتے ہیں۔ جب بلی نو سو چوہے کھا کر حج کو جاسکتی ہے تو میں نو مقدمات کی ایسی تیسی کرنے کے بعد دسویں کو بھی کیوں نہیں جیت سکوں گا؟"

دوسرے نے سوال کیا۔ "اپوزیشن نے آپ پر طرح طرح کے الزامات لگائے تھے۔ یہ الزامات غلط کیسے ثابت ہوئے؟"

علی نے کہا۔ "جب اپوزیشن والے اقتدار میں تھے اور ان کی حکومت تھی تو صرف میں ہی نہیں میری طرح کتنے ہی ہماری پارٹی کے سیاستدانوں پر الزامات عائد کیے گئے۔ اب ہماری پارٹی اقتدار میں ہے اور ہماری حکومت ہے اس لیے اب ہم میں سے کوئی مجرم نہیں رہا۔ مجرم تو اب اپوزیشن پارٹی کے کئی سیاست داں ہیں۔ اگر ہمارے بعد وہ حکومت بنائیں گے تو پھر ان پر بھی کوئی جرم ثابت نہیں کیا جاسکے گا۔ ایسا تو ہمارے ملک کی سیاست میں ہوتا آیا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔"

"لیکن ہمارے ملک میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

"اس لیے ہوتا ہے کہ ملک کی سیاسی پارٹیاں مناسب موقع دیکھ کر الزامات ایک دوسرے پر لگاتی ہیں اور اپنے دور حکومت میں اپنی عدالتوں میں اپنے سیاسی تقاضوں کے مطابق فیصلے کراتی ہیں۔"

ایک صحافی نے کہا۔ "لیکن ایسی خود غرضی اور مفاد پرستی کے باعث ہمارا ملک تباہی کے دہانے تک پہنچ گیا ہے۔ آپ اسے ایک باوقار اور خوددار پاکستان کیسے بنائیں گے؟"

علی تیمور نے جواب دیا۔ "سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں کے عوام میں نہ اتحاد ہے اور نہ ہی سیاسی شعور ہے۔ اگر قومی سطح پر یہ دو خوبیاں پیدا ہوجائیں تو عوام خود ہی خود غرض سیاست دانوں کو کتوں کی موت مار ڈالیں گے۔ جیسا کہ میں نے پاکستان سے فرار ہونے والے دس مقدمات میں ملوث رہنے والے وزیر علی کو مار ڈالا ہے۔"

"مار ڈالا ہے؟" سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

ایک نے پوچھا۔ "مگر جناب وزیر علی صاحب آپ زندہ ہیں؟"

"ہاں میں جو وزیر علی نظر آرہا ہوں' وہ نہیں ہوں اور جو حقیقتاً ہوں وہ نظر نہیں آرہا ہوں۔ میں جلد ہی اپنے عمل سے اور سیاسی حکمت عملی سے ثابت کروں گا کہ ہمارے ملک میں کتنے سیاستداں اسرائیلی موساد کے اور کتنے سیاست دان بھارتی را کے دلال ہیں مگر وہ خود کو محب وطن ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔"

جب تمام پریس والے چلے گئے تو دینا دانیال نے علی سے کہا۔ "یہ تم نے پریس والوں سے کیسی باتیں کی ہیں۔ آخر "را" اور "موساد" کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

علی نے کہا۔ "میں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے وزیر علی کو مار ڈالا ہے۔ تم میری اس بات پر اعتراض کیوں نہیں کررہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم نے جن سے کہا' ان کے سامنے زندہ تھے اور زندہ ہو۔ تم نے ذو معنی بات کہی تھی۔"

"یہ بھی ذو معنی بات ہے کہ پریس والوں کے سامنے را اور موساد کے خلاف زبان سے بولو اور دل سے ان دونوں تنظیموں کے وفادار رہو' جیسا کہ میں ہوں۔ میں ایک تنظیم کو بیوی اور دوسری کو بہن بنا کر لایا ہوں اور عوام اور پریس والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہوں۔"

دینا دانیال نے کہا۔ "تمہاری بات درست لگ رہی ہے مگر شاید ہمارے موساد کے زونل لیڈر کو تمہارا یہ انداز پسند نہ آئے۔"

علی نے کہا۔ "مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں ہمارے زونل لیڈر کو سیاسی بیان دینے کا کون سا انداز پسند ہے۔ پلیز اس سے رابطہ کرو۔"

وہ تینوں جلوس سے اور پریس والوں سے نجات حاصل کرکے کوٹھی کے اندر ایک بیڈ روم میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ دینا دانیال فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ثانی اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ رابطہ قائم ہونے کے بعد بولی۔ "ہیلو! میں ڈبل ڈی (دینا دانیال) بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہوں۔ میں زیڈ ایل (زونل لیڈر) بول رہا ہوں۔ ہم نے دور سے دیکھا ہے وزیر علی بہت اچھا جارہا ہے۔ ہماری توقع سے زیادہ استقبال کرنے والوں کی بھیڑ لگی تھی اور اس نے پریس والوں کو بھی جوابات بڑی دانشمندی سے دیئے ہیں۔"

دینا دانیال نے پوچھا۔ "باس! کیا یہ دانشمندی نہیں ہوگی کہ ہم پاکستانی عوام اور پریس کے سامنے یہودیوں کے خلاف کچھ نہ بولیں۔ بلکہ یہاں کے مسلمانوں کو یہودیوں سے محبت کرنا سکھائیں؟"

زونل لیڈر نے کہا۔ "مسلمان ہم یہودیوں کو سانپ کی طرح دشمن سمجھتے ہیں۔ پاکستان میں کوئی لیڈر یہودیوں سے دوستی کرنے کی بات کہہ کر لیڈری نہیں کرسکے گا۔ بلکہ عوام کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ لیکن یہی ہم سے نفرت کرنے والے مسلمان ہماری یہودی حسیناؤں کی آغوش میں اپنا ایمان ہار جاتے ہیں۔ اسی لیے تو تمہیں وزیر علی کی کنواری بہن بنا کر بھیجا ہے۔"

ثانی' دینا دانیال کے ذریعے زونل لیڈر کے اندر پہنچ گئی تھی اور اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ دینا کہہ رہی تھی۔ "باس! تم درست کہہ رہے ہو۔ ائرپورٹ سے یہاں تک کئی اعلیٰ سرکاری عہدیدار مجھے یوں دیوانہ وار دیکھ رہے تھے جیسے پہلی بار مجسم حُسن کو دیکھ رہے ہوں یا جیسے پاکستان میں حُسن پیدا ہوتا ہی نہ ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے دینا! پاکستان کے شہروں سے لے کر دیہاتوں تک حُسن بکھرا پڑا ہے لیکن جس طرح مرد کو دوسرے کی بیوی خوبصورت لگتی ہے' اسی طرح دیسی مال کے مقابلے میں باہر ملکوں سے آنے والے مال کی کوالٹی بہتر بھی لگتی ہے اور اس مہنگے مال کو حاصل کرنے میں فخر بھی محسوس کیا جاتا ہے۔"

دینا دانیال نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پھر تو مجھے حاصل کرنے کے لیے یہاں کے اعلیٰ عہدیداروں میں بڑی رسا کشی رہا کرے گی۔"

"اسی لیے تو تمہاری جیسی حسینہ کا انتخاب ہم نے کیا ہے۔ اب تم ایک عہدیدار کی لاعلمی میں دوسرے عہدیدار کو اور دوسرے عہدیدار کی لاعلمی میں تیسرے عہدیدار کو اپنی زلفوں کا اسیر بناتی رہو گی اور ان سے حکومت کے اندرونی راز اگلواتی رہو گی۔"

اور وہ جانتی تھی کہ پاکستان میں ایٹم بم ایک راز ہے۔ اتنا گہرا راز کہ بڑی طاقتیں پاک فوج کے کسی اہم افسر سے کسی قیمت پر بھی یہ راز اگلوا نہیں سکتی تھیں۔ پاکستان کے تمام دشمن اس پس و پیش میں رہا کرتے تھے کہ اس ملک نے ایٹم بم بنالیا ہے یا نہیں؟

شاید میں اپنی داستان کے کسی حصے میں بیان کرچکا ہوں کہ ایٹم بم ایک دہشت ہے۔ یہ ہاتھی کے دانتوں کی طرح دکھانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اس بم کے ذریعے ایسی ہولناک تباہی ہوتی ہے کہ شہر کے شہر کھنڈر ہوجاتے ہیں۔ دیہات' کھیت اور اناج کے دانے نابود ہوجاتے ہیں۔ جن انسانوں کے نصیب میں موت نہیں ہوتی اور وہ اس بم کی ہلاکت خیزی کے باوجود زندہ رہ جاتے ہیں' وہ عمر بھر کے لیے اپاہج ہوجاتے ہیں۔ اپنے جلے ہوئے جسموں کے ساتھ ایسے عبرت ناک دکھائی دیتے ہیں کہ دیکھنے والے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ پھر اس بم کی گیس اور تیزابیت کے باعث وہ علاقے مدتوں آباد نہیں ہو پاتے۔ ایٹم بم کی ہلاکت خیزی کی یہ نہایت ہی مختصری مثال ہے۔ ہر وہ ملک جس کے پاس ایٹم بم ہے' وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر وہ اپنے دشمن ملک کو ایٹم بم کے ذریعے نشانہ بنائے گا تو وہ دشمن ملک بھی اپنے ایٹم بموں کے ذریعے اس کے ملک میں ایسی ہی تباہیاں لائے گا۔

یورپ اور امریکا اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہاں کے تمام ممالک کے پاس ایٹم بم ہیں۔ اس لیے کوئی ملک کسی دوسرے ملک سے جنگ نہیں کرتا ہے۔

رہ گیا ایشیا تو وہاں چین اور بھارت ایٹمی قوت سمجھے جاتے ہیں۔ اب مغربی ممالک کی یہی کوشش ہے کہ ایشیا میں کوئی تیسرا ملک ایٹم بم نہ بنائے اور نئے ورلڈ آرڈر کے بہانے کوئی اسلامی ملک یہ مہلک بم تیار نہ کرے۔ وہ اپنی کوششوں میں ابھی تک کامیاب ہیں۔ اسلامی ممالک کو انگلیوں پر گن کر معلومات حاصل کی جائیں تو کوئی اسلامی ملک ایٹمی طاقت نہیں کہلا رہا ہے۔

امریکا کو ایران اور لیبیا سے تو خدا واسطے کا بیر ہے لیکن پاکستان بھی نظروں میں کھٹک رہا ہے۔ یہ شبہ ہے کہ پاکستان نے ایٹم بم بنالیا ہے۔ مگر شبہ ہے۔ امریکا' اسرائیل اور بھارت اسی شبہ کی تصدیق کرنے کے لیے مختلف سیاسی ہتھکنڈے آزما رہے ہیں۔ اگر پاک آرمی آڑے نہ آتی تو ڈالر اور پاؤنڈ میں بک جانے والے سیاست داں بہت سے راز اگل چکے ہوتے اور بہت سے راز ایسے ہیں جو حکومتیں بدل کر آنے والے سیاست دان بھی نہیں جانتے۔

وزیر علی کے ساتھ شلپا اور دینا دانیال کا یہاں آنا بھی ایک موثر ہتھکنڈا تھا۔ اُن سے پہلے بھی ہندو اور یہودی حسینائیں پاکستان میں مسلمان بن کر اپنے حُسن و شباب کے ایٹم بم کو آزماتی آئی ہیں۔ کچھ کامیاب ہورہی ہیں کچھ ناکام ہوکر واپس جارہی ہیں اور جانے والیوں کی جگہ دینا دانیال جیسی حسینائیں آتی جارہی ہیں۔

یہ تو دینا دانیال کا ذکر تھا۔ ادھر ثانی زونل لیڈر کے خیالات پڑھ کر معلومات حاصل کررہی تھی کہ موساد اور را تنظیم نے مشترکہ طور پر اسلام آباد' لاہور اور کراچی میں کس طرح اپنے کارندوں کو پھیلا رکھا ہے۔ اور جو بہت قابل اور دولت مند پاکستانی ہیں انہیں اور زیادہ دولت کا لالچ دے کر یا کسی طرح بلیک میل کرکے انہیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے رہتے ہیں۔

کئی سیاستدانوں اور سرکاری عہدیداروں نے وزیر علی کو پاکستان واپس آنے پر مبارک باد دی۔ ایسے ہر فون کو شلپا (ثانی) اور دینا دانیال نے اٹینڈ کیا۔ اپنی رس بھری آواز میں ان کی مبارک باد وصول کیں۔ ان سیاستدانوں اور عہدیداروں نے انہیں رات کو کھانے کی دعوتیں دیں لیکن انہوں نے یہ کہہ کر معذرت چاہی کہ وہ سفر کی تکان دور کرنے کے بعد دعوتیں قبول کریں گے۔

معذرت چاہنے کا خاص مقصد یہ تھا کہ میزبانی کا شرف حاصل کرنے والے ان حسیناؤں کی قربت کے لئے ذرا بے چین ہوتے رہیں۔ رات کو دینا دانیال اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ ثاز اور علی نے اپنے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ثانی نے کہا۔ "یوں تو میں نے موساد اور را تنظیم کے بارے میں بہتیری معلومات حاصل کی ہیں لیکن ایک اہم بات یہ ہے کہ دینا دانیال

یہاں کے ایک بہت بڑے سائنس داں کو پھانسنا چاہتی ہے۔ سائنس داں سے دوستی کر لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے متعلق بڑی حد تک معلومات حاصل کر لے گی۔"

علی نے پوچھا۔ "وہ سائنس داں کون ہے؟ اس کا نام پتا ٹھکانا بتاؤ؟"

"تم اس سائنس داں کی فکر نہ کرو۔ دینا دانیال کا دماغ میری مٹھی میں ہے۔ میں اسے کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ دوسری معلومات بتاؤ۔ کیا تم بھی شلپا کی حیثیت سے کسی کو ٹریپ کرو گی؟"

"ہاں مجھے را تنظیم کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ پرسوں رات حکومتی پارٹی کی طرف سے ہم سب کو ڈنر کی دعوت دی جائے گی۔ وہاں چند فوجی افسران بھی آئیں گے۔ مجھے ان میں سے ایک افسر کو شیشے میں اتارنا ہے۔ بائی دی وے۔ یہ کام بھی میرا ہے۔ میں ہی اسے انجام دوں گی۔"

علی نے کہا۔ "جب تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام کام ہو رہے ہیں تو میری کیا ضرورت رہ گئی ہے۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "کیوں جل بھن رہے ہو؟ جب تم پورے ایکشن میں رہتے ہو اور تمہارے کارنامے انجام دیتے وقت میں تمہاری معمولی ماتحت کی حیثیت سے کام کرتی ہوں' تب میں برا نہیں مانتی۔"

علی نے اس کے کان پکڑ کر کہا۔ "میں برا نہیں مان رہا ہوں۔ صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ ابھی تم ثانی نہیں شلپا ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شلپا اور دینا دانیال کے درمیان میری ضرورت نہیں ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اپنے کان چھڑا کر بولی۔ "میں شلپا نہیں' تمہاری ثانی ہوں۔ تمہیں میری ضرورت نہ سہی مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"انسان کے چاہنے سے اس کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ کل کوئی مجھے اغوا کرے گا اور تمہیں مجھ سے جدا کر دے گا تو کیا کرو گی؟"

وہ پھر ایک بار ہنس کر بولی۔ "تم اور پارس تو ہوا ہو۔ ہوا کو کس نے مٹھی میں پکڑا ہے؟"

"اگرچہ ہوا مٹھی میں پکڑی نہیں جاتی۔ مگر غبارے میں قید ہو جاتی ہے۔"

وہ بولی۔ "اور قید کرنے والے غبارے کو اڑا کر اوپر پہنچا دیتی ہے۔ اوپر' جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ صرف ہوا آجاتی ہے۔"

"چلو میں تمہاری باتوں سے ہار گیا۔ چلو سو جاؤ۔"

ثانی نے کہا۔ "نہیں علی! مجھے احمق نہ سمجھو۔ تمہارے اغوا ہونے والی بات کے پیچھے کوئی گہری بات ہے۔"

"بھلا گہری بات کیا ہوگی؟ تم یہ آسانی سے سمجھ سکتی ہو۔ بھلا حکومت اور اپوزیشن پارٹی میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ الزام تراشیاں ہوتی رہتی ہیں۔ میں وزیر علی حکومت کی پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں۔ مجھے اپوزیشن والے اغوا کر سکتے ہیں۔"

"میں نہیں مانتی کہ اپوزیشن والے تمہیں اغوا کر کے خود کو عوام کے سامنے بدنام کریں گے۔"

"تو پھر یہ مان لو کہ میری ہی پارٹی کے لوگ مجھے یہاں سے لے جا کر گولی مار دیں گے اور اپوزیشن کو بدنام کرنے کے لئے کہیں گے کہ برسوں بعد ایک محب وطن سیاست دان وزیر علی کی آمد سے حکومتی پارٹی کے چند خفیہ راز ظاہر ہونے والے تھے۔ اس لئے اسے اغوا کر کے گولی مار دی گئی۔"

ثانی سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھ کر بولی۔ "تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے لیکن وزیر علی کو امریکا نے یہاں بھیجا ہے۔"

"امریکا کچھ لوگوں کو قربانی کا بکرا بنا دیتا ہے۔ وزیر علی کو صرف اس لئے استعمال کیا گیا کہ وہ "را" کی شلپا کو بیوی بنا کر اور موساد کی دینا دانیال کو بہن بنا کر پاکستان پہنچا دے۔ وہ کام میں نے وزیر علی کی حیثیت سے کر دیا۔ اب وزیر علی کی موت کے بعد شلپا اس کی بیوہ اور دینا دانیال اس کی بہن کی حیثیت سے اس کی تمام دولت اور جائیداد کی مالک ہوں گی اور یہاں مسلمان کہلاتی رہیں گی۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "واقعی۔ غور کیا جائے تو وزیر علی سیاست میں ماضی کا ایک پٹا ہوا مہرہ ہے۔ اس سے جتنا کام لینا تھا لے لیا گیا۔ اب وزیر علی کی ضرورت نہیں رہی۔"

علی نے پوچھا۔ "تم بڑی دیر تک خیال خوانی کرتی رہی ہو۔ کیا تم نے زونل لیڈر کے چور خیالات سے یہ معلوم نہیں کیا کہ وہ وزیر علی کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے؟"

"میں تو یہ معلوم کرتی رہی ہوں کہ پاکستان کے تین اہم شہروں میں اُس کے کتنے اہم کارندے ہیں؟ اُن کے نام اور پتے کیا ہیں؟ اور پاکستان کے کتنے سرمایہ دار اور جاگیردار ان ملک دشمن عناصر کی پرورش کر رہے ہیں۔ پھر میں نے دینا دانیال کے اس ارادے کو پڑھا کہ وہ کس طرح یہاں کے اہم سائنس دانوں کو پھانسنے کا پروگرام بنا رہی ہے۔ میں نے وزیر علی کو اہمیت نہیں دی تھی کیونکہ یہ تم ہو۔ ایسے میں یہ بھول گئی کہ تم میرے ہونے کے باوجود ابھی وزیر علی ہو۔"

"تم پھر جاؤ اور اس زونل لیڈر کے چور خیالات وزیر علی کے متعلق پڑھو۔ شاید کوئی نئی بات معلوم ہو۔"

وہ علی کے مشورے کے مطابق زونل لیڈر کے اندر پہنچی اور وزیر علی کے متعلق چور خیالات پڑھنے لگی۔ اس کے پاس کراچی کا زونل لیڈر آیا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اگر ہزاروں افراد وزیر علی کا استقبال کرنے ائرپورٹ آئے تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ایک مقبول لیڈر ہے۔ ان ہزاروں میں کئی ہزار کرائے کے

تھے جو وزیر علی زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ یہ وزیر علی ماضی کا نہایت ہی ناکام سیاست دان ہے۔ اُس نے ہماری دو نہایت ہی کار آمد حسیناؤں کو مسلمان بنا کر یہاں پہنچا دیا' بس یہی بہت ہے۔ چونکہ یہ حکومت کی پارٹی میں ہے اس لیے اخبارات اس کے خلاف نہیں لکھ رہے ہیں اور عوام خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔"

کراچی کے زونل لیڈر نے کہا۔ "آج کل کراچی میں خاصے ہنگامے ہو رہے ہیں۔ خوب گولیاں چل رہی ہیں۔ تم وزیر علی کو سیاسی دورے پر کراچی بھیج دو۔ وہاں ہمارے آدمی اسے گولی مار دیں گے اور اس کی ہلاکت کا الزام اپوزیشن پر ڈال دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کل ہی وزیر علی کو کراچی جانے اور اپنی لیڈری چمکانے کا مشورہ دوں گا۔ پھر امریکا کی طرف سے اشارہ ملے تو وہ ضرور جائے گا۔"

علی نے وزیر علی کے متعلق درست رائے قائم کی تھی کہ وہ حکومتی پارٹی کے لئے ناکارہ سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اسے ہلاک کر کے اپوزیشن والوں پر اُس کے قتل کا الزام لگایا جائے گا۔ ثانی تھوڑی دیر تک کراچی کے زونل لیڈر کے خیالات پڑھتی رہی۔ پھر اس نے علی سے کہا۔ "واقعی تمہاری جان کو خطرہ ہے۔ وہاں ایک زونل لیڈر کے پاس کراچی کا زونل لیڈر آیا ہوا ہے۔ وہ تمہیں سیاسی دورے پر کراچی جانے کو کہیں گے اور وہیں تمہیں گولی مار دیں گے۔"

"بہتر ہے کہ میں خود کو اغوا کروں۔ یہاں سے جا کر کسی دوسرے بہروپ میں کسی اور جگہ قیام کروں۔"

ثانی نے کہا۔ "ہونا تو یہی چاہیے۔ وہ تمہیں یعنی وزیر علی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں یہی سمجھنے دیا جائے کہ ان کے اغوا کرنے سے پہلے اپوزیشن والے تمہیں جبراً کہیں لے جا کر ختم کر چکے ہیں۔"

"اب یہ معلوم کرو کہ کراچی کے زونل لیڈر کا قیام کہاں ہے؟ میں اسلام آباد میں اور پنڈی کے راستوں اور گلیوں سے واقف نہیں ہوں۔ لہٰذا یہاں جو بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس ہیں ان میں سے کسی ایک سے کہو کہ وہ گاڑی لے کر ہماری کوٹھی کے پیچھے آجائے۔ وہ یہاں میرا گائیڈ ہوگا اور میرے لئے دوسری رہائش کا انتظام کرے گا۔"

وہ اس کے مشورے کے مطابق خیال خوانی کے ذریعے ایسے تمام انتظامات کرنے لگی۔ جس کے بعد علی آسانی سے ایک گائیڈ کے ساتھ رہ کر دشمنوں سے نمٹ سکتا تھا۔ پھر اس نے علی سے کہا۔ "تمہارے لیے گائیڈ ایک کار کوٹھی کے پیچھے لے کر آرہا ہے۔ اس کا نام حشمت بیگ ہے۔ کراچی کا زونل لیڈر میریٹ ہوٹل کے کمرا نمبر دو سو ایک میں ہے اور ابھی ہوٹل کی طرف جا رہا ہے۔"

"جب حشمت بیگ گاڑی لے کر آئے گا تو میں تمہیں یہاں پلنگ سے باندھ کر چلا جاؤں گا۔ تم بیان دو گی کہ کچھ مسلح افراد آئے تھے اور انہوں نے ہمیں گن پوائنٹ پر رکھا۔ تمہیں پلنگ سے باندھ دیا اور مجھے جبراً یہاں سے لے گئے۔"

"میں ایسا ہی بیان دوں گی۔ اب آگے بولو۔ وہ ہوٹل جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے؟"

"جب میں یہاں سے نکل کر ہوٹل کے قریب پہنچ جاؤں تو تم کراچی کے زونل لیڈر کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھ سے ایک خط لکھواؤ کہ وہ ایم آئی ایم کے مجاہدین کے نرغے میں آگیا ہے اور یہ راز کھل گیا ہے کہ وہ موساد کا جاسوس ہے اور کراچی کا زونل لیڈر بن کر کراچی اور سندھ کے تمام تخریب کاروں کو بھارتی تنظیم "را" کی مدد سے کنٹرول کرتا ہے۔ اور یہ بھی لکھوانا کہ اس نے زونل لیڈر کی حیثیت سے تمام تخریب کاروں کو کمانڈ کرنے کے اختیارات حاصل کرنے کے جو تحریری کاغذات' کوڈ ورڈز اور کوڈ نیم ہیں' یہ تمام اہم چیزیں اس نے کراچی میں کہاں چھپا کر رکھی ہیں تاکہ پاکستانی پولیس اور فوج کو اس کے خلاف ٹھوس ثبوت مل جائے اور اس کے ساتھ ہی "را" اور "موساد" کی سازشیں کھلتی جائیں۔"

پاکستان کے عوام یہ تو جانتے ہیں کہ امریکا' اسرائیل اور بھارت کی ملی بھگت سے پورے ملک میں اور خصوصاً صوبہ سندھ میں تخریب کاری اس انتہا کو پہنچائی جا رہی ہے کہ یہ ملک (خدانخواستہ) پہلے اندر سے بالکل ٹوٹ پھوٹ جائے پھر بھارت حملہ کر کے بڑی آسانی سے یہاں اپنے ناپاک مقاصد پورے کر لے۔ کسی شہ زور کو مارنے کے لئے پہلے اسے اندر سے کھوکھلا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستانی یہ جانتے ہیں مگر سیاسی لیڈر نہیں جانتے کہ کس طرح حکومت اور اپوزیشن آپس کے جھگڑوں میں ملک کے دشمن عناصر کو اپنا دوست بنا کر انہیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور الزام ایک دوسرے پر اسی طرح عائد کر رہے ہیں جیسے وزیر علی کو اغوا کر کے اور اسے ہلاک کر کے ایک کا جرم دوسرے پر تھوپنا چاہتے تھے۔

ثانی نے حشمت بیگ سے رابطہ کیا پھر علی کو بتایا کہ وہ کوٹھی کے پیچھے گاڑی لے کر آگیا ہے۔ علی نے ثانی کے دونوں ہاتھ پلنگ کے سرہانے اور دونوں پاؤں پلنگ کی پائنتی سے باندھ دیئے۔ اس کے منہ میں چھوٹا سا رومال ٹھونس کر اوپر سے ٹیپ چپکا دیا۔ اس کمرے کے دروازے کو اندر سے کھول دیا تاکہ بعد میں دینا دانیال وہاں آسکے۔ پھر وہ مسکرا کر بڑے پیار سے رخصت ہو گیا۔

وہ جدا ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے قریب تھے۔ ثانی اس کے اندر رہ کر دیکھ رہی تھی کہ حشمت بیگ اسے کہاں لے جا رہا ہے۔ جب ہم ہوٹل کے قریب پہنچے تو اس نے کہا۔ "علی! ذرا انتظار کرو۔ پہلے میں اس کمبخت سے وہ خط لکھوا لوں۔ پھر تمہیں رپورٹ دوں گی۔"

وہ کراچی کے زونل لیڈر کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں آکر سونا چاہتا تھا۔ ثانی نے اسے اٹھا کر بٹھا دیا۔ پھر علی کے مشورے کے مطابق اسے ایک میز کے پاس بٹھا کر ایک خط لکھوانے لگی۔ خط کا متن کچھ یوں تھا۔

"میرا اصل نام ڈونو روماریو ہے۔ میں یہودی ہوں۔ لیکن احمد کبیر کے نام سے مسلمان بن کر کراچی میں رہتا ہوں۔ میں اپنی اصلیت کبھی بیان نہ کرتا۔ لیکن ابھی ایم آئی ایم کے دو مجاہدین نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا ہے اور یہ مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں پاکستان آنے کے مقاصد بیان کروں۔

"میرا بیان یہ ہے کہ پاکستان اپنی ایٹمی صلاحیتوں کو دوست اور دشمن ممالک سے چھپا کر اپنے لئے عذاب مول لے رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جنگیں صرف گولہ بارود اور ایٹم بم وغیرہ سے نہیں جیتی جاتیں۔ ہم موساد کے ایجنٹوں نے بھارتی "را" کے تعاون سے یہ طے کیا ہے کہ پاکستان کے اندر مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر' تخریب کاری کے ذریعے دہشت پھیلا کر اس ملک کو کھنڈر بنا دیں گے اور ہم ایسا کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنی توقعات سے زیادہ کامیابی حاصل ہو رہی ہے اور ہماری کامیابیوں کی سب سے بڑی وجہ پاکستان کی حکومت اور اپوزیشن کی آپس کی لڑائیاں ہیں۔ یہ دونوں پارٹیاں عوام کی نظروں میں ایک دوسرے کو گرانے کے لئے طرح طرح کے الزامات تراشتی ہیں اور ان الزامات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ہمارے جیسے تخریب کاروں کی خدمات حاصل کرتی ہیں۔ ہمیں یہاں کی شہریت دے کر اور ہمارے لئے پاکستانی شناختی کارڈ جاری کر کے ہمیں یہاں کا معزز اور پُرامن شہری بنائے رکھتی ہیں اور عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے اخبارات وغیرہ کے ذریعے بیانات دیتی ہیں کہ پاکستان سے غیر قانونی غیر ملکیوں کو نکال دیا جائے گا۔ کیونکہ ان غیر ملکیوں کے درمیان تخریب کار چھپے ہوئے ہیں۔

"یہ درست کہاوت ہے کہ آدمی خود اپنا دشمن ہوتا ہے۔ یہ پاکستانی خود اپنے دشمن ہیں۔ یہ برتری اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے اپنی قبریں آپ کھود رہے ہیں۔ سمجھنے والوں کے لئے میری یہ مختصر سی تحریر کافی ہے۔ میرے وہ اصل کاغذات جو مجھے موساد کا ایجنٹ اور کراچی کا زونل لیڈر ثابت کرتے ہیں وہ سب ایک بینک کے لاکر میں ہیں۔ چابی اور بینک کے ضروری کاغذات کراچی والی رہائش گاہ میں ہیں۔ میں موساد کے اسلام آباد والے زونل لیڈر سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ ہمیں پاکستان کی دو بڑی سیاسی پارٹیوں کی طرف سے یہ آفر دی گئی ہے کہ ہم امریکا سے آنے والے وزیر علی کو کراچی میں سیاسی دورے کی دعوت دیں اور جب وہ کراچی آئے تو اسے گولی مار دیں۔ ان دونوں سیاسی پارٹیوں کو یہ علم نہیں ہے کہ وہ وزیر علی کو قتل کرنے والی ایک ہی طرح کی واردات ہمارے ذریعے کروا رہی ہیں۔ اس قتل کے بعد دونوں پارٹیاں ایک دوسرے پر اُس بیچارے کے قتل کا الزام عائد کرتی رہیں گی۔ اور ہم اصل مجرم ہمیشہ کی طرح پردے میں رہیں۔ میں موساد کے اسلام آباد اور لاہور والے زونل لیڈر کے نام اور پتے لکھ رہا ہوں۔ جو کچھ میرے علم میں تھا اسے میں نے لکھ دیا ہے......"

اس نے یہ تحریر مکمل کرنے کے بعد اسے میز پر ایک پیپر ویٹ کے نیچے رکھ دیا پھر ثانی کی مرضی کے مطابق بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ تب اس نے چونک کر سوچا "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں بستر پر آکر لیٹنے کے بعد کہیں گم ہو گیا تھا۔ یا تھوڑی دیر کے لئے کھلی آنکھوں سے گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ عجیب بات ہے۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ اور میں غافل ہونے کے بعد پھر ہوش و حواس میں آگیا ہوں۔"

وہ سوچ رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اُس نے سوچا پہلے آنے والے کا نام پوچھے پھر دروازہ کھولے۔ مگر ایسا سوچنے کے باوجود وہ بستر سے اٹھ کر سیدھا دروازے پر آگیا۔ پھر کسی کا نام پوچھے بغیر ہی دروازے کو کھول دیا۔

سامنے علی تیمور کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم؟ اور اتنی رات کو کس لئے آئے ہو؟"

علی نے کہا۔ "تمہاری حماقت کا جواب نہیں ہے۔ ایسے سوالات دروازہ کھولنے سے پہلے کیے جاتے ہیں اب بتا بھی دوں کہ دشمن ہوں اور تمہاری موت بن کر آیا ہوں تو دروازہ بند نہیں کر سکو گے۔ کرنا چاہو گے تو اپنا ہی لہو اپنی زبان سے چاٹو گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارا اور کمرے کے اندر آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ہاتھ کھانے والے کا سر چکرا گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی انسانی ہاتھ کی ضرب ہتھوڑے جیسی ہوتی ہے۔ اس کے منہ میں لہو بھر گیا تھا۔ علی نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ اپنا لہو خود چاٹے گا اور یہی ہو رہا تھا۔

اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہٹایا تو اس کی ہتھیلی اپنے لہو سے بھیگ گئی۔ علی نے کہا۔ "تم لوگوں نے اس ملک میں بڑی طاقت اور اختیارات حاصل کر لئے ہیں۔ دیمک کی طرح اس ملک کو ایسے چاٹ رہے ہو جیسے ابھی اپنے لہو کو چاٹنے کا تماشا دکھا رہے ہو۔"

وہ مقابلہ کر سکتا تھا مگر علی کے ایک ہاتھ نے سمجھا دیا تھا کہ وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہے گا۔ اس نے پوچھا۔ "کچھ معلوم تو ہو' تم کون ہو؟"

"میں اپنے باپ دادا کے حوالے سے پاکستانی ہوں۔ میری رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے اس کا تعلق شاہ کوٹ سے ہے اور یہ فولادی ہاتھ بھی اسی پاکستانی مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم محب وطن ہو۔"

"معلوم ہوتا ہے' تم نے وزیر علی کا صرف نام سنا ہے اسے چہرے سے نہیں پہچانتے ہو۔ وزیر علی بھلا محب وطن کیسے ہو سکتا

ہے؟ اگر ہوتا تو اس وقت تمہارے سامنے نہ ہوتا۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے بولا۔ "تم ہمارے دوست اور ہمارے ہم خیال وزیر علی ہو۔ یعنی کہ وہی وزیر علی جو آج ہی امریکا سے آیا ہے؟"

"ہاں۔ وہ میں ہی ہوں' جسے یہاں کا زونل لیڈر سیاسی دورے پر کراچی جانے کو کہے گا اور جب میں وہاں جاؤں گا تو اس شہر کے مختلف علاقوں میں گولیاں چلتی ہی رہتی ہیں' ایک گولی مجھے بھی آکر لگے گی اور میرا کام تمام ہو جائے گا۔"

"نہیں وزیر علی! یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کراچی شہر میں ہمارے تخریب کار بہت مستعد ہیں۔ وہاں تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

علی نے کہا۔ "اگر میں نے دوسرا ہاتھ مارا تو دنیا سے چل بسو گے۔ اس لئے اپنی زبان سے اگل دو کہ وزیر علی ایک ہندو شلپا اور ایک یہودی دینا دانیال کو یہاں پہنچانے کے بعد کسی کام کا نہیں رہا ہے۔ لہٰذا میری چھٹی ہو جانی چاہیے۔"

"نہیں۔ تم ہمارے بارے میں غلط سوچ رہے ہو۔ ہم تو تمہاری کھوئی ہوئی سیاسی قوت بحال کرنا چاہتے ہیں۔"

علی نے اس کے منہ پر دوسرا ہاتھ مارا وہ چکرا کر گر پڑا۔ فرش سے اٹھ نہ سکا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سر چکرانے لگا۔ در و دیوار گھومنے لگے۔ علی نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق پر اپنا ایک پیر رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ وزیر علی مر چکا ہے' جسے امریکا سے یہاں لا کر مارنا چاہتے تھے۔ اب جو وزیر علی ہے' وہ مرنے نہیں' تم سب کو باری باری مارنے آیا ہے۔"

وہ پاؤں تلے پڑا ہوا کچھ کہنا چاہتا تھا مگر پیر کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ سانس لینے کا راستہ رک گیا تھا۔ علی نے کہا۔ "یہ حسرت تمہارے دل میں رہ جائے گی کہ "موساد" اور "را" والوں کو موجودہ وزیر علی کے متعلق کچھ بتا سکو۔ اب جاؤ۔ تمہارا وقت پورا ہو چکا ہے۔"

وہ سانس لینے کے لئے تڑپ رہا تھا۔ مگر ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے حلق پر انسانی پیر نہیں' کوئی ناقابل جنبش بھاری پتھر ہے۔ وہ تڑپ تڑپ کر سست پڑ گیا پھر ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا۔

علی نے میز پر رکھے ہوئے کاغذ کے پاس آکر اسے کھولا پھر ایک لائٹر نما کیمرے سے اس خط کی مائیکرو فلم اتاری پھر اس کمرے سے نکل کر دروازے کو بند کر کے ہوٹل کے باہر آگیا۔ حشمت بیگ گاڑی میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ علی نے گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہاں کے کسی اعلیٰ پولیس افسر کا نمبر ڈائل کرو۔"

حشمت بیگ نے موبائل فون کو آپریٹ کیا پھر رابطہ قائم ہونے پر اسے علی نے کہا۔ "ہیلو آفیسر! اتنی رات کو نیند سے اٹھانا ضروری تھا۔ جب گھر میں چور گھس آئے تو پہلے تو گھر والوں کو جگانا ہی پڑتا ہے۔"

افسر ایک دم سے چونک کر بستر پر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کیا میرے گھر میں چور گھس آیا ہے؟"

"ہاں میریٹ ہوٹل کے کمرا نمبر دو سو ایک میں ایک شخص کی لاش پڑی ہے۔ اس نے اپنی موت سے پہلے یہ اعتراف تحریری طور پر کیا ہے کہ وہ موساد کا ایک یہودی ایجنٹ ہے۔"

افسر نے جھنجلا کر کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے؟ ابھی تم کہہ رہے تھے کہ میرے گھر میں چور گھس آیا ہے۔"

علی نے پوچھا۔ "کیا پاکستان تمہارا گھر نہیں ہے؟ اپنے گھر کی چار دیواری میں چور کے گھسنے کی اطلاع ملے تو ہڑبڑا کر نیند سے جاگتے ہو۔ پاکستان کی سرحد کے اندر کسی چور کے آنے کی اطلاع دی جائے تو خواب خرگوش سے بیدار کئے جانے پر جھنجلاتے ہو' کیا وطن کے سپاہی ایسے ہوتے ہیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ یہ بتاؤ تم کون ہو؟"

"میں ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن کا ایک مجاہد ہوں۔ تم نے امریکی طیارے کے اغوا کئے جانے کے بعد ایم آئی ایم تنظیم کا نام سنا ہوگا۔ اور اگر نہیں سنا ہے تو آج سے تم جیسے فرض ناشناس افسران کے ذہنوں پر یہ نام موت کی طرح نقش ہو جائے گا۔"

"ہم جیسے بڑے افسروں کے پاس ایسے دھمکیاں دینے والے فون آتے ہی رہتے ہیں۔ یو نان سنس' اب میں فون بند کر کے سو رہا ہوں۔"

افسر نے ریسیور کو رکھا پھر فون کا پلگ نکال کر آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ ثانی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پھر اسے اٹھایا۔ فون کا پلگ دوبارہ لگوایا پھر اسے پہلے کی طرح بستر پر لٹا دیا۔ آدھے منٹ کے اندر فون کی گھنٹی بجتے ہی افسر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ حیرانی سے فون کو دیکھنے لگا۔ آپ ہی آپ بڑبڑانے لگا۔ "میں نے تو پلگ نکال دیا تھا۔ پھر یہ کیسے لگ گیا۔ شاید میں نے اسے ڈس کنکٹ نہیں کیا تھا۔"

وہ ریسیور اٹھا کر ہیلو بولا۔ جواب میں علی نے کہا۔ "میں کہہ چکا ہوں وطن کے سپاہی کو ڈیوٹی کے وقت بیدار رہنا چاہیے۔ میری بات نہیں سمجھو گے تو آج رات سو نہیں سکو گے۔"

وہ گرج کر بولا۔ "تم جو کوئی بھی ہو۔ تمہاری شامت آگئی ہے۔ اب دیکھتا ہوں تم کیسے پریشان کرو گے۔"

اس نے پھر ریسیور رکھ کر پلگ کو الگ کیا۔ ثانی نے پھر پلگ لگوا دیا۔ وہ آرام سے لیٹنا چاہتا تھا پھر فون کی گھنٹی سن کر شدید حیرانی سے اچھل پڑا۔ کبھی پلگ کو کبھی فون کو دیکھنے لگا پھر اس نے ریسیور کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور کریڈل پر ہاتھ رکھ کر فون بند کر دیا۔

اب وہ اطمینان سے سونا چاہتا تھا مگر اسے پتہ نہ چلا کہ اس نے

لیٹنے سے پہلے غائب دماغ ہو کر ریسیور کو پھر کریڈل پر رکھ دیا ہے۔ آرام سے لیٹنے کے بعد پھر فون کی گھنٹی بجی تو وہ چکرا کر رہ گیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر دہاڑتے ہوئے کہا۔ "ابے کون ہے بے تو؟ مجھے کیوں پریشان کر رہا ہے؟"

"پریشان خود ہو رہے ہو۔ بار بار اپنا فون بند کرنے کی بات کرتے ہو۔ مگر میری آواز سننے کے لئے پھر ریسیور اٹھا لیتے ہو۔ میں کہہ چکا ہوں آج تمہارے مقدر میں نیند نہیں ہے۔ فوراً اٹھو اور سپاہیوں کو لے کر اس ہوٹل میں جاؤ۔"

"میں تو نہیں جاؤں گا۔ مگر اب یہ فون اس کمرے سے چلا جائے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا پلگ کو الگ کر دیا پھر فون اٹھا کر تار کھینچتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ پھر اس فون کو دوسرے کمرے کے ایک صوفے پر پھینک کر اپنے بیڈ روم میں واپس آگیا۔

یہ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے بستر پر واپس آکر لیٹ گیا ہے لیکن ایسا غائب دماغ رہنے کے دوران ثانی کی سوچ کی لہریں اسے یہی سمجھا رہی تھیں کہ وہ فون کو دوسرے کمرے میں پھینک کر اب اپنے کمرے میں آنکھیں بند کر کے سونے لگا ہے۔

اچانک ہی وہ لیٹے لیٹے اچھل کر بیٹھ گیا۔ فون کی گھنٹی اس کے کانوں میں بم کے دھماکے کی طرح گونج رہی تھی۔ وہ حیرانی سے آنکھیں کھول کر دیکھ رہا تھا۔ جس صوفہ پر اس نے ٹیلی فون کو پھینکا تھا، فون اسی صوفہ پر رکھا ہوا اسے اپنی آواز میں پکار رہا تھا اور وہ اپنے آرام دہ بستر پر نہیں بلکہ صوفے کے پاس ہی نیچے قالین پر لیٹا ہوا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا۔ میں اپنے بستر پر سو رہا تھا پھر دوسرے کمرے میں، قالین پر اس پھینکے ہوئے فون کے پاس کیسے آکر لیٹ گیا تھا؟ وہ سر پکڑ کر سوچ رہا تھا اور فون کی گھنٹی اس کے کانوں میں چیخ رہی تھی۔

وہ سحرزدہ سا ہو کر اٹھ گیا اپنے بیڈ روم میں آکر اس نے لباس اتارا اور وردی پہنی۔ ہوٹل جانے کے لئے تیار ہونے کے دوران فون کی گھنٹی کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ جب وہ باہر آکر کوٹھی کے اطراف پہرا دینے والے سپاہیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا تو گھنٹی کی آواز بند ہو گئی۔

اس افسر نے ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر ایک لاش دیکھی۔ پھر وہ خط پڑھا۔ پھر فون کے ذریعے پولیس کے سب سے بڑے افسر اور وزیر داخلہ وغیرہ سے رابطہ کر کے "موساد" کے ایک ایجنٹ کی موت کی اطلاع دی۔ مقتول یہودی کا وہ خط اب اس ملک کے کتنے ہی اہم عہدیداروں تک پہنچنے والا تھا۔ اور اس کا رد عمل بھی ظاہر ہونے والا تھا۔

یہ رد عمل ظاہر ہونے میں صبح ہو جاتی۔ ادھر ثانی اپنے بستر سے بندھی ہوئی تھی لہٰذا وہ اب آزاد ہونا چاہتی تھی۔ وہ دینا دانیال کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے نیند سے ذرا چونکا کر اٹھایا اور توجہ سے آوازیں سننے پر مجبور کیا۔ وہ کان لگا کر سننے لگی۔ حالانکہ خاموشی تھی لیکن سوچ کے ذریعے اسے چند قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

وہ بستر سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی۔ پھر اس دروازے سے کان لگا کر سننے لگی۔ اسے یوں سنائی دے رہا تھا جیسے کچھ لوگ کوٹھی کے اندر سے باہر جا رہے ہیں۔ پھر اسے ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر دور جا رہی تھی اور اس کی آواز بھی دور ہوتے ہوتے گم ہو گئی تھی۔

دینا دانیال نے بستر کے پاس آکر تکیے کے نیچے سے ایک پستول نکالا پھر دروازے کے پاس آکر اسے آہستگی سے کھولا۔ کمرے کے باہر کوئی نظر نہیں آرہا تھا وہ باہر آئی۔ پھر دبے قدموں چلتی ہوئی ثانی کے دروازے کے پاس آکر آہستگی سے آواز دی۔ "شلپا! کیا تم جاگ رہی ہو؟"

اسے شلپا یعنی ثانی کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ اس نے دروازے پر دستک دینا چاہا تو وہ دروازہ کھل گیا۔ اندر روشنی تھی اور ثانی اپنے پلنگ پر بندھی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس نے تیزی سے اندر آکر ثانی کے منہ پر سے ٹیپ ہٹایا۔ منہ کے اندر ٹھنسا ہوا رومال نکالا۔ پھر ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھولتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"وزیر علی کہاں ہے؟ تمہیں یہاں کس نے باندھا تھا؟"

"یہاں کچھ نقاب پوش اچانک ہی گھس آئے تھے۔ انہوں نے ہم دونوں کو گن پوائنٹ پر رکھ کر پہلے مجھے یہاں باندھ دیا۔ پھر وزیر علی سے کہا۔ "اگر تم خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو گے تو یہ تمہاری دانش مندی ہوگی۔ ورنہ ہم تمہیں بے ہوش کر کے لے جائیں گے۔ وزیر علی نے خاموش رہنے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ پھر اسے یہاں سے لے گئے۔"

دینا دانیال نے کہا۔ "میری آنکھ اچانک کھل گئی تھی۔ میں نے قدموں کی آوازیں سنی تھیں۔ پھر کسی گاڑی کی بھی آواز سنائی دی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اپوزیشن والوں نے یہ حرکت کی ہے۔ ہمیں فوراً زیڈ ایل (زونل لیڈر) کو اطلاع دینی چاہیے۔"

اس نے فون کے ذریعے لیڈر سے رابطہ کیا اور اسے ان نقاب پوش اجنبیوں کے متعلق بتایا جو وزیر علی کو جبراً لے گئے تھے۔

زیڈ ایل نے حیرانی سے کہا۔ "ابھی ہم خود وزیر علی کو ختم کر دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس سے پہلے اپوزیشن والے اسے لے گئے اگر انہوں نے اسے قتل کر کے اس کی لاش کے پاس کوئی ایسا ثبوت چھوڑ دیں گے جس سے حکومتی پارٹی پر الزام آئے تو بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔ ٹھہرو میں ابھی کراچی کے زونل لیڈر سے اس معاملے پر بات کرتا ہوں۔ تم دونوں اندر سے دروازے بند کر کے جاؤ۔"

زیڈ ایل نے ان سے رابطہ ختم کر کے کراچی کے زیڈ ایل سے

رابطہ کیا۔ اس کے ہوٹل کے کمرے سے ایک اجنبی آواز نے پوچھا۔ "ہیلو! آپ کون ہیں؟"

"میں احمد کبیر کا دوست ہوں۔ ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اجنبی آواز نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے یہاں آپ احمد کبیر کے دوست نکل آئے۔ پلیز آپ فوراً ان کے ہوٹل کے کمرے میں چلے آئیں۔ یہ یہاں بے ہوش پڑے ہیں۔ میں ڈاکٹر بول رہا ہوں۔"

زیڈ ایل نے فون بند کر دیا۔ پھر میریٹ ہوٹل کے منیجر سے پوچھا۔ "کیا کمرا نمبر دو سو ایک کے مسٹر احمد کبیر بیمار ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ بے ہوش پڑے ہیں۔ ہم نے ایک ڈاکٹر ان کے کمرے میں بھیجا ہے۔ آپ کون ہیں؟"

اس نے فون بند کر دیا۔ پھر اپنے ایک ماتحت سے رابطہ کر کے بولا۔ "فوراً میریٹ ہوٹل کے کمرا نمبر دو سو ایک میں جاؤ اور مسٹر احمد کبیر کی خیریت معلوم کر کے مجھے رپورٹ دو۔"

"آل رائٹ باس!"

ثانی نے ماتحت کی آواز بھی یاد رکھی۔ لیکن وہ چاہتی تھی کہ زیڈ ایل وہاں جائے اس لئے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وہاں لے گئی۔ اس نے ہوٹل کے کمرے کے سامنے آکر دروازے پر دستک دی۔ جب دروازہ کھلا تو زیڈ ایل چونک گیا۔ ایک پولیس افسر نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا۔ "اچھا تو آپ ہی احمد کبیر کے دوست ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے آپ نے ہی فون کیا تھا؟"

زیڈ ایل ہچکچایا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ معاملہ کیا ہے اور اسے کیا جواب دینا چاہیے۔ ثانی نے اسے بولنے پر مجبور کیا۔ "جی ہاں۔ میرا دوست اب کیسا ہے؟ کیا ہوش میں آگیا ہے؟"

افسر نے کہا۔ "اندر آؤ۔ جو بے ہوش ہوتے ہیں وہ پولیس کے سامنے پہنچتے ہی ہوش میں آجاتے ہیں۔"

اس نے اندر آکر دیکھا۔ اسے کراچی کا زونل لیڈر نظر نہیں آیا۔ افسر نے کہا۔ "کوئی سوال نہ کرنا۔ صرف سوالات کے جواب دیتے رہو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ ورنہ بدتر حالات پیش آسکتے ہیں۔"

زیڈ ایل نے پوچھا۔ "آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

افسر نے کہا۔ "دیکھو منع کرنے کے باوجود تم نے ایک سوال کر ہی ڈالا۔ یہ پہلی غلطی ہے۔ اس لئے معاف کر رہا ہوں۔ اب میرے سوال کا جواب دو۔ احمد کبیر کون ہے؟ اور تم اس کے کیسے دوست ہو؟"

"وہ میرا بزنس پارٹنر ہے۔ مجھ سے کاروباری معاملات میں گفتگو کرنے کے لئے کراچی سے یہاں آیا تھا۔"

"تم دونوں کا کاروبار کیا ہے؟"

"ہم نے سرحد سے کراچی تک کے لیے دو سو ٹرک کرائے پر حاصل کیے ہیں۔ یہ ٹرک ہمارا مال لے جاتے ہیں۔"

"کس قسم کا مال لے جاتے ہیں۔"

ثانی نے اسے بے اختیار بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولا۔ "ان تمام ٹرکوں میں ہتھیار کراچی پہنچائے جاتے ہیں۔ ان تمام ٹرک کے پیچھے جو چور خانے بنے ہوئے ہیں، ان میں بھارت سے آنے والے "را" کے تربیت یافتہ تخریب کار چھپے ہوتے ہیں۔"

زیڈ ایل بول رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا کہ وہ کیوں سچ اگل رہا ہے۔ ثانی نے اسے ڈھیل دی۔ وہ بولا۔ "انسپکٹر صاحب، ابھی ابھی میں جو بول رہا تھا، وہ دراصل مذاق کر رہا تھا۔"

"اچھا، تو تم پولیس والوں سے بھی مذاق کرتے ہو؟ ضرور کرو۔ مگر یاد رکھو کہ یہ سامنے اتنا بڑا کیسٹ ریکارڈر آن ہے۔ اس میں تمہارا سچا مذاق ریکارڈ ہو رہا ہے۔ اب اپنا نام بتاؤ؟"

"میرا نام صمد رحمانی ہے۔"

"میں تمہارا اصلی نام اور مذہب پوچھ رہا ہوں۔"

"آپ یقین کیوں نہیں کرتے؟ میرے پاس اپنے نام اور مذہب کا شناختی کارڈ موجود ہے۔"

"دو چار سو روپے رشوت دینے سے ایسے شناختی کارڈز بن جاتے ہیں۔ تمہارے دوست احمد کبیر نے اپنا ایک تحریری بیان دیا ہے۔ اُس بیان کی اصل کاپی وزارت داخلہ کے ایک اعلیٰ عہدیدار تک پہنچا دی گئی ہے۔ میرے پاس اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ہے۔ یہ لو۔ اسے ذرا بلند آواز سے پڑھو۔"

وہ زیڈ ایل (صمد رحمانی) کاغذ لے کر پڑھنے لگا۔ ابتدا ہی میں لکھا ہوا تھا۔ "میرا اصل نام ڈونورو ماریو ہے۔ میں یہودی ہوں۔ لیکن احمد کبیر کے نام سے مسلمان بن کر کراچی میں رہتا ہوں......"

زیڈ ایل عرف صمد رحمانی پڑھتے پڑھتے رک گیا پھر بولا۔ "میں کسی یہودی ڈونورو ماریو کو نہیں جانتا۔ میں تو آج تک اسے احمد کبیر سمجھ کر اس کے ساتھ کاروبار کرتا رہا تھا۔"

"اسلحہ اور تخریب کار کراچی تک پہنچانے کا کاروبار کر رہے تھے؟"

وہ ثانی کی مرضی کے مطابق بے اختیار بولا۔ "جی ہاں۔ ہم یہی کاروبار کر رہے ہیں۔"

"ابھی تو تم اسے مذاق کی بات کہہ رہے تھے؟"

"جی ہاں۔ ہم مذاق ہی مذاق میں اس ملک کو اندر سے کھوکھلا بنانے کا دھندا کر رہے ہیں۔"

"کیا تم نے شراب پی ہے اور نشے میں ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ میرا منہ سونگھ کر دیکھ لیں۔ میں ایک مسلمان یہودی ہوں۔ شراب پینے کے بعد باہر نہیں نکلتا۔"

"بہتر ہے۔ تم اپنے ساتھی کی طرح ایک کاغذ پر اپنے متعلق تحریری بیان لکھ دو۔"

[illegible] انسپکٹر اسے [illegible] آیا جب وہ [illegible] بیٹھ کر وہی سچ لکھنے

لگا جو ثانی چاہتی تھی۔ جب اُس نے تحریر مکمل کرلی تو انسپکٹر نے کہا۔ "تم نے جو کچھ لکھا ہے' اسے اونچی آواز میں پڑھو تاکہ تمہاری آواز میں تمہارا لکھا ہوا بیان اس کیسٹ ریکارڈر میں محفوظ ہوجائے۔"

وہ اونچی آواز میں پڑھنے لگا۔ جب تمام لکھا ہوا ریکارڈ ہوگیا تو انسپکٹر نے پوچھا۔ "تمہارے یہودی ساتھی کو ایم آئی ایم کے مجاہدین نے گن پوائنٹ پر رکھ کر اس سے بیان لکھوایا تھا۔ تم نے کس کے خوف سے یہ سچ لکھا ہے؟"

وہ بولا۔ "ایم آئی ایم کا کوئی مجاہد اس کمرے میں موجود نہیں ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ہوٹل سے باہر نکلتے ہی وہ مجھے گولی مار دیں گے۔ شاید انہوں نے میرے ساتھی کو بھی مار ڈالا ہے۔"

"ہاں۔ انہوں نے تمہارے ساتھی کو مار ڈالا ہے۔ اس کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے اسپتال پہنچایا گیا ہے۔"

"انسپکٹر! میں تمہارے ایک اعلیٰ عہدیدار سے فون پر کچھ ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

انسپکٹر نے اسے اجازت دی۔ اُس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "میں صمد رحمانی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "مسٹر رحمانی! میں آپ کی رہائش گاہ میں کئی بار فون کرچکا ہوں۔ آپ کہاں ہیں؟"

"میں میریٹ ہوٹل کے کمرا نمبر دو سو ایک میں ہوں۔ یہاں ایک انسپکٹر خوامخواہ مجھے پریشان کررہا ہے۔ مجھ سے جھوٹا بیان لکھوا رہا ہے اور میرے بیانات کیسٹ میں ریکارڈ بھی کررہا ہے۔"

"اوہ مسٹر رحمانی! آپ وہاں پھنسنے کے لئے کیوں چلے گئے۔ کسی نئی تنظیم کے مجاہدین نے احمد کبیر سے بھی اپنی مرضی کے مطابق بیان لکھوا کر اسے قتل کردیا ہے۔ کیا اس کمرا نمبر دو سو ایک میں اس نئی تنظیم کے مجاہدین ہیں؟"

"یہاں صرف ایک انسپکٹر اور تین سپاہی ہیں۔"

"ریسیور انسپکٹر کو دو۔"

اس نے انسپکٹر کو ریسیور دیا۔ انسپکٹر نے اسے کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو۔ آپ کون ہیں؟"

دوسری طرف سے وزارت داخلہ کے ایک عہدیدار کا نام بتایا گیا پھر کہا گیا۔ "مسٹر صمد رحمانی نے جو بیان لکھا ہے اور جسے ریکارڈ کیا گیا ہے ان سب کو فوراً میرے پاس لے آؤ۔"

ثانی نے انسپکٹر کی زبان سے پوچھا۔ "کیا جو یہودی مارا گیا ہے' اس کا تحریر کردہ بیان آپ کے پاس پہنچ گیا ہے؟"

"ہاں وہ بیان میرے پاس آچکا ہے۔ لہٰذا مسٹر رحمانی کا بیان اور کیسٹ بھی لے آؤ۔"

"سر! آپ یہ تمام بیانات اور کیسٹ ضائع کردینا چاہتے ہیں؟ اس سے پہلے یہ سن لیں کہ مرنے والے یہودی کے بیان کی مائیکرو فلم اتارلی گئی ہے۔ صمد رحمانی کے بیان کی بھی فلم تیار ہوجائے گی۔ کیسٹ کا ڈوپلیکیٹ آپ کو ملے گا۔"

"یہ کیا بکواس کررہے ہو۔ کیا اپنی وردی اتروانا چاہتے ہو؟ جو حکم دے رہا ہوں' اس پر عمل کرو۔"

"میں وہی کروں گا' جو کہہ چکا ہوں۔ اُس نئی تنظیم کے مجاہدین نے مجھے بھی فون پر وارننگ دی تھی کہ احمد کبیر کے بعد صمد رحمانی بھی جہنم میں جائے گا۔ اور اگر میں نے ملک کے کسی غدار عہدیدار کا ساتھ دیا تو میں بھی مارا جاؤں گا۔ اور جو بڑا عہدیدار بھی ان یہودیوں کی موجودگی' ان کے بیانات اور ان کی موت کو عوام سے چھپانا چاہے گا' اسے بھی جہنم میں پہنچادیا جائے گا۔"

دوسری طرف سے اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "یہ سب گیدڑ بھبکیاں ہیں۔ تم صمد رحمانی کو جانے دو اور اس کے بیان اور کیسٹ میرے پاس ابھی لے آؤ۔"

"آپ کا حکم ہے تو میں آرہا ہوں۔ مگر آخری بار سمجھاتا ہوں مجھ سے پہلے موت آپ تک پہنچ جائے گی۔"

اس نے ریسیور رکھ کر زیڈ ایل یعنی صمد رحمانی سے کہا۔ "بڑے صاحب کا حکم ہے تمہیں گرفتار نہ کیا جائے۔ چھوڑ دیا جائے۔"

وہ خوفزدہ ہوکر بولا۔ "یہ ایم آئی ایم والے کون ہیں۔ میں فون پر ہونے والی تمہاری باتیں سن رہا تھا۔ میں تنہا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ تم اپنی حفاظت میں مجھے لے چلو۔"

انسپکٹر اس کا تحریری بیان اور کیسٹ لے کر جانے لگا۔ صمد رحمانی زیڈ ایل اس کے پیچھے تھا۔ انسپکٹر کمرے سے باہر نکلا۔ اسی وقت ثانی کی مرضی کے مطابق زیڈ ایل نے فوراً کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کردیا پھر کہا۔ "انسپکٹر! تم جاؤ۔ باہر خطرہ ہے۔ میں صبح تک اس کمرے میں رہوں گا۔"

انسپکٹر چلا گیا۔ بڑے صاحب کا حکم تھا کہ زیڈ ایل کو گرفتار نہ کیا جائے چھوڑ دیا جائے۔ اس لیے وہ اسے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔

زیڈ ایل نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا۔ پھر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر بڑے صاحب کی آواز سنائی دی۔ ثانی نے زیڈ ایل کی آواز بدل کر اس کی زبان سے کہا۔ "تمہیں تشویش ہوگی کہ یہ نئی تنظیم ایم آئی ایم کہاں سے پیدا ہوگئی۔ ان کے مجاہدین نے یہاں ایک یہودی کو مار ڈالا۔ اب دوسرے یہودی صمد رحمانی کی باری ہے۔ لو پہلے سزائے موت پانے والے یہودی سے باتیں کرلو۔"

چند سیکنڈ کے بعد زیڈ ایل نے ثانی کی مرضی کے مطابق کہنے لگا۔ "میں مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ وہ انسپکٹر مجھے اپنی حفاظت میں گھر تک پہنچانا چاہتا تھا مگر میں اسی کمرے میں رہ گیا۔ انسپکٹر کے جانے کے بعد یہ نامعلوم لوگ آگئے ہیں اور خود کو ایم آئی ایم کے مجاہدین کہہ رہے ہیں۔"

بڑے صاحب نے کہا۔ "میری اُن سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ بعد پھر زیڈ ایل کی آواز بدل گئی۔ وہ بولا۔ "اب تمہارے جیسا بڑا عہدیدار پوچھے گا کہ ہم کون ہیں؟ بہتر ہے تم اپنے باپ امریکا سے ابھی ہاٹ لائن پر پوچھ لو۔ کیونکہ دوسرے یہودی کی موت کے بعد یہودیوں کو پناہ دینے والا غدار مسلمان بھی زندہ نہیں رہے گا۔ اپنی حفاظت کے جتنے سخت انتظامات کرسکتے ہو کرلو۔ اور ہاں پہلے اس گولی کے چلنے کی آواز تو سن لو' جو ہمیشہ کے لئے تمہارے پالتو یہودی کو ٹھنڈا کرنے والی ہے۔"

ہوٹل کے اس بند کمرے میں صرف وہی زیڈ ایل تھا۔ اسے گولی مارنے والا کوئی نہیں تھا۔ مگر اس نے اپنے لباس سے ایک ریوالور نکالا۔ اس نے ایک ہاتھ سے ریسیور پکڑ رکھا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے ریوالور کی نال کو پیشانی سے لگالیا۔ پھر اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔

بہت دور بڑے صاحب نے اپنے فون پر گولی چلنے کی آواز سنی۔ حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔ انہوں نے فون پر چیخ کر پوچھا۔ "مسٹر رحمانی! آر یو آل رائٹ۔ ہیلو...... ہیلو مسٹر رحمانی جواب دو۔ ہیلو...... ہیلو......"

بڑے صاحب بڑی دیر تک پکارتے رہے مگر موت جواب کبھی نہیں دیتی۔ خاموشی سے اپنا کام کرکے رخصت ہوجاتی ہے۔

ثانی نے سوچ کے ذریعے علی کو بڑے صاحب کا فون نمبر اور ہوٹل کی واردات بتائی پھر کہا۔ "اب صاحب بہادر سے کہو کہ پہلے یہودی احمد کبیر کا تحریری بیان ابھی ضائع نہ کرے۔ ورنہ اس سے پہلے وہ ضائع ہوجائے گا۔ اسے پہلے سپر ماسٹر سے ایم آئی ایم کے متعلق پوچھ لینا چاہیے۔"

وہ بڑے صاحب کی کھوپڑی میں آگئی۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے فون کی گھنٹی بجی۔ بڑے صاحب نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔

علی نے کہا۔ "تم نے دو یہودیوں کا انجام دیکھ لیا۔ اگر اپنے بُرے انجام سے بچنا چاہتے ہو تو پہلے یہودی کے تحریری بیان کو ضائع نہ کرنا۔ بہتر ہے پہلے سپر ماسٹر سے ہاٹ لائن پر پوچھ لو کہ ایم آئی ایم کیا بلا ہے؟"

بڑے صاحب نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"اس کا جواب بھی سپر ماسٹر سے مل جائے گا۔ کیونکہ میرے متعلق جواب دینے کے لئے وہ دونوں یہودی زندہ نہیں ہیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ بڑے صاحب نے ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے رابطہ کیا اور ان دو یہودیوں کا انجام بتانے کے بعد پوچھا۔ "یہ ایم آئی ایم والے کون لوگ ہیں؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ نئی تنظیم آفت ناگہانی کی طرح آئی ہے۔ انہوں نے پہلے ہمارا طیارہ اغوا کیا۔ پھر دمشق کے ایک اجلاس میں اردن اور شام کے اکابرین کو اس طرح دہشت زدہ کیا ہے کہ وہ فوری طور پر اسرائیل سے کوئی معاہدہ کرنے سے کترا رہے ہیں۔ اور اب تم بتا رہے ہو کہ ایم آئی ایم کے مجاہدین پاکستان پہنچے ہوئے ہیں۔"

بڑے صاحب نے پوچھا۔ "اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ان دو یہودیوں نے تحریری طور پر انکشاف کیا ہے کہ اس ملک میں "موساد" اور "را" کے ایجنٹ تخریب کاری میں مصروف ہیں اور اقتدار کے لئے لڑنے والے پاکستانی سیاست دان ان تخریب کار ایجنٹوں کو اپنا اپنا آلہ کار بنا کر اس ملک کو تباہی کے دہانے تک لے جارہے ہیں۔"

"تم ان کے تحریری بیانات کو جلا ڈالو۔"

"کیسے جلادوں؟ اُن مجاہدوں نے مجھے فون پر وارننگ دی ہے کہ میں ان کی تحریریں پریس وغیرہ کے ذریعے عوام تک نہیں لاؤں گا تو وہ مجھے بھی قتل کردیں گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ سپر ماسٹر نے سوچنے کے بعد کہا۔ "ایم آئی ایم کے سربراہ کا دعویٰ ہے کہ ان کے مطالبات ماننے والوں کو وہ جانی نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا تم ان کی بات مان لو۔ ان کے تحریری بیانات میں تمہارا ذکر نہیں ہے۔ تم پر غداری کا الزام نہیں آئے گا۔ تم ان بیانات کو عوام کے سامنے آنے دو۔ فکر نہ کرو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

بڑے صاحب نے کہا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں اخبارات کے ذریعے اپنا کارنامہ بیان کروں گا کہ میری محنت اور کوششوں سے دو یہودی اپنے ناپاک عزائم کے باعث موت کے گھاٹ اتر گئے۔"

اس نے فون بند کردیا۔ ثانی نے علی کے پاس آکر کہا۔ "ہمارا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ اس ملک میں یہودیوں اور ہندوؤں کی سرگرمیوں کا انکشاف ہوگا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ بڑے صاحب اس کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہتے ہیں۔ فی الحال باندھ لینے دو۔ بعد میں سہرے کے پھول کانٹوں کی طرح چبھیں گے۔"

علی نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اب نیا کھیل کھیلتے ہیں۔ وزیر علی کا کھیل۔ اسے دینا دانیال سے شروع کراؤ۔"

وہ دینا دانیال کے اندر پہنچ گئی۔ پھر اس کی سوچ میں بولی۔ "ہم نے زیڈ ایل کو وزیر علی کے اغوا کی رپورٹ دی تھی۔ پتا نہیں وہ کیا کررہا ہے وزیر علی کا کوئی سراغ ملا بھی ہے یا نہیں؟"

اسی سوچ کے نتیجے میں دینا نے فون کا ریسیور اٹھا کر زیڈ ایل سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف اس کی رہائش گاہ میں گھنٹی بجتی رہی مگر کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ دینا ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ "شاید وہ باتھ روم میں ہوگا۔"

اس نے تھوڑی دیر بعد پھر ریسیور اٹھایا۔ اس بار ثانی نے اس سے علی کے موبائل کا نمبر ڈائل کرادیا۔ رابطہ قائم ہونے پر

علی نے پوچھا۔ "اتنی رات کو کیا پریشانی ہے۔ یہ آرام سے سونے کا وقت ہے۔"

دینا نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میں زیڈ ایل سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ اسے بلاؤ۔"

"اس دنیا سے جانے والے کو کوئی واپس نہیں بلا سکتا۔ کیا تمہاری جیسی گشتی کو اور کوئی نہیں ملا' جو اس جہنم میں جانے والے کو بلا رہی ہو؟"

وہ غصے سے بولی۔ "یوشٹ اپ۔ میں کوئی آوارہ' بازاری نہیں ہوں۔ فوراً زیڈ ایل کو بلاؤ۔"

"تمہیں یہاں کے بڑے صاحب کا نمبر معلوم نہ ہو تو میں بتا رہا ہوں۔ نوٹ کرو اور ان سے پوچھو کہ مسٹر صمد رحمانی کہاں ہیں؟ تمہیں صحیح اطلاع مل جائے گی۔"

دینا کو نمبر معلوم تھا اس نے بڑے صاحب سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ "میں ڈبل ڈی (دینا دانیال) بول رہی ہو۔ زیڈ ایل سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ آپ کچھ پتا کریں۔"

"مجھے پتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایم آئی ایم کے مجاہدین نے اسے اور کراچی کے زیڈ ایل کو قتل کردیا ہے۔"

"اوہ نو۔ یہ تو ہمارے لیے بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ کیا زیڈ ایل نے آپ کو بتایا تھا کہ کچھ نا معلوم لوگوں نے یہاں سے وزیر علی کو اغوا کیا ہے؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا واقعی تمہاری کوٹھی میں نامعلوم افراد آئے تھے اور وزیر علی کو لے گئے؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ انہوں نے شلپا کو پلنگ سے باندھ دیا تھا۔ میرا خیال ہے یہ اپوزیشن والوں کی دھاندلی ہے۔"

یہ ایم آئی ایم والوں کی بھی دھاندلی ہو سکتی ہے مگر ہم ان کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر نے بتایا ہے کہ وہ مجاہدین بڑے خطرناک ہیں۔ ویسے ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے صبح کی خبروں میں وزیر علی کے اغوا کی بات بتادی جائے گی اور اس کے اغوا کا الزام اپوزیشن والوں پر لگا دیا جائے گا۔"

وہ بولی۔ "یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس سے ہمارے مقاصد کے حصول میں بڑی رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔ آپ کسی طرح اُس بڑے سائنس داں سے میری ملاقات کرائیں۔ میں جلد سے جلد اس ملک کے ایٹمی راز تک پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"کل تم اپنے بھائی وزیر علی کے اغوا کا سوگ مناؤ۔ میں اس سائنس داں رحمان قریشی سے کہوں گا کہ ملک کے بڑے بڑے عہدیدار وزیر علی کی بیوی اور بہن کی دلجوئی کے لیے ان سے ملنے جا رہے ہیں۔ لہٰذا رحمان قریشی کو بھی وہاں جا کر تسلیاں دینا چاہیے کہ اس کی بہن کو اس کا بھائی وزیر علی جلد ہی مل جائے گا۔"

وہ بولی۔ "بس ایک بار وہ سائنس داں رحمان قریشی میرے سامنے آجائے تو میں اسے اپنا دیوانہ بنا لوں گی۔"

دینا نے فون بند کردیا۔ ثانی نے علی کے پاس آکر فون پر ہونے والی تمام گفتگو سنائی۔ اس نے کہا۔ "میرے اندر موجود رہو۔ میں اب اپوزیشن کے لیڈر سے باتیں کروں گا۔"

پھر اس نے حشمت بیگ سے کہا۔ "اپوزیشن کے لیڈر سے بات کراؤ۔ وہ آرام سے سو رہا ہوگا۔ اس کی نیند بھی اڑائی جائے۔"

اس نے نمبر ڈائل کیے۔ لیڈر کے سیکریٹری نے پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

حشمت بیگ نے کہا۔ "اپنے صاحب سے بات کراؤ۔ میں چونکا دینے والی خبریں سنانے والا ہوں۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "رات کے تین بج رہے ہیں۔ میں صاحب کو نیند سے نہیں اٹھاؤں گا۔"

ثانی یہ باتیں سن کر علی کو بتا رہی تھی۔ علی نے حشمت بیگ سے موبائل فون لے کر پوچھا۔ "کیا اپنے صاحب کو یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ وزیر علی کو اغوا کرلیا گیا ہے۔"

سکریٹری نے پوچھا۔ "اس خبر میں کتنی سچائی ہے؟"

علی نے کہا۔ "جب وزیر علی کو قتل کرکے تمہارے صاحب کی کوٹھی کے سامنے پھینک دیا جائے گا تو کیا اس وقت بھی تم صاحب کو نیند سے نہیں جگاؤ گے۔"

"ذرا ایک منٹ۔ میں صاحب کو جگانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی صاحب کی نیند بھری آواز سنائی دی۔ "کیا مصیبت ہے؟ کون ہو تم؟"

"سیاست سب سے بڑی مصیبت ہے۔ چند اہم خبریں سن لو۔ جو یہودی صمد رحمانی کے نام سے کبھی تمہارے لیے اور کبھی دشمن پارٹی کے لیے کام کرتا تھا وہ قتل کردیا گیا ہے۔ وزیر علی کو اغوا کرلیا گیا ہے اور صبح کی خبروں میں اس کے اغوا کا الزام تمہاری پارٹی پر رکھا جائے گا۔"

"تم کون ہو؟"

"یہ پوچھنے سے بہتر ہے کہ اپنے وسیع ذرائع استعمال کرو اور ان خبروں کی تصدیق کرو۔"

علی نے فون بند کردیا۔ ثانی اپوزیشن لیڈر کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں کھلبلی سی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ اور اس کے مصاحب اور سیکریٹری وغیرہ سونا بھول گئے تھے۔ کوٹھی کے اطراف دور تک مسلح گارڈز کی ڈیوٹی لگادی گئی تھی تاکہ دشمن ان پر الزام دھرنے کے لیے وزیر علی کی لاش کہیں کوٹھی کے قریب پھینک کر نہ چلے جائیں۔ پھر کتنے ہی ٹیلیفون کے ذریعے اپنے ذرائع استعمال کرکے ان خبروں کی تصدیق کی جا رہی تھی۔

پھر تصدیق ہوگئی کہ وزیر علی کو اغوا کیا گیا ہے اور وہ یہودی زونل لیڈر بھی مارا گیا ہے۔ اپوزیشن کی طرف سے بڑے صاحب کو فون پر مخاطب کیا گیا اور کہا گیا۔ "ہمیں وزیر علی کے اغوا کیے جانے کی خبر مل گئی ہے اور یہ تمہاری پارٹی کی شرارت ہے۔ اگر ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے ہمارے خلاف اغوا کا پروپیگنڈا کیا گیا تو ہم سخت جوابی کارروائی کریں گے۔"

بڑے صاحب نے کہا۔ "اغوا ہم نے نہیں' تم نے کیا ہے۔ وزیر علی ہمارا اہم آدمی تھا۔ یہ پورا ملک جانتا ہے۔ لوگ یقین کریں گے کہ برسوں کے بعد ملک واپس آنے والے وزیر علی کو اپوزیشن پارٹی نے غائب کردیا ہے۔ تم لوگوں کے خلاف ایک بہت بڑا کارڈ ہمارے ہاتھ آگیا ہے۔"

ایک گھنٹے کے اندر اپوزیشن پارٹی کے بڑے بڑے اہم لیڈر ایک عالی شان کوٹھی میں جمع ہوگئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "ہمیں فوری طور پر کوئی ایسا قدم اٹھانا چاہیے کہ وزیر علی کے اغوا کیے جانے کی بدنامی ہمارے سر نہ آسکے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا۔ اتنی جلدی آخر کیا جوابی کارروائی کی جاسکتی ہے۔"

"اور اتنی جلدی یہ بھی سراغ نہیں لگایا جاسکتا کہ وزیر علی کو کہاں لے جاکر چھپایا گیا ہے یا کہاں قتل کیا گیا ہے۔"

ایک اور لیڈر نے کہا۔ "کل ہی وزیر علی کی آمد پر ہزاروں افراد نے اس کا شاندار استقبال کیا تھا اور آج اس کا اغوا اور قتل ہماری پوزیشن کو بہت کمزور بنا دے گا۔"

سب اپنے اپنے طور پر بول رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ صبح کی خبروں میں ان کی پارٹی پر کوئی الزام نہ آنے دیا جائے۔

ان کے پارٹی لیڈر نے کہا۔ "وزیر علی اُن کی مخالف پارٹی کا بہت ہی کمزور لیڈر تھا۔ لہٰذا وہ لوگ اسے پارٹی سے ختم کرکے ایک تیر سے دو شکار کر رہے ہیں۔ میری جو دوسری کوٹھی ہے وہ ایک کروڑ بیس لاکھ کی ہے۔ اگر اس کوٹھی کو بم سے اڑا دیا جائے تو وزیر علی کے اغوا سے زیادہ بڑی خبر بنے گی کہ اپوزیشن پارٹی کا لیڈر بال بال بچ گیا۔ لیڈر کو قتل کرنے کے لیے کوٹھی میں ٹائم بم چھپا کر رکھے گئے تھے۔ مگر اتفاق سے اس رات لیڈر اپنی دوسری کوٹھی میں تھا۔"

ایک نے کہا۔ "چال تو زبردست ہے مگر ایک کروڑ بیس لاکھ کا نقصان ہے۔"

پارٹی لیڈر نے کہا۔ "ایک پیسے کا بھی نقصان نہیں ہے۔ میں نے وہ کوٹھی بینک سے قرض لے کر بنوائی تھی اور ابھی تک قرض ادا نہیں کیا ہے۔ پھر یہ کہ یہ ایک کروڑ بیس لاکھ کیا چیز ہیں۔ جب ہم اپنی حکومت بنائیں گے تو ایک کروڑ کے بیس کروڑ بنالیں گے۔"

اس منصوبے پر عمل کیا گیا۔ صبح اذان ہونے سے پہلے ہی اس پارٹی کے کارندوں نے اس مہنگی کوٹھی کو بموں کے دھماکوں سے اڑا دیا۔ اس علاقے میں دہشت پھیل گئی۔ آس پاس کی کوٹھیوں والے وہاں سے بھاگنے لگے۔ سب ہی کی زبانوں پر یہی بات تھی کہ پارٹی لیڈر کو قتل کرنے کے لیے وہ کوٹھی تباہ کی گئی ہے۔ کوئی یہ یقین ہی نہیں کرسکتا تھا کہ ایک ہوشمند لیڈر اپنی ایک کروڑ بیس لاکھ کی کوٹھی کو اپنے ہی کارندوں سے تباہ کرائے گا۔

اس مہنگی کوٹھی کا تباہ ہونا اور پارٹی لیڈر کا اتفاقیہ بچ جانا' اتنی بڑی خبر تھی کہ حکومت کرنے والی پارٹی ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے یہ المناک خبر نشر کرنے پر مجبور ہوگئی۔ اس روز دو بڑی خبریں نشر کی گئی تھیں۔ وزیر علی کے اغوا کیے جانے والی خبر بھی معمولی نہیں تھی لیکن اپوزیشن کا پارٹی لیڈر اِس سے زیادہ ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

ثانی اور علی یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے پاکستانی سیاستدانوں کا جواب نہیں ہے۔ یہ جیسی منفی سیاست کر رہے ہیں اگر اتنی ہی ذہانت سے مثبت سیاست کریں تو دنیا کے سب سے ترقی یافتہ ملک کی فہرست میں پاکستان کا نام بھی جلی حروف میں لکھا جائے۔

○☆○

داؤد منڈولا دمشق پہنچا مگر بڑی دیر سے پہنچا۔ ایم آئی ایم کے پراسرار نیم مردہ نیم زندہ سربراہ سے اردن اور شام کے اکابرین کی ایسی ملاقات ہوچکی تھی جسے وہ تمام مسلمان اکابرین مرتے دم تک نہیں بھول سکتے تھے۔

منڈولا نے ایک شاہ کے سیکریٹری کے خیالات پڑھ کر اُس ڈھانچے کے بارے میں معلوم کیا تھا۔ اگرچہ ڈھانچے والا تماشا بچکانہ تھا مگر اس تنظیم کے سربراہ نے دونوں اسلامی ممالک کو سمجھا دیا تھا کہ ان اسلامی ممالک سے' اسرائیل سے اور امریکا سے ٹکرانا اس کے لیے بچوں کا کھیل ہے۔

پھر منڈولا کو یہ معلوم ہوا تھا کہ کسی اجنبی نے اس ڈھانچے سے فون پر گفتگو کی تھی اور اسے موساد کے یہودی جاسوسوں کے متعلق اطلاع دی تھی کہ ایک یہودی حسینہ مشروبہ کے نام سے اور دوسرا یہودی قاسم کے نام سے اس حاکم محل میں موجود ہے اور یہ اطلاع درست ثابت ہوئی تھی۔

پھر یہ معلوم ہوا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی بھی اس ڈھانچے کے لیے سہولتیں فراہم کررہی ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں موساد کے فیلڈ لیڈر کو بھی بے نقاب کردیا تھا اور یہ کہا گیا تھا کہ موساد کے فیلڈ لیڈر کو' قاسم اور مشروبہ کو اور دونوں امریکی جاسوس حسینہ کو زندہ رکھا جائے۔ اگر انہیں کسی بہانے سے مارا جائے گا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے نائب سپر ماسٹر اور وہاں کے دیگر مسلمان اکابرین کو بھی زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔

وہاں کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کون تھی اور ڈھانچے سے فون پر گفتگو کرنے والا شخص کون تھا۔ اُن دونوں کا اس ڈھانچے سے اور اس کی ایم آئی ایم کی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان سے پوچھنے پر خیال خوانی کرنے والی نے کہا تھا

کہ وہ بھی وہی بلا ہے جیسی جمیلہ رازی تھی۔ اس حوالے سے یہ رائے قائم کی جارہی تھی کہ وہ یقیناً جمیلہ رازی ہوگی اور اس کے ساتھ جو شخص ہے' وہ فرہاد علی تیمور ہے۔

داؤد منڈولا شاہ کے سیکریٹری کے ذریعے دونوں اسلامی ممالک کے اکابرین اور نائب سپر ماسٹر کے اندر بھی جگہ بنا چکا تھا۔ نائب کے ذریعے معلوم ہوا کہ سپر ماسٹر نے بابا صاحب کے ادارے میں جناب علی اسد اللہ تبریزی سے یہ معلوم کرنا چاہا تھا کہ نئی تنظیم ایم آئی ایم سے فرہاد کا تعلق ہے یا نہیں؟ اور کیا بابا صاحب کے ادارے سے بھی اس تنظیم سے کوئی رابطہ رہتا ہے؟

جواب ملا تھا کہ اس نئی تنظیم سے بابا صاحب کے ادارے اور فرہاد کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جناب تبریزی صاحب کو دشمن بھی ایک سچا اور کھرا انسان تسلیم کرتے تھے۔ اس لیے سپر ماسٹر پریشان ہوگیا تھا کہ آخر وہ نئی تنظیم کہاں سے پیدا ہوگئی ہے؟ اور اس کا پراسرار سربراہ کون ہے؟

داؤد منڈولا نے اپنی خفیہ یہودی تنظیم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھے۔ وہ اور تمام آدم برادرز اس تنظیم کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔ منڈولا کی سمجھ میں یہی آرہا تھا کہ حاکم محل میں خیال خوانی کرنے والی فرہاد کی کوئی ساتھی ہے یا پھر سپر ماسٹر نے کوئی نئی خیال خوانی کرنے والی پیدا کی ہے۔

اسے یہ دوسرا خیال غلط معلوم ہوا۔ کیونکہ دمشق کے حاکم محل میں سپر ماسٹر کی سیاسی چالیں چلی جارہی تھیں۔ لہٰذا سپر ماسٹر کی ہی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کی چالوں کو ناکام نہیں بنا سکتی تھی۔ منڈولا کو یہ یقین تھا کہ فرہاد کی فیملی کے کچھ افراد اس نئی تنظیم کے لیے خفیہ طور سے ڈھال بنے ہوئے ہیں۔

دمشق کے اجلاس میں ایک انسانی ڈھانچے کے ساتھ جو مذاکرات ہوئے انہیں امریکا اور اسرائیل کے حکام نے سنا بھی تھا اور ویڈیو کے ذریعے حاکم محل میں اس ڈھانچے کو دیکھا بھی تھا۔ خفیہ یہودی تنظیم کے تمام آدم برادرز اور تمام خیال خوانی کرنے والے اسی بحث میں الجھے ہوئے تھے کہ اس نئی تنظیم ایم آئی ایم تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے اور اس کے سربراہ کا سراغ کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

خفیہ یہودی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والے تعداد میں بڑھ گئے تھے۔ پہلے الپا اور ٹیری آدم تھے۔ پھر منڈولا نے مزید دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک ٹالبوٹ تھا اور دوسرا موتارو۔ وہ موتارو جسے داؤد منڈولا نے اپنی جگہ منڈولا بنا کر اس تنظیم میں بھیجا تھا اور خود اس تنظیم کے تمام افراد سے چھپ کر اُن دماغوں پر حکمرانی کررہا تھا۔

اِس وقت بھی وہ تمام آدم برادرز اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی باتیں سن رہا تھا اور وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے بگ برادر یعنی برین آدم سے کہہ رہے تھے کہ ویڈیو فلم پر ڈھانچے سے فون پر بات کرنے والے شخص کے دماغ میں انہوں نے جانے کی کوششیں کی تھیں لیکن صرف وہ شخص ہی نہیں' وہ خیال خوانی کرنے والی بھی سانس روک لیتی تھی۔ حتیٰ کہ ڈھانچے کے ذریعے بولنے والا سربراہ بھی یوگا کا ماہر تھا۔

منڈولا نے برین آدم کے اندر رہ کر اس کے ذریعے کہا۔ "ابھی اس واقعے کو چار دن گزرے ہیں۔ اردن اور شام میں ایم آئی ایم کے مجاہدین ضرور ہوں گے اور ان کے لیے ڈھال بننے والا وہ شخص اور خیال خوانی کرنے والی بھی ہوگی۔ اگر ہم دمشق اور عمان میں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے سراغ لگائیں تو کسی نہ کسی بھیس بدلے ہوئے مجاہد تک ضرور پہنچ جائیں گے۔"

الپا نے تائید میں کہا۔ "ہمیں یہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ ہم تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں اپنے آلہ کاروں کے اندر رہ کر انہیں تلاش کرسکتے ہیں۔"

ٹیری آدم نے کہا۔ "ہمیں رسی کا صرف ایک سرا مل جائے۔ صرف ایک مجاہد ہمارے ہاتھ لگ جائے۔ پھر ہم رسی کے آخری سرے تک یعنی ان کے سربراہ تک پہنچ جائیں گے۔"

وہ سب اسی لائن آف ایکشن کے مطابق منصوبے بنا رہے تھے۔ داؤد منڈولا سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا پھر برین آدم نے منڈولا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ ڈھانچا ایک زندہ انسان کی طرح محل میں اپنے پیروں سے چلتا ہوا آیا لیکن واپس نہیں گیا۔ وہ اسی محل کے دیوان خاص میں دھواں بن کر اور رقیق مادہ بن کر نابود ہوگیا۔ اُس نے نابود ہونے سے پہلے کہا تھا کہ وہ جارہا ہے لیکن آئندہ اسے ملاقات اور مذاکرات کے لیے مجبور کیا گیا تو وہ پھر بارہ بجے رات کو آئے گا۔"

سب نے تائید کی کہ ڈھانچے نے نابود ہونے سے پہلے آئندہ بھی آنے کے لیے کہا تھا۔

برین آدم نے کہا۔ "اب دو باتوں پر غور کرو کہ وہ رات کے بارہ بجے کیوں آیا تھا؟ اور آئندہ بھی اپنی آمد کا یہی وقت بتا گیا ہے؟ دوسری بات یہ کہ جب وہ ہڈیوں کا ڈھانچا پگھل کر پانی کی طرح بہہ چکا ہے تو پھر وہ ڈھانچا دوبارہ کہاں سے آئے گا۔"

الپا نے کہا۔ "آسان سا جواب ہے۔ وہ سربراہ دوسرا انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا اپنی پہلی تکنیک کے مطابق تیار کرے گا۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "اس کے پاس کتنے ہڈیوں کے ڈھانچے ہوں گے؟ وہ ان ڈھانچوں کو کہاں چھپا کر رکھتا ہوگا؟ کیا وہ کسی اسپتال سے یا قبر سے ڈھانچے نکال کر لاتا ہوگا؟"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "وہ ایسی ہی کچھ حرکتیں کرتا ہے۔"

منڈولا نے برین آدم کی زبان سے کہا۔ "اگر آئندہ اس سربراہ کو مذاکرات کے لیے ایسی جگہ مدعو کیا جائے کہ وہ کہیں سے ڈھانچا دستیاب نہ کرسکے' تب وہ کیسے آئے گا؟ کوئی جانور یا بھوت بن کر آئے گا؟ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیسے آئے گا اور کس روپ میں آئے گا۔"

ٹالبوٹ آدم نے کہا۔ "اگر وہ انسانی روپ میں آئے گا تو یقیناً وہ خود سربراہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اسی کا کوئی آلہ کار ہوگا۔"

"حاکم محل کے اجلاس میں سربراہ نے کہا تھا کہ وہ اور اس کے مجاہدین کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ اسی لیے اس نے موساد کے فیلڈ لیڈر اور مشروبہ وغیرہ کو زندہ چھوڑ دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جسے وہ آلہ کار بنا کر ایم آئی ایم کے سربراہ کی حیثیت سے بھیجے گا' اس آلہ کار کو بھی جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اسے ڈھانچے کی طرح نہیں پگھلائے گا۔ وہ آلہ کار ہم سے مذاکرات کے بعد واپس جائے گا تو ہمارے لیے اپنے نقش قدم چھوڑتا جائے گا۔"

ایک نے کہا۔ "ہوسکتا ہے ہم اُس کا تعاقب کرکے اس کے ذریعے سربراہ تک نہ پہنچ سکیں۔ وہ پہلے ہی کوئی توڑ کرلے۔"

"بے شک وہ توڑ کرے گا۔ ہم بھی جوڑ کا توڑ کریں گے جگہ جگہ اینٹی میک اپ کیمرے نصب کیے جائیں گے۔ وہ آلہ کار چہرہ بدل کر آئے گا اور ہمارے کیمرے اس کا اصلی چہرہ ہمیں دکھائیں گے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "جہاں سربراہ ہوتا ہے' وہاں اس کے کچھ ماتحت ہوتے ہیں۔ دمشق میں بھی اس کے ماتحت تھے اگر وہاں کے سراغرساں پوری تندہی سے کوششیں کرتے تو دو چار کو پکڑ لیتے مگر سب اس خوش فہمی میں رہے کہ جب سربراہ سامنے آرہا ہے تو ماتحت بھی قابو میں آجائیں گے۔ لہٰذا آئندہ ملاقات میں بھی ہم یہ تاثر دیں گے کہ ہم صرف سربراہ سے ملنے کے لیے بے چین ہیں لیکن درپردہ پورے شہر میں جاسوسوں کی فوج پھیلا دی جائے گی اور کئی طرح کے مختلف خفیہ انتظامات کیے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس بار ہم مجاہدین کو اور ہوسکا تو ان کے سربراہ کو قابو میں کرنے کی زبردست پلاننگ کریں گے۔ لیکن اسے مذاکرات کے لیے کہاں بلایا جائے گا؟"

منڈولا نے برین آدم کی زبان سے کہا۔ "اگر وہ راضی ہوجائے تو ہم یہودی خیر سگالی کے جذبے سے اسے اسرائیل کے کسی شہر میں مذاکرات کے لیے مدعو کریں گے۔ یہاں وہ کسی اسپتال یا قبرستان سے کوئی ڈھانچا حاصل نہیں کرسکے گا اور اگر کرے گا تو ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ڈھانچے کو متحرک رکھنے کے لیے سربراہ کو اسی شہر میں کہیں چھپ کر رہنا ہوگا۔ یہ ملک ہمارا ہے۔ یہاں کے شہر ہمارے ہیں۔ ہم اسے کامیابی سے چھپنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

داؤد منڈولا کی طرح ایکسرے مین مارٹن بھی تمام آدم برادرز کے دماغوں میں چھپا رہتا تھا اور اب تک یہی سمجھتا آرہا تھا کہ وہی خفیہ یہودی تنظیم کا سربراہ ہے۔ اس نے بھی تمام آدم برادرز اور تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر ایسا عمل کیا تھا کہ کوئی اپنے دماغ میں اُس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ داؤد منڈولا نے جان بوجھ کر ایکسرے مین مارٹن کو اس تنظیم کا پراسرار سربراہ بنا رکھا تھا اور بڑی خاموشی سے ایکسرے مین مارٹن کے دماغ پر بھی اپنا تسلط جمائے ہوئے تھا۔

برین آدم نے کہا۔ "ہم اس بار ایم آئی ایم کے سربراہ کا سراغ لگانے اور اس کے خفیہ ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے بڑے ٹھوس اور جامع منصوبے بنائیں گے لیکن ایک اور اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسے ملاقات اور مذاکرات کے لیے کیسے مدعو کیا جائے۔"

ایک برادر نے کہا۔ "ہاں ہم اس کا نام' فون نمبر اور پتا ٹھکانا نہیں جانتے ہیں۔"

ایکسرے مین مارٹن نے الپا کی زبان سے کہا۔ "ہمیں اس سلسلے میں سپر ماسٹر سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

اس فیصلے کے مطابق سپر ماسٹر سے رابطہ کیا گیا۔ برین آدم نے اسے اپنے تمام منصوبوں کے بارے میں بتایا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "مسٹر برین آدم! تم اسرائیلی انٹیلی جنس کے چیف ہو مگر مجھے یقین ہے کہ خفیہ یہودی تنظیم سے تمہارا گہرا تعلق ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "آپ موضوع بدل رہے ہیں۔ میں ایم آئی ایم کی تنظیم کے سلسلے میں بات کررہا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میرے لیے تو خفیہ یہودی تنظیم اور ایم آئی ایم کی تنظیم دونوں ہی ایک جیسی ہیں۔ دونوں تنظیموں کے سربراہ نامعلوم اور گمنام ہیں اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ ان تنظیموں کے خفیہ اڈے کہاں ہیں؟"

برین آدم نے کہا۔ "ہمارے ملک کی خفیہ یہودی تنظیم سے آپ کو کبھی نقصان نہیں پہنچا۔ اگر میرا اس تنظیم سے کوئی تعلق ہوتا تو یہ بات اتنے عرصے تک چھپی نہیں رہتی۔ ویسے ایم آئی ایم سے آپ کو اور ہم سب کو نقصان پہنچ رہا ہے اور آئندہ بھی نہ جانے کتنے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔"

"ہاں' اِس نئی تنظیم کی ابتدا بتا رہی ہے کہ آئندہ یہ بابا صاحب کے ادارے کی طرح مستحکم اور ناقابل تسخیر قلعہ نہ بن جائے۔ دانشمندی یہی ہے کہ سانپ کے پھن اٹھانے سے پہلے ہی اسے کچل دیا جائے۔"

"سانپ تو پھن اٹھا چکا۔ اب کچلنے کی بات کریں۔ کیا آپ اس کے سربراہ سے کسی طرح رابطہ کرکے اسے اسرائیل آنے اور آئندہ ملاقات کرنے کی دعوت دے سکتے ہیں؟"

"ایم آئی ایم کے مجاہدین کا تم یہودیوں سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ ان کا سربراہ اسرائیل شاید کبھی نہ آئے۔"

"آپ ایک بار اس سربراہ سے بات کریں۔ اگر وہ اسرائیل آنے پر راضی نہ ہو تو اسے واشنگٹن بلائیں۔ وہ بھی ہمارا ہی شہر ہے۔ ہم اسے ٹھوس پلاننگ کے ذریعے جکڑ لیں گے۔"

"میں اسے اپنے ملک اور اپنے شہر میں بلانے سے پہلے اس نئی تنظیم اور اس کے سربراہ کی بنیادی طاقت کو پوری طرح سمجھ لینا چاہتا ہوں۔ آخر انہیں اتنے وسیع ذرائع اور بے انتہا دولت کہاں سے حاصل ہوئی ہے کہ اس کے مجاہدین مختلف ممالک میں رہتے ہیں اور وہ ایسا ماہر ہے کہ الیکٹرونک آلات کے ذریعے ہڈیوں کے ڈھانچے کو نیم زندگی دے کر متحرک کر دیتا ہے۔ ابھی ہم نے صرف اس کے الیکٹرونک آلات کا حیرت انگیز کمال دیکھا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کتنی دور بیٹھ کر اس ڈھانچے کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ آئندہ بھی کیسے کیسے حیرت انگیز کمالات دکھائے گا۔"

"جب ہم اس تنظیم کے متعلق کچھ نہیں جانتے تو پھر اس کی طاقت اور بے پناہ مالی وسائل کو کیسے سمجھ پائیں گے؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس تنظیم کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے نہیں ہے۔ یہ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جناب تبریزی صاحب دشمنوں سے بھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں اور تمام دولت مند اسلامی ممالک کے حکمرانوں میں اتنا اتحاد نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کے راز دار بن کر ایم آئی ایم جیسی تنظیم کی تشکیل کر سکیں۔ تمام اسلامی ممالک میں صرف ہمارے خفیہ ایجنٹ ہی نہیں، جاسوس عورتیں بھی اہم سرکاری عہدوں پر ہیں۔ ان کا کوئی راز ہم سے چھپا نہیں رہتا ہے۔"

"کیا عوامی جمہوریہ چین اِن مجاہدین کو ہمارے خلاف منظم کر رہا ہے؟"

"ہوں۔ یہ غور کرنے والی بات ہے۔ ہم سیاچن گلیشیر میں اس کا راستہ روکنے کے اقدامات کر رہے ہیں تاکہ وہ آئندہ کبھی تاجکستان، ازبکستان، پاکستان اور افغانستان وغیرہ کی سمت پیش قدمی نہ کرے۔ وہ جواباً مشرقِ وسطیٰ میں ہمارے عزائم کو ناکام بنا رہا ہے۔"

سپر ماسٹر نے امریکا میں رہنے والے چینی نمائندے سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ "ہیلو مسٹر! میں اس ملک کا سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔"

چینی نمائندے نے کہا۔ "بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔ فرمائیے، میرے لائق کوئی خدمت؟"

"ایم آئی ایم کا ایک مجاہد آپ کی طرف سے ہماری خدمت کر رہا ہے اور بیان دے رہا ہے کہ آپ کی حکومت اُس نئی تنظیم ایم آئی ایم کو دامے، درمے، سخنے ہر طرح کی مدد کر رہی ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "یہ خوش خبری ہے تو ایم آئی ایم کے سربراہ کو سناؤ۔ ہمارے لیے تو ہر خبر محض کسی پاگل کی بکواس ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "مائنڈ یور لنگویج۔ آپ مجھے پاگل کہہ رہے ہیں۔ میری توہین کر رہے ہیں۔"

"آپ نے حکومتِ چین پر الزام عائد کیا ہے۔ اگر یہ ثابت نہ کر سکے کہ ایم آئی ایم ہماری تشکیل کردہ تنظیم ہے تو اِس سے زیادہ توہین آپ کو برداشت کرنا ہوگی۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ سپر ماسٹر کو اس پر بڑا غصہ آ رہا تھا لیکن چین اتنی بڑی طاقت ہے کہ امریکا نہ تو اسے ناراض کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی اس سے خوش رہنا چاہتا ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان بظاہر دوستانہ تعلقات تھے مگر وہ دوستی کی تہ میں ایک دوسرے کے پیروں تلے بارود بچھانے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔

اس نے چینی نمائندے کی بات کو مجبوراً برداشت کر لیا۔ پھر برین ماسٹر سے رابطہ کر کے کہا۔ "ہم کسی ثبوت کے بغیر حکومتِ چین کو ایم آئی ایم کی سرپرستی کا الزام نہیں دے سکتے۔ اس سلسلے میں چینی نمائندے سے میری تلخ کلامی ہو گئی ہے۔"

"تلخ کلامی سے کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ سچ سن کر تلخی پیدا کر رہا ہے؟"

"ہاں، وہ کہہ رہا تھا کہ ایم آئی ایم کی سرپرستی کرنے کا الزام ثابت نہ کیا گیا تو تلخیاں اور بڑھ جائیں گی۔ چین سے ہماری سرد جنگ جاری ہے۔ ان حالات میں ہم بات نہیں بڑھانا چاہتے۔"

برین آدم نے کہا۔ "سیاسی حکمتِ عملی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ویسے ہمیں یقین ہے کہ ایم آئی ایم کی پشت پر چین ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہاں چین کو مسلمانوں سے بھلا کیا ہمدردی یا محبت ہوگی۔ وہ تو دنیا کے تمام مسلمانوں کے دل جیتنے اور ہمارے خلاف نفرت پھیلانے کے لیے ایم آئی ایم کو وجود میں لایا ہے۔"

"ہماری اور چین کی دشمنی میں مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اس کی اِن حرکتوں سے مسلم عوام اردن اور اسرائیل کے درمیان معاہدہ نہیں ہونے دیں گے اور یہ نہیں چاہیں گے کہ ایک اسلامی ملک اسرائیل کو تسلیم کرے۔"

"ہمارے پاس بھی سیاسی ہتھکنڈے ہیں۔ ابھی ایم آئی ایم کے مجاہدین نے اردن اور اسرائیلی معاہدے میں رکاوٹ ڈالی ہے۔ تھوڑا سا وقت گزرنے دو۔ معاہدہ ضرور ہوگا۔ ایک ایک کر کے تمام اسلامی ممالک اسرائیل کو تسلیم کرتے چلے جائیں گے۔"

"فی الوقت ہمیں دنیا والوں کے سامنے ایم آئی ایم اور اس کے سربراہ کو بے نقاب کرنا ہوگا اور اس نئی تنظیم کے مجاہدین کو دہشت گرد ثابت کرنا ہوگا۔"

"ہاں پہلے میٹھی چھری سے گلا کاٹا جائے گا دوستی اور خیر سگالی کے جذبے سے ایم آئی ایم کے سربراہ کو دوسری بار اسرائیل میں مذاکرات کی دعوت دی جائے گی۔"

"کیسے دی جائے گی؟ کیا اُن سے رابطے کا کوئی ذریعہ ہے؟"

"ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے اسرائیلی حکام اس سربراہ کو ملاقات اور مذاکرات کی دعوت دیں گے تو اس کی طرف سے ضرور کوئی جواب ملے گا۔"

یہ طریقۂ کار طے ہونے کے بعد سپر ماسٹر سے رابطہ ختم ہو گیا۔

داؤد منڈولا مختلف آدم برادرز کے دماغوں میں جا رہا تھا اور ان کے خیالات پڑھنے کے علاوہ سپر ماسٹر سے ہونے والی گفتگو بھی سن رہا تھا پھر وہ بھی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ دمشق کے ایک نہایت ہی عالیشان اور مہنگے ہوٹل کے ایک سوئٹ میں تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مہنگے ہوٹل میں رہنا اور مہنگی زندگی گزارنا بالکل معمولی سی بات تھی۔ وہ جب چاہتا تھا، امیر کبیر لوگوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ان کی تجوریوں سے لاکھوں ڈالرز، پاؤنڈز، ریال اور دینار وغیرہ حاصل کر لیتا تھا۔

وہ دمشق میں ہیرے جواہرات کے ایک تاجر کی حیثیت سے قیام کر رہا تھا اور اس سلسلے کے تمام شناختی کاغذات اس کے پاس تھے۔ کوئی اس پر کسی طرح کا شبہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اس نے پچھلی ٹھوکروں سے بڑا سبق حاصل کیا تھا۔ قاہرہ میں بھی اس نے یہی سوچا تھا کہ نہ کوئی اسے ٹیلی پیتھی جاننے والا سمجھ پائے گا اور نہ ہی مصر کی پولیس اور انتظامیہ اس پر کسی اور طرح کا شبہ کر سکے گی لیکن وہ بُرے نصیب اور بُرے وقت کا قائل ہو گیا۔ جو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا، وہی ہو گیا تھا یعنی سونیا ثانی اس کے اعصاب پر سوار ہو گئی تھی۔ اس کی اصلیت تو معلوم نہ کر سکی تھی مگر اسے مصر چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ثانی نے قاہرہ میں اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے اس طرح پہچان لیا تھا کہ اس نے ایک بڑے ہوٹل میں پہنچ کر خیال خوانی کی تھی۔ اب وہ دمشق کے ہوٹل میں رہ کر قسم کھا چکا تھا کہ اپنے سوئٹ کی چار دیواری سے باہر کبھی خیال خوانی نہیں کرے گا۔ جب کبھی بہت ضروری ہوا تو کہیں چھپ کر ٹیلی پیتھی کو اپنا ذریعہ بنائے گا۔ ورنہ ایک عام تاجر کی حیثیت سے رہے گا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ ثی تارا اور پارس نے موساد کے فیلڈ لیڈر اور اس کے دو ماتحت مشروبہ اور قاسم کو زندہ چھوڑ دیا تھا اور ثی تارا نے کہا تھا کہ وہ ان کے ذریعے دمشق میں موساد کی مصروفیات معلوم کرتی رہے گی لہٰذا وہاں کے مسلمان اکابرین نہ ان یہودیوں کو شہر بدر کریں گے اور نہ ہی انہیں قتل کریں گے۔

یہودی فیلڈ لیڈر، مشروبہ اور قاسم تینوں اسی شہر میں اور اسی بنگلے میں تھے جہاں انہوں نے ایم آئی ایم کے سربراہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کے انتظامات کیے تھے لیکن ان انتظامات سے بعد میں پارس نے فائدہ اٹھایا تھا۔ پھر ویڈیو فلم مکمل کر کے وہ بنگلا چھوڑ گیا تھا۔ داؤد منڈولا کو ان باتوں کا علم تھا۔ وہ اکثر فیلڈ لیڈر، مشروبہ اور قاسم کے دماغوں میں جا کر بڑی دیر تک چھپ کر رہتا تھا۔ اسے توقع تھی کہ وہ ڈھانچے کا ساتھ دینے والی (ثی تارا) ضرور کسی مقصد سے ان تینوں یہودیوں کے اندر آ کر بولے گی اور انہیں اپنا آلۂ کار بنائے گی تو منڈولا اس خیال خوانی کرنے والی کی آواز اور لہجے کو ذہن نشین کرے گا۔ پھر ایسی ہی آواز اور لہجے والی کو اس شہر میں تلاش کرے گا۔

اگرچہ یہ مشکل کام تھا کہ ایک بڑے شہر میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو قریب سے نہ سہی، دور سے دیکھ لیتا لیکن یہ ناممکن نہیں تھا۔ شکاری حضرات جانتے ہیں کہ کسی کو شکار کرنے کے لیے کتنے صبر و تحمل سے مناسب وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یہ انتظار ایک گھنٹے کا بھی ہوتا ہے، ایک ہفتے اور ایک مہینے کا بھی لیکن یقین ہوتا ہے کہ شکار خواہ کتنا ہی چالاک اور پھرتیلا ہو، وہ ایک دن نشانے پر ضرور آئے گا۔

آخر اُس نے فیلڈ لیڈر کے دماغ میں ثی تارا کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہیلو میری آواز تمہیں اجنبی سی لگے گی۔ کیونکہ میں اس خیال خوانی کرنے والی کی جگہ آئی ہوں، جس نے تم تینوں یہودیوں کو یہاں مرنے نہیں دیا۔ ہماری ڈیوٹی بدل گئی ہے اور میں یہاں دیکھنے آئی ہوں کہ اس اسلامی ملک میں تم تینوں کے علاوہ اور کتنے یہودی پرورش پا رہے ہیں اور کون کون سے بہروپ میں چھپے ہوئے ہیں۔"

فیلڈ لیڈر نے کہا۔ "آپ سے پہلے والی نے ہمیں زندگی دے کر بڑا احسان کیا ہے۔ آپ اس کی جگہ آئی ہیں۔ ہم آپ کو بھی سلام کرتے ہیں۔"

"میں مشروبہ کے اندر جا کر اس کی زبان سے بولوں گی۔ اسے بتاؤ کہ میں آ رہی ہوں۔"

فیلڈ لیڈر نے مشروبہ کو بتایا۔ "پرانی کی جگہ ایک نئی خیال خوانی کرنے والی تمہارے اندر آ رہی ہے۔ اسے خوش آمدید کہو۔"

ثی تارا نے اپنی بدلی ہوئی آواز اور لہجے میں کہا۔ "ہیلو مشروبہ! کیسی ہو؟"

"خیریت سے ہوں اور تمہاری جیسی اجنبی دوستوں کی دی ہوئی زندگی جی رہی ہوں۔"

پارس نے ثی تارا کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی آواز اور لہجہ بدل لے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امریکا اور اسرائیل میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں تھی۔ پارس نے کہا "ہم نے جن یہودیوں کو یہاں زندہ چھوڑا ہے۔ ان کے دماغوں میں دشمن خیال خوانی کرنے والے ضرور آئیں گے اور ان کے اندر چھپ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ ڈھانچے کی حمایت میں خیال خوانی کرنے والی ہستی کون ہے؟"

ثی تارا نے پارس کی ہدایت کے مطابق اپنی آواز اور لہجے میں تبدیلی کر لی تھی۔ ادھر یہودی خفیہ تنظیم کے ایکسرے مین مارٹن نے الپا سے اور سپر ماسٹر نے پوجا سے کہا تھا کہ وہ دمشق کے تینوں یہودیوں کے اندر آتی جاتی رہیں۔ اس طرح موجودہ حالات یہ تھے کہ صرف داؤد منڈولا ہی نہیں، الپا اور پوجا بھی بڑی خاموشی اختیار کیے مشروبہ کے اندر پہنچی ہوئی تھیں اور ثی تارا کی باتیں سننے کے باوجود اسے ثی تارا کی حیثیت سے نہیں پہچان رہی تھیں۔

[illegible] نے مشروبہ سے پوچھا "کیا تم یہاں خود کو قیدی سمجھ رہی

ہو؟"

"ہرگز نہیں، تم نے ایسا کیوں سوچ لیا؟"

"اس لیے کہ ہم نے تمہیں اور قاسم کے ساتھ تمہارے فیلڈ لیڈر کو بھی یہاں سے جانے نہیں دیا۔ یہاں رہنے پر مجبور کردیا۔"

"تم نے ایسا کرکے ہم پر مہربانی کی ہے۔ اگر ہم یہاں سے جاتے تو ہماری ہی موساد تنظیم والے ہمیں اس لیے مار ڈالتے کہ تم ہمارے دماغوں میں آنے جانے لگی ہو لیکن یہاں تم سے پہلے خیال خوانی کرنے والی نے دھمکی دی تھی کہ ہمیں جانی یا کسی طرح کا جسمانی نقصان نہ پہنچے۔ اس لیے ہم ابھی تک زندہ ہیں۔"

اسی وقت الپا نے مشروبہ کی ہی آواز اور لہجے میں پوچھا "کیا میں تم سے یہ معلوم کرسکتی ہوں کہ تم کتنی خیال خوانی کرنے والیاں ہو؟ کیا تم مجھے اپنی ٹیم میں شامل کرسکتی ہو؟"

"کسی کو بھی اپنی تنظیم میں شامل کرنے کا فیصلہ صرف ہمارا سربراہ کرتا ہے۔ تم مجھ سے زیادہ سوالات نہ کرنا۔ چونکہ پہلی بار سوال کیا ہے اور تمہارے اندر چھپے ہوئے دوسرے دشمن بھی ہماری باتیں سن رہے ہیں اس لیے میں بتادوں کہ ہم وہ خیال خوانی کرنے والی عورتیں اور کچھ مرد ہیں، جنہیں بہت عرصے پہلے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی تھی پھر ہمارے بارے میں کبھی رائے قائم کی گئی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا باغی ہوکر روپوش ہوگیا ہے۔ کبھی یہ خیال کیا گیا ہم میں سے کچھ لوگوں کو فرہاد کے ساتھیوں نے اور کچھ کو یہودیوں نے اغوا کرلیا ہے۔ جبکہ سب ہی اغوا نہیں کیے گئے تھے۔ کچھ اِدھر اُدھر ہوگئے تھے۔ کچھ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ساتھی ہیں۔ جن کے متعلق یہ سوچ لیا گیا ہے کہ وہ مرچکے ہیں۔ سوچنے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ اُن کی موت فراڈ بھی ہوسکتی ہے۔"

الپا نے مشروبہ کے لہجے میں سوال کیا "لیکن ٹرانسفارمر مشین سے پیدا کیے جانے والے مسلمان نہیں تھے۔ وہ عیسائی یا یہودی تھے۔ تم بھی مسلمان نہیں ہوسکتیں۔ پھر تم سب ایم آئی ایم کے مسلمان مجاہدین کیسے بن گئے ہو؟"

"میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ زیادہ سوالات نہ کرنا۔ جو لوگ تمہارے ذریعے سن رہے ہیں، وہ خود اپنے طور پر مختلف پیدا ہونے والے سوالات کے جواب سوچیں گے۔ آخر بڑے بڑے برین ماسٹر اور سپر ماسٹر ہیں۔ بڑے معمے اور مسائل حل کرتے ہیں۔ ہمیں بھی شاید پہچان لیں۔ آخر ہم ان ہی کی دشمنی کے نتیجے میں موجودہ مقام تک پہنچے ہیں۔"

الپا نے اپنی آواز میں کہا "جب تم سمجھ ہی گئی ہو تو میں مشروبہ کے اندر چھپی نہیں رہوں گی۔ تم سے براہ راست کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

شی تارا نے کہا "اچھا تو تم الپا ہو۔ مشروبہ کے اندر عورتیں ہی سوچ کے ذریعے [illegible]

موجود ہوگی۔ اور فرہاد کی ٹیم میں تو کتنی ہی خیال خوانی کرنے والیاں ہیں۔ ان میں سے بھی کوئی ضرور موجود ہوگی۔ یعنی یہاں ہم خیال خوانی کرنے والی عورتوں کا میلہ لگا ہوا ہے۔ ہاں تو تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

الپا نے کہا "میں بڑے خلوص اور محبت سے تمہارے سربراہ کو اپنے حکمرانوں کی طرف سے اسرائیل آنے کی دعوت دیتی ہوں۔"

شی تارا نے کہا "میرا فرض ہے کہ تمہارا یہ دعوتی پیغام اپنے سربراہ تک پہنچادوں۔ پھر اُس کا جواب بھی تمہارے پاس پہنچادوں گی۔"

پھر یو جانے کہا "تمہارے اندازے درست ہیں۔ میں سپر ماسٹر کی نمائندگی کررہی ہوں۔ اور الپا کی تائید میں کہوں گی کہ یہ دعوت قبول کرلی جائے گی تو ہماری آپس کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہوجائیں گی۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ ہمارے سربراہ کی اپنی مرضی ہوتی ہے۔ دعوت قبول کی جائے گی تو میں مشروبہ کے دماغ میں آکر بتادوں گی۔ میرا خیال ہے 'اب مجھے جانا چاہیے' ہم پھر ملیں گے۔"

شی تارا خاموش ہوگئی۔ مشروبہ کے دماغ میں بھی خاموشی چھاگئی۔ وہاں اب کسی کی سوچ کی لہریں نہیں تھیں۔ شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر پارس کو وہ تمام باتیں بتائیں۔ پارس نے کہا "ایم آئی ایم کے پہلی بار منظر عام پر آنے کے بعد ہی سے تمام دشمن اس تشویش میں مبتلا ہیں کہ آخر یہ نئی تنظیم کہاں سے پیدا ہوگئی؟"

شی تارا نے کہا "سچ تو یہ ہے کہ ہم بھی تجسس میں مبتلا ہیں کہ یہ تنظیم ایم آئی ایم اچانک کیسے پیدا ہوگئی؟"

"کوئی چیز اچانک پیدا نہیں ہوتی۔ بچہ بھی نو مہینے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔"

شی تارا نے کہا "تم بچے کے علاوہ اور کوئی مثال نہیں دے سکتے تھے؟"

"بھئی تم عورت ہو۔ میرے ساتھ رہتی ہو۔ میں نے سوچا اس مثال سے تمہاری کھوپڑی میں بات آجائے گی۔ ایم آئی ایم جیسی مضبوط تنظیم جس کے مجاہدین ہر ملک، ہر شہر میں ہیں، جو جدید طریق کار اختیار کرتے ہیں۔ جنہوں نے چند دنوں میں امریکا، اسرائیل اور دو اسلامی ممالک کو مشکلات میں ڈال دیا ہے، وہ کتنے دولت مند ہوں گے۔ کتنے عرصے سے پلاننگ کررہے ہوں گے اور کیسی کیسی ٹریننگ حاصل کرتے رہے ہوں گے۔ اگر یہ اچانک پیدا ہوئے ہیں تو تم اچانک بچہ پیدا کرکے دکھاؤ۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "مجھے معاف کرو۔ تم سے سونیا ثانی گھبرا جاتی ہے۔ میں کیا چیز ہوں۔ سیدھی طرح کام کی باتیں کرو۔ کچھ معلوم تو ہونا چاہیے کہ یہ تنظیم آخر ہے کیا؟"

"یہ طوطا چشم ہے [illegible]"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ ہم ہر بُرے وقت میں ان مجاہدین کی مدد کرتے ہیں۔ یہاں ہم دونوں نے ایم آئی ایم کے سربراہ سے بھرپور تعاون کیا۔ اس کے لیے ایسی ویڈیو کیسٹ تیار کی جس کے ذریعے وہ اسرائیل کی طرف جھکنے والے اسلامی ممالک کو اور امریکا کے عزائم کو بے نقاب کرسکتا ہے، اتنا کچھ کرنے کے بعد ہم کوئی صلہ نہیں چاہتے تھے لیکن وہ شکریے کے دو بول اگر بول دیتا، ہم سے دو باتیں کرلیتا تو اس کا کیا بگڑ جاتا۔ مگر کام نکلتے ہی اُس نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیرلیں۔"

شی تارا نے کہا "واقعی یہ طوطا چشمی ہے۔ اس نے پلٹ کر ہمیں نہیں پوچھا۔ یہاں تک کہ جو ویڈیو کیسٹ اسے فائدہ پہنچانے والا تھا۔ اسے بھی لینے نہیں آیا اور نہ ہی کسی ذریعے سے اس کیسٹ کو ہم سے دوستانہ انداز میں مانگ رہا ہے۔"

"تو پھر مانتی ہو کہ وہ تمہاری طرح طوطا چشم ہے؟"

"ہاں مانتی ہوں" پھر وہ چونک کر اور اسے گھور کر بولی "کیا کہا تم نے، میں طوطا چشم ہوں؟"

"بھول ہوگئی۔ طوطا کو مونث بنالو۔"

"اے، میں تمہارے بال پکڑ کر نوچنا کھسوٹنا شروع کردوں گی۔ تمہارے کپڑے پھاڑ ڈالوں گی، میری انسلٹ کررہے ہو؟"

"میری بات پر ذرا ٹھنڈے دماغ سے غور کرو۔ اب تو تم ہماری ہو۔ تم سے کوئی شکایت نہیں ہے مگر ماضی میں تم نے مجھ سے محبت بھی کی اور عداوت بھی۔ جب کام پڑا، مجھے گلے لگالیا۔ جب کام نکل گیا تو طوطی صاحبہ کی طرح آنکھیں پھیرلیں۔"

شی تارا ناراضگی سے منہ پھلا کر منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ وہ اسے اپنے بازوؤں میں کھینچ کر بولا "میں طعنے نہیں دے رہا ہوں مثال دے رہا ہوں کہ ایم آئی ایم کا سربراہ بھی تمہاری طرح ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم پر اعتماد کرتا ہے اور جب ہم سے کام نکل جاتا ہے تو چپکے سے کہیں کھسک جاتا ہے۔ کیا تم مجھے حاصل کرنے کے بعد یہ پورا بھروسا اور محبت کا یقین نہیں رکھتی تھیں کہ میں تمہاری بانہوں میں ہوں؟"

"ہاں تم پورے اعتماد کے ساتھ میری بانہوں میں رہتے آئے ہو۔"

"ٹھیک اسی طرح ایم آئی ایم کے سربراہ کو یقین اور اعتماد ہے کہ جو ویڈیو کیسٹ ہمارے پاس ہے، وہ دراصل اس کے اپنے ہی گھر میں ہے۔ وہ بڑے اعتماد سے ہماری ہر جگہ کو اپنی پناہ گاہ سمجھتا ہے۔"

"اتنا اعتماد ہونے کے باوجود وہ ہم سے ملتا کیوں نہیں ہے؟"

"مجھ پر اعتماد کرنے کے باوجود تم مجھ سے چھپتی کیوں رہتی تھیں؟"

"میں کان پکڑتی ہوں۔ تم سے باتیں کرکے سر گھومنے لگتا ہے۔ کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہو۔ کیا صرف ایم آئی ایم کی باتیں نہیں کرسکتے؟"

"میرا باپ بھی اس تنظیم کے بارے میں بول نہیں سکتا۔ یقین نہ ہو تو پوچھ لو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر مجھے مخاطب کیا، میں نے کہا "ہاں بیٹی! بولو؟"

"پاپا! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے ایم آئی ایم کے سربراہ کے لیے دمشق میں کتنا کام کیا ہے۔ دشمنوں کے خلاف جو ثبوت ہیں، وہ ہم نے اس سربراہ کے لیے ویڈیو کیسٹ میں محفوظ رکھا ہے لیکن وہ عجیب انسان ہے، ثبوت حاصل کرنے کے لیے بھی ہم سے رابطہ قائم نہیں کررہا ہے۔"

میں نے کہا "اس نئی تنظیم اور اس کے سربراہ کے متعلق میں صرف اتنا ہی اندازہ لگاسکا ہوں کہ وہ سربراہ ہمارے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ طیارے کے اغوا سے پہلے ہی اسے ہماری طرف سے حاصل ہونے والی امداد کا علم ہوگیا تھا۔ شاید اس تنظیم میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ لیکن طیارے میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اور دمشق میں تم نے خیال خوانی کے ذریعے اسے بڑا سہارا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام دشمن ممالک یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ایم آئی ایم تنظیم میں کافی تعداد میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے آواز بدل کر یہودی جاسوسہ مشروبہ کے اندر دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو یہی یقین دلایا ہے کہ ایم آئی ایم میں خیال خوانی کرنے والے اور

والیاں ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "پھر تو سپر ماسٹر کے اور یہودی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والے اس حساب کتاب میں الجھے ہوں گے کہ اب تک ٹرانسفارمر مشین سے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو چکے ہیں۔ ان میں کتنے اغوا کئے گئے؟ کتنے باغی ہوگئے؟ اور کتنے ایسے ہیں، جو اپنی موت کا ڈراما کھیل کر اب بھی زندہ ہیں اور ایک نئے رنگ میں سامنے آرہے ہیں۔"

"پاپا! یہ تو دشمن ایسا حساب کتاب کررہے ہوں گے۔ ہمیں بھی تو ان کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔"

"بیٹی! وہ ایم آئی ایم کا سربراہ اتنا پراسرار ہے کہ صرف آمنہ یا جناب تبریزی صاحب روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں لیکن وہ اسے نظرانداز کررہے ہیں۔"

"مگر کیوں پاپا؟"

"میں نے جناب تبریزی صاحب سے پوچھا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کوئی شخص نیک مقاصد کے لیے ایک تنظیم بنا کر منظر عام پر آیا ہے اور کسی خاص اور معقول وجہ سے خود کو پوشیدہ رکھ رہا ہے تو ہمیں اس کی پوشیدگی کا بھرم رکھنا چاہیے۔ اس کا جو بھی طریقہ کار ہوگا وہ ہماری ٹیلی پیتھی کا مطلوب رہے گا اور ہم اس کے بارے میں کچھ نہ جانتے ہوئے بھی اس کے کام آتے رہیں گے۔ اور تم دیکھ رہی ہو کہ ہم اس کے کام آرہے ہیں۔"

"پاپا! جناب تبریزی صاحب ہم سب کے محترم بزرگ ہیں۔ ان کی شان کے خلاف بولنا نہیں چاہیے لیکن میں یہ ضرور پوچھوں گی کیا وہ جان بوجھ کر ہم سے کوئی حقیقت نہیں چھپا رہے ہیں؟"

"نہیں۔ آئندہ کبھی ایسا نہ سوچنا۔ جناب تبریزی صاحب جو کہتے ہیں وہ پتھر کی لکیر کی طرح سچ ہوتا ہے۔ وہ اللہ والے ہیں۔ انہیں قدرتی طور پر جس کام کو کرنے کی آگاہی ملتی ہے، وہ کرتے ہیں۔ ورنہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔"

"پاپا! آپ تو اللہ والے بزرگ نہیں ہیں۔ صرف مسلمان ہیں۔ سارے زمانے میں آپ کی ذہانت کا چرچا ہے۔ کوئی دشمن پُراسرار بن کر آپ سے چھپ نہیں سکتا۔ پھر آپ اسے بے نقاب کیوں نہیں کرتے ہیں؟"

"بس بیٹی! تم نے میری بہت تعریفیں کرڈالیں۔ تم بھول رہی ہو کہ میں دشمنوں کو بے نقاب کرتا ہوں۔ جبکہ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ کوئی دشمن نہیں ہے۔ البتہ... میرے دل میں بھی یہ تجسس ضرور ہے کہ آخر وہ کون ہے؟"

"تو پھر اس تجسس کو ختم کرنے کے لیے ہی کچھ کریں۔"

"کچھ کرنے کے لیے ہی تمہیں اس تمہارے شیطان کے ساتھ دمشق بھیجا ہے۔ میں اپنی جگہ مصروف ہوں۔ تم اپنے شیطان سے رجوع کرو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر پارس کو دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا "اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟"

وہ بولی "شیطان کو اسی طرح دیکھا جاتا ہے۔ ابھی پاپا کہہ رہے تھے کہ ایم آئی ایم کے سربراہ کو تمہارے جیسا شیطان ہی بے نقاب کرسکتا ہے۔"

"یہ بات کسی مرد کی سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی بات چھپی رہے تو عورتوں کے پیٹ میں درد کیوں ہونے لگتا ہے۔ اے نیک بخت! وہ کوئی دشمن نہیں ہے اس کے پوشیدہ رہنے کی کوئی وجہ ہوگی۔ دیکھو ابھی ہم ایک اسلامی ملک میں ہیں۔ یہاں کتنی ہی حسینائیں چہروں پر نقاب ڈال کر گھومتی ہیں۔ کیا تم اپنے اس مرد کو اجازت دوگی کہ میں کسی حسینہ کے رخِ روشن سے نقاب ہٹاؤں؟"

"پارس! تم باتیں بنانے کا فن جانتے ہو۔ فار گاڈ سیک، صرف اس سربراہ کی بات کرو۔"

"تم سربراہ کے پیچھے پڑگئی ہو۔ تمہاری نیت تو ٹھیک ہے؟ پارٹی بدلنے کا ارادہ ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "پہلے میں نے تمہارے سامنے ہاتھ جوڑے۔ پھر اپنے کان پکڑے۔ اب کہو تو تمہارے پاؤں پکڑلوں۔ میں تمہیں پاپا کی قسم دیتی ہوں، پلیز سنجیدہ ہوجاؤ۔"

"چلو سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔ دنیا والوں کے سامنے اسے بے نقاب کرکے تم کیا حاصل کروگی؟"

"میں کب کہتی ہوں کہ ساری دنیا کے سامنے بے نقاب کرو۔"

"پھر کیا چاہتی ہو؟"

"صرف اتنا چاہتی ہوں کہ ہم تم اور پاپا معلوم کرلیں کہ وہ کون ہے؟ پھر اسے بدستور روپوش رہنے دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ صرف ہم معلوم کریں گے اور اس کی روپوشی کو برقرار رکھیں گے۔"

وہ خوش ہوکر اس کے گلے لگ گئی۔ وہ بولا "خطرہ ہے۔ وہ تمہارے گلے پڑجائے گا تو کیا ہوگا؟"

"تم پھر بہک رہے ہو۔ اپنی سنجیدگی برقرار رکھو اور بتاؤ، ہم اس سربراہ تک کیسے پہنچیں گے؟"

"اس کی دعوت میں جائیں گے۔"

"تم پھر بکواس شروع کرنے لگے ہو۔"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ ابھی مشروبہ کے اندر جاؤ اور اس سے کہو کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے ان کی دعوت قبول کرلی ہے۔ وہ اسرائیل آنے کو تیار ہے۔ دعوت کا دن مقرر کرلو۔"

وہ گھور کر بولی "تمہیں پتا ہے، کیا بکواس کررہے ہو؟ دعوت اُس سربراہ کو دی جارہی ہے اور تم محض دعوت قبول نہیں کروا رہے ہو بلکہ دعوت کا دن بھی مقرر کرنے کو کہہ رہے ہو۔ کیا وہ سربراہ جسے ہم نہیں جانتے، وہ دعوت کا دن قبول کرلے گا؟"

پارس نے پوچھا "جس سربراہ کو ہم نہیں جانتے، کیا اسے دعوت دینے والے یہودی جانتے ہیں؟"

"اسے تو کوئی بھی نہیں جانتا۔"

"تو پھر سب سے پہلے تم جان لو کہ وہ مفت کی دعوت کے مزے اڑانے والا سربراہ تمہارے سامنے ہے اور تم اس کے گلے لگی ہوئی ہو۔"

وہ ایک دم سے الگ ہوکر حیرانی سے اسے دیکھ کر بولی "تم؟ تم سربراہ بن کر جاؤگے؟"

"مجھے تو پہلے ہی دن جانا چاہیے تھا۔ اس کمبخت ڈھانچے نے ایک حسینہ کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ کسی حسینہ کو دیکھ کر دل پگھلتا ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک پگھل کر اسی حاکم محل میں نابود ہوگیا۔ جب تم ضد کررہی ہو تو کوئی بات نہیں، میں چانس لے لوں گا۔"

وہ گریبان پکڑ کر بولی "شرم نہیں آتی۔ وہاں عیاشی کے لیے جاؤگے؟"

"ابھی تم خود ہی ضد کررہی تھیں کہ سربراہ کو بے نقاب کیا جائے۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم وہاں سربراہ بن کر جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گا تو اس کی اصلیت معلوم نہیں کرسکوں گا۔"

"چولھے میں گئی اصلیت۔ مجھے نہیں معلوم کرنا ہے کہ وہ کون ہے؟"

"اب اس لیے نہیں معلوم کرنا چاہتی ہو کہ وہاں میری خدمات میں پیش پیش رہنے والی یہودی حسینائیں ہوں گی۔"

"اس بات کو مٹی میں ڈالو۔ میں تمہیں وہاں جانے نہیں دوں گی۔"

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ اس سربراہ کو بے نقاب نہیں کیا جائے گا؟"

"ہاں۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ مجھے کسی کو بے نقاب نہیں کرنا ہے۔"

پارس نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھا کر کہا "یا خدا! ہر مرد کو اتنی عقل دے کہ وہ اپنی عورت کو اسی طرح ضد اور ہٹ دھرمی سے باز رکھا کرے۔ یہ عورت ایک گھنٹے سے میرا دماغ کھا رہی تھی۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی دعا سن رہی تھی۔ پھر بولی "اچھا تو تم مجھے الو بنا رہے تھے۔"

"میں ایسا الو نہیں ہوں کہ عورت کے سامنے اسے الو بنانے کی بات کروں۔ میں تو عورت کی فطرت بیان کررہا ہوں۔ ابھی ایک گھنٹے سے تمہارے پیٹ میں درد ہورہا تھا۔ اب ختم ہوگیا، میں نے علاج کیا ہے۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا۔ پھر اسے غصہ دکھاتی ہوئی اس سے دور ہوگئی۔ وہاں سے اٹھ کر دوسرے بیڈ روم میں چلی گئی۔ پارس تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کے بیڈ روم کے دروازے پر آکر بولا "تم نے غصہ دکھانے کے باوجود یہ دروازہ کھلا رکھا ہے۔ تاکہ میں تمہیں منانے آؤں۔ آخر تم عورتیں اتنے نخرے کیوں دکھاتی ہو؟"

"میں نخرے دکھانے والیوں میں سے نہیں ہوں۔ اور نہ ہی یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھے منانے آؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کرکے اندر سے چٹخنی لگالی۔ پارس مسکراتا ہوا ٹی وی کے پاس آیا۔ اسے اونچی آواز میں آن کردیا۔ پھر صوفے پر بیٹھ کر موبائل فون کے نمبر ڈائل کئے۔ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "پاپا سے کہو، میرے پاس آئیں۔ دیٹس آل۔"

اس نے فون بند کردیا۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے کے ایک خفیہ رابطہ سسٹم سے اطلاع دی گئی۔ میں نے پارس کے پاس آکر اس سے پوچھا "کیا بات ہے بیٹے؟"

وہ مجھے اپنے ایک منصوبے کی تفصیل بتانے لگا۔ میں سنتا رہا اور تائید کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا "شی تارا میرے سربراہ بننے کے سلسلے میں رکاوٹ بنے گی۔ آپ اس معاملے کو ہینڈل کریں۔ میں صبح ہونے تک دمشق چھوڑ دوں گا۔ آپ کسی دوسرے شہر کے لیے کسی فلائٹ میں میری سیٹ ریزرو کرادیں اور آئندہ رابطہ رکھیں۔"

وہ شی تارا کے ساتھ ایک خوب صورت سے آراستہ بنگلے میں قیام کررہا تھا۔ وہاں ایک فون ڈرائنگ روم میں اور ایک بیڈ روم میں تھا۔ پارس نے مجھے بیڈ روم کا فون نمبر بتایا، میں نے کہا "اس شہر میں کسی کو بھی فون کرو۔ میں اسے اپنا آلہ کار بناؤں گا۔"

اس نے ڈائریکٹری کے ایک صفحے سے ایک فون نمبر دیکھا پھر وہ نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے کسی شخص کی آواز سنائی دی۔ پارس نے میرے کہنے پر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے اس شخص کے دماغ پر مکمل قبضہ جمالیا۔ اسے بالکل غائب دماغ کردیا۔ پھر اس سے اس بیڈ روم کے نمبر ڈائل کرائے جہاں شی تارا تھی۔ اس بیڈ روم کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ریسیور اٹھا کر آواز بدل کر بولی "ہیلو؟"

میں نے بھی اپنے آلہ کار کی آواز بدل کر کہا "ہیلو۔ میں وہی ہوں، جسے دوست اور دشمن بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر انجان بن کر بولی "تم کون ہو؟ اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟"

"میں ایم آئی ایم کا سربراہ بول رہا ہوں۔ اصولاً مجھے تمہارا اور تمہارے ساتھی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔ تم دونوں نے حاکم محل میں میرا بڑا ساتھ دیا تھا لیکن میں جنہیں اپنا سمجھتا ہوں، ان کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ چپ چاپ دل سے اُن کی عزت کرتا ہوں۔"

وہ بولی "مجھے آپ سے باتیں کرکے خوشی ہورہی ہے۔ اب بھی

ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو ہم حاضر ہیں۔"

"میں نے ایک زحمت دینے کے لیے فون کیا ہے۔ تم مشروبہ کے ذریعے یہودیوں کو یہ پیغام دے دو کہ دو دن بعد یعنی بارہ تاریخ کو میں ان کی دعوت قبول کر رہا ہوں اور اسی تاریخ کو کسی فلائٹ سے تل ابیب پہنچ رہا ہوں۔"

"میں آپ کا پیغام ابھی پہنچاؤں گی لیکن آپ میری ایک حیرانی دور کریں۔ آپ کو یہودیوں کی طرف سے دی جانے والی دعوت کا علم کیسے ہوا جبکہ یہ باتیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہی تھیں؟"

"ہمارے کچھ خفیہ ذرائع ہیں، جن سے مجھے فوراً خبریں موصول ہوتی رہتی ہیں۔ یہ خبر ذرا دیر سے ملی۔ بائی دی وے دعوت قبول کرنے کی ایک شرط یہ پیش کرو کہ کل صبح ہی سے بارہ تاریخ تک تمام دنیا میں یہ خبر نشر ہوتی رہے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ مذاکرات کے لیے تل ابیب آرہا ہے۔ اور اس بار وہ ہڈیوں کا ڈھانچا نہیں ہوگا۔ بلکہ گوشت پوست کا مکمل انسان ہوگا۔"

"میں آپ کی ایک ایک بات وہاں تک پہنچادوں گی۔ کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ ہم جیسے مخلص ساتھیوں سے کیوں روپوش رہتے ہیں؟ کیا اپنی کوئی مجبوری یا مصلحت بتائیں گے۔"

"خدا نہ کرے کہ میرے ساتھ کوئی مجبوری ہو۔ ہاں ایک مصلحت کے سبب روپوش رہا۔ اب وہ مصلحت بھی نہیں رہی۔ اس دعوت میں میری کوئی ڈمی نہیں جائے گی۔ میں خود وہاں جاؤں گا۔ تم جہاں بھی رہو گی، مجھے وہاں ٹی وی اسکرین پر دیکھ سکو گی۔"

"کیا آپ کو اندیشہ نہیں ہے کہ وہ آپ کو کسی طرح نقصان پہنچائیں گے؟"

"لوگ اپنے بچاؤ کے لیے اپنے ساتھ ہتھیار لے جاتے ہیں۔ میں اپنے ساتھ دشمنوں کی بڑی کمزوریاں لے کر چلتا ہوں کسی بھی دشمن کی طرف سے کوئی گولی میری طرف نہیں آسکے گی۔"

"جب آپ دو روز بعد ظاہر ہونے والے ہیں تو کیا آج ہم سے ملاقات نہیں کر سکتے؟"

"میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کرتا مگر میرا ہیلی کاپٹر پرواز کے لیے بالکل تیار ہے۔ مجھے فوراً یہاں سے جانا ہوگا۔ میں ملوں گا، آج نہ سہی پھر کسی دن اور سہی۔ خدا حافظ۔"

میں نے اپنے آلۂ کار سے فون بند کرا کے ریسیور رکھوا دیا۔ ادھر شی تارا نے مسکرا کر ریسیور رکھا۔ مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ اب پارس کی پلاننگ دھری کی دھری رہ جائے گی۔ اب وہ سربراہ بن کر یہودیوں کی دعوت قبول کرکے اسرائیل نہیں جاسکے گا۔ اب پارس کی پلاننگ کا مذاق اڑانا چاہیے۔

وہ پلنگ سے اتر کر بند دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھول کر فاتحانہ انداز میں اس کمرے کو دیکھا۔ ٹی وی اونچی آواز میں آن تھا۔ مگر ٹی وی، دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس نے اسے آف کر دیا پھر اسے آواز دی "اے میرے دل پھینک عاشق، تم کہاں ہو؟ بے چاری اسرائیل کی یہودی حسینائیں تمہارا انتظار کر رہی تھیں مگر افسوس تمہارے لیے یہ بری خبر ہے کہ اب وہ حسینائیں ایم آئی ایم کے اصلی سربراہ کو لبھانے والی ہیں، کیا تم سن رہے ہو؟"

وہ باتھ روم کے دروازے پر آکر دستک دے کر بولی "کیا حضور مکار صاحب، یہاں تشریف رکھتے ہیں؟"

اس نے دروازے کے ہینڈل کو ذرا سا گھمایا تو وہ کھل گیا۔ باتھ روم خالی تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی، پھر بولی "مجھے خواہ مخواہ پریشان نہ کرو۔ میں ابھی تک تم سے ناراض ہوں۔ دوستی کرنے نہیں آئی ہوں صرف یہ خوشخبری سنا کر تمہارے دل پر بجلی گرانا چاہتی ہوں کہ اصلی سربراہ نے ابھی مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اب اسرائیل میں تمہاری دال نہیں گلے گی۔"

وہ بولتی ہوئی بنگلے کے دوسرے حصے سے گزرنے لگی۔ لیکن وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر کہا "سانس نہ روکنا۔ میں تمہاری امیدوں پر پانی پھیرنے آئی ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ گھر سے باہر جا کر کہاں بھٹک رہے ہو؟"

"جب گھر کی عورت بیڈ روم کا دروازہ اندر سے بند کرلے تو مرد باہر بھٹکنے لگتا ہے۔ اب میں صبح تک آوارہ گردی کروں گا پھر واپس آؤں گا۔"

"تم مردوں کو تو بھٹکنے کا بہانہ چاہیے۔ میں نے دروازہ کھول دیا ہے، واپس آجاؤ۔"

"تم واپس بلا رہی ہو اور میں سوچ رہا ہوں کہ سربراہ بن کر اسرائیل جانے کے لیے کون سا طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے۔"

وہ ہنس کر بولی "جناب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اصلی سربراہ وہاں جارہا ہے۔"

"کیوں بے پر کی اڑا رہی ہو؟"

"میں تمہیں جتنا چاہتی ہوں۔ اسی چاہت کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ ابھی اس اصلی سربراہ نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔"

"تم اتنی بڑی قسم کھا رہی ہو تو مجھے یقین کرنا ہی پڑے گا۔ کیا واقعی اس نے یہودیوں کی دعوت قبول کرلی ہے؟"

"ہاں ابھی میں مشروبہ کے ذریعے یہ پیغام اسرائیلی حکام تک پہنچاؤں گی کہ وہ دو روز بعد بارہ تاریخ کو تل ابیب پہنچ رہا ہے اور اس بار ڈھانچا بن کر نہیں بلکہ اپنی اصلی شخصیت کے ساتھ وہاں جائے گا۔"

"کیا اس نے فون پر رابطہ کیا تھا؟"

"ہاں وہ ہم سب کے متعلق معلومات رکھتا ہے۔ پتا نہیں کتنے وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ یہودیوں نے اسے اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی ہے۔"

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو کہ اس نے تم سے فون پر رابطہ کیا تھا؟"

"تعجب ہے۔ تمہیں یقین کیوں نہیں آرہا ہے؟"

"اس لیے کہ تم نے مجھے باہر کرکے دروازے کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ تم نے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اسے اندر بلایا ہو۔ عورت ذات پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "تم نے ٹھیک ہی سمجھا ہے۔ یہ میرا دوسرا عاشق ابھی یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ فوراً رقیب بن کر چلے آؤ۔"

"جب آہی گیا ہے تو بے چارے کو مایوس نہ کرو۔ مجھے رقیب نہ بناؤ۔ میں کسی دوسری رقیبہ کے پاس جارہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ اسے حسد اور جلاپے میں مبتلا کرنا چاہتی تھی۔ رقیبہ کی بات پر خود ہی جل بھن گئی۔ بار بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کرتی رہی اور وہ سانس روکتا رہا۔ آخر وہ تھک ہار کر بستر پر آکر لیٹ گئی۔ پھر مشروبہ کے پاس جا کر اس ایم آئی ایم کے سربراہ کا پیغام پہنچانے لگی۔

اُدھر واشنگٹن میں سپر ماسٹر اور فوج کے چند اعلیٰ افسران ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں بیٹھے ایم آئی ایم کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ پوجا نے انہیں بتایا تھا کہ وہ مشروبہ کے دماغ میں تھی۔ اس وقت ایم آئی ایم کی ایک خیال خوانی کرنے والی نے بتایا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہونے والوں میں جتنے لوگوں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا، اُن میں سے باغی ہونے والوں اور اغوا ہونے والوں نے اور اپنی موت کا ڈھونگ رچانے والوں نے وہ نئی تنظیم بنائی ہے۔

یہی بات یہودی خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز کے درمیان بیٹھی ہوئی الپا کہہ رہی تھی۔ پوجا کی طرح الپا بھی شی تارا کو ایم آئی ایم کی کوئی خیال خوانی کرنے والی ایسی ہی عورت سمجھ رہی تھی، جو ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اغوا ہوکر یا باغی ہوکر نئی تنظیم کے لیے کام کر رہی تھی۔

یہودی خفیہ تنظیم کے آدم برادرز تل ابیب میں تھے اور سپر ماسٹر چند اعلیٰ فوجی افسران کے ساتھ واشنگٹن کے ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ دونوں ملکوں کے اکابرین کے سامنے سب سے پہلی اہمیت اس بات کی تھی کہ پہلے مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والوں کی تعداد معلوم کی جائے۔ جب پہلی بار ٹرانسفارمر مشین تیار ہوئی اور اس مشین سے جس پہلے شخص نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا، اس شخص سے لے کر اب تک یعنی پاشا اور پوجا تک کتنی تعداد میں عورتوں اور مردوں نے یہ علم حاصل کیا ہے؟

سپر ماسٹر نے کہا "ایسے افراد کا ایک مکمل رجسٹر موجود ہے لیکن اس ریکارڈ میں درج شدہ افراد میں سے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور والیاں اغوا کیے گئے اور اغوا کیے جانے کے بعد انہیں تنویمی عمل کے ذریعے برین واش کرکے اپنا معمول اور تابعدار بنایا گیا۔"

ایک افسر نے کہا "اور ہماری مشین سے پیدا ہونے والوں کی اموات کی جو اطلاع ہمیں ملتی رہی۔ اس میں کتنی صداقت ہے؟ مثلاً جان لبوڈا کے دور میں ایک لڑکی رائمہ جان تھی جو اغوا ہونے کے بعد اسرائیل پہنچادی گئی تھی۔ بعد میں ہمیں اطلاع دی گئی کہ رائمہ جان مرچکی ہے۔ کیا ہمیں یہودیوں کی اس بات پر یقین کرنا چاہیے؟"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "ہرگز نہیں، اگرچہ اسرائیل ہمارا دست راست ہے اس کے باوجود اسرائیلی یہودیوں نے ہمارے اچھے خاصے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا۔ الپا، ٹیری ہارٹ اور داؤد منڈولا کٹر یہودی ہیں۔ انہوں نے اپنے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نہ جانے کتنے افراد کو چھپا رکھا ہے۔ ہمارے ایک جاسوس کی اطلاع کے مطابق ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹالبوٹ بھی وہیں ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ ایم آئی ایم کی نئی تنظیم میں گم شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اسی طرح ہمارے تمام اغوا شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اور باغی یہودیوں نے مل کر اسرائیل میں خفیہ یہودی تنظیم بنائی ہے۔ ہمیں مسلمان دشمنوں کا حساب کرتے وقت یہودی دوستوں سے پہنچنے والے نقصانات کا بھی حساب کرنا چاہیے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے سپر ماسٹر سے کہا "آپ فی الحال یہودیوں کی چالبازیوں کو نظرانداز کریں کیونکہ یہی یہودی مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں ہمارے بہت کام آرہے ہیں۔"

ایک اور افسر نے کہا "ہمیں فی الوقت یہ حساب کرنا چاہیے کہ اب تک ہمارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے لاپتا ہوگئے ہیں۔ دمشق میں ہڈیوں کے اس ڈھانچے کے ساتھ جو مذاکرات ہوئے، تب سے ایم آئی ایم کی خیال خوانی کرنے والیاں اپنی سرگرمی دکھا رہی ہیں۔ اور جس انداز سے وہ ہمارے خلاف کام کر رہی ہیں۔ اس سے ان کی ذہانت اور چالاکی کا پتا چلتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم مرینا ڈی فونزا کو نہیں بھلا سکتے، سب سے زیادہ مکار اور حاضر دماغ وہی تھی۔ وہی ہم سے بغاوت کرکے پارس کی آغوش میں چلی گئی تھی۔ پھر اسے بھی دھوکا دے کر شی تارا کے ساتھ رہی۔ پھر برگولا سے اس کا کچھ تعلق ظاہر ہوا۔ آج کل وہ لاپتا ہے جیسے مرچکی ہو۔ مگر اب ہم یقین نہیں کریں گے۔ وہ زندہ ہے اور ضرور اس نئی تنظیم میں ہے۔"

جیسا کہ میں بہت پہلے یہ بیان کرچکا ہوں کہ مرینا نے بہت زیادہ ٹھوکریں کھائی تھیں۔ آخر کار مجھ سے التجا کی تھی کہ میں ایک بار اس پر بھروسا کرکے اسے پناہ دوں۔ تب میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ شادی کرکے نہایت خاموشی اور گمنامی سے ایک اچھی گھریلو زندگی گزارے۔ تل ابیب میں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس نام مورس سے اس نے شادی کرلی اور اب تک خاموشی اور گمنامی سے ازدواجی زندگی گزار رہی ہے۔ خیال خوانی اسی وقت کرتی ہے جب میں اس سے رابطہ کرتا ہوں۔

سپر ماسٹر وغیرہ یہ رائے قائم کررہے تھے کہ مرینا نے اسلام قبول کرلیا ہے یا پھر کسی مسلمان تنویمی عمل جاننے والے نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔ اور اب وہ ایم آئی ایم کے لیے کام کررہی ہے۔ پھر ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی شلپا تھی۔ اس کے متعلق کسی کا خیال تھا کہ وہ مرچکی ہے کوئی اس کی موت کی اور کوئی اس کی زندگی کا یقین کررہا تھا۔

واشنگٹن اور تل ابیب میں یہ علم جاننے والی عورتوں اور مَردوں کا حساب ہورہا تھا لیکن تصدیق نہیں ہورہی تھی کہ کس کے اغوا ہونے کے، کس کے باغی ہونے کے، کس کے برین واش ہونے کے اور کس کی موت کے بارے میں حتمی رائے کیا قائم کی جائے۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ناموں کی فہرست رکھتے تھے۔ لیکن یہ دعوے سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ جتنے افراد فہرست میں ہیں، اُن میں سے کتنے افراد اس دنیا میں رہ گئے ہیں۔

چونکہ یہ یقینی حساب نہیں مل رہا تھا اس لیے اب سارے ہی دشمن یہ یقین کررہے تھے کہ وہی سب بھٹکے ہوئے خیال خوانی کرنے والیاں اور والے اس نئی تنظیم ایم آئی ایم میں شامل ہوگئے ہیں اور چونکہ وہ خیال خوانی کرنے والیاں اور والے عیسائی یا یہودی تھے اس لیے انہیں بڑی چالاکی سے ٹریپ کرکے ان پر تنویمی عمل کرنے کے بعد انہیں مسلمانوں کا وفادار بنا دیا گیا ہے۔

سپر ماسٹر نے کہا "ایسا لگتا ہے جیسے ہم جو بو رہے ہیں، وہ کاٹ رہے ہیں۔ ہم رفتہ رفتہ مسلمانوں کو بڑے ہی غیر شعوری طور پر مذہب سے ہٹا رہے ہیں اور یہ ایم آئی ایم والے ہمارے ہی عیسائیوں اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مسلمان بناتے جارہے ہیں۔ یہ تنظیم ہمارے لیے بڑی تشویش ناک ہوگئی ہے۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ سپر ماسٹر نے کہا "کم ان۔"

دروازہ کھلا تو شطرنج کا چیمپئن مائیک ہرارے نظر آیا۔ سپر ماسٹر اور تین فوجی افسران نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ پھر اسے ایک صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ ایک افسر نے پوچھا "کیا تم خود کو پوری طرح صحت مند سمجھتے ہو؟"

مائیک ہرارے نے کہا "جی ہاں۔ آپ سب نے ڈاکٹروں کی رپورٹ دیکھی ہے اور میں بذات خود تندرستی اور توانائی محسوس کررہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے کسی اہم مقصد کے لیے بلایا ہے۔"

"ہاں ایک نئی تنظیم ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن کے نام سے منظر عام پر آئی ہے۔ تم نے علالت کے دوران ٹی وی کے ذریعے اس تنظیم کے متعلق بہت کچھ جان لیا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ جب سے دماغی توانائی بحال ہوئی ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ ٹی وی دیکھتا رہا یا پھر خیال خوانی میں وقت گزارتا رہا۔ مجھے تھری ڈی کی موت کا بہت افسوس ہے۔"

"مسٹر ہرارے! تم نے ہمارے سامنے ایک دن ڈی کرو سو کو سمجھایا تھا کہ سیاچن گلیشئر کے معاملے میں پارس سے اس کا سابقہ پڑے گا۔ اسے بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ لیکن اس نے تمہارے مشورے پر عمل نہیں کیا اور ان کے جال میں پھنس گیا۔"

مائیک ہرارے نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی کرو سو ہمارے ہاتھ سے نکل گیا بلکہ یہ نقصان بھی ہوا کہ پارس کے ساتھ انا اور عادل نے عکس منتقل کرنے والے آلات کی اتنی پبلسٹی کردی کہ اب پاکستان اور بھارت کی آرمی بہت زیادہ محتاط ہوگئی ہے۔ ہم اس مشن میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم سیاسی، اقتصادی و مالی امداد کے ذریعے مسلمان اکابرین کو اپنی گرفت میں لے رہے ہیں۔ کئی اسلامی ممالک میں کامیابیاں حاصل ہورہی ہیں لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم کئی جگہ شکست کھاچکے ہیں۔ ایسے میں یہ نئی تنظیم ایم آئی ایم ہمارے اعصاب پر سوار ہوگئی ہے۔"

ہرارے نے کہا "میرا خیال ہے آپ مجھے ایم آئی ایم کو کریدنے اور اس کے سربراہ کو بے نقاب کرنے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کا حکم دیں گے۔"

"لفظ حکم استعمال نہ کرو۔ ہم تمہیں برابر کا درجہ دیتے ہیں۔ تمہارے جیسے شاطر اور حاضر دماغ کو ہم ماتحت نہیں سمجھتے ہیں۔ تم ایم آئی ایم کے متعلق کوئی رائے رکھتے ہو تو کھل کر بات کرو۔"

"جب میں شطرنج کی چال چلتا ہوں تو مقابل کی توجہ ایک مرکز سے ہٹانے کے لیے ایک چال ایسی چل دیتا ہوں جس سے مجھے کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچتا۔ لیکن میں مقابل کو بھٹکانے میں کامیاب ہوجاتا ہوں۔"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے، وہ بولا "ہمارا جو مقابل ہے، وہ ہمیں اسی طرح بھٹکا رہا ہے۔ یہ نئی ایم آئی ایم تنظیم ہمیں بھٹکانے کے لیے آئی ہے۔ میں سوال کرتا ہوں کہ اس نئی تنظیم سے آپ کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "کیسی باتیں کررہے ہو؟ اس تنظیم نے پی ایل او اور اسرائیلی معاہدے کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اردن اور اسرائیل سے ہونے والا معاہدہ ملتوی ہوگیا ہے۔ ملک شام بھی معاہدے کے سلسلے میں ایم آئی ایم سے خوف زدہ ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "اب آپ اس کا دوسرا پہلو دیکھیں کہ کئی اسلامی ممالک کے اکابرین ذہنی طور پر اسرائیل کو تسلیم کرچکے ہیں۔ صرف عوام کے باغی ہونے کا اندیشہ ہے یا پھر ایم آئی ایم کی دھونس ہے۔"

ہرارے نے ایک ذرا توقف سے کہا "اصل معاہدہ دو پارٹیوں یا دو ملکوں کے درمیان ذہن سے ہوتا ہے۔ وہ ذہنی معاہدہ ہم امریکی اور اسرائیلیوں کے حق میں ہے۔ تحریری معاہدہ آج نہ سہی کچھ عرصہ بعد ہوجائے گا۔ ایم آئی ایم جیسے سوڈا واٹر گیس کی طرح

اچھل کر سامنے آئی ہے، ویسے جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گی۔"

سپر ماسٹر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "واقعی اسرائیل اور کئی اسلامی ممالک کے درمیان ذہنی سمجھوتا ہوچکا ہے۔ نئی تنظیم کو فرہاد علی تیمور کی طرح ٹیلی پیتھی کا کھیل کھیلنے دو۔ تم یہ بتاؤ مسٹر ہرارے! اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

وہ بولا "اس کھیل میں ہمیں بھٹکایا جارہا ہے۔ لہٰذا پہلے بھٹکنے سے بچنا چاہیے۔ تاجکستان میں تھری ڈی مرگئے۔ وہاں فرہاد نے میدان صاف کردیا مگر آپ اس میدان کو بھول کر ایم آئی ایم میں الجھ گئے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا زبردست فائٹر ڈی کرو سو ہاتھ سے نکل گیا اور ہمارا عکس منتقل کرنے کا حربہ ناکام ہوگیا۔ لیکن آپ سیاچن گلیشئر کے محاذ پر توجہ کم کرکے نئی تنظیم کے سربراہ کو بے نقاب کرنے کی فکر میں لگے ہیں۔ اگر ہم اور آپ اسی طرح میدان چھوڑتے رہے تو بھارت ہم سے مایوس ہوکر چین کی طرف پوری طرح جھکتا چلا جائے گا۔ اس طرح چین سیاچن گلیشئر تک پہنچنے میں اور وہاں اپنا فوجی اڈا بنانے میں کامیاب ہوجائے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم درست کہہ رہے ہو۔ یہ تمام مسائل ہمارے لیے اہم اور حل طلب ہیں۔ لیکن ان دنوں ہماری توجہ واقعی نئی تنظیم کی طرف اٹک کر رہ گئی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "سیاچن کی طرح تاجکستان بھی ہمارے لیے اہم ہے۔ اگر ہم نے تاجکستان کی مشرقی سرحد کی طرف اپنی پوزیشن مضبوط نہ کی تو چین شمالی ایشیا سے پیش قدمی کرتا ہوا یورپ تک پہنچے گا۔"

مائیک ہرارے نے کہا "صرف ٹیلی پیتھی کو کامیابی کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ یہ آپ ایک طویل عرصے سے دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ جب بھی فرہاد یا اس کے ساتھیوں سے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹکرائے، یا تو میدان چھوڑ بھاگے یا پھر مارے گئے اس لیے جہاں فرہاد پارس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں، وہاں کبھی ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہ بھیجا جائے بلکہ ٹیلی پیتھی کے بجائے صرف سیاسی چالیں چلی جائیں۔ یعنی مسلمانوں میں انتشار پیدا کرو۔ انہیں آپس میں لڑاؤ اور انہیں ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے ہتھیار اور مالی امداد بھی دیتے رہو۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ سپر ماسٹر نے اندر آنے کے لیے کہا۔ پاشا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پھر اس نے فوجی انداز میں ان سب کو سلیوٹ کیا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم بھی دیا گیا تھا اور امریکی وفادار فوجی بھی بنایا گیا تھا۔ اس وقت وہ ایک جونیئر فوجی افسر کی وردی میں تھا۔ اس نے فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا "سر! رپورٹ دینے آیا ہوں۔ پوجا کے بعد میں مشروبہ کے دماغ میں جاتا آتا رہا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ایم آئی ایم کی خیال خوانی کرنے والی کہہ رہی تھی کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے ہماری دعوت قبول کرلی ہے۔"

ایک افسر نے کہا "تعجب ہے۔ ایم آئی ایم والے ہم یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان کا سربراہ ہماری دعوت قبول کررہا ہے۔ یہ ہماری توقع کے خلاف ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا "یہ کوئی غیر متوقع اور تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہاں آنے میں اس کا بگڑے گا کیا؟ وہ پھر ایک بار ڈھانچا بن کر آئے گا اور کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا؟"

پاشا نے کہا "نو سر! اس نے کہا ہے کہ وہ ڈھانچا بن کر نہیں، بلکہ اپنی اصلی شخصیت کے ساتھ آئے گا۔"

ہرارے نے کہا "یہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے۔ وہ یہودیوں کو جانی دشمن سمجھتا ہے اور خود دشمنوں کے درمیان آئے گا؟ ہرگز نہیں۔ وہ کوئی زبردست چال چلنے والا ہے۔"

ایک افسر نے پاشا سے پوچھا "کیا اس نے دعوت قبول کرنے کے لیے کوئی تاریخ مقرر کی ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ دو روز بعد بارہ تاریخ کو کسی فلائٹ سے تل ابیب آئے گا مگر یہ شرط رکھی ہے کہ کل سے ٹی وی وغیرہ کے ذریعے یہ خبر دن رات نشر ہوتی رہے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ بارہ تاریخ کو مذاکرات کے لیے تل ابیب آرہا ہے۔"

"مشروبہ کے دماغ سے پاشا کے علاوہ یہودی خیال خوانی کرنے والوں نے بھی یہ باتیں سنی ہوں گی۔"

مائیک ہرارے نے کہا "میں خیال خوانی کررہا ہوں..... انٹیلی جنس کا چیف برین آدم وہاں بہت بڑی اور معتبر شخصیت کا مالک ہے۔ میں اس سے معلوم کرتا ہوں۔"

ہرارے نے برین آدم سے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار ہرارے نے پھر دماغ میں آکر کہا "سانس نہ روکو۔ میں سپر ماسٹر کا نمائندہ ہوں۔"

"تم جو کوئی بھی ہو۔ ہاٹ لائن پر بات کرو۔"

مائیک ہرارے نے دماغی طور پر حاضر ہوکر سپر ماسٹر سے کہا "آپ ہاٹ لائن پر برین آدم سے بات کریں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "کیا وہ تمہیں دماغ میں نہیں آنے دے رہا ہے؟"

"ہاں۔ اسے اندیشہ ہے کہ میں اس سے باتوں کے دوران اس کے چور خیالات پڑھ لوں گا۔ ویسے مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ وہ برین آدم خفیہ یہودی تنظیم کا ایک اہم فرد ہے۔"

سپر ماسٹر نے ہاٹ لائن پر رابطہ کیا پھر کہا "مسٹر آدم! میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "ابھی میں بھی تم سے رابطہ کرنے والا تھا۔ ابھی تمہارا کوئی خیال خوانی کرنے والا بھی آیا تھا۔"

"ہاں۔ تم نے اسے مایوس کردیا۔ میرا خیال ہے، تم بھی ایم آئی ایم کے سربراہ کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں سنا ہے، اس نے بارہ تاریخ کو تل ابیب آنے کی دعوت

قبول کرلی ہے۔"

"تم نے درست سنا ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے اصلی روپ میں آنے والا ہے۔"

"اس میں کتنی صداقت ہوگی؟ کہیں وہ کوئی فراڈ تو نہیں کررہا؟"

"دعوت ہم نے دی تھی۔ وہ فراڈ کرے یا نہ کرے، ہمیں تو میزبان کی حیثیت سے اس کا استقبال کرنا ہوگا۔ اور اس کی شرط کے مطابق ساری دنیا میں یہ اعلان کرتے رہنا ہوگا کہ وہ یہاں مذاکرات کے لیے آرہا ہے۔"

"اس نے دمشق کے اجلاس کی ویڈیو کیسٹ تیار کروائی تھی۔ اگرچہ اسے ہمارے خلاف استعمال نہیں کررہا ہے مگر ہماری ایک دکھتی رگ اس کے ہاتھوں میں رہا کرے گی۔ کیا اس بار وہ ایسی ہی کوئی حرکت نہیں کرے گا؟"

"ہم ابھی سے اطمینان کررہے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ پورے تل ابیب میں جاسوسوں کی ایک فوج گھوم رہی ہے۔ ایک ایک گھر اور عمارت کے متعلق چھان بین کررہی ہے تاکہ کسی خفیہ چار دیواری میں ویڈیو فلم کی ریکارڈنگ کے لیے آلات نہ لگائے جائیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "میں چاہتا ہوں، میرے دو چار نمائندے وہاں اجلاس میں موجود رہیں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ صرف دو نمائندوں کو بھیج سکتے ہیں۔ انہیں یوگا کا ماہر ہونا چاہیے تاکہ ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں میں نہ جاسکیں۔"

سپر ماسٹر نے یقین دلایا کہ اس کے دونوں نمائندے یوگا کے ماہر ہوں گے۔ پھر اس نے رابطہ ختم کرکے مائیک ہرارے اور فوجی افسران کو برین آدم کی باتیں سنائیں پھر پوچھا "مسٹر ہرارے! تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا "اگر آپ حضرات منظور کریں تو میں ایک نمائندے کی حیثیت سے جاؤں گا۔ مجھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے نہیں پہچانتا ہے۔ بیشتر ممالک میں لوگ مجھے شطرنج کے چیمپئن کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ اصلی ہوگا یا نقلی، مجھے اسے قریب سے دیکھنے اور کوئی چال چلنے کا موقع ملے گا۔"

"آئیڈیا اچھا ہے۔ لیکن تم ہمارا سرمایہ ہو۔ اگر تمہاری خیال خوانی کا بھید کھلے گا تو ہمارے یہودی دوست ہی سب سے پہلے تمہیں ٹریپ کریں گے۔"

"میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ کسی کے سامنے ٹیلی پیتھی کے علم کو ظاہر کروں۔ آپ ملٹری انٹیلی جنس کا ایک نہایت چالاک اور تجربہ کار جاسوس میرے ساتھ رکھیں۔ میں وہاں پہنچ کر ایم آئی ایم کا قصہ ہی تمام کردوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہارے ساتھ ایک نہایت ہی چالاک جاسوس جائے گا۔"

یہ تمام گفتگو بڑے رازدارانہ انداز میں ہیڈ کوارٹر کے ایک بند کمرے میں ہورہی تھی۔ پاشا بھی اپنی رپورٹ سنانے کے بعد چلا گیا تھا۔ اب کوئی ان کے خفیہ منصوبے کو سننے والا نہیں تھا...... مگر سلمان سن رہا تھا۔

میں نے مائیک ہرارے سے وعدہ کیا تھا کہ اسے دوبارہ مشین سے گزارا جائے گا تو اس کی خواہش کے مطابق اسے جاں نثار بننے نہیں دوں گا۔ اسے اندیشہ تھا کہ میں اسے اپنا غلام بنالوں گا۔ میں نے قسم کھائی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ اسے کبھی اپنا تابعدار نہیں بناؤں گا۔ میں اپنے وعدے پر قائم تھا لیکن سلمان نے اتنی گنجائش رکھی تھی کہ مائیک ہرارے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکے۔

صرف یہی ایک سہولت حاصل کی تھی تاکہ وہ شاطر کبھی ہمیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ ورنہ ہر پہلو سے وہ آزاد تھا۔ اپنے ملک اور قوم کا وفادار بھی تھا۔ اور اپنی حاضر دماغی سے جب چاہے اپنے طور پر چالیں چل سکتا تھا۔ سلمان اس کی راہ میں اس وقت رکاوٹ بنتا جب ہمیں کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا۔

میں نے بہت عرصے بعد مرینا اور اس کے شوہر ثام مورس کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہوکر بولی "اوہ، میں بیان نہیں کرسکتی کہ مجھے آپ کی آواز سن کر کتنی خوشی حاصل ہورہی ہے۔"

میں نے کہا "بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دل کی خوشی کو سمجھ رہا ہوں۔"

"ہاں۔ یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ خوشی میں کچھ یاد نہیں رہتا۔"

میں نے پوچھا "آج کل خیال خوانی کرتی ہو یا نہیں؟"

"ایک سیدھی سادی گھریلو زندگی گزار رہی ہوں۔ کبھی خیال خوانی کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔"

"لیکن اب ضرورت آپڑی ہے۔ کیا خیال ہے، کام کروگی؟"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ کام کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ میں جان بھی دے سکتی ہوں۔"

میں نے ثام مورس کی زبان سے مرینا کو ایم آئی ایم کے بارے میں شروع سے اب تک کی مختصر سی باتیں بتائیں۔ پھر کہا "وہ سربراہ یہاں بارہ تاریخ کو پہنچ رہا ہے۔"

مرینا نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی وہ سربراہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آئے گا؟"

"ہاں۔ اس کا خیال ہے کہ یہودی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ کوئی اسے جانی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"آپ بتائیں۔ ایسے وقت میں کیا کروں گی؟"

"تم وہاں کسی یہودی سیکیورٹی گارڈ کے دماغ میں جگہ بناؤگی اور

اس گارڈ کے ذریعے ایم آئی ایم کے سربراہ کو گولی ماردوگی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"وہی جو تم سن رہی ہو۔"

"مگر آپ ابھی کہہ رہے تھے کہ وہ سربراہ یہودیوں کا دشمن اور مسلمانوں کا دوست ہے۔ اور آپ ایسے مجاہد کو مار ڈالنے کا حکم دے رہے ہیں۔"

"ہاں۔ دراصل مجھے وہ سربراہ پسند نہیں ہے۔ میں اسے ختم کرکے اس کی جگہ خود سربراہ بننا چاہتا ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو وہ زندہ بچ کر نہیں جائے گا۔"

"شاباش۔ بارہ تاریخ کو تمہاری آزمائش ہے۔ نشانہ صحیح ہونا چاہیے تاکہ ایک ہی گولی میں کام تمام ہوجائے۔"

○☆○

ثی تارا رات کو بڑے اطمینان سے سوتی رہی۔ اطمینان یہ تھا کہ اب پارس اسرائیل نہیں جائے گا۔ صبح ہوگی تو پھر دونوں کی نوک جھونک ہوگی اور اس طرح آپس میں محبت بھی بڑھے گی۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس کے ساتھ زندگی کے بہترین لمحات گزر رہے تھے۔ وہ اسے چھیڑتا تھا، پریشان کرتا تھا مگر اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔

وہ صبح دیر سے بیدار ہوئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر ایک اچھا سا لباس زیب تن کرکے بیڈ روم سے باہر آئی۔ پھر اسے آواز دی "ہیلو، تم کہاں ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پورے بنگلے میں اسے تلاش کیا۔ باہر گارڈن میں دیکھا۔ پھر خیال خوانی کرکے اسے مخاطب کیا "اے آوارہ بدمعاش! کیا واقعی تم رات کو یہاں واپس نہیں آئے تھے؟"

"کیسے آتا؟ میں نے پچھلی رات کو ہی کہہ دیا تھا کہ جس گھر کا دروازہ عورت بند کردے اس گھر کا مرد دوسرے گھر میں رات گزارتا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں نے گھر کا نہیں صرف بیڈ روم کا دروازہ بند کیا تھا۔"

"کوئی گھر بیڈ روم کے بغیر نہیں بنتا اور کوئی بیڈ روم عورت کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ یعنی عورت نہ رہے تو بیڈ روم نہیں اور بیڈ روم نہ رہے تو گھر نہیں۔ تم نے اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی ماری ہے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرسکتی۔ چلو مجھ سے غلطی ہوگئی۔ واپس آجاؤ۔"

"کہاں سے واپس آجاؤں۔ میں جہاں ہوں، وہاں کی خبر مجھے نہیں معلوم۔ میں دمشق میں نہیں ہوں اور نہ ہی یہ ملک شام ہے۔ پتا نہیں کون سا مقام ہے؟"

"دیکھو مذاق نہ کرو۔ میں خوب جانتی ہوں تم دمشق میں مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"اور میں بھی خوب جانتا ہوں کہ اگر میں پیار میں اور چھیڑ چھاڑ میں تم سے دور چلا جاؤں تو تم میرے پیچھے ضرور آؤگی۔"

"میں تو دنیا کے آخری سرے تک تمہارے پیار میں بھٹکتی رہوں گی۔ سچ بتاؤ کہاں ہو؟"

"میں نے کہا نا؟ ابھی کی خبر نہیں ہے کہ کہاں ہوں؟ پرسوں بارہ تاریخ کو مجھے تل ابیب میں دیکھ سکتی ہو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ پلیز سنجیدگی سے بولو۔"

"اسے میری سنجیدگی نہیں سمجھوگی تو ٹی وی اسکرین پر مجھے پرسوں وہاں دیکھ لوگی۔"

"وہاں تم کس لیے جارہے ہو؟"

"عجیب احمقانہ سوال ہے۔ تمہیں پتا ہے کہ انہوں نے مجھے مذاکرات کی دعوت دی ہے۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ کل میں نے اپنے پیار کی قسم کھا کر کہا تھا کہ ایم آئی ایم کا اصلی سربراہ وہاں جارہا ہے۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے۔ میں تمہارے پیار کی قسم کا یقین کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ مگر ہمارا پیار یہ نہیں کہتا کہ مجھے ایم آئی ایم کا سربراہ نہیں بننا چاہیے۔"

"پاگلوں جیسی باتیں نہ کرو۔ کیا بارہ تاریخ کو تل ابیب میں ایک ہی تنظیم کے دو سربراہ جائیں گے۔"

"کیا ایک مرد دو شادیاں نہیں کرتا؟ یا ایک عورت دو یار نہیں کرتی؟ یہ کہاوت پرانی ہوچکی ہے کہ ایک ملک میں دو سربراہ اور ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ اس کہاوت کے برعکس ایک ریوالور میں چھ گولیاں لوڈ ہوجاتی ہیں۔"

"کیا تم یہی حماقت کرنے کے لیے کل رات مجھ سے جھگڑا کرکے یہاں سے گئے تھے؟"

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ جھگڑا میں نے کیا تھا یا تم نے مجھے بیڈ روم سے نکالا تھا۔"

"میں تو اپنے بیڈ روم کا دروازہ بند کرکے پچھتا رہی ہوں۔ میرا بس چلے تو ساری دنیا کی عورتوں کو سمجھاؤں کہ اپنے مرد سے لاکھ جھگڑے کرو مگر دروازہ کھلا رکھا کرو۔"

"اور یہ بھی سمجھا سکتی ہو کہ مرد بے چارہ جان بوجھ کر نہیں بھٹکتا۔ وہ تو سیدھی راہ چلتا ہے کہ اچانک پیروں تلے کیلے کا چھلکا آجاتا ہے اور وہ کیلے کا چھلکا کوئی دوسری عورت ہوتی ہے جو زیر سے پھسلا کر اور پیش سے پھسلا کر اس بے چارے کی عاقبت خراب کردیتی ہے۔"

"مگر تمہیں کسی نے پھسلایا نہیں ہے۔ تم مجھے دھوکا دے کر تل ابیب جارہے ہو یا وہاں پہنچ چکے ہو۔"

"میری مجبوری سمجھو۔ پچھلی رات دمشق کی ساری حسیناؤں نے تمہاری طرح دروازے بند کردیے۔ اب ایک ہی تل ابیب کا

دعوت نامہ رہ گیا تھا۔ اس لیے اُدھر کا رخ کرچکا ہوں۔"

"کیا تمہاری کھوپڑی میں یہ بات آرہی ہے کہ وہاں اصلی سربراہ پہنچے گا تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ اصلی سربراہ کا انجام کیا ہوگا؟ کیونکہ امریکا اور اسرائیل کے پاس اصلی کو پہچاننے کی کوئی کسوٹی نہیں ہے۔ میں خود کو اصلی ثابت کروں گا۔"

"کیا جو شخص ایک نئی تنظیم بنا کر تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے جہاد کررہا ہے۔ اسے تم نقلی ثابت کروگے؟ کیا دشمن اسے نقلی سمجھ کر زندہ چھوڑدیں گے؟ اسے تو فراڈ کہہ کر گولی ماردیں گے۔"

پارس نے کہا "اسے نقلی سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اصلی تسلیم کیا جائے گا۔ پھر مجھ جیسا اصلی مہمان سربراہ اُس نقلی کو معاف کرنے کے لیے کہے گا تو اسے نہ کوئی گولی مارے گا اور نہ گرفتار کرے گا۔"

"پارس! خود کو بہت زیادہ عقلمند نہ سمجھو۔ اگر انہوں نے تمہارا فراڈ پکڑلیا تو کیا ہوگا؟"

"تو میرے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو میں اصلی کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی وہ اصلی سربراہ مجھے گولی کھانے اور گرفتار ہونے نہیں دے گا کیونکہ ہم اس نئی تنظیم کے پہلے مشن سے اب تک اُس کے کام آرہے ہیں۔ کیا وہ اپنے محسن پر مصیبت آنے دے گا؟"

"اوہ گاڈ! پتا نہیں گاڈ نے تمہاری کھوپڑی میں کس قسم کا مسالا بھرا ہوا ہے۔ عجیب الٹی سیدھی حرکتوں سے کوئی ایسا کارنامہ کرجاتے ہو کہ بعد میں لوگ حیرانی سے سوچتے ہی رہ جاتے ہیں۔ اس وقت بھی تم بڑی مکاری سے کوئی چال چل رہے ہو۔ دیکھو میں صرف تمہاری ہوں۔ صرف تمہارے بازوؤں میں رہتی ہوں۔ پلیز مجھے بتادو کہ کس قسم کی بدمعاشی کرنے جارہے ہو؟"

"واہ! تم نے آخری فقرے میں تعریف کا حق ادا کردیا۔ بھلا کوئی بدمعاش یہ بتاتا ہے کہ وہ کیا بدمعاشی کرنے جارہا ہے۔"

"دیکھو' سیدھی طرح نہیں بتاؤگے تو مجھے یقین ہوجائے گا کہ تم یہودی حسیناؤں کے لیے وہاں جارہے ہو۔"

"تمہیں یہی سمجھنا چاہیے تاکہ تم اپنے پارس کو گمراہی سے بچانے کے لیے خود تل ابیب آؤ۔"

"تم کیا سمجھتے ہو' میں تمہیں ڈھیل دوں گی۔ میں وہاں ضرور پہنچوں گی اور تمہارے نقلی سربراہ ثابت ہوتے ہی وہاں سے تمہیں لے آؤں گی۔ میں نہیں چاہتی کہ ہم دشمنوں کے درمیان رہیں۔"

"چلو خوشی ہوئی کہ اب میں لنگڑا نہیں رہوں گا۔ ہم زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ایک پہیہ نہ رہے تو گاڑی لنگڑی ہوجاتی ہے۔ کتنی گھسی پٹی کہاوت ہے۔ یہ کہاوت سن کر عورتیں بہت خوش ہوتی ہیں۔ تصور میں اپنے بغیر اپنے جیون ساتھی کو لنگڑا دیکھتی ہیں۔ ٹھیک ہے اس خوشی میں چلی آؤ میری دوسری ٹانگ! تل ابیب میں ملاقات ہوگی۔"

"تم باتوں ہی باتوں میں اصل بات کو ٹال دیتے ہو۔ کیا وہاں جانے کا اصل مقصد نہیں بتاؤگے؟"

"تم یقین نہیں کروگی۔ میں تمہاری ہی ضد پوری کرنے جارہا ہوں۔ وہاں میں تمہیں ایم آئی ایم کے سربراہ کو بے نقاب دکھاؤں گا۔"

"کیوں مجھے نادان بچی سمجھ کر بہلا رہے ہو۔ وہ سربراہ تو خود ہی اپنے اصل روپ میں وہاں پہنچنے والا ہے۔"

"اس نے کہہ دیا اور تم نے بھی یقین کرلیا۔ کیا امریکا اور اسرائیل کے اکابرین بھی تمہاری طرح یقین کرلیں گے؟ کیا عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ ابتدائی اہم مرحلوں میں کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد کسی احمق کی طرح خود کو دشمنوں کے سامنے پیش کرنے آجائے گا؟ کیا وہ اپنے حُسن کا جلوہ دکھانے کے لیے بے چین ہوگیا ہے؟"

"میں مان لیتی ہوں۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ وہ خود کو بے نقاب کرنے نہیں آئے گا؟ مگر تم ابھی کہہ رہے تھے کہ تل ابیب میں اسے میرے سامنے بے نقاب کروگے؟"

"میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ نہیں آئے گا۔ یہ کہا ہے کہ وہ خود کو پیش نہیں کرے گا۔ وہاں آئے گا مگر کسی کو سربراہ کی ڈمی بنا کر پیش کرے گا۔ تم عورتوں کو سمجھانے کے لیے بہت سر کھپانا پڑتا ہے۔ اب جاؤ اور تل ابیب جانے کے انتظامات کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگی کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے فون پر خود اس سے کہا تھا کہ وہ یہودیوں کی دعوت قبول کررہا ہے اور بارہ تاریخ کو وہاں پہنچنے والا ہے۔ لہٰذا پارس کی یہ بات درست ہے کہ وہ سربراہ ضرور وہاں جائے گا لیکن کسی کو ڈمی سربراہ بنا کر اس ٹیم میں مشیر وغیرہ کی حیثیت سے رہے گا۔

وہ دمشق میں ایک فرضی نام سے چہرہ بدل کر پارس کے ساتھ تھی۔ دونوں کے پاس جعلی پاسپورٹ اور دیگر متعلقہ کاغذات تھے۔ پارس تو اپنا پاسپورٹ اور کاغذات لے کر جاچکا تھا۔ شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے شام کی ایک فلائٹ میں لبنان کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرائی۔ دمشق سے براہ راست اسرائیل کے لیے ان دنوں کوئی فلائٹ نہیں تھی۔ وہ لبنان سے تل ابیب جاسکتی تھی۔

وہ جانے کے لیے اپنا سامان پیک کرنے لگی۔ ایسے ہی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی نے اسے متوجہ کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔ تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم سی آواز سنائی دی "میں اجنبی بھی ہوں اور شناسا بھی۔ تمہارا' پارس کا اور جناب فرہاد صاحب کی پوری ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم کا احسان مند ہوں۔ کیا تم مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ بولی "آپ نے جو حوالے دیئے ہیں ان سے میں ایک ہی پُراسرار شخص کو پہچان سکتی ہوں مگر کچھ الجھن سی ہے۔ لہٰذا! آپ وضاحت سے اپنا تعارف کرائیں۔"

"میں ایم آئی ایم کا سربراہ' تم سے بول رہا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کرلوں۔ کل رات فون پر آپ کی آواز دوسری تھی اور ابھی اس سے مختلف ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کل رات میں نے تمہیں فون نہیں کیا تھا۔ تمہاری اس بات سے ظاہر ہورہا ہے کہ کوئی تم سے فراڈ کررہا ہے۔"

"میں یہ کیوں نہ سمجھوں کہ تم ابھی مجھ سے فراڈ کررہے ہو؟"

"پلیز' میرے لیے یہ لفظ استعمال نہ کرنا۔ میں صبح سے ٹی وی وغیرہ کے ذریعے یہ اعلان سن رہا ہوں کہ میں نے یہودیوں کی دعوت قبول کرلی ہے اور پرسوں بارہ تاریخ کو تل ابیب پہنچنے والا ہوں۔ میں نے اپنے تمام ذرائع استعمال کئے تب پتا چلا کہ سپر ماسٹر کے اور یہودیوں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مشروبہ کے دماغ سے یہ اطلاع ملی ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ میری حمایت میں صرف تم ہی مشروبہ کے دماغ میں جاتی ہو لہٰذا صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے میں تم سے فون پر بات کررہا ہوں۔"

"دیکھو مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو۔ ہمارے متعلق اچھی خاصی معلومات رکھتے ہو لیکن میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گی۔"

"میں تمہیں چھوٹی بہن کہتا ہوں اور عقل کی یہ بات سمجھاتا ہوں کہ فریب دشمن کرتے ہیں۔ اگر میں دشمن ہوتا تو اب تک میرے مجاہدین تمہارے اس بنگلے کو گھیر کر تمہیں باہر نکلنے نہ دیتے۔ مجھے پتا ہے کہ پارس کہیں غائب ہے اور تم بالکل تنہا ہو۔ میرے دماغ میں آکر دیکھو۔ میں سانس روک لوں گا لیکن تمہارے بنگلے کے اندر آکر گولی ماروں گا تو تم کبھی سانس نہیں لے سکوگی۔ مگر بھائی ہوں' بہن کی صرف سلامتی نہیں چاہتا۔ فراڈ سے بچانا بھی چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "آپ کی بات دل کو لگ رہی ہے۔ آپ میرا فون نمبر اور میرا بنگلا جانتے ہیں۔ مجھے دور سے گولی مار سکتے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ پچھلی رات کس نے سربراہ بن کر مجھے فون پر یہودیوں کی دعوت قبول کرنے والی بات کی تھی؟"

"میں تم سے پوچھنے آیا ہوں اور تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم دونوں دھوکا کھارہے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ فوراً پارس سے رابطہ کرکے اسے اس فراڈ سے آگاہ کرو۔ شاید وہ اس معاملے میں کوئی روشنی ڈال سکے۔"

"پلیز' آپ مجھ سے دس منٹ بعد رابطہ کریں۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ پارس ابھی کہاں ہوگا؟ وہ مجھے بھی اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتا ہے۔ میں دوسرے ذرائع سے معلوم کروں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اجنبی فون کرنے والے سے جھوٹ کہہ دیا تھا کہ پارس سے اس کا دماغی رابطہ نہیں رہتا ہے۔ اگرچہ اجنبی سچی باتیں کررہا تھا۔ وہ فون کرنے کے بجائے بنگلے میں گھس کر اسے گولی مار سکتا تھا لیکن وہ خود حیران تھا کہ صبح سے تل ابیب میں اس کی آمد کا اعلان کیوں کیا جارہا ہے۔ جبکہ اس نے دعوت قبول نہیں کی ہے۔ شی تارا بھی الجھ کر رہ گئی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا' اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولی "ابھی ایم آئی ایم کے سربراہ سے میری بات ہوئی ہے۔ اس نے یہودیوں کی دعوت قبول نہیں کی ہے۔"

"قبول نہ کی ہو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم نے تو قبول کرلی ہے۔ اب جاؤ' مجھے کام کرنے دو۔"

"ٹھہرو سانس نہ روکنا۔ ابھی جس سربراہ سے بات ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ اس نے کل رات مجھ سے فون پر بات نہیں کی تھی۔ یعنی کل رات مجھ سے باتیں کرنے والا کوئی دوسرا شخص سربراہ بنا ہوا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے ایم آئی ایم کے دو سربراہ ہیں۔ ایک تم سے رات کو اور دوسرا دن میں باتیں کرتا ہے۔"

"اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ ہم سے فراڈ ہورہا ہے۔ سربراہ ایک ہی ہے۔ ابھی باتیں کرنے والا رات والے کو فریبی کہہ رہا تھا۔"

"تو پھر رات والا دن والے کو فریبی کہے گا۔ ان دونوں کے معاملے میں مجھے کیوں گھسیٹ رہی ہو۔ بھئی مجھے کام کرنے دو۔"

"اے ٹھہرو۔ ابھی سانس نہ روکنا۔"

"کیوں بار بار مجھے سانس نہ روکنے کو کہہ رہی ہو۔ بھئی وقت آئے گا تو سانس روک کر تمہیں بیوہ بناؤں گا۔ ابھی کیوں پریشان کررہی ہو؟"

"کیا تم یہ سوچ کر پریشان نہیں ہورہے کہ ان دو فراڈ میں سے کوئی دشمن بنگلے میں گھس کر مجھے ہلاک کرسکتا ہے؟"

"میں پریشان ہونے کی حماقت کیوں کروں' جبکہ دشمن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کو ہلاک نہیں کرتے۔ انہیں ٹریپ کرکے اپنی معمولہ بنا کر اپنا الّو سیدھا کرتے ہیں۔ میں نے یہ محاورہ استعمال کیا ہے۔ جبکہ الّو کبھی سیدھا ہو نہیں سکتا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی وہ بولی "وہ دوسرا سربراہ پھر فون کررہا ہے۔ میں اسے کیا جواب دوں؟"

"نیک مشورہ دو کہ وہ بھی تل ابیب آجائے۔ یہودی اتنے کنجوس بھی نہیں ہیں کہ تین سربراہوں کی میزبانی نہ کرسکیں۔"

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کیا آپ ہیں؟"

وہی آواز آئی "ہاں' تمہارا بھائی ہوں۔ کیا پارس سے رابطہ

ہوا؟"

وہ بولی "میں نے کئی بار کوششیں کیں۔ مگر وہ سانس روک لیتا ہے۔ کیا میں ایک مشورہ دوں؟"

"ہاں بولو۔ میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گا۔"

"آپ بارہ تاریخ کو بھیس بدل کر تل ابیب جائیں اور اس فراڈ سربراہ بننے والے کو سزا دیں۔ ہم آپ کے ساتھ پہلے بھی تھے' اب بھی رہیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ جب ساری دنیا میں اعلان ہو رہا ہے تو مجھے جانا ہی چاہیے۔ تل ابیب میں میرے جو مجاہدین ہیں ان میں سے ایک مجاہد کا فون نمبر نوٹ کرو۔ وہ میرے ساتھ رہے گا اور تم اس کے دماغ میں رہ کر مجھ سے تعاون کرتی رہو گی۔"

اس نے ایک فون نمبر بتایا۔ ثنی تارا نے اسے نوٹ کر لیا پھر اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ پارس کے پاس آئی وہ بولا "یہ رہ رہ کر تمہارے پیٹ میں درد کیوں ہو رہا ہے۔ خدا کے لیے آرام سے پڑی رہو۔ خیال خوانی نہ کرو۔"

"پارس! فار گاڈ سیک۔ ذرا سنجیدہ ہو جاؤ اور اب نئے حالات پر غور کرو۔ پرسوں بارہ تاریخ کو ایم آئی ایم کے ایک نہیں تین سربراہ پہنچیں گے۔ یہودیوں نے ویڈیو کیمرے جگہ جگہ رکھے ہوں گے۔ ساری دنیا تین سربراہوں کو دیکھے گی تو ایم آئی ایم کا مذاق اڑائے گی۔"

"دنیا والے ایسے احمق تو نہیں ہیں کہ ایم آئی ایم تنظیم کا مذاق اڑائیں۔ یہ تو اسرائیل کی طرف سے اعلانات ہو رہے ہیں کہ ایم ائی ایم کا سربراہ تل ابیب آ رہا ہے۔ جبکہ اس تنظیم کے سربراہ نے اپنی آمد کا اعلان نہیں کیا ہے۔ کیا دشمن محض اپنی طرف سے اعلانات کر کے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس سربراہ نے دعوت قبول کرنے کی کوئی تحریر بھیجی تھی یا اپنا کوئی نمائندہ پہلے سے بھیجا تھا؟"

"ہاں یہ سچ ہے کہ سربراہ نے دعوت قبول کرنے کا ایک بار بھی اعلان نہیں کیا ہے۔ اس بات کو جہنم میں جانے دو۔ میں تم سے کہتی ہوں کہ ان دونوں سربراہوں کو وہاں ایک دوسرے سے نمٹ لینے دو۔ تم تیسرے سربراہ بن کر نہ جاؤ۔"

"تم یوں سمجھو کہ میں جا چکا ہوں اور اب تمہیں آنا ہے۔ میں جانتا ہوں' تم میرا سایہ ہو۔ میرے پیچھے ضرور چلی آؤ گی۔"

"اور میں بھی جانتی ہوں' تم اپنی ضد سے باز نہیں آؤ گے۔ ٹھیک ہے' میں وہاں کل صبح تک پہنچ جاؤں گی۔"

اُن کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اُدھر تل ابیب میں خفیہ یہودی تنظیم کے تمام برادرز الرٹ ہو گئے تھے۔ داؤد منڈولا ان تمام برادرز اور تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں باری باری جا رہا تھا اور یہ دیکھ کر مطمئن ہو رہا تھا کہ وہ سب بڑی ذہانت سے کام کر رہے تھے۔ ائرپورٹ سے لے کر کانفرنس ہال تک ویڈیو کیمروں'

آڈیو ریکارڈنگ کے آلات کے علاوہ ایسے اینٹی میک اپ خفیہ کیمرے نصب کیے تھے کہ وہ سربراہ کسی میک اپ میں آتا تو وہ کیمرے اس کے میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے اصلی چہرے کی تصاویر اتارتے رہتے۔ حتیٰ کہ اس سربراہ کے ساتھ آنے والوں میں جتنے بھی بہروپ میں ہوتے' ان کے اصلی چہرے بھی ظاہر ہوتے رہتے۔

جب پہلی بار ایم آئی ایم کے مجاہدین نے طیارہ اغوا کیا تھا تو سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اُن مجاہدین کے دماغوں میں جاتے رہے تھے۔ بعد میں پتا چلا کہ ان مجاہدین کے چور خیالات سے کچھ معلوم نہیں کیا جا سکا اور تب ہی سے تمام دشمنوں کو شبہ ہوا کہ اس نئی تنظیم میں بھی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔

اب برین آدم دوسرے تمام آدم برادرز اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھا رہا تھا کہ جو مہمان سربراہ آنے والا ہے اسے اور اس کے ماتحت مجاہدوں کو جب بھی ظہرانہ اور عشائیہ دیا جائے گا' ان تمام دعوتوں میں اسرائیل کے حکام اور فوجی افسران بھی شامل رہیں گے۔ دوست اور دشمن سب ایک ہی ڈش سے کھائیں گے۔ اِس طرح سربراہ کو یہ شبہ نہیں ہوگا کہ کھانے کی چیزوں میں اعصابی کمزوریاں پیدا کرنے والی دوائیں ملائی گئی ہیں اور وہ دوائیں اتنی کم مقدار میں ہوں گی کہ کھانے والوں کو نہ تو شبہ ہوگا اور نہ ہی وہ فوری طور پر کمزوری محسوس کریں گے۔

اور جب انہیں کمزوری محسوس ہو گی تو اسرائیلی حکام اور فوجی افسران بھی لازمی طور پر کمزور ہوں گے۔ پھر تمام تل ابیب کے مختلف علاقوں سے ایسے مریض اسپتال میں داخل ہونے آئیں گے' جو اچانک کمزوریاں محسوس کرنے لگے ہوں۔ یہ خبر عام کی جائے گی کہ اسرائیل کے اُس شہر میں اور چند دوسرے چھوٹے بڑے شہروں میں ایک نامعلوم سی وبا پھیل گئی ہے اور طبی ماہرین اس وبا کے وائرس یا جراثیم پر تحقیقات کر رہے ہیں۔

اس طرح اسرائیل پر یہ الزام نہیں آئے گا کہ انہوں نے مہمانوں سے خفیہ طور پر دشمنی کی ہے۔ اعلیٰ حکام سے لے کر عام مریضوں تک اسی نامعلوم وبا کے گواہ بن جائیں گے۔ بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یا ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے حتیٰ کہ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بھی جس اسرائیلی حاکم یا اہم فوجی افسر کے چور خیالات پڑھیں گے' اُن خیالات سے بھی یہ ثابت ہو گا کہ اسرائیلی حکام اور افسران کوئی ڈھونگ نہیں کر رہے ہیں۔ وہ سچ مچ اچانک پھیلنے والی وبا کا شکار ہو چکے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہودی خفیہ تنظیم میں داؤد منڈولا' ایکسرے مین مارٹن اور برین آدم جیسے بڑے ذہین لوگ تھے۔ الپا اور ٹیری آدم کے علاوہ ٹالبوٹ اور موتارو بھی خیال خوانی کے فرائض کامیابی سے انجام دے رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک

عرصہ گزرنے کے بعد بھی کوئی اس یہودی تنظیم کو بے نقاب نہیں کر سکا تھا۔ مجھے اور سپر ماسٹر کو صرف اتنا سا شبہ تھا کہ اس خفیہ تنظیم سے اسرائیلی انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا کوئی تعلق ضرور ہے اس کے باوجود ہم میں سے کوئی اس تنظیم کے سربراہ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔

اس کے برعکس سب ہی ایم آئی ایم کی نئی تنظیم کے سربراہ کی اصلیت جاننے کی فکر میں تھے کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ نئی تنظیم کے مجاہدین مسلمان تھے اور وہ اسلامی ممالک کو یہودیوں کی دوستی سے باز رکھنے کے لیے میدان عمل میں آئے تھے۔ اس لیے سپر ماسٹر وغیرہ کو کسی خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ سے زیادہ ایم آئی ایم کے سربراہ کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ یہودی خفیہ تنظیم نے ایسے ٹھوس اور کامیابی سے ہمکنار کرنے والے اقدامات کیے تھے کہ اس نئی تنظیم کے سربراہ کی اصلیت ضرور ظاہر ہو جاتی۔

انہوں نے سربراہ اور اس کے ساتھ آنے والوں کے دماغوں کے اندر تک پہنچنے کے لیے سرنگ تیار کر لی تھی۔ پھر ان سے تعاون کرنے کے لیے سپر ماسٹر کی جانب سے شطرنج کا چیمپئن ٹیلی پیتھی جاننے والا مائیک ہرارے ایک نہایت خرانٹ اور تجربہ کار جاسوس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔

اگرچہ امریکا اور اسرائیل کے عزائم ایک تھے اور موجودہ حالت میں دونوں نے ہی کسی طرح اُس پراسرار سربراہ کو بے نقاب کرنے کے مکمل انتظامات کیے تھے۔ اس کے باوجود سپر ماسٹر یہودیوں پر بہت سے معاملات میں بھروسا نہیں کرتا تھا۔ اس لیے یہ بات چھپائی گئی تھی کہ مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تمام اسرائیلی اسے محض ایک شطرنج کے چیمپئن کی حیثیت سے جانتے تھے اور انہیں امید تھی کہ وہ مائیک ہرارے بھی مہمان سربراہ کے خلاف کوئی شطرنجی چال چلے گا۔

وہ شطرنج کا چالباز ایک دن پہلے گیارہ تاریخ کو پہنچ گیا تھا۔ اس نے برین آدم سے کہا "مجھے اور میرے جاسوس کو ایک ایک کار دی جائے۔ ہم زیادہ سے زیادہ تل ابیب کے مختلف علاقوں میں جا کر ایم آئی ایم کے مجاہدین کو تاڑنے کی کوشش کریں گے۔ وہ مجاہدین اپنے سربراہ کی آمد سے پہلے یہاں پہنچ چکے ہوں گے اور اپنے طور پر حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہے ہوں گے۔"

برین آدم نے اُن کے لیے دو کاریں فراہم کر دیں۔ ان کے لیے خصوصی شناختی کارڈ جاری کیے تاکہ اس شہر کے تمام فوجی اور پولیس والے اس کارڈ کو دیکھ کر ان سے ہر طرح کا تعاون حاصل کریں۔ جو بہت تجربہ کار اور شاطر جاسوس ہوتے ہیں' وہ خطرناک بین الاقوامی مجرموں کو ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ لیکن مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی کا بھی ہتھیار استعمال کرنے والا تھا۔ اسے جس پر شبہ ہوتا' اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر لیتا۔

پھر اس نے سپر ماسٹر سے یہ بھی طے کیا تھا کہ اگر وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے پہلے سربراہ کی اصلیت معلوم کر لے گا اور اس کے دماغ کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا تو اسے دماغی طور پر غائب کر دے گا۔ پھر سپر ماسٹر کو اطلاع دے گا سپر ماسٹر پاشا کو مائیک ہرارے کے پاس بھیجے گا۔ پھر پاشا' ہرارے کے حکم کے مطابق اس سربراہ کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں رکھے گا اور اُس اصل تک یہودیوں کو پہنچنے نہیں دے گا۔

پھر یہ کہ جتنے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ سب امریکی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پیدا ہوئے تھے اور ان کی ٹیلی پیتھی سے اسرائیل بڑے فائدے اٹھا رہا تھا۔ ہرارے نے یہ بھی طے کیا تھا کہ الپا اور ٹیری آدم نظروں میں آئیں گے تو وہ انہیں کسی نہ کسی طرح ٹریپ کر کے امریکا واپس لے جائے گا۔ پھر انہیں دوسری بار مشین سے گزار کر یہودی سے عیسائی بنا دے گا اور پھر سے انہیں امریکا اور امریکی قوم کا وفادار بنا دے گا۔

گویا بارہ تاریخ کو ایم آئی ایم کے سربراہ کی آمد صرف اس نئی تنظیم کو نقصان پہنچانے والی نہیں تھی۔ اس کی میزبانی کرنے والے یہودیوں کی بھی شامت آنے والی تھی پارس نے اس پورے منصوبے کی لائن بنائی تھی۔ میں نے اسے تسلیم کیا تھا کیونکہ وہ جو کرنے جا رہا تھا' اسے یوں تو ساری دنیا دیکھتی لیکن اس کھیل کے پیچھے جو کھیل وہ جاری رکھے ہوئے تھا' وہ سب کی سمجھ میں آنے والا نہیں تھا اور جب سمجھ میں آتا تو اس وقت تک دشمنوں کے ہوش اڑ چکے ہوتے۔

گیارہ تاریخ کی رات کو مشروبہ کے دماغ سے یہ اطلاع ملی کہ دوسرے دن بارہ تاریخ کو ایم ائی ایم کا سربراہ ایک خصوصی فلائٹ سے دوپہر ایک بجے تل ابیب پہنچ رہا ہے۔ وہاں کی فوج، پولیس اور انتظامیہ اور زیادہ مستعد ہو گئی۔ سربراہ سے دوستی اور دشمنی کے سلسلے میں جتنے اقدامات کیے گئے تھے ان پر نظرثانی ہونے لگی۔ تمام انتظامات کو باربار چیک کیا جانے لگا تاکہ کوئی غلطی یا کمی نہ رہ جائے۔

ثی تارا بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔ اس نے ایک ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "میں آگئی ہوں، تم کہاں ہو؟"

"تم کب آئی ہو؟"

"ابھی دو گھنٹے پہلے۔"

"تعجب ہے۔ دو گھنٹے پہلے دنیا میں آئیں اور بولنے بھی لگیں۔"

"میں اسی دنیا کے ایک ملک کے ایک شہر تل ابیب میں ہوں۔ فضول باتوں سے پرہیز کرو اور بتاؤ کہ کہاں ہو اور ہماری ملاقات کہاں ہوگی؟"

"میں وہاں آؤں گا تو ملاقات ہوگی۔ میں نے ٹی وی کے ذریعے اعلان سنا ہے کہ وہ سربراہ کل دوپہر ایک بجے تل ابیب پہنچے گا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کسی طرح اس کا جہاز لیٹ کردوں اور ٹھیک اس کے مقرر کردہ وقت پر وہاں پہنچ جاؤں۔"

"میری بات مانو اور اس سے پہلے پہنچ جاؤ۔ میرے ساتھ رہ کر دور ہی سے ایک تنظیم کے دو سربراہوں کے یہاں پہنچنے کا تماشا دیکھو۔"

"دنیا کہتی ہے کہ عورتوں کے مشوروں پر چلنے والا کہیں نہ کہیں ضرور ٹھوکر کھاتا ہے اور ابھی اس دوسرے سربراہ نے اپنی آمد کے وقت کا اعلان نہیں کرایا ہے۔"

"ہاں سوچنے کی بات ہے کہ وہ دوسرا سربراہ خاموش کیوں ہے؟ اگر اس نے شام تک اپنی آمد کی اطلاع نہ دی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ دوسرا شخص فراڈ ہے۔ اس نے اصلی سربراہ کے آنے کی اطلاع سن لی ہے اس لیے شاید یہاں اب نہیں آئے گا۔"

"آہ! ایسا نہ کہو ثی تارا! وہ نہیں آئے گا تو تم وہاں اکیلی رہ جاؤ گی۔"

"تم نے پھر بکواس شروع کردی۔ جہنم میں جائے وہ فراڈ سربراہ..."

"ارے کیوں۔ مجھے جیتے جی جہنم میں بھیج رہی ہو۔ وہ دوسرا سربراہ میں ہی ہوں۔ اب بولو آؤں یا نہ آؤں؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا رات کو جس نے سربراہ بن کر فراڈ کیا تھا، وہ تم تھے یا تمہاری چال تھی؟"

"وہ میری چال تھی۔ تم میرے تل ابیب آنے پر اعتراض کررہی تھیں۔ اس لیے میں نے پہلے تمہیں یہاں پہنچادیا ہے اب تو تم اعتراض نہیں کروگی۔ بلکہ مجھے سر کے بل آنے کو کہوگی۔"

"تم پکے بدمعاش ہو۔ فار گاڈ سیک جتنی جلدی ہوسکے، چلے آؤ۔"

"او کے۔ یہ تو بتاؤ کتنی جلدی چلا آؤں؟"

"میں تو چاہتی ہوں۔ پلک جھپکتے ہی چلے آؤ۔"

"تو پھر اپنی پلکیں جھپکنے سے پہلے اپنا یہ دروازہ کھولو۔ میں آجاؤں گا۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر دوڑ کر اسے کھولا تو اس کا محبوب نگاہوں کے سامنے تھا۔ وہ چیخ مار کر اس کے گلے سے لگ گئی۔ وہ اسے گلے سے لگائے کمرے کے اندر آگیا۔ پھر دروازے کو بند کرکے بولا "کیا ہوٹل والوں کو ہماری ملاقات کا تماشا دکھانا چاہتی ہو؟ اپنی خوشی کو قابو میں رکھو۔ میں اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں ایک سیاح کی حیثیت سے ہوں مگر ہم کل شام تک ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ رکھا کروگی۔"

"تم کہتے ہو تو یہی سہی۔ مگر ہمارے ایک ساتھ رہنے میں کیا نقصان ہے؟ کوئی ہمیں نہیں پہچانے گا۔"

"دشمنوں کو احمق نہ سمجھو۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی برا وقت آئے تو ہم ایک ساتھ گرفت میں نہ آئیں۔ ہم میں سے کوئی ایک ان کی نظروں میں آئے گا تو دوسرا محفوظ رہ کر اس کے لیے دشمنوں کے خلاف جوابی کارروائی کرے گا۔"

"تم درست کہتے ہو۔ مگر جب تک یہ دروازہ بند ہے، تب تک تو ہم ایک دوسرے کی آغوش میں رہ سکتے ہیں۔"

پارس نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ پھر وہ دروازہ بند ہی رہا۔

دوسرے دن دوپہر ایک بجے وہ خاص طیارہ پرواز کرتا ہوا آیا پھر ایک رن وے پر ٹھہر گیا۔ وہاں اسرائیلی حکام اور فوج کے افسران ایم آئی ایم کے سربراہ کا استقبال کرنے آئے تھے۔ فوج کے مسلح جوان کئی قطاروں میں الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ طیارے کا دروازہ کھلا۔ پہلے ایک ائرہوسٹس مسکراتی ہوئی باہر آئی۔ پھر دو مسلح مجاہدین باہر سیڑھی کے اوپری حصے میں آئے۔ ایک نے میگا فون کے ذریعے کہا "جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔ ہمارا تعلق مجاہدین اسلامک مشن سے ہے۔ آپ نے خیرسگالی کے طور پر ہماری تنظیم کے رہنما کو دعوت دی تھی۔ ہمارے یہ راہنما دعوت کو قبول کرتے ہوئے تشریف لے آئے ہیں اور اب آپ کے روبرو آرہے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوئی تو طیارے کے اندر سے ایم آئی ایم کا ایک مخصوص مجاہدانہ نغمہ گونجنے لگا۔ اس نغمہ کی گونج میں ایک قد آور شخص طیارے سے باہر آیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں آپ

کے ملک میں آیا ہوں اور یہ دیکھنے والا ہوں کہ یہاں دوستوں کے درمیان ہوں یا دشمنوں کے؟"

یہ کہہ کر وہ سیڑھیاں اترتا ہوا آیا۔ پھر وہاں کے حکام سے اور فوجی افسران سے مصافحہ کرنے لگا۔ وہ سب بڑی گرم جوشی سے اسے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ پھر اسے ایک شاندار گاڑی میں بٹھایا گیا۔ آگے پیچھے بھی گاڑیاں تھیں۔ وہاں کا اعلیٰ حاکم اور ایک اعلیٰ فوجی افسر اس سربراہ کے ساتھ بیٹھے بڑی خوش دلی اور خوش مزاجی سے گفتگو کررہے تھے۔

پھر وہ گاڑیاں ائرپورٹ کی عمارت کے داخلی دروازے کے قریب رک گئیں۔ ایم آئی ایم کا سربراہ پھولوں کے ہار سے لدا ہوا تھا۔ وہ سب گاڑیوں سے اتر کر عمارت کے اندر جانے لگے۔ سربراہ نے تمام ہار اتار کر ایک مسلح مجاہد کو دے دیئے۔ طیارے سے باہر آتے وقت ہی بے شمار ویڈیو کیمرے آن ہوگئے تھے۔ جب وہ عمارت کے اندر آیا تو وہاں خفیہ طور پر جگہ جگہ نصب اینٹی میک اپ کیمرے سربراہ کی تصاویر اتارتے جارہے تھے۔

اسرائیلی ملٹری انٹیلی جنس کے نامور جاسوس ایک کمرے میں بیٹھے ٹی وی اسکرین پر سربراہ کی آمد کا منظر دیکھ رہے تھے اور ایک الیکٹرانک خودکار مشین کے ذریعے وہ تصاویر باہر نکل رہی تھیں، جو اینٹی میک اپ کیمرے سے اتر رہی تھیں۔ ان سراغرسانوں نے مسکرا کر ایک ایک تصویر کو دیکھا۔ ان کا اندازہ درست نکلا۔ وہ سربراہ میک اپ میں آیا تھا۔ اس کے دائیں بائیں چلنے والے مسلح مجاہدین اور پیچھے آنے والے اس کے مشیر بھی میک اپ میں تھے۔ لیکن اینٹی میک اپ کیمرے کی تصاویر ان کے اصلی چہرے کی تصویریں دکھارہی تھیں۔

یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم، الپا، ٹالبوٹ اور موناروان سراغ رسانوں کے دماغوں سے معلومات حاصل کررہے تھے۔ برین آدم اور دوسرے آدم برادرز بھی ایک کمرے میں بیٹھے ٹی وی اسکرین کو بھی دیکھ رہے تھے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی رپورٹس وغیرہ بھی سن رہے تھے۔

الپا نے شدید حیرانی سے برین آدم سے کہا "بگ برادر! وہ سربراہ میک اپ میں ہے۔ اس میک اپ کے پیچھے شطرنج کے عالمی چیمپئن مائیک ہرارے کا چہرہ چھپا ہوا ہے۔"

اس وقت میں مرینا کے دماغ میں تھا۔ مرینا ایک یہودی فوجی گارڈ کے اندر تھی۔ وہ گارڈ سربراہ (مائیک ہرارے) کے ساتھ اور ایک مجاہد کے ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے کہا "مرینا! کم آن، مائیک ہرارے کو گولی مارو۔"

وہ کام جو میں مرینا سے لے رہا تھا، اسے خود کرسکتا تھا مگر پارس کے منصوبے کے مطابق ثی تارا کو اس لیے تل ابیب پہنچایا گیا تھا اور مرینا کو گھریلو زندگی سے نکال کر اس لیے ایکشن میں لایا گیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہونے سے پارس وہاں رہ کر دونوں سے بڑے کام لے سکتا تھا۔

پھر یہ کہ مائیک ہرارے کو جان سے مارنا نہیں تھا۔ صرف زخمی کرنا تھا۔ جیسے ہی مرینا نے اس فوجی گارڈ کے ذریعے نشانہ لے کر گولی چلائی۔ میں نے نشانے کو ذرا بہکادیا۔ گولی مائیک ہرارے کے بازو کا گوشت چیرتی ہوئی نکل گئی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ بھگدڑ سی پیدا ہوئی اور اس فوجی گارڈ کو فوراً حراست میں لے لیا گیا۔

دوسری طرف تمام یہودی خیال خوانی کرنے والے زخمی مائیک ہرارے کے دماغ میں اس کی چالوں کو سمجھنے کے لیے آئے اور یہی پارس کا منصوبہ تھا کہ یہودی خفیہ تنظیم کے تمام چوہے ایک ایک کرکے اپنی بل سے نکلیں۔ وہ لوگ ایم ائی ایم کے سربراہ تک پہنچنا چاہتے تھے۔ پارس نے برسوں تک پراسرار رہنے والی یہودی تنظیم کے سربراہ تک پہنچنے کا راستہ کھول دیا تھا۔

یہودیوں کو زیادہ سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت رہتی ہے۔ جہاں کوئی ملتا ہے، فوراً اس پر جھپٹ پڑتے ہیں۔ اب ان پر یہ انکشاف ہونے والا تھا کہ مائیک ہرارے بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ اس کا برین واش کریں گے، اپنی خفیہ یہودی تنظیم میں شامل کریں گے لیکن یہ نہیں جان پائیں گے کہ ہم مائیک ہرارے کے اندر موجود رہتے ہیں۔

اور کامیابی کی طرف لے جانے والا یہ منصوبہ شیطانوں کے شیطان پارس کا تھا۔

سپر ماسٹر اور فوج کے تین اعلیٰ افسران نے بڑی دانش مندی سے فیصلہ کیا تھا کہ شطرنج کے عالمی چیمپئن اور ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے تاکہ وہ وفادار ہونے کے علاوہ جاں نثار بھی بن جائے اور کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی جبراً حاوی ہونا چاہے تو وہ انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی میں چھپا ہوا زہر کھا کر جان پر کھیل جائے اور یوں اُس کی ٹیلی پیتھی کا علم کسی دشمن کے کام نہ آئے۔

میں یہ بات پچھلے ابواب میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے سپر ماسٹر اور اس کے ملک کے زیادہ کام نہیں آتے تھے اور ہمارے یا یہودی خیال خوانی کرنے والوں کے جال میں پھنس جاتے تھے۔ سپر ماسٹر نے انہیں آئندہ دوسروں کے جال میں پھنسنے سے بچانے کے لیے یہ تدبیر کی تھی۔ تھری ڈی کو بھی دوبارہ مشین سے گزار کر انہیں ایک ایک انگوٹھی پہنادی تھی۔ ویسے یہ پلاننگ اچھی تھی اور قابل عمل بھی تھی۔ لیکن میں نے اور جمیلہ رازی نے ان تینوں ڈی کو انگوٹھی کا زہر اُن کی اپنی مرضی سے استعمال کرنے نہیں دیا تھا اور انہیں کسی طرح باری باری ختم کردیا تھا۔ یہ تمام واقعات بیان ہو چکے ہیں۔

شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے کٹر عیسائی اور اپنے ملک کا وفادار تھا۔ وہ اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی سے ملک اور قوم کے کام آنا چاہتا تھا لیکن جان دینا نہیں چاہتا تھا۔ اکثر لوگ اپنے وطن سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور وطن کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ لیکن اپنی جان کی بازی نہیں لگاتے۔ کیونکہ وہ طبعی عمر تک زندہ رہ کر اپنی صلاحیتوں کے مطابق حب الوطنی کے فرائض انجام دیتے رہنا چاہتے ہیں۔

مائیک ہرارے بھی طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتا تھا۔ انگوٹھی کے زہر سے خودکشی کرنا منظور نہیں تھا۔ لیکن اسے ہیڈ کوارٹر کے بنگلے میں قید کردیا گیا تھا۔ اسے دوبارہ ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر جاں نثار بنایا جانے والا تھا۔ وہ بے بس ہوگیا تھا۔ فوجی ہیڈ کوارٹر سے فرار ہو کر جاں نثاری کے جذبے سے جان نہیں چھڑا سکتا تھا۔

ایسے ہی بُرے وقت میں ہم نے مائیک ہرارے کا ساتھ دیا۔ اسے جاں نثاری سے بھی محفوظ رکھا اور ٹرانسفارمر مشین تک بھی ہماری رسائی ہوگئی۔ یہ سب کچھ اتنی رازداری سے ہوا تھا کہ سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ وہ سب یہی سمجھتے رہے کہ مائیک ہرارے پہلے محض وفادار تھا' اب جاں نثار بھی بن گیا ہے۔

پھر یہ کہ وہ سب مائیک ہرارے کی ذہانت اور چال بازی کو مانتے تھے اور بہت سے مسائل کو حل کرنے کے لیے اس کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ جب یہ مسئلہ سامنے آیا کہ ایم آئی ایم کا سربراہ تل ابیب آنے والا ہے اور ایسے وقت کس طرح اس سربراہ کی اصلیت معلوم کی جائے تو مائیک ہرارے نے مشورہ دیا کہ اسے اور ایک ملٹری جاسوس کو امریکی نمائندہ بنا کر اسرائیل بھیجا جائے۔ اسرائیلی حکام بیشتر معاملات میں امریکی نمائندوں اور مشیروں کو شریک کرتے ہیں۔ انہوں نے مائیک ہرارے اور اس کے ساتھی ملٹری جاسوس کو تل ابیب میں سہولتیں فراہم کی تھیں۔ یہ تمام واقعات پہلے بیان کیے جاچکے ہیں۔ لیکن اصل واقعہ ابھی بیان کرنے کے لیے رہ گیا ہے۔

اور اصل واقعہ یہ ہے کہ مائیک ہرارے ایک جاسوس کے ساتھ جس طیارے میں سفر کررہا تھا' اس طیارے نے ایک گھنٹے کے لیے لندن میں اپنی پرواز ملتوی کی تھی۔ ہرارے کئی مسافروں کے ساتھ اتر کر ائرپورٹ کے ویٹنگ روم میں آیا۔ وہاں ہم نے پہلے سے ایک ڈمی مائیک ہرارے تیار کررکھا تھا۔ اصلی مائیک ہرارے کے دماغ پر سلمان مسلط رہا۔ اس اصلی نے نقلی ہرارے کو اپنا پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات دے دیے۔ وہ ڈمی ہرارے تمام چیزیں لے کر طیارے میں آگیا۔ وہ ڈمی ایک یہودی تھا' جس پر باربرا نے تنویمی عمل کرکے مائیک ہرارے بنادیا تھا۔

ادھر سلمان نے اصلی مائیک ہرارے کو لندن کے ایک کاٹیج میں پہنچایا۔ وہاں اس پر عارضی تنویمی عمل کرکے اسے ایم آئی ایم کا سربراہ بنادیا اور اس کے دماغ میں یہ نقش کردیا کہ تل ابیب میں جب وہ گولی کھا کر زخمی ہوگا تو اسے یاد آجائے گا کہ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ نہیں بلکہ مائیک ہرارے ہے۔

اور جب یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کریں گے اور اس کے دماغ کے خانے سے معلومات حاصل کریں گے تو ہرارے پھر بھولا رہے گا کہ وہ دماغی طور پر سلمان کے زیر اثر رہتا ہے۔

اسے سربراہ بنانے کے بعد دو اور یہودیوں کو ٹریپ کرکے انہیں باڈی گارڈ مجاہدین بنادیا گیا۔ یوں اعلان کے مطابق ان سب کو ایم آئی ایم کا سربراہ اور مجاہدین بن کر مقررہ وقت کے مطابق ایک خصوصی طیارے میں تل ابیب پہنچا دیا گیا۔ میں نے پارس کو اور اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھادیا تھا کہ مائیک ہرارے کو کم سے کم نقصان پہنچایا جائے۔ میں نے ہرارے سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آزاد رہے گا اور اپنے طور پر اپنے ملک کے لیے کام کرے گا۔ لہٰذا تل ابیب میں پارس کا مقصد پورا ہونے کے بعد ہرارے کو پھر یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے چنگل سے رہا کرادیا جائے گا۔ پھر وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے گا چلا جائے گا۔

تل ابیب میں جس طرح مائیک ہرارے کو ایم آئی ایم کا سربراہ سمجھ کر خوش آمدید کہا گیا۔ پھر جس طرح مریانے ایک آلہ کار کے ذریعے ہرارے کو زخمی کیا۔ ان تمام واقعات کا پس منظر میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ سربراہ کے بہروپ کے پیچھے اصل مائیک ہرارے کس طرح پہنچ گیا۔ اب آپ اس کے بعد کے واقعات ملاحظہ کریں۔

○☆○

اسرائیلی انٹیلی جنس والے اور یہودی خفیہ تنظیم کے تمام آدم برادرز اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اینٹی میک اپ کیمروں کی تصاویر کے ذریعے پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ بہروپیا ہے اور اس کے پیچھے شطرنج کا وہ عالمی چیمپئن مائیک ہرارے چھپا ہوا ہے جو امریکا سے ایک جاسوس کے ساتھ آیا ہے۔

یہ تمام یہودی اکابرین کے لیے حیرانی کی بات تھی کہ امریکا کی طرف سے آنے والا مائیک ہرارے ایم آئی ایم کا سربراہ کیسے بن گیا ہے؟ برین آدم نے فوراً ہی اس رہائش گاہ میں فون کیا' جہاں انہوں نے سرکاری طور پر مائیک ہرارے کو ٹھہرایا تھا۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو میں مائیک ہرارے بول رہا ہوں۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "مسٹر ہرارے! کیا ہمارے اس شہر میں تمہارا کوئی ہم شکل بھی ہے۔"

وہ بولا۔ "آپ یہ کیسا سوال کررہے ہیں۔ اتنی بڑی دنیا میں کتنے ہی لوگ ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ بلکہ بالکل ہی ہم شکل ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے میرے کسی ہم شکل کو دیکھا ہے؟"

برین آدم نے ریسیور رکھ کر الپا سے کہا۔ "میجر برنارڈ سے کہو جس بنگلے میں مائیک ہرارے ہے اس کا محاصرہ کرلے۔ اسے بنگلے سے باہر نہ جانے دے۔ ٹیری آدم اس کرنل کے دماغ میں ہے جو ایم آئی ایم کے فراڈ سربراہ کا استقبال کررہا ہے تم بھی میجر برنارڈ کو میرا حکم سنا کر کرنل کے پاس چلی جاؤ۔ معلوم تو ہو کہ یہ دوسرا مائیک ہرارے کون ہے؟"

الپا نے برین آدم کی ہدایات پر عمل کیا۔ پھر وہ بھی کرنل کے دماغ میں آئی۔ وہاں ٹیری آدم سے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسی وقت مریانے ایک فوجی گارڈ کے دماغ میں رہ کر گولی چلائی۔ میں نے نشانہ ذرا سا بہکا دیا۔ وہ گولی مائیک ہرارے کے بازو کے گوشت کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ گولی چلانے والے فوجی گارڈ کو حراست میں لے لیا گیا۔

ادھر الپا اور ٹیری آدم یہ سوچ رہے تھے کہ وہ فراڈ سربراہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ لیکن اس کے زخمی ہوتے ہی وہ دونوں اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس کے خیالات پڑھتے ہی سب سے پہلے یہ معلوم ہوا کہ وہ اصلی مائیک ہرارے ہے اور وہ صرف شطرنج کا ناقابل شکست کھلاڑی ہی نہیں بلکہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔

خفیہ یہودی تنظیم کا ایکسرے مین مارٹن بھی ہرارے کے اندر پہنچا ہوا تھا اور ان سب کا خفیہ پراسرار سربراہ داؤد منڈولا بھی اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کررہا تھا کہ وہ سپر ماسٹر کا صرف خیال خوانی کرنے والا ہی نہیں بلکہ بہت سے اہم معاملات میں اس کا مشیر بھی تھا اور بڑی ہی شاطرانہ چال چلتا تھا۔

یہی چال اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ کتنا شاطر ہے۔ اس نے اور امریکی اکابرین نے یہودیوں پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی بھی جانتا تھا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ اپنی ٹیلی پیتھی کو راز میں رکھ کر خفیہ یہودی تنظیم تک پہنچنے آیا تھا۔ یعنی اسرائیل کی پشت پناہی کرنے والا امریکا دہری چال چل رہا تھا۔ ایک تو یہودیوں کی حمایت میں ایم آئی ایم کے اصل سربراہ کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف درپردہ خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ تک پہنچنے کا مقصد لے کر آیا تھا۔

الپا نے برین آدم کے پاس آکر کہا۔ "بگ برادر! وہ بہروپیا سربراہ اصلی مائیک ہرارے ہے اور اس کے چور خیالات نے یہ زبردست انکشاف کیا ہے کہ ہرارے ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ تو بڑی چونکا دینے والی بات ہے۔ میں ابھی ہرارے کو اپنی تنظیم کے خفیہ آپریشن تھیٹر میں پہنچانے کا بندوبست کررہا ہوں۔ تم اور ٹیری اس کے دماغ پر حاوی رہو تاکہ دوسرے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں جگہ نہ بنا سکیں۔"

وہ داؤد منڈولا کی مرضی کے مطابق بولی۔ "پلیز آپ فوراً ہرارے کو بے ہوشی کا انجکشن لگوائیں' سب سے پہلے دشمنوں کا راستہ روکیں۔ اور اگر دشمن پہلے سے اس کے اندر ہیں تو اس کے بے ہوش ہوتے ہی باہر نکل جائیں گے۔"

تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور دوسرے آدم برادرز تیزی سے حرکت میں آگئے تھے۔ ایک فوجی ڈاکٹر نے آکر ہرارے کو ایک انجکشن کے ذریعے بے ہوش کردیا تھا۔ کئی ویڈیو کیمرے ان تمام مناظر کو سٹائٹ کے ذریعے ساری دنیا کے ٹی وی اسکرین پر پیش کررہے تھے۔ ایک فوجی افسر نے کیمرے کو دیکھتے ہوئے کمنٹری کی اور کہنے لگا۔ "ناظرین! آپ ایم آئی ایم کے سربراہ کی آمد پر ایسے مناظر دیکھ رہے ہیں' جو ہماری اور آپ کی توقع کے خلاف ہیں۔"

وہاں دو ماتحت ڈاکٹر اور ایک جاسوس آگیا تھا۔ کمنٹری ہورہی تھی "ناظرین جس سربراہ کو زخمی دیکھ رہے ہیں یہ ایک فراڈ ہے۔ اور بہروپیا ہے۔ ابھی آپ کی نگاہوں کے سامنے یہ ماہرین اس کے چہرے کا میک اپ صاف کررہے ہیں۔ آپ توجہ سے دیکھیں۔ تاکہ اسرائیلی حکومت پر الزام نہ آئے کہ ہم نے اصلی سربراہ کو زخمی کرکے گرفتار کیا ہے۔"

اس کمنٹری کے دوران چہرے کا میک اپ صاف کردیا گیا تھا اور اب اسکرین پر مائیک ہرارے کا چہرہ صاف نظر آرہا تھا۔ کمنٹری کرنے والا شخص کہہ رہا تھا۔ "بے شمار ناظرین اسے پہچانتے ہوں گے کہ یہ شطرنج کا عالمی چیمپئن ہے اور اس کے ساتھ جو مجاہدین آئے ہیں' آپ انہیں بھی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ ان کے چہروں سے بھی میک اپ اتر رہا ہے اور یہ ساری دنیا کے سامنے ثابت

ہو رہا ہے کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے صرف ہمیں فریب نہیں دیا ہے بلکہ آپ سب کو بھی ہمارے ساتھ احمق بنایا ہے۔"

مائیک ہرارے اور اس کے ساتھ آنے والے دونوں مجاہدین اپنے اصلی چہروں کے ساتھ نظر آ رہے تھے۔ ہرارے بے ہوش ہو چکا تھا۔ اسے اسٹریچر پر ڈال کر فوج کی نگرانی میں ایک گاڑی میں لے جایا جا رہا تھا۔ کمنٹری کرنے والے نے کہا۔ "ناظرین! ایم آئی ایم کا سربراہ اپنی آمد کا جو ڈراما پلے کر رہا تھا' وہ ختم ہو چکا ہے۔ وہ بہروپیا بے ہوش ہو گیا ہے۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد اس کا بیان لیا جائے گا۔ پھر جو حقیقت سامنے آئے گی وہ آپ کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ تب تک کے لیے ہم یہ سٹائٹ کے ذریعے پیش ہونے والے پروگرام کو ملتوی کر رہے ہیں۔"

واشنگٹن میں سپر ماسٹر اور فوج کے اعلیٰ افسران ٹی وی اسکرین پر یہ تمام مناظر دیکھ رہے تھے۔ جب بہروپئے سربراہ کا میک اپ صاف کیا گیا اور انہیں مائیک ہرارے کا چہرہ نظر آیا تو وہ بڑی بے یقینی سے اسکرین کو یوں گھورنے لگے جیسے آنکھیں غلط دیکھ رہی ہوں۔ یا ٹی وی کے ذریعے غلط منظر پیش کیا جا رہا ہو۔

سپر ماسٹر نے ریسیور اٹھا کر فوراً ہی ہاٹ لائن پر برین آدم سے رابطہ کیا۔ اس کے ماتحت نے کہا "مسٹر آدم بہت مصروف ہیں۔ آپ پیغام دے سکتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مسٹر برین آدم سے کہو۔ اسکرین پر جو مائیک ہرارے نظر آ رہا ہے۔ وہ فراڈ ہو گا اور اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فوج کے کسی اعلیٰ افسر سے میری بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ایک فوجی افسر نے کہا۔ "ابھی ہمیں آپ کا پیغام ملا ہے۔ آپ لوگ میٹھا زہر ہیں۔ حلق سے اترتے وقت کڑواہٹ کا پتا نہیں چلتا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تصدیق کی ہے کہ وہ آپ ہی کا بھیجا ہوا اصلی مائیک ہرارے ہے۔ کیا آپ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو جھٹلائیں گے۔"

"ہم حیران ہیں کہ ہمارا مائیک ہرارے ایک جاسوس کے ساتھ پچھلے ہی دن آپ کے پاس پہنچ گیا۔ پھر وہ آج ایک خصوصی طیارے سے کیسے آیا؟ دو مائیک ہرارے تو ہو نہیں سکتے۔"

"دو ہیں۔ ابھی ایک مائیک ہرارے اپنے جاسوس کے ساتھ یہاں ایک بنگلے میں ہے اور ہم ذرا فرصت سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ دوسرا ہرارے کون ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "پھر تو ہم یقین سے کہتے ہیں کہ وہ دوسرا ہمارا اصلی مائیک ہرارے ہے۔"

"خیال خوانی کرنے والے اصلی کو پہچانتے ہیں۔ انہوں نے زخمی ہرارے کے دماغ سے وہ راز معلوم کیا ہے' جسے تم نے ہم سے چھپایا تھا۔"

"تم سارے یہودی ہمارے دوست ہو اور دوستوں سے راز چھپائے نہیں جاتے۔"

"بڑے اچھے دوست ہو۔ کیا ہم سے یہ نہیں چھپایا گیا کہ تم نے مائیک ہرارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔"

"یہ ہمارے ملک کا راز ہے کہ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے کون کون لوگ ہیں۔ ہم نے کبھی تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد نہیں پوچھی۔ تمہیں بھی نہ پوچھنا چاہیے' نہ شکایت کرنا چاہیے۔"

"ہمارے ملک میں جو بھی آئے گا اور اس کے متعلق مکمل رپورٹ ہم حاصل کرتے ہیں اور آپ نے ہرارے کے بارے میں ہم سے کہا تھا کہ مکمل رپورٹ دی جا رہی ہے۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو ہم اسے اپنے ملک میں آنے ہی نہ دیتے۔"

"آپ لوگ ایک معمولی سی بات کو بڑھا رہے ہیں۔ اگر آپ کو اعتراض ہے تو مائیک ہرارے کو واپس بھیج دیں۔"

دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا گیا۔ "ہم ایسے نادان نہیں ہیں کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا قیمتی سرمایہ ملے اور ہم اسے واپس کر دیں۔ ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے اپنے پاس رکھیں گے۔"

"آپ لوگ ایسا نہیں کریں گے۔ اسے واپس کریں گے ورنہ ہماری آپس کی کشیدگی دونوں کو نقصان پہنچائے گی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہمارے اور امریکی حکومت کے درمیان جو معاہدہ ہوتا ہے' جو لین دین ہوتا ہے یا ہمارے دونوں ملکوں میں ایک دوسرے کی آمد و رفت ہوتی ہے۔ وہ سب تحریری ہوتی ہے۔ مائیک ہرارے کی یہاں آمد کے متعلق آپ کی جو تحریری رپورٹ ہے۔ اس میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ لہٰذا آپ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہرارے کی واپسی کا مطالبہ نہ کریں۔"

"یعنی آپ مائیک ہرارے کو اپنے ملک میں قیدی بنا کر رکھیں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ دوسرا مائیک ہرارے جو ایک جاسوس کے ساتھ آیا ہے اسے واپس کر دیں گے۔"

"یعنی آپ لوگ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے پر قبضہ جمائیں گے۔ کیا یہ نہیں سمجھ رہے ہو کہ وہ ایم آئی ایم کا سربراہ اپنی آمد کی جھوٹی اطلاع دے کر ہم دو ممالک کو آپس میں لڑا رہا ہے؟"

"اس سربراہ سے گفتگو ہو گی تو ہم پوچھیں گے کہ وہ ہمیں ایک دوسرے سے کیوں لڑا رہا ہے؟ پھر یہ حقیقت بھی ہم معلوم کریں گے کہ اس سربراہ نے واقعی ہمارے ہاں آنے کا فیصلہ کیا تھا یا آپ مائیک ہرارے کو سربراہ بنا کر اور ہمارے پاس بھیج کر اس ہرارے کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ملک کے اندرونی راز جاننے کی فکر

میں تھے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ ایک اسرائیلی فوجی افسر ہیں' آپ فوج کے معاملات کو سمجھتے ہیں لیکن یہ موجودہ معاملہ آپ کا نہیں ہے۔ آپ کا کوئی بڑا عہدیدار جو سیاسی باریکیوں کو سمجھتا ہو' وہ مجھ سے گفتگو کرے تو بہتر ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ آپ اس معاملے کو غلط رنگ دے کر امریکا جیسے دوست اور سب سے بڑے محسن پر جھوٹا الزام عائد کر رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "میں صرف ایک فوجی افسر نہیں بول رہا ہوں۔ میرے اندر داؤد منڈولا ہے اور وہ آپ کی سیاسی سازشوں کو خوب سمجھتا ہے۔ میں اسی منڈولا کی ہدایات پر ابھی بول رہا ہوں۔"

سپر ماسٹر چند لمحات تک خاموش رہا پھر بولا۔ "اچھا تو میں اتنی دیر سے اُس منڈولا سے باتیں کر رہا ہوں' جو ہم سے باغی ہو کر ہمیں دھوکا دے کر وہاں اسرائیل میں بیٹھا ہوا ہے۔"

اس بار اس فوجی افسر کے منہ سے داؤد منڈولا کی آواز اور لہجہ سنائی دیا۔ "میں نے دھوکا دینا تم لوگوں سے سیکھا ہے۔ تم لوگ یہودیوں کو دوست نہیں بلکہ اسلامی ممالک کے خلاف ایک مہرہ بناتے ہو۔ اگر مملکت اسرائیل کو تم سے ۲۵ فیصد فائدے حاصل ہوتے ہیں تو تمہیں ہماری حکومت سے ۱۰۰ فیصد فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔"

"تم غیر ضروری باتیں کر رہے ہو۔ موجودہ حالات پر گفتگو کرو۔"

"تم نے مجھے الزام دیا کہ میں تم لوگوں کو دھوکا دے کر اسرائیل چلا آیا ہوں۔ لہٰذا پہلے اس کا جواب سن لو۔ اور یہ جواب نہ بھی دوں تو تم اپنی کم ظرفی کو سمجھتے ہو۔ مجھ سے پہلے تم نے ایک داؤد منڈولا کو گولی مار کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اُس منڈولا کی جگہ میں نے جنم لیا اور انتقاماً تم لوگوں سے باغی ہو کر یہاں چلا آیا۔"

"جب ہم نے ایک منڈولا کو ہلاک کیا تھا۔ اس وقت اس کا تعلق اسرائیلی حکومت سے نہیں تھا۔ وہ ایک امریکی باشندہ تھا۔ ہم نے اسے اس کے ایک جرم کی سزا دی تھی۔ وہ معاملہ مختلف تھا۔ میں وہاں کے بڑے عہدیدار برین آدم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں تمہاری گفتگو میں نہ سنجیدگی ہے۔ نہ دانشمندی......"

"مسٹر برین آدم سے گفتگو کرنے کے لیے پتا نہیں تمہیں کتنے گھنٹوں تک انتظار کرنا پڑے گا' کیونکہ وہ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ مائیک ہرارے کا برین واش کرنے میں مصروف ہے۔"

سپر ماسٹر نے ریسیور رکھ کر سامنے بیٹھے ہوئے فوج کے اعلیٰ افسر کو دیکھا پھر پریشان ہو کر کہا۔ "ہم نے ابھی جس بہروپئے سربراہ کو اصل روپ میں دیکھا تھا' وہ واقعی ہمارا اصلی مائیک ہرارے ہے۔ فی الوقت سب سے بڑی پریشانی کی بات یہ ہے کہ وہ یہودیوں کے چنگل میں پھنس گیا ہے۔ وہ لوگ اس کا برین واش کر رہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ تو نہایت ہی تشویش ناک خبر ہے۔ مائیک ہرارے ہمارا سب سے ذہین اور شاطر ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ بھی ہم سے چھینا جا رہا ہے۔ وہ یہودیوں کا تابعدار بن جائے گا تو ان کے خیال خوانی کرنے والوں کی قوت کتنی بڑھ جائے گی۔"

ایک اور افسر نے پوچھا۔ "کیا ہم ابھی کسی طرح یہودیوں کو اُس کی برین واشنگ سے نہیں روک سکتے؟"

سپر ماسٹر نے انٹر کام کے ذریعے پہلے پوجا سے پھر پاشا سے رابطہ کیا اور کہا۔ "فوراً میرے بنگلے میں آؤ۔ ہمیں ایک ہنگامی مسئلہ پیش آیا ہے۔ کم آن ہری اپ۔"

پھر اس نے ریکارڈ روم کے انچارج سے رابطہ کر کے کہا۔ "مائیک ہرارے کی ایک ویڈیو فلم فوراً لے کر آؤ۔"

پوجا اور پاشا کا قیام بھی وہیں ملٹری ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ریکارڈز بھی اسی ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ وہ سب پندرہ منٹ کے اندر پہنچ گئے۔ انچارج ایک ویڈیو کیسٹ دے کر چلا گیا۔ سپر ماسٹر نے پوجا اور پاشا کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر ان سے کہنے لگا۔ "ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری نئی پلاننگ کے مطابق ایک دوسرے سے دماغی رابطہ نہیں رکھتا ہے جب انہیں رابطے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ موبائیل فون استعمال کرتا ہے۔ پوجا اور پاشا' تم دونوں بھی یہی کرتے ہو۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بہت ذہین شخص مائیک گرارے یہودیوں کی گرفت میں آگیا ہے اور وہ اس کا برین واش کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں مائیک ہرارے کے اندر جاؤ اور جو برین واشنگ ہو رہی ہے اس میں دشمنوں کو ناکام بناؤ۔"

پوجا نے کہا۔ "لیکن سر! ہم نے آج تک مائیک ہرارے کو نہ دیکھا ہے اور نہ ہی اس کی آواز سنی ہے۔"

سپر ماسٹر نے وہ ویڈیو کیسٹ ایک ٹی وی پر انہیں دکھایا' پوجا اور پاشا بڑی توجہ سے مائیک ہرارے کو ٹی وی اسکرین پر چلتے پھرتے اور بولتے دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔ "آپ ٹی وی بند کر دیں۔"

انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر تھوڑی دیر بعد دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ پاشا نے کہا۔ "سر! میری سوچ کی لہریں بھٹک رہی ہیں۔ پہلی بار میں ایک ایسے دماغ میں پہنچا' جو غافل تھا۔ وہ شخص یقیناً بے ہوش ہو گا۔ میں نے پھر ایک بار کوشش کی۔ شاید مجھ سے ہرارے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لینے کے سلسلے میں گڑ بڑ ہو گئی تھی۔ دوسری بار میں مائیک ہرارے کے دماغ میں پہنچ گیا۔"

پوجا نے کہا۔ "میرے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا۔ میں پہلی بار

کسی غافل کے دماغ میں پہنچی دوسری بار جس مائیک ہرارے کے اندر پہنچی۔ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا تھا اور کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا اس سے مختلف سوالات کر رہا تھا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ وہ مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "میں نے بھی یہی معلوم کیا ہے۔ لیکن جو مائیک ہرارے ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ وہ ہماری ملٹری انٹیلی جنس کے ایک جاسوس کے ساتھ تل ابیب کے ایک بنگلے میں ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "بات سمجھ میں آگئی۔ ہمارے جاسوس کے ساتھ جو ہرارے ہے وہ نقلی ہے۔ اور جو اصلی ہے وہ کہیں غافل پڑا ہے۔ یعنی اسے بے ہوش رکھا گیا ہے تاکہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر پہنچ کر اُس کے کسی کام نہ آسکے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی ہمارے اصلی مائیک ہرارے کا برین واش نہیں کیا گیا ہے۔ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے دور رکھنے کے لیے بے ہوش کردیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ بات ذرا اطمینان بخش ہے کہ یہودیوں کو ہمارے خیال خوانی کرنے والوں سے اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اندیشہ ہے کہ جب وہ برین واش کرتے رہیں گے اور ہرارے کو تنویمی عمل کے ذریعے تابعدار بناتے رہیں گے تو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے عمل کو ناکام بناتے رہیں گے۔"

ایک افسر نے پوچھا۔ "لیکن وہ مائیک ہرارے کو کتنے گھنٹوں اور کتنے دنوں تک بے ہوشی کی حالت میں رکھیں گے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "انہوں نے اسے بے ہوش بنائے رکھنے کا یہ عارضی طریقہ اختیار کیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ دوسرے کون سے طریقے اختیار کرکے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہمارے ہرارے کو دور رکھ سکیں گے۔"

پھر اس نے پوجا اور پاشا سے کہا۔ "تم دونوں دوسری مصروفیات چھوڑ دو اور باری باری چھ گھنٹے تک مائیک ہرارے کے دماغ میں ہر پانچ دس منٹ کے وقفے سے جاتے رہو۔ وہ ہرارے کو تمہاری سوچ کی لہروں سے دور کرنے کا کوئی بھی طریقہ اختیار کریں تو فوراً ہمیں بتاؤ اور ان کے طریقۂ کار کے سامنے رکاوٹ بن جاؤ۔"

پوجا نے کہا۔ "سر! جو مائیک ہرارے غافل پڑا ہوا ہے اس کے اندر ہماری یا کسی کی بھی سوچ کی لہریں چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں رہ سکیں گی۔ یہودی خیال خوانی کرنے والے بھی شاید اب سوچ کی لہروں سے کام نہ لیں۔ وہ کسی اور طریقے سے ہرارے کی شخصیت کو تبدیل کرسکتے ہیں۔ ویسے ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے اور اس کے دماغ میں اپنی سوچ کی لہروں کو پہنچاتے رہیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تم جاؤ اور اپنے اپنے بنگلے میں پہنچتے ہی اپنی اپنی ڈیوٹی کے مطابق ہرارے کے پاس جانا شروع کردو۔ اور مجھے اطلاع دیتے رہو کہ تم دونوں میں سے کون کب سے کب تک ڈیوٹی پر رہتا ہے۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم میں سے کوئی اپنے فرائض میں کوتاہی تو نہیں کر رہا ہے؟ اب جاؤ۔"

پوجا اور پاشا وہاں سے چلے گئے۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ کتنا بڑا المیہ ہے' بلکہ ایک مضحکہ خیز بات ہے کہ ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے اور فی الوقت پوجا اور پاشا ہی دو کام کے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ اور ہمارے دشمنوں کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنتی جارہی ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہمیں فوری طور پر دو اہم اقدامات کرنے ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ اسرائیل حکام سے ہر طرح کا تعاون ختم کیا جائے۔ ان سے کہا جائے کہ تمہارا ملک ایک چیونٹی کے برابر ہے۔ اگر تمام اسلامی ممالک متحد ہوگئے تو تمہیں ایک چٹکی میں مسل دیں گے۔ ہماری طرف سے اخلاقی اور غیر اخلاقی کسی طرح کی امداد تمہیں نہیں ملے گی۔ اگر اپنے سر پر سپر پاور کا سایہ رکھنا چاہتے ہو تو فوراً مائیک ہرارے کو رہا کرو۔ اگر اس کا برین واش کرو گے تو مملکت اسرائیل دنیا کے نقشے سے واش ہوجائے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہمارے صدر صاحب اسرائیلی حکام کو ایسی دھمکیاں دے کر مائیک ہرارے کو واپس بلا سکتے ہیں۔ آپ دوسرا کون سا قدم اٹھانے کو کہہ رہے ہیں؟"

"دوسرا قدم یہ کہ جتنی جلدی ممکن ہوسکے۔ مائیک ہرارے جیسے چند ذہین اور چالباز مگر محب وطن امریکی جوانوں کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا جائے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے میدان میں بہت کمزور ہوچکے ہیں۔"

"بے شک اب یہ ضروری ہوگیا ہے۔ میری نظروں میں چند نہایت ذہین اور چالباز جوان ہیں۔ میں انہیں بلاؤں گا اور آج رات ہی کو انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزاروں گا تاکہ وہ کل شام تک ہمارے کام آسکیں۔ آپ افسران ہمارے صدر صاحب سے رابطہ کرکے اسرائیلی حکام سے مائیک ہرارے کی واپسی کا مطالبہ کریں۔"

وہ سب اپنے اپنے طور پر مصروف ہوگئے۔ اُدھر شی تارا تل ابیب کے ایک ہوٹل میں تھی۔ اس نے بھی ٹی وی اسکرین پر فراڈ سربراہ کے پیچھے مائیک ہرارے کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔ پھر اس کے زخمی ہوتے ہی اس کے دماغ میں جاکر چور خیالات پڑھے تو تصدیق ہوگئی کہ واقعی وہ مائیک ہرارے ہے۔ اس نے پارس کے دماغ میں آکر گوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر بولی۔ "یہ کیا تماشا ہو رہا ہے؟"

وہ بولا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنے کمرے میں بالکل تنہا ہوں اور کوئی حسینہ تماشا کرنے کے لیے نہیں ہے۔"

"میں اس تماشے کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ کیا تم ٹی وی نہیں دیکھ رہے ہو؟ تم ایسے بے خبر رہنے والے تو نہیں ہو کہ اس فراڈ

سربراہ اور مائیک ہرارے سے لاعلم رہو گے۔"

"ہاں۔ میں ٹی وی دیکھ رہا ہوں۔ اور اپنی معلومات میں اضافہ کر رہا ہوں۔ کیا تم ہرارے کے اندر گئی تھیں؟"

"ہاں گئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہرارے ہے۔ اگر یہ تمہاری چال ہے تو بتاؤ اسے یہودیوں کے جال میں کیوں پھنسایا ہے؟ کیا تم مجھ پر بھروسا نہیں کرتے ہو؟ مجھے پہلے ہی اپنے منصوبے کی تفصیلات کیوں نہیں بتاتے ہو؟"

"جب مائیک ہرارے نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ وہ سربراہ بن کر جائے گا اور گولی کھا کر زخمی ہوکر یہودیوں کے جال میں پھنسے گا تو پھر میں تمہیں کیا خاک بتاتا۔"

"دیکھو پارس! باتیں نہ بناؤ۔ یہ ساری گڑبڑ تم کرا رہے ہو۔ پچھلی بار بھی تم نے ایک رات کسی کو سربراہ بنا کر مجھ سے فون پر گفتگو کرائی تھی۔"

"ایسا نہ کرتا تو تم نہ مجھے تل ابیب آنے دیتیں اور نہ خود آتیں۔ تم مجھ پر شبہ کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ یہ سوچو کہ میں نے ایک فراڈ سربراہ سے فون پر تمہاری گفتگو کرائی تھی۔ ایسا ہی فراڈ کسی نے دوسری بار تم سے کیا۔ اور فون پر خود کو ایم آئی ایم کا سربراہ کہتا رہا۔ پھر یہ تیسری بار ایک فراڈ سربراہ تل ابیب پہنچا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ بیچارہ مائیک ہرارے ان دو فراڈ سربراہوں کے چکر میں آگیا ہو۔"

"تم تو مجھے الجھا کر رکھ دیتے ہو۔ اب یہ نیا پہلو پیش کر رہے ہو۔ میں پوچھتی ہوں' اتنی چالبازیاں ہو رہی ہیں' ایسے میں وہ اصلی سربراہ خاموش کیوں ہے؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔ جیسے میں ہی اصل سربراہ ہوں۔ پلیز یہودی اکابرین کے دماغوں میں جاؤ۔ معلوم کرو کہ اصلی سربراہ نے ان سے رابطہ کیا ہے یا نہیں؟ اور یہ معلوم کرو کہ مائیک ہرارے کے ساتھ کیا سلوک کیا جارہا ہے۔"

"یہ نہیں معلوم ہوسکے گا۔ ہرارے کو بیہوش کردیا گیا ہے۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کرسکیں گی۔"

"لیکن موٹی عقل سے معلوم کرسکتی ہو کہ وہ یہودی بیچارے ہرارے کا برین واش کریں گے۔ کیا تم اس کے ساتھ ایسی زیادتی ہونے دوگی؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تو چاہوں گی کہ مائیک ہرارے ہمارے قابو میں آجائے۔ اس کی ٹیلی پیتھی اور اس کی شاطرانہ چالیں ہمارے کام آئیں۔"

"اسی جذبے سے جاؤ اور ہرارے کے لیے کچھ کرو۔ تم اس کا بھلا کروگی' خدا تمہارا بھلا کرے گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے اسرائیل کے اعلیٰ حکام کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے پتا چلا کہ ٹی وی اسکرین پر کسی فراڈ سربراہ کا انکشاف ہوا تو ایم آئی ایم والوں نے بھی وہ منظر دیکھا تھا اب ایک گمنام شخص اعلیٰ حاکم سے فون پر پوچھ رہا تھا۔ کیا ایم آئی ایم کے سربراہ نے تحریری طور پر آپ کو اطلاع دی تھی کہ وہ تل ابیب آرہا ہے یا فون پر اس سربراہ سے آپ کی گفتگو ہوئی تھی؟"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "نہیں۔ نہ کوئی تحریری اطلاع سربراہ کی طرف سے ملی اور نہ ہی فون پر گفتگو ہوئی۔ لیکن دمشق میں مشروبہ نامی ایک یہودی لڑکی ہے۔ اس کے ذریعے ایم آئی ایم کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی نے اس کی آمد کی اطلاع دی تھی۔"

"مشروبہ کے دماغ میں کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی بھی آکر گمراہ کرسکتی ہے اور اس نے ایسا ہی کیا ہے۔ کسی نے ایم آئی ایم کی تنظیم کو بدنام کرنے کے لیے ایسی بھونڈی چال چلی ہے۔ اور تم لوگوں نے ساری دنیا کو ٹی وی اسکرین کے ذریعے دکھایا کہ اس نئی تنظیم کا سربراہ فراڈ ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "اس نے فراڈ کیا۔ ہم نے اس کے چہرے سے میک اپ صاف کرکے ساری دنیا کو دکھادیا۔"

"دمشق میں تم یہودیوں کے ناپاک عزائم کے خلاف جو ویڈیو کیسٹ تیار کی گئی تھی۔ اگر وہ ساری دنیا کو دکھائی جائے تو تمہارے بہت سے فراڈ کھل کر سامنے آجائیں گے۔ ہم تمہیں وارننگ دیتے ہیں کہ جو فراڈ سربراہ تل ابیب آیا ہے اور تمہاری قید میں ہے۔ اس کے متعلق تحقیقات کرو اور دنیا کو بتاؤ کہ ایم آئی ایم کو بدنام کرنے کے لیے ایسی کمزور چال چلی گئی تھی۔"

"تم کون ہو؟ یقیناً اسی شہر کے کسی ٹیلی فون بوتھ سے بول رہے ہو۔ کیا روبرو آکر گفتگو نہیں کرسکتے؟"

"ضرورت پڑی تو روبرو بھی آؤں گا۔ فی الحال جلد سے جلد اس فراڈ سربراہ کو سٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کے سامنے پیش کرو یا اعتراف کرو کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے تل ابیب آنے کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی اور ایم آئی ایم کے سربراہ کو بدنام کرنے کے لیے یہ ڈراما پلے کیا گیا ہے۔ اگر آج رات تک ہماری پوزیشن صاف نہ کی گئی اور ہمیں بدنامی سے نہ بچایا گیا تو ہم دمشق والا کیسٹ دنیا کے سامنے پیش کردیں گے۔"

اس دھمکی کے بعد فون بند ہوگیا تھا۔ اور وہ اعلیٰ حاکم انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کو یہ ساری باتیں بتا رہا تھا۔ برین آدم نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "اس میں شبہ نہیں ہے کہ ایم آئی ایم جیسی زبردست تنظیم نے ایسی بچکانہ چال نہیں چلی ہے۔ مائیک ہرارے سپر ماسٹر سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ہرارے کے چور خیالات پڑھ چکے ہیں۔ ہرارے ایک منصوبے کے تحت اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو چھپا کر یہاں آیا تھا اور یہودی خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "پھر تو بے شک ہمیں ایم آئی ایم سے خواہ مخواہ دشمنی مول لینا نہیں چاہیے۔ میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ جلد

سے جلد دنیا والوں کے سامنے ایم آئی ایم کے سربراہ کی بے گناہی اور نامعلوم دشمنوں کے فراڈ کا اعتراف کیا جائے۔"

"جی ہاں۔ یہ اعتراف کرلیا جائے۔ لیکن ابھی سپر ماسٹر کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔ اگرچہ اس نے مائیک ہرارے کے ذریعے دشمنی کی ہے۔ لیکن ہمیں ابھی مصلحت سے کام لینا ہوگا۔"

اعلیٰ حاکم کے پاس جس گمنام شخص کا فون آیا تھا وہ شخص ٹیلی فون بوتھ سے باہر آیا۔ وہ شخص کوئی اور نہیں پارس تھا۔ ہوٹل کے سامنے ہی ٹیلی فون بوتھ سے بولنے کے بعد لان میں آکر بیٹھ گیا۔ بیرے کو ایک کپ کافی لانے کا آرڈر دیا۔ اسے یقین تھا کہ ابھی ثی تارا فون پر ہونے والی گفتگو سنانے آئے گی۔

وہ آنے والی تھی اعلیٰ حاکم کے دماغ سے پہلے یہ معلوم کررہی تھی کہ اس کے اور برین آدم کے درمیان کیا باتیں ہورہی ہیں۔ وہ اپنے مشترکہ فیصلے کے مطابق ایم آئی ایم کی بے گناہی کا اعتراف کرنے کے لیے تیار ہوگئے تھے۔ ایسے ہی وقت پرسنل سیکریٹری نے اعلیٰ حاکم کو اطلاع دی کہ امریکی صدر فون پر گفتگو کرنے والے ہیں۔

ثی تارا اسی اعلیٰ حاکم کے دماغ میں رہ گئی۔ برین آدم نے اعلیٰ حاکم سے کہا۔ "آپ امریکی صدر سے گفتگو کریں۔ ہمیں اندازہ ہے کہ مائیک ہرارے کی واپسی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ میں ٹیری آدم کو بھیج رہا ہوں۔ وہ آپ کے اندر رہ کر موجودہ حالات کے مطابق معقول جوابات دے گا۔"

ایک منٹ کے اندر ہی ثی تارا نے اعلیٰ حاکم کے اندر ٹیری آدم کی سوچ کی لہریں سنیں۔ وہ بول رہا تھا۔ "سر! میں حاضر ہوں۔ آپ امریکی صدر سے گفتگو کریں۔"

گفتگو کا آغاز ہوا۔ ادھر سے امریکی صدر نے کہا۔ "ہمارے درمیان کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ ہم یہ غلط فہمی دور کردیں گے۔ مائیک ہرارے ہمارا بہت اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ آپ اسے آج ہی پہلی فلائٹ سے واپس بھیج دیں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مائیک ہرارے کے خیالات پڑھے ہیں اور کسی کے بھی چور خیالات خیال خوانی کرنے والوں سے نہیں چھپتے۔ سپر ماسٹر نے باقاعدہ پلاننگ کے تحت ہرارے کی ٹیلی پیتھی جاننے والی صلاحیت کو ہم سے چھپایا۔ ہرارے کے چور خیالات نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ یہودی تنظیم کی جڑوں تک پہنچنے یہاں آیا تھا۔ ایسی صورت میں کیا وہ ہمارا مجرم نہیں ہے؟"

"ایسے جرائم آپ کے اہم عہدیداروں نے بھی کیے ہیں۔ ہمارے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا تابعدار بنالیا۔ لیکن ہم چند سیاسی مجبوریوں کے باعث خاموش رہے۔ لہٰذا آپ بھی بحث مباحثے کے بغیر ہرارے کو واپس کردیں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "میں آپ کے مطالبے کو نہیں ٹھکراؤں گا کیونکہ ہم اسرائیلی اور امریکی ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن میں پہلے یہاں کے یہودی اکابرین کے سامنے آپ کا مطالبہ پیش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اکابرین ہمارے آپس کے تعلقات خوشگوار رکھنے کے لیے مائیک ہرارے کو واپس کرائیں گے۔"

"لیکن واپسی آج ہی ہوجائے۔"

"آپ کی یہ جلد بازی مائیک ہرارے کی جان لے لے گی۔ کیونکہ وہ بری طرح زخمی ہوا ہے۔ آپ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے دماغ میں بھیج کر معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے رپورٹ دی ہے کہ وہ واقعی بے ہوش ہے۔ وہ ہوش میں آئے تو اسے بھیجا جاسکتا ہے۔"

"آپ سمجھ دار ہیں۔ جب تک ڈاکٹرز اسے سفر کی اجازت نہ دے اس وقت تک اسے بھیجنا کیا مناسب ہوگا؟ کیا آپ چاہیں گے کہ سفر کے دوران اس کی حالت اور خراب ہوجائے۔"

"ٹھیک ہے۔ جب وہ ہوش میں آئے گا تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں جاکر اُس کی صحیح حالت معلوم کریں گے۔ آپ ڈاکٹر کی نہیں ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی رپورٹ کے مطابق اسے سفر کرنے اور یہاں آنے دیں۔"

"آپ جیسا چاہیں گے، ویسا ہی ہوگا۔ آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے سفر کے قابل سمجھیں گے تو اسے بھیج دیا جائے گا۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ ثی تارا پارس کے پاس آئی تو وہ ہوٹل کے لان میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور کافی کا کپ خالی کرچکا تھا۔ اس نے پارس کو پہلے ایم آئی ایم کے ایک گمنام شخص اور اعلیٰ حاکم کی گفتگو سنائی پھر اعلیٰ حاکم اور امریکی صدر کی باتیں بتاتے ہوئے کہا "اس گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعی سپر ماسٹر کی چال تھی اور اس نے مائیک ہرارے کو ایم آئی ایم کا سربراہ بناکر اس زبردست اسکیم کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ یہودی خفیہ تنظیم تک پہنچ جائے۔"

پارس نے کہا۔ "ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ میں نے کوئی گڑبڑ کی ہے اور کسی فراڈ سربراہ کو بھیجا ہے۔ اب تم نے خود ہی دو ملکوں کے سربراہوں کی گفتگو سن لی اور حقیقت بھی معلوم کرلی۔"

"ہاں۔ یہ میری بھول تھی۔ میں سمجھ رہی تھی کہ تم مجھ پر بھروسا نہیں کرتے ہو اور مجھ سے چھپاکر اپنے طور پر چالیں چلتے رہتے ہو۔"

"یہ تمہاری شک کرنے کی عادت کب ختم ہوگی۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں کان پکڑتی ہوں۔ اب کبھی تم پر شک نہیں کروں گی۔ تم بہت اچھے ہو۔"

"جس طرح انگلی سے ناخن جدا نہیں ہوتا اسی طرح عورت کے دل سے شک دور نہیں ہوتا۔ اگر کوئی لڑکی کبھی مجھ سے مسکرا کر باتیں کرے گی تو تم پھر جل بھن جاؤ گی اور یہی شک کرو گی کہ میں اس سے عشق کررہا ہوں۔"

"دیکھو طعنے نہ دو۔ میں کہہ چکی ہوں تم بہت اچھے ہو۔ تم پر کبھی شبہ نہیں کروں گی۔ ویسے تم کہاں ہو؟"

"اسی ہوٹل کے باہر لان میں بیٹھا ہوا سوچ رہا ہوں کہ تم میرے قریب اسی ہوٹل میں ہو۔ پھر بھی تم سے دوری ہے۔ اسی کو مقدر کہتے ہیں کہ آدمی کنوئیں کے پاس پہنچ کر بھی پیاسا رہتا ہے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میں یہاں ہوٹل کے کمرے میں تنہا بور ہورہی ہوں۔ کہو تو ابھی چلی آتی ہوں۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا ہے کہ ہمیں یہاں ایک ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ اسرائیلی جاسوس بیرونی ممالک سے آنے والوں کی اصلیت معلوم کرتے پھر رہے ہیں۔ اگر برا وقت آئے تو ہمیں ایک ساتھ ان کی گرفت میں نہیں آنا چاہیے۔ ہم الگ رہیں گے تو ایک دوسرے کے کام آسکیں گے۔"

وہاں بڑے ہوٹلوں میں گاہکوں کو پھانسنے والی کال گرلز گھومتی رہتی تھیں۔ ایسے ہی وقت ایک عورت نے آکر پارس سے پوچھا۔ "تم تنہا ہو۔ کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

وہ بولا۔ "میں تمہیں کھڑے رہنے سے نہیں روک سکتا۔ بیٹھنے سے کیسے روک سکتا ہوں۔ ضرور بیٹھو۔"

وہ مسکرا کر اس کے سامنے میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ پارس بھی مسکرانے لگا۔ ثی تارا نے پوچھا۔ "یہ کیا ہورہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔ ایسے میں مسکرانا میرا بھی اخلاقی فرض بنتا ہے۔"

"مگر یہ کہاں سے مرنے آگئی ہے؟"

"میرا خیال ہے، مجھ پر مرنے نہیں آئی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم کہہ رہی تھیں کہ مجھ پر کبھی شبہ نہیں کروگی۔ میں کسی سے مسکرا کر بولوں گا تو میری مسکراہٹ کو عشق نہیں سمجھو گی۔"

"میں تم پر شبہ نہیں کررہی ہوں۔ اس کے آنے پر اعتراض کررہی ہوں۔"

"بات تو ایک ہی ہے تم کسی عورت کو میرے قریب نہیں دیکھ سکتیں۔ تمہارے اندر کا شک کہتا ہے کہ میں اس عورت پر مرمٹوں گا۔ اعتراف کرلو کہ تم شکی ہو۔"

"میں تم پر شک نہیں کررہی ہوں۔ ابھی اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے وہاں سے دور جانے پر مجبور کروں گی۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کال گرل قسم کی عورت کو پارس سے دور کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچی لیکن واپس آگئی۔ پھر پارس کے اندر پہنچی۔ وہ عورت میز پر پارس کے قریب جھک کر کہہ رہی تھی۔ "اچھا تو تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ دیکھو انکار نہ کرنا۔ ابھی تم آنا چاہتے تھے۔ میں نے سانس روک لی۔"

پارس سمجھ گیا۔ ثی تارا کے حسد جلن سے بات بگڑنے والی تھی۔ وہ بولا۔ "آج کل ٹیلی پیتھی کا بڑا زور ہے جسے دیکھو، وہ اسی ایک موضوع پر گفتگو کرتا ہے۔ تم بھی یہی کررہی ہو۔ ویسے مجھے یقین نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے دماغ میں پہنچ جاتا ہے اور اگر دوسرا سانس روک لے تو پہلا اپنے گھر واپس آجاتا ہے۔"

اس عورت نے اپنا پرس کھولا۔ پھر اس میں سے ایک پستول نکال کر اسے نشانے پر رکھ کر کہا۔ "تمہاری باتوں میں مکاری چھپی ہوئی ہے۔ کیا تم کسی کو اپنے دماغ میں آنے دو گے یا یوگا کا مظاہرہ کرو گے۔"

"میرا دماغ خراب ہوا ہے کہ یوگا کا مظاہرہ کروں؟ تم پستول سے زخمی کرکے میرے اندر چلی آؤ گی۔ جب کہ میری گھروالی بڑی شکی ہے۔ کسی عورت کو میرے کمرے کے اندر نہیں آنے دیتی ہے۔"

اس عورت نے دوسرا ہاتھ پرس میں ڈالا اور ایک موبائیل فون نکال کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ثی تارا نے میرے اندر آکر کہا۔ "او گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ کوئی جاسوسہ اور یوگا کی ماہر ہوگی۔ تم جلدی بتاؤ کیا میں باہر آکر اسے زخمی کروں اور اسے اپنے قابو میں کرلوں۔"

"میں تمہارے قابو میں ہوں۔ اسی خیال سے خوش رہو اور اپنی طرف سے کوئی حماقت نہ کرو۔ بالکل خاموش رہو۔"

وہ عورت رابطہ ہونے کے بعد کہہ رہی تھی۔ "ہیلو۔ میں ایک شخص کی آواز سنا رہی ہوں۔ اسے چیک کرو۔"

پھر اس عورت نے فون کو پارس کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔ "اپنا اور اپنے ملک کا نام بتاؤ۔"

پارس نے کہا۔ "میرا نام بنجامن فرائڈ ہے۔ لندن کا رہنے والا ہوں۔ لندن سے لبنان آیا تھا۔ وہاں سے اب اس شہر میں تمہارا پستول دیکھنے آیا ہوں۔"

اس عورت نے اس فون ریسیور کو کان سے لگا کر پوچھا۔ "کیا اتنا کافی ہے یا اور اس کی باتیں سناؤں؟"

اس نے دوسری طرف کی باتیں سن کر فون بند کردیا۔ پھر مسکرا کر بولی۔ "کیا پیو گے؟ ٹھنڈا یا گرم؟"

"ابھی تو تم مجھے ٹھنڈا کررہی ہو۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ ٹیلی پیتھی کا کیا چکر ہے؟ کون تمہارے دماغ میں آرہا تھا اور تم نے کیسے سانس روک لی۔ پھر سانس روکنے کے بعد زندہ کیسے ہو۔ کچھ پتا نہیں چل رہا ہے کہ سانس لے رہی ہو یا نہیں؟"

وہ بولی۔ "تم بولتے بہت ہو۔ ابھی تمہاری بولتی بند ہوجائے گی۔"

وہاں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں تالبوٹ اور موتارو کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ تل ابیب میں پھیلے ہوئے تمام سراغرسانوں کے منتظر رہیں۔ جیسے ہی کوئی یہودی جاسوس کسی پر شبہ کرے اور اس

مشکوک آدمی کی آواز سنائے تو ایسے کسی آدمی کے اندر پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کرے۔

ٹالبوٹ اس وقت پارس کے دماغ میں تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا پارس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ وہ جس بہروپ میں رہتا تھا اس کا دماغ اسی بہروپ کو ظاہر کرتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ٹالبوٹ نے اُس جاسوسہ سے کہا۔ "یہ واقعی بنجامن فرائڈ ہے۔ یہ جو کہہ رہا ہے۔ وہی اس کا دماغ بھی کہہ رہا ہے۔ تم اس پر شبہ کیوں کررہی ہوں؟"

"ابھی میں اس کے پاس آکر بیٹھی۔ پھر اس سے دو باتیں کرنے کے بعد میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ میں حیران ہوں کہ یہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تو پھر وہ کون ہے جو میرے اندر آنا چاہتا تھا۔"

ٹالبوٹ نے پوچھا۔ "یاد کرو۔ اس بنجامن فرائڈ سے پہلے اور کتنے لوگوں سے ملتی رہی ہو۔ کوئی ہوٹل کے اندر یا باہر چھپا ہوا تمہارے اندر پہنچنا چاہتا ہے۔ تم نے یوگا کا مظاہرہ کیا تھا وہ خیال خوانی کرنے والا محتاط ہوگیا ہے۔ اب وہ تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ کہیں دور چلا جائے گا۔"

وہ بولی۔ "ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ یہ شخص بنجامن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلہ کار اور تابعدار ہو۔ اُس پر تنویمی عمل کیا گیا ہو اور اسے خبر نہ ہو۔"

"ہاں ایسا ہوتا ہے۔ اکثر معمول اور تابعدار بننے والے کو یہ پتا نہیں چلتا کہ اس پر کبھی تنویمی عمل کیا گیا ہے۔"

وہ جاسوسہ سر جھکائے خاموش رہ کر سوچ کے ذریعے ٹالبوٹ سے باتیں کررہی تھی۔ ثی تارا نے پارس کے ذریعے جاسوسہ کا یہ انداز دیکھا تو سمجھ گئی کہ وہ اپنے دماغ میں کسی کی باتیں سن رہی ہے۔ ثی تارا ایک بار اُس جاسوسہ کے اندر جانے کی غلطی کرچکی تھی۔ اب دوسری بار گئی تو غلطی نہیں ہوئی۔ جاسوسہ کے اندر پہلے سے خیال خوانی کرنے والا بول رہا تھا اس لیے اس نے ثی تارا کی موجودگی کو محسوس نہیں کیا۔

وہ ان کی باتیں سننے لگی۔ جاسوسہ کہہ رہی تھی۔ "اگر تم مسلسل بنجامن کے دماغ میں رہو گے تو اُس کا عامل پھر اس کے اندر آئے گا اور ہمارے ملک کے خلاف اس آلہ کار سے کوئی کام لے گا۔"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "میں اس قدر مصروف ہوں کہ تل ابیب کے جس علاقے سے یا مختلف سرکاری شعبوں سے ہمارا کوئی جاسوس فون پر کال کرتا ہے۔ میں وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ پھر وہ جس پر شبہ کرتا ہے میں اس کے چور خیالات پڑھتا ہوں۔ ذرا ایک منٹ۔ پھر کوئی جاسوس مجھے موبائل فون پر کال کررہا ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ جاسوسہ نے مسکرا کر پارس کو دیکھا پھر کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم پر شبہ کیا۔ ادھر کچھ عرصے سے بیرونی ملکوں کے ایجنٹ اور تخریب کار ہمارے ملک میں آرہے ہیں۔ اسی لیے ہم نے اُن چھپے ہوئے دشمنوں کو پہچاننے کا یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ بائی دی وے، تم ہمارے مطلوبہ افراد میں سے نہیں ہو۔"

"مجھے خوشی ہورہی ہے کہ میں شک و شبہ سے بالاتر ہوگیا ہوں۔ اس خوشی میں تمہیں لیمن اسکواش پلاؤں گا۔"

اس نے ویٹر کو بلا کر دو گلاس ٹھنڈے مشروب کا آرڈر دیا۔ ثی تارا نے کہا۔ "پارس! ابھی ذرا دیر پہلے میں اس کے اندر گئی تو اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ اس کے اندر ایک یہودی خیال خوانی کرنے والا بول رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا وہ بولنے والا ابھی آکر میرے اندر تمہاری باتیں نہیں سنے گا۔"

"نہیں اسے دوسرے جاسوس نے کال کی ہے۔ وہ وہاں کی مشکوک فرد کے خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ اسی لیے موقع پاکر تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"خود کو بہت زیادہ عقلمند نہ سمجھو۔ میں سختی سے تاکید کرتا ہوں کہ جب تک میں موبائل پر تم سے رابطہ نہ کروں تم مجھ سے دماغی رابطہ نہ کرنا۔ بہت ضرورت ہو تو پہلے موبائل فون پر اپنی آواز بدل کر کسی فلرٹ کرنے والی لڑکی کے انداز میں بولنا۔ میں تمہیں پہچان کر اپنے حالات کے مطابق تمہیں دماغ میں آنے دوں گا۔ اب جاؤ۔"

"تم نے میری پوری بات نہیں سنی اور جانے کو کہہ رہے ہو۔ وہ یہ شبہ کررہے ہیں کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار......"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پارس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اسے غصہ آرہا تھا کہ پارس نے اس کی پوری بات بھی نہیں سنی اور اسے اپنے پاس سے بھگا دیا۔ پھر اسے اپنی غلطی کا بھی احساس تھا کہ اس نے انجانے پن میں ایک ایسی یہودی جاسوسہ کے اندر جانے کی کوشش کی تھی جو یوگا کی ماہر تھی اور اس طرح اس نے پارس کو ایک مشکل میں ڈال دیا تھا۔

غلطی کا احساس ہونے کے باوجود یہ حسد اور جلاپا تھا کہ وہ عورت پارس کے پاس بیٹھی لیمن اسکواش کیوں پی رہی ہے اور کیوں اس کے ساتھ وہاں وقت گزار رہی ہے؟ وہ چاہتی تھی کسی طرح اسے وہاں سے بھگا دے۔

اسے پارس سے دور کرنے کا ایک راستہ تھا۔ ثی تارا اس جاسوسہ کے دماغ میں جب اس کی اور ٹالبوٹ کی باتیں سن رہی تھی، تب اُس نے جاسوسہ کے چور خیالات سے وہ کوڈ ورڈز معلوم کیے تھے جنہیں یہودی خیال خوانی کرنے والے جاسوسہ کے اندر پہنچتے ہی ادا کرتے تھے۔

وہ تھوڑی دیر تک اپنی ایک پلاننگ پر غور کرتی رہی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرکے اس نے جاسوسہ کے دماغ میں پہنچتے ہی مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر اُس سے پوچھا۔ "یہ تم اپنی ڈیوٹی ادا کررہی ہو یا اس نوجوان کے ساتھ تفریح کا شوق پورا کررہی ہو؟"

جاسوسہ نے ذرا حیرانی سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"اگر مجھے نہیں پہچانتی ہو تو موٹی عقل سے سمجھ سکتی ہو کہ اس ملک میں جتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ ان میں ایک ہی عورت الپا ہے۔ میں اور ٹیری آدم دوسرے یہودی خیال خوانی کرنے والوں کی نگرانی کرتے ہیں اسی لیے مجھے یہ کوڈ ورڈز معلوم ہیں، جو میں نے ابھی ادا کیے ہیں۔"

جاسوسہ نے کہا۔ "سوری میڈم! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ اہم مصروفیات کے دوران ہماری بھی نگرانی کرتی ہیں۔ ویسے میں اِس نوجوان کے ساتھ تفریحی وقت نہیں گزار رہی ہوں۔ بلکہ......"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ٹالبوٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں آگیا ہوں۔ مگر یہ تم کس سے باتیں کررہی ہو؟"

وہ بولی۔ "یہ تم خیال خوانی کرنے والوں کی میڈم الپا ہیں۔ تم ذرا انہیں بتاؤ کہ میں یہاں وقت ضائع نہیں کررہی ہوں۔"

اُس نے پوچھا۔ "ہیلو میڈم! کیا واقعی آپ یہاں موجود ہیں۔"

ثی تارا نے کہا۔ "ہاں میں معلوم کرتی پھر رہی ہوں کہ ہمارے تمام جاسوس ذمے داری سے فرائض ادا کررہے ہیں یا نہیں؟"

وہ بولا "لیکن میڈم! میں آپ کی آواز اور سوچ کے لہجے کو پہچانتا ہوں۔ آپ دوسری آواز میں کیوں بول رہی ہیں۔"

"میں حالات کو سمجھ کر مصلحتاً آواز اور لہجہ بدل لیا کرتی ہوں۔"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "میں آپ کا ماتحت ہوں۔ پھر بھی اپنے اطمینان کے لیے چاہوں گا کہ آپ میرے دماغ میں آئیں اور جو کوڈ ورڈز میرے لیے مخصوص ہیں، انہیں ادا کریں۔"

ثی تارا مشکل میں پھنس گئی۔ اگر وہ کسی طرح ٹالبوٹ کے چور خیالات پڑھ چکی ہوتی تو اسے اُن مخصوص کوڈ ورڈز کا علم ہوتا۔ مگر ہر یہودی خیال خوانی کرنے والے کے لیے الگ الگ کوڈ ورڈز تھے۔ ٹالبوٹ کے دماغ میں جاکر کون سے مخصوص الفاظ ادا کرنے ہیں، وہ نہیں جانتی تھی۔

ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لینے سے ذہانت نہیں مل جاتی اور نہ ہی موقع محل کے مطابق حکمت عملی اختیار کرنا آجاتا ہے۔ اُس کے لیے بڑی مشق، بڑی ریاضت اور مخصوص تربیت لازمی ہوتی ہے۔ وہ سوچتی رہ گئی کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟

ٹالبوٹ نے پوچھا۔ "میڈم الپا! آپ خاموش کیوں ہیں؟ کیا میرے پاس آنے کے مخصوص کوڈ ورڈز بھول گئی ہیں۔ یا تم دشمن خیال خوانی کرنے والی ہو اور ہماری میڈم بن کر ہم سے فراڈ کررہی ہو؟"

وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ اس کی خاموشی اُس کے فراڈ کو ظاہر کررہی تھی۔ جاسوسہ نے کہا۔ "جو ہمیں فریب دے رہی تھی۔ وہ شاید میرے دماغ سے بھاگ گئی ہے۔"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "وہ بھاگ گئی ہو یا موجود ہو۔ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ تمہارے سامنے بیٹھا ہوا نوجوان اس خیال خوانی کرنے والی کا ساتھی ہے۔ یا پھر ہمارے پہلے خیال کے مطابق یہ جوان اس عورت کا معمول اور تابعدار ہے۔ اسے اپنی نظروں میں رکھنا ہوگا۔"

جاسوسہ نے کہا۔ "تم میرے اندر ہو۔ میں محسوس نہیں کرسکتی کہ وہ چلی گئی ہے یا ہماری باتیں سن رہی ہے۔ اگر سن رہی ہے تو ابھی اس نوجوان کے بارے میں کچھ نہ بولو۔ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے۔ یہ میں طے کرلوں گی۔ تم جاسکتے ہو۔"

یہ سنتے ہی ثی تارا اس کے دماغ سے نکل کر پھر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہوگئی۔ اس کے جی میں آرہا تھا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دیوار سے سر ٹکرائے۔ اُس نے اپنی عقل سے کام لے کر اور میڈم الپا بن کر اپنے پارس کے لیے بہت زیادہ خطرات پیدا کردیئے تھے۔ جس محبوب کے لیے جسم ہی نہیں جان بھی دینے کو تیار رہتی تھی، اُس کے اطراف دشمنوں کی دیوار کھڑی کردی تھی۔

اب دیوار سے سر کو ٹکرانے سے، خود کو سزائیں دینے سے اور شرم سے مرجانے سے وہ پارس کو نہیں بچا سکتی تھی۔ اس کے لیے کوئی تدبیر ضروری تھی۔ دانشمندی تو یہی تھی کہ پہلے وہ پارس کو خطرات سے آگاہ کردیتی۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ وہ ناراض ہوجاتا۔ اسے چھوڑ کر چلا جاتا۔ لیکن اپنی غیر معمولی ذہانت سے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکتا تھا اور کہیں پناہ لے کر خود کو محفوظ رکھ سکتا تھا۔ اس نے موبائل فون اٹھا کر اس سے رابطہ کرنا چاہا۔ پتا چلا کہ پارس نے اپنا موبائل فون بند رکھا ہے اور ایسا کرنے میں مصلحت سمجھ میں آرہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جاسوسہ اُس کے قریب رہے تو ثی تارا اُس سے فون پر بھی رابطہ کرے اور دماغی رابطے کے سلسلے میں وہ اسے سختی سے منع کرچکا تھا۔

وہ پریشانی سے کمرے میں ٹہلنے لگی۔ پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ "پاپا! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوچکی ہے۔ اس غلطی کی وجہ سے یہودی جاسوس اور خیال خوانی کرنے والے پارس پر شبہ کرنے لگے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "تفصیل سے بتاؤ تم سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ اور پارس پر کس طرح کا شبہ کیا جارہا ہے؟"

وہ تمام واقعہ بتانے لگی۔ میں نے سننے کے بعد کہا۔ "میں نے تمہیں پارس کے ساتھ رہنے کا موقع اس لیے دیا ہے کہ تم ٹیلی

پیتھی کے علاوہ حاضر دماغی سے بھی کام لینا سیکھو۔ کوئی بھی قدم اٹھاتے وقت اُس کے ہر پہلو پر غور کرو۔ تمہیں میڈم الپا بننے کی ضرورت کیا تھی۔ کیا موٹی عقل سے بھی یہ نہیں سوچ سکتی تھیں کہ تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کی آواز اور انداز کو اچھی طرح سمجھتے ہوں گے اور اُن کے کوڈ ورڈز بھی ہر ایک کے لیے مختلف ہوں گے۔"

"میں شرمندہ ہوں۔ مجھ سے یہ ایک زبردست غلطی ہوگئی۔"

"میری فیملی میں کوئی لڑکی نہ آنسو بہاتی ہے اور نہ اپنی غلطی پر پچھتا کر وقت ضائع کرتی ہے۔ جب کوئی غلطی کرتی ہے تو اس کا توڑ بھی خود ہی کرتی ہے۔ بہتر ہے کہ تم خود کو میری فیملی کے قابل ثابت کرو۔ اپنی ذہانت کو کام میں لاؤ۔ اور یاد رکھو کہ بدحواسی میں اور پریشانی میں ذہانت کبھی کام نہیں آتی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ ذہانت سے کام لوں گی۔ لیکن میری ایک مدد کریں۔ پارس کو خطرات سے آگاہ کردیں۔ وہ آپ کا بیٹا ہے۔ اس نے مجھ سے رابطہ ختم کردیا ہے۔ آپ سے ضرور بات کرے گا۔"

یہ اُس کی حکمت عملی ہے کہ اس نے رابطہ ختم کیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم اس کے تحفظ کے لیے کیسی حکمت عملی اختیار کروگی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے بیٹے کے لیے اور تمہارے چاہنے والے کے لیے کچھ نہیں کروں گا۔ اب جاؤ۔"

میرے سانس روکتے ہی وہ پھر دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہوگئی۔ اب اسے پھر پریشان ہوکر ٹہلنا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے ذہن میں میری یہ بات نقش ہوگئی تھی کہ میری فیملی میں کوئی لڑکی نہ آنسو بہاتی ہے اور نہ اپنی غلطی پر پچھتا کر وقت ضائع کرتی ہے۔ جب کوئی غلطی کرتی ہے تو اس کا توڑ بھی خود ہی کرتی ہے۔

میری ان باتوں نے اس کے اندر یہ ضد پیدا کی کہ وہ خود کو میری فیملی کے قابل ثابت کرے گی۔ وہ سامنے والی دیوار کو تکنے لگی اور کوئی کام کی بات سوچنے کے لیے پچھلے تمام حالات کا جائزہ لینے لگی۔

ایسے ہی وقت جوجو نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا اور کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "ابھی پاپا نے بتایا ہے کہ تم الجھن میں مبتلا ہو اور تم نے پارس کو کسی مصیبت میں ڈال دیا ہے۔"

"ہاں۔ میں نے یہ غلطی کی ہے اور اس کی تلافی کروں گی۔"

"کیوں پریشان ہوتی ہو۔ اس کے مقدر میں زندگی ہوگی تو وہ جی لے گا۔"

"جوجو! میں حیران ہوں کہ تم پارس کی شریک حیات ہوکر اس کے لیے ایسی بات کہہ رہی ہو۔"

"میں تو بس نام کی شریک حیات ہوں۔ پہلی بار جب میں اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی تو اس زہریلے شوہر کے زہریلے خون نے مجھے موت کے بالکل قریب پہنچا دیا تھا۔ میری کوکھ میں وہ بچہ مکمل نہ ہوسکا۔ بابا صاحب کے ادارے کے تجربہ کار ڈاکٹروں نے مجھے کسی طرح بچالیا۔ مگر یہ واضح طور سے کہہ دیا کہ آئندہ میں شوہر کے قریب نہ جاؤں۔ میں ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہی ہوں۔ بس نام کی بیوی ہوں۔"

ثی تارا نے کہا۔ "میں نہیں جانتی تھی کہ تم ایسے حالات سے دوچار ہوتی رہی ہو۔ کیا اب پارس کا سامنا نہیں کرتی ہو۔"

"کیوں نہیں؟ جب بھی وہ یہاں بابا صاحب کے ادارے میں آتا ہے تو زیادہ سے زیادہ وقت میرے ہی ساتھ گزارتا ہے۔ ایک شوہر کی طرح نہیں، ایک دوست کی طرح۔ وہ بچپن سے مجھے چاہتا ہے۔"

"تم بھی اسے چاہتی ہو۔ پھر یہ کیوں کہہ رہی تھیں کہ اس کے مقدر میں زندگی ہوگی تو وہ جی لے گا۔ تمہاری اس بات میں اپنائیت نہیں غیریت ہے۔"

"کوئی اپنے مقدر سے زیادہ نہیں جیتا۔ پھر پارس نے کیا قیامت تک جینے کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔ پاپا کی فیملی میں ہر عورت اپنے مرد کے لیے یہی سوچتی ہے کہ کسی دن، کسی بھی لمحے میں وہ اپنے بیوہ ہونے کی خبر سنے گی۔"

"پلیز ایسی باتیں نہ کرو۔ میں پارس کے لیے ایسا سوچنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔"

"پھر تو تم اسے موجودہ مصائب سے کبھی نہیں بچا سکوگی۔ جو عورت اپنے چاہنے والے کی فکر میں مبتلا رہتی ہے وہ کبھی ذہانت سے کام لے سکتی ہے نہ اپنی غلطی کی تلافی کرسکتی ہے۔"

جوجو چلی گئی۔ اس نے بھی میری اُس بات کو دوسرے انداز میں کہا تھا کہ اپنی غلطی کا توڑ خود کرنا چاہیے۔ ثی تارا پھر سوچ میں پڑگئی۔ مگر زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ اس بار باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرکے پوچھا۔ کیا اُس گدھے کے لیے پریشان ہورہی ہو؟"

"اس نے ناگواری سے پوچھا "یہ تم کسے گدھا کہہ رہی ہو؟"

"اسی گدھے کو کہہ رہی ہوں، جو خود کو تیس مار خان سمجھتا رہتا ہے۔ میں تمہیں مشورہ دینے آئی ہوں کہ اس کی فکر میں اپنی صحت برباد نہ کرو۔ خوش رہا کرو۔ دنیا میں گدھوں کی کمی نہیں ہے۔ دوسرا مل جائے گا۔"

"بکواس نہ کرو۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

"تمہارے بھگانے کا انداز بتا رہا ہے کہ اپنے محبوب کو ضرور واپس لاؤگی اسی لیے کمرا خالی کرا رہی ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی چلی گئی۔ اس کے اس انداز نے یہ حوصلہ پیدا کیا کہ وہ اپنے محبوب کو خطرات سے نکال کر اسی کمرے میں لائے گی۔ وہ پھر مختلف پہلوؤں سے اپنے حالات کا جائزہ لینے لگی۔ ایک راستہ یہ سجھائی دے رہا تھا کہ پارس کی نگرانی کرنے والے دشمنوں کو دوسری طرف بھٹکانا چاہیے۔ مگر کیسے بھٹکانا چاہیے۔"

وہ پھر زیادہ دیر سوچ نہ سکی۔ اس بار سونیا ثانی نے اسے مخاطب کرکے کہا۔ "اللہ میاں نے میری دعا سن لی۔ آخر اونٹ پہاڑ کے نیچے آگیا۔ اب چھوڑو اسے۔ شیطان کا جو انجام ہونا چاہیے، وہی اس کا انجام ہوگا۔"

اس بار ثی تارا نے قہقہہ لگایا۔ اس کی سمجھ میں آگیا کہ میری فیملی میں جتنی خیال خوانی کرنے والیاں ہیں، وہ مختلف انداز میں اسے غصہ بھی دلا رہی ہیں اور پارس کے لیے کچھ کر گزرنے کی ترغیب بھی دے رہی ہیں۔

ثانی نے کہا۔ "شاباش! اسی طرح قہقہے لگاؤ۔ کسی شیطان کی فکر کرنے سے خون خشک ہوتا ہے۔"

وہ بولی۔ "ثانی! پاپا کی فیملی میں سب ہی میرے پارس کو چاہتے ہیں اور سب سے زیادہ تو تم چاہتی ہو۔ تمہارے آنے سے یہ عقل آئی ہے کہ ہنستے رہنے سے اور دماغ کو تر و تازہ رکھنے سے مسائل کے حل ڈھونڈنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا ہے۔ میں اپنے پارس کے آس پاس سے دشمنوں کو اس طرح بھگاؤں گی جیسے حلوائی مٹھائی پر سے مکھیوں کو بھگاتا ہے۔ جوجو اور باربرا سے کہنا، میں ان کا شکریہ ادا کررہی ہوں۔ اور تمہارا کیا شکریہ ادا کروں، تم نے تو میرے اندر بارود بھردی ہے۔"

ثانی ہنس کر چلی گئی۔ ثی تارا نے صوفہ کی پشت سے ٹیک لگاکر آنکھیں بند کرلیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے شطرنج کی بساط بچھالی۔ پھر تمام فکر و پریشانی سے نجات حاصل کرکے طرح طرح کی چالیں سوچنے لگیں۔

پھر اُس نے بیس منٹ کے بعد ہی مسکرا کر آنکھیں کھولیں۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اسرائیل کے حاکم اعلیٰ کے پاس پہنچ کر بولی۔ "میں بول رہی ہوں۔ تم میرا نام نہیں جانتے۔ اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ میں دمشق میں رہنے والی مشروبہ کے دماغ میں جاکر ایم آئی ایم کے سربراہ کی نمائندگی کرتی رہی ہوں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ایم آئی ایم کے سربراہ کے ایک نمائندے نے مجھ سے فون پر باتیں کی تھیں۔ ہم نے مطالبہ مان لیا ہے اور ابھی سٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کو بتائیں گے کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے تحریری طور پر یا کسی نمائندے کو بھیج کر تل ابیب آنے کی بات نہیں کی تھی۔ کسی دشمن تنظیم نے ایم آئی ایم کو بدنام کرنے کے لیے ایک چال چلی تھی، جو ناکام رہی۔"

ثی تارا نے کہا۔ "ہمیں یقین ہے کہ تم لوگ دنیا کے سامنے اب ہمارے حق میں بولوگے۔ لیکن میں تمہارے ملک کی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دیں گی۔ لہٰذا الپا تمہارے دماغ میں آئے تم اس سے رابطہ کرو۔ میں دس منٹ کے بعد آؤں گی۔"

اُس نے اعلیٰ حاکم کو دس منٹ کا وقت دیا۔ پھر اس کے دماغ میں گئی اور پوچھا "کیا الپا موجود ہے؟"

الپا نے کہا۔ "ہاں میں الپا بول رہی ہوں۔ اگر تمہارا تعلق ایم آئی ایم سے نہ ہوتا تو میں ابھی نہ آتی۔ کیونکہ دوسرے معاملے میں بے حد مصروف ہوں۔ بہتر ہے ٹو دی پوائنٹ گفتگو ہوجائے۔"

ثی تارا نے کہا۔ "میں بھی بہت مصروف ہوں۔ مختصری بات یہ ہے کہ ہمیں ایک فراڈ سربراہ کے پیچھے اس مائیک ہرارے کا علم ہوچکا ہے جس کا تعلق سپر ماسٹر سے ہے۔ یوں صاف ظاہر ہوچکا ہے کہ امریکا نے ایم آئی ایم کو بدنام کرنا چاہا تھا۔"

"ہاں۔ مائیک ہرارے کے حوالے سے سپر ماسٹر اور امریکا پر ہی الزام آئے گا۔ لیکن امریکا ہمارا دوست ہے اور سپر ماسٹر نے تمہاری تنظیم کو بدنام کرنے کی سازش نہیں کی ہے۔"

"الپا! ابھی تم نے ٹو دی پوائنٹ باتیں کرنے کو کہا اور اب خود بات بڑھا رہی ہو۔ یہ بھول رہی ہو کہ ٹی وی اسکرین پر ہرارے کے زخمی ہوتے ہی میرے علاوہ ایم آئی ایم کی دوسرے خیال خوانی کرنے والے ہرارے کے اندر پہنچے تھے۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ ہم نے ہرارے اور سپر ماسٹر کی سازش کو کس حد تک معلوم کیا ہے۔"

"تمام دنیا کے ٹی وی اسکرین پر اُن مناظر کو پیش کرنے کا نقصان یہ ہوا ہے کہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بھی زخمی ہرارے کے چور خیالات پڑھے ہوں گے۔ بائی دی وے، تم اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ سپر ماسٹر نے ہماری تنظیم کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اُس کے جواب میں اسرائیلی حکام کی طرف سے سپر ماسٹر کو بدنام کیا جائے۔ اس کی سازش کو دنیا والوں کے سامنے پیش کیا جائے۔"

"ہمیں مشکل میں نہ ڈالو۔ امریکا سے ہمارے اچھے تعلقات ہیں۔ تمہارے سربراہ کے لیے یہ بات اطمینان بخش ہوگی کہ ہم ایم آئی ایم کی حمایت میں دنیا والوں کے سامنے ابھی ایک گھنٹے بعد بول رہے ہیں۔"

"الپا! تم اپنے اکابرین سے کہو کہ ہمارے خلاف سازش کرنے والوں کو ہم معاف نہیں کریں گے۔ ٹی وی کے ذریعے سازش کرنے والوں کے نام پیش نہیں کیے جائیں گے تو ہم تل ابیب میں امریکیوں کا جینا حرام کردیں گے۔ ہمارے کئی جاں نثار مجاہدین یہاں آپہنچے ہیں۔ لیکن ابھی کچھ عرصہ مجاہدین کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ ہم دوسری چال چل رہے ہیں۔"

"شاطر اپنی چال پہلے سے کسی کو نہیں بتاتے۔ تم بھی نہیں بتاؤگی؟"

"ضرور بتاؤں گی تاکہ معلوم تو ہو کہ ہم لڑتے بھی ہیں تو دشمنوں کے ہی ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے جتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں، انہوں نے اب تک تل ابیب کے دس یہودیوں

پر تنویمی عمل کیا ہے۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ اب وہ ہمارے اشاروں پر امریکی انجینئروں' ڈاکٹروں' سیاسی اور فوجی مشیروں کو ہلاک کریں گے۔"

"یعنی تم لوگ سپر ماسٹر کو یہ یقین دلاؤ گے کہ اسرائیل کے یہودی عوام امریکیوں کے جانی دشمن بن گئے ہیں۔"

"ہاں تم لوگ مائیک ہرارے اور سپر ماسٹر کی اس سازش کو چھپاؤ جو ہمارے خلاف کی گئی۔ ہم اپنے طریقہ کار سے سپر ماسٹر وغیرہ کو یہودیوں سے بدظن کریں گے۔"

"اِس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمہاری اس نئی تنظیم نے ہمارے لیے بہت سی مشکلات پیدا کردی ہیں۔ ویسے کیا تم وہی ہو جو ایک گھنٹا پہلے ہماری ایک جاسوسہ کے دماغ میں الپا بن کر آئی تھیں؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔ اُس ہوٹل میں بنجامن فرائڈ نامی ایک یہودی خوبرو جوان ہے۔ میں نے لندن میں اسے دیکھا تھا اور اسے اپنا تابعدار بنالیا تھا۔ تم عورت ہو' تم سے کیا چھپاؤں۔ اس پر میرا دل آگیا ہے۔ اس بیچارے کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ میں اُس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتی ہوں۔ وہ کچھ دنوں بعد لندن واپس جائے گا تو میں اسے مسلمان بنا کر شادی کرلوں گی۔"

الپا نے کہا۔ "میں شادی کی پیشگی مبارکباد دیتی ہوں۔ اگر تم چاہو تو ہم مسٹر بنجامن فرائڈ کو یہاں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیں گے اور اس کے لیے سیکورٹی گارڈز مقرر کردیں گے۔"

"تمہارا شکریہ۔ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تمہارا کوئی پولیس والا' کوئی فوجی یا کوئی جاسوس اُس کے قریب نہ جائے۔ آج جو جاسوسہ اس کے قریب گئی تھی' اسے میں نے نظرانداز کردیا ہے۔ آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ ایسا نہیں ہوگا اور چاہتی ہوں کہ ہم سے امریکا کے معاملے میں سمجھوتا کرو۔ ہمارے اس شہر تل ابیب کو میدان جنگ نہ بناؤ۔ اور یہاں کے کسی امریکی کو نقصان نہ پہنچاؤ۔"

ثی تارا نے ہنس کر کہا۔ "ہم عورتوں کے دل اور جذبات اپنے اختیار میں نہیں رہتے۔ تم نے بنجامن سے شادی کے بارے میں پیشگی مبارک باد دے کر ایک عجیب سی مسرت دی ہے۔ یعنی دوستوں اور دشمنوں میں تم پہلی عورت ہو جس نے سب سے پہلے مبارک باد دی ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ اپنے سربراہ سے آج ہی اس سلسلے میں گفتگو کروں گی۔ بلکہ قائل کروں گی کہ اس ملک میں کسی امریکی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔"

"میں کس زبان سے تمہاری تعریف کروں۔ تم ضدی اور ہٹ دھرم نہیں ہو۔ تم کسی بھی معاملے میں سمجھوتے کے لیے لچک پیدا کرلیتی ہو۔ کیا اپنا نام بتانا پسند کروگی؟"

"ہمارے سربراہ نے خود کو اور ہم سب کو سختی سے گمنام رہنے کی تاکید کی ہے۔ ویسے ماضی میں تم مجھے اچھی طرح جانتی تھیں۔ صرف میں ہی نہیں' ہمارے جتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں' انہیں ماضی میں سب ہی دیکھ چکے ہیں۔ مگر اب ہم سب کے نام اور شخصیتیں بدل گئی ہیں۔"

"کیا مجھ سے پھر رابطہ کروگی؟ دیکھو جب ہماری گفتگو شروع ہوئی تو میں نے کہا تھا' ٹو دی پوائنٹ باتیں کرو۔ یعنی میں پیچھا چھڑانا چاہتی تھی اور اب تمہارا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتی ہوں۔ ہم ذرا سی دیر میں ایک دوسرے کے کتنے قریب آگئے ہیں۔"

"سچ پوچھو تو میں بھی بڑی اپنائیت محسوس کررہی ہوں۔ میں ایک گھنٹے بعد رابطہ کروں گی اور اپنے سربراہ سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بھی بتاؤں گی۔"

"تم نے ہمارے انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا نام سنا ہوگا۔ آئندہ ہماری ملاقات برین آدم کے دماغ میں ہوگی ہمارے حاکم اعلیٰ فون پر چیف سے بات کررہے ہیں۔ تم ان کی آواز سن لو۔"

اعلیٰ حاکم نے فون پر رابطہ کیا تو برین آدم کی آواز سنائی دی "ہیلو فرمایئے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہے؟"

اعلیٰ حاکم نے کہا "ایم آئی ایم کی ایک خیال خوانی کرنے والی محترمہ اور میڈم الپا آپ کے دماغ میں آکر باتیں کرنا چاہتی ہیں۔ کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے؟"

برین آدم نے کہا "اعتراض نہیں ہے لیکن میں مختلف معاملات میں مصروف رہتا ہوں۔ لہٰذا ان دونوں کی ملاقات میرے سیکریٹری کے دماغ میں ہو تو میری مصروفیات میں مداخلت نہیں ہوا کرے گی۔ میں اپنے سیکریٹری کی آواز سنا رہا ہوں۔"

چند لمحوں کے بعد ثی تارا نے سیکریٹری کی آواز سنی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "الپا! تم موجود ہو؟"

"ہاں موجود ہوں۔ اب ایک گھنٹے بعد اسی سیکریٹری کے دماغ میں ہماری ملاقات ہوگی۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اب دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا تھا۔ اس نے پارس کے لئے جو خطرات پیدا کئے تھے اس کا توڑ کرچکی تھی۔ اب کوئی یہودی دشمن اس کے پارس کے قریب نہیں جائے گا۔ اس حد تک اس کی حفاظت کرنے کے بعد وہ سوچنے لگی۔ ان یہودیوں کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ وہ لوگ کہیں سے چھپ چھپ کر یہ معلوم کرنے کے لئے پارس کی نگرانی کریں گے کہ اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی محبوبہ اپنے ایم آئی ایم کے مفادات کے لئے اپنے تابعدار محبوب سے کیسے کیسے کام لے رہی ہے؟ اب یہ ضروری ہوگیا تھا کہ پارس سے رابطہ قائم کرے لیکن کیسے؟ اب سے پہلے اس کے موبائل فون کے نمبر ڈائل کئے تو پتا چلا اس نے فون بند کر رکھا ہے۔ پھر اس نے دماغی رابطہ کرنے سے بھی منع کیا تھا۔ ویسے اب تک خاصی دیر ہوگئی تھی۔ وہ جاسوسہ جو اس کے ساتھ ہوٹل کے لان میں ٹھنڈا مشروب پی رہی تھی' وہ جاچکی ہوگی اور شاید الپا نے بھی اسے تاکید کی ہوگی کہ وہ اس نوجوان بنجامن فرائڈ سے دور چلی جائے۔

اس بار اُس نے پارس کے موبائل فون کو آزمایا تو رابطہ ہوگیا۔ وہ بولی "میں ہوں پلیز فون بند نہ کرنا۔ میں نے جو غلطی کی تھی۔ اس کی تلافی کرچکی ہوں۔ میں نے بگڑی ہوئی بات بنادی ہے۔"

"میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ تم نے اتنی تیز رفتاری سے بگڑی ہوئی بات کیسے بنادی؟"

وہ اسے پوری تفصیل سے تمام باتیں بتانے لگی۔ وہ سب کچھ سننے کے بعد بولا "تم نے کمال کردیا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ عورت کم عقل ہوتی ہے۔"

وہ فخر سے مسکرا کر بولی "آخر میں نے منوالیا کہ میں کم عقل نہیں ہوں۔"

"واقعی مان گیا۔ بھلا کم عقل کیسے ہوسکتی ہے۔ کم عقل اسے کہتے ہیں' جس کے پاس عقل ہوتی ہے اور جب عقل ہوتی ہے تو کم یا زیادہ کا حساب ہوتا ہے۔ میں کم عقل سمجھتا تھا اور تم نے ثابت کردیا کہ عقل ہی نہیں ہے۔"

"کیا بات کررہے ہو؟ کیا میری شاطرانہ چال اور ذہانت سے جل رہے ہو؟ میرے اس کارنامے میں اب کوئی غلطی ضرور نکالو گے۔"

"میں صرف چند باتیں کروں گا۔ کوئی غلطی نہیں نکالوں گا۔ میں مانتا ہوں کہ عورتیں بھی ذہین ہوتی ہیں۔ کیا میری ممّا (سونیا) کی ذہانت کا کوئی مقابلہ کرسکتا ہے؟"

وہ بولی "ہرگز نہیں۔ تم نے اپنی ماں کی ذہانت کی مثال دے کر اپنی ہی بات کی نفی کردی اور مان گئے کہ عورت ذہین ہوتی ہے۔"

"پھر تم بھی مان جاؤ کہ الپا ایک عورت ہے۔ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ ذہانت اور چالبازی میں وہ تم سے کم نہیں ہوگی۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ پھر بولی "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے الپا کی ذہانت اور چالبازی سے دھوکا کھایا ہے کیا۔ اس نے میری اس بات پر بھروسا نہیں کیا ہے کہ تم ایک یہودی بنجامن فرائڈ ہو اور میں نے تمہیں تمہاری لاعلمی میں تابعدار بنا رکھا ہے؟"

"اس نے یقیناً بھروسا کیا ہے کیونکہ اس جاسوسہ نے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے دماغ میں بھیجا تھا اس نے بھی الپا کو میرے یہودی ہونے کی رپورٹ دی ہوگی۔ تم نے اس سلسلے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ بات کچھ اور ہے۔"

"میں بھی تو سنوں کہ وہ کوئی اور بات کیا ہے؟"

"تم نے الپا پر یہ ظاہر کیا ہے کہ تم ایم آئی ایم کی ایک خیال خوانی کرنے والی عورت ہو۔ مجاہدین کی وہ ایم آئی ایم یہودیوں کی کٹر دشمن ہے اور تم مجاہدہ ہوکر ایک یہودی بنجامن کو دل دے بیٹھی ہو اور ایک دن اسے مسلمان بنا کر اس سے شادی کرلوگی۔

"میں نے ایسا کہنے میں کون سی غلطی کی ہے؟"

"یہی کہ کسی کو زبردستی یہودی' عیسائی' ہندو یا مسلمان نہیں بنایا جاسکتا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف دماغ متاثر ہوکر یا سحرزدہ ہوکر مذہب بدل سکتا ہے مگر روح اپنے دین پر قائم رہتی ہے۔ دل سے' دماغ سے اور پوری ہوش مندی سے اسلام قبول کیا جاتا ہے اگر جبراً ایسا کرنا ہوتا تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت پہلے ہی تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں ہندو سے مسلمان بنادیتے۔"

"کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ تمہارا یہ مذہبی طریقہ کار الپا بھی سمجھتی ہو اور مجھ پر شبہ کررہی ہو۔"

"یہی عورت کی نادانی ہے کہ وہ دوسری عورت کو نادان سمجھتی ہے۔ کیا الپا مجھے اور تمہیں بے نقاب کرنے کی کوئی چال نہیں چل رہی ہوگی؟ کیا اس نے یقین کرلیا ہوگا کہ ایم آئی ایم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک یہودی کو تابعدار بنا کر اس سے اسرائیلیوں کے خلاف کوئی اہم کام نہیں لے رہی ہوگی۔"

"اوہ پارس! تمہاری یہ باتیں مجھے الجھا رہی ہیں۔"

"میں موبائل فون پر زیادہ دیر باتیں نہیں کرسکتا۔ اس کی بیٹری بھی ڈاؤن ہو رہی ہے۔"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ یا میرے کمرے میں آجاؤ۔"

"میں ابھی ہوٹل سے بہت دور ہوں۔ تمہارے پاس نہیں آسکتا۔ اور دماغ میں اس لئے نہیں آنے دوں گا کہ تمہاری موجودگی میں کوئی دشمن بھی میری کھوپڑی میں جگہ بنا سکتا ہے۔ ویسے تم میرے پاس چلی آؤ۔"

پارس نے اسے پتا بتایا کہ وہ کہاں مل سکتا ہے؟ وہ خوش ہوکر بولی "میں ابھی چینج کرکے آرہی ہوں۔"

"مجھ سے ملنے کی خوشی میں دشمنوں سے غافل نہ رہنا بہت محتاط ہوکر ہوٹل سے نکلو اور اپنا ریوالور ضرور اپنے پاس رکھو۔"

اس نے اٹھ کر اپنی اٹیچی سے ایک اچھے لباس کا انتخاب کیا۔ اسے پہن کر چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا۔ وہ اپنے چاہنے والے کے لئے ہر روز نئی دلہن تو نہیں بن سکتی تھی مگر اس کے لئے دلہن کی طرح سنور سکتی تھی۔ وہ ہوٹل سے باہر آکر اپنی رینٹڈ کار میں بیٹھ گئی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی شہر کے مختلف راستوں سے گزرنے لگی اور پوری توجہ سے یہ معلوم کرنے لگی کہ کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کررہا ہے؟

ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد اطمینان ہوگیا۔ کوئی اس کے تعاقب میں نہیں تھا۔ اس نے کار کو صحیح سمت موڑ دیا۔ سمندر کی ساحلی سڑک پر تیز رفتاری سے جانے لگی۔ پارس نے کہا تھا کہ وہ اسی سڑک پر ایک ویران سے علاقے میں ایک سفید ویگن کار کے پاس کھڑا رہے گا۔

پھر وہ دور سے کھڑا ہوا نظر آیا۔ اس نے قریب پہنچ کر سڑک

کے کنارے کار روکی۔ پھر کار سے نکلتے ہوئے بولی "تم ہوٹل چھوڑ کر اتنی دور کیوں آئے ہو؟ کیا وہاں خطرہ محسوس کر رہے تھے؟"

وہ بولا "خطرہ وہاں نہیں' یہاں ہے۔ ذرا اسے دیکھو' یہ میرا موبائل فون ہے نا؟ ایک گھنٹے پہلے تم نے اسی نمبر پر مجھ سے باتیں کی تھیں؟"

شی تارا نے فون دیکھ کر پوچھا "یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟ جبکہ یہ تمہارا فون ہے۔"

"یہ میرا فون نہیں ہے۔ اور فار یور انفارمیشن' میں بنجامن فرائڈیا تمہارا پارس نہیں ہوں۔"

وہ ذرا ناراضگی سے بولی "دیکھو یہ ہروقت الٹا سیدھا مذاق نہ کیا کرو۔"

وہ مسکرا کر بولا "یہ مذاق واقعی الٹا سیدھا ہے۔ جسے تم پارس سمجھ کر سیدھی چلی آئی ہو' اس کی اصلیت جان کر اب الٹی ہو جاؤ گی۔ میں نے اس پارس سے یہ موبائل فون حاصل کیا اور تم نے اسی فون پر مجھے پارس سمجھ کر گفتگو کی۔ ویسے تمہارا یار بڑا جیدار ہے۔ ہم چھ آدمیوں نے مل کر اسے قابو میں کیا تھا۔"

اسی وقت سفید ویگن کار کا دروازہ کھلا۔ ایک جوان عورت مسکراتی ہوئی باہر آئی۔ پھر وہ شی تارا سے مخاطب ہوئی تو اس کی آواز سن کر شی تارا بدحواس سی ہوگئی۔ وہ الپا کی آواز تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "ہیلو شی تارا! ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بڑی بھول بھلیاں ہیں۔ تم مجھے چکر دے رہی تھیں۔ میں نے تمہیں چکرا کر رکھ دیا۔ ویسے تمہارا یار پارس یہاں موجود ہے وہ دیکھو۔"

شی تارا نے دیکھا ویگن کار کے پیچھے سے پارس اپنے اصلی روپ میں آرہا تھا۔ تین یہودیوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔ الپا نے کہا "شی تارا! تمہارے سامنے جو کھڑا ہوا ہے وہ ہمارا آدمی ہے۔ ہم نے اس پر بنجامن فرائڈ کا میک اپ کیا ہے اور تمہارا اپنا پارس گن پوائنٹ پر ہے۔ میں تمہیں پندرہ منٹ کا وقت دیتی ہوں۔ اپنے یار کو بچا کر لے جا سکتی ہو تو لے جاؤ۔"

اب ایسے میں وہ کیا کر سکتی تھی؟ اس نے ایک دم سے خیال خوانی کی پرواز کر کے مجھے پکارا "پاپا! میں ہار گئی۔ یہ دشمن پارس کو گولی مارنے والے ہیں' آپ جلدی آئیں۔"

میں نے کہا "یہ کیا کہہ رہی ہو۔ پارس دشمنوں میں کیسے پھنس گیا ہے؟"

"آپ خود آکر دیکھ لیں۔ پلیز جلدی آئیں۔"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ میں تمہارے ذریعے وہاں کی سچویشن دیکھوں گا۔"

وہ میرے دماغ سے گئی۔ میں اس کے دماغ میں چلا آیا۔ وہ بولی "مجھ سے کچھ فاصلے پر الپا کھڑی ہے۔ اسی نے یہ جال بچھایا ہے۔ اب میں تسلیم کرتی ہوں کہ میرے پاس ذہانت نہیں ہے۔ اس نے مجھے پندرہ منٹ کا وقت دیا ہے کہ میں کسی طرح پارس کو بچا کر لے جاؤں۔ کیا ایسا ممکن ہے پاپا؟"

میں نے کہا "بے شک ممکن ہے۔ میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ پریشانی اور بدحواسی میں انسان ذہانت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ابھی تمہاری بھی یہی حالت ہے۔"

"میں بہت احمق ہوں۔ پارس کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہوں۔ اس بار آپ اسے بچالیں۔ میں اس سے بہت دور چلی جاؤں گی تاکہ میری وجہ سے پھر اس پر کوئی مصیبت نہ آئے۔"

الپا نے اس سے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔"

میں نے کہا "عقل سے کام لینے کے لئے ایک لمحہ کافی ہوتا ہے۔ پانچ منٹ بہت ہیں۔ اب ذرا عقل سے سوچو۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ ذہانت اور مکاری میں بے مثال ہے۔ ایسے جوان کو الپا کبھی گولی مارنے نہیں دے گی۔ بلکہ زنجیروں میں جکڑ کر اسے اپنی رہائش گاہ میں لے جائے گی۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا غلام بنائے گی۔ میری اتنی باتوں سے کیا تمہیں عقل آئی کہ پارس کو گولی نہیں ماری جائے گی؟"

"ہاں' یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے۔ الپا بہت عرصہ پہلے پارس کی دیوانی تھی۔ آج اسے پھر کھویا ہوا پارس مل گیا ہے۔"

"اب پھر تھوڑی سی ذہانت سے سوچو کہ تم پارس کو الپا سے دور رکھ سکتی ہو۔ وہ پارس کو اپنا بنانے لے جائے گی۔ مگر تمہاری ایک حکمت عملی کے باعث اس سے دور رہے گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچ کے ذریعے بولی "پاپا! آپ لوگوں کی حاضر دماغی مجھے نصیب نہیں ہوگی۔ پلیز جلدی بتائیں' میں ایسے وقت کیا کروں۔"

"میں نے تمہاری سوچ سے معلوم کیا ہے کہ تمہارے پرس میں ریوالور ہے۔ اسے نکالو اور پارس کو گولی مار دو۔"

وہ ایک دم سے لرز کر بولی "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں اور پارس کو گولی ماروں؟ آپ۔ آپ ایک باپ ہو کر بیٹے کو قتل کرنے کہہ رہے ہیں؟"

"میں نے کب کہا ہے کہ اسے قتل کرو؟ اسے صرف زخمی کرو۔ وہ دو چار دنوں تک زخمی رہے گا تو الپا صرف اس کی تیمارداری کرتی رہے گی۔ ان دو چار دنوں میں ہم پارس کو اس کی قید سے نکال کر لے آئیں گے۔"

"اوہ۔ ہاں۔ آپ کی یہ پلاننگ سمجھ میں آرہی ہے۔ مگر میں اپنے ہاتھوں سے اپنے پارس پر گولی نہیں چلا سکوں گی۔"

"یعنی تم اپنے ہاتھوں سے اپنے پارس کو اپنی سوکن کے حوالے کر دوگی۔۔۔ اسے اس کا غلام بنا دوگی؟"

"نہیں میں اسے الپا کے شکنجے میں نہیں جانے دوں گی مگر میں کس دل سے اس پر گولی چلاؤں؟"

الپا نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا "صرف ایک منٹ رہ گیا ہے تم اپنے یار کے لئے کچھ نہیں کر سکوگی۔"

اس نے پرس میں سے ریوالور نکال لیا۔ الپا نے کہا "اگر تم نے ریوالور کا رخ میری طرف کیا اور مجھے گولی مارنے کی حماقت کی تو اس سے پہلے ہی میرے یہ ماتحت پارس کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

شی تارا نے ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا "اتنی عقل مجھ میں بھی ہے کہ تمہارے بعد میرے پارس کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ اس لئے میں وہ کروں گی جو تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کا رخ پارس کی طرف کیا۔ میں اس کے اندر تھا اور گولی اس طرح چلنے نہ دیتا کہ میرے بیٹے کی جان کے لالے پڑ جاتے۔ میں نے شی تارا کو اپنی مرضی کے مطابق فائر کرنے دیا۔ پارس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا۔ الپا نے چیخ کر کہا "چڑیل کی بچی! یہ تو نے کیا کیا۔ اے' تم سب کیا دیکھ رہے ہو اسے فوراً گاڑی میں ڈالو اور قریبی اسپتال میں لے چلو۔"

وہ سب حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ زخمی پارس کو ویگن کار کے اندر پہنچا دیا گیا تھا۔ الپا دوڑ کر پارس کے پاس چلی گئی تھی۔ دوسرے ماتحت بھی گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔ ریوالور شی تارا کے ہاتھوں میں رہ گیا تھا۔ وہ کسی اور کو گولی مار کر پارس کو جانی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اس لئے انہیں دیکھتی رہ گئی اور وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر اپنی رفتار تیز کرتی ہوئی دور ہوتی چلی گئی۔

جب وہ گاڑی نظروں سے اوجھل ہوگئی تو میں نے پوچھا "اس ویران سڑک کے کنارے کیوں کھڑی ہوئی ہو۔ ہوٹل میں جاؤ اور اپنے کمرے میں آرام کرو۔"

وہ رونے لگی۔ پھر بولی "آپ میرے پاس ہیں؟ آپ کو اپنے زخمی بیٹے کے پاس رہنا چاہئے۔"

"میں اس کے پاس رہ کر کیا کروں گا؟ تم اس کے ساتھ رہنے لگی تھیں۔ میں نے تمہاری ٹیلی پیتھی پر۔ تمہاری ذہانت پر بھروسا کر کے اپنے بیٹے کو تمہارے حوالے کیا تھا۔ کیا میرا بیٹا مجھے واپس کر سکوگی؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ جو کچھ ہوا' آپ کے سامنے ہوا۔ آپ نے خود دیکھا ہے کہ میں بالکل ہی بے بس ہوگئی تھی اور آپ کے مشوروں پر عمل کر رہی تھی۔"

"اگر کوئی دشمن فرہاد علی تیمور بن کر تم سے کہتا ہے کہ پارس کو گولی مار دو تو تم مار دیتی ہو۔"

"لیکن آپ دشمن نہیں ہیں۔"

"ہاں میں اس کا باپ ہوں۔ میں نے گولی چلانے کا مشورہ دیا۔ کتنی ہو کیوں؟"

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"تمہیں پارس کے ساتھ اس لئے رکھا گیا ہے کہ تم عقل استعمال کرنے کی تربیت حاصل کرتی رہو لیکن تم کبھی پریشان ہو جاتی ہو کبھی پارس کے لئے جذبات میں بہہ جاتی ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ یہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرتے ہیں پھر انہیں اپنا تابعدار بنا کر اپنے ملکی مفادات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔"

"یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ مگر....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "مگر تمہارے اندر کی عورت نے صرف اتنا ہی سوچا کہ تمہارے محبوب کو سوکن چھین کر لے جارہی ہے اس حسد اور جلاپے میں یہ نہیں سوچا کہ تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ان یہودیوں کے لئے کتنی اہم ہے۔"

وہ چونک کر بولی "ہاں اس واقعے کا یہ پہلو اہم ہے کہ الپا مجھے زخمی کر کے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے بھی پارس کے ساتھ لے جا سکتی تھی لیکن وہ اس کے تمام یہودی ماتحت مجھے کوئی اہمیت نہ دے کر چھوڑ گئے ہیں۔"

میں نے کہا "یہی بات تم اس وقت عقل سے سوچتیں اور الپا سے پوچھتیں کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جارہی ہے تو تمہیں جواب مل جاتا۔ وہ کہتی کہ یہودیوں کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت رہتی ہے اور وہ یہودی الپا نہیں ہے اور نہ ہی تمہاری اور پارس کی دشمن ہے۔"

شی تارا نے شدید حیرانی سے پوچھا "یہ.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ الپا نہیں تھی؟"

"وہ مرینا تھی اور اس کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد تھے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "وہ سب دشمن نہیں تھے تو پھر وہ کوئی ڈمی پارس ہوگا' جس پر میں نے گولی چلائی تھی۔"

"وہ ڈمی نہیں تھا۔ اصلی پارس تھا۔ میرا بیٹا تھا۔ تم نے سچ مچ اسے زخمی کیا ہے۔"

"پاپا! میں پاگل ہو جاؤں گی۔ یہ آپ لوگ مجھے کس قسم کی ذہانت اور حاضر دماغی کی تربیت دے رہے ہیں۔ اور یہ آپ کی ذہانت ہے یا پاگل پن ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو میرے ہی ہاتھوں سے زخمی کرایا ہے؟"

"ہمیں پاگل کہہ لو یا دیوانہ کہو۔ ہماری ایسی دیوانگی کے پیچھے کیا ہو رہا ہے؟ یہ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ جلد ہی آگے چل کر معلوم ہو جائے گا۔ اس لئے تم صرف اپنی بات کرو کہ تربیت کے اس مرحلے پر صرف ذرا سی عقل کی ضرورت تھی۔ اگر وہ یہودی الپا ہے تو تمہیں کیوں نظرانداز کر رہی ہے اور ایسے وقت تم نے عورت کے حاسدانہ جذبے کو کیوں غالب آنے دیا؟"

"میں تسلیم کر رہی ہوں کہ مجھ سے ایک نہیں کئی غلطیاں ہو چکی ہیں۔"

"ایک غلطی کو معاف کیا جاتا ہے کئی غلطیاں قابل معافی نہیں ہوتیں۔ اسی لئے تمہیں یہ سزا دی گئی کہ تمہارے ہی ہاتھوں سے پارس کو زخمی کرایا گیا۔ ہم کسی مقصد کے تحت یہ کام خود کر سکتے تھے۔ مگر ہم میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ تم نے اپنی محبت کو گولی ماری ہے۔ جاؤ پچھتاؤ۔ اتنی بڑی سزا پانے کے بعد شاید تمہاری ذہانت چمکنے لگے۔"

"اگر آپ درست کہہ رہے ہیں تو میں پچھتاتی رہوں گی اور شرم سے مرتی رہوں گی لیکن مجھے تو کیا دنیا کے کسی بھی ہوش مند کو یقین نہیں آئے گا کہ ایک باپ نے اپنے بیٹے کو گولی مار کر زخمی کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ پاپا! وہ پارس نہیں ہو سکتا۔ وہ ڈمی۔ وہ ڈمی......"

"ثی تارا! مجھے افسوس ہے کہ اس وقت بھی تمہاری عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ تم اصل اور ڈمی کا فرق بھی معلوم کر سکتی ہو۔"

ثی تارا نے ذہن پر زور ڈال کر سوچا۔ بات سمجھ میں آگئی۔ معمولی سی بات تھی' وہ پارس کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کر سکتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے غم ہو' غصہ ہو' پریشانی یا بدحواسی ہو تو سامنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ویگن کے اندر سیٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے جو افراد مرینا کے ساتھ آئے تھے ان میں ڈاکٹر اور تیمار دار بھی تھے۔ وہ پارس کے زخم کی مرہم پٹی کر رہے تھے۔

ثی تارا اسے مخاطب کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "واپس آجاؤ۔ اس سے باتیں نہ کرو۔"

وہ دماغی طور پر سڑک کے کنارے اپنی کار کے پاس حاضر ہو گئی پھر بولی "پاپا! آپ نے مجھے اس کے پاس رہنے کیوں نہیں دیا؟"

"یہ بھی تربیت کا ایک مرحلہ ہے۔ تم اُس کے پاس گئیں تم نے اُس کے پارس ہونے کی تصدیق کی۔ اس کے زخم کو بھی دیکھا۔ اب تمہیں چند گھنٹوں میں بتاتا ہے کہ میرا بیٹا اس تکلیف دہ مرحلے سے کیوں گزر رہا ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "بعض اوقات بیک وقت کئی فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں۔ تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ تم نے برین آدم کے سیکریٹری کے دماغ میں الپا سے ایک گھنٹے بعد ملاقات کا وقت مقرر کیا تھا اور اب تین گھنٹے گزر چکے ہیں جاؤ اور اس سے بھی رابطہ رکھو۔"

میں اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی شہر کی طرف آئی۔ پھر سمندر کے ساحل پر کار روک کر برین آدم کے سیکریٹری کے اندر پہنچی اور بولی "الپا کو اطلاع دو۔ میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بولا "آپ پانچ منٹ کے بعد آنے کی زحمت کریں' وہ میرے پاس موجود رہیں گی۔"

سیکریٹری نے سانس روک لی۔ وہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ الپا سے فون پر برین آدم کے یا کسی اور فرد کے ذریعے رابطہ قائم کرتا ہے۔ ثی تارا پانچ منٹ کے بعد پہنچی۔ الپا وہاں موجود تھی۔ اس نے کہا "تم نے ایک گھنٹے بعد ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا کسی اہم معاملے میں مصروف ہو گئی تھیں۔"

"میں اپنی زندگی کے سب سے اہم معاملہ میں ابھی تک مصروف ہوں۔ میرا سب سے قیمتی سرمایہ چرالیا گیا ہے۔ میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ چور کسے کہوں؟ شبہ تم پر بھی ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تمہارا کون سا قیمتی سرمایہ چرایا گیا ہے اور تم مجھ پر بھی شبہ کیوں کر رہی ہو؟"

"میں کیا بتاؤں؟ میرا بنجامن فرائڈ کہیں گم ہو گیا ہے۔ میں نے کئی بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کیں لیکن مجھے اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ تقریباً چار گھنٹے پہلے تمہاری ایک جاسوسہ نے اس سے گفتگو کی تھی۔ تمہارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے خیالات پڑھے تھے وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ پھر اسے موت کیسے آسکتی ہے؟"

الپا نے کہا "تمہارے ساتھ یہ جو ٹریجڈی ہو رہی ہے اس کے لئے میں دل سے صدمہ محسوس کر رہی ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اسے موت آئی ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر تنویمی عمل کے ذریعے اس کی پہلی آواز اور لہجہ بھلا دیتے ہیں اور نئی آواز اور لہجہ اس کے ذہن میں نقش کر دیتے ہیں۔ اس کی شخصیت بدل دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی دشمن نے تمہارے بنجامن کے ساتھ ایسا کیا ہو اور اب تمہیں بنجامن کی سابقہ آواز اور لہجہ بدل جانے کے باعث اس کا دماغ نہ مل رہا ہو۔"

"میں یہی سوچ کر دل کو تسلی دے رہی ہوں کہ وہ زندہ ہے اور کوئی میرے بنجامن سے یا مجھ سے دشمنی کر رہا ہے۔"

"اور دشمنوں کی فہرست میں تم مجھے بھی شامل کر رہی ہو۔ جبکہ میں تم سے دوستی کی آرزو کر رہی ہوں۔"

"دیکھو الپا! اگر تمہارے کسی جاسوس نے اسے قتل نہیں کیا ہے اور تمہارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی شخصیت تبدیل نہیں کی ہے تو پھر سپر ماسٹر کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے یہ دشمنی کی ہے۔"

"فرہاد کی فیملی میں بھی کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے ہیں تم ان پر شبہ نہیں کر رہی ہو؟"

"تم جانتی ہو کہ فرہاد علی تیمور بھی ہماری طرح اسرائیلی حکومت کی کتنی ہی پالیسیوں کے خلاف ہے اور تم سب کے علاوہ سپر ماسٹر بھی جانتا ہے کہ فرہاد یا بابا صاحب کے ادارے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ان سے ہماری دوستی ہے اور نہ کسی ملنے پر دشمنی ہے۔ اس لئے اُن سے ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"مجھے افسوس بھی ہے اور شرمندگی بھی۔ تمہارا محبوب ہمارے اس شہر سے کہیں گم ہو گیا ہے۔ یہاں بیرونی ممالک سے آنے والوں کے ویزا وغیرہ کی کاپیاں محفوظ رہتی ہیں۔ میں اس کے ویزا سے بے شمار تصاویر بنا کر تمام سراغرسانوں کے حوالے کروں گی۔ ان تصاویر کے ذریعے صرف تل ابیب میں نہیں بلکہ پورے اسرائیل میں اسے تلاش کیا جائے گا۔ یہ کام ابھی سے شروع ہوگا۔ ٹیلی ویژن کے ذریعے بھی اس کی تصویریں دکھائی جائیں گی اور پورے اسرائیلی عوام سے کہا جائے گا کہ اسے جو تلاش کرے گا اسے ایک لاکھ ڈالر انعام کے طور پر دیئے جائیں گے۔ میں یہ احکامات صادر کر کے ابھی آئی ہوں۔ تم دس منٹ کے بعد اسی سیکریٹری کے دماغ میں مجھ سے ملو۔"

اُن کا رابطہ ختم ہو گیا۔ ثی تارا کو اپنے پارس کی فکر تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی متفکر تھی کہ وہ اپنوں کی ہی پناہ میں ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے زخمی کیوں کیا گیا ہے؟ کسی کو گولی مارنا ظلم ہے لیکن اپنوں کو گولی مارنا تو بے حسی اور درندگی ہے۔ پارس کو زندگی کے عذاب میں کیوں مبتلا کیا گیا تھا۔ یہ اسے معلوم کرنا تھا۔ میں نے اس کی ذہانت کو چیلنج کیا تھا۔ تربیت کے اس مرحلے پر اس کے لئے یہ سمجھنا ضروری تھا کہ ہم نے پارس کے خلاف ایسا قدم کیوں اٹھایا اور اب آئندہ کیا کرنے والے ہیں؟

ثی تارا نے سوچا کہ یہ بات بھی سیدھی سی سمجھ میں آنے والی ہوگی لیکن اس سے پہلے وہ سیدھی اور بالکل سامنے والی باتوں پر توجہ نہ دے کر غلطیاں کر چکی تھی لہٰذا اب وہ اپنی ذہانت کا ثبوت دینے کے لئے بہت دور کی کوڑی لانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ پارس کا زخمی ہونا بھی بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہوگی لیکن وہ ابھی سمجھ نہیں رہی تھی لیکن سمجھنے کا عہد کر چکی تھی۔

پارس کے چور خیالات کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پڑھ سکتا تھا۔ اس لئے ثی تارا چپ چاپ اس کے اندر جاتی تو ناکام واپس آتی۔ اسے تربیت کے اس مرحلے پر صرف ذہانت سے کام لینا تھا اور وہ چند گھنٹوں میں اپنی ذہانت کا ثبوت دے کر مجھ سے داد وصول کرنا چاہتی تھی۔

وہ دس منٹ کے بعد پھر برین آدم کے سیکریٹری کے پاس آگئی۔ وہاں الپا نے آکر کہا "میں نے بڑی سختی سے احکامات صادر کئے ہیں۔ تمہارے بنجامن فرائڈ کی تصویریں ہر جاسوس اور ہر پولیس اسٹیشن تک پہنچائی جائیں گی اور تم آدھے گھنٹے بعد ٹی وی اسکرین پر گمشدہ بنجامن کی تصویر دیکھ سکو گی اور یہ اعلان سن سکو گی کہ اسے تلاش کرنے والے کو ایک لاکھ ڈالر دیئے جائیں گے۔"

ثی تارا نے کہا "میں تمہاری مشکور ہوں۔ تم میرے بنجامن کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہی ہو۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ تمہارے بھی کسی مشکل وقت میں بہت کام آؤں گی۔"

"تمہارے لئے تو مشکل وقت یہی ہے کہ تمہاری تنظیم کے سربراہ اور ہمارے اعلیٰ حکام کے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ اگر اُن کی آپس میں گفتگو ہوتی تو ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہوتی۔ بہت سی غلط فہمی دور ہوتی۔ پھر مفاہمت اور دوستی کی راہیں ہموار ہونے لگتیں۔"

ثی تارا نے کہا "میں نے اس سلسلے میں اپنے سربراہ سے گفتگو کی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اسرائیلی حکام مکمل تعاون نہیں کر رہے ہیں۔ نصف تعاون یہ ہو رہا ہے کہ وہ ابلاغ کے تمام ذرائع سے یہ تسلیم کریں گے کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے تل ابیب آنے کے سلسلے میں کوئی فراڈ نہیں کیا ہے۔ وہ دشمنوں کی چال تھی۔ لیکن تم لوگ سپر ماسٹر کو دشمن کے طور پر پیش نہیں کرو گے۔ یہ اسرائیلی حکمت عملی ہمارے سربراہ کو پسند نہیں ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ یہ ہمارے ملک کی سیاسی مجبوری ہے۔ ہمیں اپنی بقا کے لئے سپر ماسٹر کو دوست بنائے رکھنا ضروری ہے۔"

"میں نے تمہاری اس سیاسی مجبوری کا ذکر کیا تھا لیکن ہمارا سربراہ وہی کہتا ہے جو میں پہلے کہہ چکی ہوں۔ یعنی تم امریکیوں کو دوست بنائے رکھو' ہم تو انہیں اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔

یہاں اسرائیل میں رہنے والے امریکیوں کا جینا دوبھر کردیں گے۔"

"یہ مناسب نہیں ہے۔ تمہارا سربراہ چاہے تو ان سے امریکا میں انتقامی کارروائی کرسکتا ہے۔ ایسا یہاں کیا جائے گا تو ہماری حکومت کو نقصان پہنچے گا۔"

"تم درست کہتی ہو۔ ہمیں تم لوگوں سے نقصان نہیں پہنچا ہے۔ وہ مائیک ہرارے فراڈ سربراہ بن کر ہمیں بدنام کرنے آیا تھا۔ اگر تمہاری حکومت اس مائیک ہرارے کو ہمارے حوالے کردے تو ہمارا سربراہ تمہارے اعلیٰ حکام سے گفتگو کرنے اور آپس میں دوستی اور سمجھوتے کی راہیں نکالنے کو تیار ہوجائے گا۔"

الپا نے کہا "مائیک ہرارے کو تو ہم امریکا کے بھی حوالے نہیں کریں گے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ایسا غیر معمولی علم رکھنے والے مقدّر سے ہی ہاتھ آتے ہیں۔ مائیک ہرارے ہمارے لئے ایسا قیمتی سرمایہ ہے جو سپرماسٹر کی غلط پلاننگ کے باعث ہمارے شکنجے میں آگیا ہے۔ پلیز اپنے سربراہ کو سمجھاؤ کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا مطالبہ نہ کرے۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارا بنجامن ہمارے ملک میں ابھی تک ہے تو میں اسے صبح تک تلاش کرکے تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"تم نہیں جان سکتیں کہ میں بنجامن کے لئے کیسی دیوانی ہورہی ہوں۔ اگر وہ تمہارے ذریعے ملے گا تو میں اپنے سربراہ سے تمہاری باتیں منوانے کے لئے لڑ پڑوں گی۔ کسی بھی طریقے سے اسے مجبور کردوں گی کہ تمہارے اعلیٰ حکام سے رابطہ کرے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے بنجامن کو کسی طرح تلاش کرلوں گی۔ تم اپنے اور ہمارے اکابرین کو کسی طرح مذاکرات کی میز پر لے آؤ۔ بائی دی وے، تمہارے بنجامن کے سلسلے میں ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور پوچھو۔"

"تمہارا سربراہ اور تنظیم کے تمام مجاہدین ہم یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ تم ایک یہودی بنجامن کو دل وجان سے چاہتی ہو اور یہاں اسے تلاش کرتی پھر رہی ہو؟"

"ہماری کوئی بات سربراہ سے چھپی نہیں رہتی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور مختلف ذرائع سے ہماری مصروفیات کا علم رکھتا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ میری اور اس یہودی کی محبت محض اس لئے برداشت کررہا ہے کہ میں بنجامن کو مسلمان کرنے والی ہوں۔"

"پھر تو بنجامن تمہیں ہر حال میں ملنا چاہئے۔ تم ایک یہودی کو مسلمان بناؤ گی تو اپنے سربراہ کو خوش کرسکو گی۔"

شی تارا نے ہنس کر کہا "تم ایک یہودی ہو کر ایسا کہہ رہی ہو؟"

"تم یہ بھی تو دیکھو کہ میں تمہاری جیسی مسلمان کو اپنی سہیلی بنارہی ہوں اور تمہارے کھوئے ہوئے محبوب کو تلاش کرکے یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ تمہارے لئے کتنی مخلص ہوں۔ بائی دی وے، ایک بات اور پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"پوچھنے کے لئے پوچھنا ضروری نہیں ہے۔ جو چاہو پوچھو۔ کیا اور کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں۔ کیا پھر ایک گھنٹے بعد ملوگی۔ شاید اس وقت تک بنجامن کا سراغ مل جائے۔"

شی تارا ایک گھنٹے بعد ملنے کا وعدہ کرکے چلی گئی۔ الپا دماغی طور پر ایک بند کمرے میں حاضر ہوگئی۔ دوسرے کمرے میں برین آدم اور دوسرے آدم برادرز بیٹھے ہوئے تھے۔ جب بھی الپا سیکریٹری کی دماغ میں جاکر شی تارا سے باتیں کرتی تھی تو ٹیلی پیتھی جاننے والا مونارو بھی الپا کے ساتھ وہاں موجود رہتا تھا۔ پھر اس کے اور شی تارا کے درمیان ہونے والی گفتگو برین آدم وغیرہ کو سناتا رہتا تھا۔

اور برین آدم وغیرہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایکسرے مین مارش بھی وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود رہتا ہے۔ ان کا سب سے پراسرار سربراہ داؤد منڈولا وہاں نہیں تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم کے ساتھ اُس آپریشن تھیٹر میں تھا جہاں مائیک ہرارے کا برین واش کیا جارہا تھا۔

ایک زبردست چکربازی کے دائرے میں ہم سب گھوم رہے تھے۔ داؤد منڈولا اور ٹیری آدم کو یہ نہیں معلوم تھا کہ سلمان، سلطانہ اور جے مورگن بھی اس آپریشن تھیٹر میں مائیک ہرارے کے اندر موجود ہیں۔ جب وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو غفلت میں رکھتے تھے تو ہمارے ساتھ خود بھی ہرارے کے دماغ سے نکل آتے تھے۔ ایسے وقت کچھ کیا نہیں جاسکتا تھا۔

اور جب ہرارے ہوش میں رہتا تھا تو ہم سب اس کے اندر جگہ بنالیتے تھے۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے رفتہ رفتہ اس کا لب ولہجہ اور شخصیت بدل رہے تھے اور سلمان وغیرہ اس کے اندر ہونے والی تمام تبدیلیوں کو سمجھتے جارہے تھے۔

ٹیلی پیتھی ایک دماغی کھیل ہے۔ اس کھیل میں بھول بھلیاں ہیں۔ جو اس میدان میں آتا ہے وہ اگر ذہین ہے تو راستے ہموار کرتا جاتا ہے ورنہ بھول بھلیوں میں گم ہوجاتا ہے۔ اور میری یہ داستان قارئین کے لئے بھی بھول بھلیوں سے کم نہیں ہے۔ جو اسے توجہ سے پڑھتے ہیں وہ نت نئی دماغی قلابازیوں کو سمجھ کر لطف حاصل کرتے ہیں اور جو سرسری طور پر اسے پڑھ کر گزرتے ہیں وہ بھی اس کے تمام دلچسپ کردار اور سحرزدہ کرنے والے واقعات سے دلچسپی لے کر وقت گزارتے ہیں۔

میرے ایسا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ابھی ذرا الجھا ہوا دماغی کھیل جاری تھا۔ تل ابیب کے ایک اور آپریشن تھیٹر میں ایک ڈمی مائیک ہرارے تیار ہوچکا تھا۔ اسے چہرے اور جسمانی طور پر ہرارے بنانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے اندر ہرارے کی تمام خصوصیات نقش کی جارہی تھیں۔ اسرائیلی حکام سپرماسٹر کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے امریکی صدر سے بھی وعدہ کیا تھا کہ ہرارے ہوش میں آجائے گا اور سفر کرنے کے قابل ہوجائے گا تو اسے امریکا واپس بھیج دیا جائے گا۔

اور واپس بھیجنے کے لئے وہ ڈمی تیار ہوچکا تھا۔ اس ڈمی کو صرف ٹیلی پیتھی نہیں آتی تھی اس کے لئے طے پایا تھا کہ ٹیری آدم، ٹالبوٹ اور مونارو، باری باری اس ڈمی کے دماغ میں ہمیشہ موجود رہیں گے۔ یوں سپرماسٹر وغیرہ شبہ نہیں کرسکیں گے کہ وہ ایک ڈمی سے بہل رہے ہیں۔

شی تارا اور الپا نے پھر ایک گھنٹے بعد سیکریٹری کے دماغ میں ملنے کا وقت مقرر کیا تھا اس کے بعد الپا اپنے بند کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں برین آدم اور دوسرے آدم برادرز کے درمیان آکر بیٹھ گئی پھر بولی "کیا میں نے صحیح لائن پر ایم آئی ایم والی سے گفتگو کی ہے؟"

برین آدم نے تائید میں سرہلا کر کہا "تم بہت اچھی جارہی ہو۔ مونارو ہمیں تم دونوں کی گفتگو سناتا رہا ہے۔"

ایک برادر نے کہا "پتا نہیں یہ ایم آئی ایم کی خیال خوانی کرنے والی کون ہے۔ ویسے کچا ذہن لگتا ہے۔ ہماری سسٹر الپا اسے شیشے میں اتار لے گی۔"

الپا نے کہا "میں یہی کوشش کررہی ہوں۔ اس میں تو شبہ نہیں رہا کہ وہ سچ مچ یہودی بنجامن کی دیوانی ہے اور اسے پانے کے لئے ہمارے ساتھ بڑے بڑے سمجھوتے کرسکتی ہے اور بڑی بات یہ کہ آئندہ مجھ پر اندھا اعتماد کرنے لگے گی۔"

برین آدم نے کہا "تم نے بڑی حد تک کامیابیاں حاصل کی ہیں لیکن ہماری اصل کامیابی یہ ہوگی کہ ایم آئی ایم کے سربراہ سے ہمارے ملک کے حکّام سے مذاکرات ہوجائیں۔"

"اُس کا مطالبہ بہت بڑا ہے۔ اب وہ فراڈ سربراہ بننے والے مائیک ہرارے کا مطالبہ کررہا ہے۔"

"ہم نے تو امریکی صدر کا یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔ ہم سپرماسٹر کو ڈمی مائیک ہرارے پیش کرنے والے ہیں۔"

"کیا ہم ایم آئی ایم کے سربراہ کو بھی ایک ڈمی مائیک ہرارے پیش کرکے بے وقوف نہیں بناسکتے؟"

ایک برادر نے کہا "یہ تو بچکانہ سی بات ہے۔ آخر ہم مائیک ہرارے کی کتنی ڈمی بنائیں گے؟"

دوسرے برادر نے کہا "اب ہمارے پاس کافی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ پھر اصلی ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے سے ابھی اضافہ ہورہا ہے۔"

برین آدم نے کہا "ایک اہم بات یہ ہے کہ اگر ہم مائیک ہرارے کی ایک ڈمی اور تیار کریں اور اس ڈمی کے دماغ میں بھی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے جاتے رہیں تو ہم اس ڈمی کی صورت میں اپنے ایک جاسوس کو ایم آئی ایم تنظیم کے اندر پہنچا سکتے ہیں۔"

یہ بات سب کے دل کو لگ رہی تھی۔ مجاہدین کی وہ نئی تنظیم امریکا اور اسرائیل کے لئے دردِسر بنی ہوئی تھی۔ اچانک ان پر جیسے آسمان سے ٹپک پڑی تھی۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ سربراہ کون ہے؟ اس کا ہیڈکوارٹر کس ملک اور شہر میں ہے؟ اس تنظیم کا ایک مجاہد بھی قیدی کی حیثیت سے ان کے ہاتھ نہیں آیا تھا۔ وہ تنظیم ایک آسیب کی طرح تھی، جو ڈراتی تھی اور نظر نہیں آتی تھی۔

چوبیس گھنٹوں کے اندر ایک مکمل ڈمی تیار ہوجاتی تھی۔ یعنی کسی کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرنے میں وقت لگتا تھا پھر اس پر تنویمی عمل کیا جاتا تھا۔ اسے تنویمی نیند پوری کرنے کا وقت دیا جاتا تھا۔ پھر اسے اچھی طرح آزمانے کے بعد مطمئن ہوکر ریس کے گھوڑے کی طرح میدان میں چھوڑا جاتا تھا۔

الپا نے برین آدم سے کہا "آپ کی پلاننگ بہت عمدہ ہے۔ میں ایک اور اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بولو تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "وہ ایم آئی ایم کی خیال خوانی کرنے والی بنجامن کے لئے باؤلی ہورہی ہے۔ ہوسکتا ہے بنجامن سمندر میں ڈوب گیا ہو یا کسی قاتل نے اس کی لاش چھپادی ہو تو میں اس ایم آئی ایم والی کو

متاثر نہیں کرسکوں گی۔ مجھے اپنی کارکردگی دکھانے کے لئے بنجامن فرائڈ کی ایک ڈمی کی ضرورت ہوگی۔"

ایک برادر نے ہنستے ہوئے پوچھا "الپا! ہم آج کے اجلاس میں یہاں بیٹھے ڈمی حضرات کا میلہ لگا رہے ہیں۔ کیا وہ ایم آئی ایم والی اس ڈمی بنجامن کے خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کرے گی کہ وہ فراڈ ہے؟"

"کیسے معلوم کرے گی؟ وہ خود کہہ رہی تھی کہ اسے اپنے محبوب بنجامن کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ میں نے بھی بنجامن کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر خیال خوانی کی پرواز کی تھی۔ وہ واقعی کہیں گم ہوچکا ہے۔ اگر اسے موت نہیں آئی ہے اور وہ زندہ ہے تو کسی دشمن نے اس کا برین واش کردیا ہے۔ اس کی بنجامن والی شخصیت کو مٹا دیا ہے۔ ایسے میں وہ ایم آئی ایم کی خیال خوانی ڈمی کے دماغ میں جاکر تسلیم کرے گی کہ بنجامن کی صورت شکل تو وہی ہے صرف آواز لہجہ اور شخصیت بدل دی گئی ہے۔"

برین آدم نے اعتراض کرنے والے برادر سے کہا "آپ ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ ہمیں کئی راستے بنا کر ایم آئی ایم تنظیم کے اندر گھسنا ہے۔ ہم مائیک ہرارے کی ڈمی بنا رہے ہیں تو بنجامن کی بھی ڈمی بنا سکتے ہیں اس طرح ہمارے دو جاسوس اس نئی تنظیم کے اندر پہنچ جائیں گے۔"

اس بحث میں ایک گھنٹا گزر گیا تھا۔ الپا تمام برادرز کے پاس سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آگئی۔ دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرکے سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ایسے ہی وقت شی تارا بھی آگئی۔ اس نے کہا "الپا! تم بہت اچھی ہو۔ ابھی پندرہ منٹ پہلے میں نے ٹی وی اسکرین پر بنجامن کی تصویر دیکھی اور یہ اعلان بھی سنا کہ بنجامن کو ڈھونڈ لانے والا انعام میں ایک لاکھ ڈالر حاصل کرے گا۔"

الپا نے کہا "میں ہر ممکن کوشش کررہی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جلد ہی مل جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ میں نے اپنے سربراہ سے مائیک ہرارے کے سلسلے میں بات کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ تمہارے سربراہ کی طرف سے یہ یقین دہانی ہوجائے کہ ہمارے ساتھ دوستی کی راہیں ہموار ہوں گی تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے جیسے سرمائے کو تمہارے سربراہ کی خدمت میں پیش کردے گا۔"

"یہ دانشمندانہ سمجھوتے والی بات ہے۔ تمہارے سربراہ کا یہ جذبہ قابل قدر ہے کہ وہ ہم سے دوستی کی خاطر ایک ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہمارے حوالے کرے گا۔ میں ابھی اپنے سربراہ سے بات کرنے جارہی ہوں۔ آدھے گھنٹے بعد آؤں گی۔"

الپا نے کہا "اور ایک بات کہہ دینا کہ تمہارے سربراہ نے ٹی وی اسکرین پر مائیک ہرارے کو زخمی ہوتے دیکھا ہے۔ وہ بے ہوش بھی ہوگیا تھا لہٰذا اتنی جلدی سفر کے قابل نہیں ہے۔ ہم کل شام تک اسے پیش کرسکیں گے۔"

الپا نے یہ کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ شی تارا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ الپا کی کسی بات پر اُس کے دماغ میں روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا جیسے ذہن روشن ہوگیا ہو اور اُس کی روشنی میں یہ گتھی سلجھنے والی ہو۔

وہ غور کرنے لگی کہ الپا کی کس بات نے اسے چونکایا ہے۔ وہ الپا کے منہ سے نکلے ہوئے فقرے کو اپنے ذہن میں دہرانے لگی۔ اس نے شی تارا سے کہا تھا "تمہارے سربراہ نے ٹی وی اسکرین پر مائیک ہرارے کو زخمی ہوتے دیکھا ہے......"

شی تارا نے بھی اسکرین پر ہرارے کو گولی کھا کر زخمی ہوتے دیکھا تھا گولی اس کے بازو کے گوشت کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔ ٹھیک اس طرح میرے مشورے کے مطابق شی تارا نے گولی چلائی تھی اور ٹھیک اسی طرح ایک گولی پارس کے بازو کا گوشت چیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔ یعنی وہ دونوں مائیک ہرارے اور پارس بالکل ایک ہی طرح زخمی ہوئے تھے۔

وہ خوشی سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ پھر اُس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا "پاپا! آپ نے میری ذہانت کو آزمانے کے لئے چند گھنٹوں کا وقت دیا تھا۔ اب میں بتاؤں کہ آپ نے ایک باپ ہوکر بیٹے کو کیوں زخمی کیا ہے؟"

"میں نے کہا "ہاں بتاؤ میں سن رہا ہوں۔"

"آپ پارس کو مائیک ہرارے کی جگہ پہنچانے والے ہیں اور مائیک ہرارے کو کسی برین واشنگ روم سے باہر لاکر اسے یہودیوں کے پنجے سے نجات دلانے والے ہیں۔"

میں نے کہا "شاباش! تم نے ہماری یہ چال سمجھ لی اور اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ آئندہ پارس یہودی خفیہ تنظیم میں مائیک ہرارے بن کر رہے گا۔"

"پارس ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے اس لئے میں ہمیشہ اس کے اندر رہا کروں گی۔"

"بے شک تم زیادہ سے زیادہ اس کے پاس رہو گی مگر مسلسل دن رات نہیں رہ سکو گی۔ اس لئے ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے اندر جاتے آتے رہیں گے۔"

وہ ہماری آزمائش میں کامیاب ہوکر بہت خوش تھی۔ اس نے الپا کے ساتھ ہونے والی تمام باتیں بتائیں۔ میں نے سننے کے بعد کہا "بنجامن فرائڈ نامی کسی شخص کا وجود نہیں ہے مگر الپا تم سے دوستی قائم رکھنے کی خاطر کل تک ایک یہودی بنجامن فرائڈ پیدا کردے گی۔"

"میں سمجھ رہی ہوں، وہ مجھے متاثر کرنے، مجھے سہیلی بنا کر میرے قریب تر ہونے کی کوشش کرے گی۔ میں نے بڑے بھرپور طریقے سے اسے یقین دلایا ہے کہ میں بنجامن کی دیوانی ہوں اور اسے حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی کرسکتی ہوں۔"

"ہاں بیٹی! دشمن کے جھوٹ کو آزمانے کے ایسے ہی مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ پارس تو اب بنجامن نہیں رہا۔ اُس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری ہورہی ہے، وہ مائیک ہرارے بن رہا ہے لیکن پاسپورٹ اور ویزا کے مطابق تل ابیب میں بنجامن فرائڈ موجود ہے۔ اب وہ بنجامن وہاں کی یہودی خفیہ تنظیم کے میٹرنٹی ہوم میں پیدا ہوگا اور کل تمہارے پاس پہنچایا جائے گا۔"

وہ بولی "بنجامن کی طرح وہ لوگ مائیک ہرارے کی بھی ڈمی پیش کریں گے اور ایم آئی ایم کے سربراہ کو اس ڈمی کے ذریعے فریب دینا چاہیں گے۔"

"ہاں اس پُراسرار سربراہ سے ملنے اور مذاکرات کرنے کے لئے وہ بہت بے چین ہیں۔ اُس کے ساتھ سمجھوتے کی راہیں ہموار کرنے کے لئے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو تحفہ بنا کر اسے پیش کریں گے۔"

"اس سلسلے میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ یہاں آنا پسند کرے گا یا نہیں؟"

میں نے کہا "وہ بھی کچھ عجیب و غریب سربراہ ہے۔ ہم نے طیارے کے اغوا کے وقت اس کے مجاہدین کی مدد کی۔ تم اور پارس دمشق میں اس کے کام آئے۔ یہاں تل ابیب میں ایک فراڈ سربراہ کا ڈراما پلے کیا گیا لیکن اس کی طرف سے کوئی عمل اور ردِ عمل سامنے نہیں آرہا ہے۔"

وہ بولی "یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ وہ دشمنوں سے کچھ نہیں بول رہا ہے ہم جیسے دوستوں سے اسے رسمی طور پر ہی رابطہ کرنا چاہئے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم اُس کے معاملے میں پیش پیش ہیں۔ وہ فراڈ سربراہ کے سلسلے میں جو کرنا چاہتا ہوگا، وہی ہم کررہے ہیں۔ یعنی ہم بظاہر خاموش رہ کر اسرائیل پر ظاہر کررہے ہیں کہ امریکا نے فراڈ سربراہ کا ڈراما پلے کیا ہے۔ ایم آئی ایم کا وہ سربراہ کہیں بیٹھا ہوا مزے سے یہ ڈراما دیکھ رہا ہے اور اس معاملے میں کچھ بولنا ضروری نہیں سمجھ رہا ہے۔"

"پاپا! یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ وہ مزے سے بیٹھا رہے اور ہم سب ایم آئی ایم کے مجاہدین بن کر اس کا کام کرتے رہیں۔ ابتدا سے اب تک حساب کریں تو یہی بات سامنے آتی ہے جیسے ایم آئی ایم کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہم ہی ایم آئی ایم کے مجاہدین بن کر سرگرمیاں دکھاتے آرہے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے تائید کی "حقیقتاً کسی حد تک ایسا ہی ہورہا ہے مگر ذرا صبر کرو۔ وہ زیادہ عرصے تک پردوں کے پیچھے نہیں رہے گا۔ کوئی بھی اسلامی ملک کسی وقت اسرائیل سے کوئی دوستانہ معاہدہ کرنا چاہے گا تو وہ ان کے خلاف پھر میدان عمل میں آئے گا۔ اُس کی اب تک کی کارکردگی یہی ظاہر کرتی ہے کہ وہ مملکت اسرائیل کے خلاف ہے اور کسی بھی اسلامی ملک کو اس سے دوستی کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"اب اس معاملے میں کیا ہوگا کہ یہ لوگ ایم آئی ایم کے سربراہ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے الپا سے کہا ہے کہ نئی تنظیم کا سربراہ مائیک ہرارے کا مطالبہ کررہا ہے اور یہ یہودی اُس کا یہ مطالبہ بھی پورا کرنے کو تیار ہیں۔ یہ الگ سی بات ہے کہ وہ ہرارے کی ڈمی پیش کریں گے۔"

"اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ امریکا اور اسرائیل میں اور ان سے دوستی کرنے والے تمام اسلامی ممالک میں ایم آئی ایم کا نام دن رات گونجتا رہے اور ان سب کو انگاروں کے بستر پر لوٹنا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ایک فراڈ سربراہ کو تل ابیب بھیجا۔ ایم آئی ایم سے پریشان رہنے والے ممالک تل ابیب میں سربراہ کی آمد کے باعث بہت بے چین رہے۔ جب فراڈ کھل گیا تو ہمارے مجبور کرنے پر انہوں نے ایم آئی ایم کی حمایت میں بیان دیا۔"

"اور آپ باپ بیٹے اس ڈرامے کے پس پردہ بہت بڑا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ پارس، مائیک ہرارے بن کر یہودی خفیہ تنظیم میں گھسنے والا ہے۔ پاپا! آپ لوگوں کی شاطرانہ چالوں کا جواب نہیں ہے۔"

"بیٹی! جب بھی کامیابی حاصل ہو تو اس کی خوشی میں مگن رہ کر دوسرے فرائض کو نہ بھولا کرو۔ ہمارا مقصد ایم آئی ایم کو ایٹم بم سے بھی زیادہ دہشت ناک بنا کر پیش کرنا ہے اور آئندہ ایسا کرنے کے لئے پھر ایم آئی ایم کے سربراہ کو تل ابیب پہنچانا ہوگا۔"

"میں ابھی یہ پوچھنے والی تھی کہ اسرائیلی حکام کی طرف سے ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو تحفے کے طور پر قبول کرنے کے لئے اصل سربراہ آئے گا یا نقلی؟"

"اصلی سربراہ تو کوئی سانس ڈکار نہیں لے رہا ہے جیسے سچ مچ ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر خاموش ہوگیا ہے۔ لہٰذا ہمیں ہی کچھ کرنا ہوگا۔"

"میں نے الپا سے کہا تھا کہ آدھے گھنٹے بعد آکر گفتگو کروں گی اور اپنے سربراہ کا فیصلہ سناؤں گی۔ کیا یہ فیصلہ سنایا جائے کہ وہ یہاں آنے کے لئے راضی ہوگیا ہے؟ اور کیا اس کی آمد کی تاریخ بھی بتائی جائے؟"

"اس سے کہہ دو کہ وہ دو دنوں کے بعد پندرہ تاریخ کو آنا چاہتا ہے کل صبح تک یہ تاریخ کنفرم کی جائے گی۔"

وہ چلی گئی۔ چند لمحوں کے بعد جے مور گن نے میرے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "اصلی مائیک ہرارے پر تنویمی عمل کرکے اس کی شخصیت تبدیل کی جارہی ہے۔ سلمان بھائی اُن کے عمل کو ناکام بنانے کے لئے ہرارے کے اندر موجود ہیں۔ کیا آپ آنا چاہیں گے؟"

میں جے مورگن کے ساتھ مائیک ہرارے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹیری آدم اُس پر عمل کر رہا تھا۔ اسے اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ سے مائیک ہرارے کی شخصیت کو بھلا رہا تھا اور یہ باتیں نقش کر رہا تھا کہ مائیک ہرارے عیسائی نہیں بلکہ ایک کٹر یہودی ہے۔ اپنے ملک اور یہودی قوم کو ہر طرح کے فائدے پہنچانے کے لئے اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو استعمال کرتا رہے گا۔

تنویمی عمل کے دوران ٹیری آدم اس سے سوالات بھی کرتا جا رہا تھا اور سلمان اس معمول بننے والے ہرارے کی زبان سے جواب دیتا جا رہا تھا اور ٹیری آدم سمجھ رہا تھا کہ وہ واقعی معمول بن کر جوابات دے رہا ہے۔

اِس تنویمی عمل کے دوران سب سے اہم بات یہ تھی کہ مائیک ہرارے کو خفیہ یہودی تنظیم کا وفادار بنایا جا رہا تھا اور مائیک ہرارے، سلمان کی مرضی کے مطابق وفاداری کا یقین دلا رہا تھا۔ جب عمل ختم ہو گیا تو اسے کم از کم چار گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا گیا اس کے بعد ہرارے کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔

عمل ختم ہو چکا تھا۔ ٹیری آدم اسے نیند پوری کرنے کے لئے چھوڑ گیا ہو گا۔ سلمان وہاں خاموشی سے موجود رہا۔ وہ تنویمی عمل کرنے والا شاید کسی وقت آ کر تصدیق کر سکتا تھا کہ اس کا معمول واقعی گہری نیند سو رہا ہے یا نہیں؟

ہم میں سے کسی کو اُس کے دماغ کے اندر کچھ بولنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سلمان اور جے مورگن نے پچھلے بارہ گھنٹوں سے باری باری اس کے اندر رہ کر یہودی خیال خوانی کرنے والوں کو ہرارے کی برین واشنگ کا موقع نہیں دیا تھا۔ اس عرصے میں انہوں نے محسوس کیا تھا کہ ہرارے کے اندر ٹیری آدم کے علاوہ کوئی اور بھی خیال خوانی کرنے والا آتا ہے۔

آخری بار تنویمی عمل ہو گیا۔ ٹیری آدم نے اپنی دانست میں مائیک ہرارے کو کٹر یہودی اور اپنی خفیہ یہودی تنظیم کا وفادار بنا دیا۔ پھر اسے تنویمی نیند سلا کر چلا گیا تو کچھ دیر بعد اسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مائیک ہرارے! تم ابھی تنویمی نیند پوری نہیں کرو گے۔ یہ عمل ابھی ادھورا ہے تم میری آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرو تم نے جس یہودی خفیہ تنظیم کی وفاداری کا عہد کیا ہے۔ اس خفیہ تنظیم کا اصلی سربراہ میں ہوں۔ میری سوچ کی لہریں تمہارے دماغ میں آیا کریں گی تو تم انہیں محسوس نہیں کرو گے۔"

وہ ایکسرے مین مارٹن تھا۔ سلمان نے میرے اندر آ کر کہا "بھائی جان! یہ تو ہم مارٹن رسل کی آواز سن رہے ہیں۔ اِس مارٹن رسل کو ایک بار میں نے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا پھر جناب تبریزی صاحب کی ہدایات پر عمل کر کے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "چلو یہ بھید کھل گیا کہ خفیہ یہودی تنظیم کا سربراہ مارٹن رسل ہے۔"

وہ ایکسرے مین مارٹن دراصل ٹیری آدم کے دماغ میں رہا کرتا تھا۔ ٹیری اور دوسرے یہودی خیال خوانی کرنے والے اپنے سربراہ کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ ٹیری آدم جب مائیک ہرارے پر تنویمی عمل کر رہا تھا تو دراصل اپنے سربراہ ایکسرے مین مارٹن رسل کی مرضی کے مطابق ہی کر رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہرارے پر دراصل ٹیری آدم نے نہیں مارٹن رسل نے تنویمی عمل کیا تھا۔

وہ ایکسرے مین مارٹن تھوڑی دیر تک ہرارے کے اندر اپنی اہم ہدایات نقش کرتا رہا۔ پھر اسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لئے چھوڑ کر چلا گیا۔ اب اسے سو جانا چاہئے تھا۔ میں نے سلمان سے کہا "حقیقتاً ہرارے پر کوئی عمل نہیں ہو سکا ہے اس کا ذہن تھکا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ پھر اسے ایک گھنٹے کی نیند سلا دو۔ ایک گھنٹے بعد یہ بیدار ہو گا تو ہم اس پر عمل کر کے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کریں گے کہ یہ پہلے بھی عیسائی مائیک ہرارے تھا اب بھی یہی ہے۔"

میں اسے ہدایات دے کر جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ اس بار پھر نئی سوچ کی لہریں ہرارے کے اندر سنائی دیں۔ وہ نئی آواز کہہ رہی تھی "مائیک ہرارے! تنویمی نیند سونے سے پہلے میری آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرو۔ ابھی جو بھی عمل ہوا ہے وہ میری مرضی کے مطابق ہوا ہے کیونکہ ٹیری آدم، مارٹن رسل اور دوسرے تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے معمول اور تابعدار ہیں لیکن وہ مجھے نہیں جانتے ہیں اور نہ ہی میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہیں۔ تم بھی یہ ذہن نشین کر لو میرا نام داؤد منڈولا ہے۔ میں خفیہ یہودی تنظیم کا اصل پُراسرار سربراہ ہوں۔ تم تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد میرا نام اور میرا تنویمی عمل بھول جاؤ گے۔ میری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر کبھی محسوس نہیں کرو گے......"

داؤد منڈولا بول رہا تھا۔ میں، سلمان اور جے مورگن سن رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے کہ اس خفیہ یہودی تنظیم کے کتنے پُراسرار سربراہ ہیں۔ اس بیچارے مائیک ہرارے کو اپنا معمول سمجھ کر ایک کے اوپر ایک سربراہ چلا آ رہا تھا اور ہم سوچ رہے تھے کیا اس کے بعد بھی کوئی اور ہرارے کے دماغ میں ٹپکنے والا ہے؟

ہمیں اِس کا علم پہلے نہیں تھا کہ کوئی داؤد منڈولا نامی یہودی ٹرانسفارمر مشین سے نکل کر سپرماسٹر وغیرہ کو دھوکا دے کر یہودی قوم کی خدمت کرنے اسرائیل چلا آیا ہے۔ جب وہ قاہرہ میں ثانی سے ٹکرایا تھا اور اس سے بھاگتا پھر رہا تھا تب ہمیں داؤد منڈولا کا نام معلوم ہوا۔ اس کے بعد بھی ہم منڈولا کی پوری ہسٹری اچھی طرح نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے اور کس طرح اسرائیل آ کر خفیہ یہودی تنظیم کا پراسرار سربراہ بن گیا ہے۔

منڈولا کا طریقہ کار یہ رہا تھا کہ تمام یہودی خیال خوانی کرنے والے اور اس تنظیم کے تمام آدم برادرز حتی کہ ایکسرے مین مارٹن رسل بھی اپنے کسی سربراہ کو نہیں جانتے تھے (صرف برین آدم کو یہ معلوم تھا کہ اُن کا ایک پراسرار سربراہ مارٹن رسل ہے)۔

منڈولا بڑی دیر تک ہرارے کے اندر رہا اور مختلف طریقوں سے یہ اطمینان حاصل کرتا رہا کہ ہرارے واقعی اس کا معمول اور تابعدار بننے کے علاوہ خفیہ یہودی تنظیم کا وفادار بن چکا ہے اور خود کو ایک کٹر یہودی سمجھ رہا ہے۔ اس نے آخر میں اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیتے ہوئے کہا "اب تم آرام سے سوتے رہو تمہارے پاس کوئی نہیں آئے گا۔ میں اس تنظیم کا سب سے بڑا اور خفیہ سربراہ ہوں۔ تنویمی نیند سے بیدار ہو کر تم میرا نام اور میرا عمل بھول جاؤ گے۔ تمہارا دماغ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور تم غیر شعوری طور پر میرے معمول اور تابعدار بنے رہو گے۔"

پھر ہرارے کے اندر خاموشی چھا گئی۔ میں نے جے مورگن اور سلمان سے کہا "تم دونوں اب پارس کے پاس جاؤ۔ تنویمی عمل کا جو طریقہ کار یہاں دیکھا ہے اس کے مطابق میرے بیٹے کو مائیک ہرارے بناؤ اور سلمان، تم میری آواز اور لہجے میں عمل کرو گے۔ تاکہ وہ مائیک ہرارے بننے کے باوجود میری سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہ کرے اور میری ہدایات پر عمل کرتا رہے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا تم سلطانہ کو میرے پاس بھیج دو۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ سلطانہ آ گئی۔ میں نے اسے بتایا کہ ہرارے کے دماغ میں خفیہ یہودی تنظیم کے اب تک کتنے سربراہ آ چکے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ داؤد منڈولا کے بعد بھی کوئی آتا ہے یا نہیں؟ اس لئے تم یہاں آدھے گھنٹے تک رہو۔ کوئی آئے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔ میں آدھے گھنٹے بعد آ جاؤں گا۔"

دوسری طرف پارس پلاسٹک سرجری کے بعد مکمل مائیک ہرارے بن چکا تھا۔ اب اس پر تنویمی عمل کے سلسلے میں بڑی محنت کی جا رہی تھی۔ اُس کے ذہن میں پہلے تو یہ حکم نقش کیا جا رہا تھا کہ وہ ایکسرے مین مارٹن اور داؤد منڈولا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بھی یہ یاد رکھے کہ وہ خفیہ یہودی تنظیم کا ظاہری وفادار بن کر ان کے احکامات کی تعمیل کر رہا ہے اور جیسا کہ جناب تبریزی صاحب کے روحانی عمل کے مطابق کوئی اُس کے چور خیالات کو پڑھ نہیں سکتا ہے، اسی طرح مائیک ہرارے بننے کے بعد مارٹن رسل اور داؤد منڈولا اُس کے چور خیالات کو نہیں پڑھ سکیں گے وہ دونوں سربراہ بظاہر اس کے عامل رہیں گے اور وہ معمول بن کر ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا لیکن درپردہ اس کا اصل عامل اس کا باپ فرہاد علی تیمور رہے گا۔ وہ کسی کوڈ ورڈ کے بغیر اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور باپ کی ہدایات پر عمل کرتا رہے گا۔

میں آدھے گھنٹے کے بعد ہرارے کے پاس سلطانہ کے دماغ میں آیا، وہ بولی "میں مسلسل یہاں ہوں اور ابھی تک میں نے کسی اور عامل کی آواز نہیں سنی ہے۔"

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خفیہ یہودی تنظیم کا اصل پُراسرار سربراہ داؤد منڈولا ہے۔ اب تم جاؤ۔ جب پارس پر تنویمی عمل مکمل ہو جائے تو اسے اور مائیک ہرارے کو اپنی اپنی جگہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے دیا جائے گا۔ اُس وقت ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہو گی کیونکہ ہم ہرارے کی جگہ پارس کو پہنچائیں گے اور ہرارے کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا جائے گا۔"

سلطانہ چلی گئی۔ تل ابیب میں سمندر کے کنارے ایک خوب صورت سا بنگلا بنا ہوا تھا۔ وہ بنگلا بظاہر ایک بہت بڑے یہودی تاجر کا تھا لیکن اصل میں اس کے اندرونی حصے کے تہ خانے میں خفیہ یہودی تنظیم کا آپریشن تھیٹر تھا۔ جہاں اس وقت مائیک ہرارے تنویمی نیند پوری کر رہا تھا۔

اس بنگلے کو باہر سے خالی اور ویران ظاہر کیا جا رہا تھا لیکن آہنی گیٹ پر دو مسلح پہرے دار تھے۔ بنگلے کے اندر چار اور تہ خانے کے اندر ہرارے کے پاس دو مسلح گارڈز مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ وہاں ان کی کل تعداد چھ تھی۔ دو باہر تھے جیسا کہ ایک بند اور ویران عمارت کے محافظ کے طور پر ہوا کرتے ہیں۔ باقی چھ گارڈز اندر چھپے ہوئے تھے اس طرح کسی دشمن کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ مائیک ہرارے کو اس بنگلے کے اندر رازداری سے رکھا گیا ہے۔

انہیں صرف تل ابیب میں رہنے والے امریکیوں اور سپرماسٹر کے سراغرسانوں سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنے ملک کے شاطر ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو تلاش کر رہے ہوں گے۔ اگرچہ اسرائیلی حکام نے امریکا سے وعدہ کیا تھا کہ زخمی ہرارے کی طبیعت سنبھلتے ہی اسے واپس بھیج دیا جائے گا اِس کے باوجود اسرائیل اور امریکا ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرتے تھے۔

بہرحال ہم اس بنگلے کے مسلح گارڈز کے دماغوں میں جگہ بنانے کی راہیں نکال چکے تھے۔ وقت آنے پر ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام مسلح گارڈز کے دماغوں پر مسلط ہو کر پارس کو وہاں پہنچا کر ہرارے کو وہاں سے لا سکتے تھے اور ہم اس منصوبے پر دو گھنٹے بعد عمل کرنے والے تھے۔

○☆○

اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے دو بڑی خبریں منظر عام پر آ گئیں، ایک تو یہ کہ وزیر علی کو اسلام آباد میں پہنچے ہوئے چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے کہ اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔

دوسری بڑی خبر یہ تھی کہ اپوزیشن کے لیڈر کی ایک عالی شان کوٹھی جس کی لاگت ایک کروڑ بیس لاکھ روپے تھی، وہ بموں سے اڑا دی گئی۔ ایسا کرنے والے دشمنوں کا خیال تھا کہ اس طرح اپوزیشن کا لیڈر کوٹھی کے ساتھ فنا ہو جائے گا لیکن بعد میں پتا چلا

کہ وہ لیڈر اپنی دوسری کوٹھی میں تھا اس لئے زندہ بچ گیا ہے۔

علی تیمور جو وزیر علی بن کر پاکستان آیا تھا اس نے خود کو ہی اغوا کیا تھا۔ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ حکومتی پارٹی کے لئے وزیر علی ایک کمزور مہرہ تھا۔ اگر اسے اغوا کرکے قتل کردیا جاتا تو وہ کمزور مہرہ مُردہ بن کر اپوزیشن والوں کے لئے مصیبت بن جاتا۔ اپوزیشن پر الزام دھرا جاتا کہ انہوں نے بیچارے وزیر علی کو کہیں غائب کردیا ہے۔

اس سے پہلے کہ علی تیمور کو اغوا کیا جاتا، وہ خود ہی روپوش ہوگیا۔ اپوزیشن کے لیڈر کو پتا چلا کہ دوسری صبح وزیر علی کے اغوا کا الزام اس کی پارٹی پر عائد ہونے والا ہے تو اس نے فوراً جوابی کارروائی کی اور اپنی مہنگی کوٹھی کو اپنے ہی کارندوں کے ذریعے بموں کے دھماکوں سے کھنڈر بنادیا۔

وزیر علی امریکا میں پناہ لینے والا مفرور پاکستانی لیڈر تھا۔ اپنی پارٹی کے حکومت سنبھالنے کے بعد پاکستان آیا تھا اس لئے کچھ اچھی شہرت کا مالک نہیں تھا۔ عوام کو اس کے مقابلے میں اپوزیشن کے لیڈر سے زیادہ ہمدردی تھی، جسے ایک مہنگی کوٹھی کے ساتھ بموں کے دھماکوں سے قتل کرنے کی سازش کی گئی تھی۔

لوگ حکومت پر کسی ثبوت کے بغیر الزام نہیں دے سکتے تھے مگر اپوزیشن والے یہی کہہ رہے تھے کہ ان کی سب سے بڑی مخالف پارٹی نے ان کے لیڈر کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اور حکومت ذرائع ابلاغ کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی صفائی میں کہہ رہی تھی کہ بیرونی ملکوں سے آنے والے دہشت گردوں اور تخریب کاروں نے حکومت کو بدنام کرنے کے لئے اپوزیشن کے لیڈر پر حملہ کیا تھا اور ان کی کوٹھی کو کھنڈر بنادیا تھا۔

دونوں پارٹیوں میں کسی نہ کسی مسئلے پر ٹھنی رہتی تھی۔ ایک پارٹی کہہ رہی تھی کہ تخریب کاروں نے اپوزیشن کے لیڈر کی کوٹھی کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کا معاوضہ حکومت ادا کرے دوسری کہتی تھی حکومتی پارٹی کے لیڈر وزیر علی کو اپوزیشن والوں نے اغوا کیا ہے لہٰذا وہ ان کا بندہ واپس کریں۔

یوں لیڈر کی کوٹھی پھر بن جاتی مگر وزیر علی کو وہ کہاں پاسکتے تھے؟ دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کو الزام دے رہی تھیں کہ انہوں نے اسے کہیں لے جاکر چھپادیا ہے یا اسے قتل کرکے لاش کہیں دفن کردی ہے۔ اب وہ کبھی نہیں ملے گا اور دو پارٹیاں ایک دوسرے کو الزام دیتی رہ جائیں گی۔

شلپا (سونیا ثانی) وزیر علی کی بیوی اور دینا دانیال وزیر علی کی بہن بن کر آئی تھیں۔ ان دونوں نے سیاہ ماتمی لباس پہن لیا تھا اور پریس والوں کے سامنے حکومت سے مطالبہ کررہی تھیں کہ وزیر علی کو جلد سے جلد تلاش کیا جائے۔

پریس والوں کے جانے کے بعد وہاں کے اعلیٰ عہدیدار اُن دونوں کو تسلیاں دینے آرہے تھے۔ ان دونوں کا گورا اور چمکتا ہوا بدن سیاہ ماتمی لباس میں اس قدر حسین لگ رہا تھا کہ انہیں دیکھنے والے عہدیداروں کے دل دھڑکنے لگے تھے۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ حسینائیں رات کے لباس میں سورج کا سا بدن چھپائے ہوئے ہیں اور سورج کی کرنیں کہیں کہیں لباس کے باہر جھلک رہی ہیں۔ وہ ہوس ناک ہوکر سوچ رہے تھے پتا نہیں پورا پورا سورج کیسا ہوگا؟

ثانی اور دینا اپنے اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں اور ہر عہدیدار ان سے تنہا ملنے اور تسلیاں دینے آرہا تھا۔ کوئی اپنی ماں کی قسم کھاکر کہہ رہا تھا کہ وزیر علی کو ڈھونڈنے کے لئے ان حسیناؤں کی خاطر زمین و آسمان ایک کردے گا۔ ایک نے جذباتی ہوکر ثانی کا ہاتھ پکڑلیا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی "پلیز ایسا نہ کریں۔ میرا شوہر مجھے دیکھ رہا ہے۔"

عہدیدار نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر جھینپ کر کہا "وہ کیسے دیکھے گا۔ اسے تو لوگ اغوا کرکے لے گئے ہیں۔"

"ہاں مگر میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ مجھے چھپ چھپ کر کہیں سے دیکھ رہا ہے۔"

"تم ایسا کیوں محسوس کرتی ہو۔"

"وزیر علی کہتا ہے 'میں بہت حسین ہوں۔ مجھے تالے چابی میں رکھنا چاہئے ورنہ کوئی مجھ پر ہاتھ صاف کردے گا۔"

وہ مسکرا کر بولا "اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر راضی ہوجاؤ تو میں تمہارے اس تالے چابی والے کو کہیں سے ڈھونڈ لاؤں گا۔"

"جب یہی پتا نہیں ہے کہ اسے کس پارٹی کے لوگ کہاں لے گئے ہیں تو آپ کیسے تلاش کریں گے؟"

"میرے بڑے ذرائع ہیں۔ میں کوئی زبردست پلاننگ کروں گا مگر پہلے ہماری دوستی ضروری ہے۔"

"میں اُس وقت دوستی کروں گی جب تم اپنی کوئی زبردست پلاننگ بتاؤ گے اور اس پلاننگ سے مجھے قائل کروگے۔"

"لیکن زبردست تدبیر سوچنے کے لئے کچھ وقت لگتا ہے۔"

"میں کہیں بھاگی نہیں جارہی ہوں۔ تم ابھی ڈرائنگ روم میں جاؤ اور تدبیر سوچو، پھر کوئی تدبیر سوجھے تو میرے اِس بیڈروم میں چلے آنا۔"

وہ کچھ مایوس سا ہوکر بیڈروم سے چلا گیا۔ پھر ڈرائنگ روم میں جاکر بیٹھ گیا۔ ثانی اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ گئی تھی کہ وہ اُس پر بری طرح مرمٹا ہے اور آج کی رات شراب کے ساتھ اسے بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

وہ اپنے بیڈروم کا دروازہ بند کرکے دینا دانیال کے دماغ میں آگئی۔ دینا دانیال پاکستان میں ایٹمی پلانٹ کی صحیح تفصیلات معلوم کرنے آئی تھی۔ پچھلی رات یہاں کے ایک بہت بڑے عہدیدار نے اس سے کہا تھا کہ یہاں ایٹمی پلانٹ میں تین قابل سائنس

دان کام کررہے ہیں مگر یہ پتا نہیں ہے کہ کیا کررہے ہیں۔ ان تینوں میں رحمان قریشی نامی ایک سائنس دان ہے، وہ بڑی حد تک زندہ دل ہے اور شاید دل پھینک بھی ہے۔ اسے حُسن و شباب کے جال میں پھانسا جائے تو وہ بہت سے راز اُگل دے گا۔

یہ پلاننگ پچھلی رات کی گئی تھی اب دوسری رات اس عہدیدار نے سائنس دان رحمان قریشی سے کہا تھا کہ وزیر علی کی بہن دینا دانیال بہت سوگوار ہے، ہم اسے تسلیاں دے کر آئے ہیں کہ اس کا اغوا شدہ بھائی بازیاب کرلیا جائے گا تم بھی جاؤ اور اس بیچاری سے ہمدردی کے دو بول کہہ دو۔

اکثر سائنس دان ہوٹلوں اور کلبوں میں یا تقریبات وغیرہ میں نہیں جاتے اور کسی دوست کے ساتھ بھی وقت نہیں گزارتے۔ کیونکہ ان پر بھاری ذمّے داریاں عائد ہوتی ہیں۔ پھر وہ خود بھی سائنسی تحقیقات میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ بیرونی دنیا سے ان کا تعلق شاذ و نادر ہی رہتا ہے۔

رحمان قریشی کو جب بڑے صاحب نے ایک حسینہ سے ملنے کی اجازت دی تو وہ اس سے ملنے چلا آیا۔ ثانی اکثر دینا دانیال کے خیالات پڑھا کرتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ دوسرے بیڈروم میں رحمان قریشی ایک ہمدرد بن کر دینا دانیال سے ملاقات کرنے آیا ہے اور ہمدردی بھول کر اس کے حُسن و شباب کا دیوانہ ہورہا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ دینا کی ادائیں بڑی کافرانہ ہوتی تھیں اس کی قربت میں پہنچنے والا مسلمان بھی کافر ہوجاتا تھا۔ دینا نے اس سے مصافحہ کیا تھا۔ صرف اپنا ہاتھ پکڑنے دیا تھا۔ ہتھیلی سے پنجے تک نہیں پہنچنے دے رہی تھی۔ اسے باتوں سے بہلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "میں کنواری ہوں، یوں دیر تک ہاتھ نہ پکڑو۔"

اس نے پوچھا "کب تک کنواری رہو گی؟ کیا میں تمہارا آئیڈیل نہیں بن سکتا؟"

"میرا آئیڈیل وہ ہوگا جو میرا صرف شوہر نہ ہو بلکہ دوست بھی ہو۔ جو صرف شوہر ہوتے ہیں، وہ بیوی سے باہر کی باتیں چھپاتے ہیں۔ اُن سے دفتر کی کوئی بات پوچھو تو کہتے ہیں کہ گھر میں دفتر کی باتیں نہ پوچھا کرو۔"

وہ بولا "میں ایسا نہیں ہوں۔ جب تمہیں اپنا بناؤں گا تو دل کی کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔"

"اگر میں اسی لمحے میں تمہاری بن جاؤں اور تمہاری رازدار بن کر رہنے کی بھی قسم کھاؤں تو کیا تم یہاں کے ایٹمی پروگراموں کے متعلق بتاؤ گے۔"

"جب تم اپنا جسم و جان صرف مجھ پر نچھاور کروگی اور صرف میری ہی رازدار بن کر رہو گی تو پھر میں تم سے کوئی راز نہیں چھپاؤں گا۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں نے ایک لباس پر دوسرا لباس پہنا ہے۔ میں بہت ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک لباس اتاروں گی مگر تم ٹھہر ٹھہر کر نہیں بولو گے، جتنی سچائی سے بولو گے اتنی ہی صفائی سے تمہیں دکھاؤں گی کہ کتنے ایٹمی ذرات کے ملنے سے حسین عورت کا ایک ہوش ربا بدن بنتا ہے......"

وہ ایسی اداؤں سے بول رہی تھی کہ وہ سحرزدہ ہوکر رہ گیا تھا۔ پھر دینا دانیال نے اپنے بلاؤز کا ایک بٹن کھولا تو اس نے بے اختیار ایٹمی پروگرام کے متعلق بولنا چاہا۔ ایسے ہی وقت اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا اور کراہنے لگا۔ دینا نے پوچھا "یہ تمہیں کیا ہورہا ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے آگے کی طرف جھک کر بولا "پتا نہیں۔ اچانک دل میں بڑی زور کا درد ہورہا ہے۔"

دل میں درد نہیں ہورہا تھا۔ ثانی اس کی کھوپڑی میں رہ کر اسے درد محسوس کرا رہی تھی۔ اسے ایٹمی پروگرام کے متعلق کچھ کہنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔

دینا دانیال اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والی تھی۔ وہ قریب آکر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "لمبی لمبی سانسیں لیتے رہو۔ شاید کچھ افاقہ ہوگا ورنہ میں فون کرکے کسی ڈاکٹر کو بلاؤں گی۔"

وہ لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ ثانی اس کے دماغ سے تھوڑی دیر کے لئے نکلی پھر اس عہدیدار کے اندر پہنچی جس نے بیڈروم میں اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور اب ڈرائنگ روم میں بیٹھا ثانی کو حاصل کرنے کے پلاننگ سوچ رہا تھا۔

ثانی اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے ڈرائنگ روم سے دوڑاتی ہوئی دینا دانیال کے بیڈروم کے دروازے پر لے آئی دروازہ اندر سے بند تھا۔ اندر دینا دانیال کا عاشق سائنس دان رحمان قریشی نارمل ہوگیا تھا اور پھر ایٹمی پروگرام کے متعلق بولنے والا تھا۔ اُس وقت باہر سے دروازہ پیٹنے کی آواز آئی۔ پھر ثانی کی مرضی کے مطابق عہدیدار نے کہا "دروازہ کھولو۔ ہم پولیس والے ہیں۔ دروازہ نہ کھلا تو ہم توڑ کر اندر آجائیں گے۔"

دینا دانیال جھنجلا گئی۔ بنتا ہوا کام بگڑ رہا تھا۔ وہ غصے سے چیخ کر بولی "یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کیا اس ملک کے پولیس والے اس طرح رات کو کسی کے بھی کمرے کا دروازہ توڑنے چلے آتے ہیں؟"

رحمان قریشی نے دروازے کے قریب آکر پوچھا "آفیسر! تم کون ہو؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس ملک کا ایک سائنس دان رحمان قریشی یہاں موجود ہے اور وہی تم سے مخاطب ہے؟"

باہر سے آواز آئی "آپ دروازہ کھولیں۔ اگر آپ واقعی رحمان قریشی صاحب ہوں گے تو ہم چلے جائیں گے۔"

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ پھر ٹھٹک گیا۔ وہاں کوئی پولیس والا نہیں تھا۔ وہی عہدیدار تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا۔ اس سے پہلے کہ رحمان قریشی اسے پہچان کر کچھ کہتا، اس نے گولی چلادی۔ گولی ٹھیک اسی دل میں لگی جہاں تھوڑی دیر پہلے اُس نے درد محسوس کیا تھا۔ وہ جوانی کا ایٹم بم حاصل کرنے کے

لئے لبی لبی سانسیں لینے کی کوششیں کرنے لگا تھا مگر اب ایک بھی سانس لینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ فرش پر مُردہ پڑا ہوا تھا۔

گولی مارنے والے نے ثانی کی مرضی کے مطابق دینا دانیال سے کہا "میں اس دروازے سے لگا سن رہا تھا۔ تم اس گدھے سے ایٹمی راز اگلوا رہی تھی۔ اس ریوالور کی دوسری گولی تمہارا کام بھی تمام کرسکتی ہے مگر تم ہماری پارٹی کے ایک لیڈر وزیر علی کی بہن ہو' اس لئے تمہاری پہلی غلطی معاف کررہا ہوں۔ آئندہ اس ملک میں رہ کر ایٹمی پروگرام کی کوئی بات نہ کرنا۔"

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا' دوسرے بیڈ روم سے ثانی نکلی۔ وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی کیونکہ گولی چلانے والے آلہ کار کے دماغ میں بھی تھی۔ وہ دینا دانیال کو دکھانے کے لئے قاتل کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر سہم گئی۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے قاتل کو وہاں سے بھگایا۔ وہ کوٹھی کے اندر سے بھاگتا ہوا باہر آیا۔ اپنی جیب سے رومال نکال کر ریوالور کے دستے کو صاف کیا۔ پھر اس رومال سے ریوالور کو پکڑ کر اپنی پیشانی پر گولی مارلی۔

ثانی نے دماغی طور پر حاضر ہوکر دیکھا۔ دینا دانیال اپنے بیڈ روم میں گم صُم کھڑی ہوئی تھی اور دروازے کے باہر کھڑی ہوئی ثانی کو دیکھ رہی تھی۔ ثانی نے پوچھا "دینا! یہ قتل ہونے والا کون تھا اور وہ قاتل؟ کیا ان دونوں کو پہچانتی ہو؟"

وہ بولی "پتا نہیں وہ کون مردود تھا۔ میرا بنتا ہوا کام بگاڑ کر چلا گیا۔ یہ قریشی ابھی ایٹمی راز اگلنے والا تھا۔"

ثانی نے کہا "کیا تم نے کوٹھی کے باہر فائرنگ کی آواز سنی ہے۔ شاید وہ قاتل کسی اور کو بھی گولی مار کر گیا ہے۔ تم بڑے صاحب کو فون کرکے یہاں کے حالات بتاؤ۔ میں باہر دیکھ کر آتی ہوں۔"

وہ کوٹھی کے باہر جانے لگی۔ دینا دانیال نے ریسیور اٹھا کر بڑے صاحب سے رابطہ کیا پھر اسے رحمان قریشی کے اور ایک قاتل کے بارے میں بتانے لگی۔ بڑے صاحب نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "موساد اور را" کے مشترکہ زونل لیڈر ایم آئی ایم والوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ رحمان قریشی کو یہاں کا راز بتانے سے پہلے مارنے والے بھی وہی ہوں گے۔"

ثانی نے باہر سے آکر کہا "وہ قاتل جو یہاں سے بھاگ کر گیا تھا اسے باہر کسی نے قتل کردیا ہے ایسے وقت پیٹرولنگ کرنے والی پولیس پہنچ گئی ہے۔ اُس کا افسر اس مقتول ہونے والے قاتل کے متعلق کہہ رہا ہے کہ وہ......"

بات پوری ہونے سے پہلے پولیس افسر سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ دینا دانیال نے کہا "افسر! ہم سے کوئی سوال کرنے سے پہلے اپنے بڑے صاحب سے بات کرو۔"

اس نے ریسیور بڑھایا۔ افسر نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو' میں کشمیری بازار تھانے کا انسپکٹر بول رہا ہوں۔ گشت کرتے ہوئے اِدھر آنکلا تھا۔ کیا آپ واقعی بڑے صاحب ہیں؟"

جواب ملا "ریسیور رکھ کر اٹھاؤ دوبارہ میرے نمبر ڈائل کرو۔ مجھ سے ہی رابطہ ہوگا۔ کیا تم میری آواز نہیں پہچان رہے ہو۔"

"بے شک پہچان رہا ہوں۔ لیکن میں اپنی تسلی کے لئے پھر سے نمبر ڈائل کروں گا' آپ ریسیور رکھ دیں۔"

دونوں طرف سے ریسیور رکھا گیا پھر انسپکٹر نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیئے تو اپنے اُن ہی بڑے صاحب کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا "سر! معافی چاہتا ہوں۔ بہت سے لوگ دوسروں کی آوازوں کی کامیاب نقل کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے......"

اُدھر سے بات کاٹ کر کہا "معافی نہ مانگو۔ میں تمہاری فرض شناسی سے خوش ہوں۔ یہ بتاؤ قاتل کون ہے؟"

"جناب عالی! میں یہی معلوم کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ یہاں وزیر علی صاحب کی ہمشیرہ کے کمرے میں معروف سائنس دان رحمان قریشی کی لاش پڑی ہے اور کوٹھی کے باہر ہم نے ایک بڑے سرکاری افسر کی لاش دیکھی ہے۔"

ثانی نے کہا "انسپکٹر! جسے تم سرکاری افسر کہہ رہے ہو' وہی رحمان قریشی کو قتل کرکے یہاں سے گیا تھا۔"

دینا دانیال نے کہا "میں چشم دید گواہ ہوں۔ قاتل کو اچھی طرح پہچان سکتی ہوں۔"

"بڑے صاحب نے فون پر انسپکٹر سے کہا "وزیر علی کے اغوا کیئے جانے کے بعد اس کی بہن اور بیوی پہلے ہی صدمات سے دوچار ہیں۔ انہیں سوال جواب کے ذریعے پریشان نہ کرو۔ یہ دونوں قتل ایم آئی ایم کی تنظیم کے مجاہدوں نے کیئے ہیں۔ پچھلے ہی دن تمام تھانوں کو اس سلسلے میں کہا گیا تھا کہ وہ جلد سے جلد ایم آئی ایم والوں کو ڈھونڈ کر گرفتار کریں۔ تمہیں یہی کرنا چاہئے' دونوں لاشیں وہاں سے اٹھوالو۔"

انسپکٹر اور سپاہی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ لاشیں اٹھا کر ایم آئی ایم کے خلاف رپورٹ درج کرنے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ثانی نے دینا دانیال سے کہا "یہ رحمان قریشی تمہیں بڑے بڑے راز بتا سکتا تھا' اب کیا کروگی؟"

وہ بولی "میں کسی مشن میں ناکام نہیں رہی۔ آج پہلی بار بہت بڑی ناکامی ہوئی ہے۔ پتا نہیں یہ ایم آئی ایم والے یہاں کیسے چلے آئے ہیں۔ موساد کے ہیڈ کوارٹر سے یہ معلوم ہوا تھا کہ ایم آئی ایم والے صرف اسرائیل کے خلاف ہیں۔"

ثانی نے کہا "اُن کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ انہوں نے پاکستان میں بھی یہودیوں کی بو سونگھ لی ہے۔ مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں بھی یہودی کی حیثیت سے نہ پہچان گئے ہوں۔"

دینا سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "میں نے سنا ہے کہ ایم آئی ایم میں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہیں۔ آج یہ سچ سمجھ میں آرہا ہے۔ رحمان قریشی کو یہاں کے سرکاری عہدیدار نے قتل کیا۔ اگر وہ

ہدیدار محب وطن تھا اور ایٹمی پروگرام کو ظاہر نہیں ہونے دینا
ہتا تھا تو باہر ایم آئی ایم والوں نے اسے کیوں قتل کیا؟ دراصل
ن کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس سرکاری عہدیدار کو آلہ کار
بنا)یا تھا۔ اس نے عہدیدار کے ذریعے قریشی کو قتل کرایا۔ پھر وہ
ل کرکے کوٹھی کے باہر گیا تو اس خیال خوانی کرنے والے نے
ہدیدار کو بھی قتل کردیا۔"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ جب
لوگ ایک ایک یہودی کو ٹھکانے لگا رہے ہیں تو کیا وہ تمہیں نہیں
پہچان رہے ہوں گے اور کیا مجھے بھی ایک ہندو عورت شلپا کے
روپ میں نہیں دیکھ رہے ہوں گے؟"

"میں تو یہاں آکر مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔ رحمان قریشی
ہے آخری اہم مہرے کو مار کر اب مجھے اندیشوں میں مبتلا کردیا گیا
ہے۔ میں ایک سراغرساں کی حیثیت سے پہلی بار ناکام ہوکر یہاں
ے جاؤں گی۔"

ثانی نے کہا "واپس جانا نصیب ہوگا تب جاؤ گی۔ مجھے تو اپنی
امید نہیں ہے۔ ایک خوف سمایا ہوا ہے کہ دشمن ہمیں پہچان کر
نظرانداز کررہے ہیں۔"

"بھلا پہچاننے کے بعد ہمیں یہاں تخریب کاری کے لئے ڈھیل
کیوں دیں گے۔"

"تم پریشانی میں یہ نہیں سمجھ رہی ہو کہ ایٹمی راز بتانے والے
کو مار ڈالا گیا اور تم وہ راز سننا چاہتی تھی مگر تمہیں چھوٹ دی
جارہی ہے۔"

"واقعی یہ پہلو غور طلب ہے۔ میں اِس ملک کا بہت بڑا خفیہ
راز معلوم کرنے کے لئے قریشی کو پھانس رہی تھی۔ مگر دشمنوں نے
مجھے زندہ چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں سمجھنا چاہئے کہ انہوں نے ہمیں زندہ
کیوں چھوڑا ہوا ہے؟"

"سیدھی سی بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ وہ ہمارے پاس
آنے والے یا دور سے رابطہ کرنے والے ملک دشمن عناصر کو
پہچانتے ہیں۔ پھر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ تم نے
اسلام آباد میں رہنے والے موساد کے زونل لیڈر سے رابطہ کیا تھا'
اس لیڈر کے پاس کراچی کا زونل لیڈر آیا ہوا تھا۔ اس طرح ان
دونوں کو قتل کردیا گیا۔ پھر رحمان قریشی تمہارے پاس آیا۔ اسے
بھی ٹھکانے لگا دیا گیا۔ اِن ایم آئی ایم والوں نے ہمیں اپنا آلہ کار
بنایا ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں قتل نہیں کرتے۔ ہم سے فائدے
اٹھاتے ہیں۔"

"بے شک یہی بات ہے۔ اب تو دانشمندی یہی ہے کہ ہم
یہاں رہ کر دشمنوں کے آلہ کار نہ بنیں۔"

دینا دانیال نے ریسیور اٹھا کر بڑے صاحب سے رابطہ کیا۔ پھر
اسے بتایا کہ ایم آئی ایم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اور شلپا
کو آلہ کار بنا کر اپنے مقاصد حاصل کررہے ہیں۔ انہیں اس ملک

یں رہنا چاہئے۔

بڑے صاحب نے کہا "تم یہاں میدان چھوڑ کر بھاگنے نہیں ا ہو۔ تمہاری اور شلپا کی حفاظت کے لئے سخت انتظامات کئے رہے ہیں اور یہ تم دونوں کے لئے خوشی کی بات ہوگی کہ اسلام آباد میں موساد کا نیا زونل لیڈر آگیا ہے اور وہ یوگا کا ماہر ہے۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے زیر نہیں کرسکے گا۔"

"یہ واقعی خوشی کی بات ہے۔ میں بھی یوگا کی ماہر ہوں' صرف شلپا پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی ہے۔ دشمن اُس کے ذریعے میرے قریب آسکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ میں شلپا سے دور رہا کروں۔"

"یہی مناسب ہے۔ شلپا کو اسی بنگلے میں اپنے شوہر وزیر علی کی گم شدگی پر سوگوار رہنے دو اور تم اپنا مختصر سا ضروری سامان لے کر وہاں سے نکل جاؤ۔ ابھی پندرہ منٹ میں ایک سفید کار تمہیں لینے آئے گی۔"

وہ ریسیور رکھ کر ایک چھوٹی سی اٹیچی میں اپنا ضروری سامان رکھنے لگی اور شلپا سے کہنے لگی "یہ اوپر سے حکم آیا ہے کہ تم اسی بنگلے میں رہوگی' میں ابھی دوسری جگہ شفٹ کررہی ہوں۔"

"تم کہاں جارہی ہو؟"

"میں ابھی نہیں جانتی۔ میری رہائش کا کہیں دوسری جگہ انتظام کیا گیا۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ایک دوسرے سے دور رہیں۔"

پندرہ منٹ کے بعد ایک گاڑی آگئی۔ دینا نے شلپا سے رخصتی مصافحہ کیا۔ پھر وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ثانی نے ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری کو مخاطب کیا اور کوڈورڈز ادا کئے گئے۔ وہ بولا "یس سر! میں حاضر ہوں۔"

ثانی نے اسے وہاں کے مختصر حالات بتائے۔ پھر کہا "میرے دماغ میں آؤ اور بڑے صاحب کے اندر پہنچو۔ یہ معلوم کرو کہ دینا دانیال کے لئے نئی رہائش کا کہاں انتظام کیا گیا ہے اور وہاں کا فون نمبر کیا ہے۔"

وہ ثانی کے پاس آیا۔ ثانی نے اسے بڑے صاحب کے اندر پہنچادیا۔ پھر خود یہ معلوم کیا کہ جو نیا زونل لیڈر آیا ہے اس کا اسلامی نام نعیم شیراز ہے اور وہ بڑے صاحب کی کوٹھی کی انیکسی میں رہنے آیا ہے۔

اُس نے علی تیمور سے رابطہ کیا۔ اسے بھی بنگلے میں پیش آنے والے تازہ واقعات سنائے پھر کہا "اس بار موساد کا ایک زبردست فائٹر یہودی نعیم شیراز کے نام سے پاسپورٹ بنوا کر آیا ہے۔ وہ یوگا کا ماہر ہے اور بڑے صاحب کی انیکسی میں آرام فرما رہا ہے۔"

"میں بھی کچھ زیادہ آرام فرما چکا ہوں۔ وزیر علی بن کر خاموشی سے دو سیاسی پارٹیوں کے لڑنے کا تماشا دیکھتا آرہا ہوں۔ اب یہ تمہارا وزیر علی اپنے طور پر کچھ کرنے والا ہے۔"

"ذرا میں بھی تو سنوں کہ کیا کرنے والے ہو؟"

"ابھی رات ہوچکی ہے' جاؤ آرام سے سوجاؤ۔ کل سے تمہیں میرے اقدامات کا علم ہوتا رہے گا۔ ویسے یہ تم نے اچھا کیا کہ بڑے صاحب اور یہودی نعیم شیراز کا پتا بتادیا۔ میں اُن سے نمٹ لوں گا۔"

"تم کہتے ہو تو میں اُس کوٹھی میں تنہا سونے جارہی ہوں۔ پھر پانچ یا چھ گھنٹے کی نیند پوری کرکے تمہارے پاس آؤں گی۔"

علی سے رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ یوں تو وہ علی کے ساتھ موجودہ مشن پر آئی تھی لیکن میں بھی اہم معاملات میں اسی سے کام لیتا تھا اور وہ پارس کی بھی خیریت معلوم کرتی رہتی تھی اور اُس کے کام آتی رہتی تھی۔ وہ اپنی مصروفیات' تیزی طراری اور حاضر دماغی کے ذریعے سونیا کی کمی پوری کررہی تھی۔ ہم سب اس پر سونیا کی طرح تکیہ کرتے تھے۔

اُس وقت علی نے اس کی مصروفیات کو سمجھتے ہوئے آرام کرنے کا مشورہ دیا تو وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوگئی۔ اس کا ساتھ چھوڑ کر جانے والی دینا دانیال ایک نئی رہائش گاہ میں پہنچ گئی تھی۔ اپنی اور بڑے صاحب کی دانست میں ایسی محفوظ جگہ پہنچ گئی تھی' جہاں ایم آئی ایم کا کوئی بندہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر وہاں جو ملازم تھے وہ مسلح اور تربیت یافتہ تھے۔

وہ مطمئن ہوکر اپنے بیڈ روم میں آئی۔ پھر آرام دہ بستر پر لیٹ کر سرہانے سے فون کا ریسیور اٹھایا۔ بڑے صاحب کے نمبر ڈائل کئے پھر کہا "یہ بنگلا خوب صورت ہے اور محفوظ بھی ہے۔ آپ بڑی ذمّے داری سے میری حفاظت کا خاص خیال رکھ رہے ہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم کریں۔"

"میری کیا مجال کہ حسن و شباب کے دربار میں حکم کروں۔ میں تو عرض کرنے کی جسارت کررہا ہوں۔

تم اتنا حسن لے کر کیا کرو گے

خدا کے نام پر خیرات دے دو"

وہ ہنس کر بولی "یہ بندی آپ ہی حضرات کے کام آنے والی بندی ہے۔ پہلے جس مقصد کے لئے آئی ہوں' اسے آپ پورا ہونے دیں۔ پھر تو میں آپ ہی کی راتیں رنگین بناتی رہوں گی۔"

"یہ میری بدقسمتی ہے کہ اس رحمان قریشی کو دشمنوں نے قتل کردیا۔ ورنہ آج ہی تمہیں ایٹمی پروگرام کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوجاتا۔ اب ہمارے ایٹمی پلانٹ میں کوئی ایسا سائنس دان یا اس کے ماتحت نظر نہیں آرہے ہیں جن میں سے کسی کو تم شکار کرسکو۔ یہ ایم آئی ایم والے تمہارے لئے مسئلہ بن گئے ہیں اور مجھ سے میری رنگین راتیں چھین رہے ہیں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ ہم دونوں کو اپنے اپنے مقصد کی تکمیل تک انتظار کرنا ہوگا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ دینا دانیال نے ریسیور رکھ کر ایک بھرپور

ڑائی لی۔ پھر سونے کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ اسے شاید ہی ر آسکتی تھی کیونکہ بہت بڑے اور بہت ہی اہم مشن میں ناکام ی تھی۔ وہ کامیابی کی بڑی امیدیں لے کر آئی تھی لیکن ایم آئی م کے نام سے آنے والے نے ایک ہی گولی میں تمام امیدوں پر نی پھیر دیا تھا۔

وہ سونا بھی چاہتی تھی اور آئندہ کامیابی کے لئے سوچنا بھی اہتی تھی۔ ایسے وقت ٹیلی فون کی گھنٹی اسے مخاطب کرنے لگی۔ س نئی رہائش گاہ کا فون نمبر صرف بڑے صاحب کو معلوم تھا۔ اس نے بے زاری سے سوچا۔ بڑے صاحب میرے لئے کروٹیں بدل ہے ہیں۔ یہ مسلمان بس ایسی ہی ہوس میں مارے جاتے ہیں۔

اس نے بے دلی سے فون اٹھا کر پوچھا "ہیلو' کیا آپ کو نیند یں آرہی ہے؟"

اسے ایک اجنبی سی آواز سنائی دی "میرے سونے جاگنے کا ت مقرر نہیں ہے۔ تم اپنی سناؤ' کروٹیں کیوں بدل رہی ہو؟"

وہ حیرانی سے بولی "تم کون ہو؟ اور تمہیں یہ فون نمبر کیسے علوم ہوا؟"

"مجھ سے زیادہ کوئی تمہیں جان نہیں سکتا۔ کیونکہ میں نہارے جسم و جان کا مالک ہوں۔ تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ کسی بھی دشمن کے خوف سے جگہ نہ بدلو۔ اگر تمہیں مارنا ہوتا تو رحمان ریشی کے بعد دوسری گولی تمہیں ماردیتا۔"

وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ خوف زدہ ہوکر بولی "تم؟ کیا تم ہی قاتل ہو؟"

"قاتل تو تم ہو۔ جب سے تمہیں دیکھا ہے' خود کو مقتول سمجھ رہا ہوں۔ پہلی بار دیکھنے کے بعد ہی میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ تم میری باگیر بن کر رہوگی اور میرے سوا تمہارے حُسن و شباب کو کوئی حاصل نہیں کرسکے گا۔"

"تم نے مجھے پہلی بار کب اور کہاں دیکھا تھا؟"

"تمہارے سوال کے پیچھے چالاکی چھپی ہوئی ہے پھر بھی بتائے دیتا ہوں ہم تمہارے بھائی کو اغوا کرنے آئے تھے۔ اسے بے ہوش کردیا گیا تھا۔ تمہارے بھائی کو بستر پر رسیوں سے جکڑ دیا گیا تھا جب میرے ساتھی ایسا کررہے تھے تو میں نے تمہارے بیڈ روم کے پاس آکر کھڑکی سے تمہیں دیکھا۔ تم بے خبر سورہی تھیں۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ تمہارا خوابیدہ حُسن کیا قیامت جگا رہا تھا۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو میں تمہارے کمرے میں گھس آتا۔ لیکن اس وقت وزیر علی کا اغوا ہمارے لئے بہت ضروری تھا۔ تمہارے جاگنے سے کھیل بگڑ جاتا۔ اس لئے میں نے صرف تمہیں دیکھا اور نامراد چلا آیا۔"

"اگر تم نے رحمان قریشی کو گولی ماری تھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اُس سرکاری عہدیدار کے دماغ پر قبضہ جماکر آئے تھے۔ اسے آلہ کار بنا کر پہلے اس سے قتل کرایا۔ پھر اسے کوٹھی کے باہر پہنچا کر اس بے چارے کو بھی قتل کردیا۔ اس طرح یہ ثابت ہورہا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"ہاں جانتا ہوں۔ وزیر علی کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ تم شراب اور سگریٹ نہیں پیتی ہو۔ میں نے اس خیال سے تمہارے دماغ کو نہیں چھیڑا ہے کہ شاید تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرلو گی۔"

"کیا یہ بتاؤ گے کہ میرا بھائی کہاں ہے؟ کیا خیریت سے ہے؟"

"تم میری جان ہو اور تمہارے بھائی کی جان کی سلامتی کی فکر میرا فرض ہے۔ وہ جہاں بھی ہے زندہ سلامت ہے۔"

"مجھے اپنی جان کہتے ہو' اپنی جاگیر کہتے ہو' کیا دور ہی دور سے کہتے رہوگے؟ مجھے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کی ضرورت ہے۔ میں ہمیشہ تمہاری بن کر رہوں گی۔ تم بے شک دنیا والوں سے روپوش رہو مگر ہم رازداری سے ایک دوسرے کے جیون ساتھی بن جائیں گے۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ جب سے تمہارے سلگتے ہوئے بدن کو دیکھا ہے اندر ہی اندر سلگ رہا ہوں۔ تمہیں چھو کر دیکھنے کے لئے تڑپ رہا ہوں۔"

"تو پھر آجاؤ۔ میں دروازہ کھلا رکھوں گی۔"

"کون سا دروازہ؟"

"دل کا بھی اور اپنی خواب گاہ کا بھی۔"

"میں اِن دروازوں سے گزرنے سے پہلے دماغ کے دروازے سے گزر کر آنا چاہتا ہوں کیا تم سانس روک لوگی؟"

وہ ذرا سوچ کر بولی "کیا مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟ تم میرے خیالات پڑھنا چاہتے ہو؟"

"تم بھی میرے خیالات پڑھ سکتی ہو۔ یا مختلف طریقوں سے میری محبّت اور وفا کے جذبوں کو سمجھ سکتی ہو۔ انسان آنکھیں رکھ کر اندھے کی چال چلے تو ضرور ٹھوکر کھاتا ہے۔ میں تمہارے ذرا سے خیالات پڑھ کر تمہاری محبّت اور وفا کا یقین کرلوں تو اس میں کیا حرج ہے؟ جو سچا ہوتا ہے وہ کسی آزمائش سے نہیں گھبراتا۔"

"میں تمہاری ہر آزمائش میں پوری اتروں گی لیکن میرے دماغ میں آنے کی بات نہ کرو۔ مجھ پر بھروسا کرو۔"

"صرف پانچ منٹ تک تمہارے خیالات پڑھنے سے سچائی معلوم ہوسکتی ہے تو پھر کسی اور طرح کیوں آزما کر تمہارا اور اپنا وقت ضائع کروں؟"

"مجھے افسوس ہے۔ میں اپنے خیالات پڑھنے کی اجازت کسی کو نہیں دوں گی۔"

"تو پھر مجھے بھی افسوس ہے کہ تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے یا گولی مار کر زخمی کرکے تمہارے اندر چلا آؤں۔ اگر تمہارے اندر وفا ہوئی تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر مکاری ہوگی تو تمہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنی داشتہ بنالوں گا۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں، تم جبراً ایسا نہیں کرو گے۔"

"مجھے روک سکتی ہو تو موساد کے ذریعے بڑے صاحب کے ذریعے روکنے کے تمام ذرائع اختیار کرو۔ میں دو گھنٹے بعد فون نہیں کروں گا۔ سوچ کے ذریعے آؤں گا۔ ایسے وقت سانس روکو گی تو پھر تمہیں دماغی کمزوری میں جتلا کروں گا۔"

جیری نے ثانی کی ہدایات کے مطابق دینا دانیال سے ایسی باتیں کی تھیں اور یوں فون پر گفتگو کرنے کے لئے اسلام آباد میں ایک شخص کو آلہ کار بنایا تھا۔ اس نے فون کا رابطہ ختم کردیا پھر خیال خوانی کے ذریعے علی کو بتایا کہ اس نے سسٹر ثانی کی ہدایات پر کس طرح عمل کیا ہے۔

علی نے کہا "تم نے دو گھنٹے بعد پھر دینا کے پاس جانے کی بات کی ہے لہٰذا دو گھنٹے بعد میرے پاس آؤ۔ اب ثانی کے پاس نہ جانا' وہ آرام کررہی ہے۔"

علی بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک پاکستانی جاسوس حشمت بیگ کے ساتھ تھا۔ چونکہ علی اسلام آباد اور پنڈی کے راستوں اور علاقوں سے واقف نہیں تھا اس لئے حشمت بیگ اس کے ساتھ رہ کر اس کی رہنمائی کرتا تھا۔ ثانی نے اسے بتایا تھا کہ موساد کا نیا زونل لیڈر یہودی ہے مگر مسلمان بن کر نعیم شیراز کے نام سے آیا ہے۔ زبردست فائٹر ہے یوگا کا ماہر ہے اور بڑے صاحب کی انیکسی میں آرام فرمارہا ہے۔

علی نے فون پر بڑے صاحب کے نمبر ڈائل کئے۔ مگر رابطہ نہیں ہوا کیونکہ اتنی رات کو بھی بڑے صاحب فون پر مصروف تھے۔ دینا دانیال نے انہیں بتایا تھا کہ ایم آئی ایم کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص نے اسے فون کیا تھا اور دھمکی دی ہے کہ وہ اسے اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گی تو وہ اسے زخمی کرکے اس کے اندر چلا آئے گا۔

بڑے صاحب نے پوچھا "اس شخص کو تمہاری نئی رہائش گاہ اور وہاں کا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"میں کیا بتاؤں؟ ہم نے بڑی رازداری سے کام لیا تھا۔ حتیٰ کہ شلپا (ثانی) کو بھی یہاں کا پتا اور فون نمبر نہیں بتایا تھا جبکہ وہ اپنی ہے۔ یہ تو بہت حیرانی اور پریشانی کا مقام ہے کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوگیا؟"

اس نے دو گھنٹے بعد تمہارے دماغ میں آنے کے لئے کہا ہے۔ میں اس سے پہلے ہی تمہارے اطراف اتنا سخت پہرا لگادوں گا کہ تمہاری رہائش گاہ کے اندر پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔"

"کیا میری حفاظت کرنے والے تمام گارڈز یوگا کے ماہر ہوں گے؟"

"یہ تو ممکن نہیں ہے۔ کسی کسی کو سانس روکنے میں مہارت حاصل ہوتی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ پہرا دینے والے دو چار گارڈز یوگا کے ماہر ہوں۔"

"اگر تمام گارڈز میں ایک بھی گارڈ ایسا رہا جو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکتا ہو تو پھر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا' اسے آلہ کار بنا کر مجھے زخمی کردے گا۔"

"ہاں اُس نے اسی طرح ایک سرکاری عہدے دار کو آلہ کار بنا کر رحمان قریشی کو گولی ماری تھی۔ ویسے تمہارا نیا زونل لیڈر یوگا کا ماہر ہے۔ وہ نہلے پر دہلا ثابت ہوسکتا ہے۔ وہ تمہارے پاس رہے گا تو تم بڑی حد تک محفوظ رہو گی۔ میں ابھی اس سے بات کرتا ہوں۔"

بڑے صاحب نے ریسیور رکھا پھر انٹرکام پر سیکریٹری سے کہا "انیکسی میں جاؤ اور فوراً مسٹر نعیم شیراز کو ساتھ لے آؤ۔"

سیکریٹری چلا گیا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ بڑے صاحب نے ریسیور اٹھایا۔ علی تیمور نے وزیر علی کی آواز میں کہا "ہیلو۔ کیا آپ میری آواز اور لہجے سے مجھے پہچان رہے ہیں؟"

آواز جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔ مگر انہوں نے بڑے صاحب کے رعب اور دبدبے کے ساتھ کہا "پہیلیاں نہ بجھواؤ۔ صاف صاف بتاؤ کون ہو تم؟"

"میں ہوں آپ کا خادم وزیر علی۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولے "وزیر علی! ہاں آواز تو وہی ہے۔ کیا واقعی وزیر علی بول رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ حیران کیوں ہورہے ہیں۔ مجھے اغوا کئے جانے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میں مرچکا ہوں۔ کیا اغوا کئے جانے والے واپس نہیں آتے؟"

"ہاں ہاں' بے شک واپس آتے ہیں مگر تم کہاں ہو؟"

"جہاں بھی ہوں' محفوظ ہوں۔ آپ کی سیاسی پارٹی نے مجھے ایک کمزور مہرہ سمجھ کر اغوا کرنا چاہا تھا اور مجھے ہلاک کرنے کا بھی منصوبہ بنایا تھا تاکہ میرے اغوا اور میری موت کا الزام اپوزیشن والوں پر عائد کیا جاسکے۔"

"یہ غلط ہے۔ تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ تم اپوزیشن والوں کی قید میں رہ کر ان کی زبان میں بول رہے ہو۔"

"اگر اپوزیشن والوں کے پاس ہوتا تو وہ مجھے آپ لوگوں کے خلاف استعمال کرتے۔ انہوں نے بھی مجھے اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ایسے وقت جبکہ دونوں سیاسی پارٹیاں مجھے قربانی کا بکرا بنانے کی سازش پر عمل کرنے والی تھیں' وہ اجنبی ایم آئی ایم والے مجھے جبراً اپنے ساتھ لے گئے۔ بعد میں حقیقت معلوم ہوئی کہ ایم آئی ایم والوں نے میری جان بچا کر مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے؟"

"صاف طور سے کہو کہ تم ہماری پارٹی سے بغاوت کررہے ہو۔ تم نے ہی ایم آئی ایم والوں کا احسان مان کر انہیں شلپا اور دینا دانیال کی اصلیت بتادی ہے۔ اسی لیے وہ دینا دانیال کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"شکر کریں کہ ابھی صرف ایم آئی ایم کو بتایا ہے۔ اگر تمام پاکستانیوں کو اور دنیا والوں کو بتادوں کہ وزیر علی کو امریکا سے یہاں محض اس لیے بلوایا گیا تھا کہ وہ ایک یہودی اور ایک ہندو عورت کو مسلمان بہن اور بیوی بنا کر پاکستان لائے۔ اس کے بعد اس وزیر علی کو قتل کرکے اپوزیشن والوں کو عدالت میں گھسیٹا جائے تو آپ حضرات اپنی صفائی میں کیا کہیں گے؟"

اسی وقت موساد کا زونل لیڈر کمرے میں آیا۔ بڑے صاحب نے کہا "آؤ بیٹھو۔ فون کا اسپیکر آن کرتا ہوں۔ ذرا تم بھی سنو' وزیر علی زندہ ہے اور ایم آئی ایم والوں کی پناہ میں ہے۔ ہمارے خلاف بکواس کررہا ہے۔"

بڑے صاحب نے فون کا اسپیکر آن کردیا۔ زونل لیڈر نعیم شیراز قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر سننے لگا۔ اسپیکر سے وزیر علی کی آواز آرہی تھی۔ وہ پوچھ رہا تھا "آپ کے پاس کون آیا ہے؟ آپ کسے میری آواز سنا رہے ہیں؟"

"میرے پاس جو بھی ہے' تم اپنی بات کرو۔ یہ نہ بھولو کہ چند برس پہلے تم ایک مفرور سیاست دان تھے۔ تمہارے جیسے سیاست دانوں کی باتوں کو نہ تو دنیا مانے گی اور نہ ہی اس ملک کے عوام تسلیم کریں گے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ایم آئی ایم کی پناہ میں آکر تم نے اپنی جان بچالی ہے مگر ہمارے خلاف کوئی موثر ہتھیار استعمال نہیں کرسکو گے۔"

علی نے کہا "بڑا ہی موثر ہتھیار استعمال ہونے والا ہے۔ ایم آئی ایم کے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے اور اپوزیشن کے پارٹی لیڈر کے دماغوں میں جائیں گے۔ پھر آپ لوگ اُن کے معمول اور تابعدار بن کر پریس کانفرنس میں کہیں گے کہ مجھ بے چارے وزیر علی کے ساتھ آپ لوگ کیسی سازشیں کرتے رہے۔"

بڑے صاحب اور نعیم شیراز پریشان ہوکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بڑے صاحب نے کہا "میں تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری ہی زبان سے وزیر علی کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا اعتراف کرایا جاسکتا ہے۔"

نعیم شیراز نے کہا "وزیر علی کی پوزیشن بڑی مضبوط ہوگئی ہے۔ وہ آپ جیسی بڑی ہستی کو دھمکیاں دے رہا ہے۔"

علی نے کہا "نئے زونل لیڈر' میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں اپنی دھمکیوں پر عمل کرسکتا ہوں؟ کہتے ہیں کہ تیر جب تک ترکش میں رہتا ہے' تب تک محض ایک دھمکی ہوتا ہے کہ وہ تیر چلے گا بھی یا نہیں؟ لیکن جب وہ تیر کمان کے چلے پر چڑھ جاتا ہے تو موت کی طرح سنسناتا ہوا آتا ہے۔"

زونل لیڈر نے کہا "میں مانتا ہوں کہ ہمارے موجودہ حالات میں تمہارا چلایا ہوا تیر نشانے پر بیٹھے گا۔ تم کسی وقت بھی کچھ بھی کرسکتے ہو۔ میں تمہاری مضبوط پوزیشن کو سمجھ رہا ہوں۔ ہم بھی ایسے کوئی کمزور نہیں ہیں مگر محاذ آرائی سے دونوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"آپ میرے نقصان کی پروا نہ کریں۔ میں نے بڑے صاحب کو اُن کی سیاسی بدمعاشی کا آئینہ دکھانے کے لیے فون کیا ہے۔ یہ آئینہ ان سے کہہ رہا ہے کہ میرے ذریعے جو ہندو اور یہودی حسینائیں اس ملک میں امپورٹ کی گئی ہیں۔ انہیں دوسرے "موساد" اور "را" تنظیم کے تخریب کاروں کے ساتھ کل تک ملک سے بھگادو۔ اور اسلامی نام سے بنے ہوئے ان کے پاکستانی شناختی کارڈز ان سے چھین لو۔"

"میں صرف چند یہودیوں اور ہندوؤں کو جانتا ہوں۔ تم کہتے ہو تو انہیں یہاں سے واپس جانے کا حکم دوں گا۔"

"بڑے صاحب! آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ وزیر علی صرف شلپا اور دینا دانیال کو جانتا ہے لیکن یہ بھول رہے ہیں کہ ایم آئی ایم کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ابھی آپ کے اندر موجود ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ آپ نے اس بار موساد کے زونل لیڈر نعیم شیراز کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے۔"

بڑے صاحب اور زونل لیڈر پھر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ علی نے کہا "کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے اعمال کتنی اچھی طرح سمجھ رہے ہوں گے۔ "را" اور "موساد" کے ان ہزاروں تخریب کاروں کے بارے میں جانتے ہوں گے جو پورے ملک میں اور خاص طور پر سندھ میں موجود ہیں۔ اِن دشمنوں کو آپ کے حکم سے پاکستانی شہریت کے مستند کاغذات اور شناختی کارڈز دیئے جاتے ہیں۔"

بڑے صاحب شدید اضطراب میں جتلا ہوگئے۔ زونل لیڈر نے ان سے ریسیور لے کر کہا "وزیر علی! تمہاری باتوں سے یہ ہمیں معلوم ہوگیا کہ ہم سے اختلاف تم نہیں' ایم آئی ایم والے کررہے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ اس تنظیم کا کوئی ذمّے دار فرد ہم سے گفتگو کرے۔"

وزیر علی نے کہا "تمہیں یہ سن کر شاک پہنچے گا کہ میں جو تم لوگوں کا تابعدار تھا' اب ایم آئی ایم کا ایک مجاہد بن چکا ہوں اور اِس تنظیم کا ہر مجاہد اپنی جگہ ایک ذمّے دار شخص ہے۔ میں اپنی ذمے داریوں کو خوب سمجھتے ہوئے کہتا ہوں کہ تم لوگوں سے مزید گفتگو نہیں ہوگی۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر فیصلہ سناؤ کہ اپنے تخریب کاروں کے ساتھ یہاں سے جارہے ہو یا یہیں مرنا چاہتے ہو؟"

"آج نہیں تو کل یا پرسوں یا کسی اور دن مرنا ہی ہے۔ بھارت میں اسرائیل میں یا پاکستان میں مرنا ہی ہے۔ کہیں بھی موت آئے گی لیکن دینا دانیال اور میری طرح ہمارے کچھ لوگ ہیں' جن کے دماغوں میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں پہنچ سکے گا اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچاسکے گا۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کے جواب میں ہم اور بھی کئی یوگا کے ماہرین کو بلائیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم سے کوئی معقول سمجھوتا کرلیا جائے۔"

"تمہارا جواب سمجھ میں آگیا۔ تم لوگ پاکستان چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ اب تھوڑی دیر بعد ہماری جوابی کارروائی سامنے آئے گی۔"

علی نے ریسیور رکھ دیا۔ زونل لیڈر نے ہیلو ہیلو کہہ کر آوازیں دیں پھر وہ بھی ریسیور رکھ کر بولا "اُس نے فون بند کردیا ہے۔"

بڑے صاحب نے کہا "یہ ایم آئی ایم والے تو مصیبت بن گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، اِن سے پیچھا کیسے چھڑایا جائے؟"

وہ بولا "بہتر ہے آپ اس سلسلے میں بات نہ کریں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس وقت بھی آپ کے اندر موجود ہوگا۔"

"یہ موجودگی بڑی پریشان کن ہوتی ہے۔ کوئی بھی موجود ہوتا ہے اور پتا بھی نہیں چلتا۔"

زونل لیڈر نے کہا "اب میں جاؤں گا، آپ مجھ سے کوئی سوال نہ کریں کہ میں آئندہ کیا کرنے والا ہوں اور مجھے کوئی مشورہ بھی نہ دیں۔ کوئی دشمن آپ کے اندر چھپ کر رہنے کے باوجود ہمارے ارادوں کو سمجھ نہیں پائے گا۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر انیکسی میں آیا پھر اس نے فون پر دینا دانیال سے رابطہ کرنے کے بعد کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پھر کہا "میں زونل لیڈر نعیم شیراز بول رہا ہوں۔ اپنے بنگلے کے مسلح گارڈز سے کہو کہ میں آرہا ہوں۔ میری کار کا نمبر اور رنگ انہیں بتاؤ اور حکم دو کہ میری گاڑی کو بنگلے کے احاطے میں آنے دیں اور مجھے تمہارے پاس آنے سے نہ روکیں۔"

اس نے کار کا نمبر اور رنگ بتا کر رابطہ ختم کیا پھر اچھی طرح مسلح ہوکر انیکسی سے باہر آیا اور اسی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑا۔ وہاں سے کار میں بیس منٹ کا فاصلہ تھا۔ اس کی گاڑی اور نمبر پلیٹ کو دیکھتے ہی احاطے کا گیٹ کھول دیا گیا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا پورچ میں آیا۔ وہاں ایک مسلح گارڈ نے کار کا دروازہ کھولا۔ وہ کار سے باہر آکر دوسرے مسلح گارڈ کے ساتھ بنگلے کے اندر آیا۔ دینا دانیال اُس کا انتظار کررہی تھی۔ اُس نے ڈرائنگ روم میں اس کا استقبال کیا۔ اُس سے مصافحہ کیا پھر کہا "سر! آپ کے یہاں آنے سے میں خود کو بہت محفوظ سمجھ رہی ہوں۔ وہ کمبخت دھمکی دے رہا تھا کہ مجھے زخمی کرکے میرے دماغ میں آئے گا لیکن اب اطمینان ہے۔ باہر مسلح محافظ ہیں اور اندر ہم دونوں یوگا کے ماہر ہیں۔"

جیری نے دو گھنٹے بعد علی سے رابطہ کیا۔ علی نے کہا "تم ثانی کا لہجہ اختیار کرکے دینا دانیال کے دماغ میں جاسکتے ہو؟"

"جی ہاں۔ میں پچھلی بار دینا سے فون پر باتیں کرنے کے دوران اس کے دماغ میں جاچکا ہوں۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔"

"پھر اس کے اندر جاؤ۔ اُس کے ساتھ اس کی تنظیم کا زونل لیڈر ہے۔ وہ بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے۔ تم دینا کے خیالات پڑھ کر معلوم کرو کہ بنگلے کے اندر اور باہر کتنے مسلح گارڈز ہیں۔ اگر انہیں خاموشی سے ٹھکانے لگاسکو تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے اُن تمام گارڈز کی پوزیشن بتاؤ۔ میں تنہا ان سب سے نمٹ لوں گا۔"

علی ایک کار میں بیٹھ کر اس بنگلے کی طرف جانے لگا۔ جیری دینا دانیال کے اندر آگیا۔ اُس نے سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ اپنے زونل لیڈر سے گفتگو کرنے کے بعد اپنے بیڈ روم میں آگئی تھی اور اب لباس تبدیل کرکے سونے والی تھی۔ جیری نے اُس کے خیالات پڑھ کر وہاں کے مسلح گارڈز کی پوزیشن معلوم کی۔ اُس کی مرضی کے مطابق دینا نے واکی ٹاکی کے ذریعے ان تمام گارڈز سے باتیں کیں اور انہیں تاکید کی کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر مستعد اور محتاط رہیں اور کسی کو بنگلے کے احاطے میں داخل نہ ہونے دیں۔

اِس طرح جیری نے تمام گارڈز کے اندر جگہ بنالی۔ ان کے پاس جدید رائفلوں کے علاوہ چاقو بھی تھے۔ اس نے پہلے ایک گارڈ کو اپنا آلہ کار بنایا۔ اسے اس کی ڈیوٹی کی جگہ سے ہٹا کر دوسرے گارڈ کے پاس پہنچایا۔ دوسرے نے کہا "تم یہاں کیوں آئے ہو۔ ابھی میڈم نے واکی ٹاکی پر کہا ہے کہ ہم اپنی اپنی جگہ نہ چھوڑیں اور بہت زیادہ محتاط رہیں۔"

پہلے گارڈ نے کہا "مجھے بھی میڈم نے واکی ٹاکی پر یہی تاکید کی ہے لیکن میرا یہ چاقو نہیں کھل رہا ہے۔ ذرا دیکھو کہ اس میں کیا خرابی ہے؟"

دوسرے گارڈ نے اُس کا چاقو لے کر کھولا تو وہ آسانی سے کھل گیا۔ جیری نے اس دوسرے کے دماغ پر قبضہ جما کر آنے والے گارڈ کے سینے میں وہ چاقو گھونپ دیا۔ پھر اُس کی زبان سے کہا "تم گارڈ نہیں گدھے ہو۔ ایک معمولی سا چاقو نہ کھول سکے۔ تمہیں مرجانا چاہیے۔"

چاقو کا پورا پھل سینے میں اتر چکا تھا اور وہ نیچے گر کر زمین پر تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ خاموشی سے مرگیا۔ چاقو اس لاش کے سینے میں ہی دھنسا رہا۔ وہ دوسرا گارڈ اپنی جگہ چھوڑ کر تیسرے گارڈ کے پاس گیا۔ تیسرے نے پوچھا "یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ....."

دوسرے گارڈ نے کہا "میں میڈم کا حکم سن چکا ہوں مگر میرا یہ چاقو نہیں کھل رہا ہے۔ ذرا دیکھو تو اس میں کیا خرابی ہے؟"

تیسرے نے اس کا چاقو نکال کر کھولا پھر کہا "یہ تو آسانی سے کھل گیا ہے؟ کیا تم نشے میں ہو؟ کیسے گارڈ ہو؟ اسے تو ایک عورت بھی آسانی سے کھول لے گی اور آسانی سے کسی کو قتل کرسکے گی۔"

جیری نے تیسرے کے دماغ پر قبضہ جما کر آنے والے گارڈ کا کام تمام کردیا۔ وہ ایک گارڈ کے بعد دوسرے کو پھر تیسرے کو صرف اُن کے چاقوؤں کے ذریعے ختم کررہا تھا۔ ان کی رائفلیں استعمال کرکے فائرنگ کی آوازیں پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

آخری سیکورٹی گارڈ نے احاطے کے آہنی گیٹ کے پاس آکر اسے بھی چاقو سے ہلاک کردیا۔ پھر گیٹ کو پوری طرح کھول کر کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد علی کار ڈرائیو کرتا ہوا آیا۔ اس گیٹ کے قریب پہنچ کر اس نے کار روک دی۔ گارڈ نے کار کے پاس آکر

اسے سیلوٹ کیا پھر کہا "میں اِس گارڈ کے ذریعے جیری بول رہا ہوں۔ اب یہاں کوئی مسلح پہرے دار نہیں ہے۔ سب کا کام تمام ہوچکا ہے۔ دینا دانیال کے خیالات نے بتایا ہے کہ اس کے اور زونل لیڈر کے پاس ایک ایک ریوالور ہے۔"

علی نے کہا "یہ آہنی گیٹ بند کردو۔ میری کار باہر رہے گی۔ تم پہلے ٹیلی فون کے تار کاٹ دو۔"

"میں ابھی جاکر کاٹ دیتا ہوں۔ لیکن اِن دونوں کے پاس موبائل فون بھی ہیں۔"

"اُن سے میں سمجھ لوں گا۔ تم تار کاٹنے کے بعد اس گارڈ کو بھی ختم کرکے میرے اندر آؤ۔"

جیری نے ہدایات پر عمل کیا۔ اپنے آلہ کار گارڈ کے ذریعے ٹیلی فون کے تار کاٹ دیئے۔ پھر اِس آخری گارڈ کو بھی اُس کے ہی چاقو سے خودکشی پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد علی کے پاس آگیا۔ علی نے اِس رہائش گاہ میں داخل ہوکر اسے بتایا کہ آئندہ جیری کو کیا کرنا چاہیے؟

وہ ہدایات کے مطابق عمل کرنے لگا۔ دینا دانیال مطمئن ہوکر سوگئی تھی۔ اس نے اسے جگادیا۔ اُس کے دماغ پر پوری طرح قابض رہ کر اس کے تکیے کے نیچے سے بھرے ہوئے ریوالور کو نکالا۔ اس کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر بستر پر پھینک دیں۔ پھر اسے خالی ریوالور کے ساتھ خواب گاہ سے باہر لے آیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی زونل لیڈر کے بیڈ روم کے پاس آئی۔ اور دروازے پر دستک دے کے بولی "سر! کیا آپ سو رہے ہیں؟"

اندر سے آواز آئی "دینا! کیا تم ہو؟ خیریت تو ہے؟"

"خیریت ہے۔ میں نے ابھی واکی ٹاکی کے ذریعے تمام سیکورٹی گارڈز سے باتیں کی ہیں۔ وہ سب اپنی جگہ مستعد ہیں مگر مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔"

زونل لیڈر کی آواز بند دروازے کے پیچھے بالکل قریب سے آئی، وہ بولا "میں اپنے مشن کی تکمیل تک ہمیشہ عورتوں سے دور رہتا ہوں تاکہ کسی سے فریب نہ کھاؤں۔ لیکن تم پر بھروسا کرسکتا ہوں۔ کیونکہ تم یوگا کی ماہر ہو۔ کوئی تمہیں ٹریپ نہیں کرسکتا لیکن....."

"لیکن کیا...؟"

"تمہارا بے پناہ حُسن و شباب ایسا جال ہے، جس میں ہم دشمنوں کو پھانستے ہیں۔ اگر تم میرے بند کمرے میں آؤگی تو میں بھی پھنس جاؤں گا۔ تم چیز ہی ایسی ہو اور میں انسان ہوں۔ میرے بستر پر آگ پہنچے گی تو میں ضرور جلوں گا۔ بولو منظور ہے تو دروازہ کھولتا ہوں؟"

"سر! میں خود چل کر آئی ہوں اور جب عورت خود آئے تو اس سے سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

زونل لیڈر نے خوش ہوکر دروازے کو ذرا کھولا۔ علی نے دروازے پر ایک لات ماری وہ اندر سے کھولنے والا دروازے سے ٹکرا کر پیچھے گیا۔ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ قالین پر آکر چاروں شانے چت ہوگیا۔

وہ بھی احتیاطاً ریوالور لے کر آیا تھا مگر اچانک حملے کے باعث وہ ریوالور ہاتھ سے نکل کر ذرا دور جاگرا۔ دینا نے کہا "خبردار! اسی طرح فرش پر پڑے رہو۔ ورنہ گولی ماردوں گی۔"

وہ حیرانی سے بولا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا اپنے لیڈر کو گولی مارو گی؟"

علی نے آگے بڑھ کر فرش پر سے ریوالور اٹھا کر اُس کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر انہیں ردی کی ٹوکری میں ڈالتے ہوئے کہا "مجھے یہ ہتھیار بہت زہر لگتے ہیں لہٰذا اسے میں نے خالی کردیا ہے۔"

دینا دانیال نے اپنا ریوالور زونل لیڈر کے پاس پھینکتے ہوئے کہا "یہ لو میرا ریوالور، میں اس اجنبی کو چالاکی سے پھانس کر لائی ہوں۔"

زونل لیڈر نے لپک کر ریوالور کو اٹھایا۔ پھر فرش پر سے خود اٹھتے ہوئے علی کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا "کون ہو تم؟"

"عجیب گدھے ہو۔ پہلے اپنی حسین ماتحت سے پوچھو کہ مجھے پھانس کر یہاں کیوں لائی ہے؟ مجھے باہر گولی مار سکتی تھی۔ پھر اُس نے کمرے میں آتے ہی تمہیں گولی مارنے کی دھمکی کیوں دی؟ مجھے تمہارے ریوالور کو اٹھا کر اسے خالی کرنے کا موقع کیوں دیا؟"

وہ الجھ کر رہ گیا۔ اُس نے سوالیہ نظروں سے دینا دانیال کو دیکھا، وہ بولی "میں خود حیران ہوں کہ اندر اور باہر ہمارے سیکورٹی گارڈز بڑی مستعدی اور توجہ سے پہرا دے رہے ہیں پھر یہ اجنبی یہاں تک کیسے چلا آیا۔ مجھ سے کچھ پوچھنے سے پہلے اِس سے پوچھو کہ یہ کیسے یہاں پہنچ گیا ہے؟"

وہ پھر الجھ گیا۔ اُس نے علی سے پوچھا "تم اِس بنگلے کے اندر کیسے آگئے۔ کیا باہر کوئی گارڈ نہیں ہے؟"

"تمام گارڈز ہیں مگر آرام سے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو واکی ٹاکی کے ذریعے انہیں مخاطب کرو۔ کوئی جواب نہیں دے گا۔"

لیڈر نے میز پر سے واکی ٹاکی اٹھا کر ایک ایک گارڈ کو کال کیا۔ مگر جواب میں کسی گارڈ کی آواز نہیں آئی۔ اس نے ایسا کرنے کے دوران علی کو برابر ریوالور کے نشانے پر رکھا تھا۔ بنگلے کے اندر اور باہر سے کسی محافظ کی طرف سے جواب نہیں ملا تو اس نے حیرانی سے واکی ٹاکی کو ایک طرف پھینک کر پوچھا "کیا تم اور تمہارے آدمیوں نے بنگلے کا محاصرہ کرکے ہمارے تمام گارڈز کو مار ڈالا ہے؟"

علی نے کہا "کوئی کسی کو نہیں مارتا۔ جب موت آتی ہے تو چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک مرجاتے ہیں۔ میرے ساتھ کوئی نہیں

ہے۔ میں تنہا ہوں۔ تمہارے محافظوں کو مرنا تھا' وہ سب اسی طرح مرگئے جیسے تم مرنے والے ہو۔"

وہ حقارت سے بولا "تم اور مجھے مارو گے؟ ریوالور میرے ہاتھ میں ہے اور موت کی دھمکی تم دے رہے ہو۔"

علی نے کہا "تمہارا ریوالور میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہاتھوں میں ہتھیار ہو تو وہ کام بھی آئے۔ اِس وقت ہم دونوں کے ہاتھوں میں کھلونے ہیں۔ انہیں پھینک دینا چاہیے۔ تم بھی پھینک دو۔"

علی نے ریوالور کو کمرے سے باہر پھینک دیا۔ دینا دانیال نے کہا "سر! آپ بھی پھینک دیں گولیوں کے بغیر ریوالور محض کھلونا ہوتا ہے۔"

لیڈر کو یقین نہیں آیا۔ اس نے علی کے ایک پیر کا نشانہ لے کر ٹریگر کو دبادیا۔ پھر دوسری تیسری بار دبایا تب یقین آیا کہ وہ کھلونے سے بہل رہا تھا۔ اس نے غصّے سے کہا "دینا! تم مجھے خالی ریوالور دے کر بے وقوف بنا رہی تھیں۔"

اُس نے ریوالور کو دینا دانیال کے منہ پر مارنا چاہا علی نے اسے کیچ کرلیا پھر کہا "اِس حسینہ کے منہ پر اسے پھینک رہے ہو۔ اِس کا چہرہ زخمی ہوگیا تو اس کے حُسن میں عیب آجائے گا پھر تم لوگ شکار کیسے پھانسو گے' اسے پھول سے مارا کرو۔"

لیڈر نے کہا "اگر تم واقعی تنہا آئے ہو تو زندہ نہیں جاؤ گے۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ میں کتنا زبردست فائٹر ہوں۔"

یہ کہتے ہی اُس نے گھوم کر علی کے منہ پر ایک لات مارنی چاہی۔ وہ لات خالی گئی۔ اُس نے پھر ایک بار گھوم کر لات چلائی۔ پھر کراٹے کے فن کا مظاہرہ کیا۔ یکے بعد دیگرے تمام داؤ آزمائے۔ اتنی بار آزمائے کہ بری طرح ہانپنے لگا۔ آدھے گھنٹے تک برابر حملے کرتے رہنے کے باوجود وہ اپنے ہاتھ سے یا پیر سے علی کے جسم کو چھو نہیں سکا تھا۔ اس دوران جیری نے دینا دانیال کو اس کا ریوالور اٹھا کر اس کے بیڈ روم میں پہنچادیا تھا۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی گولیاں چیمبر میں بھر کر پھر اسی طرح ریوالور کو لوڈ کرکے اسے تکیے کے نیچے رکھ کر سوگئی۔

دوسرے بیڈ روم میں زونل لیڈر ہانپ رہا تھا۔ علی نے کہا "تم زبردست فائٹر اور یوگا کے ماہر ہو۔ تمہیں اتنی جلدی نہیں ہانپنا چاہیے۔ ابھی تو آدھا گھنٹا ہوا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "مرد کے بچے ہو تو مقابلہ کرو۔ میرے حملوں سے بھاگتے کیوں ہو؟"

"بھاگنے والے میدان چھوڑ دیتے ہیں اور میں میدان میں ہوں۔ تم ایک بار' صرف ایک بار مجھے ہاتھ لگادو۔"

اُس نے اچانک علی پر چھلانگ لگائی۔ مگر علی کے پیچھے والی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ اسے پھر ہاتھ نہ لگا سکا۔ اتنی دیر میں اسے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ جب مکاری سے حملے کرنے کے باوجود اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا ہے تو پھر تمام داؤ پیچ اسی طرح خالی جائیں گے جس طرح اُس کا ریوالور گولیوں سے خالی ہوگیا تھا۔

مگر وہ جس قدر ناکام ہو رہا تھا اسی قدر طیش میں آتا جارہا تھا۔ اس جنون میں مبتلا ہوگیا تھا کہ اپنے مقابل کو صرف ایک ہاتھ مارنا مشکل نہیں ہے۔ وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ مگر ناکام ہو کر تھک ہار سا گیا۔ پہلے صرف ہانپ رہا تھا اب لڑکھڑانے بھی لگا۔ اپنے پیروں پر جم کر کھڑا نہیں ہو پا رہا تھا۔

ایسے وقت اُس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر ہانپتے ہوئے بولا "اے تم کون ہو؟ چلے جاؤ۔"

جیری نے کہا "کیسے چلا جاؤں؟ مجھے بھگانے کے لیے تمہیں سانس روکنا پڑے گا۔ مگر ہانپنے والا سانس نہیں روک سکتا۔"

یہ کہہ کر اُس نے ایک زلزلہ سا اس کے اندر پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ ٹیلی پیتھی کے زلزلے نے اسے نیم مردہ سا بنادیا۔ دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ علی نے کہا "میں نے یہاں آکر نہ تمہارا ریوالور استعمال کیا ہے اور نہ ہی لڑائی کے دوران تمہیں ہاتھ لگایا ہے اور جو اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکے' میں اسے ہاتھ لگانا گوارا نہیں کرسکتا۔"

اُس نے دماغی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ ایک میرے اندر ہے اور دوسرا باہر؟"

علی نے کہا "جو تمہارے اندر ہے' وہ ایم آئی ایم کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور میں وہی ہوں جس نے بڑے صاحب سے فون پر گفتگو کی تھی اور وارننگ دی تھی کہ جتنے "موساد" اور "را" کے تخریب کاروں کو یہاں جعلی شناختی کارڈز کے ذریعے پناہ دی گئی ہے' انہیں فوراً اس ملک سے واپس جانے کا حکم دیا جائے لیکن تم نے بڑے صاحب کے فون پر کہا تھا کہ مرنا تو کہیں بھی ہے۔ بھارت میں' اسرائیل میں' یا پاکستان میں' موت تو کسی وقت بھی کہیں بھی آسکتی ہے۔ لہٰذا موت آرہی ہے' اسے بھگت لو۔ تمہاری موت کے بعد بھی بڑے صاحب کو اور اُن کے پالتو تخریب کاروں کو عقل نہ آئی تو پھر وہ سب اسی ملک میں ایک ایک کرکے مریں گے۔ موت کہیں بھی آسکتی ہے لہٰذا اسی ملک میں آئے گی۔"

علی یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ لیڈر نے پھر ایک بار زور سے چیخنا چاہا مگر زلزلے کے دوسرے زبردست جھٹکے کے باوجود آواز بند ہوگئی۔ جیری نے ناقابلِ برداشت دماغی جھٹکا پہنچا کر اُس کا منہ بند کردیا تھا۔ وہ قالین پر تڑپ رہا تھا۔ کئی منٹ تک اس کی یہی حالت رہی۔ وہ ہوش و حواس کھو رہا تھا۔ اتنی سی دیر میں وہ دماغی اور جسمانی طور پر ناکارہ ہوگیا تھا۔ نہ کچھ بول سکتا تھا' نہ کوئی حرکت کرسکتا تھا۔

جیری نے تھوڑی دیر اور انتظار کیا۔ پھر اسے قالین پر لیٹے ہی لیٹے گھسیٹ کر ریوالور کے پاس لے گیا۔ اس نے ریوالور کو اٹھایا۔ پھر اسی طرح قالین پر گھسیٹتا ہوا ردی کی ٹوکری کے پاس گیا۔

وہاں سے ایک گولی اٹھا کر چیمبر میں ڈالی۔ پھر اپنے موبائل فون کے ذریعے بڑے صاحب سے رابطہ کیا۔ اُدھر سے بڑے صاحب کی ناگوار سی آواز سنائی دی۔ وہ گہری نیند سے بیدار ہونے کے بعد جھنجلا گئے تھے۔ انہوں نے پوچھا "کیا اتنی رات کو فون کرنا ضروری ہے؟"

وہ کمزور سی آواز میں بولا "میں زونل لیڈر نعیم شیراز بول رہا ہوں۔"

"یہ تمہاری آواز اتنی کمزور اور بدلی ہوئی سی کیوں ہے؟"

"ایسا اس لیے ہے کہ میں بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہوچکا ہوں۔ ایم آئی ایم والوں نے کہا تھا کہ ہم اس ملک سے واپس نہیں جائیں گے تو پھر دنیا سے جائیں گے اس لیے میں دنیا سے جارہا ہوں۔"

اچانک ٹھائیں کی زوردار آواز کے ساتھ فائر کی آواز سنائی دی۔ پھر فون خاموش ہوگیا۔ بڑے صاحب کو یوں لگا جیسے اُن کے کان کے قریب انہیں گولی ماری ہو۔ انہوں نے ایک چیخ ماری پھر ہاتھ سے ریسیور گر گیا اور وہ خود بستر پر چاروں شانے چت ہوگئے۔ جب انہیں یقین آیا کہ وہ دیکھ رہے ہیں اور سانس لے رہے ہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو ٹٹول کر دیکھا۔ پھر اٹھ کر بستر پر پڑے ہوئے ریسیور کو دیکھنے لگے۔ ان لمحات میں وہ ریسیور موت کا ایک ہتھیار نظر آرہا تھا۔

انہوں نے حوصلہ کرکے ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگایا پھر آواز دی "ہیلو' ہیلو شیراز!۔۔۔ ہیلو' ہیلو۔۔۔"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے اپنے ہی ریوالور سے خودکشی کرلی تھی۔ بڑے صاحب ریسیور رکھ کر سوچنے لگے۔ کیا واقعی ایم آئی ایم والے اپنی وارننگ پر عمل کررہے ہیں۔ کیا انہوں نے زونل لیڈر کو مار ڈالا ہے؟ مگر کیسے؟ یہ ناممکن سی بات ہے۔ بنگلے کے اندر اور باہر سخت پہرا تھا۔ پھر یہ کہ دینا دانیال اور زونل لیڈر دونوں ہی یوگا کے ماہر تھے۔

دینا دانیال کی یاد آتے ہی اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ مگر رابطہ نہیں ہوا کیونکہ فون کے تار کٹے ہوئے تھے۔ پھر اس نے موبائل کے نمبر ڈائل کیے۔ جیری نے دینا کو پہلے ہی اس کے بیڈ روم میں پہنچا کر سلادیا تھا۔ موبائل فون نے اسے جگادیا۔ وہ نیند میں کسمساتی ہوئی بولی "کون ہے؟" پھر وہ بڑے صاحب کی آواز سن کر جماہی لیتی ہوئی بولی "اوہ آپ ہیں؟ فرمایئے؟"

"کیا تم نے ابھی اپنے بنگلے کے اندر فائرنگ کی آواز سنی تھی؟"

"فائرنگ؟ کیسی فائرنگ؟ میں تو سو رہی تھی۔"

"کیا تم سوتے وقت بے ہوش ہوجاتی ہو؟ ابھی تمہارا لیڈر تمہارے ہی بنگلے سے فون کررہا تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی نے اسے گولی ماردی ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔ کیا فائرنگ کی آواز سے میری آنکھ نہ کھلتی؟ یا پھر پہرے دار یہاں نہ آتے؟"

"ان سیکورٹی گارڈز سے ابھی رابطہ کرو اور ان سے حالات معلوم کرو۔"

اُس نے بڑے صاحب کو ہولڈ کرنے کو کہا۔ پھر واکی ٹاکی کے ذریعے ایک گارڈ کو مخاطب کیا پھر دوسرا بٹن دبا کر دوسرے کو مخاطب کیا۔ یوں یکے بعد دیگرے تمام گارڈز کی طرف سے خاموشی ملی۔ وہ پریشان ہو کر فون پر بولی "بنگلے کے اندر اور باہر کسی گارڈ کی آواز نہیں مل رہی ہے۔ کیا آپ نے ہمارے لیڈر سے رابطہ کیا تھا؟"

"ہاں' اُس نے فون پر کہا تھا کہ ایم آئی ایم والے اپنی دھمکیوں پر عمل کررہے ہیں۔ جو تخریب کار اس ملک سے نہیں جارہا ہے اسے دنیا سے باہر بھیج رہے ہیں۔ اس لیے وہ دنیا سے جارہا ہے۔ اتنا کہتے ہی فائر کی آواز سنائی دی پھر تمہارے لیڈر کی آواز دوبارہ سنائی نہیں دی۔"

اُس نے بڑے صاحب کو ہولڈ کرنے کو کہا اور واکی ٹاکی کے ذریعے دوسرے بیڈ روم میں رہنے والے زونل لیڈر سے رابطہ کیا۔ مگر لیڈر کی طرح اس کی واکی ٹاکی پر بھی خاموشی طاری رہی۔ تب دینا دانیال پر خوف طاری ہوا۔ وہ فون پر بولی۔ "آپ درست کہہ رہے ہیں۔ واکی ٹاکی کے ذریعے نہ اپنے لیڈر اور نہ ہی کسی گارڈ سے رابطہ ہو رہا ہے۔ کوئی بہت بڑی گڑبڑ ہوچکی ہے۔"

"تم اپنے لیڈر کے کمرے میں جا کر دیکھو۔ اصل معاملہ کیا ہے؟"

"نن۔۔۔ نہیں۔ میں اپنے بیڈ روم سے نہیں نکلوں گی۔ یہ میں کس ملک میں آکر پھنس گئی ہوں۔ یہاں بار بار جگہ بدلنے کے باوجود پناہ نہیں مل رہی ہے۔ تحفظ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ پلیز آپ پولیس والوں کو یہاں بھیج دیں۔ کسی پہلی فلائٹ میں سیٹ کرادیں۔ میں ابھی یہ ملک چھوڑ دوں گی۔"

"میں ابھی چاق و چوبند پولیس والوں کو بھیج رہا ہوں۔ تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ دیکھو "را" تنظیم کی شیبا کتنے حوصلے سے کام لے رہی ہے۔ تمہاری طرح خوف زدہ نہیں ہے۔"

"شیبا کی بات پر ایک سوال ابھرتا ہے "کیا ایم آئی ایم والے صرف موساد کے یہودیوں کو یہاں سے بھگانا چاہتے ہیں؟ کیا انہیں "را" کے ہندوؤں سے کوئی واسطہ نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں ہے؟ پاکستانی عوام ہندوؤں کی تخریب کار ذہنیت کو خوب سمجھتے ہیں لیکن تمہارے معاملات میں کوئی پاکستانی نہیں ہے۔ یہ باہر سے آئے ہوئے ایم آئی ایم کے مجاہدین ہیں۔"

"ہاں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مجاہد میرا دیوانہ ہے۔ میں آپ کو بتا چکی ہوں' وہ میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میں سیدھی طرح اپنے خیالات اسے پڑھنے نہیں دوں گی تو وہ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گا۔ یا پھر زخمی کرکے میرے اندر

پہنچ جائے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ تمہارا دیوانہ ہے اس لیے جان سے نہیں مارے گا۔ اور میں تمہیں زخمی ہونے نہیں دوں گا۔ ابھی پولیس والے آئیں گے اور تمہیں میری کوٹھی میں پہنچادیں گے۔"

"میں آپ کی مشکور ہوں مگر آپ بھول رہے ہیں کہ میرا وہ خیال خوانی کرنے والا دیوانہ کسی مرد کو میرے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہیں رہنے دے گا۔ پہلے رحمان قریشی میرے قریب آیا تو دیوانے نے اسے گولی ماردی۔ اب میرا زونل لیڈر اِس چھت کے نیچے میرے پاس آیا تو اسے بھی قتل کردیا گیا۔ اس کے بعد میں آپ کی چھت کے نیچے آؤں گی تو وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

بڑے صاحب نے ہنستے ہوئے کہا "میں ایسے محل میں رہتا ہوں' جہاں وہ خیال خوانی کرنے والا کسی کو آلہ کار بنا کر یہاں لائے گا تو وہ آلہ کار محل کے اندرونی حصے میں داخل ہوتے ہی مرجائے گا۔ میری خواب گاہ کے اطراف بجلی کے نادیدہ تار بچھے ہوئے ہیں۔ وہ میرے دروازوں اور کھڑکیوں کے قریب قدم رکھتے ہی فنا ہوجائے گا۔"

ایسا کہنے کے بعد وہ چونک گئے۔ جیری نے کہا "تھوڑا اور ہنس لو۔ اور میری محبوبہ کو یہاں بلالو۔ میں اُس کے دماغ میں نہیں جاسکتا۔ لیکن تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ ابھی تم ریوالور نکالو گے اور زونل لیڈر کی طرح خودکشی کرلوگے۔"

انہوں نے سر کو تھام لیا پھر کہا "یہ.... یہ میرے اندر وہی بول رہا ہے؟"

دینا دانیال نے پوچھا "وہی کون؟"

"تمہارا دیوانہ۔ وہ دھمکی دے رہا ہے کہ تم میری چھت کے نیچے آؤگی تو وہ مجھے زونل لیڈر کی طرح خودکشی پر مجبور کردے گا۔"

"او گاڈ! ہمارا لیڈر یوگا کا ماہر تھا۔ یقیناً اس نے لیڈر کے دماغ کو کمزور بنایا ہوگا اور پھر اسے خودکشی پر مجبور کیا ہوگا۔ پلیز آپ میری بات مان لیں۔ کسی بھی پہلی فلائٹ میں میری سیٹ کرادیں۔"

جیری نے بڑے صاحب کی زبان سے کہا "ہیلو دینا! میں تمہارے اس مہربان کے اندر رہ کر اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میں نے واقعی تمہارے لیڈر کو خودکشی پر مجبور کیا اور وہ مرگیا۔ تمہارے قریب جو بھی آئے گا اسی طرح مرے گا۔ تم نے مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیا اور میں نے تمہیں زخمی نہیں کیا۔ کیونکہ تمہارے آئینہ جیسے بدن پر ہلکی سی خراش بھی آئے' میں اسے پسند نہیں کروں گا۔ سوچتا ہوں' تمہارے اندر آئے بغیر ہی کام چل رہا ہے تو اسی طرح چلنے دوں۔"

وہ بولی "میں تمہیں اپنے اندر آنے نہیں دے رہی ہوں مگر تمہاری دوسری بات مان رہی ہوں اور یہ ملک چھوڑ کر جلد سے جلد جارہی ہوں۔"

"میں یہی کہنے کے لیے اِن بڑے صاحب کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم تنہا نہیں جاؤگی۔ تمہارے ساتھ دوسرے تمام یہودی ایجنٹ اور جاسوس وغیرہ جائیں گے۔"

"لیکن میں تمام یہودی ایجنٹوں کو اس ملک میں نہیں جانتی ہوں۔ میں اُن سب سے کیسے رابطہ کروں گی؟"

"یہ کام میں کررہا ہوں۔ اب تک تمہارے دو زونل لیڈر آچکے ہیں اور جہنم میں جاچکے ہیں۔ میں نے اُن کے خیالات پڑھ کر بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ اس ملک سے جانا چاہتی ہو تو میری معمولہ اور تابعدار بن جاؤ۔ میں تمہیں یہاں کے تمام ملک دشمن عناصر کے پاس لے جاؤں گا۔ تم انہیں یہ ملک چھوڑنے کا مشورہ دوگی۔ اگر وہ تمہاری بات نہیں مانیں گے تو میں انہیں ایک ایک کرکے موت کے گھاٹ اتاردوں گا۔"

وہ بولی "تم میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور میرے ہی یہودی ساتھیوں کو میرے ذریعے مار ڈالنا چاہتے ہو؟"

"تم بھی تو میری مسلمان قوم کو تباہ و برباد کرنے آئی ہو۔ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔ البتہ تمہارے حُسن و شباب کو حاصل کرنے کی دیوانگی ہے۔ اس دیوانگی کو ہوس پرستی کہتے ہیں اور میں ہوس پرستی کی خاطر خدا پرستی کو نہیں بھولوں گا۔ میں رحمان قریشی اور یہاں کا بڑا صاحب نہیں ہوں۔ میں تمہارے اعصاب پر سوار رہ کر موساد تنظیم کے تمام عزائم کو ناکام بناؤں گا۔"

"میں بڑے صاحب کے پاس نہیں جاؤں گی۔ تم نے زبان دی ہے کہ مجھے قتل نہیں کروگے اور جب تک تمہارے دشمن اپنے انجام کو پہنچ رہے ہیں تب تک تم مجھے زخمی بھی نہیں کروگے اور میرے چور خیالات بھی نہیں پڑھوگے۔"

"ہاں' میں یہی کروں گا۔"

"تو پھر مجھے اتنا موقع دو کہ میں موساد کے ہیڈ کوارٹر کے ذمّے دار افراد سے باتیں کرکے کسی نتیجے پر پہنچ سکوں۔"

"ذرا عقل سے کام لو۔ موساد کے ذمّے دار افراد کو معلوم ہوگا کہ مجھ جیسا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے ذریعے یہاں کے روپوش یہودیوں تک پہنچ رہا ہو اور انہیں قتل کررہا ہے تو اس سے پہلے ہی وہ تمہیں قتل کردیں گے۔ مجھ جیسے کسی مخالف کے ہاتھوں میں تمہیں مضبوط مہرہ بننے نہیں دیں گے۔"

"درست کہتے ہو۔ مجھے اسی پہلو پر غور کرنے کا موقع دو کہ میں تمہاری تابعدار رہ کر زندہ سلامت رہ سکتی ہوں۔"

"تم ضرور اس پہلو سے غور کرو۔ اور بتاؤ کہ کب تک اپنے دماغ میں آنے دوگی؟"

"اب تو صبح ہورہی ہے۔ میں کم از کم چھ سات گھنٹے آرام سے سونا چاہتی ہوں۔ تمہیں آٹھ گھنٹے بعد اپنا فیصلہ سنادوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں جارہا ہوں۔ اپنے اس ناکام ہوس پرست بڑے صاحب سے باتیں کرو۔"

جیری خاموش ہوگیا۔ اُس نے بڑے صاحب کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اُدھر سے دینا دانیال نے کہا "وہ آپ کے اندر رہ کر باتیں کررہا تھا۔ آپ نے تمام باتیں سنی ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ پولیس والوں کو یہاں بھیج کر بنگلے کے اندر اور باہر کی تمام لاشیں اٹھوالیں اور یہاں کسی ایک خدمت گار کو رہنے دیں اور یہ سختی سے تاکید کریں کہ کوئی سپاہی اور افسر میری خواب گاہ کے بند دروازے پر نہ آئے اور نہ ہی میری نیند میں سات گھنٹے تک مداخلت کرے.... شکریہ۔"

اُدھر سے فون بند ہوگیا۔ بڑے صاحب ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑ گئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ایم آئی ایم والے ایسے ہی فعال اور چاق و چوبند رہیں گے تو تمام روپوش رہنے والے یہودی یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ پھر امریکا بڑے صاحب سے ناراض ہوجائے گا۔ انہوں نے سیکریٹری کو بلایا پھر کہا "فوراً ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے گفتگو کراؤ' جلدی کرو۔"

سیکریٹری چلا گیا۔ اس نے ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر کے نائب سے رابطہ کیا اور اسے بتایا کہ پاکستان سے بڑے صاحب سپر ماسٹر سے بہت ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ نائب نے ہولڈ آن کرنے کو کہا۔ پھر رابطہ قائم ہوگیا۔ بڑے صاحب ریسیور کان سے لگا کر سپر ماسٹر کو اسلام آباد کے حالات بتانے لگے۔ ایم آئی ایم کی کامیابیوں اور موساد کی ناکامیوں کی تفصیلات بیان کرنے لگے۔ وزیر علی کے متعلق بتایا کہ وہ اغوا نہیں کیا گیا تھا۔ اب وہ بھی ایم آئی ایم والوں کا ساتھ دے رہا ہے اور ایک خیال خوانی کرنے والا' دینا دانیال کے ذریعے تمام روپوش یہودیوں تک پہنچ کر ان سب کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے۔

سپر ماسٹر نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "تم نے جو کچھ کہا' وہ میں نے سنا' اور وہ بھی ضرور سن رہا ہوگا' جو تمہارے اندر موجود ہوگا۔"

انہوں نے پریشان ہوکر کہا "یہ سوچ کر میں پریشان ہورہا ہوں کہ پرائی سوچ کی لہریں مجھے محسوس کیوں نہیں ہوتی ہیں؟ ایسے تو ہمارا اور آپ کا کوئی راز پوشیدہ نہیں رہے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ دینا دانیال اور وزیر علی سے کوئی رابطہ نہ رکھو۔ میں وہاں کے معاملات سنبھال لوں گا۔"

سپر ماسٹر نے رابطہ ختم کردیا۔ اُس کے دفتری کمرے میں سامنے والی دیوار پر چار عدد ٹی وی رکھے ہوئے تھے۔ اس نے فون پر فوج
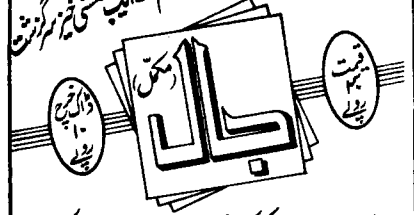
کے اعلیٰ افسران سے کہا "آپ اپنے اپنے ٹی وی آن کریں۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اُن سب نے اپنے اپنے ٹی وی آن کیے۔ انہیں اسکرین پر سپر ماسٹر نظر آنے لگا۔ اور سپر ماسٹر کے سامنے تین عدد ٹی وی اسکرین پر بری، بحری اور فضائی افواج کے اعلیٰ افسران دکھائی دینے لگے۔ اُس نے بڑے صاحب سے جو کچھ سنا تھا وہ تمام واقعات سنانے لگا۔

ایک افسر نے تمام باتیں سن کر کہا "یہ ایم آئی ایم والے بہت زیادہ ہاتھ پاؤں پھیلاتے جارہے ہیں۔ پہلے انہوں نے دمشق میں ہمیں اور یہودیوں کو پریشان کیا۔ پھر تل ابیب میں ایسی حرکتیں کیں کہ ہمارا سب سے قابل ٹیلی پیتھی جاننے والا مائیک ہرارے اسرائیلی حکومت کے شکنجے میں آگیا۔"

دوسرے افسر نے کہا "اسرائیلی ہم سے دھوکا نہیں کریں گے۔ کل تک مائیک ہرارے ہمیں واپس مل جائے گا۔ لیکن ایم آئی ایم والوں کا علاج کیا کیا جائے؟ وہ دمشق اور تل ابیب کے بعد اسلام آباد پہنچ گئے ہیں۔"

تیسرے افسر نے کہا "ہم نے یوگا سیکھنے اور سانس روکنے میں مہارت حاصل کرنے کے لیے کتنے ہی شہروں میں تربیت گاہیں قائم کی ہیں۔ لیکن صرف دس فیصد نے مہارت حاصل کی ہیں۔ ہماری تہذیب میں اور سوسائٹی میں شراب پانی کی طرح پی جاتی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی حاصل کرنے والے بھی شراب اور سگریٹ نوشی کے باعث کتنے ہی مشن میں ناکام ہوتے رہتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ابھی ایم آئی ایم کی ابتدا ہے۔ یہ ابتدا بتارہی ہے کہ یہ ہمارے لیے فرہاد علی تیمور سے زیادہ دردِ سر بن جائیں گے۔ فی الوقت یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دینا دانیال کو ان کے لیے ایک مہرہ بننے دیں۔ ہم موساد والوں کو مشورہ دیں گے کہ وہ اسلام آباد میں روپوش رہنے والے اہم یہودیوں کو ہٹالیں اور ان کی جگہ یوگا کے ماہرین کو وہاں بھیج دیں۔ پھر دینا دانیال کے اندر رہنے والا دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"آئیڈیا اچھا ہے۔ لیکن ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے وہاں کے بڑے صاحب اور دوسرے زر خرید عہدے داروں کے ذریعے ہماری پلاننگ کو سمجھ لیں گے۔"

"وہ سمجھ نہیں پائیں گے۔ آئندہ ہم بڑے صاحب اور دوسرے زر خرید عہدے داروں سے اتنا ہی کام لیں گے، جتنا وہ جانتے ہیں۔ وشمن خیال خوانی کرنے والے اُن کے دماغوں میں جاکر چند یہودیوں کا سراغ لگائیں گے اور انہیں ختم کردیں گے۔"

"لیکن موساد والے بُرا منائیں گے۔ اسرائیلی حکام بھی اعتراض کریں گے۔"

"ہرگز اعتراض نہیں کریں گے۔ ہم وہاں سے اہم اور کار آمد یہودیوں کو جلد سے جلد نکال لائیں گے پھر ایسے یہودیوں کو وہاں بھیجیں گے جو یوگا کے ماہر ہوں گے۔"

"یہ بھی خوب آئیڈیا ہے جیسا کہ معلوم ہوا ہے۔ ایک خیال خوانی کرنے والا دینا دانیال کے حُسن وشباب کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ خیال خوانی کرنے والا کسی بہروپ میں دینا دانیال کی تنہائی میں ضرور آئے گا۔ لہٰذا ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی بڑی خاموشی سے دینا دانیال کے اندر رہنا چاہیے۔ اس طرح ہم دینا کی خواب گاہ میں آنے والے اس ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرسکیں گے۔"

"ہم نے کل چار عدد نئے خیال خوانی کرنے والے مشین کے ذریعے پیدا کیے ہیں۔ ابھی انہیں استعمال نہیں کرسکیں گے۔ انہیں کچھ ضروری ٹریننگ دینی ہوگی۔ لہٰذا پوجا کو دینا دانیال کے اندر رہنے کے لیے کہا جائے گا۔"

وہ سب ایسے منصوبے بنارہے تھے کہ اسلام آباد میں علی اور ثانی ضرور فریب کھاتے۔ وہ دونوں اپنی دانست میں دینا اور بڑے صاحب وغیرہ کے ذریعے موساد کے صرف چند یہودیوں کو شکار کرتے مگر وہاں درپردہ آکر رہنے والے یہودیوں تک کبھی پہنچ نہ پاتے۔

سونیا ثانی چھ گھنٹے تک آرام سے گہری نیند سونے کے بعد بیدار ہوگئی۔ پھر اُس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر علی سے رابطہ کیا اور اپنی نیند کے دوران ہونے والے واقعات اور بدلتے ہوئے حالات کی پوری تفصیل سنی۔ پھر اُس نے کہا "میں ابھی دینا دانیال کے چور خیالات پڑھ کر آتی ہوں۔"

دینا گہری نیند سورہی تھی۔ اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ ایم آئی ایم کا وہ خیال خوانی کرنے والا اسے جسمانی طور سے حاصل کرنے ضرور اس کی خواب گاہ میں آئے گا۔ ایسے وقت وہ اسے کچھ کھلا پلا کر اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی۔ پھر اپنے کسی نئے زونل لیڈر یا دوسرے یہودی ساتھیوں کو بلا کر اُس خیال خوانی کرنے والے کو ان کے حوالے کردے گی۔

ثانی نے علی کے پاس آکر اسے یہ باتیں بتائیں پھر کہا "جیری اِس معاملے میں اچھا رول ادا کررہا ہے۔ میں اسے کہوں گی کہ وہ دینا دانیال کا اسی طرح دیوانہ بن کر رہے۔ بعد میں ہم کسی یہودی کو ہی معمول اور تابعدار بنا کر دینا کے دیوانے کی حیثیت سے اُس کی خواب گاہ میں بھیج دیں گے۔"

"ٹھیک ہے تم جیری سے کہو وہ یہی رول ادا کرتا رہے۔ میں وزیر علی کی طرف سے اب اپوزیشن لیڈر سے رابطہ کررہا ہوں۔ تم میرے پاس رہو۔"

اُس نے اپوزیشن کے لیڈر سے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر اس نے پوچھا "کیا مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

لیڈر نے کہا "تم آواز اور لہجے سے وزیر علی لگ رہے ہو۔ اگر یہ درست نہیں ہے تو اپنا تعارف کراؤ۔"

"میں وزیر علی ہوں۔ مجھے میری ہی پارٹی والے اغوا کرکے

اِس کا الزام تمہارے سر ڈالنا چاہتے تھے۔ اور یہ اتنا بڑا الزام ہوتا کہ تمہاری سیاسی پوزیشن کمزور ہوجاتی۔ مگر تم بھی زبردست چالباز ہو، تم نے اپنی کروڑوں کی عالیشان کوٹھی بم کے دھماکے سے اڑادی اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ مخالف پارٹی والوں نے تمہیں کوٹھی کے ساتھ تباہ اور ہلاک کرنا چاہا تھا۔"

اپوزیشن لیڈر نے پوچھا "مسٹر وزیر علی تم کہاں ہو؟ اس وقت کیا اپنی ہی پارٹی کی عقوبت خانے میں نہیں ہو؟"

"ذرا عقل سے سوچو۔ اُن کی قید میں ہوتا تو کیا ابھی تم سے فون پر بات کرسکتا تھا؟"

"واقعی میں ابھی عقل سے نہ سوچ سکا۔ میں کچھ الجھا ہوا سا ہوں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں ایسی جگہ ہوں، جہاں اپوزیشن اور اقتدار حاصل کرنے والی دونوں پارٹیاں مجھے نقصان نہیں پہنچاسکتیں۔ تم نے بھی یہی پلاننگ سوچی تھی۔ مجھے اغوا کرکے اپنی مخالف پارٹی پر میرے اغوا اور قتل کے الزامات عائد کرنا چاہتے تھے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ مجھ پر الزام ہے۔ میری مخالف پارٹی والے تمہارے اغوا کا الزام لگا کر مجھے عوام کی نظروں سے گراتا اور میرا سیاسی کیرییئر ختم کرنا چاہتے تھے۔"

"اصل بات یہ ہے کہ تم دونوں ہی سیاسی پارٹی والے مجھے ایک کمزور سیاسی مہرہ سمجھ کر میرا کام تمام کرنا چاہتے تھے۔ ان باتوں کا ثبوت میرے پاس ہے؟"

"کیا ثبوت ہے؟"

"میں ابھی ایم آئی ایم کی تنظیم میں شامل ہوکر محفوظ ہوگیا ہوں۔ اس تنظیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ابھی تمہارے دماغ کے اندر ہے۔ اس نے تمہارے چور خیالات پڑھ کر مجھے حقیقت بتائی ہے۔"

"میں ایم آئی ایم کا نام بہت سن رہا ہوں۔ لیکن یہ محض افسانوی سی بات ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے دماغ کے اندر پہنچ جاتا ہے۔"

"میں فون بند کررہا ہوں۔ ابھی تمہیں حقیقت معلوم ہوجائے گی۔"

اُس نے فون سے رابطہ ختم کردیا۔ ثانی نے سوچ کے ذریعے کہا "ہیلو مسٹر لیڈر کیا اپنے دماغ میں میری آواز سن رہے ہو؟"

وہ بوکھلا کر خلا میں دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ کیا یہ سچ ہے؟ کیا واقعی کوئی میرے اندر بول رہی ہے؟

"ہاں بول بھی رہی ہوں اور تمہیں اپنے اشاروں پر نچا بھی سکتی ہوں۔ تم یہ عہد کرلو کہ اپنے صوفہ سے نہیں اٹھوگے۔ اور ریسیور ابھی رکھنا چاہوگے مگر نہیں رکھ سکوگے۔"

اس نے فوراً ہی ریسیور رکھ کر ثانی کو جھٹلانا چاہا لیکن ریسیور کو فون کے کریڈل پر رکھنے کے بجائے اسے اپنی گود میں رکھ لیا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے دوبارہ ریسیور کو اس کی جگہ رکھنا چاہا مگر اسے اپنے سر پر رکھ لیا۔ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے صوفے پر سے نہ اٹھنے کا عہد کرلے اور اس نے عہد کرلیا کہ وہ صوفے پر جم کر بیٹھا رہے گا مگر پھر بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس عہد پر قائم رہنے کے لیے دوبارہ بیٹھنا چاہا۔ مگر فرش پر بیٹھ گیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا "میں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی افسانوی بات نہیں ہے۔ واقعی میرے اندر کوئی طاقت چھپی ہوئی ہے۔"

ثانی نے کہا "اب تو تم وہی کروگے، جو تمہارے اندر چھپی ہوئی طاقت بول رہی ہے۔"

"میں وہی کروں گا اور چاہوں گا کہ یہ طاقت میرے ہی پاس رہے اور میرے مخالفوں کو کمزور بناتی رہے۔"

"تم بھی اپنے مخالفوں کی طرح بددیانت اور وطن فروش ہو۔ تمہارے تعلقات بھی "موساد" اور "را" تنظیم سے ہیں۔ چونکہ تم ابھی اقتدار میں نہیں ہو اس لیے وہ دونوں تنظیمیں تمہارے آگے گھاس نہیں ڈال رہی ہیں۔ اگر کھویا ہوا وقار اور کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہو تو "موساد" اور "را" کو اپنے ملک میں بے نقاب کرو اور اس طرح عوام کا دل جیت لو۔ پھر آئندہ الیکشن میں ان تمام کے ووٹ بھی حاصل کرلوگے۔"

"جب ہمارے ہاں حکومت بدلتی ہے تو حکمرانوں کے تمام ایجنٹ اپنی رہائش گاہیں اور شہر بدل لیتے ہیں تاکہ مجھ جیسا اپوزیشن میں آنے والا سابقہ حکمران انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اسی لیے میں ابھی ان غیر ملکی ایجنٹوں کے بارے میں نہیں جانتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں۔ میں تمہیں گائیڈ کروں گی لیکن ایک شرط ہے کہ آئندہ کسی سپر پاور کے چمچے نہ بنو۔ اپنے ملک کو غیر ملکی قرضوں اور غیر ملکی شرپسندوں سے نجات دلاؤ۔"

"میں دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے ایسا ضرور کروں گا۔"

"لعنت ہے تم پر۔ اس ملک میں محض اقتدار حاصل کرنے اور اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے سوچتے ہو۔ کیا صرف غیر ملکی ایجنٹوں کو بھگا دینے سے یہاں اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی؟ اس کے لیے دل میں ایمان اور حب الوطنی لازمی ہے۔"

"میرے دل میں ایمان ہے۔ میں یہاں ایک مستحکم اسلامی حکومت قائم کروں گا۔"

"میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر سمجھ رہی ہوں کہ تمہارے جیسے سابقہ حکمران کے دل میں کتنی بے ایمانی بھری ہوئی ہے۔ یہ اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ یہاں حکومت کرنے والے سب کچھ ہوتے ہیں صرف محب وطن نہیں ہوتے۔ بہرحال میں چاہوں گی کہ تمہارے ذریعے غیر ملکی ایجنٹوں کو بے نقاب کیا جائے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "میں اس طرح موجودہ حکمران پارٹی کو بدنام کرسکوں گا اور اپنی حکومت قائم کرنے کے راستے ہموار کرسکوں گا۔"

"تم دونوں سیاسی حریف ہمیشہ ایک دوسرے سے اسی طرح لڑتے رہو گے اور ایک دوسرے کو بدنام کرکے اپنی حکومت قائم کرنے کی راہیں ہموار کرو گے۔ میں تم جیسوں کا ساتھ دینے کی حماقت نہیں کروں گی۔ اب تمہارے خلاف یہ خبریں شائع کی جائیں گی کہ تم نے ہی وزیر علی کو اغوا کیا تھا۔ اور وزیر علی کی طرف سے یہ بیان شائع کیا جائے گا کہ وہ تمہاری قید سے فرار ہو کر ایک جگہ روپوش ہے۔ وہ اس ملک سے پھر ایک بار فرار ہو کر کسی دوسرے ملک میں پناہ لے کر تم دونوں کی سیاسی پارٹی کی چالوں کو عوام پر ظاہر کرے گا۔"

"خدا کے واسطے ایسا نہ کرنا۔ تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے لیے میری جان سے زیادہ عزیز ہے۔ میں تمہاری ہر بات مانوں گا۔ تمہارے ہر اشارے پر چلوں گا۔ بس مجھے حکومت کرنے کا موقع حاصل کرلینے دو۔"

ثانی اس کے اندر خاموش رہی اور اس کے خیالات سے سمجھتی رہی کہ کتے کی دم کبھی سیدھی نہیں ہوتی اور وہ اپنی باتوں سے بھی ثابت کر رہا تھا کہ اسے حکومت کرنے کا شوق جنون کی حد تک ہے۔ اس نے ابھی تک ثانی سے اپنے ملک اور قوم کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔

اس نے پکارا "تم کہاں ہو؟ کیا جاچکی ہو؟ اگر موجود ہو تو بات کرو۔ یا بتادو، پھر کب آؤ گی؟"

ثانی اس کے دماغ سے چلی آئی۔ علی کے پاس آکر بولی "یہ ملک بڑا بدنصیب ہے۔ یہاں کوئی نیک نیتی سے سیاست کرنے اور اپنے ملک کو بیرونی دباؤ سے نجات دلانے والا لیڈر پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ آخر ہم تم باہر سے آکر کتنے عرصے اس ملک میں رہیں گے؟ یہاں کے بارہ کروڑ عوام کو کس طرح صحیح تعلیم اور مثبت سیاسی شعور دے سکیں گے؟"

علی نے کہا "پاکستان میں ایمان والے اور مثبت سیاسی شعور رکھنے والے ہیں۔ ہمیں ایسے افراد کو تلاش کرنا ہوگا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مختلف افراد کے دماغوں میں آتی جاتی رہتی ہو۔ ان کے خیالات بھی پڑھتی ہو۔ ہوسکتا ہے تمہیں چند دیانت دار سیاسی شعور رکھنے والے مل جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم کچھ عرصہ یہاں رہ کر کوششیں کریں گے۔ فی الحال میں اپنا میک اپ بدل رہی ہوں اور یہ بنگلا چھوڑ کر جارہی ہوں۔ اب یہ خبر عام کی جائے گی کہ وزیر علی کی شریک حیات سلمٰی (یعنی ثانی، یعنی شیبا) کو بھی اغوا کرلیا گیا ہے۔"

دو گھنٹے بعد اس منصوبے پر عمل کیا گیا۔ ثانی نے وہ بنگلا چھوڑ دیا۔ علی فون کے ذریعے پریس، ریڈیو اور ٹی وی والوں سے رابطہ کرنے لگا اور بتانے لگا کہ وہ وزیر علی ہے۔ اس ملک کی دو پارٹیاں اسے اغوا کرکے اور ہلاک کرنے کے بعد ایک دوسرے پر اس کی ہلاکت کا الزام عائد کرنا چاہتی تھیں لہٰذا وہ ایک جگہ روپوش ہے۔"

فون پر اُس سے کہا گیا "وزیر علی صاحب! آپ منظر عام پر آجائیں۔ آپ کو قانونی تحفظ دیا جائے گا۔"

علی نے کہا "اس ملک میں قانون کہاں ہے؟ میں نے آپ لوگوں کو یہ اطلاع دینے کے لیے فون کیا ہے کہ اگر یہاں قانون کی بالادستی قائم رکھنے والے دیانت دار ہوتے تو میری شریک حیات کو اغوا نہ کیا جاتا۔"

"کیا بیگم سلمٰی وزیر کو اغوا کرلیا گیا ہے؟"

"کیا وزیر علی کی شریک حیات کو اغوا کرلیا گیا ہے؟"

علی تیمور نے جہاں جہاں فون پر اطلاع دی، وہاں سے یہی سوالات دہرائے گئے، علی نے کہا "میں کسی طرح دو پارٹیوں کی سازشوں سے بچ کر روپوش ہوگیا ہوں۔ مگر میری شریک حیات کی حفاظت یہاں کے قانون کے محافظ نہ کرسکے۔ اب ہمیشہ کی طرح دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کو اس اغوا کا الزام دیں گی اور خدانخواستہ اسے ہلاک کردیں گی تاکہ سچ کبھی سامنے نہ آسکے۔"

شام کے اخبارات کے ذریعے یہ خبر دھماکا بن گئی کہ وزیر علی دو پارٹیوں سے خوف زدہ ہو کر روپوش ہوگیا ہے۔ اس نے وقت سے پہلے دانش مندی سے خود کو بچالیا۔ مگر اپنی شریک حیات کو نہ بچاسکا۔ پچھلی رات اس کی بیوی سلمٰی وزیر کو اغوا کرلیا گیا۔ وزیر علی نے خفیہ طور پر فون کرکے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ اسے دونوں پارٹیوں میں سے کسی نے اغوا کیا ہے تاکہ وزیر علی اپنی شریک حیات کی زندگی بچانے کے لیے اُن کے آگے گھٹنے ٹیک دے۔

ریڈیو اور ٹی وی نے اپنی خبروں میں وزیر علی کا پورا بیان نشر نہیں کیا۔ صرف اس کی شریک حیات سلمٰی وزیر کے اغوا کی خبر سنائی۔ اس کے بعد علی نے وزیر علی کی آواز اور لہجے میں فون پر پہلے بڑے صاحب کو مخاطب کیا۔ پھر اُن سے کہا "میں وزیر علی بول رہا ہوں۔ تمہاری پارٹی نے میری شریک حیات کو اغوا کرکے اپنے لیے قبر کھودی ہے۔ اگر کل صبح تک وہ مجھے واپس نہیں ملے گی تو میں تمہاری پارٹی کے خلاف بیانات بھی دوں گا اور ایم آئی ایم کے ذریعے انتقامی کارروائی بھی کروں گا۔"

بڑے صاحب نے کہا "تم ہمیں غلط سمجھ رہے ہو۔ اپنے ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والوں سے کہو وہ ہمارے چور خیالات پڑھ لیں۔ پہلے ہم نے بے شک تمہیں اغوا کرکے قتل کرنا چاہا تھا لیکن ہم نے تمہاری شریک حیات کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

"ہم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو تمہارے دماغ میں جانے کی زحمت نہیں دیں گے۔ تم نے اغوا کرانے کا جرم کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ لیکن غیر ملکی ایجنٹوں کے ذریعے ملک اور قوم کے خلاف جرم کر رہے ہو۔ انتقامی کارروائی ضرور ہوگی۔"

اُس نے رابطہ ختم کیا پھر اپوزیشن کے لیڈر کو فون پر یہی باتیں کہنے لگا۔ اس نے بھی کہا "مجھ پر یہ غلط الزام ہے میں نے تمہاری بیوی کو اغوا نہیں کیا ہے۔ تمہاری ایک خیال خوانی کرنے والی میرے خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کرسکتی ہے۔"

"ہمیں تم دونوں پارٹیوں کی حقیقت معلوم ہے۔ تم لوگ اپنے ملک اور قوم کو داؤ پر لگا رہے ہو۔ ہم کس طرح تم سب کے سیاسی کیریئر کو داؤ پر لگاتے ہیں اور کس طرح تم سب کو سیاست سے توبہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں، یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

دوسری طرف سونیا ثانی نے فون کے ذریعے دینا دانیال سے رابطہ کیا۔ جبکہ وہ اس کے دماغ میں بھی جاسکتی تھی لیکن اس نے اور جیری نے اب تک دینا کو اس خوش فہمی میں رکھا تھا کہ ان میں سے کوئی اس کے اندر نہیں آسکتا ہے۔ ثانی نے فون پر کہا "ہیلو، میں ایم آئی ایم کی ایک خیال خوانی کرنے والی بول رہی ہوں۔ تم نے ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا دیوانہ بنالیا ہے۔ اُس نے منع کیا ہے کہ ہم تمہیں زخمی کرکے تمہارے اندر نہ آئیں۔ اس لیے میں بھی تمہارے دیوانے کی طرح فون پر بول رہی ہوں۔ تم نے اس سے آٹھ گھنٹے کی مہلت لی تھی۔ اب دس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"ہاں، میں نے مہلت لی تھی۔ میں نے صرف پانچ گھنٹے کی نیند پوری کی۔ پھر اپنی حفاظت کے انتظامات میں مصروف رہی۔ میں نے موساد کے بگ باس سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے سختی سے منع کیا ہے کہ میں کسی ایم آئی ایم والے کو اپنے دماغ میں نہ آنے دوں۔ ورنہ ہمارے بہت سے راز کھل جائیں گے۔ اس نے میری حفاظت کے لیے تین ایسے مسلح گارڈز بھیج دئے ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ پہلے ایک ہی یوگا جاننے والا زونل لیڈر تھا۔ اس لیے تمہارا خیال خوانی کرنے والا کامیاب ہوگیا۔ اب تین یوگا جاننے والوں کی موجودگی میں کوئی مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"تم نے کیسے یقین کرلیا کہ تمہارے وہ تینوں نئے محافظ یوگا کے ماہر ہیں؟ جبکہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو۔ تم نے ان کے دماغ میں پہنچ کر ان کے سانس روکنے کی صلاحیتوں کو نہیں آزمایا ہے۔"

"آزمانا ضروری نہیں ہے۔ میرے اطمینان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ میرے، یہودی قوم کے لوگ ہیں۔"

"میں یہ پیش گوئی کردوں کہ تمہارا اطمینان عارضی ہے۔ تمہارے وہ تینوں یہودی گارڈز بھی مارے جائیں گے کیونکہ ان کے ساتھ اس ملک کے بھی سیکیورٹی گارڈز ہوں گے۔"

"وہ ضرور ہیں۔ مگر بنگلے کے باہر ڈیوٹی پر ہیں۔ انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں، میں باہر والوں کو اندر اور اندر والوں کو باہر کردیتی ہوں۔ تم اپنی جگہ سے اٹھو۔"

ثانی فون بند کرکے دینا دانیال کے دماغ میں آئی۔ پھر اسے اپنی جگہ سے اٹھنے پر مجبور کیا پھر پوچھا "اب بتاؤ کہ میں کہاں ہوں؟ اندر یا باہر؟"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولی "تت۔۔۔ تم! تم میرے اندر آکر بول رہی ہو؟"

"ہاں۔ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ اس لیے ٹیڑھی انگلی سے نکال رہی ہوں۔ دراز میں سے اپنا ریوالور نکالو۔"

"نہیں۔ میں ریوالور نہیں نکالوں گی۔ تم مجھے مجبور نہیں

کر سکتیں۔ نکل جاؤ میرے دماغ سے۔۔۔“

اُس نے سانس روکنا چاہا۔ ثانی نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ وہ بے اختیار الماری کے پاس آئی۔ دراز کو کھول کر ایک ریوالور نکالا۔ پھر اُس میں ایک سائلنسر لگایا۔ اس کے بعد اپنے ایک یہودی گارڈ کو بلایا۔ چند لمحوں میں ایک کے بجائے دو گارڈز آئے‘ وہ بولی ”دروازہ بند کرو۔ میں بتانا چاہتی ہوں کہ ریوالور میں سائلنسر لگانے سے فائرنگ کی آواز باہر نہیں جائے گی۔“

انہوں نے دروازہ بند کیا۔ ایک نے کہا ”میڈم! یہ کون سی نئی بات ہے۔ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں۔“

”لیکن میں نے تو سائلنسر کی خاموشی کو کبھی نہیں آزمایا ہے۔ اس لیے تم دونوں پر آزما رہی ہوں۔“

یہ کہتے ہی اس نے ایک گارڈ کے پیر پر گولی ماری۔ دوسرا حیران ہو کر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دوسری گولی اس کے بازو پر لگی۔ وہ دونوں تکلیف سے کراہنے لگے‘ دینا نے کہا ”میں نے تمہاری جان نہیں لی ہے۔ صرف سائلنسر کو آزمانے کے لیے تم دونوں کو زخمی کیا ہے‘ اب ایک تیسرا رہ گیا ہے‘ میں ابھی آتی ہوں۔“

وہ اپنی خواب گاہ سے باہر آئی۔ تیسرا یہودی گارڈ برآمدے سے گزرتا آرہا تھا۔ اس نے تیسرے کے بازو پر بھی گولی ماری۔ پھر کہا ”چلو‘ میری خواب گاہ میں چلے آؤ۔“

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اور خواب گاہ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا ”میڈم! یہ آپ نے کیا کیا؟ اب ہم دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکیں گے۔“

وہ دینا کے ساتھ خواب گاہ میں آیا اور اپنے دو ساتھیوں کو بھی زخمی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ اپنا ریوالور اسے دے کر بولی ”ہم یہودی ہیں۔ ہم سب کی دکھ تکلیف ایک ہے۔ جب تم سب زخمی ہو تو مجھے بھی تھوڑا زخمی کردو۔“

وہ حیران اور پریشان تھا۔ شاید اپنی میڈم کو زخمی نہ کرتا لیکن ثانی نے اس گارڈ کے اندر پہنچ کر گولی چلادی۔ دینا دانیال بھی زخمی ہو کر فرش پر گر پڑی۔ ثانی نے جیری کو بلایا اور کہا ”تم ان چاروں کے پاس رہو اور کسی کو ٹیلی فون کے پاس جاکر کسی سے رابطہ کرنے کا موقع نہ دو‘ میں ابھی آؤں گی۔“

وہ جیری کو اُن کی نگرانی کے لیے چھوڑ کر اپوزیشن کے لیڈر کے پاس آئی۔ پھر بولی ”اگرچہ تم مفاد پرست ہو۔ فی الحال تم سے ہی کام لینا ہوگا۔ بڑے صاحب نے اپنی ایک پرائیویٹ کوٹھی میں موساد کے چار یہودی جاسوسوں کو رہنے کی جگہ دی تھی۔ وہ چاروں ایک کمرے میں زخمی پڑے ہیں۔ اگر تم صحافیوں اور فوٹو گرافرز کا ایک جلوس لے جاکر اُن کی تصاویر اتاروگے اور اُن کے بیانات لوگے تو یہاں کے بڑے پولیس افسران اور سرکاری عہدے داران اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکیں گے کہ ان چار یہودیوں کو بڑے صاحب نے پناہ دی تھی۔ یہ کام فوراً کرو۔ دیر ہوگی تو اتنی بڑی سیاسی بازی ہار جاؤ گے۔“

اپوزیشن لیڈر فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ثانی اسے بڑے صاحب کی اس پرائیویٹ کوٹھی کا پتا بتارہی تھی اور لیڈر وہاں کے پریس والوں کو ہنگامی اجلاس کے لیے فون کے ذریعے فوراً آنے کی تاکید کررہا تھا۔

○☆○

شطرنج کا عالمی چیمپئن مائیک ہرارے ایک ایسا انار بن گیا تھا‘ جس کے کئی بیمار پیدا ہوگئے تھے۔ وہ خفیہ یہودی تنظیم میں آکر پھنس گیا تھا۔ یہودی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اُدھر سپر ماسٹر اپنے مائیک ہرارے کا مطالبہ کررہا تھا اور اِدھر ہم اپنے پارس کو مکمل مائیک ہرارے بنا چکے تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان کرچکا ہوں۔ سمندر کے کنارے ایک ویران سا بنگلا تھا جس کے تہ خانے میں اصل مائیک ہرارے کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ تہ خانے کے اوپر بنگلے کے اندر چار مسلح فوجی جوان تھے۔ وہ چاروں بنگلے کے اندھیرے میں چھپے تھے اور دو فوجی جوان دربان بن کر باہر احاطے میں تھے تاکہ کوئی دشمن یہ نہ سمجھے کہ وہ بنگلا آباد ہے۔

خفیہ یہودی تنظیم کے تمام آدم برادرز اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو امریکی سراغ رسانوں پر شبہ تھا کہ وہ اپنے ملک کے مائیک ہرارے کو ڈھونڈتے پھررہے ہوں گے اس لیے یہودی تنظیم کے تمام افراد جتنے امریکیوں کو تل ابیب میں جانتے تھے ان سب کی نگرانی میں مصروف ہوگئے تھے۔ انہوں نے پولیس والوں اور فوجیوں کو بھی نہیں بتایا تھا کہ اصل ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔

ہم نے اس کے باوجود اُس خفیہ بنگلے کے اطراف اچھی طرح معلومات حاصل کیں۔ شاید اور بھی کئی یہودی نگرانی کررہے ہوں لیکن بابا صاحب کے ادارے کے جاسوسوں نے اطمینان دلایا کہ راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ صرف اس ویران اور خفیہ بنگلے میں ایسے چھ مسلح فوجی گارڈز تھے جن کے دماغوں پر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پہلے ہی قبضہ جمالیا تھا۔ سارے انتظامات پہلے سے مکمل تھے اِس لیے ہم پارس کو ایک گاڑی میں اُس بنگلے تک لے آئے۔ فوجی دربان نے مین گیٹ کھول دیا۔ کیونکہ اُس کے دماغ پر سلطانہ نے قبضہ جمار کھا تھا۔ گاڑی پورچ میں آکر رک گئی۔ پارس تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہو کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت مکمل ہرارے بنا ہوا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق گاڑی سے باہر آیا۔ پھر بنگلے کے اندر جانے لگا۔

اندر تاریکی تھی۔ چار مسلح فوجی چھپے ہوئے تھے اور ہمارے چار خیال خوانی کرنے والے اُن کے اندر چھپے بیٹھے تھے۔ ایک فوجی نے ایک خیال خوانی کرنے والے کی مرضی کے مطابق ٹارچ کی روشنی دکھائی‘ پارس کو اپنے ساتھ تہ خانے میں لے گیا۔ وہاں

اصل مائیک ہرارے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے دماغ پر سلمان مسلط تھا۔

اصل اپنے بستر سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پارس اُس کی جگہ بستر پر لیٹ گیا۔ اور جو اصلی تھا‘ وہ فوجی گارڈ کی ٹارچ کی روشنی میں چلتا ہوا تہ خانے کے اوپر آیا۔ پھر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزر کر باہر جانے لگا تو فوجی گارڈ نے ٹارچ بجھادی۔ وہ باہر آکر پارس کی طرح گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر گاڑی چل پڑی۔ جب وہ مین گیٹ سے گزر گئی تو دربان نے گیٹ کو اندر سے بند کردیا۔ پھر وہ بنگلا پہلے جیسا ویران اور خالی تھا‘ ویسا ہی نظر آنے لگا۔ صرف پندرہ بیس منٹ میں جو بہت بڑی تبدیلی ہوئی‘ اِس کا علم اُن معمول اور تابعدار بننے والے فوجی گارڈز کو نہ ہوسکا۔ وہ اپنی ڈیوٹی پر رہے۔ بعد میں ان پر کسی کوتاہی کا الزام نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ ان خفیہ یہودی تنظیم والوں کا شکار مائیک ہرارے تہ خانے کے بستر پر آرام فرمارہا تھا۔

سلمان نے یہودی تنظیم کے کسی خیال خوانی کرنے والے کو مائیک ہرارے پر کامیاب تنویمی عمل کرنے نہیں دیا تھا۔ پہلے ٹیری آدم نے‘ پھر اینگرے مین مارٹن رسل نے اور آخری بار داؤد منڈولا نے اُس پر جتنی بار عمل کیا تھا۔ اتنی بار سلمان حاوی رہا تھا اور مائیک ہرارے کی سوچ کے ذریعے انہیں یقین دلاتا رہا تھا کہ وہ لوگ کامیاب عمل کررہے ہیں۔

سلمان کی اتنی محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مائیک ہرارے کو اپنی اصلیت یاد رہی۔ جب بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس اسے ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے گئے تو سلمان نے اُس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیرانی سے اس انجانی جگہ کو دیکھنے لگا۔ میں نے اسے مخاطب کیا ”ہیلو ہرارے! کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ اب تک کن حالات سے گزرتے رہے ہو؟“

وہ بولا ”میں پورے یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ کچھ خواب سا اور کچھ حقیقت سا لگتا رہا۔ کبھی ایم آئی ایم کا سربراہ بن گیا۔ کبھی بازو میں گولی کھائی۔ ایک نہیں کئی بار میرے دماغ میں تنویمی عمل کرنے والے آئے اور۔۔۔“

میں نے بات کاٹ کر پوچھا ”کیا یہ یاد ہے کہ وہ تمام تنویمی عمل کرنے والے تمہیں کٹر یہودی اور اسرائیلی حکومت کا وفادار بنارہے تھے؟ کیا تم یہودی بن گئے؟“

”ہرگز نہیں‘ میں پہلے کی طرح ایک عیسائی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا مائیک ہرارے ہوں۔ اُن کا عمل ناکام رہا ہے۔“

”میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں کبھی اپنا تابعدار نہیں بناؤں گا۔ ہمارے جناب تبریزی صاحب کسی کو غلام بنانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ اسی لیے میں نے تمہیں یہودیوں کے تنویمی عمل سے بھی محفوظ رکھا ہے۔“

”فرہاد صاحب! میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ کبھی میری ضرورت ہوئی تو آپ کے کام آؤں گا۔“

”ابھی تم سے ایک کام ہے۔ خفیہ یہودی تنظیم والے تمہیں اپنے قبضے میں رکھ کر ایک ڈمی مائیک ہرارے کو امریکا بھیج رہے ہیں۔ وہ تمہارے ملک کے صدر کو اور سپر ماسٹر کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ تم نے کہا تھا کہ سپر ماسٹر تمہیں تھری ڈی کی طرح جبری جان نثار بنانا چاہتا ہے‘ میں تمہاری مدد کروں اور میں نے مدد کی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم امریکا واپس نہ جاؤ۔ وہ تمہارا ملک ہے۔ اپنے ملک اور قوم کے کام ضرور آؤ لیکن چھپ کر رہو۔ خود کو مائیک ہرارے کی حیثیت سے منظر عام پر نہ لاؤ۔“

”فرہاد صاحب! مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آپ میری مدد کریں گے تو میں آپ کا دوست رہوں گا لیکن اپنے ملک امریکا کے مفادات کے لیے ضرور کام کرتا رہوں گا لہٰذا آپ کے اِس مشورے پر ضرور عمل کروں گا کہ مجھے اپنی اصلیت چھپا کر ایک نئی شخصیت اختیار کرکے اپنے ملک کے کام آتے رہنا چاہیے۔“

”بس ہرارے! میں تم سے یہی چاہتا ہوں اور یہودیوں نے جو ڈمی ہرارے کو سپر ماسٹر کے پاس بھیجا ہے میں اُس ڈمی کے دماغ میں تمہیں پہنچادوں گا۔ تم مناسب سمجھو تو اس ڈمی کو کسی موقعے پر ہلاک کردو۔ ورنہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ڈمی کے ذریعے تمہارے ملک کے اہم راز سے واقف ہوتے رہیں گے۔“

”فرہاد صاحب! آپ واقعی دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔ آپ صرف میرے لیے نہیں میرے ملک کی بھلائی کے لیے بھی سوچ رہے ہیں۔ اب اتنا بتادیں کہ میں ابھی کہاں

ہوں؟"

"تم تل ابیب میں میرے آدمیوں کے درمیان ہو۔ یہ میرے آدمی تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ تم چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کرو پھر خیال خوانی کے ذریعے یہاں کے امیگریشن والوں کو ٹریپ کرکے اسرائیل سے چلے جاؤ۔ تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ ویسے تمہاری مرضی ہے۔"

"میری بھی یہی مرضی ہے۔ آپ مناسب مشورہ دے رہے ہیں۔ میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور اپنے ملک سے باہر رہ کر بھی ملک اور قوم کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

میں اُس کے چور خیالات بھی پڑھ رہا تھا۔ وہ واقعی میرے مشوروں پر عمل کرنے والا تھا اور مجھ سے بے حد متاثر ہوگیا تھا۔ میں نے اِس بات پر زور دیا تھا کہ وہ خود کو کبھی مائیک ہرارے کی حیثیت سے کسی پر ظاہر نہ کرے اور وہ اس بات پر سختی سے عمل کرنے والا تھا۔

اگر وہ اپنی مائیک ہرارے والی شخصیت کو چھپا کر نہ رکھتا تو یہودی خفیہ تنظیم کے آدم برادرز کو شبہ ہوتا کہ ان کے پاس جو مائیک ہرارے (پارس) ہے۔ وہ کون ہے؟

اب یہ بات میرے لیے اطمینان بخش تھی کہ اصل مائیک ہرارے کافی عرصے تک چھپا رہے گا اور ہم پارس کے اندر رہ کر یہودی خفیہ تنظیم کے تمام اندرونی حالات معلوم کرتے رہیں گے

ایسے مستحکم منصوبے پر توجہ دیتے رہنے کے باعث ہم نے شی تارا کو فراموش کردیا تھا۔ اسے اُس کے پارس سے جدا کردیا تھا۔ جب پارس اس کی چلائی ہوئی گولی سے زخمی ہوا تھا تب اس نے صرف ایک بار خیال خوانی کے ذریعے جاکر دیکھا تھا کہ پارس واقعی زخمی ہوگیا ہے۔ ڈاکٹر اُس کی مرہم پٹی کررہے ہیں۔ مرینا اور بابا صاحب کے ادارے کے چند افراد اسے کہیں لے جارہے ہیں۔

پھر میں نے شی تارا کو منع کیا تھا کہ اب وہ پارس کے پاس نہ جائے۔ وہ واپس ہوٹل کے کمرے میں آگئی تھی۔ مگر وہ بہت بے چین تھی۔ اسے یہ بھی دکھ تھا کہ پارس اسی کے ہاتھوں سے زخمی ہوا ہے۔ جب تک اسے یقین نہ ہوتا کہ زخم بھر جائے گا اور علاج توجہ سے ہورہا ہے' تب تک اسے سکون نہ ملتا۔

ہوٹل کے کمرے میں وہ کبھی ٹہلتی رہی' کبھی اٹھتی اور بیٹھتی رہی۔ پھر ایک گھنٹے بعد خیال خوانی کی پرواز کی تو اپنے پارس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ زخمی تھا' اُس کی موجودگی محسوس نہ کرسکا۔ اس وقت اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کے ذریعے مائیک ہرارے کا میک اپ کیا جارہا تھا۔ اور وہ زخمی ہونے کے باوجود پرسکون تھا۔

وہ اسے مخاطب کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے پارس کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اس لیے وہ خاموشی سے دماغی طور پر واپس آگئی۔ یہی اطمینان کافی تھا کہ وہ چپ چاپ اپنے محبوب کے پاس آتی جاتی رہے گی اور اس کی خیریت معلوم کرتی رہے گی تو ہم میں سے کوئی اس کی موجودگی کو نہیں سمجھ پائے گا۔

اُس نے درست سوچا تھا۔ ہم اپنے اپنے کام میں بڑی توجہ سے مصروف تھے اسی لیے خاموشی سے آنے جانے والی کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ بعد میں پھر آئی تو پارس پر تنویمی عمل کرکے اسے مائیک ہرارے بنایا جارہا تھا۔ ایسے وقت وہ خاموشی سے موجود رہی اور اُس پر ہونے والے تنویمی عمل کو دیکھتی رہی۔ اچانک اس کے اندر کی عورت نے اسے ورغلایا کہ پارس میرا ہے۔ یہ میری برسوں کی آرزو ہے کہ وہ صرف میرا ہی بن کر رہے۔ اگر کسی طرح میرا معمول اور تابعدار بن جائے گا تو پھر ہمیشہ ہی میرا وفادار رہے گا۔ صرف اتنا ہی نہیں' اپنا مذہب چھوڑ کر میرا دھرم قبول کرلے گا۔

شی تارا کو اِس سے اچھا اور سنہری موقع پھر کبھی نہ ملتا۔ اُس وقت سلمان میری آواز اور لہجے میں پارس پر عمل کررہا تھا اور اسے مائیک ہرارے بنا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات نقش کررہا تھا کہ وہ اپنے باپ فرہاد علی تیمور کی سوچ کی لہروں کو جب بھی محسوس کرے گا تو ایسے وقت ہرارے کی شخصیت کو بھول کر اپنی اصلیت یاد کرلے گا اور اپنے باپ کی ہدایات پر عمل کرے گا۔ جب یہ عمل مکمل ہوگیا تو سلمان نے پارس کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

شی تارا اس کے خوابیدہ دماغ میں موجود رہی۔ مجھے اور سلمان وغیرہ کو یقین تھا کہ پارس کے دماغ میں کوئی دشمن نہیں آئے گا۔ اس لیے ہم دوسرے معاملات میں مصروف رہے۔ اُدھر شی تارا نے سوچ کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا اور کہا "ابھی تنویمی عمل ادھورا ہے۔ تم بے شک مائیک ہرارے ہو اور اپنے باپ کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے تم ایک بیٹے کی طرح باپ کی ہدایت پر عمل کروگے۔ لیکن اپنی شی تارا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی تم شی تارا کے معمول اور تابعدار بن جاؤگے۔"

شی تارا کا یہ تنویمی عمل ایسا ہی تھا جیسا کہ خفیہ یہودی تنظیم کے خیال خوانی کرنے والے ٹیری آدم نے ہرارے پر کیا تھا۔ پھر ایکسرے مین مارٹن نے عمل کیا تھا۔ اُس کے بعد داؤد منڈولا نے سربراہ بن کر ہرارے کو تابعدار بنایا تھا۔ سب سے آخر میں سلمان تنویمی عمل کرکے مائیک ہرارے پر حاوی ہوگیا تھا۔ اسی طرح شی تارا سب سے آخر میں پارس پر عمل کرکے اس پر حاوی ہوگئی تھی۔

آخر اس کی محبت اور محنت رنگ لائی تھی۔ دنیا کی عورتیں اپنے شوہروں سے صرف وفاداری چاہتی ہیں' شی تارا نے اپنے محبوب کو غلام بنالیا تھا اور آئندہ اُس کا مذہب بدل کر اسے اپنا پتی دیو بنانے والی تھی۔

ہم اپنی کامیابیوں پر خوش تھے اور اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ ہم پارس کو ہار چکے ہیں۔

ثانی نے دینا دانیال کی یہ خوش فہمی ختم کردی تھی کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے دماغ سے بھگا دیتی ہے۔ پھر دوسری خوش فہمی یہ تھی کہ بنگلے کے اندر مزید تین یہودی مسلح گارڈز بھی یوگا کے ماہر ہیں آئندہ ایم آئی ایم کا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہ دماغ میں آسکے گا اور نہ ہی بنگلے میں داخل ہوسکے گا۔

ثانی نے اس کے تمام حفاظتی اقدامات کو خاک میں ملا دیا تھا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پہلے اس نے دینا دانیال کے ذریعے تینوں یہودی گارڈز کو زخمی کیا پھر ایک زخمی گارڈ کو آلہ کار بنا کر دینا دانیال کو بھی زخمی کردیا' اس کے بعد جیری کو بلا کر کہا "ان چاروں زخمیوں کی نگرانی کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اپوزیشن لیڈر کے پاس آئی۔ پھر اس سے کہا "اگرچہ تم بھی محب وطن پاکستانی نہیں ہو۔ تم سب مفاد پرست سیاست داں ہو' تاہم میں تمہارے ایک کام آرہی ہوں۔ اگر تم برسراقتدار پارٹی کی ایک بہت بڑی کمزوری معلوم کرنا چاہتے ہو تو بڑے صاحب کی ذاتی کوٹھی میں جاؤ' وہاں چار یہودی جاسوس زخمی پڑے ہیں۔ اپنے ساتھ پریس والوں کی ایک ٹیم لے جاؤ تاکہ وہ سب چشم دید گواہی دے سکیں کہ حکمراں پارٹی نے پاکستان میں یہودی جاسوسوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ یہ کام فوراً کرو۔ دیر ہوگی تو اتنی بڑی سیاسی بازی ہار جاؤگے۔"

اپوزیشن لیڈر فوراً ہی یہ بازی جیتنے کے لیے اخبارات کے رپورٹروں اور فوٹو گرافروں سے رابطے کرنے لگا۔ وہ یقیناً کامیاب ہونے والا تھا لیکن دوسری طرف علی تیمور بہت پہلے ہی اپنے چہرے سے وزیر علی کا میک اپ اتار کر ثانی کے ذریعے ایک بھارتی جاسوس کو ٹریپ کرچکا تھا' اسے تابعدار بنانے کے بعد وزیر علی بنادیا تھا' اس کے بعد "را" کے دو ایجنٹوں کو بھی ثانی نے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ان کے ذہن میں عارضی طور پر یہ نقش کردیا تھا کہ وہ ایم آئی ایم کے مجاہدین ہیں۔

جس وقت ثانی اپوزیشن کے لیڈر کو بتارہی تھی کہ وہ کس طرح بڑے صاحب کے ایک ذاتی بنگلے سے چار یہودیوں کو گھیر کر اخبارات کے ذریعے حکمران پارٹی کی پوزیشن کمزور بنا سکتا ہے' اسی وقت علی تیمور بڑے صاحب سے فون پر کہہ رہا تھا "میں ایک محب وطن ہوں آپ کو ایک نہایت اہم اطلاع دے رہا ہوں اپوزیشن کا لیڈر ایم آئی ایم والوں سے گٹھ جوڑ کررہا ہے۔ ابھی اس کی کوٹھی میں وزیر علی اور ایم آئی ایم کے دو مجاہدین بیٹھے ہوئے اپوزیشن کے لیڈر کا انتظار کررہے ہیں اور انتظار کے دوران اپوزیشن کے دوسرے سیاست دانوں سے گفتگو کررہے ہیں۔ اگر آپ اس کوٹھی کا محاصرہ کرکے ان تینوں کو گرفتار کریں اور یہ مشتہر کریں کہ اپوزیشن والوں نے وزیر علی کو اپنے ہاں چھپا رکھا ہے اور ایم آئی ایم سے مل کر حکومت کے خلاف سازش کررہے ہیں تو...."

بڑے صاحب نے بات کاٹ کر پوچھا "پہلے یہ تو بتاؤ' تم کون ہو؟ اور میں تمہاری مخبری پر کیسے بھروسا کروں؟"

"میں اس ملک کی روایت جانتا ہوں کہ سچی اطلاع دینے والا تھانے کچہری کے چکر میں پھنس جاتا ہے۔ میں اپنا نام پتا بتا کر یا آپ کے سامنے پیش ہوکر اپنی گردن پھنسانے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"میں کسی ثبوت یا یقین کے بغیر اپوزیشن کے لیڈر کی کوٹھی کا محاصرہ کروں گا اور وہاں سے مطلوبہ افراد برآمد نہیں ہوں گے تو بڑی سبکی ہوگی۔"

"آپ کا کوئی بڑا پولیس افسر سرچ وارنٹ لے کر جائے گا تو آپ کا اس سلسلے میں نام نہیں آئے گا۔ اگر آپ مجھ پر بھروسا نہیں کریں گے تو ایک بہت بڑی سیاسی بازی ہار جائیں گے۔ اگر جیتنا چاہتے ہیں تو پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کو بھی وہاں بھیج دیں۔"

بڑے صاحب تھوڑی دیر تک سوچتے رہے۔ ایک بار وزیر علی نے فون پر ان سے کہا تھا کہ وہ ایم آئی ایم کی تنظیم میں شامل ہوچکا ہے۔ اب علی نے فون کے ذریعے مخبری کی تو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ ایم آئی ایم والے وزیر علی کے تعاون سے اپوزیشن کا ساتھ دیں گے پھر ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے حکمران پارٹی کے تمام اہم سیاست دانوں اور عہدے داروں کے چور خیالات پڑھ کر اور ان کی بہت ساری کمزوریاں پڑھ کر اپوزیشن کا پلڑا بھاری کردیں گے۔ بہتری اسی میں تھی کہ ایک اعلیٰ پولیس افسر کو سرچ وارنٹ اور پریس والوں کے ساتھ اپوزیشن کے لیڈر کی کوٹھی میں بھیجا جائے۔ اگر واقعی وہاں سے وزیر علی اور ایم آئی ایم کے دو مجاہدین پکڑے جائیں گے تو مخالفین پر الزام لگایا جاسکے گا کہ وہ لوگ ملک دشمن عناصر کو اپنے ہاں پناہ دیتے ہیں۔

اس نے علی تیمور کی مخبری کے مطابق قدم اٹھایا۔ ثانی نے دینا دانیال اور اس کے تین ساتھیوں کے بارے میں جیری کو ضروری ہدایات دیں پھر وہ ان تینوں بھارتی جاسوسوں کے دماغوں میں آنے جانے لگی۔ جن میں سے ایک کو وزیر علی اور باقی دو کو ایم آئی ایم کے مجاہدین بنایا تھا۔ وہ تینوں اس کے معمول اور تابعدار تھے۔ اس کے حکم کے مطابق اپوزیشن کے لیڈر کی کوٹھی میں پہنچ گئے تھے۔ اس کوٹھی میں داخل ہونے کی اجازت صرف پارٹی کے خاص سیاست دانوں کو تھی۔ جب ان سیاست دانوں نے سنا کہ وزیر علی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے تو انہوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور کہا "آپ تشریف رکھیں۔ ہمارے پارٹی لیڈر ایک ضروری کام سے گئے ہیں۔ ابھی آجائیں گے۔"

اور وہ اپوزیشن پارٹی کا لیڈر اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کا جلوس لے کر بڑے صاحب کی اس کوٹھی کے گیٹ پر پہنچا تھا۔ باہر پہرا دینے والے چار سپاہی انہیں روک نہ سکے۔ ان سب نے اندر آکر ایک بیڈ روم میں چار زخمیوں کو دیکھا جن میں سے تین

مرد تھے اور ایک عورت۔ فوٹو گرافرز ان کی تصاویر مختلف زاویوں سے اتارنے لگے۔ رپورٹرز ان کے بیانات لینے کے لیے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔

بھلا کوئی مجرم کب اقرار کرتا ہے کہ اس نے کوئی جرم کیا ہے۔ اور کوئی جاسوس یا غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹ کب اپنی اصلیت ظاہر کرتا ہے؟ دینا دانیال اور اس کے تین یہودی ساتھی کبھی خود کو یہودی تسلیم نہ کرتے۔ جیری نے دینا دانیال کی زبان سے کہا "آپ رپورٹر حضرات ہم سب سے ایک ساتھ سوالات نہ کریں۔ ہم سے باری باری سوال کریں۔ پہلے میں جواب دیتی ہوں کہ میرا اصلی نام دینا دانیال ہے اور میں یہودی ہوں۔ وزیر علی کی بہن طاہرہ بن کر یعنی مسلمان بن کر آئی ہوں۔ میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے اندرونی راز معلوم کرنے آئی ہوں۔"

ایک زخمی یہودی نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "دینا! یہ کیا بکواس کررہی ہو؟ ہوش میں رہو۔"

دینا نے کہا "میری باتوں کو بکواس کہہ رہے ہو اور مجھے اصلی دینا کے نام سے پکار رہے ہو۔ تمہاری زبان سے یہ نام نکل ہی چکا ہے تو میرا پورا نام اور میری کچھ ہسٹری بتادو۔"

جیری اس اعتراض کرنے والے کے اندر آیا' وہ بولا "تمہارا پورا نام دینا دانیال ہے۔ اپنی اور تمہاری ہسٹری کیا بتاؤں' ہم سب یہاں مختلف شعبوں میں جاسوسی کرنے آئے تھے۔ مگر ایم آئی ایم یعنی مجاہدین اسلامک مشن والوں نے ہماری تمام پلاننگ کو خاک میں ملادیا اور ہمیں زخمی کرکے یہاں چھوڑدیا۔"

ایک رپورٹر نے سوال کیا "یہ تو بڑے صاحب کی کوٹھی ہے۔ تم لوگ یہاں کیسے آئے؟"

تیسرے یہودی نے جیری کی مرضی کے مطابق کہا "ہمیں بڑے صاحب نے ہی چھپاکر رکھا ہے۔ ہم ان کے ہی جاری کردہ شناختی کارڈز اور دیگر ضروری کاغذات کے ذریعے نام نہاد مسلمان بن کر آئے ہیں۔"

ایک اور رپورٹر نے کہا "تمہارے سوالات اور تمہارے جواب کیسٹ میں ریکارڈ ہورہے ہیں اور ہم لکھتے بھی جارہے ہیں۔ لہٰذا یہ بتاؤ کہ یہ تمام بیانات دیتے وقت پورے ہوش وحواس میں ہو؟"

"ہم پورے ہوش میں ہیں۔ اس وقت ہمیں ابتدائی طبی امداد پہنچائی جارہی ہے۔ پلیز ہمارے زخموں کا باقاعدہ علاج کرائیں۔"

اپوزیشن کے لیڈر نے کہا "ہم نے تمہیں زندہ رکھنے کے لیے یہ طبی امداد پہنچائی ہے۔ اب پولیس والے آئیں گے اور وہ اپنے حکمرانوں کے احکامات کے مطابق جو بہتر سمجھیں گے کارروائی کریں گے۔"

لیڈر نے موبائل کے ذریعے بڑے صاحب کو مخاطب کیا پھر کہا "جب ہماری تمہاری سیاسی زندگی میں کوئی ہنگامی موڑ آتا ہے تو ہم ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باوجود رازداری سے گفتگو کرلیتے ہیں۔ لیکن اخبارات کے ذریعے عوام کو یہی تاثر دیتے ہیں کہ ہم دونوں پارٹیوں کے لیڈر بڑے خوددار اور انا پرست ہیں اور ایک دوسرے سے ملنا بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔"

بڑے صاحب نے پوچھا "تمہاری اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

"یہ بکواس ہے تو اس کا مطلب سنو۔ اب تم اقتدار کی نہیں کانٹوں کی کرسی پر خود کو محسوس کروگے۔ کیا اس آواز کو پہچانتے ہو؟"

لیڈر نے موبائل فون کو دینا دانیال کے سامنے کیا' وہ بولی "میں دینا دانیال بول رہی ہوں' اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود ایم آئی ایم والوں نے مجھے میرے تینوں یوگا جاننے والے یہودیوں کو زخمی کردیا ہے۔"

بڑے صاحب سن رہے تھے اور پریشان ہورہے تھے۔ ان کی سمجھ میں یہی آیا کہ وہ دینا دانیال کو پہچاننے سے انکار کردیں مگر ان کے اندر ثانی پہنچی ہوئی تھی۔ وہ انکار نہ کرسکے۔ انہوں نے پوچھا "وہ اس لیڈر کے علاوہ اور کون ہے؟"

"یہاں پندرہ بیس اخباری رپورٹرز اور فوٹو گرافرز ہیں اور ہمارا بیان ریکارڈ کررہے ہیں۔"

"اور آگے کوئی بیان نہ دو۔ میرے آدمی آکر ابھی وہاں کے حالات پر قابو پالیں گے۔"

بڑے صاحب نے پولیس کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا اور اپنے اس بنگلے کا پتا بتاکر ہدایات دیں کہ وہاں اپوزیشن کا لیڈر پریس والوں کے ساتھ پہنچا ہوا ہے۔ فوراً وہاں مسلح پولیس کے ساتھ پہنچو۔ رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کے پاس کیمرے' کیسٹ ریکارڈر اور تحریری بیانات ہیں' وہ ان سب سے جبراً چھین لو۔ اور وہاں جو چار زخمی ہیں' انہیں گولی ماردو تاکہ وہ آئندہ ہمارے خلاف کوئی بیان دینے کے لیے زندہ نہ رہیں۔

ان کے احکامات پر فوراً عمل کیا گیا۔ پولیس کی بے شمار گاڑیوں نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیرلیا۔ کئی افسران مسلح پولیس کے ساتھ بنگلے کے اندر گئے۔ لیکن وہاں ایک بیڈ روم میں صرف چار زخمی تھے۔ مخالف پارٹی کا لیڈر پریس والوں کے ساتھ جاچکا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے بڑے صاحب کو وہاں کی پوزیشن بتائی۔ بڑے صاحب نے کہا "ایم آئی ایم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان زخمیوں کے دماغوں میں آکر عوام کے سامنے خود کو یہودی کہیں گے تو یہودیوں سے نفرت کرنے والے' پاکستانی لوگ اپنے حکمرانوں سے بھی نفرت کرنے لگیں گے۔ ان چاروں زخمی یہودیوں کو زندہ نہ چھوڑو۔ انہیں شوٹ کردو۔"

ایک افسر نے دو یہودیوں کو گولی ماری۔ دوسرے افسر نے تیسرے کو گولی مار کر دینا دانیال سے کہا "تم بے حد حسین ہو اور ہمارے ملک کے جو بڑے ہیں' وہ بڑے عیاش ہیں۔ تمہیں اس لیے پاکستان امپورٹ کیا گیا تھا' میں تمہیں اس دنیا سے ایکسپورٹ کردیتا ہوں۔"

وہ خوف سے چیخ کر بولی "نہیں' ٹھہرو۔ فائر نہ کرو۔ پہلے دیکھو تو سہی' میں اندر سے کتنی حسین ہوں۔ ایک بار دیکھو گے تو گن ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔"

یہ کہتے ہی دینا دانیال نے اپنے بلاؤز کے گریبان کو پھاڑدیا۔ وہ اپنے حسن کے جلوے دکھانے کی ابتدا کررہی تھی لیکن افسر نے اس کے سینے کے درمیان وہیں گولی ماری' جہاں سے اس نے بلاوز کو پھاڑا تھا۔ اس حسینہ کو دیکھنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی تھیں لیکن موت نے خود اس حسینہ کی آنکھوں کو پھٹی کی پھٹی رہنے کے لیے چھوڑدیا۔

اپوزیشن پارٹی کا لیڈر بہت خوش تھا۔ اس نے حکمران پارٹی کی بہت بڑی کمزوری حاصل کرلی تھی۔ وہ پریس والوں کا منہ میٹھا کرنے کے لیے انہیں ساتھ لے کر اپنی کوٹھی میں آیا۔ وہاں پولیس والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ ایک اعلیٰ افسر نے لیڈر سے کہا "یہ آپ کی کوٹھی ہے۔ صرف آپ دو رپورٹرز اور ایک فوٹو گرافر کو اپنے ساتھ اندر لے جاسکتے ہیں۔"

لیڈر نے غصے سے پوچھا "میری کوٹھی کا محاصرہ کیوں کیا گیا ہے؟ یہاں میرے خلاف کیا سازش ہورہی ہے؟"

"کوئی سازش نہیں ہورہی ہے۔ ہمارے سینئر افسر کے پاس سرچ وارنٹ ہے۔ آپ جاکر دیکھ سکتے ہیں۔"

وہ لیڈر اپنے ساتھ دو رپورٹر اور ایک فوٹو گرافر کو لے کر کوٹھی کے اندر آیا۔ بڑے سے شاہانہ ڈرائنگ روم میں اپوزیشن پارٹی کے سیاست داں' پولیس افسران' آٹھ دس اخباری رپورٹرز اور فوٹو گرافرز موجود تھے۔ اپوزیشن پارٹی کا لیڈر وزیر علی کو وہاں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ وزیر علی سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پلیز آپ خاموش رہیں۔ یہاں ہماری پولیس پارٹی اور اخباری رپورٹر ان تینوں "را" کے ایجنٹوں کے بیانات لے رہے ہیں اور ان کی ویڈیو فلمیں بھی بنائی جارہی ہیں؟"

لیڈر نے کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں یہ "را" کے ایجنٹ ہیں اور یہ تو صاف وزیر علی نظر آرہا ہے؟"

"تو پھر آپ مانتے ہیں کہ وزیر علی آپ کو کوٹھی میں رہتا ہے' آپ نے اسے اغوا کرا کے یہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے وزیر علی کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

افسر نے کہا "آپ درست کہتے ہیں۔ پتا نہیں بے چارہ وزیر علی جو اصلی تھا' اس کا کیا انجام ہوا ہے۔ یہ جو وزیر علی سامنے بیٹھا ہے یہ "را" کا ایجنٹ ہے۔ آپ نے اسے وزیر علی بنا کر پتا نہیں کیسی سیاسی چال چلنا چاہتے تھے۔ یا بھارتی "را" تنظیم والے آپ کو اپنے اعتماد میں لے کر شاید اسلام آباد کو کراچی جیسا کھنڈر بنانا چاہتے تھے۔"

"یہ سراسر الزام ہے۔ میں ان تینوں کو نہیں جانتا ہوں۔"

"جبکہ یہ تینوں آپ سے گہرے تعلقات رکھتے ہیں۔ ان تینوں کے بیانات ہم ریکارڈ کرچکے ہیں۔ اب یہ جو ویڈیو کیمرا چل رہا ہے اس کے سامنے وزیر علی کے چہرے سے میک اپ اتارا جائے گا تو عدالت سے لے کر عوام تک دیکھیں گے کہ آپ اپوزیشن والے حکومت کو بدنام کرنے کے لیے "را" کے تخریب کاروں کو کیسے کیسے بھیس میں یہاں لاتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر کے حکم سے فراڈ وزیر علی کے چہرے سے میک اپ کو دھویا گیا تو ایک اجنبی کا چہرہ نمودار ہوا۔ وہ جیری کی مرضی کے مطابق بولا "میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرا اور ان دونوں ساتھیوں کا تعلق بھارت سے ہے۔ ہم یہاں تخریب کاری کے لیے آئے ہیں۔ ہمیں ان لیڈر صاحب نے اپنی کوٹھی میں چھپا رکھا ہے۔ ہمارے علاوہ اور بھی کئی بھارتی جاسوس ہیں' جو مختلف شہروں میں مسلمان بن کر رہتے ہیں۔"

لیڈر کے ساتھ آنے والے دو رپورٹرز اور ایک فوٹو گرافر سے بھی کہا گیا کہ وہ "را" کے تینوں تخریب کاروں کے بیانات لیں۔ ان سے سوال جواب کریں اور ان کی تصاویر اتاریں۔ دو اعلیٰ افسران اپوزیشن پارٹی کے لیڈر کو وہاں سے دوسرے کمرے میں لے گئے۔ ایک افسر نے بڑے صاحب سے فون پر رابطہ قائم کیا پھر کہا "جناب عالی! ہم نے اپنے طور پر اپنا کام مکمل کیا ہے۔ جو وزیر علی اور ایم آئی ایم کے مجاہدین بن کر آئے تھے۔ پریس والوں کے سامنے ان کی اصلیت بتادی ہے اور ایک ویڈیو فلم بھی تیار کی ہے۔ آپ حکم دیں۔ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

بڑے صاحب نے پوچھا "وہ ہماری مخالف پارٹی کا لیڈر کہاں ہے؟"

"جناب عالی! یہ صاحب بھی ہمارے پاس ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"اس تیس مار خان کو فون دو' میں بات کروں گا۔"

افسر نے لیڈر کو فون دیا۔ لیڈر نے کہا "ہیلو' میں بول رہا ہوں۔ آپ نے جوابی چال خوب چلی ہے۔ میں نے ایک گھنٹے پہلے تمہاری حکومت کے خلاف بڑے ٹھوس ثبوت حاصل کیے تھے۔ مگر اب یہ ثبوت عدالت اور عوام کے سامنے نہیں لاسکوں گا۔"

بڑے صاحب نے کہا "میری بھی یہی پوزیشن ہے۔ ابھی میں نے جس طرح آپ پر جال پھینکا ہے اس میں پوری طرح آپ کو پھانس نہیں سکوں گا۔ ہم دونوں بدنام ہوں گے۔ میں "موساد" کے یہودیوں کا سرپرست کہلاؤں گا اور تم "را" تنظیم کے ہندوؤں کی پشت پناہی کرکے تخریب کاری کرنے والے کہلاؤ گے۔"

لیڈر نے ہنستے ہوئے کہا "یہ سیاست بڑی ظالم چیز ہے۔ ہم عوام پر ظلم کرتے ہیں اور سیاست ہم پر ظلم کرتی ہے۔ کبھی آپ کو

اور کبھی ہمیں کرسی سے گرا دیتی ہے۔"

"ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ اب کیا ارادہ ہے بتاؤ؟"

"ارادہ کیا ہوگا۔ جو ثبوت میں نے آپ کے خلاف حاصل کئے ہیں وہ میرے پاس محفوظ رہیں گے۔ میں انہیں منظرعام پر نہیں لاؤں گا اور آپ نے میرے خلاف جو کچھ حاصل کیا ہے' اسے بھی راز میں رکھیں گے۔"

"یعنی حساب برابر ہوگیا۔ میں اپنی پارٹی کے ساتھ یہاں پانچ برس تک حکومت کروں گا۔ آئندہ الیکشن تک آپ کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"ایسا دعویٰ نہ کریں۔ آئندہ آنے والی بعض مصیبتیں رک جاتی ہیں اور بعض رک نہیں پاتیں۔ پتا نہیں' ایسی کون سی مصیبت آئے جسے آپ روک نہ سکیں۔ دیٹس آل۔"

لیڈر نے ریسیور پولیس کے اعلیٰ افسر کو دے دیا۔ بڑے صاحب نے اس سے کہا "وہاں جتنے ثبوت حاصل کئے ہیں' ان ثبوت کے ساتھ ان تینوں "را" کے جاسوسوں کو گرفتار کرکے لے آؤ اور میری اجازت کے بغیر کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو۔"

احکامات کی تعمیل کی گئی۔ پولیس اور پریس والے وہاں سے چلے گئے۔ انہوں نے ویڈیو فلم اور تینوں "را" کے جاسوسوں کے بیانات وغیرہ بڑے صاحب تک پہنچا دیئے اپوزیشن کے لیڈر نے دینا دانیال اور تین یہودیوں کے سلسلے میں آڈیو کیسٹ' ان یہودیوں کی تصاویر اور تحریری بیانات جو کچھ بھی حاصل کئے تھے۔ انہیں اپنے سیف میں رکھ دیا ہے۔

سیاست میں ایک دوسرے کی کمزوریوں کو پکڑنا۔ پھر انہیں ثبوت کے طور پر اپنے پاس چھپا کر رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ ایسی چیزیں مختلف پارٹیوں کو ایک دوسرے کی بلیک میلنگ سے بچاتی ہیں اور ایک دوسرے سے سمجھوتا کرتے رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔"

ان دونوں سیاسی پارٹیوں کا وہ دن بڑا مصروف گزرا۔ شام کو علی نے بڑے صاحب سے رابطہ کیا پھر اپوزیشن کے لیڈر کی آواز میں کہا "میں آپ کا خادم بول رہا ہوں۔ آپ میری کوٹھی سے جو ویڈیو فلم اور بھارتی جاسوسوں کے بیانات لے کر گئے تھے' وہ میں نے غائب کردیئے ہیں۔"

"کیوں بکواس کرتے ہو؟ میں نے تمہارے خلاف تمام ثبوت ایسی جگہ چھپائے ہیں کہ وہاں کوئی جادوگر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ کیا تمہیں کوئی نئی چال سوجھ رہی ہے؟"

لیڈر نے کہا "میری بات پر بھروسا نہ کرو۔ جہاں وہ چیزیں چھپائی تھیں' وہاں جاکر دیکھ لو۔ اور وہ تینوں "را" کے جاسوس خصوصی حوالات میں تھے' وہ تینوں مرچکے ہیں۔ آئندہ ان کی نہ ویڈیو فلم اتار سکو گے اور نہ ہی ان کا بیان لے سکو گے۔"

علی نے ریسیور رکھ دیا۔ بڑے صاحب نے سب سے پہلے اس خصوصی حوالات کے انچارج کو فون پر مخاطب کیا پھر پوچھا "کیا وہ تینوں قیدی خیریت سے ہیں۔"

"نہیں جناب عالی! وہ تینوں اچانک بے ہوش ہوگئے تھے۔ ایک ڈاکٹر ان کا معائنہ کررہا ہے اور ان کی بے ہوشی کے اسباب سمجھ نہیں پارہا ہے۔ میں نے دوسرے ڈاکٹر کو بھی بلایا ہے۔"

"کسی بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر کو بلاؤ۔ ان تینوں کو زندہ رہنا چاہیے۔ اگر انہیں کچھ ہوگیا تو..."

انچارج نے بات کاٹ کر کہا "جناب عالی! یہ... یہ ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ... کہ ان کی بے ہوشی موت میں بدل گئی ہے۔"

"یہ کیا بکواس کررہے ہو؟"

"مم... میں بکواس نہیں کررہا۔ یہ ڈاکٹر ان تینوں کی موت کی تصدیق کررہا ہے۔"

بڑے صاحب نے فوراً ہی ریسیور کو رکھا۔ اپنی خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک الماری کھولی۔ اس میں کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ کپڑوں کے پیچھے الماری کی دیوار دہری تھی۔ انہوں نے ایک خفیہ بٹن کو دبایا۔ الماری کی پچھلی دیوار ایک طرف سرک گئی۔ اس کے ایک طرف سرکنے کے بعد خفیہ خانے دکھائی دیئے۔ وہاں اہم دستاویزات اور بڑی اہم رازدارانہ چیزیں رکھی جاتی تھیں۔ اب وہاں کے تمام خانے خالی تھے۔ لیڈر کے خلاف جو ویڈیو فلم اور تحریری بیانات حاصل کئے گئے تھے ان کے ساتھ دوسری اہم سیاسی دستاویزات اور کچھ ایسی رازدارانہ چیزیں بھی تھیں' وہ سب غائب تھیں۔ خفیہ تجوری کے تمام خانے خالی تھے۔

بڑے صاحب چکرا کر بیٹھ گئے۔ وہ صبح سے شام تک اپنی خواب گاہ میں تھے۔ پھر ان کی موجودگی میں اتنی بڑی چوری کیسے ہوگئی؟ انہوں نے اٹھ کر الماری کو بند کیا پھر دروازہ کھول کر سیکریٹری کو بلایا۔ وہ فوراً حاضر ہوگیا۔ انہوں نے پوچھا "کیا میرے بیڈ روم میں کوئی آیا تھا؟"

"نو سر! یہاں کوئی نہیں آیا تھا۔"

"میری ایک اہم چیز گم ہوگئی ہے۔ وہ چیز یہاں سے کیسے غائب ہوسکتی ہے۔ جبکہ میں تمام دن یہاں موجود رہا تھا۔"

سیکریٹری نے کہا "جناب عالی! آپ تمام دن یہاں موجود نہیں تھے۔ تقریباً دو گھنٹے پہلے ایک بیگ اٹھا کر باہر گئے تھے۔ آپ نے مجھے اور باڈی گارڈ کو بھی ساتھ آنے سے منع کردیا۔ خود ہی کار ڈرائیو کرکے گئے۔ پھر بیس منٹ میں واپس آگئے۔"

"یہ کیسی بکواس کررہے ہو؟ میں یہاں سے گیا اور مجھے خبر نہیں ہے؟ میں کون سا بیگ لے گیا تھا؟ کہاں ہے وہ بیگ؟"

"وہ بیگ آپ واپس نہیں لائے تھے۔ آپ خالی ہاتھ آئے تھے۔"

بات کچھ سمجھ میں آئی کہ ایسا ہوا ہے تو پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوا ہے۔ کیا اپوزیشن کے لیڈر نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اپنے خلاف ثبوت غائب کرانے کے بعد اس لیڈر نے مجھے فون کیا تھا۔

ثانی' علی کو بتا رہی تھی کہ بڑے صاحب کن حالات سے دوچار ہورہے ہیں۔ علی نے ریسیور اٹھا کر اس بار اپوزیشن کے لیڈر سے رابطہ کیا۔ پھر بڑے صاحب کی آواز اور لہجے میں کہا "آپ نے میرے بنگلے میں تین یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو دیکھا۔ پریس والوں کی فوج لے کر آئے۔ میرے خلاف بڑے ثبوت حاصل کئے مگر افسوس اب ان میں سے کوئی بھی ثبوت تمہارے آہنی سیف میں نہیں ہے۔"

لیڈر نے پوچھا "کیا مجھے کوئی نیا جھانسا دے رہے ہیں؟"

"آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ آپ ایک بار اپنا سیف کھول کر دیکھ لیں۔"

"دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب سے وہ ثبوت میں نے سیف میں رکھے ہیں تب سے میں اسی کمرے میں ہوں۔"

"اپنے سیکریٹری یا ملازم کو بلاکر پوچھ لیں۔ کیا واقعی آپ کمرے سے باہر نہیں گئے تھے؟"

لیڈر نے سیکریٹری کو بلاکر پوچھا۔ اس نے کہا "یس سر! آپ تقریباً ایک گھنٹا پہلے ایک بیگ لے کر کہیں باہر گئے تھے۔ آپ نے باڈی گارڈ کو بھی ساتھ نہیں لیا۔ خود ہی کار ڈرائیو کرکے گئے۔ پھر پندرہ منٹ بعد ہی واپس آگئے۔ شاید وہ بیگ کسی کو دینے گئے تھے۔"

لیڈر نے سیکریٹری کو کمرے سے جانے کے لیے کہا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر سیف کے پاس آکر اسے مخصوص نمبروں سے کھولا تو دنگ رہ گیا۔ وہ بڑا سا سیف بالکل خالی تھا۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ خالی سیف کا سہارا لے کر تھوڑی دیر تک کھڑا رہا اور سوچتا رہا۔ یہ بات جلد ہی سمجھ میں آگئی کہ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیا گیا ہے۔ ابھی بڑے صاحب نے مجھے فون پر میری اہم چیزوں کی چوری کی اطلاع دی تھی۔ کیا انہوں نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کی ہیں اور اپنے خلاف تمام ثبوت غائب کرا دئے ہیں؟

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ پھر بڑے صاحب سے رابطہ ہونے پر پوچھا "آپ نے کیا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کرلی ہیں؟ یا ایم آئی ایم والوں سے دوستی ہوگئی ہے؟"

بڑے صاحب نے کہا "کمال ہے۔ یہی سوال میں آپ سے کرنے والا تھا۔ کیونکہ میری خواب گاہ میں دن دہاڑے چوری ہوگئی ہے۔ کیا آپ بھی یہی شکایت کرنا چاہتے ہیں۔"

"اس سے پہلے کہ میں سیف سے اہم چیزیں چرائے جانے کی بات کرتا' تم نے کمال عیاری سے اپنے ہاں چوری کی واردات کا ذکر کردیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں۔ میرے پاس سے اپنے خلاف ثبوت غائب کرکے آپ میری پوزیشن کمزور بنادیں گے اور میرا سیاسی کیریئر بگاڑ دیں گے۔"

"اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ آپ نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے میرے اہم راز چرائے ہیں۔ اور اپنے خلاف ثبوت بھی غائب کردئے ہیں۔"

دوسری طرف تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر وہ قہقہہ لگا کر بولا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کے خلاف صرف میرے پاس سے ثبوت غائب نہیں ہوئے بلکہ میرے خلاف بھی جو ثبوت تھے' وہ بھی غائب ہوگئے۔"

"آپ ہنس رہے ہیں جبکہ یہ تشویش کی بات ہے۔"

"میں اس بات پر خوش ہوکر ہنس رہا تھا کہ میری کوئی کمزوری آپ کے ہاتھوں میں نہیں رہی ہے۔"

"مگر کسی نہ کسی کے ہاتھوں میں گئی ہے۔ اور یہ کارستانی ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والے ہی کرسکتے ہیں۔"

"ہوں۔ ہم نے ایک دوسرے کی گردن پکڑنے کی کوششیں کی تھیں۔ مگر ہم دونوں کی گردنیں کسی تیسرے کے ہاتھوں میں آگئی ہیں اور یہ بہت برا ہوا ہے۔"

"ہاں بہت برا ہوا ہے۔ ہم آپس میں سمجھوتا کرکے ایک دوسرے کی کمزوریوں کو چھپالیتے ہیں لیکن اس بار کیسے چھپائیں گے؟ جو لوگ ہماری ملک دشمنی کے ثبوت لے گئے ہیں۔ کیا وہ اپنی شرائط پر ہم سے سمجھوتا کریں گے؟"

"میں تو یہی دیکھتا آیا ہوں کہ کسی ملک کے راز چرانے والے بلیک میل کرتے ہیں۔ وہ ایم آئی ایم والے ہمیں ضرور بلیک میل کریں گے اور اپنے کچھ مفادات حاصل کرنے کے لیے ہم سے رابطہ کریں گے۔"

بڑے صاحب نے کہا "کیا آپ کی عقل گھاس چرنے گئی ہے؟ یہ بھول رہے ہیں کہ انہوں نے یہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیا ہے۔ وہ لوگ اب بھی ہمارے اندر ہوں گے۔ ہماری باتیں سن رہے ہوں گے اور آپ کہتے ہیں کہ وہ ہم سے رابطہ کریں گے۔ بھلا رابطہ اور کیسے ہوتا ہے؟ ہاں یہ اور بات ہے کہ ہم ان سے اپنی مرضی کے مطابق رابطہ نہیں کرسکتے۔"

اپوزیشن کے لیڈر نے خلا میں تکتے ہوئے کہا "میں ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والوں سے مخاطب ہوں۔ آپ میں سے کوئی میرے اور کوئی بڑے صاحب کے اندر ضرور موجود ہے۔ پلیز ہم سے گفتگو کریں۔"

بڑے صاحب نے بھی خلا میں تکتے ہوئے کہا "آپ لوگ ہمارے چور خیالات بھی پڑھ لیتے ہیں۔ اور آپ یہ پڑھ رہے ہوں گے کہ میں اپنی بھرپور سیاسی شخصیت قائم رکھنے کے لیے آپ کی تمام شرائط پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔"

مخالف پارٹی کے لیڈر نے کہا "آپ میرے بھی خیالات پڑھ رہے ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ اگر آپ بڑے صاحب کو اقتدار سے ہٹادیں' ان کی کمزوریاں عدالت اور عوام کے سامنے لاکر ان کی حکومت ختم کرادیں اور مجھے آئندہ حکومت کرنے کا موقع دیں تو میں آخری سانس تک ایم آئی ایم تنظیم کا غلام بنا رہوں گا۔"

ان دونوں کے کانوں سے ریسیور لگا ہوا تھا اور وہ ایک دوسرے سے بولنے کے بجائے نامعلوم خیال خوانی کرنے والوں سے بول رہے تھے۔ اس بار بڑے صاحب نے اپنے مخالف سے کہا "تم ذلیل اور کمینے ہو۔ میری حکومت ختم کرانا چاہتے ہو؟ ارے تم کیا ایم آئی ایم والوں کی غلامی کروگے؟ تم سے زیادہ میں ان کی غلامی کروں گا۔ میرے دماغ میں ابھی جو صاحب موجود ہیں' میں ان سے قسم کھاکر اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر التجا کرتا ہوں کہ اس کمبخت اپوزیشن کے لیڈر کو اور اس کی پوری پارٹی کو تباہ و برباد کردو۔ میں اپنے ساتھ پوری پاکستانی قوم کو تمہارا غلام بنادوں گا۔"

"ذلیل اور کمینے تم ہو' جو اپنی قوم کو بھی غلام بنانا چاہتے ہو۔ ہمارے ایم آئی ایم والے مسلمان بھائی ہیں۔ یہ کسی اسلامی ملک کے حکمران اور مسلمان عوام کو غلام نہیں بناتے ہیں۔ کیوں بھائی! میں درست کہہ رہا ہوں نا؟ آپ میرے اندر موجود ہیں۔ آپ ہم سے زیادہ ہمارے خیالات کو سمجھ رہے ہیں۔"

وہ دونوں سوچ کے ذریعے اپنے اپنے دماغ میں رہنے والوں کو مخاطب کررہے تھے۔ ان کی اہم دستاویزات' خفیہ کاغذات اور ایک دوسرے کے خلاف حاصل ہونے والی کمزوریاں جس پراسرار طریقے سے غائب ہوئی تھیں' اس سے یہی یقین ہوتا تھا کہ یہ سب کچھ ایم آئی ایم کے خیال خوانی کرنے والوں نے کیا ہے۔ اسی لیے وہ دونوں بار بار انہیں اپنے اپنے دماغ کے اندر پکار رہے تھے۔

بڑی دیر تک ان سے گفتگو کرنے کی التجائیں کرنے کے بعد وہ تھک سے گئے۔ ایک نے کہا "ہم نے ریسیور کان سے لگایا ہوا ہے لیکن مخاطب ایسی ہستیوں کو کررہے ہیں' جن کی موجودگی کا علم ہمیں نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہم بڑی دیر سے التجائیں کررہے ہیں۔ اگر وہ ہمارے اندر ہوتے تو ضرور کچھ بولتے۔ وہ لوگ نہیں ہیں' ہم خوامخواہ انہیں پکار رہے ہیں۔"

"بہتر ہے کہ ہم فون بند کردیں اور یہ طے کرلیں کہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں کوئی آئے گا تو ہم دونوں فون کے ذریعے ایک دوسرے کو اطلاع دیں گے۔"

"زیادہ چالاک نہ بنو۔ تمہارے دماغ میں کوئی آئے گا تو تم اس کا غلام بننے کے لیے پھر میرے خلاف زہر اگلوگے۔"

"اور کیا تم سانپ نہیں ہو؟ ہم سب سانپ ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلتے آئے ہیں اور اگلتے ہی رہیں گے۔"

انہوں نے فون بند کردیا۔ اس دوران ثانی بڑے صاحب کے دماغ میں اور جیری اپوزیشن لیڈر کے دماغ میں موجود رہے تھے۔ فون بند ہونے کے بعد انہوں نے علی کے پاس آکر ان کی تمام گفتگو سنائی۔ علی نے کہا "پتا نہیں مسلمانان عالم کو کیا ہوگیا ہے۔ جو مسلمان بڑے بااختیار ہیں' وہ اپنے اپنے ملک کے دوسرے تمام مسلمانوں کو بے اختیار بناتے چلے آرہے ہیں۔ ان حالات سے سبق حاصل نہیں کرتے کہ عیسائی اور یہودی اکابرین اپنے اپنے ملک کے عوام کی تمام بنیادی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں اور مسلمان اکابرین کے ذریعے مسلمان عوام کو مفلسی' محتاجی اور پسماندگی کی زندگی گزارنے پر مجبور کرتے ہیں۔"

ثانی نے کہا "ہم اپنی جدوجہد کے ذریعے غدار مسلم حکمرانوں کو سزا دے سکتے ہیں یا انہیں ہلاک کرسکتے ہیں؟ لیکن ان کے بعد دوسرے غدار اور وطن فروش سیاست دان پیدا ہوجائیں گے۔ جب تک پوری قوم تعلیم یافتہ اور باشعور نہیں ہوگی اور اپنے اسلامی ممالک سے لے کر امریکا تک کی سیاسی چالوں کو غیرجانبداری سے نہیں سمجھے گی۔ تب تک کسی بھی اسلامی ملک کے عوام کا مقدّر نہیں بدلے گا۔"

جیری نے پوچھا "ہم جو اتنی محنت کررہے ہیں تو اس سے کیا فائدہ حاصل ہورہا ہے؟"

علی نے کہا "ہم اپنی جدوجہد سے عوام کو مفاد پرست راہنماؤں کے اصلی چہرے دکھارہے ہیں۔ مولوی حضرات مدرسوں میں دینی تعلیم دیتے ہیں۔ اساتذہ اسکولوں میں بھلے برے کی تمیز سکھاتے ہیں۔ پروفیسر حضرات کالجوں میں اقتصادی' معاشی' سماجی اور سیاسی شعور دیتے ہیں اور ہم یا ایم آئی ایم جیسی تنظیم والے حالات حاضرہ اور پیش آنے والے حالات کا آئینہ دکھاتے رہتے ہیں۔ ان تمام تعلیمات کے بعد بھی مسلمانوں نے مفاد پرست راہنماؤں کو پہچاننا اور انہیں ٹھکرانا نہ سیکھا تو پھر مسلمان قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا رہے گا جیسا کہ کئی اسلامی ممالک میں عذاب الٰہی کی جھلکیاں مل رہی ہیں۔"

خود اپنے ہی تیروں سے جگر چاک ہیں ہم لوگ
اپنے لیے کچھ ایسے ہی سفاک ہیں ہم لوگ

○☆○

وسطی امریکا کے اطراف ایسے کئی اہرام ہیں' جو اب کھنڈر کی صورت میں ہیں۔ یہ آثار قدیمہ ابھی تک ایک معمہ ہیں' جنہیں رفتہ رفتہ حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہزاروں سال پہلے وہاں جو تہذیب ہوگی' اسے مایا تہذیب کے آثار کا نام دیا گیا ہے۔

میں مایا کے آثار قدیمہ کا ذکر اس لیے کررہا ہوں کہ میری داستان کا اس سے ایک گہرا تعلق ہے۔ ان شکستہ اور ستون جیسے اہرام کو سب سے پہلے ۱۸۳۹ء میں دیکھا گیا تھا۔ نیشنل جیوگرافک کے ماہر آثار قدیمہ "جارج اسٹاؤرٹ" مایا تہذیب پر مستقل تحقیق کررہے ہیں۔ یہ علاقے دور تک مغرب میں میکسیکو سے لے کر مشرق میں ہنڈراس تک پھیلا ہوا ہے۔ اس لیے مختلف ماہرین مختلف علاقوں میں تحقیق کررہے ہیں۔

میری داستان کا تعلق ایک یہودی ماہر آثار قدیمہ پروفیسر ایزک سے ہے۔ وہ اپنی تحقیقاتی ٹیم کے ساتھ گوئٹے مالا شہر میں تھا۔ اس شہر میں مایا کا ایک اہم مقام "ڈوس پلاس" ہے۔ ڈوس پلاس کو فی الحال مایا کا دارالحکومتی شہر کہا جارہا ہے۔ پروفیسر ایزک اپنی ٹیم کے ساتھ روز صبح ڈوس پلاس کے کھنڈرات میں جاتا تھا اور شام تک مصروف رہنے کے بعد واپس گوئٹے مالا آجاتا تھا۔ ایک شام وہ اپنی بیوی اور ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر ان کھنڈرات سے آگے چلا گیا۔ اپنی ٹیم کے افراد سے کہہ گیا کہ وہ واپس چلے جائیں۔ اس کی ہدایت کے مطابق ٹیم واپس چلی گئی۔

پروفیسر ایزک کو امید تھی کہ زیر زمین کوئی ایسا راستہ ہوگا' جہاں پہنچنے کی کوئی صورت نکلے تو وہاں مایا تہذیب کے اہم آثار ضرور ملیں گے اور ان کے ذریعے ایک بہت ہی پرانی تہذیب کو مکمل طور پر دریافت کرنے کا اعزاز اسے حاصل ہوگا۔ اس مقصد کے لیے وہ بہت پہلے ڈوس پلاس کے کھنڈرات کے آس پاس کی زمینوں کی کھدائی کرچکا تھا۔ مگر کچھ حاصل نہ کرسکا تھا۔ جہاں شکستہ دیواریں اور پتھر کے اونچے ستون تھے' ان کے قریب کھدائی نہیں کی جاسکتی تھی کیونکہ ستون اور دیواریں گرنے کا اندیشہ تھا۔

بہرحال جب وہ گوئٹے مالا واپس جانے لگا تو ویگن کار میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی۔ وہ ویگن ڈوس پلاس کے ایک کھنڈر کے قریب ہی آکر رک گئی۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ ڈرائیور نے ٹارچ لے کر گاڑی سے اترتے ہوئے کہا "میں ابھی اسے ٹھیک کرتا ہوں۔ آپ اندر بیٹھے رہیں۔"

وہ باہر گیا۔ پھر بونٹ اٹھاکر ٹارچ کی روشنی میں خرابی درست کرنے لگا۔ پروفیسر کی بیوی نے کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے کہا "ستاروں کی روشنی میں یہ کھنڈر دور تک کتنا پُراسرار لگ رہا ہے۔"

پروفیسر نے سرہلاکر کہا "گاڈ نے یہ کیسی دنیا بنائی ہے۔ یہاں کوئی انسان ہمیشہ نہیں رہتا اور ایک دن انسانوں کی تہذیب بھی مٹ جاتی ہے۔ صرف آثار رہ جاتے ہیں۔"

اس کی بیوی نے کہا "یہ دنیا لاکھوں برسوں سے ہے۔ مگر ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کوئی ایک ہستی ایسے کسی کھنڈر میں زندہ رہ گئی ہو۔"

بیوی کی بات پر پروفیسر ایزک نے چونک کر دیکھا۔ کھنڈر کے ستونوں کے درمیان سے کوئی دھندلی سی ہستی گزر رہی تھی۔ چونکنے کی بات یہ بھی تھی کہ اس ہستی کے اطراف روشنی کا ایک ہالہ سا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے روشنی اس ہستی کے وجود سے پھوٹ رہی ہو۔

پروفیسر نے فوراً ہی ویگن کا سلائڈنگ دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے آواز دی "اے' تم کون ہو؟"

سوال کا جواب نہیں ملا۔ اس کی بیوی نے ڈرائیور کو مخاطب کیا "جارج! کیا تمہیں کھنڈر میں کوئی انسان دکھائی دے رہا ہے؟"

پروفیسر اور اس کی بیوی بوڑھے تھے۔ بینائی ذرا کمزور تھی۔ نوجوان ڈرائیور نے اُدھر دیکھ کر حیرانی سے کہا۔ "یس میڈم! میں صاف طور سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ کوئی عورت ہے۔ شانوں سے پاؤں کے ٹخنوں تک اس نے سفید لہراتا ہوا لباس پہنا ہے۔"

"کیا اس نے سفید کفن پہنا ہے؟"

"نو سر! باریک ریشم جیسا لباس ہے۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے کھنڈر میں کوئی روح بھٹک رہی ہو۔"

پروفیسر نے پھر زور سے پکارا "اے! تم جو کوئی بھی ہو' رک جاؤ۔ ہمارے پاس آؤ۔ یا ہم تمہارے پاس آرہے ہیں۔"

اُدھر سے خاموشی تھی۔ اُس کے چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے زمین پر نہیں ہوا کے دوش پر پاؤں رکھتی اور ایک شاخ کی طرح لچکتی جارہی ہو۔ پروفیسر نے عینک درست کرتے ہوئے ڈرائیور سے ٹارچ لیتے ہوئے کہا "اوزار کا بیگ اٹھاؤ۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں جارہی ہے؟"

بیوی نے سہم کر کہا "اوہ نو ایزک! پتا نہیں وہ کیا بلا ہے۔ ہمیں اس کے قریب نہیں جانا چاہیے۔"

وہ بولا "ریٹا! ڈونٹ بی آفریڈ۔ ہوسکتا ہے وہ ہستی ہمیں مایا تہذیب کے سلسلے میں معلومات فراہم کرے۔ کچھ حاصل کرنے کے لیے حوصلہ کرنا اور خطرات سے کھیلنا پڑتا ہے' کم آن۔"

وہ تینوں ناہموار زمین پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے کھنڈر کے ایک ستون کے پاس آئے۔ اس نامعلوم ہستی کو دیکھنے کے لیے ٹارچ کی روشنی ضروری نہیں تھی۔ اس کے وجود کے اطراف چاندی چمک رہی تھی۔ وہ ان سے دور نکل گئی تھی۔ کھنڈر میں جگہ جگہ کھدائی کی گئی تھی۔ وہ تینوں اگر تیزی سے چلتے تو کسی گڑھے میں گرسکتے تھے۔ اس لیے سنبھل کر آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور اس کی جانب دیکھتے بھی جارہے تھے۔ پھر وہ جانے والی ایک ستون کے پیچھے چلی گئی۔ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

پہلے اس کا وجود اوجھل ہوا تھا مگر اس ستون کے پیچھے چاندی جیسی روشنی تھی۔ وہ روشنی آہستہ آہستہ کم ہونے لگی جیسے ستون کے پیچھے چاند ڈوب رہا ہو۔ پروفیسر نے آواز دی "وہیں رک جاؤ۔ ہم آرہے ہیں' ہم سے دو باتیں کرلو۔"

چاند ڈوب گیا۔ وہ تینوں ڈگمگاتے اور سنبھلتے ہوئے اسی ستون کے پاس آئے۔ اس کے پیچھے دیکھا۔ وہ نہیں تھی۔ اس کے وجود سے وابستہ رہنے والی روشنی بھی گم ہوگئی تھی۔ وہ لوگ صرف ٹارچ کی روشنی میں اس پتھریلے ستون کو حیرانی سے اور سوالیہ نظروں

سے دیکھ رہے تھے۔

پھر پروفیسر اس ستون کو اچھی طرح ہاتھ لگا کر دیکھنے لگا۔ وہ جہاں ہاتھ لگاتا تھا' وہاں ٹھوس پتھر محسوس ہوتا تھا۔ اس نے ایک چھوٹی سی ہتھوڑی سے ستون کے پتھروں پر ہلکی ہلکی ضربیں لگا کر اس کے کھوکھلے پن کو سمجھنا چاہا لیکن وہ پختہ اور مستحکم ستون تھا۔ ڈھول کا پول نہیں تھا۔ اس کی بیوی نے کہا "پلیز یہاں سے چلو۔ میں پہلے ہی کہتی تھی' وہ کوئی بلا ہے۔"

ڈرائیور نے بھی پریشان ہو کر کہا "بہتر یہی ہے' ہم دن کے وقت آکر دیکھیں گے۔"

پروفیسر نے کہا "ہم روز یہاں آتے ہیں۔ دن کی روشنی میں ہمیں کبھی وہ نظر نہیں آئی۔ میں جن' بھوت اور جادو ٹونے کو نہیں مانتا۔ وہ ہماری طرح ایک ہستی تھی۔ یہیں کہیں ہوگی۔ مجھے سمجھنے دو کہ وہ کیسے گم ہوگئی ہے۔"

اس کی بیوی نے تاریکی میں آس پاس دیکھا پھر پوچھا "تمہارے جیسے ماہرین خبطی ہوتے ہیں' کیا یہاں رات گزارنے کا ارادہ ہے؟"

وہ بولا "میں نے کتنی بار تمہیں سمجھایا ہے۔ میرے معاملات میں دخل نہ دیا کرو۔ پلیز جارج کے ساتھ جا کر گاڑی میں بیٹھو' میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

"کیا تمہیں یہاں تنہا چھوڑ کر چلی جاؤں؟ اگر وہ واپس آئے گی یا تمہیں کچھ ہو جائے گا تو؟"

"پلیز ریٹا! میں بوڑھا ہوں' وہ واپس آئے گی تو مجھے بھگا کر نہیں لے جائے گی اور اگر مجھے کچھ ہو جائے گا یعنی کہ میں اسی بلا کے ہاتھوں مر جاؤں گا تو تم بڑھاپے میں بھی حسین ہو۔ تمہیں کوئی دوسرا بوڑھا مل جائے گا۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی ڈرائیور کے ساتھ کھنڈر سے باہر اپنی گاڑی کی طرف آنے لگی۔ ٹارچ پروفیسر کے پاس چھوڑ دی تھی۔ ڈرائیور لائٹر کی روشنی میں اسے لے آیا۔ وہ سلائڈنگ دروازہ ایک طرف سرکا کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر دور کھنڈر کی سمت دیکھنے لگی۔ ستاروں کی روشنی میں وہ کھنڈر اپنی شکستہ دیواروں اور ستونوں کے ساتھ صرف جھلک رہا تھا۔ وہ ستون پراسرار سائے کی طرح دکھائی دے رہے تھے لیکن دور ایک ستون کے پیچھے بیٹھا ہوا پروفیسر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک بار ٹارچ کی روشنی نظر آئی تھی پھر وہ بجھ گئی تھی۔

ریٹا نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا "جارج! اُدھر دیکھتے رہو۔ ہم تو صرف ٹارچ کی روشنی سے معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ وہاں مصروف ہیں۔ بائی دی وے' یہ آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھنا محض حماقت ہے۔"

"میڈم! آپ نے اسے حماقت سمجھنے کے باوجود پروفیسر صاحب سے شادی کی ہے۔ یا پھر آپ اسے حماقت نہیں سمجھ رہی ہیں۔ آپ کو صرف یہ اندیشہ ہے کہ وہ دوسری انہیں اپنے ساتھ نہ لے جائے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ صاحب کی خبر لیتے رہو۔"

"مجھے تو صرف ایک بار ٹارچ کی روشنی نظر آئی تھی۔ پتا نہیں وہ تاریکی میں کیا کر رہے ہیں۔"

ریٹا اُدھر دیکھنے لگی۔ کتنے ہی ستون کے سائے تھے۔ دور سے یہ سمجھا نہیں جاسکتا تھا کہ پروفیسر کس ستون کے پیچھے ہے۔ وہ گاڑی سے باہر آگئی۔ پھر اونچی آواز میں پکارا "ایزک! یوں اندھیرا نہ رکھو۔ وقفے وقفے سے ٹارچ روشن کرتے رہو۔"

ریٹا کی آواز رات کے اور کھنڈر کے سناٹے میں دور تک گئی اور دیر تک گونجتی رہی۔ لیکن ٹارچ روشن نہیں ہوئی۔ پروفیسر نے جواب بھی نہیں دیا۔ ریٹا نے پریشان ہو کر ڈرائیور جارج کو دیکھا۔ اس بار ڈرائیور نے آواز دی "سر! میڈم پریشان ہو رہی ہیں۔ پلیز آپ جواب دیں۔ یا ٹارچ روشن کریں۔"

ڈرائیور کی بات بھی جیسے ان سنی رہ گئی۔ ریٹا نے گھبرا کر پکارا "ایزک! یہ مذاق ہے تو مجھے پریشان نہ کرو۔ میں بری طرح الجھ رہی ہوں۔ پلیز' جواب دو۔ ایزک! جواب دو۔"

خاموشی گہری خاموشی۔ سناٹا گہرا سناٹا۔ دونوں نے کئی بار آوازیں دیں۔ پھر ریٹا نے ڈرائیور کے بازو کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "یہاں کیا کھڑے ہو۔ جاؤ صاحب کو جا کر دیکھو۔"

وہ اپنا بازو چھڑا کر بولا "میڈم! ہوش کی باتیں کریں۔ کیا میں بھی وہاں جا کر غائب ہو جاؤں۔"

"تم کیسے وفادار ملازم ہو؟ کیا صاحب کے پاس جانے کا اور انہیں یہاں لانے کا فرض ادا نہیں کرو گے؟"

"میں ایسا ضرور کروں گا۔ لیکن مجھے بھی کچھ ہو جائے گا تو آپ اس ویرانے میں تنہا رہ جائیں گی؟"

وہ قائل ہو کر بولی "درست کہتے ہو مگر ہمیں کچھ کرنا ہوگا؟ کیا ہم شہر سے مدد لے کر آئیں۔"

"میڈم! آپ بدحواسی میں بھول رہی ہیں۔ شہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ موبائل فون سے پولیس والوں کو بلائیں۔"

اس نے فوراً ہی گاڑی کے اندر سے فون نکالا۔ پہلے اپنی ٹیم کے ایک فرد سے رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو ڈینی! میں مسز ایزک بول رہی ہوں۔ پروفیسر اس کھنڈر میں کہیں غائب ہوگئے ہیں۔ تم پولیس والوں کو سرچ لائٹ کے ساتھ فوراً یہاں لے کر آؤ۔ ذرا بھی دیر نہ کرو۔"

"میڈم! کچھ معلوم تو ہو کہ پروفیسر صاحب کیسے گم ہوگئے ہیں۔"

"پوری تفصیل سننے میں وقت ضائع نہ کرو۔ یہاں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ فوراً پولیس کے ساتھ آؤ۔"

"آل رائٹ میڈم! میں ابھی یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔"

وہ فون بند کر کے کھنڈر کی طرف پریشانی سے دیکھنے لگی۔ ڈرائیور جارج نے کہا "ہوسکتا ہے کہ پروفیسر صاحب کچھ اور تلاش کرنے کے لیے بہت دور نکل گئے ہوں۔ آپ کو حوصلہ رکھنا چاہیے۔"

"تمہاری اس بات سے حوصلہ مل رہا ہے۔ شاید ایزک کہیں آگے نکل گیا ہے۔ کیا ہم گاڑی میں چلیں؟ ایک لمبا چکر کاٹ کر کھنڈر کے دوسری طرف جا کر انہیں تلاش کریں گے۔"

"نو میڈم! یہ مناسب نہیں ہے۔ ہم اُدھر جائیں گے اور صاحب اِدھر آکر ہمیں نہیں پائیں گے تو پریشان ہو جائیں گے۔"

"تم ہوشمندی کی باتیں کر رہے ہو۔ میں پریشانی میں الٹی سیدھی باتیں سوچ رہی ہوں۔ ایزک کسی وقت بھی اِدھر آسکتا ہے۔"

وہ پھر زور زور سے چیخ کر اسے پکارنے لگی۔ اس کی صدائیں کھنڈر کے سناٹے میں گونجتی رہیں اور جب تک گونجتی رہیں' یہ امید قائم رہی کہ وہ سنے گا اور جواب دے گا۔ جارج نے اپنی میڈم کو ہمدردی سے دیکھا۔ پھر ایک قریبی پتھر پر جا کر بیٹھ گیا۔ اب پولیس والوں کی آمد کا انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

رات کے ایک بجے پروفیسر ایزک کی ٹیم کے چند افراد پولیس والوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ وہ سب مسلح تھے۔ ریٹا اور ڈرائیور جارج سے پروفیسر کی گمشدگی کا پورا حال سن کر ان سب نے اپنی اپنی گاڑیوں کا رخ کھنڈر کی طرف کر کے ان سب کی ہیڈلائٹس آن رکھیں۔ اس طرح وہ کھنڈر دور تک روشن ہوگیا۔

ان سب کے پاس ٹارچ لائٹس بھی تھیں۔ وہ ریٹا اور جارج کے ساتھ کھنڈر میں چلتے ہوئے اس ستون کو تلاش کرنے لگے' جس کے پیچھے وہ پراسرار ہستی غائب ہوئی تھی۔ کئی ستون ایک جیسے تھے۔ ریٹا اور جارج کو یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ کھنڈر میں پروفیسر کے ساتھ کتنی دور آئے تھے اور کس ستون کے پاس پروفیسر کو چھوڑ کر گئے تھے۔

پولیس افسر اور دوسرے سپاہی ایک ایک ستون کو ٹھونک بجا کر دیکھ رہے تھے۔ شکستہ دیواروں کو بھی اچھی طرح ٹٹولا گیا مگر کسی چور دروازے کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ افسر نے کہا "میڈم! یہ تو قصے کہانیوں والی سچویشن ہے کہ آپ لوگوں نے کسی ایسی عورت کو دیکھا' جس کے وجود سے روشنی پھوٹ رہی تھی اور وہ کسی ستون کے پیچھے جا کر غائب ہوگئی تھی۔ پھر آپ دونوں مسٹر ایزک کو چھوڑ کر گاڑی کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد پروفیسر بھی پراسرار طریقے سے غائب ہوگئے۔"

"کیا آپ اتنے مشہور و معروف ماہر آثار قدیمہ کے اغوا ہونے کو قصہ کہانیوں کی بات سمجھ رہے ہیں؟"

افسر نے کہا "میں تو کیا' کوئی بھی ذی فہم ایسی جادوئی سچویشن کو صحیح تسلیم نہیں کرے گا۔ ہم پولیس والے ہیں۔ ہمیں سراغ ملنا چاہیے۔ ثبوت اور ٹھوس گواہیاں بھی چاہئیں۔"

"میں ایزک کی بیوی ہوں۔ جارج ہمارا ڈرائیور ہے۔ ہم دونوں چشم دید گواہ ہیں۔"

"جو چشم دید گواہ ہوتے ہیں' وہ بتاتے ہیں کہ واردات کہاں ہوئی تھی۔ جبکہ آپ دونوں اس ستون کی نشان دہی کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ابھی پانچ بجنے والے ہیں۔ ہم نے چار گھنٹوں میں کھنڈر کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک اچھی طرح دیکھ لیا۔ چور دروازوں کی موجودگی بھی ظاہر نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ رونے لگی' کہنے لگی "میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے میرا ایزک چاہیے۔ جب تک وہ نہیں آئے گا میں یہاں بیٹھی اس کا انتظار کرتی رہوں گی۔ وہ آئے گا' وہ زندہ ہے۔ وہ آئے گا' کیا گم ہونے والے واپس نہیں آتے ہیں؟ ضرور آتے ہیں' وہ آئے گا۔"

افسر نے کہا "تھوڑی دیر بعد دن کا اجالا پھیلنے والا ہے۔ ہم آپ کی تسلی کے لیے پروفیسر صاحب کو دن کی روشنی میں یہاں کے ہر ستون کے پاس تلاش کریں گے۔"

حقیقت یہ تھی کہ اسے کوئی تلاش نہیں کرسکتا تھا۔ کسی کو ڈھونڈنے کے لیے کوئی راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے اور وہاں کوئی راستہ نہیں تھا۔ کوئی دروازہ نہیں تھا' جہاں سے گزر کر گم ہونے والے کو دیکھا جاتا۔ جبکہ وہاں ایک دروازہ تھا۔ ناکامی کا سبب یہ تھا کہ چور دروازے نہ دکھائی دیتے ہیں اور نہ سمجھ میں آتے ہیں کہ دیواروں سے بھی در نکل آتے ہیں۔

پروفیسر ایزک اپنی بیوی اور ڈرائیور کے جانے کے بعد اسی ستون کے سامنے بیٹھا سوچ رہا تھا' جس کا وجود ہوتا ہے' وہ دھواں بن کر نہیں اڑتا اور نہ ہی پانی بن کر بہہ جاتا ہے۔ لہٰذا وہ پُراسرار ہستی جو نظر آئی تھی اس کا بھی وجود ہے اور وہ یہیں آس پاس کہیں چھپی ہوئی ہے۔

وہ اپنی ٹارچ بجھا کر سوچ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے تاریکی میں ہلکی سی روشنی کا احساس ہوا۔ اس نے سر اٹھا کر سامنے والے ستون کو دیکھا۔ وہ ٹھوس پتھروں کا تھا۔ مگر اب اس میں ایک چھوٹا سا دروازہ بن گیا تھا۔ کسی بھی پرانے مکان کا یا کھنڈر کا دروازہ کھولا جاتا ہے تو دروازے کی چول سے کچھ نہ کچھ آواز ابھرتی ہے۔ یا سلائڈنگ چور دروازہ ایک طرف کھسکتا ہے تو گڑگڑاہٹ کی سی آوازیں آتی ہیں۔ لیکن وہاں ستون میں ایسی خاموشی سے دروازہ پیدا ہوگیا تھا' جیسے وہاں کے ٹھوس پتھر پگھل کر پروفیسر کی آمد کے لیے راستہ بنا چکے ہوں۔

وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے ستون کے پاس آکر اندر کی طرف خلا میں جھانک کر دیکھا۔ دھیمی دھیمی سی روشنی میں نیچے کہیں تہ خانے تک جانے والی سیڑھیاں نظر آرہی تھیں۔ اس نے جلدی سے پلٹ کر اوزار کا بیگ اٹھایا۔ اسے شانے سے لٹکایا۔ پھر ٹارچ روشن کر کے ستون میں بننے والے خلا سے گزر کر سیڑھی

کے پائیدان پر آگیا۔

حالانکہ ٹارچ روشن کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہاں پہلے ہی ضرورت کے مطابق روشنی تھی۔ اس نے زینے کے تیسرے پائیدان پر قدم رکھ کر ٹارچ بجھادی۔ پھر چوتھے پائیدان پر قدم رکھ کر سر گھما کر دیکھا تو اسے اپنے پیچھے کوئی دروازہ کوئی خلا سا نظر نہیں آیا۔ وہ جہاں سے گزر کر آیا تھا وہاں ستون کی دیوار پہلے کی طرح برابر ہوگئی تھی۔ واپسی کا راستہ بند ہوگیا تھا۔

وہ تیزی سے زینے چڑھتا ہوا واپس آیا اور ستون کی ٹھوس پتھریلی دیواروں کو دونوں ہاتھوں سے مار مار کر یہ اندازہ کرنے لگا کہ ابھی جو داخل ہونے کے لیے چھوٹا سا دروازہ بنا تھا' وہاں کی دیوار اور پتھر کچھ کمزور ہو چکے ہیں یا نہیں اور وہ انہیں توڑ کر باہر جاسکے گا یا نہیں؟ لیکن ان دیواروں اور پتھروں کی وہی صدیوں پرانی سختی اور ناقابل شکست مضبوطی تھی۔

اس نے سوچا' جو راستہ لاتا ہے' وہ واپس بھی لے جاتا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ کی زندگیوں میں ایسے ناقابل فہم واقعات پیش آتے ہیں' جو بعد میں مسلسل کوششوں سے قابل فہم ہوجاتے ہیں۔ جب آگے بڑھنے کا راستہ ملا ہے تو آگے ہی بڑھنا چاہیے۔

وہ پھر محتاط انداز میں زینے کے ایک ایک پائیدان پر قدم رکھتے ہوئے نیچے جانے لگا۔ اکثر میناروں کے اندر جیسے گول چکردار زینے بنے ہوتے ہیں' ویسے ہی وہ زینہ بھی تھا۔ جب وہ نچلے پائیدان پر پہنچا تو حیرانی سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

اُس کی نگاہوں کے سامنے ایک ایسا وسیع وعریض ہال تھا' جس کے تین اطراف دیواریں نظر نہیں آرہی تھیں۔ روشنی اور سفید دھوئیں کی دھند میں وہ دیواریں نظروں سے اوجھل ہوگئی تھیں۔ ایک طرف جو دیوار تھی' وہاں بھگوان شنکر ہر ہر مہادیو کی ایک بہت بڑی مورتی بنی ہوئی تھی۔ شنکر مہادیو رقص کے انداز میں کھڑے ہوئے تھے اور اُس مورتی کے سامنے وہ پُراسرار ہستی رقص کررہی تھی' جسے پروفیسر نے کھنڈر کے درمیان گزرتے دیکھا تھا۔

پروفیسر ایزک چونکہ ماہر آثار قدیمہ تھا اس لیے دنیا کے تمام مذاہب اور تمام قدیم وجدید تہذیبوں کے بارے میں اچھی خاصی معلومات رکھتا تھا۔ وہ مورتی کو دیکھ کر سمجھ رہا تھا کہ اس کا تعلق ہندو دھرم سے ہے اور وہ بھگوان شنکر کا مجسّمہ ہے۔ ہندو دھرم میں کئی دیوتا ہیں' جنہیں بھگوان کہہ کر پوجا جاتا ہے۔ اور اکثر شنکر بھگوان کے سامنے پوجا کے طور پر رقص بھی کرتے ہیں۔ وہ پراسرار ہستی رقص بھی کررہی تھی اور پوجا بھی کررہی تھی۔

وہ پروفیسر سے زیادہ دور نہیں تھی۔ روشنی میں واضح طور سے نظر آرہی تھی۔ گھوم گھوم کر رقص کرتے وقت اس کے بدن کا اتار چڑھاؤ' اس کی نزاکت اور اس کے لچکنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ایک نوخیز دوشیزہ ہے۔ اس کے چہرے اور بدن کا اُجلا رنگ چاندی کی طرح کرنیں بکھیر رہا تھا۔ پروفیسر ایزک تقریباً ساٹھ برس کا تھا۔

اس نے اتنی طویل زندگی میں ایسی چمکتی دمکتی حسینہ نہیں دیکھی تھی۔ اور نہ ہی کسی دوشیزہ کو رقص کے دوران بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتے دیکھا تھا۔ اس میں ایسی بلا کی پھرتی تھی جیسے پارہ متحرک رہا ہو۔ وہ پارے کی طرح ایک جگہ ٹھہرنا نہیں جانتی تھی۔

یہ نظارہ کوئی جوان دیکھتا تو صرف حسینہ کو ہی دیکھتا رہ جاتا اور ساری دنیا کو بھول جاتا۔ لیکن وہ بوڑھا پروفیسر حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ وسطی امریکا کے کھنڈرات کے نیچے ہندو دھرم والوں کا مندر' ان کا دیوتا اور ان کی پجارن وغیرہ کیسے آگئے ہیں۔ کیا صدیوں پہلے وسطی امریکا میں ریڈ انڈین اور عیسائی نہیں تھے۔ ان سے پہلے کیا یہاں ہندو دھرم تھا؟ اور اگر یہاں ہندو قوم آباد تھی تو پھر وہ قوم اس علاقے سے نابود ہو کر ہندوستان میں کیسے پیدا ہوگئی؟ اور گردش زمانہ نے اس علاقے کو کھنڈر بنادیا ہے اور ہندو قوم یہاں سے ٹرانسفر ہوگئی ہے تو پھر یہ تنہا دوشیزہ ایک دیوتا کے تنہا مجسّمہ کے ساتھ کیسے باقی رہ گئی ہے؟

وہ رقص اور عبادت میں مصروف تھی اور عبادت کے دوران مداخلت نہیں کی جاتی۔ اس لیے وہ اسے مخاطب نہیں کررہا تھا۔ وہ زینے کے آخری پائیدان سے اتر کر اس تہ خانے کے فرش پر آیا اور اس سمت جانے لگا' جہاں سفید دھوئیں کی دھند چھائی ہوئی تھی اور دھند کے باعث اُدھر کی دیواریں نظر نہیں آرہی تھیں۔

اس دھند سے گزرتے وقت دیواریں نظر آنے لگیں۔ ان دیواروں کے ساتھ بڑے بڑے آہنی صندوق رکھے ہوئے تھے۔ ان کے پٹ اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔ یعنی وہ سب کھلے ہوئے تھے۔ کوئی صندوق جگمگاتے ہوئے ہیروں سے بھرا ہوا تھا۔ کسی میں لعل وزمرد اور کسی میں بیش قیمت موتی تھے۔ جدھر نظر جاتی تھی' ادھر خزانہ ہی خزانہ دکھائی دیتا تھا۔ دنیا کے بڑے سے بڑے دولت مند نے اتنا خزانہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اور بات صرف خزانے کی نہیں تھی۔ کئی صندوق ایسے تھے' جن میں یورینیم کا ذخیرہ تھا۔ اتنا ذخیرہ تھا کہ جن سے لاتعداد ایٹم بم بنائے جاسکتے تھے۔ یہ یورینیم اور ایٹمی ہتھیار وغیرہ موجودہ صدی کی دریافت تھے۔ ان کا آثار قدیمہ یا کسی بھی پرانی اور گمشدہ تہذیب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پروفیسر نے سر کھجاتے ہوئے اوپر کی طرف دیکھا اور سوچا۔ "یہ کیا تماشا ہے؟" اوپر صدیوں پرانے کھنڈرات ہیں اور نیچے جدید دور کے ہتھیاروں کی ایسی بنیادی اور اہم چیزیں ہیں کہ یہ سب کچھ اگر کسی غریب ملک کو مل جائے تو وہ سپر پاور بن جائے۔ میں پرانی تہذیب کے کھنڈرات سے گزر کر نئے دور کے ایک پُراسرار تہ خانے میں پہنچ گیا ہوں۔"

اس کے ذہن میں ایک سوال یہ بھی پیدا ہورہا تھا' کیا یہاں زیرِ زمین کوئی ایٹمی پلانٹ ہے؟ کیا یہاں بھارتی حکومت کی پراسرار سرگرمیاں جاری رہتی ہیں؟

اس سوال کا جواب نفی میں تھا۔ اگر وہاں بھارتی یا کسی بھی حکومت کی سرگرمیاں جاری ہوتیں تو پروفیسر کو اس تہ خانے تک پہنچنے کا راستہ کبھی نہ ملتا۔ پھر یہ کہ وہاں اب تک ایک حسین دوشیزہ کے سوا کوئی فرد نظر نہیں آیا تھا۔

اس کا تجسّس بڑھتا جارہا تھا۔ وہ چلتا ہوا ایک راہداری میں آیا۔ دائیں طرف ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دروازے سے گزر کر کمرے میں پہنچا۔ وہاں کچھ کھانے پینے کی چیزیں نظر آئیں۔ انسان زمین کے اوپر رہے یا زمین کے نیچے زندہ رہتا ہے۔ اس کے لیے کھانا اور پانی لازمی ہوتا ہے۔ وہاں خشک میوے اور کچھ تازہ پھل تھے۔ کچھ سینڈو چز وغیرہ بھی تھے۔ اور وہ سینڈو چز جس اخبار میں لپٹے ہوئے رکھے تھے' اس اخبار کو دیکھ کر وہ چونک گیا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ کسی مسئلہ پر سوچنے کے دوران قلم سے کچھ الٹے سیدھے زاویے اخبار پر بناتا رہتا تھا۔ یا پھر اپنے دستخط کرتا رہتا تھا۔ اس تہ خانے کے اخبار پر بھی اس کے دستخط تھے۔ اور وہ سینڈو چز وہی تھے' جو دوپہر کو اس کے کھانے کی باسکٹ سے غائب ہوگئے تھے۔

جہاں دولت سے بھرے ہوئے صندوق ہوں اور وہ تمام دولت ایک روٹی اور ایک گلاس پانی حاصل نہ کرسکتی ہو تو ایسے میں روٹی چرا کر کھانی پڑتی ہے۔ پروفیسر یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ حسین دوشیزہ زندہ رہنے کے لیے کھانے پینے کی چیزیں چراتی ہے۔ لیکن کیسے چراتی ہے؟ اور اس کے اپنی باسکٹ سے وہ سینڈو چز اخبار سمیت کیسے غائب ہوگئے تھے۔ یہ معما اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

وہ کمرے سے باہر راہداری میں آیا۔ وہاں سے گزر کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہ ایک بڑا سا بیڈ روم تھا۔ وہاں ایک آرام دہ پلنگ تھا۔ مگر پورے بیڈ روم میں جو دیکھنے کی چیز تھی' وہ ایک خوبرو جوان کی تصویر تھی۔ اس کی ایک تصویر اتنی بڑی تھی کہ ایک پوری دیوار پر اوپر سے نیچے تک چسپاں تھی۔ دوسری دیواروں پر بھی اس خوبرو جوان کی مختلف مسکراتی ہوئی تصویریں تھیں۔ صرف اتنا ہی نہیں' جس آرام دہ بستر پر بچھی پوری چادر پر اس مسکراتے ہوئے جوان کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔ تکیوں کے غلاف پر اوڑھنے کے کمبل پر بھی جوان کی تصویریں مسکرارہی تھیں۔

جب وہ دوشیزہ بستر پر آکر لیٹتی ہوگی تو نیند آنے سے پہلے چھت کو تکتی ہوگی۔ پروفیسر نے سر اٹھا کر چھت کو دیکھا تو وہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھت پر بھی اس جوان کی کئی بڑی بڑی تصاویر مسکرارہی تھیں۔ وہ خواب گاہ اور وہ تصاویر ثابت کررہی تھیں کہ وہ حسین دوشیزہ اس جوان کی دیوانی ہے۔ اور اپنے بھگوان کے بعد اسی جوان کو پوجتی ہے۔

پروفیسر آہٹ سن کر چونک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے پوجا کی تھال پکڑے ہوئے تھی۔ تھال پر ایک مٹی کا دیا روشن تھا۔ اس دیے کے پاس تھوڑا سا سیندور اور پوجا کا پرساد تھا۔ وہ ایسی حسین وجمیل دوشیزہ تھی کہ اسے دیکھنے سے آنکھوں کی پتلیوں میں اسی کی تصویر اتر آتی تھی پھر اس تصویر کے آگے دنیا کی تمام حسینائیں پھیکی پڑجاتی تھیں۔

پروفیسر کی نظریں اس سے ملیں۔ پھر نظریں ملتے ہی پروفیسر نے آنکھیں جھکالیں۔ اسے محسوس ہوا جیسے حسینہ کی آنکھوں میں مقناطیس ہے۔ وہ نظریں ملائے گا تو ایک غلام کی طرح اس کے آگے گھٹنے ٹیک دے گا۔

وہ اس کے آگے سے گزرتی ہوئی ایک دیوار کے پاس مسکراتے ہوئے جوان کی تصویر کے سامنے آئی۔ پھر اس تھال سے ہندی لفظ اوم (ॐ) کی لکھاوٹ کے مطابق اس جوان کی آرتی اتارنے لگی۔ اوم کے معنی ہیں برکت' خوشحالی اور کامیابی آرتی ایک عقیدہ ہے کہ پوجا کے بعد اپنے پتی دیو (شوہر) یا ہونے والے پتی کی اسی تھال سے پوجا کی جائے تو اپنے شوہر اور محبوب سے تمام بلائیں دور رہتی ہیں۔

اس نے جوان کی آرتی اتارنے کے بعد ایک چٹکی میں سیندور لے کر پہلے اس جوان کی پیشانی پر سیندور لگایا پھر اسی سیندور کو اپنے سر کے بالوں کے درمیان مانگ میں بھرا۔ پھر اس نے پوجا کا پرساد لے کر جوان کے منہ سے لگایا پھر اسی پرساد کو اپنے منہ میں ڈال کر کھانے لگی۔ اس کے بعد اس نے پوجا کی تھال ایک طرف رکھ دی اور پروفیسر کو دیکھا۔

وہ سر جھکا کر بولا "یہ سب کچھ مجھے خواب سا لگ رہا ہے۔ جبکہ میں خود کو اچھی طرح ہوش وحواس میں سمجھ رہا ہوں۔"

وہ پہلی بار بولی "تم سچ مچ ہوش وحواس میں ہو۔"

اس کی آواز اتنی میٹھی' اتنی مترنم تھی کہ بچہ سنے تو سوجائے۔ جوان سنے تو دل کی دھڑکنیں تیز ہوجائیں اور بوڑھا سنے تو دنیا کی ساری موسیقی اور ترنم کو بھول جائے۔ بوڑھے پروفیسر نے کہا "میں تمہیں بیٹی کہتا ہوں' کیا مجھے اپنا بزرگ مان کر یہاں کے اسرار سمجھاؤ گی؟"

وہ بولی "بھید وہ ہوتا ہے' جو کسی کو بتایا نہیں جاتا۔ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں میں نے تمہیں آنے کا موقع دیا ہے۔"

"مجھے یہ موقع دینے کی کوئی خاص وجہ ہوگی؟"

"ہاں تم ایک یہودی ہو۔ امریکا کے باشندے ہو مگر اسرائیلی حکومت کے وفادار ہو۔ میری اس بات سے انکار کرکے وقت ضائع نہ کرنا۔ مجھ سے کسی کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی ہے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ مجھ یہودی کو یہاں بلانے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم یہ تمام تصویریں دیکھ رہے ہو۔ یہ میرے محبوب کی ہیں۔ میرے بھگوان کے بعد یہی میرا بھگوان ہے۔"

"یہ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ لیکن ہندوؤں کا بھگوان پتھروں سے تراشا جاتا ہے یا اس کی خیالی تصویر اتاری جاتی ہے۔ جبکہ یہ

جوان نہ خیالی ہے اور نہ پتھروں سے تراشا گیا ہے۔ اسے تو روبرو ہونا چاہیے۔"

"ہوگا۔ ایک دن میرے روبرو ہوگا۔ فی الحال میری پہنچ سے باہر ہے۔ اور آج کل تمہارے ملک اسرائیل میں ہے۔"

"اب سمجھا۔ اپنے محبوب کو حاصل کرنے کی خاطر تم مجھ جیسے یہودی سے کوئی کام لینا چاہتی ہو۔"

"میں تمہاری یا کسی کی محتاج نہیں ہوں۔ اپنا کام خود کرتی ہوں۔ میں تو تمہارے کام آنا چاہتی ہوں۔ ذرا سوچو' تم نے یہاں جتنی دولت دیکھی ہے اور جس قدر یورینیم یہاں ہے۔ یہ سب تمہارے ملک اسرائیل کو مل جائے تو کیا وہ امریکا سے بھی بڑی سپر پاور نہیں بن جائے گا؟"

"واقعی ہم یہودی سپرپاور بن جائیں گے مگر یہ یقین نہیں آرہا ہے کہ تم ایسے نایاب یورینیم کا ذخیرہ ہمارے ملک کو دوگی۔ تم اس ذخیرے سے اپنے ملک بھارت کو سپرپاور بنا سکتی ہو۔"

"تمہارے بہت سے سوالات ایسے ہوں گے' جس کے جوابات میں نہیں دوں گی۔ تم اپنے بیگ سے تمام اوزار نکال کر یہاں پھینک دو اور اس بیگ میں یہاں سے جتنا یورینیم بھر کر لے جاسکتے ہو' لے جاؤ۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ یقین کرنے کے لیے ابھی یہاں سے بیگ بھر کر لے جاؤ۔ آئندہ تمہیں یورینیم کے علاوہ یہاں کی ساری دولت بھی مل جائے گی۔ تم اپنی آخری عمر میں آثار قدیمہ کے ماہر بن کر نہیں رہو گے بلکہ میرے مشوروں پر عمل کرکے مملکت اسرائیل کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنادوگے اور میرا پہلا مشورہ یہ ہے کہ امریکا چھوڑدو اور دو چار روز میں اسرائیل چلے جاؤ۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں چلا جاؤں گا تو یہاں سے باقی یورینیم اسرائیل کون پہنچائے گا۔"

"میں پہنچاؤں گی اور اتنی آسانی کے ساتھ جیسے تمہاری باسکٹ سے سینڈوچز نکال کر یہاں اس کھانے کے کمرے میں پہنچا چکی ہوں۔"

اس نے چونک کر پوچھا "میں حیران ہوں کہ میرا کھانا تمہارے پاس کیسے پہنچ گیا۔ کیا تم جادو جانتی ہو؟"

"نہیں' ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ تمہارے اسرائیل میں بھی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ یہ تم جانتے ہو مگر یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہیں؟ کتنے ہیں' اور ان کے نام کیا ہیں؟"

"ہاں میری معلومات زیادہ نہیں ہیں۔ مگر میں تمہیں سمجھ نہیں پارہا ہوں۔ ہماری دنیا میں ہمیشہ کچھ لیا جاتا ہے تب دیا جاتا ہے۔ تم دے رہی ہو' مگر یہ نہیں بتارہی ہو کہ ہم سے کیا لوگی؟"

"بتاتی ہوں۔ تم اسرائیل کے حکام سے نہیں خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ سے معاملات طے کروگے۔ پہلے اسے بتاؤگے کہ مملکت اسرائیل کو کتنا خزانہ مل سکتا ہے اور وہ کتنی کم لاگت سے ایٹمی ہتھیار بنا سکتا ہے۔"

"کوئی آج تک خفیہ یہودی تنظیم کا پتا ٹھکانا معلوم نہ کرسکا اور تم کہہ رہی ہو کہ میں اس تنظیم کے سربراہ سے بات کروں؟ کیا تم سربراہ کو جانتی ہو؟"

"جانتی ہوں۔ تمہیں اس کے قریب پہنچادوں گی۔ تم اسے بتاؤگے کہ میرا صرف ایک کام کرنے کے بعد اسے اس تہ خانے کا تمام خزانہ مل جائے گا۔"

"خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ کو تمہارا کون سا کام کرنا ہوگا۔"

"انہوں نے امریکا کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مائیک ہرارے کو قابو میں کیا ہے۔ اس کا برین واش کرنے کے بعد اسے عیسائی سے یہودی بنادیا ہے۔ میں چاہتی ہوں' اسے ہندو بناکر میرے حوالے کردیا جائے۔"

پروفیسر نے کہا "مجھے تو یہ کوئی بڑی بات نظر نہیں آتی۔ یہودی تنظیم کا سربراہ اسرائیل کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنانے کے لیے اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے حوالے کرسکتا ہے لیکن....."

"لیکن یہ کہ میں تمہارے خیالات بھی پڑھ رہی ہوں۔ تم سوچ رہے ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ پھر مائیک ہرارے کا برین واش کرکے اسے اپنے ہندو دھرم میں کیوں نہیں لارہی ہوں۔"

"ہاں۔ یہ ایک سیدھی سی بات ہے۔ تم ایسا کرسکتی ہو۔"

"سیدھی سی بات ہوتی تو ضرور کرلیتی۔ میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ تمہارے بہت سے سوالوں کے جواب نہیں دوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں وہی کروں گا' جو تم کہہ رہی ہو۔ کیا میں اپنے بیگ میں یورینیم کے ساتھ اپنی بیوی ریٹا کے لیے کچھ ہیرے جواہرات لے جاؤں؟"

"جاؤ اور جو چاہو لے جاؤ۔ میں ابھی تنہائی چاہتی ہوں۔"

وہ خواب گاہ سے باہر گیا۔ وہ اپنے بستر پر آرام سے لیٹ کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پھر بولی "ایک بات یاد رکھو۔ تم اس تہ خانے کی کوئی بات کسی سے نہیں کہوگے۔ ہاں خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ کو یہاں کا پتا بتا سکتے ہو اور اسے میری یہ وارننگ دے سکتے ہو کہ وہ یہودی مکاری دکھائے گا اور کسی بھی چالاکی سے میری مرضی کے خلاف یہاں آنا چاہے گا تو وہ اسی تہ خانے کی منوں مٹی کے نیچے دب کر موت کی نیند سوجائے گا۔"

پروفیسر نے اپنے بیگ سے تمام اوزار نکال دیئے تھے۔ اس میں یورینیم کے علاوہ اپنی ریٹا کے لیے کچھ ہیرے جواہرات بھی رکھ رہا تھا۔ جب بیگ بھر گیا تو اس نے پروفیسر پر پوری طرح قبضہ جماکر اسے غائب دماغ بنادیا۔ پھر اسی راستے سے تہ خانے کے اوپر اسے کھنڈرات میں پہنچاکر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔

وہ تمام رات جاگتی تھی اور دن کو سوتی تھی۔ وہ سونے سے پہلے خواب گاہ سے نکل کر بھگوان شنکر کی مورتی کے پاس آئی۔ پھر اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اور سر کو جھکا کر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد سوچ کے ذریعے بولی۔ "ہر ہر مہادیو! میرے باپو علم نجوم میں عالمی شہرت کے حامل تھے۔ میں بھی اس علم میں مہارت رکھتی ہوں' ہم باپ بیٹی کے علم نے بتایا ہے کہ اگر میں اُس سے شادی کروں گی تو وہ مجھ برہمن زادی کو مسلمان بنالے گا۔ ہاں' اگر میں دس برس تک اس سے چھپی رہوں۔ وہ دس برس تک میری اصلی صورت نہ دیکھ سکے اور نہ کبھی میری اصل آواز سن سکے تو وہ میرے قابو میں آجائے گا۔ اور میری خاطر اپنا دین چھوڑ کر میرا دھرم قبول کرلے گا۔ لیکن اس دوران مجھے ان کے دینی پیشوا علی اسد اللہ تبریزی اور آمنہ فرہاد کی روحانی ٹیلی پیتھی سے دور رہنے کے لیے گمنامی کی زندگی گزارنی ہوگی۔ اور ایسا کرنے کے لیے میں زیرزمین رہتی ہوں۔ میں ایلورا' اجنتا کے غاروں میں قاہرہ کے کھنڈرات میں کئی برس گزار کر یہاں مایا کے کھنڈرات میں آئی ہوں۔ میں بابا صاحب کے ادارے کے کسی فرد کے دماغ میں نہیں جاتی ہوں۔ حتیٰ کہ اپنے پارس سے بھی دور رہتی ہوں اور اپنی ایک مکمل ڈمی کے ذریعے یہ تاثر دیتی ہوں کہ ثی تارا اب پارس کی بن کر رہنے لگی ہے۔ مگر اے شیو شنکر! اس علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی کس حد تک درست ہوگی۔ اس نے کہا تھا کہ سات برس کے بعد سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) مجھے ڈھونڈ نکالے گی۔

"اس پیش گوئی کو ڈیڑھ برس گزر چکے ہیں۔ اب ساڑھے پانچ برس رہ گئے ہیں۔ کیا اعلیٰ بی بی (ثانی) صرف سات برس کی عمر میں مجھے ڈھونڈ لے گی؟ اس پیش گوئی سے یہ خیال بھی آتا ہے کہ وہ پیش گوئی کرنے والا دینی پیشوا اس ثی تارا کی حقیقت کو سمجھ رہا ہے' جو ابھی پارس کے ساتھ تل ابیب میں ہے۔ اے بھولے ناتھ (شنکر بھگوان)! یہ کیسی روحانی ٹیلی پیتھی ہے؟ کیا اس کے مقابلے میں مجھے آتما شکتی نہیں مل سکتی؟ میں تیری پجارن ہوں۔ بچپن سے تیری بھگتی کرتی آئی ہوں۔ مجھے شکتی دے بھگوان! یا ایسی حکمت عملی دے کہ اس اعلیٰ بی بی کو سات برس کی ہونے سے پہلے ہی کسی طرح ختم کردوں۔ مشکل یہ ہے کہ سونیا کے دونوں بچے کبیر بیگ اور اعلیٰ بی بی وہیں بابا صاحب کے ادارے میں رہتے ہیں۔ میں اپنی آواز تو کیا سوچ کی لہروں کو بھی وہاں نہیں پہنچانا چاہتی۔ مجھے ہر حال میں محتاط اور گمنام رہنا ہے۔ اس لیے یہ جانتے ہوئے بھی کہ تل ابیب میں مائیک ہرارے دراصل پارس ہے اور وہ یہودی بنادیا گیا ہے' میں پھر بھی اس کے اندر نہیں جارہی ہوں۔ ایک اندیشہ ہے کہ پارس کا برین واش کرکے اسے ہندو بنانا چاہوں تو ایسے میں کہیں میرا بھید نہ کھل جائے۔ اس لیے میں پروفیسر ایزک کو اسرائیل بھیج کر واؤ منڈولا کو خزانہ حاصل کرنے کا اور ایٹمی اسلحہ بنانے کا بہت بڑا لالچ دے رہی ہوں تاکہ وہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت بننے کے لیے اپنے مائیک ہرارے یعنی پارس کو ہندو بناکر میرے حوالے کردے۔ اگر ایسا ہوجائے گا تو پھر علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی غلط ہوجائے گی۔ سات برس پورے ہونے سے پہلے ہی پارس میرا دھرم قبول کرکے ہمیشہ کے لیے میرا ہوجائے گا۔ اور یوں میری اصل صورت دیکھ لے گا۔ میری اصل آواز سن لے گا۔ سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی (ثانی) کے بارے میں جو پیش گوئی ہے' وہ دھری کی دھری رہ جائے گی۔

"ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والے ہمیشہ نقصان اٹھاتے رہے ہیں۔ مگر قدرتی طور پر جسے یہ علم حاصل ہوتا ہے وہ کسی قدر محفوظ رہتے ہیں۔ ہر ہر مہادیو! تیری کرپا (مہربانی) سے میری ڈمی ثی تارا کو بھی یہ علم قدرتی طور پر حاصل ہوا ہے۔ شاید اسی لیے فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام افراد اسے اصلی ثی تارا سمجھ رہے ہیں۔ میں تجھ سے التجا کرتی ہوں کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے اصلی ثی تارا ہی سمجھتے رہیں۔ اسی طرح پارس اگر منڈولا کے تنویمی عمل کے ذریعے ہندو دھرم قبول کرلے گا اور میری ڈمی کے ساتھ ہندو بن کر کچھ عرصہ گزارے گا اور میں مطمئن ہوجاؤں گی کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی حقیقت کو سمجھ نہیں پائے ہیں تو میں ڈمی کی جگہ لے کر پارس سے بیاہ رچاؤں گی اور اس کے ساتھ لگن منڈپ میں سات پھیرے لگاؤں گی۔ پھر ساری عمر اس کی دھرم پتنی بن کر رہوں گی اور وہ میرا پتی دیو بن کر میرے ساتھ تیری پوجا کرتا رہے گا۔ یہ بڑے پُن (نیکی) کا کام ہے کہ میں اپنے پیار کی دیوانگی میں اپنے پیارے کو تیرا سچا بھگت اور پجاری بنادوں گی۔ تو میرے پیار کو اور پوجا کو سمجھ کر ہی میری مدد کرتا آرہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب مجھے جانتے ہیں لیکن تو ایسا چمتکار (معجزہ) دکھا رہا ہے کہ ساری دنیا والے اور خصوصاً روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مجھے میرے اصلی چہرے' اصل آواز اور لہجے سے مجھے نہیں پہچانتے ہیں اور نہ ہی یہ جانتے ہیں کہ میں دنیا کے قدیم ترین کھنڈرات میں رہ کر کس طرح روپوشی کی زندگی گزار رہی ہوں۔ اے شیو شنکر! بس یہی التجا ہے کہ میں علم نجوم کے مطابق دس برس روپوشی میں گزارلوں۔ چار برس گزر چکے ہیں۔ صرف چھ برس رہ گئے ہیں۔ اگر ساڑھے پانچ برس کے بعد وہ اعلیٰ بی بی جونیئر میرے راستے میں نہیں آئے گی یا آئے گی تو میرے ہاتھوں فنا ہوجائے گی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت میرے محبوب کو آخری سانس تک مجھ سے جدا نہیں کرسکے گی۔ ہاں بس یہی التجا ہے کہ اُن کے خدا نے انہیں روحانی قوت دی ہے' تو مجھے آتما شکتی دے۔"

وہ سر جھکائے ہاتھ جوڑ کر بولتے بولتے ہر ہر مہادیو کے قدموں سے لپٹ گئی۔ ابھی اس کی زندگی کے دن اور رات اسی طرح گزر رہے تھے۔ وہ جاگتے وقت بھگوان کے قدموں سے لپٹ جایا کرتی تھی اور جب نیند آتی تو اپنے محبوب کی آغوش میں آکر

سوجاتی تھی وہ اس طرح کہ وہ اس کے بستر کی چادر پر ہوتا تھا اور اس کے اوپر آنے والے کمبل پر چھایا رہتا تھا۔

صبح کی ہلکی سی روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت پروفیسر ایزک ایسے چونک گیا جیسے اچانک کوئی خواب ٹوٹ گیا ہو۔ اس نے دیکھا کہ وہ اسی ستون کے سامنے کھنڈر میں بیٹھا ہوا ہے۔ نہ وہ تہ خانہ ہے' نہ حسین رقاصہ ہے اور نہ ہی خزانوں سے بھرے ہوئے صندوق ہیں۔

اس نے فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے والے ستون پر ہاتھ مار مار کر دیکھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اسی ستون میں سے اندر جانے کا راستہ بنا تھا۔ اور وہ سیڑھیاں اتر کر تہ خانے میں ایک پوجا کرنے والی دیوداسی کے پاس پہنچا تھا۔ اس کی پوجا' اس کی عبادت اور اس کا رقص دیکھا تھا۔ اور کسی نوجوان کے ساتھ اس کی دیوانگی دیکھی تھی۔ پھر اس حسینہ سے یہودیوں کے مفاد میں بہت ہی اہم گفتگو کی تھی اور اپنے بیگ میں بہت سی دولت...

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ ستون کے پاس سے پلٹ کر تیزی سے بیگ کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ اب اس میں اوزار نہیں تھے۔ یورینیم کی کچھ مقدار تھی۔ اور اپنی ریٹا کے لیے ہیرے جواہرات تھے اور یہ چیزیں بتا رہی تھیں کہ اس نے تمام رات کھنڈر میں بیٹھ کر خواب نہیں دیکھا ہے بلکہ اس کھنڈر کے نیچے ایک تہ خانے میں رات گزار کر آیا ہے۔

وہ بیگ کو بند کرنے کے بعد توجہ سے سوچنے لگا۔ اس نے پراسرار دوشیزہ سے جتنی باتیں کی تھیں وہ سب اسے ایک ایک کرکے یاد آنے لگیں۔ خاص طور پر یہ وارننگ یاد آئی کہ کھنڈر کے نیچے اس نے جو کچھ دیکھا ہے' وہ یہاں کسی کو نہیں بتائے گا۔ اپنی یہودی قوم کی بھلائی کے لیے اسرائیل جائے گا اور وہاں صرف خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ کو پوشیدہ خزانے اور یورینیم کے حصول کی شرط بتائے گا۔

وہ شرط بھی یاد آئی کہ مائیک ہرارے کو جس طرح عیسائی سے یہودی بنایا گیا ہے اسی طرح یہودی سے ہندو بنا دیا جائے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی دھوکا کیا جائے گا اور شرط پوری کیے بغیر کوئی یہودی جبراً اس کھنڈر کے نیچے کسی چالاکی سے آنا چاہے گا تو وہاں منوں مٹی کے تلے دب کر مر جائے گا اور کسی کے ہاتھ نہ خزانہ آئے گا اور نہ یورینیم...

اس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کھنڈر میں دن کی روشنی پھیل رہی تھی اور دور سے اسے اپنی بیوی ریٹا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے جواب دیا "ڈارلنگ ریٹا! میں یہاں ہوں اور خیریت سے ہوں۔"

اس کی آواز سنتے ہی سب خوش ہو گئے۔ پولیس والے اور آثار قدیمہ کی ٹیم کے افراد کھنڈر میں اس کے پاس آئے۔ ریٹا اسے دیکھتے ہی لپٹ کر رونے لگی۔ وہ تھپک کر بولا "بس چپ ہو جاؤ۔ میں تمہارے پاس زندہ سلامت ہوں۔"

پولیس افسر نے پوچھا "آپ کہاں گم ہو گئے تھے؟ ہم یہاں رات بھر آپ کو تلاش کرتے رہے۔ کیا آپ نے ہماری آوازیں نہیں سنی تھیں۔ ہماری کتنی ہی ٹارچ کی روشنیاں دور تک پہنچ رہی تھیں۔ کیا آپ نے روشنی بھی نہیں دیکھی تھی؟"

"سوری افسر! آپ سب کو میری خاطر تمام رات پریشان رہنا پڑا۔ دراصل میں اس کھنڈر سے بھی دور چلا گیا تھا۔ مجھے وہی پراسرار دوشیزہ نظر آئی تھی۔ مجھے پتا ہی نہ چلا کہ اس کے تعاقب میں کتنی دور نکل گیا ہوں؟"

"کیا اس دوشیزہ سے ملاقات ہوئی؟"

"نہیں۔ کئی کلومیٹر دور جانے کے بعد وہ دوشیزہ ایک کار میں بیٹھ گئی پھر اس سے پہلے کہ میں دوڑ کر اس کے قریب جاتا' اس کی کار دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔"

افسر نے کہا "میرے لیے یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ اکثر جرائم پیشہ افراد کا گروہ ایسے کھنڈرات میں اپنا خفیہ اڈا بنانا چاہتا ہے اور اس کے لیے پراسرار دہشت انگیز حرکتیں کرکے آثار قدیمہ کے ماہرین کو خوف زدہ کرتا ہے تاکہ آپ جیسے ماہرین آئندہ اِدھر نہ آئیں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے کھنڈر سے باہر آنے لگے۔ پروفیسر نے وہ بیگ اٹھا لیا۔ ڈرائیور جارج نے کہا "سر! یہ بہت بھاری ہے۔ مجھے دے دیں۔"

وہ واقعی پہلے سے زیادہ بھاری ہو گیا تھا۔ پروفیسر نے کہا "رہنے دو۔ کوئی خاص وزن نہیں ہے۔ میں اپنی ریٹا کو زندگی کی خوشیاں دینے کے لیے اس بیگ کے وزن کو محسوس نہیں کر رہا ہوں۔"

وہ نہیں چاہتا تھا کہ بیگ کے اندر بھرا ہوا خزانہ ڈرائیور یا پولیس افسر کے علم میں آئے۔ اس نے ویگن کار کی پچھلی سیٹ پر بیگ کو رکھ دیا۔ وہاں ریٹا کے ساتھ بیٹھ کر اپنی ٹیم کے افراد سے کہا "میں بہت تھک گیا ہوں۔ اب میری عمر اجازت نہیں دیتی کہ میں کھنڈروں میں بھٹکتا رہوں۔ اس لیے میں شہر پہنچ کر ٹیم کے افراد کو ان کے معاوضے ادا کروں گا۔ پھر کچھ وقت گزارنے کے لیے ریٹا کے ساتھ اسرائیل چلا جاؤں گا۔"

اس نے شہر پہنچ کر ہوٹل کے کمرے میں آ کر ریٹا کو وہ ہیرے جواہرات دکھائے۔ وہ خوشی سے دیوانی ہو کر ایک ایک چیز کو ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگی اور پوچھنے لگی۔ "تمہیں یہ خزانہ کہاں سے مل گیا ہے؟"

"تم میری بیوی ہو۔ میری رازدار ہو۔ مگر میں ابھی نہیں بتا سکوں گا۔ ہم اسرائیل پہنچ کر دولت مند بن جائیں گے۔ یہ دولت یروشلم میں ہمارے بیٹے' بہو اور ایک پوتے کے کام آئے گی۔"

اس نے اسی دن سفارت خانے کے ذریعے اسرائیل جانے کی

اجازت حاصل کی۔ پھر دوسرے دن وہ میاں بیوی ایک فلائٹ کے ذریعے تل ابیب پہنچ گئے۔ پروفیسر نے ریٹا کو یروشلم روانہ کر دیا تاکہ وہ بیٹے بہو اور پوتے کے ساتھ وقت گزارے۔ پھر خود ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا۔ سوچنے لگا "یہاں تو بڑی جلدی پہنچ گیا ہوں مگر جس خفیہ یہودی تنظیم کا پتا ٹھکانا دنیا نہیں جانتی ہے اس کے سربراہ تک وہ کیسے پہنچے گا؟"

ایسے وقت پروفیسر کے دماغ میں اپنی ہی سوچ ابھری۔ اس سوچ نے کہا "میں ابھی ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کروں گا تو سربراہ سے رابطہ ہو جائے گا۔"

صرف ایسی سوچ ابھرنے سے وہ کبھی فون نہ کرتا۔ لیکن اس نے بے اختیار ریسیور اٹھا لیا اور دماغ جو نمبر بتاتا گیا' اسے ڈائل کرتا گیا۔ دوسری طرف گھنٹی کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہاں داؤد منڈولا اپنی خواب گاہ میں آرام کر رہا تھا۔ موبائل فون کی آواز پر چونک کر سوچنے لگا۔ "میرے پاس یہی ایک فون ہے اور میں نے اس کا نمبر کسی کو نہیں دیا ہے۔ پھر یہ کون مجھے کال کر رہا ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تذبذب میں رہا۔ پھر اس نے ایک بٹن دبا کر پوچھا "ہیلو' کون ہے؟"

"آپ مجھے نہیں جانتے ہیں۔ میں پروفیسر ایزک ہوں۔ پچھلے دنوں مایا کے کھنڈرات میں تحقیقات کر رہا تھا۔ وہاں ایک تہ خانے میں' میں نے یورینیم کا ذخیرہ دیکھا ہے۔ یہ بات میں نے کسی کو نہیں بتائی ہے۔ صرف اپنی یہودی تنظیم کو فائدہ پہنچانے کے لیے آج ہی امریکا سے یہاں پہنچ گیا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں آ کر میرے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔"

"تمہیں میرا یہ فون نمبر کس نے بتایا؟ کیا تم مجھے جانتے ہو؟"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ یہودی قوم کا سب سے زیادہ جگمگاتا ہوا ستارہ ہیں اور اپنی صلاحیتوں سے ستاروں کی چال بدل کر مملکت اسرائیل کو ایک دن سپر پاور بنانے والے ہیں۔"

داؤد منڈولا فون بند کرکے پروفیسر ایزک کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ پھر وہ جیسے جیسے خیالات پڑھتا گیا' حیران ہوتا گیا۔ وسطی امریکا میں مایا کے کھنڈر کے نیچے ہندو دھرم کا مندر ہے' یہ واقعی حیرانی والی بات تھی۔ پھر یہ کہ وہاں ایک تنہا حسین دوشیزہ رہتی ہے۔ اس کے پاس اتنا خزانہ ہے کہ وہ بڑے سے بڑے ملک کو صرف ایک ہی شرط پر سپر پاور بنا سکتی ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے عیسائی مائیک ہرارے کو جس طرح یہودی بنایا گیا تھا اسی طرح مائیک ہرارے کو ہندو بنا کر آزاد کر دیا جائے۔ وہ ہندو بننے کے بعد جس کی امانت ہو گا' اُس کے پاس پہنچ جائے گا۔

پھر منڈولا کو اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ تہ خانے والی حسین دوشیزہ ایک خوبرو جوان کی دیوانی ہے اور اس کی تصاویر کو چاروں دیواروں پر اور چھت پر چسپاں کر رکھا ہے۔ اور پوجا کے بعد اس جوان کے نام پر اپنی مانگ میں سیندور لگاتی ہے اور اپنے بھگوان کے بعد اسی کی پوجا کرتی ہے۔

منڈولا کو یورینیم کی اور بے شمار دولت کی ضرورت تھی اور وہ سوچ میں پڑ گیا تھا کہ یورینیم اور وہ تمام خزانہ تو حاصل کرنا ہو گا۔ مگر یہ کیا چکر ہے؟ وہ دوشیزہ کون ہے؟ اس تہ خانے میں کیسے رہتی ہے؟ کیا اس کی خواب گاہ میں ہر طرف مائیک ہرارے کی تصویریں ہیں۔ مگر یہ بھی اندیشہ تھا کہ وہ پراسرار دوشیزہ مائیک ہرارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حاصل کرنے کے لیے منڈولا کو سبز باغ دکھا رہی ہو۔

پروفیسر ایزک کے خیالات سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ دوشیزہ خفیہ یہودی تنظیم کے سربراہ کا فون نمبر کیسے جانتی ہے۔ منڈولا کے لیے یہ بہت تشویشناک بات تھی۔ وہ اب تک اسی خوش فہمی میں تھا کہ اسے اس کے خفیہ یہودی تنظیم کے افراد بھی نہیں جانتے ہیں۔ کجا یہ کہ ہزاروں میل دور ایک زیر زمین رہنے والی دوشیزہ اسے جانتی تھی۔ ابھی تو اس دوشیزہ نے اپنے آلہ کار پروفیسر سے صرف اُس کا فون نمبر ڈائل کرایا تھا۔ آگے نہ جانے کیا کرنے والی تھی اور کیا کچھ جانتی تھی۔ یہ تو موٹی عقل سے بھی سمجھا جا سکتا تھا کہ جو فون نمبر جانتی ہے' وہ نام اور پتا ٹھکانا بھی جانتی ہو گی۔

اس نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے سوچا' ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اسے جاننے والی دشمن دوشیزہ بھی وسطی امریکا سے یہاں چلی آئی ہو اور اس کے کئی آلہ کار بھی اس کی رہائش گاہ کے اطراف چھپ کر اس کی نگرانی کر رہے ہوں۔ وہ کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھنے لگا۔ وہاں سے ایک گلی کے بعد شاہراہ تھی۔ بے شمار افراد اُدھر سے گزر رہے تھے۔ کچھ کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ کچھ دکانداری میں مصروف تھے۔ ایسے میں نگرانی کرنے والے دشمنوں کو پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔

اس نے دوسرے کمرے کی کھڑکی کے پاس آ کر دیکھا۔ اُدھر حد نظر تک رہائشی مکانات تھے اور وہاں بھی کسی نگرانی کرنے والے کو پہچاننا مشکل تھا۔ اس وقت موبائل فون نے اسے پھر مخاطب کیا۔ اس نے بٹن دبا کر فون کو آن کیا۔ لیکن خاموش رہا۔ پہلے وہ دوسری طرف کی آواز سننا چاہتا تھا۔ پھر اس پروفیسر کی آواز آئی "میں اپنے ملک اور قوم کا وفادار یہودی ہوں لیکن آپ مجھ پر بھروسا نہیں کر رہے ہیں۔ کھڑکیوں سے جھانکتے رہنے کے باوجود کوئی بھی دشمن اس لیے نظر نہیں آئے گا کہ آپ کا کوئی دشمن ہے ہی نہیں۔"

منڈولا نے ایک دم سے پریشان ہو کر پوچھا "تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں کھڑکیوں سے باہر جھانک رہا ہوں؟ کیا تم کہیں باہر موجود ہو اور تم نے مجھے جھانکتے ہوئے دیکھا ہے؟"

"دیکھیے پریشانی اور گھبراہٹ نقصان پہنچاتی ہے۔ آپ بھول رہے ہیں کہ مجھ سے ایسے سوالات کرنے کے بجائے میرے خیالات پڑھ کر میری سچائی معلوم کر سکتے ہیں۔"

منڈولا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے فوراً ہی فون کو آف کر کے پروفیسر کے خیالات پڑھے۔ معلوم ہوا' وہ نگرانی نہیں کررہا ہے۔ ہوٹل کے اپنے کمرے سے ابھی فون پر باتیں کررہا تھا۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرا کوئی آلہ کار بھی نگرانی نہیں کررہا ہے۔ منڈولا نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے پوچھا "اگر یہاں کوئی میرے خلاف نہیں ہے تو پھر تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں کھڑکیوں سے جھانک رہا تھا؟"

پروفیسر نے کہا "میرے دماغ میں جو باتیں آتی ہیں' وہ میں بے اختیار بولنے لگتا ہوں۔ ہوسکتا ہے' وہ دوشیزہ مجھے اپنے علم سے ایسا کرنے پر مجبور کررہی ہو۔ میں تو آپ کا فون نمبر بھی نہیں جانتا تھا مگر بے اختیار نامعلوم نمبر ڈائل کر کے آپ سے باتیں کررہا ہوں۔"

"ہاں۔ میں پہلے ہی تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا ہوں کہ تم میرے لیے بے ضرر ہو اور اپنے ملک و قوم کی محبت میں یہاں آئے ہو اور اپنے ملک کے لیے یورینیم بھی لائے ہو۔ لیکن میں اس ہستی سے مخاطب ہورہا ہوں جو تمہارے اندر ہے اور تمہاری آواز اور لہجے میں بول رہی ہے۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ پروفیسر کے اندر اسی طرح رہ کر خود مجھ سے گفتگو کرے اور جو معاملات ہیں' انہیں براہ راست طے کرے۔"

پروفیسر نے کہا "براہ راست وہ کسی سے گفتگو نہیں کرتی ہے؟ آپ کے ہر سوال کا جواب ملے گا۔ آپ اہم معاملات پر گفتگو کریں۔"

"سب سے پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اس ہستی کو کیسے معلوم ہوا کہ میں کھڑکیوں سے جھانک رہا تھا۔ جبکہ میں اپنے گھر میں تنہا ہوں۔ کوئی مجھے دیکھنے والا نہیں ہے۔ کیا وہ ہستی کہیں باہر تھی اور اس نے مجھے کھڑکیوں سے جھانکتے دیکھا ہے؟"

"وہ ہستی زیر زمین رہتی ہے۔ کبھی زمین کے اوپر نہیں آتی۔ مگر ہزاروں میل کی دوری سے بھی اپنے مطلوبہ شخص کو دیکھ لیتی ہے۔"

"اس نے مجھے بھی دیکھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے دماغ میں بھی آجاتی ہے۔ اس نے میری تنہائی میں آکر مجھے کھڑکیوں سے جھانکتے دیکھا ہے؟"

"ہاں وہ اپنی آتما شکتی سے کسی کے بھی دل کی دھڑکنوں کو بند کرسکتی ہے اور کسی بھی دماغ کو سوچنے سے محروم کرسکتی ہے۔"

"جب وہ ٹیلی پیتھی کے علاوہ آتما شکتی بھی رکھتی ہے تو پھر ناقابل تسخیر ہے اور جسے چاہے تسخیر کرسکتی ہے تو پھر روپوش کیوں رہتی ہے؟"

"وہ آتما شکتی کی اس انتہا کو پہنچنا چاہتی ہے' جہاں علی اسد اللہ تبریزی اور آمنہ فرہاد روحانی قوتیں حاصل کرچکے ہیں۔ وہ مسلمان روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے یوگا کے ماہرین کے اندر بھی پہنچ جاتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں' اپنے عکس کو بھی وہاں پہنچادیتے ہیں۔"

منڈولا نے کہا "مگر وہ آتما شکتی والی مجھ جیسے یوگا کے ماہر کے اندر آگئی تھی۔"

"وہ چند سیکنڈ کے لیے آئی تھی۔ اس سے زیادہ کسی یوگا کے ماہر کے اندر رہتی ہے تو وہ اسے محسوس کرلیتا ہے۔ اگر وہ چند سیکنڈ کے بعد باہر نہ نکلتی تو آپ بھی اسے اپنے اندر محسوس کرلیتے۔ اسی لیے جب تک وہ مسلمانوں کے اس روحانی پیشوا اور آمنہ فرہاد کے مقابلے میں آتما شکتی حاصل نہیں کرے گی' تب تک روپوش رہے گی اور کسی سے براہ راست گفتگو نہیں کرے گی۔"

وہ پروفیسر ایزک کی زبان سے جو کچھ کہہ رہی تھی اس میں آتما شکتی والی بات غلط تھی۔ اس کے پاس ایسی کوئی شکتی نہیں تھی۔ وہ اپنے بھگوان سے پرارتھنا (دعائیہ التجا) کرتی تھی کہ اسے بھی روحانی ٹیلی پیتھی جیسی قوت حاصل ہوجائے۔ ویسے اُس کی پرواز کرنے والی سوچ کی لہروں میں اتنی قوت تھی کہ یوگا کے ماہرین کے خیالات بھی اُن کی لاعلمی میں پڑھ لیتی تھی۔ اس وقت بھی وہ منڈولا کے اندر آتی جاتی رہی تھی۔ مگر یہ بات اس سے چھپا رہی تھی اور روحانی قوتیں حاصل کرنے والے مسلمانوں کے خلاف باتیں کر کے یہ تاثر دے رہی تھی کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں یہودیوں کو ترجیح دے رہی ہے۔ اس لیے منڈولا سے دوستی کر رہی ہے۔

وہ بولا "میں مانتا ہوں۔ جب تک روحانی قوتیں رکھنے والوں کے مقابلے میں تمہیں آتما شکتی حاصل نہ ہو تمہیں ان مسلمانوں کی وجہ سے روپوش رہنا چاہیے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہم یہودیوں کی طرح تم ہندو بھی مسلمانوں کو پنپتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے۔ لیکن ہمیں آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا چاہیے۔ ہماری دوستی تب ہی مضبوط ہوگی' جب ہمارا اعتماد مضبوط ہوگا۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ وہ ہستی آپ سے دوستی نہیں کرنا چاہتی ہے۔ صرف مائیک ہرارے کا سودا کرنا چاہتی ہے۔"

"مائیک ہرارے صرف خیال خوانی نہیں جانتا ہے بلکہ وہ بہت بڑا شاطر بھی ہے۔ زبردست چالیں چلتا ہے۔ اتنے اہم شخص کا سودا دوستی اور اعتماد کے بغیر نہیں ہوگا۔"

"کیا تم اسرائیل کو امریکا سے بھی اوپر سپر پاور نہیں بناؤ گے؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ یہودی ساری دنیا میں حکومت کریں۔"

"بے شک یہ میں چاہتا ہوں لیکن اس روپوش رہنے والی پر کیسے بھروسا کروں؟ وہ اگر مائیک ہرارے کو حاصل کر کے ہمیں تمام خزانہ اور یورینیم کا تمام ذخیرہ نہ دے تو ہم اس ہستی کو کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟"

"ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم مائیک ہرارے کے دماغ میں تنویمی عمل کے ذریعے ہندو دھرم نقش کروگے اور اسے اپنی ٹیم کے ساتھ مایا کے کھنڈر میں لے آؤ گے۔ وہاں تم سب کو تہ خانے میں پہنچنے کا راستہ ملے گا۔ تم مائیک ہرارے کو اس ہستی کے حوالے کروگے اور وہاں کا سارا خزانہ یورینیم سمیت لے جاؤ گے۔"

منڈولا نے کہا "ہمارے درمیان اعتماد نہیں ہے۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ وہ ہستی یورینیم کے ساتھ تمام خزانہ اسرائیل پہنچائے اور یہاں سے اپنے مطلوبہ مائیک ہرارے کو لے جائے۔"

"تم اپنی ایسی شرط پیش نہ کرو۔ وہ ہستی جو کہتی ہے' اس پر عمل کرو۔ ورنہ وہ کہہ چکی ہے کہ ہم یہودیوں سے صرف سودا ہوگا۔ دوستی کبھی نہیں ہوگی۔ تم اس کی مرضی کے مطابق عمل نہیں کروگے تو پھر دشمنی شروع ہوجائے گی۔"

"اچھا' تو مجھے دھمکی دی جارہی ہے۔ میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ وہ ہم سے کس طرح کی دشمنی کرے گی؟"

"صرف تم سے کرے گی۔ تمہیں خفیہ یہودی تنظیم کا ایک گمنام اور پراسرار سربراہ نہیں رہنے دے گی۔ اس نے جس طرح مجھے تمہارا فون نمبر بتایا ہے۔ اسی طرح تمام آدم برادرز اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارا نام اور پتا بتادے گی۔"

منڈولا پریشان ہوگیا۔ وہ اس پہلو کو بھول گیا تھا کہ وہ روپوش رہنے والی اُس کا نام اور پتا جانتی ہے۔ اگر وہ موجودہ ٹھکانا چھوڑ کر دوسری جگہ چھپنے جائے گا تو وہ جگہ بھی اُس ہستی سے چھپی نہیں رہے گی۔"

وہ روپوش رہنے والی کی طرح خود اچھی طرح جانتا تھا کہ اپنوں سے بھی روپوش رہنے سے یقینی تحفظ حاصل رہتا ہے کیونکہ دشمن صرف غیروں میں نہیں اپنوں میں بھی ہوتے ہیں۔ پہلے وہ ہستی خفیہ یہودی تنظیم کے ہر فرد کے سامنے اسے بے نقاب کردے گی۔ اس کے بعد بھی وہ مائیک ہرارے کو اس کے حوالے نہیں کرے گا تو وہ تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خفیہ یہودی تنظیم کی جڑوں تک پہنچادے گی۔

فون پر پروفیسر نے کہا "ابھی وہ چند سیکنڈ کے لیے تمہارے اندر گئی تھی اور کہہ رہی ہے کہ تم درست سوچ رہے ہو۔ خفیہ یہودی تنظیم پر بُرا وقت نہ لاؤ۔"

داؤد منڈولا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ایک صوفے پر گر پڑا۔ اب سے پہلے سونیا ثانی اس کے لیے مصیبت بن گئی تھی۔ اس نے بڑی مشکلوں سے اس سے پیچھا چھڑایا تھا۔ مگر اب وہ پُراسرار ہستی اس کے لیے عذاب بن گئی تھی۔ وہ صرف سربراہ کو نہیں بلکہ پوری خفیہ یہودی تنظیم کو جانتی تھی۔

وہ اچھی طرح سمجھ گیا کہ ایسی دلدل میں دھنس رہا ہے' جہاں سے نکلنے کے لیے اس پُراسرار ہستی کے اشاروں پر اسے چلنا ہوگا۔ اور اشاروں پر چلنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ آئندہ ایک پراسرار گمنام سربراہ نہیں رہے گا اور رہے گا بھی تو اس پُراسرار ہستی کے ماتحت رہے گا اور اس طرح یہودی تنظیم کا کوئی راز خفیہ نہیں رہے گا۔ بلکہ اب بھی کوئی راز اس نامعلوم ہستی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

اسے پھر پروفیسر کی آواز فون پر سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم خاموش ہو۔ وہ ابھی پھر چند سیکنڈ کے لیے تمہارے اندر گئی تھی اور کہہ رہی ہے کہ تم دانش مندی سے سوچ رہے ہو۔ اسی طرح سوچتے رہو تاکہ خفیہ یہودی تنظیم کو ہمیشہ دنیا والوں سے چھپا کر رکھ سکو۔ وہ مائیک ہرارے کو حاصل کرنے کے بعد پھر کبھی تمہارے کسی معاملے میں مداخلت کرنے نہیں آئے گی۔"

وہ بولا "میں یہی چاہتا ہوں کہ ہماری یہودی تنظیم کا راز کسی پر ظاہر نہ ہو۔ اور وہ پراسرار ہستی مائیک ہرارے کو حاصل کرنے کے بعد کبھی ہمارے کسی معاملے میں مداخلت نہ کرے۔"

"جی ہاں۔ اب تو بات صرف خزانہ اور یورینیم حاصل کرنے کی نہیں رہی۔ اصل مسئلہ تمہاری پوزیشن کو پراسرار اور گمنام بنا کر رکھنے اور یہودی تنظیم کو دنیا والوں سے چھپانے کا ہے۔ تمہیں مہلت دی جارہی ہے۔ اچھی طرح ہر پہلو پر غور کرلو۔"

پروفیسر کی طرف سے فون کا رابطہ ختم ہوگیا اور داؤد منڈولا کا سکون برباد ہوگیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسی صورت میں کیا کرے؟ مائیک ہرارے کا مطالبہ سپر ماسٹر نے بھی کیا تھا۔ اور سپر ماسٹر کو ایک ڈمی مائیک ہرارے پیش کر کے اسے مطمئن کردیا گیا تھا۔ لیکن یہ جو نئی بلا سر پر سوار ہوئی تھی اسے دھوکا نہیں دیا جاسکتا تھا۔ پروفیسر کے بیان کے مطابق وہ چند سیکنڈ کے لیے منڈولا کے اندر آتی تھی۔ اور ان چند سیکنڈ میں وہ چھپا ہوا فراڈ معلوم کرسکتی تھی۔ لہٰذا اسے دھوکا نہیں دیا جاسکتا تھا۔ جو اصل مائیک ہرارے کو اس پراسرار ہستی کے حوالے کرنا لازمی ہوگیا تھا۔

اور منڈولا جسے اصل مائیک ہرارے سمجھ رہا تھا بلکہ تمام خفیہ یہودی تنظیم کے افراد اسے اصلی سمجھ رہے تھے' وہ دراصل پارس تھا اور اس حقیقت کو زیر زمین رہنے والی شی تارا سمجھتی تھی۔ اور یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ تمام یہودی تنظیم والے پارس سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ وہ بس اتنا ہی چاہتی تھی کہ منڈولا بڑی رازداری سے مائیک ہرارے (پارس) کا برین واش کرے اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے ہندو بنادے۔ اور وہ اپنے اس مقصد میں اب کامیاب ہونے والی تھی۔

زیر زمین رہنے والی اصلی شی تارا داؤد منڈولا کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس نے فون پر پھر پروفیسر ایزک سے رابطہ کیا پھر کہا "پروفیسر! میں تمہارے ذریعے اس زیر زمین رہنے والی ہستی سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

پروفیسر نے شی تارا کی مرضی کے مطابق کہا "آپ ضرور باتیں کریں' وہ سن رہی ہیں۔"

وہ بولا "میں آج رات موقع پا کر مائیک ہرارے پر تنویمی عمل کروں گا اور اسے ہندو بنا کر اسرائیل سے باہر بھیج دوں گا۔ اسے اس طرح یہاں سے نکالوں گا کہ خفیہ یہودی تنظیم کے افراد کو بھی

معلوم نہیں ہو گا لیکن میں اس پراسرار ہستی سے ایک مدد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"
"تم کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟"
"پروفیسر' تمہارے اور ہمارے دماغوں میں آنے والی ایم آئی ایم کے سربراہ کے اندر بھی جا سکتی ہے۔ اس نئی تنظیم نے ہمیں بہت پریشان کیا ہے۔ میں اس تنظیم کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا سربراہ کون ہے اور اس کے کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"
پروفیسر نے کہا "وہ زیر زمین رہتی ہے۔ اُس نے برسوں سے گوشہ نشینی اختیار کی ہے اور کسی کے معاملے میں خود کو ملوث نہیں کرتی ہے۔ اس کی وجہ وہ بتا چکی ہے' جب تک روحانی ٹیلی پیتھی کے مقابلے میں آتما شکتی حاصل نہیں کرے گی' تب تک کسی دنیاوی معاملے میں شریک نہیں ہو گی۔ صرف مائیک ہرارے کو اپنا بنانے کے لیے اس نے تم سے میرے ذریعے رابطہ کیا ہے۔ اسے حاصل کرنے کے بعد وہ پھر گوشہ گمنامی میں چلی جائے گی۔"
"اچھی بات ہے۔ میں آج رات مائیک ہرارے پر تنویمی عمل کروں گا اور کل کسی فلائٹ سے اسے لے کر وسطی امریکا کے شہر گوئٹے مالا جاؤں گا۔ تم بھی میرے ساتھ راہنمائی کے لیے چلو گے۔ میں مائیک ہرارے کو اس ستون تک پہنچاؤں گا جہاں سے تم تہ خانے میں گئے تھے۔ لیکن میں تہ خانے میں نہیں جاؤں گا۔ وہاں جتنا خزانہ اور یورینیم ہے' وہ سب تم مجھے کھنڈر میں لا کر دو گے۔"
"وہاں بڑے بڑے صندوق میں یہ سب کچھ ہے۔ میں تنہا انہیں تہ خانے سے اوپر کیسے لاؤں گا۔"
"میرے ایک درجن آلہ کار تمہارے ساتھ جائیں گے۔ وہ تمام خزانہ تہ خانے سے اوپر کھنڈر میں لائیں گے۔"
"تمہارا یہ طریقہ کار منظور ہے۔ مایا کے کھنڈر میں تمہیں خوش آمدید کہا جائے گا۔"
رابطہ ختم ہو گیا۔ منڈولا سمجھ رہا تھا کہ اس گوشہ نشینی اختیار کرنے والی ہستی نے رابطہ ختم نہیں کیا ہو گا۔ چند سیکنڈ کے لیے ہی سہی' وہ اس کے اندر آ رہی ہو گی اور جا رہی ہو گی۔ پھر کچھ وقفے کے بعد اس طرح اس کے آنے جانے کا سلسلہ رہے گا اور وہ اسے کسی طرح دھوکا دینے کے متعلق سوچ کر اپنا نقصان نہیں کرے گا۔

○☆○

گورنر ہاؤس کے ایک بڑے ہال میں اسرائیلی حکام کے درمیان پارس ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ فوج کے تین اعلیٰ افسران کے علاوہ برین آدم انٹیلی جنس چیف کی حیثیت سے موجود تھا۔ الپا اور ٹیری آدم بھی تھے۔ ایکسرے مین مارٹن رسل ان کے اندر رہ کر خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔
چونکہ پارس کو برین واشنگ کے بعد یہودی بن کر پہلی بار ان یہودی اکابرین کے درمیان لایا گیا تھا اس لیے داؤد منڈولا بھی وہاں جس کے دماغ میں چاہتا تھا' چلا جاتا تھا۔ کوئی اسے محسوس کرنے والا نہیں تھا۔ اور کوئی ابھی کے اس صدمے کا علم نہیں رکھتا تھا کہ ایک پراسرار ہستی چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ میں رہ کر چلی جاتی ہے اور چند سیکنڈ میں بہت سی معلومات حاصل کر لیتی ہے۔
وہاں موجود کوئی فرد اسے پارس کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ سب اسے مائیک ہرارے سمجھ رہے تھے اور وہ سب کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اجنبیوں کے درمیان آگیا ہو۔ برین آدم نے پارس سے پوچھا "کیا تم اپنا نام جانتے ہو؟"
پارس نے کہا "نہیں۔ مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں سے آیا ہوں؟ کیا آپ لوگ مجھے جانتے ہیں؟"
"جانتے ہیں۔ پہچانتے ہیں۔ تم ہمارے اپنے ہو' اسی لیے اس گورنر ہاؤس میں ہو۔ یہاں کسی ایرے غیرے کو آنے نہیں دیا جاتا۔ یہاں صرف وی آئی پی کو آنے کی اجازت ملتی ہے۔"
پارس نے پوچھا "وی آئی پی یعنی میں بہت اہم شخص ہوں؟ کمال ہے' مجھے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ میں ایک باعزت اہم شخص ہوں۔"
"تم اسرائیلی سیکرٹ سروس کے ایک دلیر اور ذہین ایجنٹ ہو۔ تمہارا نام سب سے چھپایا جاتا ہے۔ اور تمہیں کوڈ نمبر زیرو زیرو ون کے اعداد سے پکارا جاتا ہے۔ تمہارا اصل نام سیکرٹ سروس کی فائل میں ہے۔ جب تم اس فائل کا مطالعہ کرو گے تو تمہیں اپنے متعلق بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"
الپا نے کہا "میرا نام الپا ہے اور یہ ٹیری آدم ہے۔ ہمارا تعلق بھی سیکرٹ سروس سے ہے اور ہم دونوں تمہاری طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"
"ٹیلی پیتھی؟" پارس نے کہا "کیا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟ کیا میں سوچ کی لہروں کے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتا ہوں۔"
"تمہاری یادداشت بالکل ہی گم نہیں ہوئی ہے۔ تمہیں یاد ہے کہ ٹیلی پیتھی کا علم کیا ہوتا ہے۔"
پارس نے کہا "ویسے تو مجھے وی آئی پی کے معنی بھی معلوم ہیں اور یہ بھی سمجھ رہا ہوں کہ سیکرٹ سروس کا ایجنٹ کیا ہوتا ہے۔ مگر جو بات میرے اندر گردش کر رہی ہے' وہ ہے شطرنج۔"
"ہاں تم شطرنج کے زبردست کھلاڑی ہو اور دشمنوں کے خلاف زبردست چالیں چلتے ہو۔ کیا تمہیں کوئی دشمن کوئی چال یاد ہے؟"
وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "تعجب ہے۔ کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔ آخر مجھے کیا ہو گیا ہے کہ کچھ یاد آ رہا ہے اور کچھ بھول سا رہا ہوں۔"
"فکر نہ کرو۔ تمہیں رفتہ رفتہ سب کچھ یاد آ جائے گا۔ تم الپا اور ٹیری آدم کے ساتھ رہو گے۔ یہ تمہیں بہت سی بھولی بسری

باتیں یاد دلائیں گے۔ تمہیں سیکرٹ سروس کے شعبے میں لے جائیں گے۔ وہاں تم اپنی ذاتی فائل پڑھ سکو گے۔"
سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ گورنر کے سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں گورنر صاحب کا پی اے بول رہا ہوں۔"
دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی "اور میں ایم آئی ایم کا سربراہ بول رہا ہوں۔ اپنے گورنر کو ریسیور دو۔"
سیکریٹری نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر گورنر سے کہا "ایم آئی ایم کا سربراہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"
یہ سنتے ہی برین آدم' الپا اور ٹیری آدم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ ایکسرے مین مارٹن اور منڈولا گورنر کے دماغ میں آ گئے۔ وہ ریسیور لے کر کان سے لگا کر بول رہا تھا "ہیلو' میں گورنر آپ سے مخاطب ہوں۔ کیا واقعی آپ ایم آئی ایم کے سربراہ ہیں؟"
"میں ہوں یا نہیں؟ یہ فی الحال ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میری تنظیم کے فراڈ سربراہ پیدا ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ایک کو آپ نے زخمی کر کے قید کیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے ساری دنیا میں یہ خبر نشر کی ہے کہ وہ سربراہ فراڈ تھا اور ایک سازش کے تحت ایم آئی ایم کے اصل سربراہ کو بدنام کرنا چاہتا تھا۔"
گورنر نے کہا "ہم بھی حاکم ہیں۔ اس کے باوجود ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور ساری دنیا میں جھوٹے کو جھوٹا کہا اور آپ کو سچا تسلیم کیا۔"
"یہ آپ نے اچھا کیا۔ لیکن میں نے تو آپ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ آپ میری سچائی تسلیم کرنے کے لیے ریڈیو اور ٹی وی کو ذریعہ بنائیں۔ مجھ جیسے اصلی اور سچے کو سچائی تسلیم کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"
اس نے حیرانی سے کہا "یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ کی ایک خیال خوانی کرنے والی نے ہم سے کہا تھا۔"
"کون ہے وہ خیال خوانی کرنے والی؟ کیا آپ اس سے میری بات کرا سکتے ہیں۔"
"ابھی تو نہیں۔ لیکن وہ ہم میں سے کسی کے اندر بھی آئے گی تو ہم اسے آپ سے رابطہ کرنے کو کہیں گے۔"
"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس خیال خوانی کرنے والی کو اپنے اس سربراہ کے بارے میں سمجھوتا کرنا چاہیے تھا جو آپ کی قید میں ہے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قیدی بننے والا شخص واقعی صرف سپر ماسٹر کا آدمی ہے اور اس خیال خوانی کرنے والی کا سربراہ کوئی اور ہے۔"
"جی ہاں۔ حقیقت یہی ہے۔ سربراہ بن کر آنے والا ہمارا قیدی سپر ماسٹر کا آدمی ہے۔ اس سلسلے میں سپر ماسٹر سے ہمارا جھگڑا چل رہا ہے۔ اگر آپ پہلی بار ہم سے رابطہ کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایم آئی ایم کو ایک تماشا بنانے کے لیے کوئی دوسرا شخص بھی سربراہ بن کر ہم سے رابطہ کر رہا ہے۔"
"ایسی حرکتیں صرف دشمن کرتے ہیں اور دشمن دو ہی ہیں۔ امریکا اور اسرائیل کو ہمارے مجاہدین سے بڑے خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔"
اسرائیلی گورنر نے کہا "جناب' آپ ہمیں دشمن نہ سمجھیں۔ ہم نے دوست بن کر آپ کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ مگر آپ کی جگہ ایک فراڈ پہنچ گیا۔ اگر آپ اصل سربراہ ہیں تو ایک بار ہماری دعوت قبول کریں۔ ہم سے روبرو بیٹھ کر مذاکرات کریں۔ اس کے بعد۔"
وہ بات کاٹ کر بولا "میں ایک بار انسانی ڈھانچے کی صورت میں مسلمان حکمرانوں سے اور آپ کے نمائندوں سے دمشق میں ملاقات کر چکا ہوں۔ اور یہ تماشا دیکھ چکا ہوں کہ مجھے پھانسنے کے لیے حسین عورتوں کا جال بچھایا گیا تھا۔"
"یہ حماقت اس گورنر سے ہوئی تھی' جو مجھ سے پہلے یہاں تھا۔ میں نے جب سے یہ عہدہ سنبھالا ہے' تب سے اس انتظامیہ کو بھی بدل دیا ہے' جس نے اپنے کارندے دمشق بھیجے تھے۔ ایک بار آپ مجھے آزما کر دیکھیں۔ اگر یہاں نہیں آنا چاہتے تو میرے نمائندوں کو آپ جہاں بلائیں گے' وہاں چلے آئیں گے۔"
"ہوں۔ میں اس سلسلے میں آپ سے بات نہیں کروں گا کیونکہ آپ یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ کوئی بھی دشمن آپ کے اندر چھپ کر ہماری باتیں سن سکتا ہے۔ آپ فون پر اپنے کسی یوگا کے ماہر کو بلائیں' جو صرف اسرائیل کے اہم رازوں کا امین ہو۔"
تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس گورنر کے اندر رہ کر فون پر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ الپا نے آگے بڑھ کر اس سے ریسیور لیا پھر بولی "میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں۔ آپ مجھ سے گفتگو جاری رکھ سکتے ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "میں تمہیں آزمانے کے لیے دماغ میں آرہا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی الپا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر سانس روک لی۔ ادھر سے سربراہ نے کہا "ہاں۔ میں مطمئن ہوں۔ تم نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔ اب یہ بتاؤ' کیا ہمارے درمیان راز داری سے جو باتیں ہوں گی' وہ باتیں ایسے اسرائیلی حکام کو بھی بتائی جائیں گی' جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں؟"

"ہرگز نہیں' جو باتیں' ٹاپ سیکرٹ ہوتی ہیں' انہیں صرف سیکرٹ سروس کے یوگا کے ماہرین ہی جان سکتے ہیں۔"

"میرے اندازے کے مطابق تم ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا ہو۔ اگر واقعی الپا ہو تو میں چاہوں گا کہ تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہماری باتیں سنیں اور میں جو کہنے جارہا ہوں اس کے فائدے اور نقصان کو ہم سب اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اس کے بعد روبرو ملاقات کرنے کے بارے میں آخری فیصلہ کرسکیں۔"

الپا نے کہا "ہمارے دوسرے فون پر ہمارا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے اور باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی کے اندر رہ کر ہماری گفتگو سن رہے ہیں۔"

"پھر تو یہ اچھی بات ہے' اب میں اپنا ارادہ ظاہر کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ بالکل خفیہ طور پر کسی بہروپ میں تل ابیب آؤں۔ میری آمد کا علم صرف تمہارے چند خاص افراد کو ہو۔ میں خاموشی سے آؤں گا اور کچھ معاملات طے کرکے اسی طرح خاموشی سے چلا جاؤں گا۔"

"آپ کا یہ طریقہ کار نہایت دانش مندانہ ہے۔ میں آپ کے جواب میں اور کچھ نہیں بولوں گی۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں ایسے عہدے داران موجود ہیں جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔"

"بے شک تمہاری بھی دانش مندی یہی ہوگی کہ صرف میری باتیں سنو۔ ہم کبھی دشمنوں سے اتنا نقصان نہیں اٹھاتے جتنا کے دوستوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ جب میں نے دمشق میں ایک ہڈی کے ڈھانچے کو بھیجا تھا' تب ایک خیال خوانی کرنے والی نے یہ سوچ کر مدد کی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں۔ اس نے مجھ پر اتنی مہربانی کی کہ وہاں تیار ہونے والی ویڈیو فلم میری ایک مطلوبہ جگہ پہنچادی تھی۔ میں اس کا شکر گزار تھا مگر اب نہیں ہوں اور یہ سمجھ رہا ہوں کہ اس خیال خوانی کرنے والی کی پشت پر کوئی بڑا گروہ ہے اور وہ میری روپوشی سے کچھ فائدے حاصل کررہا ہے۔"

الپا نے کہا "آپ کی اس بات میں جو سچائی ہے اس کی میں خود گواہ ہوں۔ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والی نے مجھ سے بھی رابطہ کیا تھا۔ ہمارے اکابرین کو بھی دھمکیاں دی تھیں کہ اگر ہم ساری دنیا والوں کو مختلف ذرائع سے یہ نہیں بتائیں گے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ فراڈ نہیں ہے اور سپر ماسٹر کی چالبازی کو ظاہر نہیں کریں گے تو ہمیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جبکہ آپ ایم آئی ایم کے سربراہ ہو کر دوستانہ انداز اختیار کررہے ہیں۔"

سربراہ نے کہا "میں چاہتا ہوں' آپ لوگ اس خیال خوانی کرنے والی سے اور اس کے فراڈ سربراہ سے یہی ظاہر کرتے رہیں کہ آپ انہیں اصلی سمجھ رہے ہیں اور ان سے کچھ خوفزدہ بھی ہیں اور اس فراڈ سربراہ سے کسی شرط پر بھی ملنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ملنے کے لیے راضی ہوگا اور جہاں بھی ملے گا اس کی اصلیت ظاہر ہوجائے گی۔"

"آپ جیسے مشورے دے رہے ہیں' ہم اسی طرح ان پر عمل کریں گے۔ یوں سمجھیں کہ آپ ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔"

"اب میں چاہوں گا کہ آپ اپنے ملک کے کسی بڑے بزنس مین کو آلہ کار بنائیں۔ ایسا کوئی بزنس مین اسرائیل کے باہر کسی دوسرے ملک میں کاروبار کے لئے گیا ہو تو مجھے اس کی آواز سنائیں۔ میں اسی بزنس مین کے روپ میں تل ابیب آؤں گا۔ وہاں اس کی کوٹھی میں قیام کروں گا۔ پھر ہم ملاقات کا وقت مقرر کرلیں گے۔"

"یہ طریقہ کار بہت خوب رہے گا۔ میں آپ کو انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا فون نمبر بتارہی ہوں' وہ یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ایک گھنٹے بعد اس فون پر بات کروں گی۔ آپ جس انداز میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں' میں وہی تمام انتظامات کروں گی اور آپ کے مطلوبہ شخص کی آواز بھی سناؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ پھر ایک گھنٹے بعد میں تمہارے بتائے ہوئے فون نمبر ڈائل کروں گا۔"

الپا نے اسے برین آدم کا ایک فون نمبر بتایا۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ وہاں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر برین آدم نے کہا "ہم یہاں مسٹر زیرو زیرو ون (پارس) کی یادداشت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو آزمانے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ اچانک یہ نئی بات سامنے آئی ہے کہ ایم آئی ایم کا اصل سربراہ یہ ہے' جس سے ابھی

گفتگو ہوتی رہی ہے۔"

پھر برین آدم نے گورنر اور دوسرے حکام اور بڑے سرکاری عہدے داران سے کہا "میں آپ حضرات سے معذرت چاہتا ہوں۔ آپ حضرات یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ اس لیے آج کا یہ اجلاس برخاست کریں اور ہم تمام یوگا جاننے والوں کو یہاں سے جانے کی اجازت دیں تاکہ ہم اس اصل سربراہ سے انٹیلی جنس کے خفیہ چیمبر میں گفتگو کرسکیں۔"

اجلاس برخاست ہوگیا۔ برین آدم' الپا اور ٹیری آدم جیسے یوگا کے ماہر نے پارس عرف مائیک ہرارے کو آزمانا چاہا۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کے اندر پہنچنا چاہا۔ تو ناکام رہی۔ چونکہ ٹیری آدم نے پارس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس لیے اس کی آمد پر اس نے سانس نہیں روکی۔ ایکسرے مین مارٹن اور داؤد منڈولا نے بھی اس کے اندر پہنچ کر آزمایا۔ ان سب نے پارس پر باری باری عمل کیا تھا۔ وہ سب اس کے عامل تھے۔ اس لیے پارس نے انہیں اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔

ٹیری آدم نے برین آدم سے کہا "بگ برادر! ہم نے اسے آزمایا ہے۔ یہ اپنے کسی عامل کو دماغ میں محسوس نہیں کرتا ہے۔ لیکن الپا اور دوسرے اس کے عامل نہیں تھے۔ اس لیے زیرو زیرو ون نے ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا تھا۔

وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے والے خفیہ یہودی تنظیم کے افراد یہ نہیں جانتے تھے کہ سب سے آخر میں شی تارا نے اس پر عمل کیا تھا اور سب سے زیادہ پارس کے دماغ پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ برین آدم نے پارس سے کہا "میں چاہتا ہوں کہ تم میرے دماغ میں آؤ' پلیز خیال خوانی کی پرواز کرو۔"

پارس نے برین آدم کو دیکھا۔ اس کے اندر سلمان چھپا ہوا تھا۔ اس نے پارس کی سوچ اور لہجے کو اختیار کرکے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سلمان سمجھ رہا تھا کہ پارس کے خیال خوانی کی پرواز دیکھنے کے لیے الپا' ٹیری آدم وغیرہ اس کے اندر موجود ہوں گے۔ انہیں یہ دکھانے کے لیے وہ پارس کا لہجہ اور سوچ اختیار کرکے برین آدم کے اندر آیا پھر بولا "میں۔۔۔ میں زیرو زیرو ون بول۔۔۔"

سلمان نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ادھر پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس کا دماغ دکھ رہا ہے۔ خیال خوانی کرنے کے باعث اسے تکلیف محسوس ہورہی ہے۔ الپا برین آدم کو اس کی دماغی حالت کے بارے میں بتارہی تھی۔ برین آدم نے کہا "مسٹر زیرو زیرو ون! ابھی تم دو چار دن خیال خوانی نہ کرو۔ اچھی طرح آرام کرو۔ کھاؤ پیو اور سیکرٹ سروس کے جن معاملات کو بھول چکے ہو۔ اسے یاد کرو۔ اپنی پرسنل فائل پڑھو۔ الپا تمہیں اس سلسلے میں گائیڈ کرے گی۔

وہ سب گورنر ہاؤس سے جانے کے لیے اٹھنے لگے کیونکہ انہیں وقت مقررہ پر انٹیلی جنس کے خفیہ چیمبر میں پہنچ کر اس سربراہ سے گفتگو کرنی تھی۔ ایسے ہی وقت پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ٹیری آدم نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو' میں ایم آئی ایم کا ایک مجاہد بول رہا ہوں۔ ہمارے سربراہ آپ کے گورنر سے یا انٹیلی جنس کے چیف مسٹر برین آدم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

ٹیری آدم نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر برین آدم سے کہا۔ "بگ برادر! ایم آئی ایم کا ایک مجاہد کہہ رہا ہے کہ اس کا سربراہ ابھی گورنر سے یا آپ سے گفتگو کرے گا۔"

برین آدم نے کہا "اس سربراہ نے ایک گھنٹے بعد گفتگو کرنے کا وقت مقرر کیا تھا۔ شاید کوئی اور اہم بات ہوگی۔ تم سب میرے دماغ میں رہو۔"

اس نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو' میں اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف برین آدم بول رہا ہوں۔ اپنے سربراہ کو ریسیور دو۔"

پھر فون پر سربراہ کی آواز سنائی دی مگر وہ آواز اس سربراہ سے مختلف تھی' جس سے تھوڑی دیر پہلے گفتگو ہوچکی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر آدم! مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اسرائیلی حکومت نے ہماری پوزیشن واضح کردی اور دنیا والوں کے سامنے یہ وضاحت کردی کہ آپ لوگوں کو ایم آئی ایم کے سربراہ نے دھوکا نہیں دیا تھا اور جو فراڈ سربراہ بن کر آیا تھا' وہ گرفتار ہوچکا ہے۔"

برین آدم نے کہا "آپ کی خوشی سے ہمیں خوشی ہورہی ہے۔ ہم نے دنیا والوں کے سامنے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ہم ایم آئی ایم سے کوئی دشمنی نہیں رکھتے ہیں۔ وہ سچے ہیں اس لیے ہم نے سچائی پیش کی۔ ورنہ دشمن ہوتے تو آپ پر اور آپ کی تنظیم پر طرح طرح کے الزامات عائد کردیتے۔"

"ویسے آپ سچ نہ کہتے تو ہم سچ اگلوالیتے۔ دوسرے لفظوں میں آپ نے مجبور ہوکر سچ کہا ہے۔ کیونکہ وہ ویڈیو فلم آپ کی ایک بڑی کمزوری بن کر ہمارے پاس رہ گئی ہے۔"

"جی ہاں۔ یہ بھی درست ہے۔ انسان اپنی کسی نہ کسی کمزوری کے باعث دوسرے کے دباؤ میں رہتا ہے۔ لیکن میں اپنے دل کی گہرائیوں سے کہتا ہوں کہ ہماری حکومت آپ سے ملاقات کرکے' مذاکرات کرکے وہ تمام شکایات دور کرنا چاہتی ہے' جو آپ کو ہم سے ہیں۔ شاید آپ یقین نہ کریں' ہم آپ کو دوست بنانے اور آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اپنی خارجہ پالیسی میں تبدیلیاں کرسکتے ہیں۔"

"اگر آپ واقعی اسلامی ممالک کے حق میں اپنی خارجہ پالیسی کو خوشگوار بناسکتے ہیں تو میں آپ حضرات سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

"میں اپنے حکمرانوں کی طرف سے آپ کو بڑے خلوص اور نیک نیتی سے دعوت دے رہا ہوں۔ کیا آپ ہمارے ملک میں

تشریف لانا پسند فرمائیں گے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "میں نے آپ کے ملک میں ایک سربراہ کے تشریف لانے کا تماشا دیکھا ہے۔ یہ پتا نہ چل سکا کہ اسے کس نے گولی مار کر زخمی کیا تھا۔ زخمی ہونے کے بعد اس کے فراڈ ہونے کا علم ہوا۔ ورنہ اس سے پہلے تو وہ آپ کا ایک معزز مہمان تھا۔ کیا میں آؤں گا تو مجھے بھی زخمی کر کے میرے سچے یا جھوٹے ہونے کی تصدیق کی جائے گی؟"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ ہم نے تصدیق کرنے کے لیے اسے زخمی نہیں کیا تھا اور نہ ہی آپ پر کوئی آنچ آنے دیں گے۔"

"لیکن زبردست سیکیورٹی اور مسلح فوجیوں کی موجودگی میں آپ نے یا کسی نے گولی چلادی۔ یہ اندیشہ پیدا کر دیا کہ آپ کے تمام حفاظتی انتظامات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

"چلیں' آپ اعتماد نہ کریں۔ یہاں نہ آئیں لیکن آپ اپنی پسند کے کسی ملک میں ہمیں ملاقات کے لیے بلا سکتے ہیں۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ ہماری ملاقات اور اس ملاقات کی تشہیر لازمی ہے۔ میں سیٹلائٹ کے ذریعے دنیا کے تمام ٹی وی اسکرین پر آکر خود کو متعارف کرانا چاہتا ہوں تاکہ آئندہ کوئی دشمن ایم آئی ایم کا جعلی سربراہ بن کر ہمیں بدنام نہ کرے۔"

"یہ آپ نے بہت خوب سوچا ہے۔ جب آپ خود کو دنیا کے سامنے پیش کریں گے تو پھر کوئی دشمن آپ کے نام سے فراڈ نہیں کر سکے گا۔ آپ بتائیں' ہم سے کس ملک میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟"

"آج سے دو دنوں کے بعد یعنی پرسوں پندرہ تاریخ کو تاجکستان کے شہر دوشنبے میں ملاقات ہوگی۔"

"دوشنبے! تاجکستان؟" برین آدم نے پریشان ہو کر کہا "مگر۔ وہاں تو سنا ہے کہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اسی لیے اس جگہ ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ فرہاد صاحب اور بابا صاحب کے ادارے والوں کو بھی حیرانی اور تجسس ہے کہ میں کون ہوں اور میں نے کس طرح ہر ملک اور ہر بڑے شہر میں مجاہدین کو منظم کیا ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اور آپ کے درمیان ہونے والے سمجھوتے میں مداخلت کریں گے۔"

"سمجھوتا ہم مسلمانوں کے لیے معقول ہوگا اور قابل قبول ہوگا تو مجھے یقین ہے کہ فرہاد صاحب تو کیا کوئی بھی مسلمان اس کی مخالفت نہیں کرے گا۔"

برین آدم نے کہا "ابھی آپ نے کہا تھا کہ ہمارے ملک میں حفاظتی انتظامات مشکوک ہیں۔ اس لیے آپ نہیں آئیں گے۔ یہی اندیشہ ہمیں فرہاد اور اس کی فیملی سے ہے۔ فرہاد ماضی میں ہمیں بڑے بڑے نقصانات پہنچا چکا ہے۔ وہ ہمیں اپنا ازلی دشمن سمجھتا ہے۔ اگر ہم یا ہمارے خاص نمائندے وہاں جائیں گے تو نئے اور پیچیدہ مسائل پیدا ہو جائیں گے۔"

"مسٹر آدم! فرہاد دوشنبے میں ہے مگر اس کی پہنچ زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہے۔ میں دوشنبے کے بجائے کسی دوسرے ملک اور دوسرے شہر میں آپ کو بلاؤں گا تو کیا وہاں پارس اور علی تیمور نہیں ہوں گے۔ ہم اور تم اس کے چند خیال خوانی کرنے والوں کے نام جانتے ہیں لیکن ان کی صحیح تعداد نہیں جانتے۔ آپ کوئی ایسا ملک یا ایسا شہر بتادیں' جہاں اس کی فیملی کے افراد اور دوسرے جان نثار موجود نہ ہوں؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہماری پہلی ملاقات کسی بھی ملک میں بڑی رازداری سے ہو۔ جب ہم آپس میں مذاکرات کر کے ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کر لیں گے تو پھر دوسری ملاقات جہاں بھی ہوگی اس کی تشہیر تمام دنیا میں کی جائے گی۔"

"اگر آپ پہلی ملاقات میں رازداری چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں صرف دشمنوں کو اپنی تنظیم کا جعلی سربراہ بننے سے روکنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے ہماری دوسری ملاقات میں میرا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے آجائے تو یہ بھی غنیمت ہے۔ کیا آپ حضرات دوبارہ دمشق میں رازداری سے ملنا پسند کریں گے؟"

"جناب! وہاں تو آپ ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر آئے تھے۔ کیا آئندہ اصل روپ میں آئیں گے؟"

"اصل روپ میں اس وقت آؤں گا' جب تمام دنیا کے ٹیلی وژن اسکرین پر دکھایا جاؤں گا۔ آپ بہت احتیاط سے کام لے رہے ہیں۔ میں بھی محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ میں دمشق کے وقت کے مطابق پندرہ تاریخ کو رات نو بجے اسی حاکم محل میں آؤں گا۔ کیا آپ کو منظور ہے؟"

"منظور ہے" برین آدم نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اپنے اہم افراد کو دیکھتے ہوئے بولا "ہمارے ساتھ کچھ ایسی مکارانہ چالیں چلی جارہی ہیں' جو ابھی سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ پتا نہیں چل رہا ہے کہ ایم آئی ایم کا سربراہ ہونے کا دعویٰ کرنے والے چالباز کتنے ہیں اور ان میں اصلی کون ہے؟"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات ۳۲ ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ ۱۵ مارچ ۱۹۹۶ء کو شائع ہوگا